بعون صانع مکین و مکان و بفضل خلاق زمین و زمان

بتائید ملک علام و توفیق و فضل خداوند منعام کتاب مستطاب اُردوی عام فہم مبرا اغلاق و ابہام
حاوی تمام مسائل حلال و حرام جامع جملہ احکام مذہب ناجی اثنا عشری یعنی جلد اول

جامع الجعفری

اُردو ترجمہ جامع الرضوی فارسی ترجمہ

شرائع الاسلام

مترجمہ عالم عامل فاضل کامل حاوی معقول و منقول جامع فروع و اصول متمسک
ثقلین جناب مولوی سید عابد حسین صاحب مخاطب بعالم و فاضل دام افادتہ

مطبع نامی منشی نولکشور میں بطبع ہوئی

اطلاع - اگرچہ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی اور اُسکی فہرست مطول ہر ایک شایق کو چھاپہ خانہ سے ملسکتی ہی جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم کرسکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی لیکن خاص اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحون پر بعض کتب فقہ اُردو و فارسی وغیرہ مذہب امامیہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب فقہ مذہب امامیہ اُردو

نہر المصائب - ہر سہ جلد یکجائی - یہ کتاب مصائب خامس آل عبا علیہ التحیۃ والثنا مین نہایت عمدہ لکھی ہی - مصنفہ اخوند مرزا قاسم علی صاحب یہ پہلے بھی چھپ چکی ہی مگر بسبب کثرت خریداری نوبت طبع مکرر کی پہونچی - اب پھر بعد نظر ثانی مصنف بہ اضافہ بعض مجالس کے طبع ہوئی ابکی مرتبہ قلم بہت واضح کردیا گیا ہی اور تقطیع کاغذ کی بڑھادی گئی تاکہ شب کے وقت اکثر ذاکرین کو پڑھنے مین آسانی ہو -

زین المتقین - مولفہ مولوی سید محمد تقی صاحب اس کتاب مین اوراد و وظائف و اعمال و اذکار و احکام مذہب اثنا عشری کا بیان ہی اور ادعیہ مجربہ و فضائل تلاوت قرآن و احکام وضو و غسل و تیمم و فضائل اذان و احکام و آداب نماز پنجگانہ و احکام سجدہ مرتضیٰ فضائل ماہ رمضان و اعمال نوروز و دیگر اعیاد و نقوش و فضائل سورہ ہاے کلام مجید و فضائل نماز جمعہ و دیگر نمازہا و فضائل حج وغیرہ و فضائل زیارت ائمہ معصومین و دیگر احکام و مسائل دین وغیرہ کا بیان ہی -

غزوات حیدری - ترجمہ اُردو نثر حملۂ حیدری -

انارۃ البصائر و کشف السرائر - یہ کتاب عجیب رتبہ کی ہی جسمین اصول دین مذہب اثنا عشری کا بیان نہایت تفصیل و توضیح سے بدلائل و براہین بزبان اُردو عام فہم تحریر کیا گیا ہی مصنف اسکے عالم متبحر فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید افضل علیخان بہادر مدبر جنگ ہین یہ کتاب چار جلد مین کامل واضح و خوشخط بہ تصحیح مصنف علام چھپی - نہایت عمدہ کتاب ہی حسب تفصیل ذیل -

ایضاً جلد اول - بیان توحید مین -

فہرست مضامین جامع الجعفری ترجمہ جامع الرضوی جلد ۱

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

و تائید ملک علام و توفیق و فضل خداوند منعام کتاب مستطاب اردوئی عام فہم رافع اغلاق و ابہام حاوی تمام مسائل حلال و حرام جامع جملہ احکام مذہب ناجی اثنا عشری یعنے

جامع الجعفری

اُردو ترجمہ جامع الرضوی فارسی جد

شرائع الاسلام

مترجمہ عالم عامل فاضل کامل حاوی معقول و منقول جامع فروع و اصول متمسک ثقلین جناب مولوی سید عابد حسین صاحب مخاطب بعالم و فاضل دامت افاداتہ

مطبع نامی منشی نولکشور میں زینت طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساری تعریفین ایسے اللہ کے لیے ہین جسنے اپنے بندون کے واسطے اپنی رضا تک پہونچنے کی راہ کو واضح کردیا ہے اور اپنی عبادت تک اور تقوے تک پہونچنے کے راستے کو کشادہ کیا ہے پھر رسولون کے بھیجنے سے اور کتابون کے اُتارنے سے اُنکے دین کو پورا فرمایا ہے اور حجتون کے قائم کرنے سے اور پردون کے اُٹھا دینے سے بندون پر اپنی نعمتون کو تمام کیا اور درود ناپیدا پاکیزہ واضع قوانین شریعت تابان محمدیہ پر اور اُنکی عترت پاک وطاہر واتقیا پر نازل ہو کہ وہ کہ صاحب عز وفخر وعلا ہین جبتک کہ زمین کو سکون ہے اور گردش مین سما ہے لیکن بعد حمد ونعت ومنقبت کے ان ورقون کا لکھنے والا اور ان رقمون کا سیاہ کرنے والا گناہون کے اور عیبون کے دریاؤن مین ڈوبا عبد الغنی ابن ابیطالب اہل معرفت کے ذہنون کے صفحون پر اور رضاجویان دین وایمان کے دلون کی تختیون پر نقش کرتا ہے کہ ان مبارک آغاز اور ہمایون انجام دنون مین نظم ونسق خطۂ دلپذیر کشمیر کی مہمون کا رائے جہان آرائے ذات معلاے جناب گردون قباب پر کہ وہ ممہد قوانین شان وشوکت کے ہین بنا کرنیوالے مبانی دین ودولت کے ہین رصد بند افلاک بلند اقبالی ہین رستم معرکۂ دشمن افگنی و عدد مالی ہین حاتم

ہمانسراے وجود ہین واقف اسرار معرفت وشہود ہین گرامی گوہر معدن امارت وایالت ہین بلند اختر آسمان عظمت وجلالت ہین مہر سپہر کام بخشی وکارسازی ہین سپہر مہر دلدہی ودلنوازی ہین آفتاب عالمتاب جہان عدل واحسان ہین ماہ گیتی فروز آسمان امتنان ہین رکن رکین دولت قاہرہ ہین حصن حصین سلطنت باہرہ ہین وزیر صاحب تدبیر عدیم النظیر ہین دانائے اسرار ضمیر ہر صغیر وکبیر ہین تیغ بُرّان مفارق اعدا ہین برق خرمن آرزوے وامید دشمنان آلِ عبا ہین نظم قبلۂ اہلِ شکوہ وشان ابو المنصور خان ﷺ جنکو اک نسبت شرافت سے ہے سوے بوتراب ﷺ ہر سحر لاتا ہے جنکی راے روشن کے حضور ﷺ کاسۂ دریوزہ چرخ چارمین سے آفتاب ﷺ تفویض پائے ہوئے تھے اور ان جناب مکرمت مآب ومعدلت نصاب کی طرف سے اصلاح مفاسد کے لیے اور اطفاے نائرۂ مکائد کے لیے کہ اہل بغی وعناد کے گروہ شقاوت پژوہ کے تسلط سے طرح طرح کا ظلم اور ہر قسم کی تعدی اس شہر مین اشتہار او رقرار پائے ہوئے ہے خان بلند مکان والاشان شمشیر برہنۂ بازوے دلیری ودلاوری شہسوار میدان دادگستری ودادری آفتاب عالم افروز جہان نصفت وجاہ ماہ نوربخش موطن رعیت وسپاہ رافع نشان عدل وداد قامع بنیاد اہل بغی وعناد ممہد قوانین رعیت پروری وسپہ آرائی مشید مبانی کام بخشی وکامروائی خیرخواہ بندگان اللہ درویش دل عالیجاہ ابر بہار فیض واحسان آتش مزارع جور وعدوان مربع نشین مسند حکومت وسروری سزاوار مرتبۂ بلند ایالت وبرتری خان بلند قدر عظیم الشان افراسیاب بیگخان بلند کرے اللہ اسکی شوکت کو اور باقی رکھے اسکی دولت کو اس ملک برہم خوردہ مین ویرانی بردہ مین آیۂ کریمہ ضرب اللہ مثلا الایہ کے مفاد سے مصدر ناشکری و کفران نعمت الٰہی کا ہوکر طغیان کی سزا مین طرح طرح کے رنجون مین اور اذیتون مین آبادی اہل شقاوت وقساوت سے گرفتار وپریشان ہوا ہے اور وادی مظلومی مین حیران ہوا ہے قاہرہ فوجون کے ساتھ نیابت کے طریق پر نزول مکرمت اور شمول معدلت حصول کر کے ولدار ہوئے وہ معدن فتوت ومظہر مروت اعنی میرزاے سعادتمند ستودہ شیم حاوی محاسن صفات ومناقب کرم چراغ دودمان فضل وکمال شمع شبستان جاہ وجلال خورشید تابان آسمان علم ویقین بدر فلک ترویج دین مبین صدر نشین محفل قدردانی مخزن جواہر کمال انسانی

شیرازہ بند اوراق علم وعمل مرسلہ پیوند ورہائے دین ودول قوت بازوئے حکومت وسروری
واسطہ آبروئے بزرگی وبرتری سایہ پرور سحاب مکرمت ازلی مقتبس انوار حکمت لم یزلی
عقدہ کشائے مشکلات علوم مروج ارباب عقول وفہوم محرم خلوتسرائے معرفت وایقان
گرامی مددگار اہل صلاح وایمان روشنی بخش دیدۂ دانش وبنیش سرو سردار عالم آفرینش
زلال انہار نرم دلی ونیکخوئی نسیم بہار خوش خلقی ودلجوئی سے میرزائے زمان علی رضا ٭
جسکے انعام سے غنی ہے جہان ٭ لبس فلاطون کی طرح سے ہے بلند ٭ غلغل کوس فضل نام سے
بیان ٭ کثرت عیش وفرط عشرت سے ٭ عید سے بڑھ کے ہے یہ عہد وزمان ٭ اس سعادت کو
دیکھنا تا حشر ٭ چاہین رحمت کو اسیر اہل جہان ٭ مفاد کلام معجز نظام ضالۃ المومن سے ہمیشہ
تحقیق وتفتیش معارف دینی ومسائل یقینی مین سرگرم رہا کرتا ہے اور اس کثرت اشغال
دینی ودنیوی پر بھی کوئی دم بغیر اکتشاف غوامض اسرار علوم آرام نہین لیتا ہے اور اس
گوشہ نشین کنج گمنامی کو قدر شناسی اور علما نوازی کے مقتضا سے جلیس وانیس اس محفل
بلند کا کیا ہے کہ جو مقام تذکرۂ وتکرار علوم ہے اور قرارگاہ اہل دانش وفہوم ہے جب کوئی
مذکور مسائل دینی سے ونکات یقینی سے اور تفسیر کلام ربانی سے اور براہین کلامی سے ہوتا تھا
اور حل کسی مشکل کا اور بیان کسی مفصل کا وتفصیل کسی مجمل کی اور شرح کسی حدیث کی اور حل
کسی شبہہ کا اور تقریر کسی نکتہ کی کرتے تھے تو زبان فارسی مین اُسکے لکھنے کی تکلیف فرماتے
تھے اور جامع فوائد یقینی مین اُسے ثبت کرلیتے تھے اور اکثر اوقات ایسی کتاب کے لکھنے
کی ترغیب اور تحریص کرتے تھے کہ وہ بسیط مسائل دینی پر فرقہ ناجیۂ امامیہ رضوان اللہ
علیہم کی فقہ مین سے مشتمل ہو فارسی زبان مین خالی اغلاق سے کہ خواص وعوام کو اس سے
استفادہ اور استفاضہ حاصل ہو اور اکثر اوقات اس ڈوبے ہوئے بحار ہموم وغموم کو اپنے
حسن ظن سے سزاوار اس امر بزرگ کا سمجھکر اس باب مین مبالغہ فرماتے تھے اور مین ہرچند
اپنی عدم لیاقتی اور ذہن کی تشویش اور حواس کی پراگندگی اور حال کے اختلال اور
دل کے انتشار کی معذرتین پیش کرتا تھا اُسکا تدارک کرتے تھے اور قبول نفرماتے تھے طولانی
عذرداری کے بعد اطاعت اور فرمان پذیری کے لیے کتاب مستطاب بالغ نصاب

شرائع الاسلام کو کہ مسائل حلال و حرام مین تصنیف محقق نحریر مدقق افضل متقدمین و متاخرین نجم ملت و دین شیخ ابو القاسم حلی ہے کہ سیراب کرے اللہ انھین آب رضوان سے اور ساکن کرے اللہ انھین فردوس جنان مین کہ سارے ابواب فقہ کی جامع کتاب ہے حاوی مسائل فروع و اصول احکام فرعیہ علیہ ہے چیدہ طالبان معرفت و ایقان کے فائدہ پانے کے لیے عربی زبان سے فارسی زبان مین لا کر اکثر مقامون مین مجملات کی تفصیل مین اور مفصلات کی تشریح مین بھی مشغول ہوا ہے اور بہت سے مسئلون کو مصنف علیہ الرحمہ نے بیان نہین فرمایا ہے اور اور معتبر کتابون سے متن مین اور حاشیہ مین ملحق کیا ہے تاکہ مسائل دینی کی تحقیق مین اور کتاب مذکور کی عبارت کی شرح مین ایسے معلم کے منزلے مین ہو جائے کہ طالبون کو علما کے دروازے پر آمد و رفت کرنے سے مفت بے نیاز کر دے اور فارسی دانون کے گروہ کو عظیم فائدون سے بہرہ مند کرے اور جو کہ خواص مین سے اور عوام مین سے اس تالیف مین خوض کرے حامل علم دین و واقف احکام ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین اور دانائے فتاوائے علمائے مجتہدین ہو جائے امید ہے کہ ثواب اس حسنۂ مستحسنہ کا روزگار فرخندہ آثار آمر صاحب مفاخر و قائم مقام پر عائد اور راجع ہو اور اس بیچارے ماسور کے بھی بدیون کے اُتر جانے کی موجب ہووے شکر حق اس مروج دین سے ہوئی تالیف یہ خجستہ کتاب ٭ کیا ہی ہے حاوی مسائل شرع ٭ کرتی ہے رہبری راہ صواب ٭ ایجدا یہ درخت باغ کمال ٭ تا ابد لائے میوہ ہائے ثواب ٭ یا الٰہی یہ کان جوہر علم ٭ طالبون کا رہے ہمیشہ آب ٭ رہے یہ شمع محفل فتویٰ ٭ روشنی بخش تا قیام حساب ٭ نسخے ہے جو موسوم جامع الرضوی ٭ سال آغاز کا ہے انھین حساب ٭ بار خدایا ملا ہمین نہایت آرزوے واہل سے اور بچا ہمین قول و عمل مین خطا سے اور زلل سے۔

دین کے اُن علماء اور فضلاء کے نامونکے ذکر سے برکت حاصل کیجاتی ہے جنکے واسطے سے کتاب شرائع الاسلام کی روایت اس جامع الرضوی کے مترجم تک پہونچی ہے مخفی نہ رہے کہ یہ کتاب شیعون کے جتنے فرقے ہین فقہ کی ساری مستعمل کتابون سے زیادہ معتبر ہے اور اسی پر سارے عالمون اور فاضلون کے پڑھنے پڑھانے کا مدار ہے اور اسی کی تعلیم پر بڑے بڑے مجتہدون کا

اور مجتہدون کا شعار ہے اور مترجم مزبور نے اسے اصلح العلماء مولانا محمد صالح اصفہانی سے
اور اُنھون نے اپنے چچا آقا ہادی سے اور اُنھون نے اپنے پدر بزرگوار افضل الفضلاء مولانا
محمد صالح مازندرانی کتاب کلینی کے شارح سے اور اُنھون نے وحید عصر جناب ملا محمد تقی مجلسی
اول مع شرح من لایحضرہ الفقیہ کے مصنف سے اور اُنھون نے خاتم مجتہدین شیخ بہاء الدین عاملی
سے اور اُنھون نے اپنے پدر بزرگوار شیخ عبد الصمد حارثی ہمدانی سے اور اُنھون نے دو بزرگوار
ایک سید حسن ابن جعفر کرکی سے اور دوسرے شیخ زین الدین شہید ثانی علیہ الرحمۃ سے اور
اُنھون نے شیخ علی ابن عبد العالی سے اور اُنھون نے شیخ سعید محمد ابن داؤد موذن سے
اور اُنھون نے شیخ کامل ضیاء الدین علی سے اور اُنھون نے اپنے والد ماجد اکمل محققین
شیخ شمس الدین محمد مکی شہید اول سے اور اُنھون نے سید محقق عمید الدین عبد المطلب حسینی
سے اور اُنھون نے شیخ افضل محققین ابو طالب محمد علی اور سید کبیر نجم الدین مہنا ابن سنان
سے اور اُنھون نے مولانا افضل ملک العلماء مولانا قطب الدین رازی سے اور
اُنھون نے شیخ اکمل آیۃ اللہ جمال الدین ابی منصور ابن مطہر علی سے اور اُنھون نے رئیس
محققین نجم الدین ابو القاسم جعفر ابن حسن بن سعید علی مصنف کتاب علیہم الرحمۃ سے روایت
کی ہے اور دوسرے طریق سے بھی اس کتاب کی روایت اس مترجم تک پہونچی ہے
اختصار کے لیے اسیقدر پر کفایت کی ہے اور اس اُردو مترجم بدترین کونین سید عابد حسین
نسب مین جعفری مولد مین لکھنوی موطن مین شاہجہان آبادی عالم فاضل سے مخاطب کو
بھی تین طریقون سے اس کتاب کی روایت پہونچی ہے کہ اُنمین ایک طریق مین مولانا ملک العلماء
سید بندہ حسین اعلی اللہ مقامہ اور دوسری مین تاج العلماء سید علی محمد طاب ثراہ اور تیسری
مین شمس العلماء مفتی سید محمد عباس اعلی اللہ درجاتہ ہین اور تفصیل کو طول کے ڈر سے چھوڑ کر
اسی اجمال پر اکتفا کی ہے فوائد کہ شروع سے پہلے جنکے بیان سے زیادہ بصیرت حاصل ہوتی ہے
پہلا فائدہ لغت مین فقہ کے معنی فہم یعنی سمجھ کے ہین اور علماء کی اصطلاحون مین فرعی شرعی
حکمون کے اُس علم سے عبارت ہے جو تفصیلی دلیلون سے حاصل ہوتا ہے بس مسائل کی دلیلون
سے ناواقف مقلد اصطلاح مین فقیہ نہ کہلائیگا اور اس فقہ کے علم کا موضوع یعنی جسکے عوارض

اس علم مین بحث کیجاتی ہے وہ مکلفونکے افعال حرمت حلت صحت فساد کی جہت سے
ہین یعنی کون کام مکلف پر حرام اور کون حلال اور کون صحیح اور کون فاسد ہے اور
فقہ کے مسائل وہ مطالب ہین کہ جنکا اثبات اس علم مین ہوتا ہے اور اس علم کا فائدہ
مقتضائے احکام پر عمل کرنے سے آخرت کی نجات اور ابدی سعادتون کی تحصیل ہے
دوسرا فائدہ فقہ کی تحصیل استدلال کی نہج سے واجب کفائی ہے یعنی وجوب توسب پر
ہے مگر بعضون کے بجالانے سے اورون سے وجوب ساقط ہوجاتا ہے اور اس دعوے
پر آیت اور حدیث دونون کو دلالت ہے آیہ کریمہ تو فلولا نفر الآیہ - پھر کیون نہین چلتے
ایک گروہ ہر فرقہ مین سے جہاد کو تاکہ باقی سیکھین علم دین کو اور ڈرائین اپنی قوم کو جبکہ
وہ پھر کر آئین اُنکے پاس شاید کہ وہ ڈرین - اور حدیث یہ قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہے طلب العلم فریضہ الحدیث یعنی ہر دیندار مرد اور عورت پر علم کی طلب واجب ہے
پس ہر مکلف پر اُن ضروری حکمون کا علم کہ جنکی اُسے تکلیف دی گئی ہے اگر مجتہد ہے
تو استدلال کے طریق سے اور اگر اجتہاد پر قادر نہین تو تقلید کی نہج سے عینی واجب ہے
تیسرا فائدہ اصولیہ فرقۂ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک فقہ کے اثبات کی چار دلیلین ہین
ایک کتاب خدا اور شرعی حکمون کے نکالنے مین آیتون کی جو قسمین ہین ایک نص جسمین احتمال
دوسرے معنون کا نہین ہوتا دوسرے ظاہر کہ جسکی تحقیق علم اصول فقہ مین تفصیل سے واقع
ہے دوسری دلیل سنت ہے اور وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثین
ہین اور ائمہ علیہم السلام کی حدیثین بھی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی حدیثین
ہین کہ وہ آنحضرت کے اوصیا کے وسائط سے ہم تک پہونچی ہین اور یہ حضرات بھی احکام
تبلیغیہ سے کمال آگاہ ہین اور جناب رسولخدا صلعم نے اُن حضرات کو کلام اللہ کا نظیر وعدیل
اور قرین فرمایا ہے اور وہ حدیث یہ ہے انی تارک فیکم ما ان تمسکتم الحدیث یعنی جناب رسالتمآب
فرماتے ہین کہ مین تم مین ایسی چیز کو چھوڑ جانے والا ہون کہ اگر تم اُس سے تمسک کیے رہوگے
تو میرے بعد کبھی تم گمراہ نہوگے اور وہ کتاب خدا ہوا اور میری اولاد اہل بیت کہ بیشک ان
دونون مین کبھی جدائی نہوگی یہانتک کہ یہ دونون ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچین گے

واضح ہو کہ معصومؑ کے قول فعل تقریر کو سنت کہتے ہین اور تقریر کے معنی یہ ہین کہ معصومؑ
کسی کو کوئی کام کرتے ملاحظہ فرمائین اور آپ اُس سے منع نفرمائین اور چپ ہو رہین
اور حضرت پیغمبرؐ کے فعل سے بھی شرعی احکام مکلفین کے لیے مستنبط ہوتے ہین مگر اتنی شرط
ضرور ہے کہ وہ اُن حضرت کے خصائص مین سے نہون جیسے چار نکاحی عورتون سے
زیادہ ہونا یا نماز تہجد کا واجب ہونا کہ یہ اُنھین کے مخصات مین سے ہین اور ائمہؑ کی احادیث
مین شرط استنباط یہ ہے کہ وہ حدیث تقیہ کے طریق مین وارد نہوئی ہو اسلیے کہ بہت سی
حدیثین مخالفون کے اقوال کے موافق مصلحت وقت سے شیعون کے حق مین وارد
ہوئی ہین الضرورات تبیح المحذورات یعنی ضرورتون سے ناجائز چیزین جائز ہو جاتی ہین
اور ان حدیثون مین فرق کرنا مجتہدون کا کام ہے اور سب احادیث کی قسمین سات ہین
پہلی قسم متواتر اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جسکے راویون کی تعداد اس درجے پر ہو کہ اُنکے
توافق کو جھوٹ اور افترے پر عقل تجویز نہ کرسکے اور باقی احادیث کو اخبار آحاد کہتے ہین اور
اخبار احاد کی چھ قسمین ہین پہلی قسم صحیح ہے اور وہ امامیہ کے نزدیک ایسی حدیث ہے کہ
جسکے راوی معصوم تک سب کے سب مؤمن یعنی شیعہ اثنا عشریہ اور عادل ہون دوسری قسم
حسن ہے اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جسکے راوی ممدوح مومن تو ہون مگر وہ مدح اُن کی
اُن کے عادل ہو جانے کی حد کو نہ پہونچی ہو اور کسی نے اُنکی مذمت بھی نہ کی ہو تیسری قسم
موثق ہے اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جسکے راوی مخالف مذہب تو ہون مگر ایسے عادل ہون کہ اہل
مذہب بھی اُسے عادل جانتے ہون اور جھوٹ کی تحریم کے بھی معتقد ہون چوتھی قسم ضعیف ہے اور
وہ ایسی حدیث ہے کہ جسکے راوی مخالف مذہب اور غیر عادل اور مذموم ہون پانچوین قسم
حدیث مسند اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جسکے راوی معصومؑ تک مذکور ہون چھٹی قسم مرسل اور وہ
ایسی حدیث ہے کہ جسکے سب کے سب راوی مذکور نہون خواہ کوئی مذکور نہو انتہا تک خواہ بعضے مذکور
ہون اور بعضے غیر مذکور ہون اور جب روایت مین قال صلی اللہ و آلہ ہو تو اس سے جناب
رسالت مآب صلی اللہ و آلہ مراد ہوتے ہین اور جسوقت یہ کہین کہ قال احدہما یعنی دو مین سے
ایک نے فرمایا تو یا امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام مراد ہوتے ہین اس لیے کہ بعضے

راویون نے ان دونون امامون سے روایت کی ہے اور جب قال ابو جعفر کہین تو امام محمد باقر علیہ السلام مراد ہوتے ہین اور جب ابو جعفر الثانی کہین تو مراد حضرت امام علی نقی ہین کہ جنکا لقب ہادی ہے اور جب ابو عبد اللہ کہین تو امام جعفر صادق علیہ السلام مقصود ہین اور جب ابو الحسن کہین تو امام موسی کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر ابو الحسن الثانی کہین تو حضرت امام رضا علیہ السلام مقصود ہونگے اور اگر ابو الحسن الثالث کہین تو امام علی نقی علیہ السلام مراد ہونگے کہ ہادی سے بھی ملقب ہین اور جب عالم یا فقیہ یا عبد صالح کہین تو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام مراد ہونگے اور کبھی کتابون مین ان حضرات کے نام ان مین سے ایکحرف لے لیا کرتے ہین جیسے ص سے صادق اور ق سے باقر اور ظ سے کاظم اور رض سے رضا علیہم السلام مراد لیتے ہین تحقیق نہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے حالات مین اُسوقت کے بادشاہون کے حالات کے اختلاف کے موافق اختلاف ہے اسی سبب سے بعضے ائمہ سے بہت سی حدیثین اور بعضون سے تھوڑی سی منقول ہوئی ہین اور اکثر احکام اور فتوے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام موسی کاظم علیہم السلام سے منقول ہوئے ہین اور سب ائمہ سے بڑھکر انھین تین جنابون سے منقول ہین تیسری دلیل فقہ کے حکمون کے اثبات کی اجماع ہے اور اجماع امت محمد صلعم کے عالمون کا کسی دینی امر پر کسیوقت مین متفق ہوجانا ہے اور اجماع کی دو قسمین ہین ایک تو اسلام کے سارے فرقون کا اتفاق ہے اور وہ حجت ہے اور جو اُسکے مخالف کریگا وہ اسلام کے فرقے سے خارج ہوجائیگا دوسری سارے امامیہ مذہب کے علما کا اتفاق ہے اور وہ بھی حجت ہے اور جو اُسکی مخالفت کریگا وہ امامیہ اصولیہ سے نکلجائیگا اور اجماع کا حجت ہونا معصوم کے دخول کے اعتبار سے ہے اور علم اصول فقہ مین تصریح سے مذکور ہے چوتھی دلیل عقل ہے اور اُسکی دو قسمین ہین ایک وہ ہے کہ جسمین بداہت سے عقل ثبوت کا حکم کرتی ہو جیسے مفید سچ کے واجب ہونے کا اور مضر جھوٹ کے حرام ہونے کا حکم ہے اور انصاف کے واجب ہونے کا اور ظلم کے حرام ہونے کا حکم ہے دوسری قسم دلیل عقل کی وہ ہے کہ جسمین استدلال کی ضرورت پڑے اور اُسکے لیے قسمین ہین جنمین سے ایک استصحاب ہے اور وہ عبارت ہوا کرتا ہے کسی چیز کے ہونے یا نہونے کا علم گذرے زمانے مین ہونے نہونے کے سبب سے ہوتا ہے اور کیا جاتا ہے کہ چیز کا اپنے پہلے حال پر باقی رہنا

اصل ہے جبتک کہ اُسکے خلاف کا علم نہ ہولے دوسری اصالتہ براءت ذمہ جبتک اثبات ذمہ
کی دلیل قائم نہو تیسری مفہوم موافقت اور وہ یہ ہے کہ جسمین کوئی حکم نہ ہوا سمین منصوص حکم
سے حکم کا اثبات اولویت کے طریق سے ہے جیسے مان باپ کے مارنے کی حرمت جیسے کہ جیسے
اللہ تعالیٰ کے قول ولا تقل اف لہما یعنی مان باپ کے لیے اُف نکہہ تو باریتعالیٰ کے قول سے
اسکے اولیٰ ہونے کے طریق پر نکالا ہے کیونکہ جبکہ اف کہنا اُنسے جائز نہین تو اُنکا مارنا تو
اولیٰ درجے پر جائز نہ ٹھہریگا چوتھی تفریع اور یہ منصوص العلہ ہے یعنی جسمین حکم کی علۃ شرع
مین صریح مذکور ہو چکی ہے غیر منصوص کا حکم نکالنا ہے اور اُس غیر منصوص مین علت حکم کی تحقیق
کے سبب سے جاری کرنا ہے جیسے منقو انگور پر بیچنے کی حرمت کو سوکھے چھوارون کی
بیع کھجور پر حرام ہونیسے نکالی ہے کیونکہ جناب رسالتمآبؐ فرماتے ہین لایجوز بیع الرطب بالتمر
من اجل انہ اذا جف نقص یعنی تازے چھوارون کو سوکھے چھوارون سے بیچنا جائز نہین اس
سبب سے کہ جب تازے سوکھین گے تو گھٹ جائینگے اور یہی علت منقے یعنی سوکھے انگورون
مین اور تر انگورون مین بھی موجود ہے بس اس بیع کی حرمت ثابت ہو گی پانچوین دو مسئلون
مین ایک طریق ہونا اور وہ یہ ہے کہ ایک منصوص مسئلہ مین حکم ایک کسی ایسے وصف پر
معلق ہو کہ جس سے یہ نکلتا ہو کہ اس حکم کی علت یہی وصف ہے تو جہان یہ وصف متحقق
ہو گا وہان یہ حکم بھی ثابت ہو گا جیسے شوہر دار عورت کے ہمیشہ کو حرام ہو جانا ہے اُس سے
زنا کرنے والے پر شوہر کی مفارقت کے بعد بھی اور نکاح سے حلال ہونے کا حکم ہے کہ جسے
عدۂ طلاق رجعی مین زنا سے اُسکے زانی پر ہمیشہ کو حرام ہو جانے سے نکالا ہے کیونکہ رجعی طلاق
والی عورت شوہر دار کے حکم مین ہے اور اُسکے زانی پر ہمیشہ کو حرام ہونے مین حکم وارد ہوا ہے
تو شوہر دار کا بھی یہی حکم ہونا اولیٰ ہے اور یہ قیاس نہین کہ امامیہ مین باطل ہے بلکہ قیاس
منصوص العلۃ ہے یعنی جسکی علۃ شارع بیان فرما چکے ہین اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام
فرماتے ہین علینا ان نلقی الیکم الحدیث یعنی ہمپر ضرور ہے کہ ہم تمھین اصول سکھائین اور تمپر
تفریع کرنا واجب ہے اور اسی طرح کی حدیث جناب امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
منقول ہوئی ہے اور استصحاب وغیرہ کی حقیقت پر جو دلیلین مذکور ہوئی ہین وہ اپنے

مقام پر اصول فقہ مین تمام و کمال مرقوم ہین اس مقام مین اتنی اجمالی اطلاع کفایت کرتی ہے
اور قیاس کہ مخالفون کے نزدیک عمدہ دلیل ہے و اکثر انکا مستند وہی ہے اسکے بطلان کی بھی
دلیلین علم مزبور مین موجود ہین بیان یہ کتاب سبیل اختصار پر تحریر ہوتی ہے جسکا جی چاہے
ان سب کی تفصیل علم موصوف سے حاصل کرلے ابطال قیاس جان لو کہ قیاس کی دو تعریفین
کی ہین ایک جاری کرنا حکم منصوص کا غیر منصوص مین ہے عقل سے منصوص حکم کی علت نکالنا
اور منصوص کا غیر منصوص سے برابر کرنا ہے دوسری تعریف قیاس کی یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع
مین کسی جامع امر کے دونون مین ہونے سے جاری کرتا ہے اور قیاس کے چار ارکان ہین ایک
رکن اصل یعنی منصوص دوسرا رکن فرع یعنی غیر منصوص تیسرا رکن حکم اصل چوتھا رکن علت
جامعہ جو اصل و فرع مین ہوتی ہے اور اُسکی قسمین ہین جو اپنے مقام پر مذکور ہین اور کوئی اُنمین
سے کسی شرعی حکم کے اثبات کی دلیل فرقۂ امامیہ کے نزدیک نہین مگر اولویت والا قیاس اور
منصوص علت والا قیاس اگر یہ دونون قیاس کے اقسام سے ہی ہون اور انکے سوا ساری
قسمین قیاس کی متعدد دلیلون سے باطل ہین اول پیغمبر صلعم فرماتے ہین تعمل ہذہ الامۃ الحدیث یعنی یہ امت
کسی زمانہ مین قرآن پر عمل کریگی اور کسی زمانہ مین احادیث پر عمل کریگی اور کسی زمانہ مین قیاس پر عمل
عمل کریگی اور جب اسے کریگی یعنی جب قیاس پر عمل کریگی تو بیشک گمراہ ہوجائیگی اور اس حدیث
کو بیضاوی نے منہاج مین اور اکثر مخالفین نے بھی نقل کیا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے منقول ہے کہ فرمایا ستفترق امتی الحدیث اور اس حدیث کو فخر رازی نے بھی کتاب
محصول مین اور اور لوگون نے بھی عامہ مین سے نقل کیا ہے یعنی مختلف فرقے میری امت
مین عنقریب ستر سے بڑھکر پیدا ہونگے اور اُن فرقون مین سب سے بڑھکر فتنے مین عظیم وہ لوگ
ہین جو خدا کے حکمون مین اپنی عقل سے قیاس کرینگے بس حلال خدا کو حرام کرلین گے اور حرام
کو حلال کرلینگے دوسرے قول خدا ولا تقف ما لیس لک بہ علم یعنی اور پیچھے نہ پڑ اس بات کے جسکی خبر نہین تجھکو
وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون اور یہ کہ جھوٹھ بولو خدا پر جو تم جانتے نہین وان الظن لا یغنی من الحق شیئا یعنی گمان
حق مین کچھ فائدہ نہین دیتا ہے بہت سی جگہ قرآن شریف مین ظن اور قیاس کے پیروی سے ممانعت
وارد ہوئی ہے اور فقیہون کا قیاس بھی ظن ہی کا افادہ کرتا ہے اور ظن کا اتباع ممنوع ہے

جایز نہین مگر یہان جہان نص سے استثناء ہو چکا ہے اور قیاس انہین سے نص سے نہین ہے
پھر باطل ٹھہرا اور اہلبیت علیہم السلام اتفاق سے قیاس پر قدح اور طعن اور اُس سے
منع اپنے شیعون کو فرماتے آئے ہین تیسری دلیل ابطال قیاس کی یہ ہے کہ شرعی حکم تماثل
ہونے پر بھی مختلف ہوا کرتے ہین جیسے عدۃ طلاق تین طہر ہین اور وفات کا عدۃ چار مہینے
دس دن ہین ہرچند دونون عدے متماثل ہین اور عید کا روزہ حرام اور عید سے پہلے دن کا
روزہ واجب اور عید کے پچھلے دن کا مستحب ہے اور کسی غاصب کے ہاتھ نہ کاٹین گے گو وہ
بہت سا مال بڑے ظلم سے چھین لیتا ہے اور چورون کے ہاتھ کاٹ ڈالین گے ہرچند تھوڑا سا
مال چرائین اور اسی طرح سے تماثل شرعی حکمون کا موارد کے اختلاف پر ہے جیسے دانستہ
نا دانستہ شکار مارنا احرام مین ایک کفارہ رکھتا ہے ہرچند کہ عمد یعنی جان بوجھکر اور خطا مین
بڑا تفاوت ہے اسی طرح رمضان کے روزہ کھانے مین اور ظہار مین ایک ہی کفارہ ہے
اور ارتداد اور زنا کی ایک حد یعنی قتل ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ محض مشابہت محل پر ایک
حکم ہونے کا حکم کرسکین اور جو دلیلین کہ قیاس کے اثبات مین اُن لوگون نے بیان کی ہین
وہ مکڑی کے جالے سے بڑھکر بے اصل ہین جیسا کہ اصول فقہ کی کتابون مین مشرح ہین
چوتھا فائدہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے اُمت مین بڑا
اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور ہر ایک نے اپنا ایک پیشوا کر لیا ہے اور اُسکی اطاعت کی رسی
اپنی گردنون مین ڈالکر مختلف مذہب اور احکام نکالے ہین اور فرقۂ امامیہ عروۃ وثقیٰ
سے متمسک اور وصی برحق اور اُنکی اولاد امجاد کے پیرو ہین اور اُمت کے اتفاق سے
اُن حضرات کی صفت پیغمبر خدا نے فرمائی ہے اور وہ حضرات اُن حضرت کے علم کے وارث
ہین اور وہ حضرات اس نص سے ہین مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح الحدیث یعنی میرے
اہلبیت کی مثل نوح کی کشتی کی مثل ہے جو اُسپر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اُس سے چھوٹ گیا
وہ ڈوب گیا دینی اور دنیوی سعادت کے اور نجات آخرت کے رہنما ہین بیشک اس فرقہ
کی فلاح اور نجات یقینی ہے اسلیے کہ اُنکے پیشوا یقین سے ناجی اور قیامت کے شفیع یعنی
بخشوانے والے اور جنت اور دوزخ کے بانٹنے والے ہین اور مخالفون کا یہ شبہہ کرنا

کہ امامیہ لوگون نے ائمہ اہلبیت علیہم السلام پر اس مذہب کی تہمت لگائی ہے اور افترا کیا ہے
اور انکی روایتین جھوٹ اور غیر ثابت ہین محض بیہودہ اور نامعقول امر ہے کیونکہ یہ مذہب امامیہ
ائمہ علیہم السلام کے شیعون پر تواتر سے ثابت ہو چکا ہے اور خبر متواتر یقین کی مفید ہوا کرتی ہے
جسطرح سے کافرون کا انکار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزون مین مکابرہ ہے اور لغو ہے
اور اس تواتر مین یہ انکار کچھ قدح نہین کرتا ہے اسیطرح سے مخالفون کا انکار ائمہ علیہم السلام کیطرف
اس مذہب کی اسناد مین بے تفاوت مکابرہ اور لغو ہے اور اس مذہب کے متواتر ہونے مین کچھ
قادح نہین اور یہ لازم نہین کہ جو امر ایک مذہب مین متواتر ہو وہی اُس مذہب کے مخالفون کے
نزدیک متواتر ہو ہان اگر صحیح نظر سے دیکھین اور مخالفت کی جڑ دل عناد منزل کے کھیتون سے کھود کر
پھینکین تو یقین ہے کہ تحقیق کے پھول اپنی عقیدت کے باغون مین پھولے پائین اور ایمان کے
باغون کو سرسبز اور تر و تازہ فضل خدا سے مشاہدہ کرین اور ہمارے لیے خدا کی مدد سے اس شبہہ کے
دفع کرنے کے لیے تحقیقی اور الزامی جواب بہت سے ہین کہ اُنہین تھوڑے سے تامل مین اس شبہہ کا
بالکل قطع ہو جاتا ہے کیونکہ بدیہی سے ہے کہ اگر ایسی بات کو وہ حجت ٹھہرائین تو ہم بھی اُنسے کہین کہ
تمہارا مذہب بھی کہ چارا امامون کی طرف منسوب ہے اسکی روایت صحیح نہین بلکہ حنفیہ نے ابوحنیفہ
کوفی پر اور شافعیہ نے شافعی پر اور مالکیہ نے مالک پر اور حنابلہ نے احمد حنبل پر افترا باندھا ہے
جو تم ہمین جواب دوگے وہی ہمارا جواب بھی سمجھ لو **پانچوان فائدہ** مصنف علیہ الرحمہ نے
اس کتاب اور کتاب مختصر نافع مین کچھ عبارتون کو جنکی تفسیر بیان ہوتی ہے اصطلاح کے
طور پر قرار دے لیا ہے اُنہین ایک اشہر روایت مین ہے یعنی دوسری روایت بھی اس مسئلہ
مین وارد ہوئی مگر علماء مین زیادہ مشہور یہی روایت ہے اور اظہر فتوے مین یعنی اور اور فتوے
بھی اس مسئلہ مین علماء نے دیے ہین مگر اُنہین سے یہی فتویٰ اظہر ہے اور اشبہ سے یہ مراد ہے
کہ اصول فقہ کے قواعد کے موافق یہی قول ہے اور اصح کے یہ معنی ہین کہ مصنف کے نزدیک
اس قول کے سوا کا احتمال نہین ہے اور احوط اس معنون سے ہے کہ اسپر عمل کر لینے مین براءت
ذمہ یقینی ہے اور اکثر یعنی اس قول کے قائل بہت سے ہین اور انسب اشبہ کے معنون مین ہے
اور اولیٰ اُس جگہ بولتے ہین کہ جہان ترجیح پائے جانے سے یہ قول دوسرے قول سے راجح ہوتا ہے

اور تردد وہان بولتے ہین جہان وہ دلیلین متعارض ہون اور کسی کو دوسرے پر مصنف کے نزدیک
ترجیح نہو اور علیٰ ہذا سے دلیل بنائی جانا مقصود ہے اور مشہور ان معنون مین ہے کہ اس قول کی
دلیل تو نہین پائی جاتی ہے مگر فقہا مین شہرت رکھتا ہے اور شیخ سے شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر
طوسی اور شیخین سے شیخ مذکور اور شیخ مفید اور ثلاثہ سے یہ دونون شیخ اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ہے
کہ جناب امیر علیہ السلام نے اعجاز سے اُنکے وجود کی پیشگوئی فرمائی ہے اور علم الہدیٰ سے
ملقب فرمایا ہے اور خمسہ سے یہ تین بزرگوار اور علی بن بابویہ اور محمد بن بابویہ اور متاخر سے
ابن ادریس مراد ہین بس اب ہم شروع مقصود کرتے ہین اس حال سے کہ ہمین بھروسا ہے
بخشش کرنیوالے معبود پر کہ جسکی عزیز شان اور عظیم برہان ہر توکل ہے

کتاب طہارت

یہ کتاب طہارت کے بیان مین ہے اور طہارت اصطلاح کے وضو اور غسل اور تیمم کا نام ہے کہ جس سے
نماز پڑھنا درست ہو اور ان تینون طہارتون مین سے ہر ایک دو دو قسمون پر منقسم ہوتی ہے
ایک واجب دوسری سنت واجب وضو وہ ہے جو واجب نماز یا واجب طواف یا قرآن کے
حرفون کے چھونے کے لیے ہے جب نذر وغیرہ سے واجب ہو لیا ہو اور اسکے سوا جو وضو ہے
وہ سنت ہے اور واجب غسل وہ ہے کہ جو انھین تین امرون مین سے کسی کے لیے یا مسجدون مین جانے
کیواسطے ہے جبکہ اُنمین جانا واجب ہو یا چار عزیمہ سورون مین سے کسی کے پڑھنے کے لیے ہے جبکہ پڑھنا واجب
ہو لیا ہو اور وہ چارون سورے الم سجدہ اور حم سجدہ اور والنجم اور اقرء ہین اور انمین سے کسی کو
تھوڑا سا یا پورا پورا پڑھنا غسل کی نجاست کے حال مین حرام ہے یا غسل واجب ہے واجبی روزہ
کے لیے جب رات غسل ہی موافق رہ گئی ہو اور جنابت ہو یا مستحاضہ عورت کا خون لتہ توڑ کر یا پھوٹ
نکلا ہو اور ارادہ روزہ رکھنے کا رکھتی ہو اور ان غسلون کے سوا جو ہین وہ سنت ہین اور واجب
تیمم واجب نماز کے لیے ہے کہ جسکا وقت تنگ رہ گیا ہو اور شیخ علی شرائع کے حواشی مین فرماتے ہین
کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جسکے زوال کی امید ہو اسلیے کہ اگر عذر کے دور ہونیکی امید نہو تو وسعت
وقت مین بھی تیمم کرسکتا ہے اور تیمم واجب ہوتا ہے جب آدمی مکے یا مدینے کی مسجد مین ہو اور جنابت
واقع ہو اور وہان سے نکلنے کا قصد کرے تو واجب ہے کہ تیمم کرکے نکلے اور یہ کتاب طہارت

پانچ رکنون پر مشتمل ہے پہلا رکن پانیون کے حکمون مین اور اس رکن مین کئی طرفین ہین پہلی طرف مطلق پانی مین مطلق وہ ہے کہ جسپر پانی کا نام خالی بے کسی قید کے بولا جائے بے اسکے کہ اسمین کوئی قید لگائی جائے اور مطلق بالکل پاک ہے اور حدث اور خبث یعنی حکمی اور عینی نجاست کو دور کرتا ہے اور اسمین کسی نجاست کے پڑنے کے اعتبار سے تین قسمون پر منقسم ہوتا ہے پہلی قسم جاری کی ہے اور جاری پانی وہ ہے جو زمین سے جوش مارتا ہوا اور اسے عرف مین کنوان نہ کہتے ہون دوسری استادہ پانی کہ زمین سے جوش نہ مارتا ہو تیسری قسم کنوئین کا پانی ہے مگر جاری یعنی بہتا پانی نجاست کی ملاقات سے نجس نہین ہوتا الا جب اسپر نجاست غالب آجائے یعنی رنگ یا بو یا مزے کو بدل دے اور بہتا نجس پانی اسپر بہت سے پانی کے کئی بار وارد ہونے سے تغیر دور ہو جانے پر پاک ہو جاتا ہے اور بہتے پانی کے حکم مین حمام کا پانی بھی اسوقت مین ہے کہ جب اسکے لیے کوئی مادہ کُر کی مقدار مین ہو تو وہ مادے سے ملنے کیوقت نجاست کے واقع ہونے سے بے تغیر کے نجس نہین ہوتا اور اگر مطلق پانی مین کوئی پاک چیز ملجائے کہ اسے متغیر کردے یا آپ سے آپ متغیر ہو جائے تو اس صورت مین اگر اسپر مطلق پانی کا اطلاق بے کسی قید کے ہوتا ہو تو وہ مطلق پانی کا حکم رکھتا ہے اور مطہر ہونے سے نکل نہین جاتا ہے جبتک کہ اسکا نام یعنی مطلق پانی کہنا اسپر صادق آئے جاتا ہے اور ٹھہرا پانی اگر کُر سے کم ہے تو نجاست کی ملاقات سے نجس ہو جاتا ہے اور اسکے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسپر ایک ہی مرتبہ بے سلسلہ ٹوٹنے کے کُر بھر یا کُر سے زائد پانی کو ڈالین گے اور کُر سے کم نجس پانی جب کُر کی حد پر پہونچتا ہے تو فتوے کے موافق پاک ہو جاتا ہے اور جو پانی کُر یا کُر سے زائد ہوتا ہے تو نجاست کی محض ملاقات سے نجس نہین ہوتا مگر جب کوئی نجاست اسکے رنگ یا بو یا مزے کو بدل دے اور تغیر کے بعد کُر بھر پانی اسپر ڈالنے سے تغیر دور ہو جانے پر پاک ہو جاتا ہے اور جب ایک کُر پانی سے تغیر نجائے تو دوسرا اسپر ڈالینگے اور اسیطرح کیے جائین گے یہانتک کہ تغیر دور ہو جاے اور پانی پاک ہو جائے اور کُر یا کُر سے زیادہ نجس پانی آپ سے آپ تغیر کے جاتے رہنے سے پاک نہین ہوتا اور نہ ہوا کے چلنے سے تغیر جاتے رہنے پر پاک ہوتا ہے اور نہ تغیر دور کرنیوالی دوائین وغیرہ پاک چیزون کے ڈالنے سے جو اپنے اثر سے تغیر دور کرتی ہین پاک ہوتا ہے اور کُر کی مقدار ایکہزار دوسو (۱۲۰۰) عراقی رطل فتوے پر ہین

اور ناپ کے رو سے اتنا پانی ہے کہ جسکے تینون بُعد یعنی گہرائی لمبائی چوڑائی ساڑھے تین تین بالشت ہون اور اس حکم مین تالاب اور حوض اور برتن کا پانی برابر ہے اور کنوئین کا پانی بھی علماؤن کے اجماع سے نجاست کے متغیر کر دینے کے ساتھ ہی نجس ہو جاتا ہے اور آیا فقط نجاست کی ملاقات سے بے تغیر کے نجس ہوتا ہے یا نہین اسمین صاحب شرائع کو تردد ہے اور فتویٰ اسپر دیا ہے کہ نجس ہو جاتا ہے اور کنوئین کے پانی کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسکے سارے پانی کو نکال ڈالین گے جب اسمین کوئی نشئی چیز نشہ کی جیسے شراب اور دو بہرا یا منی یا حیض نفاس استحاضہ کے تینون خونون مین سے مشہور قول پر کوئی خون گر پڑے یا اونٹ اسمین مر جائے اور اگر سارے پانی کا نکالنا دشوار ہو تو چار آدمی تراوح کرین اور تراوح کا طریق یہ ہے کہ اول صبح سے شام تک دو دو آدمی پانی نکالا کرین اور مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ دو آدمیون کے نکالنے کو صاحب مسالک نے یون لکھا ہے کہ ایک باہر کنوئین پہ پانی کھینچتا ہو اور دوسرا کنوئین کے اندر ڈول بھر دیتا ہو اور اصطلاح کے پانی کھینچے کا نام تراوح رکھنے مین سبب یہ ہے کہ ایسے کھینچنے مین دو پانی کھینچنے والے آدمی دو بیٹھے آدمیون کو راحت دیتے ہین اور گھوڑا یا گدھا یا بیل گائے کے کنوئین مین گر کر مر جانے کے واسطے ایک کر پانی نکالنا چاہیے اور آدمی کے کنوئین مین مر جانے کے لیے ستر ڈول نکالنے چاہیے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ مشہور قول پر جیسا کہ مدارک شرائع الاسلام کی شرح مین وارد ہوا ہے کہ آدمی مین مرد عورت چھوٹا بڑا مسلمان کافر برابر ہین اور صاحب مسالک یعنی دوسرے شارح فرماتے ہین کہ کافر کا لانص یعنی جسمین کوئی صریح حکم نہین وارد ہوا ہے اسمین داخل ہے اور اگر آدمی کا فضلہ کنوئین مین گر کر گھلے تو اُسکے لیے روایت مین چالیس ڈول اور پچاس ڈول دونون آئے ہین یا بہت سے خون کے لیے جیسے بکرے وغیرہ کے ذبح مین ہوا کرتا ہے تو اسمین بھی پچاس ڈول نکالین گے اور تیس سے چالیس ڈول تک کھینچنے کو روایت مین آیا ہے اور اگر کنوئین مین لومڑی یا خرگوش یا سور یا بلی یا کتا یا اُسکے ڈیل کا کوئی جانور گر کر مر جائے تو اُسکے لیے چالیس ڈول کھینچنے چاہیے اور مرد کے پیشاب کرنے کے لیے بھی چالیس ڈول کھینچین گے اور سوکھے فضلہ اور کم خون جانور کے ذبح کا یا کم نکسیر کا اگر گرے تو دس ڈول نکالین اور تھوڑے سے ڈول نکالنا مروی

ہوا ہے جسکی تفسیر دس ڈولون سے کی گئی ہے اور سات ڈول کسی پرندے اور چوہے کے
مرنے کے واسطے جبکہ پھولا یا پاش پاش ہو گیا ہو کھینچنا چاہیے اور جنب کے نہانے اور کتے کے
زندہ نکل آنے کے لیے اور نابالغ لڑکے کے پیشاب کرنے کے لیے یہی سات ڈول کھینچنا چاہیے
اور نجاست خوار مرغ کی بیٹ کرنے کے لیے پانچ ڈول نکالنے کا حکم ہے اور رئیس محدثین محمد
ابن بابویہ من لایحضرہ الفقیہ مین فرماتے ہین کہ مرغ کے کنوئین مین گر کر مر جانے کیواسطے سات
ڈول کھینچنا چاہیے اور تین ڈول سانپ اور چوہے کے گر کر مرنے کے لیے کھینچنا چاہیے اور ایک
ڈول چڑیا اور اسکے جثہ کے پرندے کے مرنے کے واسطے اور اناج کھاتے لڑکے کے پیشاب کے
گرنے کے لیے نکالین گے اور مینھ کا ایسا پانی جسمین آدمی کا گوہ موت اور کتے کا فضلہ ملا ہو
اسکے کنوئین مین جانے کے لیے تیس ڈول نکالنے چاہیے ڈول سے مراد یہان وہ ڈول ہے
کہ جسکے برتنے کی اس کنوئین پر عادت ہو اور یہان تین فرعین نکلتی ہین پہلی فرع پانی کے
نکالنے کے حکم مین کسی چھوٹے حیوان کا حکم اسی کے بڑے حیوان کا حکم ہے دوسری فرع دو یا
زیادہ جنسون کی نجاستین کنوئین مین گرین اور انمین سے ہر ایک کے لیے حکم جدا جدا ہو تو ان
نجاستون کی گنتی کے موافق انکے مقررہ حکمون پر نکالنا چاہیے اور اگر وہ دونون نجاستین
ایک ہی جنس کی ہون تو ایسی صورت مین نزح کے تعدد مین اختلاف ہے اور اوجہ تعدد ہے اور
انمین سے ہر ایک کی مقرر نزح کے موافق پانی نکالنا چاہیے مگر ایسی صورت مین کہ جہان دو ٹکڑے
اس نجاست کے ہون کہ جسپر شرعی حکم مقرر ہے تو وہان نزح کا تعدد واجب نہین اور چونکہ کل کا حکم
ہے وہی اسکے بعض کا حکم ہے تو جزون کے گرنے سے نزح زیادہ واجب نہین تیسری فرع جب کہ
کنوئین مین ایسی نجاست گرے کہ جسکے لیے پانی نکالنے کی مقدار شرع مین مقرر نہین تو اسکے لیے سارا
پانی نکالنا ضرور ہے اور اگر سارے پانی کا نکالنا دشوار ہو تو اسی مذکور دستور سے تراوح کرنا چاہیے اور
جب پانی کا رنگ یا بو یا مزہ یا دو یا تینون کسی نجاست کے پڑنے سے بدل جائین تو بعضے فقیہ کہتے
ہین کہ تغیر دور ہونے کے وقت تک پانی نکالے جائین گے اور بعضے کہتے ہین کہ سارے پانیکو نکالنا لازم
اور اگر سب پانی کا نکالنا دشوار پڑیگا تو تراوح کرنا چاہیے اور یہی بہتر ہے اور شہید ثانی علیہ الرحمۃ
شرح لمعہ مین فرماتے ہین کہ میٹھے کنوئین کا ظاہر اجماع سے کردینے والا ہے اور کیونکہ کنوئین مین اور چہ بچے مین

شرعی پانچ گز کا فاصلہ ہو جب زمین سخت اور سنگلاخ ہو اور کنواں اُس سے یعنی چہ بچے سے کم گہرا ہو اور اگر کنواں اُس سے گہرا ہوگا تو اُس صورت میں سات گز کا فاصلہ کرنا پڑیگا اور چہ بچہ وہ گڑھا ہے جسے نجاست اور نجس پانی کے ڈالنے کی جگہ بنا دیتے ہیں اور چہ بچے اور کنوئیں کے محض اتصال پر کنوئیں کی نجاست کا حکم نکیا جائیگا مگر جبکہ معلوم ہو جائے کہ اسکا پانی کنوئیں میں سرایت کرتا ہے اور جب پانی کے نجس ہونے کا حکم کردیا جائیگا تو اُسکا استعمال مطلق طہارت میں اور کھانے پینے میں جائز نہیں مگر اضطرار کی حالت میں اور اگر پاک پانی کا برتن نجس پانی کے برتن سے ملکر مشتبہ ہو جائے تو دونوں سے پرہیز کرنا واجب ہے اور اگر انہیں دو برتنوں کے سوا پانی نہو تو تیمم کرنا چاہیے **طرف دوسری مضاف پانی کے حکموں میں** اور وہ ایسا ہے کہ جیسے انگور وغیرہ سے نچوڑا ہو یا وہ پانی ہے کہ جسمیں نچوڑے پانی سے اتنا ملگیا ہو کہ اُسے مطلق یعنی نرا پانی نہ کہہ سکیں جیسے گلاب عرق بید مشک وغیرہ ہے اور مضاف پانی پاک تو ہے مگر اُس سے ازالۂ حدث نہیں ہوتا یعنی اُس سے وضو اور غسل جنابت وغیرہ نہ کرسکیں گے اور یہ اجماع سے ثابت ہے اور فتوے پر اُس سے نجاست ظاہری کا ازالہ بھی نہیں ہوتا اور ازالۂ حدث وخبث کے سوا میں مضاف پانی کا استعمال کھانے پینے میں جائز ہے اور جب آب مضاف سے کوئی نجاست متصل ہوجائیگی تو نجس ہوجائیگا گو کہ کُر بھر ہو اور آب مضاف نجس کا استعمال کھانے پینے میں جائز نہیں اور اگر مطلق پانی مضاف پانی سے ملجائے تو اُس صورت میں اگر مطلق کا اسم اُسپر اطلاق پاتا ہے تو مطلق کا حکم رکھتا ہے اور نہیں تو آب مضاف ہے اور برتن میں کے دھوپ سے گرم پانی کا استعمال طہارت میں مکروہ ہے اور آگ کے گرم پانی سے مُردونکا نہلانا دُھلانا بھی مکروہ ہے اور وہ آب قلیل کہ جس سے نجاست دھوتے ہیں نجس ہے خواہ نجاست سے متغیر ہوا ہو خواہ نہوا ہو آب استنجا کے سوا کہ وہ تو پاک ہے جبتک کہ نجاست سے متغیر نہوا ہو یا کوئی خارجی نجاست اُس تک نہ پہونچی ہو اور وضو کا مستعمل پانی جو وضو کے اعضا سے جدا ہوتا ہے طاہر اور مطہر ہے جبتک نجاست سے متغیر نہوا ہو یا خارجی نجاست اُس تک نہ پہونچی ہو اور واجب غسلوں کا پانی جو اعضا سے جدا ہوتا ہے وہ بھی پاک ہے آیا دوسری بار اُس سے رفع حدث کرسکتے ہیں یا نہیں اسمیں تردد ہے اور احتیاط نکرنا ہے **تیسری طرف** سور یعنی جھوٹے

پانیون کے حکم مین۔ سور کے معنی لغت مین پسخوردہ کے ہین اور یہان مراد وہ پانی کہ جس سے کسی حیوان کا کوئی عضو لگ گیا ہو اور وہ پانی کتے اور سؤر اور کافر کے سور کے سوا پاک ہے اور جو حیوان کہ مسخ عذاب سے ہو گئے ہین یعنی اُنکی صورت نوعیہ بدل گئی ہے جیسے ہاتھی وغیرہ ہے تو ایسے حیوانون کے سورون مین تردد ہے اور فتوی یہی ہے کہ وہ پانی بھی پاک ہے اور غالیون اور خارجیون کے سوا سب مسلمان کی قسمین پاک ہین اور اُنکا سور بھی پاک ہے اور نجاست خوار اور مردار خوار جانورون کا سور جبکہ پانی سے ملاقات کا موضع نجاست سے خالی ہو تو مکروہ ہے اور جبکہ موضع ملاقات مین نجاست بھری ہو گی تو پانی بھی نجس ہو جائیگا اور اسیطرح حیض والی عورت کا سور جبکہ احتیاط نہ کرتی ہو مکروہ ہے اور اونٹ گدھے چیونٹی سانپ کے سور کا استعمال بھی مکروہ ہے اور اسیطرح وہ پانی بھی مکروہ ہے کہ جسمین چھپکلی بچھو مر گیا ہو اور وہ قلیل پانی نجس ہو جاتا ہے کہ جسمین کوئی حیوان اُچھلتے خون کا رکھنے والا مر گیا ہو نہ وہ حیوان جو کہ سانپ چیونٹی کی طرح جہندہ خون نہ رکھتا ہو اور اگر خون کی کوئی ایسی بوند جو آنکھ سے نظر نہ آتی ہو کسی قلیل پانی کے برتن مین گر پڑے تو وہ پانی نجس نہین ہوتا ہے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ وہ بھی نجس ہو جاتا ہے اور یہی احوط ہے

دوسرا رکن پانی سے طہارت مین اور طہارت غسل اور وضو ہے اور اس رکن مین کئی فصلین ہین

پہلی فصل وضو توڑنے والون کے بیان مین۔ اور وہ چھ ہین ایک پیشاب دوسرے گوہ تیسرے ریح کہ معتاد مقام سے نکلے اور اگر پاخانہ اپنے غیر مخرج سے کہ جو معدے سے نیچے وار ہو نکلے تو مجرد نکلنے پر بعضون کے نزدیک وضو توڑ ڈالتا ہے اور اشبہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ مین اُس سے وضو نہین باطل ہوتا ہے اور اگر کسی کا مخرج غیر معتاد جگہ پر اتفاق سے ہو جائے کہ اُس سے پیشاب پاخانہ ریح نکلتی ہو تو وضو ٹوٹ جایا کریگا اور اسی طرح پر ہے کہ کسی زخم سے حدث خارج ہوا اور وہ معتاد بھی ہو گیا ہو اور وضو توڑنیوالی چیزون مین چوتھا خواب ہے کہ جو آنکھ کان پر غالب ہو پانچوین عقل زائل کرنیوالی چیز ہے جیسے بیہوشی دیوانگی مستی ہے چھٹی استحاضہ قلیلہ ہے اور مذی و دی وضو نہین توڑتی ہے اور مذی وہ چکنا پانی ہے جو عورت کے ساتھ ملاعبہ مین مرد کی شرمگاہ سے نکلتا ہے اور ودی وہ چکنا پانی ہے کہ پیشاب کے بعد نکل آتا ہے اور خون کا

نکلنا طہارت نہین توڑتا ہرچند دونون مخرجون سے نکلے مگر حیض استحاضہ نفاس کے تینون خون
کہ انہین سے ہر ایک طہارت کو توڑ ڈالتا ہے اور قے اور بلغم کہ سینہ اور دماغ سے نکلتا ہے وضو
نہین توڑتا ہے اور ناخن کٹوانا و سر منڈوانا اور مرد کے اپنے آگے کے مقام شرم کو چھونا اور عورت کے آگے
پیچھے کے مقام کو چھونا وضو نہین توڑتا اور نہ عورتون سے ملامسہ کرنا اور نہ جلی چیز کا کھانا اور نہ جو
آگے پیچھے سے مثل کیڑے اور کیچوے اور چرک اور پیٹ کے نکلے مگر یہ کہ کسی ناقض وضو سے مخلوط ہو
مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ امامیہ مذہب مین پیشاب پاخانہ کا دو معتاد مقامون سے نکلنا وضو
توڑتا ہے اور معتاد مقامون سے پیشاب پاخانہ کے سوا جیسے پیپ کیچوا وغیرہ یا خون نکلے تو ناقض
وضو نہین اور پیشاب کے مخرج سے منی نکلے تو غسل بھی توٹتا ہے اور موجب وضو نہین بلکہ غسل
جنابت کفایت کرتا ہے اور اسیطرح پیشاب پاخانہ کا پیپ کیچوے وغیرہ سے ملکر نکلنا وضو توڑ دیتا
ہے اور علما کہتے ہین اگر یہ غیر معتاد مقامون سے نکلین جیسے بدن مین کہین سوراخ پیدا ہو جائے
اور اس سے پیشاب پاخانہ نکلے اور مقام معتاد بند ہو گیا ہو تو اس صورت مین مجرد نکلنے سے وضو
ٹوٹ جاتا ہے اور اگر معتاد راہ بند نہوئی ہو اور دونون رستون سے آتا ہو تو پہلی دفعہ مین وضو
نہین توڑتا ہے اور دوسری دفعہ مین بھی ناقض نہین مگر اسکے بعد موضع معتاد ہو جاتا ہے پھر تیسرے
مرتبہ کا نکلنا ناقض ہو جائیگا اور پیشاب کے مخرج سے مذی ودی کا نکلنا استبرا کے بعد ناقض نہین
اور یہ رطوبت نجاست مین داخل نہین اور سوزاک کے مرض مین زخم کے سبب سے جو پیپ خون
وغیرہ مخرج سے نکلتا ہے اس سے غسل وضو نہین ٹوٹتا ہے مگر جب کہ اسمین پیشاب ملا ہو یا سیلان منی
ہوا اور سیلان منی کی علامتین علم طب مین مفصل مذکور ہین اور جب ممتد ہوا اور قوی ضعف عارض
نہ ہو تو وہ سیلان منی نہین

دوسری فصل پاخانے کے حکمون مین اور جائے ضرور مین بیٹھنے کی کیفیت مین۔ نامحرم دیکھنے والے
سے پاخانہ مین اپنی شرمگاہون کا چھپانا واجب ہے اور سارے بدن کا چھپانا مستحب ہے اور
قبلہ رخ منھ یا پیٹ کرکے پاخانہ پھرنا خواہ جنگل ہو خواہ اور مقام ہون حرام ہے اور اگر پاخانہ مین قبلہ کے
رخ منھ یا پیٹ پڑتی ہو تو ٹیڑھا ہوکر بیٹھنا واجب ہے

تیسری فصل استنجے یعنی مخرج کے پاک کرنے مین اور پیشاب کے مخرج کا پانی سے دھونا واجب ہے

اور پانی مقدور ہونے پر پانی کے سوا پیشاب کی نجاست کے ازالہ مین کافی نہین یعنی پانی پر قدرت نہونے
کے وقت مین پیشاب کے مخرج کو بے دھوئے بھی مخرج کو خشک کرنے کے بعد نماز جائز ہے اور کم سے کم
پانی کی مقدار جس سے پیشاب کا مخرج پاک ہوسکتا ہے وہ پیشاب کے بعد کے مخرج پر کی تری کا دونا
پانی مقدار مین ہو مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اس سے دو مرتبہ پانی ڈالنے کا کنایہ ہے اور تین مرتبہ
پانی ڈالنا اکمل ہے جیسا کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے اور اسی طرح پاٹخانے کے مقام کا پانی سے
دھونا جبتک عین نجاست و اثر زائل نہو واجب ہے اور نجاست کی بو کا شرع مین اعتبار نہین اور
اثر سے مراد نجاست کے وہ لطیف اجزا ہین کہ جو محل نجاست مین رہجاتے ہین بے دھوئے نہین
جاتے ہین اور نجاست کے رنگ کا بھی اعتبار نہین ہے اور جسوقت مخرج کی نجاست مخرج سے تجاوز
کر کے اطراف تک پہونچے تو بے پانی کے پاک نہین ہوتا ہے اور اگر مخرج سے تجاوز نکرے تو پانی
سے دھونے مین اور ڈھیلے لینے مین مختار ہے اور پانی بہتر ہے اور دونون کا جمع کرنا اکمل ہے اور
تین ڈھیلون سے کم کافی نہین اور ڈھیلے کا مخرج بھر پر مرور کر دینا واجب ہے اور اسصورت مین
عین نجاست کا ازالہ کافی ہے ہرچند اثر رہجائے اور جبکہ ان تین ڈھیلون سے پاک نہو تو تین
سے زیادہ کی ضرورت پڑیگی یہانتک کہ پاک ہو جائے اور اگر ایک یا دو ڈھیلون سے نجاست کا
ازالہ ہو جائے تو بھی تین ڈھیلون کی تعداد پوری کر لینی چاہیے اور ایک سہ پہلو ڈھیلا کافی نہین
اور خرچ کیا ہوا ڈھیلا برتنا نچاہیے اور اسیطرح نجس چیزون سے مخرج کا پاک کرنا جائز نہین اور ہڈی
اور لید اور کھانے سے استنجا یعنی پاک کرنا جائز نہین اور نہ براق پھسلتی چیز سے یعنی جو نجاست
کو نچھڑاتی ہو اسکا برتنا جائز نہین اور اگر ایسی چیزون کا استعمال کیا جائیگا تو طہارت حاصل نہوگی
چوتھی فصل پاٹخانے کے آداب مین بعضے آداب سنت ہین اور بعضے مکروہ ہین اور سنتی
امور مین سے سر کا ڈھانکنا اور بسم اللہ کہنا اور پاٹخانے جاتے وقت دہنے پاؤن سے پہلے
بائین پاؤن کا بڑھانا اور اس طریق سے استبرا کرنا کہ تین مرتبہ پیچھے کے مقام کے نیچے سے آگے
کی شرمگاہ کی جڑ تک زور سے ہاتھ کا کھینچنا پھر جڑ سے سر تک تین دفعہ کھینچنا اور تین مرتبہ تکان
دینا یعنی جھٹکنا اور دعائے مشہور استنجے کے وقت اور استنجے سے فراغت پانے کے وقت مین
اور نکلتے وقت داہنا پاؤن بائین سے پہلے بڑھانا اور دعا پڑھنا اور مکروہات مین سے سر راہ

اور گذرگاہون پر اور پھل والے درختون کے نیچے پیشاب پائخانہ پھرنا اور پھل والے درختون سے
وہ درخت مراد ہین کہ جنکی شان سے پھل لانا ہو خواہ اسوقت پھل لگے ہون خواہ نہ لگے ہون اور
مسافرون کے اُترنے کے مقامون مین اور ایسے مقامون مین کہ جہان لوگ بیٹھنے کو برا کہین جیسے
گھر والون کے دروازون پر اور سورج چاند کی طرف منھ کرکے پیشاب پائخانہ کو اسطرح بیٹھنا کہ دھوپ
یا چاندنی شرمگاہ پر پڑتی ہو اور ہوا کے رُخ اور سخت زمین پر اور جانورون کے سوراخون مین اور بہنے
ٹھہرے پانی مین پیشاب کرنا اور جائے ضرور مین کچھ کھانا اور پینا اور مسواک کرنا اور دہنے ہاتھ
سے دھونا اور بائین ہاتھ مین انگوٹھی پہن کر کہ جسپر خدا اور ائمہؑ اور انبیاؑ کے نام کندہ ہون دھونا
اور ذکر خدا اور آیۃ کرسی کے سوا بات کرنا مگر ایسی حاجت مین کہ جسکا فوت مضر ہو

تیسرا رکن وضو کی کیفیت اور اُسکے واجبات مین وضو کے واجب پانچ ہین پہلے نیت اور وہ
دلی ارادہ ہے کہ اُسکی صورت یون ہے کہ وجوب یا استحباب کا قصد اور درگاہ خدا مین قصد تقرب
کرے اور وضو مین رفع حدث کی نیت طہارت سے مشروط یا فعل کے استباحت کی نیت واجب
ہے یا نہین اظہر یہ ہے کہ واجب نہین اور کپڑے وغیرہ کے پاک کرنے مین شرط ہے کہ مقصود
نجاست کا رفع ہو اور اگر تقرب کی نیت کے ساتھ اعضا کی ٹھنڈک وغیرہ مقصود ہو تو بھی وہ اُسکی
طہارت صحیح رہیگی اور نیت کیوقت کی شروع ہاتھون کے دھونے کے وقت سے ہوتی ہے اور
منھ دھونے کے وقت پر نیت کا وقت تنگ ہو جاتا ہے اس معنی سے کہ اسوقت سے تاخیر نیت
کی جائز نہین اور ہمیشہ نیت کے حکم پر فراغ تک رہنا واجب ہے اس معنی سے کہ نیت کے منافی
کوئی قصد نہ کرے **تفریع** جب کہ مختلف وضو کے اسباب موجبہ جمع ہون تو ایک وضو نیت کی
قربت سے کفایت کرتا ہے اور یہ احتیاج نہین کہ اُس حدث کو معین کرے کہ جس سے وضو
ٹوٹا ہے اسیطرح اگر ایک شخص پر کئی غسل واجب ہوئے ہون تو ایک غسل قربت اور وجوب کی
نیت سے کافی ہے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ اگر غسل جنابت اور غسلون کے ساتھ مجتمع ہو تو جنابت
کی نیت سے غسل کرے اور غسل ساقط ہو جائینگے اور اگر غیر جنابت کی نیت سے غسل کریگا
تو جنابت برطرف نہوگی اور یہ کچھ نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہین کہ اس حکم مین جنابت اور غیر جنابت مین فرق نکرنا نہایت صحیح ہے اگر غسل جنابت

بھی ہو اور دوسرے غسل کی نیت کریگا تو بھی جنابت برطرف ہو جائے گی اور وضو کی احتیاج نہ پڑیگی لیکن احوط یہ ہے کہ اس صورت مین جنابت کی نیت کرے تاکہ خلاف کے ذمے سے بری ہو جائے دوسرا واجب منھ کا دھونا اور منھ کی حد طول مین پیشانی کے بالون کے اُگنے کی جگہ سے ٹھڈی تک ہے اور چوڑائی مین ہاتھ کے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے پھیلاؤ مین جتنا آوے اور جو ان دونون حدون کے باہر رہجاتا ہے وہ منھ نہین ہے اور اگر کسی کے ماتھے پر اوپر دار بال نہون یا پیشانی پر بال اُگے ہون یا انگلیان ایسی لمبی ہون کہ رخسارون سے گزر جاتی ہون تو اسے خلقت کے معتدل کیطرف رجوع چاہیے اور اُسکے منھ دھونے کے دستور پر منھ دھونا چاہیے اور واجب ہے کہ منھ دھونے کی ابتدا اوپر کی طرف سے ہو اور وہان سے دھوتا ہوا ٹھڈی تک ہاتھ کھینچ لائے اور اگر اِس سے اُلٹا کریگا تو اظہر یہ ہے صحیح نہ ہوگا اور ٹھڈی کے نیچے داڑھی کے بالون کا دھونا واجب نہین اور اسیطرح پر داڑھی کے بالون کی تخلیل بھی واجب نہین بلکہ داڑھی کے ظاہر کا دھولینا کفایت کرتا ہے اور اگر کسی عورت کے داڑھی نکلی ہو تو داڑھی کے ظاہر پر پانی ڈالنا کافی ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سے ناصیہ کے بال اُگتے ہین اور جو کہ ناصیہ کے برابر نزعتین ہین وہان سے دونون کنپٹیون کے بالون کے اُگنے کی جگہ تک منھ کی حد کی ابتدا ہے انکا دھونا واجب ہے اور تحذیف کے موضع منھ کی حد مین داخل ہین انکا دھونا بھی واجب ہے اور ناصیہ سر کے آگے وار کے بالون کو کہتے ہین اور اُس کے پہلو دن مین دو طرف دو سفیدیان بالون سے خالی ہوتی ہین اُنھین نزعتین کہتے ہین اور تحذیف کے موضع وہ بال ہین جو نزعہ اور کنپٹی کے بیچ مین اُگتے ہین جنھین عورتین حذف یعنی اُکھیڑ ڈالتی ہین انکا دھونا واجب ہے اور جو سفیدی کان اور رخسارے کے درمیان ہے اُسکا دھونا واجب نہین اور کنپٹی رخسارے کے اوپر کان کے مقابل ہوتی ہے جسے صدغ کہتے ہین اُسکا دھونا بھی واجب نہین اور عارض یعنی رخسار درمیان کے دانتون کی ہڈی پر ہے اُسکا دھونا واجب ہے تیسرا واجب دونون ہاتھون کا دھونا ہے اور واجب ہے دھونا دونون ہاتھون کا کہنیون کے جوڑون تک اور کہنیون کے جوڑون سے شروع اور انگلیون کے سرون پر انتہا کرنا چاہیے اور اگر اسکے عکس کریگا تو صحیح نہین اور داہنے ہاتھ سے ابتدا دھونے کی ہوگی اور جسکے ہاتھ کا کوئی ٹکڑا

کٹ گیا ہو اُسے باقی کا کہنی دن سے دھو لینا چاہیے اور اگر کسی کا ہاتھ کہنی سے کٹ گیا ہو گا تو اُسپر
سے اُس ہاتھ کے دھونے کا وجوب جاتا رہیگا اور اگر کسی کے دو ہاتھ یا زیادہ کہنی کے نیچے سے ہون
یا اُنگلیان زیادہ ہون یا کہنی کے نیچے زائد گوشت کوئی ہو تو اُسے اُسکا دھونا واجب ہے اور
اگر کہنی سے اوپر چڑھکر ہو گا تو دھونا واجب نہو گا اور اگر کسی کے تین ہاتھ یا زیادہ ہونگے تو اُن
سب کا دھونا واجب ہو گا چوتھا واجب سر کا مسح ہے اور واجب ہے کہ مسح ایسی چیز سے ہو کہ
جس سے مسح کرنیوالا اُسے کہہ سکیں اور سنت ہے کہ تین اُنگل چوڑا سر کا مسح ہو اور سر کا مسح آگے کی
طرف سے سر کے مختص ہے اور واجب ہے کہ وضو کی بقیہ تری سے ہو اور مسح کے لیے نیا پانی
لینا جائز نہین اور اگر وضو کے اعضا کی تری سوکھ گئی ہو تو داڑھی سے اور پلکون سے
پانی لینا چاہیے اور اگر سب سوکھ گئے ہون تو نئے سر سے وضو کرے اور بہتر یہ ہے کہ سر کا مسح
مقبلاً ہو یعنی ہاتھ اوپر کی طرف سے مُنھ کی طرف کھینچے اور سر کے آگے سے اوپر کو ہاتھ کھینچنے مین
کراہت اشبہ ہے اور اگر مسح کی جگہ دھوئے تو جائز نہین اور اگلے سر کے مخصوص بالون اور
اُسکی کھال پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر اگلے سر پر اور طرف کے بال جمع ہون تو اُن بالون پر
مسح کرنا جائز نہین اور اسیطرح عمامہ پر یا غیر عمامہ پر کہ جس سے اگلی طرف سر کی پوشیدہ ہو مسح
کرے تو جائز نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مسح کی جگہ
دھونا نہ جائز ہونا اُس صورت مین ہے جہان نئے پانی سے دھوئین اور پانی عضو ممسوح پر ٹپکائین پھر
اگر وضو کے بقیہ پانی سے مسح کرین گو وہ پانی مسح کی جگہ پر بہکر بھی نکلے تو بھی جائز ہے پانچوان واجب
دونون پاؤن کا مسح ہے واجب ہے کہ دونون قدمون کو اُنگلیون کے سرون سے دونون
کعبون[1] تک مسح کرے اور کعب قبہ قدم ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ قبۂ قدم بلندی
پشت پا ہے اور اکثر فقیہ کہتے ہین کہ اُسی بلندی تک مسح واجب ہے اور اسکی مؤید وہ روایت
ہے کہ جس مین وارد ہوا ہے کہ ائمہ علیہم السلام نعل عربی پہنکر مسح کرتے تھے اور اُسکے بند کے
نیچے ہاتھ نہ لیجاتے تھے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ کعب پنڈلی کے نیچے کا جوڑ ہے اور یہ احوط
ہے اور دونون کعبون سے اُنگلیون کے سرون تک بھی ہاتھ کھینچکر لیجانا جائز ہے اور دونون
پیرون کے مسحون مین ترتیب نہین بلکہ اگر دونون پیرون کا ساتھ بھی مسح کریگا تو بھی جائز ہوگا

[1] کعب وہ جوڑ کی ہڈی ہے جس سے پنڈلی اور قدم مین ملاپ ہوتا ہے ۱۲ اسمعیل بیگ اُردو مترجم

اور اگر بعضے مقام مسح کے مقطوع ہون تو باقی پر مسح کریگا اور اگر کعب سے کٹا ہوگا تو اسکا مسح ساقط
ہو جائیگا اور دونون قدمون کی کھال پر مسح کرنا واجب ہے اور مثل موزہ وغیرہ حائل پر مسح
جائز نہیں مگر مخالفون سے تقیہ کے حال میں یا مضطر رہین کہ اُس حائل کا دور کرنا دشوار ہوا ور
جب مانع جاتا رہیگا تو نئے سر سے وضو کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر چند مانع جاتا رہے مگر وضو بے
حدث کے نجائیگا لیکن وضو کے اعادہ کرنے مین احتیاط ہے اور اس جگہ پر آٹھ مسئلہ ہین
پہلا مسئلہ وضو مین ترتیب اسطرح سے واجب ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر داہنے ہاتھ کو دھوئے
پھر بائین ہاتھ کو دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر پیرون کا مسح کرے پھر اگر ترتیب کے خلاف کرے
اور وضو کے اعضا سوکھ جائین تو نئے سر سے وضو کرے اور اگر ابھی وضو کے اعضا پر تری باقی
ہو تو اعادہ اسطرح سے کرے کہ جس سے ترتیب حاصل ہو جائے جیسے منہ دھونے کے بعد بائین
ہاتھ کو دھوئے تو اس صورت مین چاہیے کہ داہنے ہاتھ کو دھوئے اور پھر بائین ہاتھ کو دھوئے
تاکہ ترتیب حاصل ہو جائے دوسرا مسئلہ موالات واجب ہے اور موالات یہ ہے کہ ہر عضو کو
اُسکے اگلے عضو کے سوکھنے کے پہلے دھوئے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ موالات وضو کے
اعضا کے پیاپے کے دھونے کو صورت اختیار مین کہتے ہین اور اگر کوئی تراخی کا سبب ہو تو اگلے
عضو کے سوکھنے نہ پانے کی مراعات ضرور ہے تیسرا مسئلہ واجب ہو نہین ایک مرتبہ کا دھونا واجب
ہے اور دوسری دفعہ دھونا سنت ہے اور تیسری دفعہ کا دھونا بدعت ہے اور مسح مین تکرار
نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ متقدمین اور متاخرین علما مین ایک جماعت دوسری
تکرار یعنی دو دو بار دھونے کو سنت نہین جانتی ہے پھر احوط یہی ہے کہ دو چلو پانی ہاتھ کے
اور ایک مرتبہ دھوئے چوتھا مسئلہ وضو کے اعضا کے دھونے مین اتنا کافی ہوتا ہے کہ
ہین کہین کہ دھو لیے گئے ہر چند مثل تیل ملنے کے ہو جیسے ہو کہ پانی جاری کر بیٹھے کا ۔۔۔
سے عمل مین آیا ہو سکے ہاتھ مین انگوٹھی یا زہ گیر ہو تو اسپر واجب ہے کہ اُسکے نیچے پانی پہونچاوے
اور اگر انگوٹھی کشادہ یعنی ڈھیلی ہو کہ بے ہلائے اُسکے نیچے پانی پہونچ جاتا ہو تو اُسکے بھی حرکت
دینا سنت ہے پانچوان مسئلہ جسکے کسی عضو پر جبیرہ ہو پس اُسکا دور کرنا اگر ممکن ہو یا نیچے
پانی پہونچانا اُسپر کے ظاہر جلد تک پہونچ جائے تو واجب ہے کہ ویسا ہی کرے اور نہین تو مسح

تر ہاتھ کھینچے خواہ اُسکے نیچے پاک ہو خواہ نجس ہو اور جب عذر دور ہو جائے تو نئے سرسے طہارت کرے
اور اسمین تردد ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اگر جبیرے کے اوپر پاک ہو اور اُسکے نیچے پانی پہونچا نا
متعذر ہو یا اُسکے نیچے نجس ہو کہ اُسکے نیچے پانی پہونچانا نجاست پھیلانے کا سبب ہو تو جبیرے کے
اوپر کا مسح کافی ہے اور اگر وہ بھی نجس ہو تو دوسرا کپڑا اُسپر رکھکر کہ وہ کپڑا طاہر ہو تو اُسپر تر ہاتھ پھیر لینا
کافی ہے **چھٹا مسئلہ** اختیار کے حال مین دوسرے شخص کا وضو کروانا جائز نہین اور اگر مضطر ہو کہ خود
وضو نہ کر سکتا ہو تو جائز ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی ؒ کہتے ہین کہ تعذر کی صورت مین
جب اُسے دوسرا شخص وضو کروائے تو اُسے چاہیے کہ نیت کرے کہ وضو کرواتا ہون مین اپنے کو
اس شخص کے ہاتھ سے اس سبب سے کہ وضو کے فعلون کا بجا لانا مجھپر متعذر ہے نماز کی استباحۃ کو
واجب قربۃ الی اللہ اور اگر دونون منھ دھوتے وقت نیت کرین تو بہتر ہو **ساتوان مسئلہ** بیوضو کو
قرآن کے حرفون کا چھونا جائز نہین اور قرآن کی کتابت کے سوا کا چھونا جیسے حاشیہ اور جلد
جائز ہے **آٹھوان مسئلہ** اگر کسیکو سلسل بول یعنی پیشاب جاری ہو تو بعضے فقیہ کہتے ہین کہ ہر نماز
کے لیے وضو کرے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ جسے دست جاری رہتے ہون جب اُسے نماز مین
حدث صادر ہو تو طہارت کرے اور نماز کو وہین سے جہان سے چھوڑی ہے پڑھکر تمام کرے مترجم
جامع الرضوی کہتے ہین کہ صاحب سلس البول پیشاب روکنے پر قادر نہین ہوتا اور بوند بوند پیشاب
نکلتا رہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرے اور بعضے کہتے ہین کہ ظہر اور عصر کی نمازین
ایک ساتھ ایک وضو سے پڑھ سکتا ہے اور اسیطرح مغربین کو اور احوط اور اصح پہلا مذہب ہے اور
کہا گیا ہے کہ ایک کیسہ پیشاب کے مخرج کے لیے بنائے اور اسمین روئی بھرے اور اسمین اُسے
رکھے تاکہ رطوبت پھیلنے نہ پائے **مسنونات وضو** وضو کے پانی کے برتن کا داہنے ہاتھ کیطرف
رکھنا اس حال سے کہ وہ پہلے منھ کا برتن ہو اور اُسپر چنگل ڈالنا اور بسم اللہ کہنا اور اس برتن
مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے دھونا اور اگر حدث پیشاب کا یا خواب کا ہو تو ایک مرتبہ اور اگر پائخانہ
کا ہو تو دو مرتبہ دھونا ہاتھون کا اور کلیان اور ناک مین پانی دینا اور دعا پڑھنا اور منھ اور ہاتھ
دھوتے وقت اور سر کے مسح اور پیرون کے مسحون کے وقت اُنکی ماثورہ دعاؤن کا پڑھنا اور
مرد کا کہنیون کے باہر کی طرف سے دھونے مین ابتدا کرنا اور عورت کا اندر کی طرف سے پہلے

دھونے مین اور دوسرے دھونے مین اسکے برعکس دھونا اور وضو مین ایک مد پانی یعنی پکے چھٹانک
کم مین پاؤ پانی کا خرچ کرنا ہین اور مکروہ ہے وضو مین مدد مانگنا اور وضو کی تری اعضا سے پوچھنا

چوتھی **فصل** وضو کے حکمون مین ہے جسے حدث کا یقین ہوا اور طہارت مین شک ہو یا دونو کا
یقین ہو اور اسمین شک ہو کہ انمین سے کون پہلے ہے اور کون بعد ہے تو ان صورتون مین
چاہیے کہ پھر وضو کرے اور اسیطرح اگر یقین بہم پہونچے کہ کوئی عضو وضو کے اعضا مین سے نہین
دھویا ہے اور ابھی تری وضو کے باقی ہے تو چاہیے کہ جس عضو کے نہ دھونے کا یقین بہم پہونچا ہے
اُسے دھولے اور اُسکے پچھلے دھوئے عضوونکو بھی دھوئے کہ ترتیب حاصل ہو جائے اور گو مسح کیا ہو تو بھی
مسح کرلے اور اگر تری نہ باقی ہو تو نئے سر سے وضو کرے اور اگر طہارت کے فعلون مین سے
کسی فعل مین شک کرے اور ابھی فارغ نہوا ہو تو چاہیے کہ جسمین شک ہوا ہے اُسے بجا لائے
پھر اُسکے پچھلے کو اور اگر طہارت مین یقین اور حدث مین شک ہو یا فراغ کے بعد وضو کے فعلونمین
سے کسی مین شک ہو تو وضو کا اعادہ نہ کرے جو پیشاب یا پائخانہ کے مخرج کو نہ دھوئے اور نماز
پڑھلے تو نماز کا اعادہ کرے خواہ یہ دھونا جان بوجھکر ہو خواہ سہو سے ہو خواہ نسیان سے
خواہ مسئلہ کی جہالت سے ہو اور جو تجدید وضو سنت کی نیت سے کرے اور پھر نماز پڑھے اور
اُسے یقین بہم ہو کہ دونون وضوؤن مین سے کسی ایک مین خلل کسی عضو مین واقع ہوا اور یہ
نجانے کہ یہ خلل پہلے وضو مین واقع ہوا ہے یا دوسرے مین پس اگر نیت طہارت مین قصد قربت
کو کافی جانین اور استباحت کے انضمام کو ضرور نجانین تو یہ نماز اور طہارت دونون صحیح ہین
اور اگر نیت مین نماز کے قصد استباحت کو واجب جانین جیسے کہ بعضے علما کا مذہب ہے تو اس
صورت مین طہارت اور نماز دونون کا اعادہ کرنا چاہیے اور اگر ہر ایک پہلے وضو اور دوسرے
وضو سے نماز پڑھی ہے تو پہلے مذہب پر کہ جسمین قربت کی نیت وضو مین کافی ہے پہلی نماز کا اعادہ
کریگا کیونکہ خلل کے وقوع کا احتمال پہلی طہارت مین ہے اور دوسری نماز کا اعادہ نکریگا اسلیے
کہ ایک ان دونون طہارتون مین سے یقیناً سالم ہے اور دوسرے مذہب پر کہ جسمین نیت کیلیے
قصد استباحت صلوۃ شرط ہے دونون نمازون کا اعادہ کرے گا اگر ان دونون طہارتون مین
سے ایک کے بعد حدث صادر ہوا اور یہ نجانے کہ پہلی طہارت کے بعد یا دوسری کے بعد حدث

صادر ہوا ہے تو اس صورت مین دونون نمازونکا اعادہ کریگا اگر وہ دونون نمازین رکعتون کی تعداد مین مختلف ہین اور اگر رکعتون کی گنتی مین برابر ہین تو اس صورت مین ایک نماز کا اعادہ کریگا اسطرح کہ ان دونون نمازون مین سے ایک نماز قطعًا یقین سے صحیح ہے اور ایک باطل ہے اور نیت یون کریگا کہ مین اس نماز کو پڑھتا ہون کہ جو میرے ذمے مین ہے واجب قربۃً الی اللہ اور یہی حکم ہے اس صورت مین کہ طہارت کرکے نماز پڑھے اور پھر حدث صادر ہوا اور دوسری طہارت کی تجدید کرکے دوسری نماز پڑھے پھر یقین ہو کہ انمین سے کسی طہارت کے کسی واجب مین خلل واقع ہوا ہے اور اگر پانچون نمازین پڑھ لے اور پھر یقین بہم پہونچے کہ ان پانچون طہارتون مین سے کسی ایک طہارت کے بعد حدث صادر ہوا ہے تو اس صورت مین تین نمازون کا اعادہ کرنا چاہیے کہ ایک دو رکعتی دوسری تین رکعتی تیسری چار رکعتی ہے اور ذمے والی نماز کی نیت کرنی چاہیے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ پانچون فریضونکا اعادہ کرنا چاہیے اور اشبہ پہلا قول ہے لیکن بہتر ہو پس بعضے غسل واجب ہین اور بعضے سنت ہین اور واجب چھہ غسل ہین غسل جنابت اور غسل حیض اور غسل خون استحاضہ کہ لتہ کو توڑ کر پھوٹ نکلے اور غسل نفاس اور غسل مس میت آدمی نہلانے سے پہلے اور غسل میت اور انکا بیان پانچ فصلونمین ہے

پہلی فصل غسل جنابت کے بیان مین اور اُسکے سبب اور اُسکے حکم اور اُسکی کیفیت مین سبب غسل جنابت کی دو چیزین ہین ایک منی کا نکلنا جبکہ معلوم ہو جائے کہ منی ہی ہے اور اگر اشتباہ واقع ہو اور جہند گی اور شہوت کے ساتھ نکلی ہو اور اُسکے بعد سستی بدن کی محسوس ہوئی ہو تو وہ منی ہے اور اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور اگر بیمار ہو تو شہوت اور سستی بدن کی کفایت کرتی ہے اور غسل واجب ہوتا ہے گو جہندہ یعنی اُچھلتا پانی نہ ہو اور اگر جہند گی اور شہوت سے خالی ہو اور مشتبہ ہو کہ منی ہے یا نہین تو غسل واجب نہین اور اگر کوئی شخص اپنے کپڑے پر یا بدن پر منی پائے تو اُسپر غسل کرنا واجب ہے اگر اُس کپڑے مین اُسکا کوئی شریک نہو اور اگر شریک رکھتا ہو تو دونون پر سے غسل ساقط ہے دوسرا سبب جو جماع ہے اگر کوئی عورت سے آگے کی طرف سے جماع کرے اور دونون ختنونمین التقا ہو گیا ہو تو غسل اُسپر واجب ہے گو وہ عورت مری ہوئی ہو اور اگر عورت کے پیچھے کے مقام سے مجامعت کرے

اور انزال منی نہو تو علما مین غسل کے وجوب مین اختلاف ہے اصح یہی ہے کہ غسل واجب ہو جائیگا
مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی نے کہا ہے کہ آگے اور پیچھے کے دخول کا حکم ایک ہے مگر کئی
چیزون مین ایک پیچھے کا دخول زنائے محصنہ کا حکم نہین رکھتا ہے کہ قتل واجب ہو دوسرے پیچھے کے دخول
سے عورت کی بکارت باقی رہتی ہے پس لازم نہین کہ نکاح مین گویا ہو بلکہ اُسکا سکوت اقرار ہے اور
اس سے ثیبہ کا حکم نہین بہم پہونچاتی ہے تیسرے پیچھے کے دخول سے تیسری طلاق کے بعد تحلیل ثابت
نہین ہوتی ہے بلکہ محلل چاہیے کہ وہ آگے دخول کرے کہ وہ طلاق دینے والے پر حلال ہو جاے
چوتھے ایلا یعنی قسم کھا لینے مین پیچھے کا دخول رجوع دخول کو متحقق نہین کرتا ہے بلکہ عورت چار مہینے کے
بعد شوہر جبر کریگی کہ آگے کے دخول پر رجوع کرے یا اُسے طلاق دیدے پانچوین اگر کوئی قسم کھاے
کہ پیچھے دخول نکرونگا تو زوجہ کے لیے وہ ایلا نہین کہ کفارہ کی حاجت پڑے اور اگر کوئی مرد سے اغلام
کرے اور حشفہ داخل ہو جائے اور انزال نہو تو سید مرتضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ دونون پر غسل
واجب ہو جاتا ہے نہین تو اجماع مرکب کا خرق لازم آتا ہے اور اجماع مرکب ثابت نہین ہوا مترجم
جامع الرضوی کہتے ہین کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ اجماع مرکب کا خرق جائز نہین یعنی جس مسئلہ مین
تمام علمانے ایک قول پر اجماع کیا ہو تو اُنکے قول کی مخالفت کرکے اور قول نکالنا باطل ہے اور
اجماع کی دو قسمین ہین ایک بسیط دوسرا مرکب بسیط وہ اجماع ہے کہ جسمین علماء کا کسی مسئلہ مین ایک
قول پر اتفاق ہوا اور مرکب اجماع وہ ہے کہ کسی مسئلہ مین علمانے دو قولون پر اتفاق کیا ہو اور جسطرح
بسیط اجماع کا خرق یعنی مخالفت جائز نہین اسیطرح مرکب اجماع کا بھی خرق یعنی مخالفت مجوز نہین ہے
کہ تیسرا قول پیدا کرین اور سید مرتضی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ پیچھے کے دخول مین دو قول ایک غسل
کے وجوب کا دوسرے عدم وجوب کا ہوا اور جبکہ عورت کے پیچھے کے دخول مین وجوب غسل کا اثبات کیا
ہمنے تو مرد کے پیچھے کے دخول مین وجوب غسل کیلیے قائل ہونا چاہیے اور نہین تو تیسرے قول کا احداث
اور اجماع مرکب کا خرق لازم آئیگا اور یہ باطل ہے اور صاحب شرائع نے کہا ہے کہ یہ اجماع میرے
نزدیک ثبوت کو نہین پہونچا ہے خدا جانے اور چوپایون سے جماع کرنے مین غسل واجب نہین ہوتا
جبتک انزال نہو تفریع جب موجب غسل کا عمل مین آئیگا تو کافر پر بھی غسل واجب ہو جائیگا مگر کفر کے
حال مین غسل کریگا تو صحیح نہوگا پھر جب مسلمان ہو جائے تو اُسپر غسل واجب ہے اور صحیح ہے پھر

اُسکے بعد مرتد ہو جائے اور پھر توبہ کرے تو اُسکا غسل ارتداد سے باطل نہوگا احکام جنابت عزیمہ سورون کی قرائت جنب پر حرام ہے اور بعضی آیتون کا بھی اُنہین سے پڑھنا حرام ہے یہانتک کہ اُنکی بسم اللہ کا اس نیت سے پڑھنا کہ یہ بسم اللہ اُن سورون مین سے کسی ایک سورہ کی بسم اللہ ہے اور قرآن کے حرفون کا چھونا اور خدا کے نامون کا چھونا اور مسجدون مین بیٹھنا اور کسی چیز کا اُنمین چھوڑنا اور مسجد مکہ و مدینہ مین راستہ چلنا حرام ہے اور یہ حکم انھین دو مسجدون سے مختص ہے اگر کوئی ان دو مسجدون مین جنب ہو تو باہر نکلے تو تیمم کرکے اور جنب کو کھانا پینا مکروہ ہے اور کلیون سے اور ناک مین پانی ڈالنے سے یہ کراہت تخفیف پا جاتی ہے عزیمہ سورون کے سوا سے سات آیتون سے زیادہ پڑھنا جنب کو مکروہ ہے اور ستر آیتین پڑھنے مین کراہت شدید ہے اور جتنا زیادہ پڑھتا جائیگا اُتنی کراہت کی شدت بڑھتی جائے گی اور قرآن مجید کا چھونا اور سونا بغیر غسل یا بے وضو یا بے تیمم کے اور خضاب کرنا کیفیت غسل واجبات غسل کے پانچ ہین پہلے نیت کرنا اور غسل سے فارغ ہونے تک ہمیشہ حکم نیت مین رہنا اور بدن کا اسطرح پر دھونا کہ جسے دھونا کہین اور بدن پر کے پانی پہونچنے کی روکنے والی چیز کو حرکت دینا کہ پانی پہونچ جائے جب ہلانے سے پانی پہونچ جاتا ہو اور ترتیب اسطرح سے کہ پہلی نیت کے مقارن سر و گردن دھوئے پھر داہنی طرف پھر بائین طرف اور اگر ایک مرتبہ نیت کے مقارن پانی مین غوطہ کھائے اور پانی کے اندر چلا جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ سارے ظاہر بدن کا دھونا واجب غسل مین واجب ہے اور اسپر اجماع ہے اور باطن کا دھونا واجب نہین اور علامہ علیہ الرحمۃ نے کتاب منتہی المطلب مین فرمایا ہے کہ سب بواطن مین سے منھ اور کان کے اندر کی طرفین ہین اور وہ سوراخ جو کان مین حلقہ کے لیے کرتے ہین تو جو اُسمین اندر کی طرف سے دکھائی ندے اُسکا دھونا واجب نہین اور صاحب مدارک نے شیخ علیؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ اسکے بھی دھونے کے وجوب کے قائل ہوگئے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قول مستبعد ہے لیکن احوط کان کے سوراخ کے باطن کا بھی دھونا ہے جیسا کہ متاخرین نے کہا ہے غسل کے مسنونات پہلا ایک یہ ہے کہ دونون ہاتھون کے دھوتے وقت نیت کرے اور تنگ ہو جاتا ہے وقت نیت کا سر کے دھوتے وقت دوسرے ہاتھ پھیرنا بدن پر اور حرکت دینا بدن پر کی اُس چیز کا جسکے نیچے

بے حرکت کے بھی پانی پہونچ جاتا ہوا اور یہ احتیاط ہے تیسری پیشاب کر غسل سے پہلے یا استبرا
کرنا اسطرحپر کہ پہلے پیشاب کرنے مین مذکور ہوچکا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہاتھ پائخانے کے مقام سے
آگے بدن کی جڑ تک تین بار کھینچے پھر تین مرتبہ بدن کی جڑ سے سر حشفہ تک ہاتھ کھینچے پھر تین مرتبہ
سر کو اُسکے جھٹکے اور تین مرتبہ ہاتھون کا دھونا پانی کے برتن مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے اور تین کلّیان
اور تین بار ناک مین پانی دینا اور ایک صاع یعنی پکے پونے تین سیر پانی کا غسل مین خرچ کرنا
تین مسئلے پہلا مسئلہ جب دیکھے کہ غسل کے بعد تری منی کے مشابہ ہے اگر پیشاب کر لیا ہے یا
استبرا کیا ہے تو غسل کا اعادہ نہ کریگا اور نہین تو غسل کا اعادہ واجب ہوگا دوسرا مسئلہ جبکہ
کچھ اعضا دھوچکے اور غسل سے فارغ ہونیکے پہلے حدث حادث ہو تو بعضے فقیہ کہتے ہین کہ نئے
سرے سے غسل کرے اور بعضے کہتے ہین کہ غسل کے پورے کرنے پر اقتصار کرے اور بعضے کہتے ہین
کہ غسل کو پورا کرے اور نماز کے لیے وضو کرے اور یہی اشبہ ہے تیسرا مسئلہ قدرت رکھنے پر
غسل مین مدد لینا مکروہ ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین جیسا کہ وضو مین اختیار رکھنے پر واجب
ہے کہ خود وضو کے افعال بجا لائے اُسی طرح سے غسل مین بھی واجب ہے پھر اگر قدرت رکھنے پر
دوسرا جنب کو غسل دیگا تو وہ غسل باطل ہوگا اور استعانت مکروہ ہے خواہ وضو مین ہو خواہ
غسل مین ہو اور استعانت یہ ہے کہ دوسرا اُسکے ہاتھ مین پانی ڈالے اور وہ وضو یا غسل کرے
لیکن اگر خدمتگار پانی لائے اور وہ خود وضو یا غسل کرے تو یہ استعانت مکروہ نہین اور اسیطرح
اگر پانی کا برتن اُٹھا کر غسل کرنیوالے کے ہاتھ مین دے اور وہ اپنے ہاتھ سے اپنے بدن پر
ڈالے تو یہ بھی مکروہ نہین

دوسری فصل حیض کے بیان مین اس فصل مین بیان ہوتا ہے کہ حیض کیا چیز ہے اور اُسکے
کیا حکم ہین پہلے ہم کہتے ہین کہ حیض ایک خون ہے کہ جسے عورتون کی عدت کے گزرنے سے تعلق ہے
اور اُسکے قلیل یعنی کم کیلیے کی ایک حد شرع مین مقرر ہے اور اکثر اوقات مین سیاہ رنگ گاڑھا
اور گرم ہوتا ہے اور سوزش سے نکلتا ہے اور کبھی یہ خون خون بکارت سے مشتبہ ہوجاتا ہے
تو روئی رکھوا کر امتحان کرنا چاہیے اگر روئی پر طوقدار دھبا پڑے تو خون بکارت ہے اور جو
خون کہ لڑکیون کو دس برس سے پہلے دکھائی دیتا ہے وہ حیض کا خون نہین ہوتا اور اسیطرح

اُس خون مین کہ جو داہنی طرف سے نکلتا ہے اور کم سے کم حیض کے دن تین ہین اور زیادہ سے
زیادہ دس دن ہین اور یہی کم سے کم طہر یعنی پاکی کے دن ہین علماء نے اسمین اختلاف کیا ہے
کہ اقل حیض تین دن پے در پے رہتا ہے توالی شرط ہے یا یہ کہ تین دن دس دن مین حیض ہے
اور اظہر یہ ہے کہ توالی شرط ہے اور جو خون کہ عورت نا امیدی کے بعد دیکھتی ہے وہ حیض
مین سے نہین اور ساٹھ برس کے سن پر پہونچنے سے عورت لڑکا ہونے سے نا امید ہو جاتی
ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قریش اور نبط کے قبیلون کے سوا کی عورت پچاس برس کے
سن مین نا امید ہو جاتی ہے ان دو قبیلون کی عورت مین ساٹھ برس تک ولادت کا
امکان ہے اور جو خون عورت کو تین دن سے کم آتا ہے وہ حیض نہین ہوتا خواہ وہ عورت
مبتدیہ ہو خواہ صاحب عادت ہو اور جو خون عورت کو تین دن سے دس دن تک آئے
اور حیض کا امکان رکھتی ہو تو وہ خون حیض ہے خواہ ایک جنس کا ہو خواہ مختلف جنسو نکا
ہو اور عورت صاحب عادت اس طریق سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ تین دن یا زیادہ
اُسے خون آئے اور اقل درجہ دس دن یا زیادہ دن پاک رہکر دوسری مرتبہ اُتنے ہی دن
پہلی دفعہ کی طرح خون آئے اس صورت مین اگر رنگ کے اختلاف سے استحاضہ کی صورت سے
آئے تو اعتبار نہین بلکہ جو خون اس عادت کے زمانے مین آئیگا وہ حیض ہی ہے پانچ مسئلے
پہلا مسئلہ صاحب عادت عورت خون دیکھتے ہی روزہ نماز چھوڑ دیگی عادت کے زمانے مین اور
اسپر علماء کا اجماع ہے اور مبتدیہ اور مضطربہ عورت آیا خون دیکھتے ہی روزہ نماز چھوڑ سکتی ہے یا نہین
اسمین تردد ہے فتویٰ یہ ہے کہ احتیاط سے روزہ نماز یہانتک کریگی کہ تین دن گذر لین پھر ترک کردے گی
دوسرا مسئلہ اگر کسی عورت کو تین دن تک خون آکر رک جائے پھر دسوین دن کے پہلے آئے تو
وہ سب حیض کے دن ٹھہرینگے اور اگر دس دن سے بڑھکر آئے تو اسمین تفصیل ہے کہ آگے
بیان ہوگی اور اگر خون دوسرا دس دن کا فاصلہ دیکر آئے اور دس دن طہر رہ چکے کہ خون
کو وہ عورت دیکھے تو پہلا خون حیض ہے اور دوسرا بھی ممکن ہے کہ دوسرا حیض ہو تیسرا مسئلہ
جب خون اگر دس دن سے پہلے بند ہو جائے تو عورت پر واجب ہے کہ اسطرح سے استبرا کرے
کہ روئی کو لے اگر پاک نکلے تو واجب ہے کہ غسل حیض کرے اور اگر خون مین بھری نکلے اور عورت

بتدا یہ ہو یعنی پہلے پہل اُسے خون آیا ہو تو اتنا صبر کرے کہ یا پاک ہو جائے یا دس دن گزرلین کہ یہی زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت ہے اور جو عورت کہ صاحب عادت ہے وہ عادت پر ایک دو دن کے بعد غسل کریگی اور اعمال استحاضہ کریگی پھر اگر دس دن تک برابر خون آئے جائے اور اُسکے بعد بند ہو جائے تو اپنے روزے کی قضا کریگی اور نماز کی قضا نہین اور اگر دس دن سے بڑھجائے تو جو اعمال کہ بجا لائی ہے کافی ہین چوتھا مسئلہ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اُسکے شوہر کو جائز ہے کہ پہلے غسل سے اُس سے مجامعت کرے مگر مکروہ ہے پانچوان مسئلہ جب وقت نماز کا داخل ہوا اور وقت اتنا گزر جائے کہ جسمین طہارت اور نماز ہو جاتی اور اُسکے بعد حیض کا خون آجائے تو وہ نماز اُسکے ذمے واجب رہیگی پاک ہونے پر اُسکی قضا بجا لائیگی اور اگر اسقدر زمانہ گزرنے سے پہلے خون آجائیگا تو اُس نماز کی قضا اُسپر نہین ہے اور اگر آخر وقت مین اتنا پہلے پاک ہو کہ طہارت اور ایک رکعت نماز بجا لاسکے تو واجب ہے کہ غسل کرے اور اُس نماز کو ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر فوت ہو جائے تو قضا کرے

متعلقات خون حیض کئی مسئلے ہین۔ پہلا مسئلہ جس عمل مین طہارت شرط ہے وہ حائض پر حرام ہے جیسے نماز اور طواف کعبہ اور مس کتابت قرآن ہے اور مکروہ ہے اُٹھانا قرآن کا اور چھونا اُسکے بے لکھے حاشیےکا اور اگر طہارت کریگی تو حدث اُسکا دور نہوگا۔ دوسرا مسئلہ حائض کا روزہ رکھنا صحیح نہین تیسرا مسئلہ حائض کو مسجد مین بیٹھنا جائز نہین اور مکروہ ہے اُسے راہ چلنا مسجد و نمین جو مسجدین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے سوا ہین اور ان دونون مین تو راہ چلنا بھی حرام ہے۔ چوتھا مسئلہ حائض کو عزیمہ سورون مین سے کچھ کا یا پورے کا پڑھنا جائز نہین اور عزیمہ کے سوا سات آیتون کا پڑھنا مکروہ ہے اگر سجدہ کی آیت پڑھے تو واجب ہے کہ سجدہ کرے اور اسی طرح اگر سجدہ کی آیت سُنے تو فتویٰ یہ ہے کہ سجدہ کرے۔ پانچوان مسئلہ شوہر پر حرام ہے کہ حائض سے جماع کرے جبتک پاک نہوے اور شوہر کو اُسکی شرمگاہ کے سوا کی ملامسہ جائز ہے پھر اگر عمداً حرمت جان کر مجامعت کرے تو اُسپر واجب ہے کہ کفارہ دے اور بعضے علما کہتے ہین کہ کفارہ دینا واجب نہین اور پہلا قول احوط ہے اور حیض کے ابتدائی زمانے کی مجامعت کا کفارہ ایک اشرفی شرعی ہے اور وسط حیض کا آدھی اشرفی ہے اور اخیر کا کفارہ اشرفی کی چوتھائی ہے

اور مکرر جماع ایسے وقت مین کرے کہ جسمین کفارہ مختلف نہین ہوتا تو ایک ہی کفارہ کافی ہے
اور بعضون نے کہا ہے کہ کفارہ بھی مکرر ہوگا لیکن پہلا مذہب اقوی ہے اور اگر مجامعت مکرر
ایسے وقتو نمین واقع ہوئی ہے کہ جنمین کفارہ بدلتا ہے تو اس صورت مین کفارے کی تکرار واجب
ہے۔ چھٹا مسئلہ جب عورت سے دخول ہو چکا ہو تو اُس عورت کا حیض کے وقت مین طلاق
دینا جائز نہین اس حالت مین کہ اُسکا شوہر وہان موجود ہو غائب نہو۔ ساتوان مسئلہ جب
عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اُسپر واجب ہے کہ غسل حیض کرے اور اس غسل کی کیفیت
غسل جنابت کی طرح ہے لیکن غسل حیض مین واجب ہے کہ وضو بھی کرے خواہ غسل کے پہلے
کرے خواہ بعد کہ بے وضو کے اُسکی نماز صحیح نہو گی اور اُسپر روزے کی قضا واجب ہے اور نماز
معاف ہے۔ آٹھوان مسئلہ حائض کو مستحب ہے کہ ہر نماز کیوقت وضو کرے اور مصلے پر بیٹھکر جتنی
دیر مین نماز پڑھی جاسے اُتنی دیر ذکر خدا کرے اور حائض کو خضاب کرنا مکروہ ہے

تیسری فصل استحاضہ مین ہے اور یہ فصل استحاضہ کے اقسام اور احکام پر مشتمل ہے۔ اقسام
استحاضہ بس استحاضہ کا خون اکثر ٹھنڈا پتلا ہوتا ہے کمزوری سے نکلتا ہے اور کبھی اسی طرح
خون حیض بھی آتا ہے اسلیے کہ زردی اور تیرگی حیض کی عادت کے دنون مین حیض کا حکم رکھتی ہے
اور استحاضہ کے زمانے مین استحاضہ کا حکم رکھتی ہے اور جو خون عورت کو تین دن سے کم آئے
اور وہ جروح قروح کا خون نہو تو وہ خون استحاضہ ہے اور جو خون کہ عورت کو حیض کی عادت
کے دنون سے زیادہ آئے اور دس دن سے بڑھجائے یا نفاس کے دنون سے زیادہ آئے
یا وہ خون جو حاملہ عورت کو دکھائی دے تو یہ سب فتوے پر استحاضہ ہین یا عورت کے یاس
کے سن مین خون آئے کہ جسکا پہلے بیان ہو چکا ہے یا نو برس کے سن سے پہلے آئے تو یہ حیض
کے خون نہین ہین اور جو خون عورت کو دس دن سے زیادہ آئے جائے اور وہ عورت حیض
نہ آنے کے سن مین یعنی صغر سن اور یائسہ نہو تو بیشک اُسکا خون حیض استحاضہ سے ملگیا ہے
کیونکہ حیض دس سے زیادہ اور تین دن سے کم نہین ہوتا ہے بس اس صورتمین وہ عورت
یا تو مبتدیہ ہے یا صاحب عادت مقررہ ہے یا مضطربہ ہے اور مبتدیہ سے مراد یہان وہ ہے
کہ جسکے لیے دائمی عادت حیض کی نہو اور صاحب عادت سے مراد وہ ہے کہ جسکے حیض کی

عادت کے لیے وقت مین اور گنتی مین استمرار ہوا ور مضطربہ سے وہ مراد ہے کہ جسکی عادت وقت مین اور گنتی مین مقرر ہے لیکن اُسے یاد نہین بس مبتدیہ خون کی صفتون مین نظر کریگی جس خون کو حیض کی صفت پر پائے گی اُسمین حیض کے عمل کو بجا لائیگی اور جس خون کو استحاضہ کی صفت پر دیکھے گی اُنھین استحاضہ کے اعمال کریگی اس شرط سے کہ جو خون حیض سے مشابہ ہوگا وہ تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہوگا اور اگر سارے دنون مین خون ایک ہی رنگ پر آئے اور تمیز کرنے کی شرطین نپائی جائین تو اسوقت مین یہ مبتدیہ عورت اپنی قوم اور قبیلہ کی عورتون کی عادت پر رجوع کریگی اگر اُن سب کی ایک عادت ہوگی اور بعضے فقہا کہتے ہین یا اُس شہر کی رہنی ہمسن عورتون کی عادت کی طرف رجوع کریگی اور اگر اُنمین اختلاف ہوگا تو محسوب کریگی اپنے حیض کے لیے ہر مہینے مین سات روز یا ایک مہینے مین دس دن اور دوسرے مہینے مین تین دن حیض قرار دیگی اور مختار ہے اسمین کہ خواہ پہلے مہینے مین دس دن اور دوسرے مین تین دن لے خواہ برعکس لے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہر مہینے مین دس دن حیض کے لیے لیا کریگی اور بعضون نے تین دن ہر مہینے مین لینے کو کہا ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور جو عورت کہ صاحب عادت مستقرہ ہے وہ عادت بھر کے دنون کو حیض اور باقی کو استحاضہ قرار دیگی اور عادت ہونے پر خون مین تمایز پایا جاتا ہو تو بعضے کہتے ہین کہ عادت پر عمل کریگی اور بعضے کہتے ہین تمیز پر عمل کریگی اور بعضے کہتے ہین کہ مختار ہے خواہ عادت پر عمل کرے خواہ تمیز پر اور عادت پر عمل کرنا اظہر ہے اس مقام پر کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو عورت کہ حیض کی عادت کے وقت مین اور دنون کی گنتی مین ایک قرار پکڑے ہوئے ہو پھر اُسے حیض اُنھین دنون کی گنتی سے وقت کے پہلے آئے اس صورت مین اُسی گنتی کو حیض مین حساب کریگی اور وقت کو شمار سے گرا دیگی اور اُسکا اعتبار نہ کریگی اسلیے کہ کبھی کبھی پس و پیش عادت مین ہو جایا کرتا ہے خواہ اُس گنتی مین حیض کی صفت ہو خواہ استحاضہ کی صفت ہو۔ دوسرا مسئلہ اگر خون عادت سے پہلے اور عادت کے دنون مین آئے پھر اگر دس دن سے نہ بڑھے تو وہ پورے دنون حیض ہین اور اگر دس دن سے بڑھ جائے تو عادت کے دنون کو حیض قرار دیگی اور عادت سے پہلے زمانے کو استحاضہ ٹھہرائیگی اور اسیطرح سے جب عادت کے دنون مین خون آئے

اور بعد عادت کے خون آئے اور اگر عادت سے پہلے آئے اور عادت کے وقت مین آئے اور عادت کے بعد آئے پھر اگر دس دن سے تجاوز نکرے تو سب حیض ہے اور اگر خون دس دن سے زیادہ آئے تو وہی عادت بھر تو حیض کے دن ہین اور آگے پیچھے والا حصہ استحاضہ ہے تیسرا مسئلہ اگر عورت کی عادت ہر ایک مہینے مین ایکمرتبہ ایک مقرر گنتی کے دنون تک خون آتا ہو پھر اُسیکو اُسی گنتی سے ایک مہینے مین دو مرتبہ خون آئے تو وہ دونون حیض ہین اگر وہی ہر مرتبہ مین عادت سے زیادہ دونون تک خون دیکھے تو اگر دس دن سے زیادہ نہو تو سب حیض ہے اور اگر دس دن سے تجاوز کر جائے تو عادت بھر حیض اور باقی استحاضہ ہے اور جو عورت کہ اپنی عادت بھول گئی ہے وہ تمیز کی طرف رجوع کریگی جس خون کو حیض کی صفت پر پائیگی اُسے حیض قرار دے گی اور جسے استحاضہ کی صفت پر پائے گی اُسمین استحاضہ کے اعمال بجالائے گی اور یہ مضطربہ الخ روزہ نماز نہ چھوڑے گی مگر تین دن کے گزر جانے کے بعد اور اگر تمیز نہ پایا جائے اور سب کے سب دس سے زیادہ دنون مین ایک ہی رنگ کا خون آئے جائے تو اس صورت مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ دنون کی گنتی تو یاد ہو اور وقت بھولی ہو کہ شروع مہینے مین یا درمیان مین یا آخر مین آتا تھا تو فقہا کہتے ہین کہ اسصورت مین سارے دنون مین استحاضہ کے اعمال بجالائیگی اور جب خون کے انقطاع کا احتمال ہو گا تو غسل حیض بھی کریگی اور عادت کے دنونکے روزونکی قضا کریگی۔ دوسرا مسئلہ اگر مضطربہ کو حیض کا وقت تو یاد ہو مگر عادت کے دنون کی گنتی نہ یاد ہو پھر اگر شروع وقت حیض کا اُسے یاد ہے تو اُس دن کو اور اُسکے بعد کے دنونکو ملا کر پورے تین دنون کو حیض قرار دیگی اور اگر حیض کا آخر وقت یاد ہو تو اُس دن کو اور اُسکے پہلے کے دو دنون کو حیض مین اعتبار کریگی کیونکہ حیض تین دن سے کم نہین ہوتا ہے اور باقی خون کے آنے کے دنونمین استحاضہ کے اعمال بجالائیگی اور جس زمانے مین حیض کا پورے ہونے کا فرض زمانہ آئے گا اُسمین غسل حیض بھی کریگی پھر دس دن کے دس روزون کی قضا کریگی جبکہ اُسکا معلوم وقت دس دن سے کم نہو گا تیسرا مسئلہ اگر مضطربہ دنونکو اور حیض کے وقت دونوں کو بھول گئی ہو پھر یہ عورت ہر مہینے مین سات دن یا چھ دن یا ایک مہینے مین دس دن اور دوسرے مین تین حیض کے لیے شمار کریگی جبتک کہ یہ اشتباہ واقع رہیگا احکام استحاضہ بس استحاضہ کا

خون یا روئی کو نہ توڑیگا یا توڑیگا اور ساری روئی بھر دیگا اور نہ بہیگا یا توڑ کر بہ نکلیگا پہلا استحاضہ قلیلہ کے
نام زد ہے کہتے ہین کہ اُسمین غسل واجب نہین بلکہ ہر نماز کے لیے لتہ بدلیگی اور تجدید وضو کریگی اور ایک
وضو سے دو نمازین نہ پڑھیگی اور دوسرا استحاضہ متوسطہ کہلاتا ہے کہ جسمین چار نماز دن کے لیے
لتہ بدلنا اور تجدید وضو کرنا اور ایک صبح کی نماز کے لیے لتہ بدلنا اور غسل چاہیے اور تیسرا
استحاضہ کثیرہ کہلاتا ہے اسمین لتہ اور روئی کی تبدیل لازم ہے اور تین غسل بھی کرے ایک
صبح کے لیے دوسرا غسل ظہرین کے لیے کہ ان دونون مین جمع یعنی ساتھ اُسی غسل ادر وضو
سے پڑھیگی اور تیسرا غسل مغربین کے لیے اور انہین مین بھی جمع کریگی یعنی اسی ایک ایک طہارت
سے دو دو نمازین ایک دوسرے کے بعد ہی بجا لائیگی اور جب مستحاضہ اسطرح اعمال بجا لائیگی
تو پاک کے حکم مین ہو جائیگی اور اگر مذکور کے موافق نکریگی تو نماز اُسکی صحیح نہو گی اور اگر غسلونکو
نکریگی تو روزہ بھی صحیح نہ ہو گا

چوتھی فصل نفاس مین۔ نفاس وہ خون ہے جو لڑکا پیدا ہونے مین عورت کو آتا ہے اور
نفاس کی کم مدت کے لیے کوئی حد نہین ہے بس ممکن ہے کہ لحظہ بھر آئے اور ممکن ہے کہ ولادت
بے خون کے ہو بس اس صورت مین نفاس نہو گا اور جو خون کہ ولادت سے پہلے آتا ہے
وہ استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دن نفاس کے دس دن اظہر یہ ہین اور اگر کوئی عورت
دو بچون کی حامل ہو اور دوسرا بچہ پہلے بچے کے بعد کسی مدت مین جنے تو نفاس کا اعتبار
پہلی ولادت سے اور دس دن کا اتمام دوسری ولادت مین ہوگا اور اگر ولادت کے وقت خون
نہ آئے اور دسوین دن خون آئے تو دسوان دن نفاس کا قرار پائیگا اور اگر خون
ولادت کے بعد نظر آئے اور پھر پاک ہو جائے پھر دسوین دن یا دسوین دن سے پہلے
نظر آئے تو یہ دونون اور ان دونون کے درمیان کے دن نفاس کے دن ہین اور نفساء
یعنی نفاس والی پر حرام ہین وہ امر جو حائض پر حرام ہین اور مکروہ ہین وہ امر جو اُسپر مکروہ ہین
اور نفساء کی طلاق صحیح نہین اور نفساء کا غسل حائض ہی کے غسل کی طرح ہے

پانچوین فصل مردون کے حکمون مین اور یہ پانچ حکم ہین پہلا حکم احتضار یعنی جان کندنی مین
جان کندنی کے وقت مین قبلہ رو کرنا واجب ہے اسطرح کہ اُسے قبلہ رخ چت لٹائین کہ اُسکا

منھہ اور پاؤن کے تلوے قبلہ کے محاذی ہون اور یہ عمل سب پر واجب کفائی اس معنی سے ہے کہ بعضون کے بجالانے سے اورون کے ذمے سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عمل مستحب ہے اور سنت ہے کہ اُسے شہادتین یعنی کلمہ کی تلقین کرین اور پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کے اقرار کی تلقین کرین اور خوشی کے کلمات سنائین اور اُسے اُسکے نماز پڑھنے کی جگہ پر نقل کرکے لیجائین کہ جہان وہ اکثر نماز پڑھا کرتا تھا اور چراغ اُسکے پاس روشن رکھین اگر رات کو مرے اور اُسکے سامنے کسیکو بٹھالین کہ وہ قرآن کی تلاوت کیا کرے اور جب دم نکلجائے تو اُسکی دونون آنکھین بند کردین اور اُسکے منھہ کو باندھ دین اور اُسکے دونون پہلوون مین اُسکے دونون ہاتھہ لمبے پھیلا دین اور اُسے کپڑا یا چادر اڑھادین اور اُسکے اُٹھانے مین جلدی کرین مگر جسوقت اُسکا حال موت مین مشتبہ ہو تو موت کی علامتون کا امتحان کرین یا تین دن صبر کرین اور مردے کے پیٹ پر لوہے کا رکھنا اور اُسکے پاس جنب اور حائض کا جانا مکروہ ہے دوسرا حکم مردے کا نہلانا واجب کفائی ہے کہ بعض کے کرنے سے اورون سے اُسکا حکم ساقط ہو جاتا ہے اور اسیطرح اُسکا کفنانا اور دفنانا اور اُسپر نماز پڑھنا ہے اور غسل دینے کے لیے سب لوگون سے بہتر وہ شخص ہے جو اُسکا ترکہ لینے مین اولی ہو یعنی میراث مین کوئی اور اُسکے برابر نہو اور جب مردے کے ولی مرد اور عورت دونون ہون اور مُردہ مرد ہو تو مرد غسل دینے مین عورتون سے اولی ہین اور اگر عورت ہو تو عورتین اولی ہین اور شوہر اپنی زوجہ کے لیے ہر ایک سے سب حکمون مین بہتر ہے اور جائز ہے کہ کافر مسلمان کو غسل دے جبکہ کوئی مسلمان مرد مُردے کے پاس موجود نہو یا کوئی مسلمان عورت اُسکی رشتہ دار محرم موجود نہو اسیطرح کافرہ عورت مسلمان عورت کو غسل دیگی جسوقت کہ کوئی مسلمان عورت موجود نہو گی یا اُسکا رشتہ دار محرم مرد موجود نہو گا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اس مسئلہ کو شیخ ابو جعفر طوسی اور شیخ مفید علیہما الرحمۃ نے بیان کیا ہے اور انکا مستند دو حدیثین ہین کہ جنمین مسلمان مرد اور عورت کے مُردے کو کتابی کافر اور کافرہ کے غسل دینے کا جواز وارد ہوا ہے بعضے فقہا نے اس مسئلہ مین شیخین کی پیروی کی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ان دونون حدیثون کی سندین ضعیف ہین اور کافر نجس ہے وہ مسلمان کے غسل دینے کی صلاحیت

نہین رکھتا ہے اور اسی لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب معتبر مین اس مسئلہ مین توقف کیا ہے اور
بے غسل دفن ہو جانا اقرب جانا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر اہل کتاب کی طہارت کے ہم قائل ہون
جیسا کہ بعضے فقیہون کا مذہب ہے تو کافر کے نہلانے کی شاید کوئی وجہ نکل آئیگی اور خدا بہتر جاننے والا ہے اور جب کوئی مسلمان عورت نہ ملے تو اُسوقت مین عورت کو وہ مسلمان مرد نہلائیگا
جسپر اُس عورت سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح پردے کی اوٹ سے عورت اُس مرد کو غسل
دیگی کہ جس سے نکاح جائز نہین اور مرد اُس عورت کو غسل نہین دے سکتا ہے کہ جسکا وہ محرم
نہین ہے مگر یہ کہ وہ عورت لڑکی تین برس سے کم سن کی ہو اور اسی طرحپر عورت کو اُس مرد کا غسل دینا
جائز نہین کہ جسکی وہ محرم نہین مگر یہ کہ وہ مرد لڑکا تین برس سے کم سن کا ہو اور تین برس سے کم لڑکے
لڑکی کو مرد عورت نامحرم ننگا نہلا سکتے ہین اور جو کہ شہادتین کا مظہر ہو گو حق کا معتقد نہو اُسکا نہلانا
جائز ہے سوا خارجی اور غالی کے کہ یہ کافر کا حکم رکھتے ہین اور وہ شہید کہ امام علیہ السلام کے سامنے
مارا جائے اور معرکۂ قتال مین مرجائے تو اُسے نہ تو غسل دینگے اور نہ کفن دینگے بلکہ اُنھین کپڑون مین نماز کے بعد دفن کر دینا چاہیے اور اسیطرحپر وہ شخص ہے کہ شرع مین جسکا قتل کرنا واجب ہوا ہے
اور اُسے قتل سے پہلے حکم دیتے ہین کہ غسل میت کر لے یعنی تینون غسل اور حنوط کرلے پھر قتل کے بعد
اُسے غسل نہین دیتے ہین اور جب اعضا مُردے کے بدن کے پائے جائین اگر اُنمین سینہ ہو یا خالی
سینہ پایا جائے تو اُسے غسل میت کیطرحپر غسل دینگے اور کفنائین گے اور نماز پڑھین گے اور
دفن کر دینگے اور اگر اُنمین سینہ نہو اور ہڈی ہو تو اُسے تینون غسل دیکر کپڑے مین لپیٹ کر دفن
کر دینگے اور اسی طرحپر وہ بچہ ہے جو ماں کے پیٹ سے گر پڑتا ہے اگر چار مہینے یا زیادہ کا وہ ہوگا
تو اُسے تینون غسل دیکر کپڑے مین لپیٹ کر دفن کر دینگے اور اگر مُردے کے اُس پائے ہوئے
عضو مین ہڈی نہو تو اُسے کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور دفن کر دینا چاہیے اور غسل دینے کی حاجت
نہین اور اسی طرحپر پیٹ کا گرا وہ بچہ ہے کہ جسمین جان نہ پڑی ہو اور جسوقت مردے کے مُردے کے
پاس نہ کوئی مسلمان اور نہ کوئی کافر موجود ہو اور نہ کوئی محرم عورت ہو تو بغیر غسل اُسے دفن کر دین گے
اور اُسکے نزدیک کافر عورت نہ جائیگی اور یہی حکم مسلمان عورت رکھتی ہے جب اُسکے قریب
نہ کوئی مسلمان عورت ہو اور نہ کافر عورت اور نہ کوئی مسلمان محرم مرد موجود ہو تو اُسے بھی بغیر غسل

دفن کردینگے اور اُسکے پاس کا ذمر دیجائیگا گو اُسکا محرم بھی ہو اور ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ کافر مسلمان عورت کا مُنھہ ہاتھ دُھلا دینگے اور دفن کر دینگے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اس روایت پر صحیح مذہب مین عمل نہین کیا گیا ہی اور پہلے مُردے کے بدن سے نجاست دور کرنا واجب ہے پھر آب سدر یعنی بیری کی پتی کے پانی سے غسل دینگے اور غسل کی شروع نیت کے مقارن سر اور گردن دھونے سے کرینگے پھر داہنی طرف پھر بائین طرف دھوئین گے اور کم سے کم اتنی بیری کی پتی پانی مین ڈالین گے کہ اُسپر آب سدر کا اطلاق کر سکین اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ اقل مقدار سات پتیان ہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین شیخ زین الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اسقدر سدر و کافور نہ ڈالنا چاہیے کہ پانی اپنے اطلاق سے نکل جائے پھر آب سدر کے بعد آب کافور سے اُسی طریق سے غسل دینگے پھر خالص پانی سے غسل جنابت کی طرحپر غسل دینگے اور مُردے کے وضو کروانے مین خلاف ہے اشبہ یہ ہے کہ واجب نہین ہے اور ضرورت کے وقت مین تین غسلون سے کم پر بھی اقتصار جائز ہے اور اگر سدر و کافور میسر نہو سکے تو آب خالص سے ایک ہی مرتبہ غسل دینگے اور بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ سدر اور کافور کے نہ ملنے سے غسل ساقط نہین ہوتے ہین بلکہ ہر ایک کے بدلے آب خالص سے غسل دینا چاہیے اور اسمین تردد ہے اور اگر نہلانے مین کھال اُتر جانے کا ڈر ہو جیسے مردہ آبلہ زدہ یا جلا ہوا ہو تو اُسے مٹی سے پانی کے استعمال سے عاجز زندون کی طرحپر تیمم دینگے مسنونہ افعال غسل میت مُردے کو قبلہ رخ تختے پر لٹائین گے اور سایہ مین اُسے نہلائین گے اور اُسکے پانی کے لیے لحد یعنی ایک گڈھا کھود دینگے اور مُردے کے غسل کے پانی کا پیشاب پاخانہ کے گڈھے مین بہانا مکروہ ہے اور پانی پھینکنے والے گڈھے مین بہانا جائز ہے اور سُنّت ہے کہ اُسکے گلے کے کپڑون کو پھاڑ دین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین یعنی وارث کے اذن سے اور اگر وارث کم سن ہو یا موجود نہو تو نہ پھاڑنا چاہیے اور مردے کے نیچے سے کپڑے اُتارنا چاہیے اور اُسکی شرمگاہ کو چھپائین اور اُسکی اُنگلیان آہستگی سے ملائم کر دین اور اُسکے سر کو سدر کے کف سے دھوئین آب سدر سے غسل دینے کے پہلے اور اُسکی شرمگاہ سدر اور اشنان سے دھوئین اور مُردے کے ہاتھون کو غسل کے پہلے نصف

ذراع تک دھوئین اور غسل کو سر کے داہنی طرف سے شروع کرین اور ہر عضو کو تین تین مرتبہ ہر ایک غسل مین دھوئین اور مُردے کے پیٹ پر ہاتھ کھینچین پہلے دو غسلون مین اگر مُردہ حاملہ عورت ہو تو ہاتھ نہ کھینچین گے اور غسل دینے والا مُردے کی داہنی طرف ہو اور غسل دینے والا اپنے ہاتھونکو ہر غسل کے ساتھ دھوئے اور تینون غسلون سے فراغ کے بعد اُسکے بدن کی تری کپڑے سے پوچھکر خشک کرین اور اپنی دونون ٹانگون کے بیچ مین لیکر مُردے کو غسل دینا مکروہ ہے اور مُردے کا بٹھالنا مکروہ ہے اور مُردے کے ناخن کترنا اور اُسکے بالون مین کنگھی کرنا اور مؤمن کا مخالف کو نہلانا مکروہ ہے بس اگر بے غسل دیے چارہ نہو تو اُسے مخالفون کی طرح پر نہلائے تیسرا حکم تکفین میت مین واجب ہے کفن کرنا مُردے کا تین پارچون سے ایک لنگ دوسرا کُرتہ تیسرا پارچہ ازار یعنے لفافہ کہ سر تا سر اُسے ڈھانپ لے اور ضرورت کے وقت میسّر نہونے پر ایک پارچہ بھی کافی ہے اور کفن کرنا محض ریشم کے کپڑے مین جائز نہین اور حنوط کرنا مُردے کا واجب ہے یعنی سجدے کے ساتون عضوونکا مسح جسقدر کافور سے ممکن ہو مگر جہان کہ مُردہ احرام باندھے ہو گا وہان نہ چاہیے کہ اور کافور غسل وحنوط مین اُس تک پہنچانا جائز نہین اور کم سے کم فضیلت مین کافور ایک درم ہے اور اُس سے بہتر چار درم ہے اور اکمل تیرہ درم اور ایک درم کی تہائی ہے اور اگر کافور اور زریرہ بہم نہو تو بے کافور اور زریرہ کے اُسے دفن کردین اور کافور و زریرہ کے سوا کسی اور چیز سے خوشبو کرنا مردے کا جائز نہین زریرہ ایک گھانس خشبودار مشہور ہے مسنونہ افعال تکفین کے ایک یہ کہ غسل دینے والا مُردے کو کفن پہنانے سے پہلے غسل کرے یا نماز کے وضو کی طرح وضو کرے دوسرے یہ کہ مردے کے مُردیکے لیے حبرہ عبری زیادہ کرین کہ اُسمین سنہری نقش نہون اور اُس سے دوسرا لفافہ بنائین اور ایک اور پارچہ مُردے کی رانین باندھنے کو بڑھائین کہ لنبائی اُسکی ساڑھے تین گز کی ہوا اور چوڑان ایک بالشت کی ہو اور ایکطرف بیچ سے پھاڑکر ازاربند کے مقام پر مُردے کے باندھین اور باقی کو مُردے کی رانون پر مضبوط لپیٹ سے لپیٹین بعد اسکے اُسکی مقعد کی دونون طرفونمین کچھ روئی رکھدین اور اگر یہ ڈر ہو کر اسکے پیٹ سے مباد کچھ نکل آیگا پھر کچھ مضائقہ نہین اسمین کہ اُسکے پائخانہ کے مقام کو روئی سے بھر دین اور سنت ہے کہ مرتیکے

عمامہ بھی تحت الحنک کے ساتھ باندھین اسطرح پر کہ مُردے کا سر اُس عمامے سے مضبوط بندھے اور دونون
سرے عمامہ کے مُردے کے سینہ پر لٹکا دین اور عورت کے کفن مین چاہیے کہ ایک پارچہ سینہ بند عورت
کی چھاتیان باندھنے کو بڑھائین اور ایک دوسری سر تاسری اور عمامے کے بدلے مقنعہ زیادہ کرین اور
سنت ہے کہ مُردے کا کفن روئی کے کپڑے کا ہو اور تہبند اور کُرتے اور لفافے پر زیرہ چھڑکین اور جبرۂ
عبری لفافے کے اوپر لپیٹین اور کُرتہ لفافہ کے نیچے کرین اور تینون پارچے یعنی کُرتہ اور دونون لفافو پر
اور جریدتین پر مُردے کا نام لکھین اور یہ لکھین کہ یہ وحدانیت خدا کی شہادت دیتا ہے اور پیمبر کی حقیت
کی اور ائمہ علیہم السلام کے اسما بھی لکھین اور بہتر ہے کہ خاک پاک سے لکھا جائے اور اگر ممکن نہ ہو تو
انگلی سے لکھین اور اگر جبرہ عبری بہم نہو تو اُسکے بدلے سفید کپڑا لین کہ دوسرا لفافہ ہو اور مُردے کے
کفن کو اُسکے کفن کے تاگون سے سیین اور آب دہن سے اُن تاگون کو تر نہ کرین اور رکھین اُس
مین دو جریدے شاخ خرما کے اور اگر وہ نملے تو بیری کی لکڑی کے اور جو وہ بھی نہ ملے تو بید کی اور نہین تو
ہر تر درخت کی لکڑی کے اور ایک جریدے کو داہنی طرف سے چنبر گردن تک کہ وہ چنبر گردن کے پوست سے
ملاصق ہو اور دوسرا جریدہ بائین طرف سے کُرتے اور سر تاسری کے بیچ مین ہو اور کافور کو ہاتھ پر
گھسین اور جتنا کافور سجدے کے ساتون اعضا سے بڑھے اُسے سینہ پر رکھدین اور لفافہ کی داہنی
طرف کو مُردے کی بائین طرف اور بائین کو داہنی طرف کرین اور مُردے کو کتان کے کپڑے کا کفن
دینا مکروہ ہے اور مکروہ ہے نئے کفن مین آستینین لگانا اور اگر کفن پرانے کپڑے کا بنائین کہ وہ
آستین دار تھا تو مضائقہ نہین اور مکروہ ہے کفن پر روشنائی سے لکھنا اور مُردے کی آنکھون مین اور
کانو مین کچھ کافور ڈالدین تین مسئلے پہلا مسئلہ جب کفنانیکے بعد مُردے کی کوئی نجاست نکل پڑے
بس اگر اُسکے بدن سے ملاقی ہو تو اُسے پانی سے دھوئین اور اگر کفن سے ملاقی ہو تو اُسے دھوئین
مگر جب قبر مین رکھ چکین تو اس صورت مین قینچی سے موضع نجاست کو کفن مین سے کاٹ لینگے
یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صحیح مذہب پر یہان دھونا ہی واجب ہے گو قبر مین بھی رکھ چکے ہون مگر
جب غسالہ سے بچاو انہایت شاق ہو تو اُس صورت مین سے نجاست کی مقدار بھر کتر لین گے
اگر ہتک مُردے کی اور کھلجانا نہ لازم آئے نہین تو اُسی حال پر چھوڑ دینگے۔ اور بعضے فقیہہ کہتے
ہین کہ قبر مین رکھنے سے پہلے بھی کتر لینا کفن کا واجب ہے اور پہلا قول صاحب شرائع کے نزدیک

بہتر ہے دوسرا مسئلہ زوجہ کا کفن اُسکے شوہر پر واجب ہے گو عورت مالدار بھی ہو لیکن واجبی کفن پر زیادتی لازم نہین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جن جن کا نفقہ حالت حیات مین جیسے لونڈی غلام جورو ہین واجب ہے اُنکو کفن دینا بھی واجب ہے اور مردے کا کفن اُسکے اصل متروکے سے نکالینگے اور دین اور وصیتون پر مقدم کرینگے اور اگر اُسکے لیے کفن نہوگا تو ننگا دفن کردیا جائیگا اور مسلمانون پر کفن دینا واجب نہین بلکہ سنت ہے اور اسیطرح وہ ہے جو غسل میت کے لیے مثل کافور سدر وغیرہ کے درکار ہے **تیسرا مسئلہ** جب مردے کی کوئی چیز اُسکے بال اور جسم سے گر پڑے تو واجب ہے کہ اُسی کے ساتھ اُسکے کفن مین رکھدین **چوتھا حکم** مردے کے دفن کرنے مین اور اُسکے کئی مقدمے ہین کہ وہ سب کے سب سنت ہین پہلا مقدمہ جنازے کے ساتھ چلنے والون کو جنازے کے پیچھے چلنا یا دو طرفون مین سے ایک طرف چلنا مستحب ہے دوسرا مقدمہ جنازے کی تربیع کرین اور شروع جنازے کے آگے سے کرین اور تربیع کی ابتدا جنازے کے آگے کی داہنی طرف سے ہوتی ہے پھر بائین طرف تک دورہ کرکے جاتے ہین اور تربیع سنت ہے اور سنت ہے کہ مؤمنون کو مؤمن کے مرنیکی اطلاع کرین اور جو شخص جنازہ دیکھے اُسے یہ کہنا سنت ہے الحمد للہ الذی لم یجعلنی من السواد المخترم یعنی ساری تعریفین ایسے خدا کے لیے ہین کہ جسنے مجھے مردہ شخص سے نہین قرار دیا ہے اور جب قبر کے پائنتی جنازہ پہونچے تو سنت ہے کہ اُسے زمین پر رکھدین اور اگر مردہ عورت ہو تو قبلہ رخ اور اُٹھائین مردے کو اور تین مرتبے مین قبر تک پہونچائین اور اُتارین اُسے قبر مین اگر مرد ہو تو پہلے سر کی طرف سے اور اگر عورت ہو تو چوڑان سے اور اترے قبر مین وہ شخص کہ شانہ ہلائیگا ننگے پانون اور اپنے بند کھولے اور مکروہ ہے اقربا کو مردے کا قبر مین اُتارنا مگر یہ کہ مردہ عورت ہو اور سنت ہے کہ مردے کے قبر مین اُتارنے کیوقت دعائے ماثورہ پڑھے دفن میت کئی واجب امر اور کئی امر سنت ہین واجب ہے کہ مردے کو قدرت ہونے پر زمین مین گاڑین اور جو کہ کشتی پر سفر دریا مین مر جائے تو اُسے سنگین کرنا چاہیے یا کسی برتن مین مثل مٹھور وغیرہ کے چھپانا چاہیے قدرت ہونے پر اور خشکی پر پہونچنا ممکن نہونے پر داہنی کروٹ لٹانا چاہیے اور قبلہ رُخ دریا مین ڈالدینا چاہیے مگر یہ کہ عورت غیر مسلمہ کا مردہ ہو اور اُسکے پیٹ مین مسلمان کا

بچہ ہو تو اس صورت مین اُسکی قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے دریا مین ڈالدینگے تاکہ بچے کا منھ قبلہ کیطرف رہے کیونکہ بچے کا منھ مان کے پیٹ مین اُسکی پشت کی طرف ہوتا ہے دفن کے مستحب باتین مردے کے لیے قبر قد آدم یا آدمی کے چنبر گردن تک یعنی ہنسلی تک کھودنا چاہیے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ قبر کو ایک گز سے زیادہ گہرا کرنا مکروہ ہے اور چاہیے کہ قبر کے لیے لحد قبلہ رخ بنائین اور اُسکے بعد کفن کو سر اور پیرون کی طرف سے کھولدین اور کچھ خاک پاک اُسمین رکھدین اور تلقین کرین اور مغفرت کی دعا کرین پھر قبر مین کچی اینٹین چن دین اور پائین قبر سے اترا ہوا شخص نکل آئے اور موجود لوگ مٹی پشت دست سے ڈالین اس حال سے کہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے جائین یعنی ہم بیشک خدا کی طرف سے ہین اور بیشک ہم اُسی کی طرف پھر جانے والے ہین اور چار اُنگل قبر کو اونچا کرین خواہ وہ چارون ملی ہوئی ہون خواہ کشادہ ہون اور بعضے فقہا نے بالشت بھر تک بلند کرنے کو کہا ہے اور قبر کو چوکھونٹا بنائین اور قبر پر پانی سر کیطرف سے چھڑکین اور تمام قبر کے گرد پھرائین پھر اگر پانی رہے تو اُسے بیچون بیچ قبر پر ڈالدین اور قبر پر ہاتھ رکھین اور اُسکے لیے رحمت طلب کرین اور ولی میت تلقین کرے آواز بلند سے لوگون کے پھر جانے کے بعد اور اولیائے میت کی تعزیت سنت ہے خواہ دفن کے پہلے ہو خواہ بعد ہوا اور یہی کافی ہے کہ صاحب تعزیت اُسے دیکھلے اور قبر کا فرش لکڑیسے مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت اور مکروہ ہے کہ قرابتی مٹی دین اور گچکاری قبر کی مکروہ ہے اور تازہ کرنا پرانی قبرون کا مکروہ ہے اور دو مُردون کا ایک قبر مین رکھنا اور ایک شہر سے دوسرے شہر مین مُردے کا لیجانا مگر مشاہد مشرفہ کی طرف اور تکیہ کرنا قبر پر اور رستہ چلنا قبر پر مکروہ ہے پانچوان حکم لواحق مین ہے اور اسمین چار مسئلے ہین۔

پہلا مسئلہ حرام ہے قبر کا نبش یعنی کھولنا اور جائز نہین مُردے کا نکالنا دفن کے بعد مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ کھولنا قبر کا حرام ہے مگر کئی جگہ پہلی جسوقت کہ مُردہ خاک ہو جائے تو جائز ہے کہ دوسرے مُردے کے دفن کے لیے قبر کو کھودین اور اس امر کو قرینون سے دریافت کر سکتے ہین اور حصول ظن کافی ہے دوسرے جسوقت غصبی زمین یا مشترک مین دفن ہوا اور شرکا راضی نہون تو باعث ہتک حرمت مُردہ ہو قبر کو کھولین گے تیسری جب تکفین

مُردے کی غصبی کفن مین ہوئی ہو اور مالک راضی نہو چوتھی [illegible] عادت کے موافق
گر پڑی ہو تو جائز ہے کہ قبر کو کھود کر اُسے نکال لین پانچوین کھودنا [illegible] دیکھنے کے لیے جسوقت
کہ ضروری ہو اُن امور کے واسطے سے کہ جو اُسکی موت پر مرتب ہون مثل زوجہ کے عدہ رکھنے کیلیے
اور اُس مُردے کے ترکے کی تقسیم کے لیے اور اُسکے کفیل کی خلاصی کے لیے اور مثل انکے جو ہون
اور یہ اُس صورت مین ہے جبکہ یہ معلوم نہو کہ ایسا تغیر ہوگیا ہے کہ پہچانا نجائیگا چھٹی بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ بے غسل یا بے قبلہ رخ دفن ہوگیا تو اُسمین کھودنا جائز نہونا زیادہ صحیح ہے ساتوین
جب چاہین کہ کسی مشہد متبرک کی طرف نقل کرین تو اسمین فقہا کے دو قول ہین اور جواز کے قول
کو زیادہ قوت ہے مگر اس شرط سے کہ مُردے کا ایسا حال نہو کہ قبر کے کھودنے سے اُسکی ہتک ہو
اور مثل اُسکے لازم آئے جیسا کہ محقق محشی نے خرابی ہوا وغیرہ کو کہا ہے اور کپڑے پھاڑنا کسی کے
غم مین جائز نہین سوا باپ بھائی کے غم مین مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے
کہ یہ حکم مردون کے حق مین ہے اور عورتون کو جائز ہے کہ عزیزون کی مصیبت مین کپڑے پھاڑین
اور لوامع مین جناب امام حسین علیہ السلام کی تعزیت مین کپڑے پھاڑنا اور مُنھ پر طمانچے مارنا جائز
ہے جیسا کہ حدیثون مین وارد ہوا ہے دوسرے شہید کو اُسکے کپڑون مین دفن کرین اور پوستین اور
دونون موزے نکال لینا چاہیے خواہ اُن تک خون پہونچا ہو خواہ نہ پہونچا ہو اور یہی اظہر ہے اور
فرق اسمین نہین خواہ لوہے کے زخم سے مرا ہو خواہ بے لوہے کی ضرب سے تیسرے بچے اور
بڑی کا حکم شہید ہونے پر بالغ اور عاقل کا ہے چوتھے [illegible] مین مرجائے اور
درست نہ نکلے تو اُسے ٹکڑے کرکے نکال لین [illegible] پیٹ مین جیتا ہو
تو پیٹ چیر کر بچے کو نکال لین اور [illegible] غسل مشہور اٹھائیس
غسل سُنتی ہین سولہ غسل وقتون کے لیے ہین [illegible] کا غسل ہے اور
اُسکا وقت طلوع صبح سے زوال آفتاب تک ہے [illegible]
اور جمعہ کے غسل مین تعجیل بھی جائز ہے یہانتک کہ جمعرات [illegible] کی نیت سے لے اور [illegible]
اُس شخص کے لیے ہے کہ جو جمعہ کو پانی نہ پانے کا ڈر رکھتا ہو اور ہفتہ کے دن جمعہ کے غسل کی قضا
جائز ہے اور چھ غسل رمضان مبارک مین ہین ایک رمضان کی پہلی شب مین دوسرا پندرھوین [illegible]

شب مین تیسرا سترھوین شب مین چوتھا انیسوین شب مین پانچوان اکیسوین شب مین چھٹا تیئیسوین شب مین اور ایک غسل شب عید کا اور دو غسل دونون عیدون کے اور غسل عرفے کے دن کا اور رجب کی پندرھوین کا غسل اور ستائیسوین کا غسل اور شعبان کی پندرھوین کا غسل اور عید غدیر کے دن کا غسل اور مباہلہ کے دن کا غسل ہے اور سات غسل کامون کے لیے ہین ایک احرام باندھنے کا غسل ہے اور دوسرا زیارت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا تیسرا ائمہ علیہم السلام کی زیارت کا چوتھا پورے گہن کے نماز کی بے پروائی کرنے کا غسل نماز کی قضا بجالانیکے وقت مین ہے اور یہی اظہر ہے پانچوان توبہ کے لیے خواہ بدکاری سے توبہ ہو خواہ کفر سے چھٹا نماز حاجت کے لیے ساتوان استخارے کے لیے اور پانچ مکان کے لیے ہین ایک حرم کعبہ مین داخل ہونے کے لیے دوسرا کعبہ کی مسجد مین جانیکے لیے تیسرا کعبہ معظمہ مین جانے کے لیے چوتھا مدینۂ منورہ مین جانیکو پانچوان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی مسجد مین داخل ہونے کے لیے ہے چار مسئلے پہلا مسئلہ جو غسل کہ مکان کے لیے مستحب ہے تو اُسے اُسمین جانے سے پہلے بجا لانا چاہیے اور اسیطرح سے جو غسل جس کام کے لیے ہے اُسے اُس سے پہلے اور جو جسوقت کے لیے ہے اُسے اُسوقت کے آنے سے پہلے کرنا چاہیے دوسرا مسئلہ جب کئی سُنتی غسل جمع ہون تو ہر ایک کو الگ الگ بجا لانا چاہیے اور ایک غسل قربت کی نیت سے کافی نہین جبتک کہ اُس غسل کے سبب کا قصد نکریگا اور بعضے فقیہ کہتے ہین جب سُنتی غسلون کے ساتھ واجبی غسل جمع ہو جائے تو واجبی غسل کا بجا لانا سنتی غسلون سے کفایت کردیتا ہے اور کافی نہونا اولی ہے تیسرا اور چوتھا مسئلہ بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ جو شخص مصلوب کے دیکھنے کا قصد کرے اور عمداً اُسپر تین دن گذرنے کے بعد جاوے تو اُس جانے والے پر واجب ہے کہ غسل کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین خواہ وہ مصلوب شرعی ہو خواہ غیر شرعی ہو یہ غسل اُسکے احترام کے لیے نہین بلکہ عقوبت کے لیے ہے جیسا کہ من لایحضرہ الفقیہ مین رئیس محدثین نے فرمایا ہے اور اُردو مترجم کہتا ہے کہ مصلوب وہ ہے جو دار پر چڑھایا جاتا ہے اور اسیطرح مولود کے اولیا کو مولود کا غسل دینا واجب ہے اور اظہر ان دونون غسلونمین استحباب ہے۔

رکن تیسرا خاک کی طہارت مین اور اسمین کلام چار طرفون پر موقوف ہے پہلی طرف اُن چیزونمین

کہ جنکے ہونے سے تیمم درست ہوتا ہے اور اُنکی کئی قسمین ہین پہلی قسم پانی کا نہونا ہے اور اس
صورت مین پانی کی تلاش واجب ہے پس اگر زمین صاف اور برابر ہے تو چارون طرفونمین
ہر ایک طرف دو تیر کے پرتاب بھر پانی کی تلاش مین جانا چاہیے اور اگر زمین ناہموار اور سنگلاخ
ہے یا درختون سے بھری تو ہر ایک طرف ایک تیر کے پرتاب بھر جانا چاہیے اور اگر یہ نکرے اور
نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو خاطی ٹھہریگا اور اُسکا تیمم اور نماز دونون اظہر یہ صحیح ہین اور فرق
نہین ہے اس امر مین کہ پانی ملتا ہی نہ ہو یا ملتا تو ہو مگر طہارت کی مقدار بھر نہو دوسری قسم
کسی مانع کے سبب سے پانی تک نہ پہونچنا ہے پس جسکے پاس پانی کی قیمت نہو اُسکا حکم پانی
نہ پانے والے کا حکم ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے کہ جسے پانی قیمت سے ملسکتا ہے اور اُسکے
پاس قیمت بھی ہو مگر اُسوقت مول لینا اُسے مضر ہے اور اگر مول لینا اُسوقت مضر نہو تو مول
لے لینا اُسے لازم ہے گو وہ قیمت معمولی قیمت سے کئی گُنی ہو اور اسی طرح یہ کلام پانی نکالنے کے
آلات ڈول رسّی وغیرہ مین ہے تیسری قسم خوف ہے تیمم کے جائز ہونے مین کوئی فرق نہین
ہے اسمین کہ چور کا ڈر ہو یا درندون کا خوف ہو یا مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو اور اگر پانی کے استعمال
مین سخت مرض کا یا جلد کے پھٹنے کا ڈر ہو تو اس صورت مین اُسے تیمم کرنا جائز ہے اور یہی حکم
اُس شخص کا ہے کہ جسکے ساتھ پانی تو ہو مگر یہ ڈر ہو کہ اگر اُسے وضو مین خرچ کر ڈالیگا تو پیاسا رہیگا
مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شرح قواعد مین تیمم کے جواز کے سببون کی تفصیل کی ہے اور
اُن مین سے ظالم کے قید کر لینے کا حقدار کے حق مانگنے کا ڈر کہ جس کی ادا سے عاجز ہوا ہے
یا اپنے ساتھی کی پیاس کا خوف اپنی یا اور کی ناموس کا خوف تھوڑے یا بہت مال کے
تلف ہونے کا ڈر محترم جانور مثل گھوڑے وغیرہ کے پیاسے رہنے اور تلف ہونے کا ڈر ہے نہ
ایسے جانور کہ مثل کُتّے اور سُوّر کے ہون اور پیاس کا ڈر اس سے عام ہے کہ ضعف اور
ناتوانی کا مستلزم ہو یا کسی مرض کا موجب یا زیادتی کا سبب ہو یا سفر مین چلنے سے باز رکھے
اور جان کا ڈر یا کسی عضو کا خوف ہے اور بعض فقیہ کہتے ہین کہ پانی کے استعمال سے نماز
کے وقت مین تنگی ہونے پر پانی موجود ہونے مین تیمم جائز ہے مگر یہ قول ضعیف کیا گیا ہے
اور شیخ علی رح نے کہا ہے کہ اگر جلد پھٹنے کا ڈر فاحش نہو تو تیمم جائز نہین دوسری طرف

اُس چیز مین کہ جس سے تیمم کرسکین اور وہ ایسی چیز ہے کہ جسپر مٹی کا نام صادق آتا ہے اور تیمم کرنا
چونے کی مٹی سے جلانے سے پہلے اور گچ کی زمین سے اور قبر کی خاک اور تیمم کی ہوئی مٹی سے
جائز ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ خاک قبر سے مراد یہان وہ خاک ہے جو مُردے کے
بدن سے ملاصق ہے اور اُسپر نجاست کا حکم نہین ہوسکتا ہے کیونکہ تیمم کا جائز ہونا اور کسی مٹی سے
بیان کا محتاج نہین مقصود مصنف کا یہی ہے کہ مُردے کے بدن سے ملی ہوئی خاک پر اشتمال
نجاست سے نجاست کا حکم نہین کرسکتے ہین مگر یہ کہ مردے کو غسل نہ دیا ہو اور نجس ہو اور اگر مردے
کا بدن مستحیل ہوکر خاک ہوجائے تو خاک کا حکم رکھتا ہے اور غصبی خاک سے تیمم صحیح نہین
اور نہ نجس خاک سے اور نہ کیچڑ سے مٹی موجود ہونے پر اور جب کسی معدنی چیز سے مٹی مل جائے
اگر خاک اُسے مستہلک کرکے اُسپر غالب آجائے تو اُس سے تیمم کرنا جائز ہے اور نہین تو نہین
اور شورہ زار زمین پر اور ریت پر تیمم جائز نہین اور اونچی زمین پر تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر
خاک نہ مل سکے تو کپڑون کی اور زین کے نمدے کی اور گھوڑے کی یال کی گرد سے تیمم کرے
اور اگر یہ بھی نہو تو کیچڑ سے تیمم کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ کیچڑ سے تیمم کرنے کے طریق
مین علمانے اختلاف کیا ہے شیخین فرماتے ہین کہ دو ہاتھ اپنے کیچڑ مین چھوڑے پھر اپنے
دونون ہاتھون کو آپس مین ملے اور تیمم کرے اور بعضے کہتے ہین کہ دونون ہاتھ اپنے کیچڑ
مین چھوڑے اور صبر کرے کہ وہ کیچڑ ہاتھون پر سوکھ جائے اور اُس سے تیمم کرے اور کہا گیا
ہے کہ اگر کیچڑ نہوگی تو نماز ساقط ہوجائیگی اسلیے کہ نماز کی شرط طہارت ہے واذا فقد الشرط
فقد المشروط کذا فی المدارک یعنی اور جسوقت کہ نہین پائی جاتی ہے شرط تو نہین پایا جاتا ہے
مشروط اسیطرح مدارک مین ہے ۔ تیسری طرف تیمم کی کیفیت کے بیان مین ۔ نماز کا وقت
داخل ہونے کے پہلے تیمم کرنا صحیح نہین اور اُسوقت مین صحیح ہے کہ جسوقت نماز کا وقت
تنگ ہو اور وقت کی گنجایش مین تیمم جائز ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور احوط یہ ہے
کہ وسعت وقت کی صورت مین تیمم نہ کرے اور تیمم مین نیت اور فارغ ہونے تک ہمیشہ حکم
نیت مین رہنا واجب ہے اور ترتیب واجب ہے اسطرح پر کہ پہلے اپنے دونون ہاتھ زمین
پر مقارن نیت کے مارے پھر اُن دونون ہاتھون سے اپنی پیشانی کا مسح سر کے بال

اُگنے کی جگہ سے ناک کے کنارے تک کرے پھر داہنے ہاتھ کے ظاہر کا مسح بائین ہاتھ کے باطن سے پھر بائین ہاتھ کے ظاہر کا مسح داہنے ہاتھ کے باطن سے کرے اور بعضے فقیہ کہتے ہین کہ سارے منھ کا اور دونون ہاتھون کا کہنیون تک مسح کرے اور پہلا قول اظہر اور کافی ہے اور وضو کی بدل کے تیمم مین ایک ضربت منھ اور ہاتھون کے لیے ہے اور غسل کے بدل مین دو ضربتین ہین اور بعضے کہتے ہین کہ دونون تیممون مین دو دو ضربتین چاہیے اور بعضے کہتے ہین کہ دونون تیممون مین ایک ہی ضربت ہے اور اظہر پہلی تفصیل ہے اور اگر دونون ہتیلیان کسی کی کٹی ہونگی تو اُن دونون کا مسح ساقط ہو جائیگا فقط پیشانی کے مسح پر اقتصار کریگا اور اگر تھوڑی تھوڑی کٹی ہونگی تو باقیون پر مسح کریگا مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ ہتیلیان کٹے ہوے کو پیشانی کے مسح پر اکتفا کرنے کو شیخ علی رح نے کہا ہے اور یہ دو طریقون سے ہوسکتا ہے ایک تو یہ ہے کہ پیشانی خاک پر ملے دوسرا یہ کہ بند دست کو خاک مین بھر کر اُسسے پیشانی کا مسح کرے اور واجب ہے کہ مذکور موضع کا پورا پورا مسح کرے پھر اگر کسی موضع مین سے کچھ کا مسح کرے اور کچھ کا نکرے تو تیمم باطل ہے اور مستحب ہے زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد دونون ہاتھون کو جھاڑے اور اگر تیمم کرے اور اُسکے بدن پر اعضائے تیمم کو چھوڑ کر کوئی نجاست ہو تو بھی اُسکا تیمم صحیح ہے جیسا کہ اگر پانی سے طہارت کرے اور اعضاے وضو چھوڑ کر کہین اُسکے بدن پر نجاست ہو لیکن تیمم مین وقت نماز کی تنگی معتبر ہے کہ اُس صورت مین بدن کے اجزا کی نجاست کے ساتھ تیمم جائز ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ بدن سے نجاست کا چھڑانا بھی اُسوقت معفو ہے اسلیے کہ تنگی وقت اس سے عبارت ہے کہ تیمم اور نماز بجا لانے بھر کے وقت سے بڑھکر نہو اور وسعت وقت کی صورت مین پہلے ازالہ نجاست کا کریگا پھر تیمم کریگا اور اگر پہلے تیمم کریگا تو تنگ وقت مین نہ واقع ہوگا اور یہ مسئلہ وسعت وقت مین تیمم نہ جائز ہونے پر متفرع ہے جیسا کہ بعض فقیہون نے کہا ہے چوتھی طرف تیمم کے حکمون مین اور وہ دس حکم ہین پہلا حکم جو تیمم سے نماز پڑھیگا وہ اعادہ نہ کریگا خواہ حضر مین ہو خواہ سفر مین اور بعضے کہتے ہین کہ جو شخص اپنے کو عمداً جنب کرے پھر پانی کے استعمال مین جان سے ڈرے تو تیمم کریگا اور نماز پڑھیگا اور ازالۂ عذر پر اعادہ کریگا اور جسکا وضو مسجد جامع مین ٹوٹ جائے اور لوگون کے اژدحام کے مارے وہان سے باہر نہ آسکے نماز تیمم سے بجا لائیگا پھر باہر نکلنے پر اعادہ کریگا اور اسیطرح جسکے

وہ شخص ہے کہ جسکے بدن پر کوئی نجاست ہو اور پانی نہو کہ ازالہ نجاست کرے تو اُسی حالت مین نماز
پڑھیگا اور اُسکے بعد اعادہ کریگا اور اظہر اُنمین اعادہ نہ کرنا ہے دوسرا حکم مصلی پر واجب ہے کہ پانی
کی جستجو کرے پھر اگر جستجو نکرے اور نماز تیمم سے پڑھلے پھر پانی اپنے ساز و سامان مین یا اپنے ساتھی
کے سامان مین پانی پائیگا تو اعادہ نماز کا کریگا تیسرا حکم جو کہ پانی نپائے اور نہ وہ چیز کہ جس سے تیمم
کر سکے قید اور نجس جگہ مین ہونے سے تو بعضے فقیہ کہتے ہین کہ بے وضو اور بے تیمم نماز پڑھ لیگا اور پھر
اعادہ کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ نماز مین تاخیر کریگا یہانتک کہ عذر برطرف ہو جائے پھر اگر نماز کا وقت
جاتا رہیگا تو قضا کریگا اور یہان ایک اور مذہب ہے اور وہ یہ ہے کہ اِس صورت مین نماز ادا و اور
قضا معاف ہے اور یہی اشبہ ہے چوتھا حکم نماز مین داخل ہونے سے پہلے پانی پاجائیگا تو تیمم
جاتا رہیگا وضو کریگا اور نماز پڑھیگا اور اگر نماز پڑھ لینے کے بعد پانی پائیگا تو اعادہ واجب نہوگا اور اگر
نماز کے درمیان مین پانی پائیگا بعضون نے کہا ہے کہ نماز سے پھر پڑیگا اور وضو کریگا اگر رکوع سے
پہلے پائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ نماز کو پورا کریگا گو فقط تکبیر احرام کہہ چکا ہوگا اور نماز کو نہ توڑیگا اور یہی
اظہر ہے پانچوان حکم جو پانی سے طہارت کرنیوالیکو مباح ہوتا ہے وہی تیمم کرنیوالیکو مباح ہوتا ہے چھٹا حکم جہان کہ
مُردہ اور صاحب حدث اصغر اور جنب جمع ہون اور وہان پانی اتنا ہی ہو کہ اُنمین سے ایک کی
طہارت کو کفایت کرتا ہو اِس صورت مین اگر وہ پانی ان تینون مین سے ایک کی ملک ہوگا تو
اُسی سے مخصوص رہیگا اور اگر تینون کی ملک ہو یا اُسکا کوئی مالک ہی نہو یا مالک ہو کہ وہ تینون کو
بخشتا ہو تو اِس صورت مین بہتر یہ ہے کہ وہ پانی جنب کو دین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مُردے کو دین
اور اِسمین تردد ہے ساتوان حکم جب جنب تیمم غسل کے بدلے کرے اور حدث صادر ہو تو اعادہ تیمم
کا کریگا خواہ وہ حدث اصغر ہو خواہ اکبر ہو آٹھوان حکم جب پانی کے استعمال کی قدرت بہم ہوتی ہے
تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور نماز کے وقت کے گذر جانے سے نہین ٹوٹتا ہے جبتک حدث صادر نہ ہو یا
پانی بہم پہونچے نوان حکم جسکے بعضے عضوون مین مرض ہو کہ اُس سے اُنکے دھونے پر قادر نہو
اور اُنکے مسح پر بھی قدرت نرکھتا ہو تو اُسے جائز ہے کہ تیمم کرے اور جائز نہین کہ بعضونکو دھوئے اور
بعضون کو نہ دھوئے اور بے دھوئے عضو کے بدلے تیمم کرے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین یہ شافعی
پر رد ہے کہ وہ یہ کہتے ہین کہ جسکے بعضے عضو صحیح اور بعضے بیمار ہون تو اُسے چاہیے کہ اچھون کو دھوئے اور

بیمارون کے بدلے مین تیمم کرے اور شیخ علی علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ اگر پورا پورا مغسول یا ممسوح بیمار ہو تو
وضو اور غسل کے بدلے تیمم کرے اور اگر کچھ عضو یا عضو مین سے مریض ہو تو واجب ہے کہ اُسکے اطراف کو دھوئے
کہ وہ بیمار نہون اور مرض کے مقام پر اگر جبیرہ ہو تو اُسپر مسح کرے اور پانی موجود ہونے پر نماز جنازہ کیلیے
سُنّت نیت سے تیمم کرنا جائز ہے اور نماز جنازہ کے سوا کوئی اور نماز اس تیمم سے پڑھنا جائز نہین ۔
چوتھا رکن نجاستون اور اُنکے حکمون کے بیان مین ۔ قول نجاستون مین نجاستین دس ہین ۔
پہلی دوسری پیشاب پاخانہ اُس جانور کا ہے کہ جسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس شرط سے کہ نفس سائلہ
یعنی جہندہ خون رکھتا ہو خواہ اُس جانور کی جنس حرام ہو جیسے شیر بلّی ہے خواہ اُسے حرمت عارض
ہوئی ہو جیسے نجاست خوار مرغ گائے ہے اور خون جہندہ نہ رکھنے والے حرام گوشت جانور کے پیشاب
اور فضلے مین تردد ہے اور بسبطر چیر خانگی مرغ جو نجاست خوار نہو اسکی بیٹ مین تردد ہے اظہر طہارت
ہے تیسری منی ہے اور وہ نجس ہے جس حیوان کی کہ ہو خواہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو خواہ نکھایا جاتا
اور جہندہ خون نہ رکھنے والے جانور کی منی مین تردد ہے اور طہارت اشبہ ہے چوتھی مرا جانور
اور مُردہ جانورون مین سے نجس نہین مگر جو خون جہندہ رکھتے ہین اور جو جانور مرنے سے نجس ہو جاتا
ہے تو جو ٹکڑا اُس حیوان کے جسم سے کاٹ لین گے گو وہ جانور زندہ بھی ہو تو بھی یہ ٹکڑا نجس ہیگا اور
ایسے مُردے مین سے وہ چیزین پاک ہین کہ جنمین حیات کی سرایت نہین ہوتی جیسے بال اور ہڈیان
ہین مگر یہ کہ وہ جانور نجس العین کتّے سُور کافر کی طرح ہو تو اُسکے بال اور ہڈیان بھی اظہر یہ نجس ہین
اور غسل واجب ہے اُس شخص پر جو آدمی کے مُردے کے کسی عضو سے تینون غسلون کے پہلے اور موت
سے سرد ہونے کے بعد اپنے کسی عضو کو چھوائے اور یہی حکم ہے اُس عضو کے ٹکڑے کا جو آدمی کے
بدن سے کاٹ لیا جائے گو حالت حیات مین کاٹا ہو اس شرط سے کہ اُس ٹکڑے مین ہڈی ہو اور
واجب ہے ہاتھ دھونا اُس شخص پر جو آدمی کے کسی کٹے ٹکڑے کو مس کرے کہ جسمین ہڈی نہو یا مس
کرے غیر آدمی کے سوا اُس مُردہ جانور کو کہ جہندہ خون رکھتا ہو اور پانچوین نجاست خون اُوس
ذی روح کا ہے کہ جسکے لیے جہندہ خون ہے اور جس جانور کا خون بوند بوند نکلے جیسے مچھلی چھپکلی
وغیرہ ہے تو اُسکا خون نجس نہین چھٹی ساتوین کُتّا اور سُوّر ہے اور یہ دونون نجس العین ہین
اور انکا لعاب دہن بھی نجس ہے اگر کُتّا کسی مادہ جانور سے جفتی کھائے اور اُس سے بچہ پیدا ہو

تو جس بچے کو دیکھنا چاہیے کہ کونسا نام اُسپر صادق آتا ہے پھر جس کا نام اُسپر صادق آئیگا اُسیکا
حکم رکھیگا اور کتے اور سؤر کے سوا جانوروں میں سے کوئی نجس عین نہیں اور لومڑی اور خرگوش اور
چھپکلی میں تردد ہے اور اظہر طہارت ہے آٹھوین نجاست نشہ والی چیز اصل میں بہتی ہوئی چیز
جیسے انگور اور خرمے وغیرہ کی شراب ہے اسکی تنجیس میں بعضے علماء نے خلاف کیا ہے اظہر نجاست ہے
اور مسکر یعنی نشہ والی چیز کے حکم میں انگور کا شیرہ ہے جسوقت کہ جوش کھائے یعنی اُس کے اجزاء
نیچے کے اوپر آجائیں اور گاڑھا پڑ جائے غلیان کے سبب سے گو نشہ نہ کرے مترجم جامع الرضوی
کہتے ہیں کہ شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مجرد غلیان غلظت انہیں آجاتی ہے گو محسوس نہو
اور صاحب شرائع نے اپنی بعضی کتابوں میں کہا ہے کہ شیرۂ انگور فقط غلیان سے حرام ہوجاتا ہے
اور نجس نہیں ہوتا ہے جبتک غلظت نہیں پیدا کرتا ہے اور فقط غلیان پر بھی احوط اجتناب ہے
اور غلیان عام ہے کہ دھوپ سے ہو یا آگ سے ہو یا آپ سے آپ جوش آجائے نوین نجاست
فقاع ہے اور اسکی علماء نے تفسیر جو کی شراب سے کی ہے کہ اُسے جو کے پانی سے بناتے ہیں
دسوین نجاست کافر ہے اور کافر وہ شخص ہے جو مسلمانی سے خارج ہے یا وہ ہے کہ ملت اسلام
میں ہو اور کسی کا ضروریات اسلام میں سے منکر ہو جائے مثل خارجیوں کے اور غالیوں کے
اور پسینے میں اُس شخص کے جو حرام سے جنب ہوا ہے اور نجاست خوار اونٹ کے پسینے اور مسخ
جانوروں کے پسینوں میں خلاف ہے اور اظہر طہارت ہے اور ان دس چیزوں کے سوا
کوئی اور چیز ذات سے نجس نہیں لیکن نجاست عارض ہو اور نجاست کی ملاقات سے نجس ہو جائے
اور خچروں اور گدھوں اور چوپایوں کے پیشابوں کا استعمال مکروہ ہے قول نجاستوں کے
حکموں میں نجاستوں کا ازالہ کپڑوں سے اور بدن سے نماز اور طواف اور مسجد میں جانے کیلیے
اور ازالہ برتنوں سے استعمال کے لیے واجب ہے اور کپڑوں سے اور بدن سے زخموں اور
پھوڑوں کے خونوں کا ازالہ معاف ہے جبتک نہ رکیں گو بہت ہوں اور درہم بغلی کے برابر
وسعت میں خون نجس کا بھی ازالہ معاف ہے سو حیض اور استحاضہ اور نفاس کے کہ انکا ازالہ
معاف نہیں مترجم جامع الرضوی کہتے ہیں کہ نجس العین کا خون اور میتہ کا خون بھی معاف نہیں گو
درہم بغلی سے کم ہو شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر اور جو نجس خون درہم بغلی سے زیادہ ہو گا اُسے دور کرینگے

اگر مجتمع ہوگا اور اگر متفرق ہوگا تو اُسمین تین مذہب ہین بعضے کہتے ہین کہ معاف ہے اور بعضے کہتے ہین
کہ ازالہ واجب ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر غلاظت ہو تو ازالہ واجب ہے اور اگر کم ہو تو معاف ہے
اور پہلا قول اظہر ہے اور جائز ہے نماز پڑھنا اُن چیزون مین کہ جو دونون شرمگاہون کے ساتر نہ ہو
ہرچند وہ نجس بھی ہون جیسے ازاربند اور جراب اور موزہ اور ٹوپی ہے کہ ایسا نجاست معفو ہے ستر جسم
جامع الرضوی کہتے ہین کہ بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ غیر ساتر چیزون کے نجاست کہ جیسے ازاربند وغیرہ
اُس صورت مین معاف ہے کہ یہ چیزین اپنے مقام پر ہون جیسے ازاربند ازار مین ٹوپی سر پر موزہ پانون
مین ہو اور اگر یون نہون تو معاف نہین اور بعضے مطلق معاف جانتے ہین اور اب قلیل سے نجاستون
کے کپڑون سے دھونے مین نچوڑنا واجب ہے مگر یہ کہ نجاست دودھ پیتے بچے کے پیشاب کی ہو کہ ابھی
اناج نہ کھاتا ہو اور دو دن رضاعت کے پورے نہوئے ہون کہ وہ دو برس ہین کہ اس نجاست مین نچوڑنا
واجب نہین پانی ڈالنے سے طہارت ہو جائیگی اور جب نجاست کی جگہ معلوم ہو تو اُسے دھونا واجب ہے
اور اگر جگہ نامعلوم ہو تو سارے مشتبہ مقامون کا دھونا واجب ہے اور کپڑے اور بدن کو پیشاب کی
نجاست کے لیے دو بار دھونا چاہیے اور اگر کتا اور سوٗر اور کافر تر کپڑے سے چھو جائے تو ملاقات کے
مقام کو دھونا واجب ہے اور اگر خشک ہو تو سنت ہے کہ اُسپر پانی چھڑک دے اور اگر آدمی کے تر بدن
سے لگجائے تو دھو ڈالے اور اگر بدن خشک سے ملے تو بعضے کہتے ہین کہ موضع ملاقات کو مٹی سے
مسح یعنی رگڑے اور یہ ثابت نہین اور جب نماز پڑھنے والا نجاست کا ازالہ کپڑون سے یا بدن سے
ترک کریگا تو نماز کا اعادہ وقت رہنے پر ادا سے اور وقت گزرنے پر قضا سے کریگا اور اگر نجس نجانتا تھا اور نماز کے بعد
نجاست معلوم ہوئی تو اُسپر اعادہ یعنی پھر سے نماز پڑھنا واجب نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وقت
باقی ہے تو اعادہ کریگا اور گذر گیا ہے تو قضا نکریگا اور اول اظہر ہے اور اگر نجاست کو کپڑون مین یا
بدن مین اثنائے نماز مین دیکھے بس اگر اُسکا اُتار ڈالنا اور ستر عورت تو نکالنے اُسکے ممکن ہو تو یہی واجب
ہے اور نماز پوری کرے اور اگر یہ ممکن نہو بے ایسے فعل کے کہ نماز کے منافی ہے یعنی فعل کثیر ہے تو
نماز نئے سرے سے پڑھیگا اور جو عورت کہ بچے کی پالنے والی ہو اور ایک کپڑے کے سوا نہین رکھتی ہے تو اُسکو بہ
مین اُس کپڑے کو ایک مرتبہ دھو کر پاک کریگی اور اگر اخیر دن دھوئے اور ظہر مین اور مغرب مین کہ
لباس پاک سے پڑھے تو بہتر ہے اور اگر دو کپڑے رکھتی ہے کہ ایک پاک اور دوسرا نجس ہے اور

معلوم نہ رہے پاک اور ناپاک تو اسمین بھی [illegible] اگرچہ کہ وقت تنگ ہو کہ اتنی نماز مین اسوقت مین عمل مین نہ آئین تو اس [illegible] اگر کیا [illegible] اور نہین تو ایک کپڑے مین ان دو مین سے نماز پڑھ [illegible] طہارت [illegible] کا اعادہ کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ اعادہ درکار نہین اور یہی اشبہ ہے اور جب آفتاب [illegible] پیشاب کو اور اسکی امثال کو کہ جرم دار نہو نجاست مین سے [illegible] ہے تو موضع نجاست پاک ہو جاتا اور اسی حکم مین ہے جو کہ غیر منقول ہے مثل گھانس [illegible] اگی ہو جبتک کہ اسے نہ کاٹین اور بنائین یعنی مکان کی دیوار [illegible] کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے شرح قواعد مین فرمایا ہے کہ بعضے فقہا قائل ہوئے ہین کہ آفتاب [illegible] اور حصیر اور زمین پر منحصر ہے نہ اور [illegible] نہ نجاست سے طہارت کہ اگر رطوبت کے ساتھ [illegible] عموم طہارت ہونے کا اور انحصار نہونے کا ان تینون مین تصریح کرتا ہے اور [illegible] کہ اگر عین نجاست مثل پیشاب کی زردی کے متغیر باقی رہے [illegible] تابش آفتاب سے [illegible] ہوتا ہے اور جب آفتاب سکھا دیتا ہے تو مقام کے ظاہر و باطن کو مذکورہ چیزون مین سے تو وہ تمام مقام پاک ہو جاتا ہے اور آگ بھی جسکا استحالہ کرتی ہے یعنی اسکے نام کو بدل دیتی ہے اور راکھ اور دھوان کر دیتی ہے تو اسے پاک کر دیتی ہے اور خاک بھی موزے کے باطن اور تلوے اور جوتے کے تلے کو نجاست سے پاک کرتی ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ پتھر اور ریت اور زمین شورہ زار اور جو کچھ کہ سر زمین کے نام کا اطلاق کر سکین وہ ان مذکورہ اشیا کے مطہر ہین اور سوکھنا انکا اور زوال عین نجاست بھی تطہیر کی شرط ہے اور زمین پر چلنا وغیرہ اظہر پر شرط نہین اور مینھ کا پانی برسنے کے حال مین اور پرنالہ وغیرہ کے بہنے کے حال مین نجس نہین ہوتا مگر جبکہ نجاست وغیرہ اسے متغیر کر دے یعنی رنگ بو مزے مین سے کوئی نجاست سے بدل جائے اور غسالۂ نجاست یعنی نجاست کا دھوون نجس ہے خواہ پہلا دھوون ہو خواہ دوسرا خواہ نجاست کا رنگ لیے ہو خواہ مغسول پر عین نجاست باقی ہو خواہ پاک ہو گیا ہو اور اظہر یہی حکم نجس برتنون مین ہے اور غسالہ وہ پانی ہے جو دھونے مین نجاست کے جدا ہوتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر ایکڈول

پانی نجاست زمین پر ڈالین تو زمین کو پاک کر دیتا ہے اور پانی خود اپنی طہارت پر باقی رہتا ہے
اور صحیح یہ ہے کہ اگر ڈول ایک گز بھر کا ہوگا تو پاک کر دیگا اور نہیں تو نہین **قول** برتنون مین سونے
چاندی کے برتنون مین کھانا پینا جائز نہین اور کھانے پینے کے سوا مین بھی چاندی سونے کے
برتنون کا استعمال حرام ہے اور نقرہ کوب اور طلا کوب یعنی بدری روپہلی اور سنہری برتنون کا
استعمال مکروہ ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر نقرہ کوب کا استعمال کرین تو واجب ہے کہ
چاندی کے مقام سے پرہیز کرین اور انسے غیر استعمال کے لیے برتن بنانے مین تردد ہے اور ظاہر
منع ہے اور چاندی سونے کے برتنون کے سوا کانی چیزون کے برتنون کا استعمال حرام نہین
گو اُن کانی چیزون کی قیمت چاندی سونے کی قیمت سے کئی گنی ہو مثل جواہرات کے اور مشرکون
کے برتن پاک ہین یہانتک کہ خواہ احساس سے خواہ قرائن کی مقرون یقین کی فائدہ دینے والی
خبر سے نجاست معلوم ہو جائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے کہا ہے
کہ مشرکون کے برتن خواہ مستعمل ہون خواہ غیر مستعمل ہون پاک ہین جبتک اُنکی نجاست کا
یقینی علم نہو جائے اور برتنون کے حکم مین وہ چیز ہے جو اُنکے ہاتھ مین پوست اور گوشت کے سوا ہو
یہانتک کہ بہتی چیزین جبتک کہ یہ معلوم نہو کہ اُنھون نے اِن چیزون سے تری کے ساتھ مباشرت
یعنی ملاقات کی ہے اور علامہ نے تذکرۃ الفقہاء مین بعضی چیزون مین توقف کیا ہے اور انکی
طہارت کا سبب یہ ہے کہ جو کچھ نجس العین کے سوا ہے واجب ہے کہ اُسکی طہارت کا حکم کرین
اسلیے کہ اشیا مین اصل طہارت ہے اور نصوص کی عموم بھی اسی پر دلالت کرتے ہین جبتک کہ کسی
عینی نجاست کی ملاقات کا یقین کسی یقین کے مفید طریق سے حاصل نہو اور ظن اس بات مین
مفید نہین اسلیے کہ ظن شرع مین معتبر نہین جبتک کہ کسی شرعی حجت سے مستند نہو اور ظن کی پیروی
کی مناہی قرآن مجید مین عام ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہین ما ابالی ابول
اصابنی ام ماء یعنی مین پروا نہین کرتا ہون آیا پیشاب مجھپر پڑا ہے یا پانی جسوقت کہ مین علم
نہ رکھتا ہون اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ کل شئی طاہر حتی تعلم انہ قذر
یعنی ہر چیز پاک ہے یہانتک کہ معلوم ہو جائے کہ وہ نجس ہے اور وہی حضرت فرماتے ہین کہ
جب کوئی محتلم ہو یعنی اُسے نہانے کی حاجت ہو اور منی اُسکے کپڑے پر پہونچے بس وہ ڈالے

اُس چیز کو کہ جسپر وہ منی پہونچی ہے اور اگر گمان کرے کہ اُسپر پہونچی ہے اور یقین نہ رکھتا ہو تو اسپر
پانی چھڑک دے اور عبد اللہ بن سنان نے بھی اُنھین حضرت سے روایت کی ہے کہ مین نے
حضرت سے پوچھا کہ مین کپڑے مانگے دیتا ہون ذمی کو اور مین جانتا ہون کہ وہ شراب پیتا ہے
اور سؤر کا گوشت کھاتا ہے اور وہ کپڑے میرے مجھے پھیر دیتا ہے اُسے مین دھولون پھر نماز
بجالاؤن مین حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اُسمین تو نماز پڑھ اور نہ دھو اُسے اِس سبب
سے کہ تو نے اُسے مانگے دیے تھے جب وہ پاک تھے اور نجاست کا یقین تو نہ رکھتا تھا بس کوئی
باک نہین ہے اگر اُسمین تو نماز پڑھے جبتک کہ یقین نجاست کا تجھے نہو جائے اور حدیث مین
معویہ ابن عمار رضہ سے وارد ہوا ہے کہ کہا اُسنے کہ سوال کیا مین نے حضرت صادق علیہ السلام
سے ساتر کپڑون کا کہ مجوس بناتے ہین اور وہ نجس ہین اور شراب پیتے ہین اور اُنکی عورتین
بھی اسی حال مین رہتی ہین مین اُنھین نہ دھوؤن اور نماز پڑھون آن حضرت نے فرمایا
کہ ہان راوی کہتا ہے کہ مین نے ایک کپڑا اُسمین سے قطع کیا اور ایک پیرہن بنایا مین نے
اور ایک چادر مین نے بنائی اور اُسے جمعہ کے دن چاشت کے وقت حضرت کی خدمت
مین مین نے بھیجا بس گویا حضرت میرا مطلب جانتے تھے بس برآمد ہوئے اور اُس لباس کو
نماز جمعہ مین پہنا اور حدیث صحیح مین مروی ہے کہ مجوسی کے کپڑون مین نماز پڑھنے کو لوگون
نے پوچھا حضرت نے فرمایا پانی اُسپر چھڑک لین اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ
اُن حضرت سے درزی اور دھوبی کے امرمین پوچھا کہ یہودی یا نصرانی ہو اور آپ جانتے ہین کہ یہ قوم
موتی ہے اور اپنے کو پاک نہین کرتی ہے تو آپ اِنکے کام مین کیا فرماتے ہین بس حضرت نے فرمایا کہ
کوئی باک نہین ہے اور کسی پوست کا استعمال جائز نہین مگر اُس جانور کا پوست کہ زندگی کے وقت مین
پاک اور مذبوح ہوا ور غیر ماکول طاہر جانور کے پوست سے پرہیز کرنا سنت ہے یہانتک کہ ذبح کے
بعد دباغت کرلین اور شراب کے برتنون مین سے دھونے کے بعد اُس برتن کا استعمال کر سکتے
ہین کہ جسپر قیر ملا ہو یا روغن پھرا ہو اور مکروہ ہے شراب کے چوبی برتن اور اُسکی تونبی اور اُسکے سفال
کا استعمال کہ جسپر روغن نہ پھرا ہو اور کتے کے چاٹنے سے تین مرتبہ برتن کو دھونا چاہیے اصح قول کہ پہلی مرتبہ
خاک سے اور سؤر اور جنگلی چوہے کے چاٹنے سے پانی سے تین بار دھونا چاہیے اور سات مرتبہ بہتر ہے

اور ان مین سے ہر ایک کے ساتھ بسم اللہ کہنا چاہیے اور تین مرتبہ دھوئے

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب نماز کے بیان مین ہے اور نماز کا جاننا چار رکنون کے بیان کو مقتضی ہے۔
پہلا رکن نماز کے مقدمون مین اور وہ سات ہین پہلا مقدمہ نمازون کی گنتی مین ہے اور واجبی نمازین نو ہین رات دن کے پانچ وقتون کی نماز نماز جمعہ۔ نماز عیدین۔ نماز کسوف۔ نماز زلزلہ۔ نماز آیات۔ نماز طواف کعبہ۔ نماز میت۔ عہد و نذر و قسم سے واجب نماز۔ اور ساری نمازین نماز کی قسم مین سے ان نو نمازونکے سوا سنت ہین اور رات دن کی نمازین پانچ ہین اور وہ حضر مین سترہ رکعتین ہین نماز صبح کی دو رکعتین اور شام کی تین رکعتین اور باقی ہر ایک کی چار چار رکعتین ہین اور ہر ایک چو رکعتی نماز ہین سے سفر مین دو دو رکعتین ساقط ہو جاتی ہین اور یومیہ نوافل کی حضر مین اظہر یہ چونتیس رکعتین ہین آٹھ ظہر سے پہلے اور آٹھ عصر سے پہلے اور شام یعنی مغرب کے بعد چار رکعتین اور عشا کے بعد دو رکعتین بیٹھکر کہ ایک رکعت گنی جاتی ہین اور گیارہ رکعتین نماز شب کی شفع کی دو رکعتون کے اور وتر کی ایک رکعت کے ساتھ اور نماز صبح کے لیے دو رکعتین ہین اور سفر مین ظہر اور عصر کا نافلہ اور دیرہ کہ وہ دو رکعتین بعد عشا کے بیٹھکر ہین اظہر یہ ساقط ہو جاتی ہین اور نوافل سارے دو رکعتی ایک تشہد اور سلام سے ہین مگر نماز وتر کہ ایک رکعت کی ہے اور نماز اعرابی کی دس رکعتین صبح اور ظہرین کی نمازون کی طرح رکعتون کی گنتی مین اور ترتیب مین ہین اور باقی نمازین تفصیل سے اُنکے مقامون مین انشاء اللہ تعالی بیان کیجائینگی دوسرا مقدمہ نماز کے وقتون مین اور اُنکی مقدارون مین اور حکمون مین پہلے درمیان زوال آفتاب کے غروب تک ظہر اور عصر کی نمازون کے وقت ہین اور اول وقت زوال سے طہارت اور ظہر کی چار رکعتین بجا لانے بھر کا ظہر کی نماز کا مخصوص وقت ہے اور آخر وقت عصر کی چار رکعتین پڑھ لینے بھر کا عصر کا مختص وقت ہے اور درمیان اول وقت ظہر سے آخر وقت عصر تک دونون نمازون کا مشترک وقت ہے اور اسیطرح پر جسوقت آفتاب غروب کرتا ہے مغرب کی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے اور اول وقت مذکور سے طہارت اور تین رکعتین مغرب کی بجا لانے بھر کا وقت مغرب سے مخصوص ہے پھر اُسوقت سے آدھی رات تک مغرب اور عشا کی نمازون مین وقت مشترک رہتا ہے اور آخر وقت مین سے عشا کا فریضہ بجا لانے بھر کا وقت عشا سے مختص ہے۔

مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ دو نمازوں مین وقت کے اشتراک کا فائدہ یہ ہے کہ مثلاً اگر عصر کی نماز کو ظہر سے
پہلے کوئی بھولکر پڑھلے تو اس صورت مین اگر مشترک وقت مین پڑھی ہوگی تو نماز صحیح ہوجائیگی اور اعادہ نکرنا پڑیگا
اور اگر ظہر کے مخصوص وقت مین عصر کو پڑھ لیا ہو تو اعادہ کرنا ضرور پڑیگا۔ اور دوسرا صبح کے طلوع
سے کہ وہ وقت آسمان کے کنارون مین سپیدہ کے پھیلنے کا ہے آفتاب کے نکلنے تک صبح کی نماز
کا وقت ہے اور زوال آفتاب کا اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ انتہا سے گھٹ جانے کے بعد سایہ
زیادہ ہوتا ہے یا قبلہ رُخ کھڑے ہونے پر آفتاب کے داہنی ابرو کی طرف میل کرنے سے دریافت
ہوتا ہے اور یہ امر صاحب شرائع کے ملکون مین ہے کہ اُنکا قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان مین
ہے اور آفتاب کا غروب قرص کے چھپ جانے سے معلوم ہوتا ہے اور بعضون نے کہا ہے
شرقیہ سُرخی کے دُور ہوجانے سے دریافت ہوجاتا ہے اور یہی اظہر ہے اور بعضے علما کہتے ہین
کہ آفتاب کے زوال کے درمیان سے چیز سے اُسکے سایہ کے برابر ہونے تک ظہر کا وقت ہے اور ظہر
کے امکان فراغ سے سایہ کے دوبرابر ہونے تک عصر کا وقت ہے اور برابری پہلے سایہ کے
ساتھ ہے کہ نہایت انتقاص کے وقت مین باقی رہا تھا اور بعضے کہتے ہین کہ شخص کے قامت
کے ساتھ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ سایہ کے چار قدم بڑھنے کے وقت تک ظہر کا وقت ہے اور
آٹھ قدم تک عصر کا وقت ہے اور ایک قدم کی مقدار شخص کے قامت کا ساتوان حصہ ہے
یہ وقت مختار کے لیے ہے اور باقی جو کچھ کہ زیادہ اس سے بیان ہوا ہے کہ وہ آفتاب کے غروب
تک ہوتا ہے مضطر کا وقت ہے کہ کوئی عذر رکھتا ہو مثل مرض وغیرہ کے اور اسیطرح غروب
آفتاب سے مغرب کی سُرخی برطرف ہونے تک مغرب کی نماز کا وقت ہے اور مغربیہ سُرخی برطرف
ہونے سے ثلث شب تک عشا کا وقت ہے اور یہ وقت مختار کے لیے ہے اور اس سے زیادہ
آدھی رات تک مضطر کا وقت ہے اور بعضون نے صبح کے طلوع تک بھی کہا ہے اور دوسری
صبح کے طلوع سے شرقی سُرخی کے نکلنے تک صبح کی نماز کا وقت ہے اور یہ وقت مختار کے لیے ہی
اور اس سے زیادہ آفتاب کے نکلنے تک مضطر کے لیے ہے اور مصنف شرائع فرماتے ہین کہ میرے
نزدیک یہ وقت فضیلت کے ہین نوافل نماز یومیہ کے اوقات۔ ظہر کی نوافل کا وقت
زوال سے سایہ کے گھٹ کر دو قدم بڑھنے تک ہے اور عصر کے لیے چار قدم ہین اور بعضون نے

کہا ہے کہ وہان تک ہے کہ جہان تک وقت اختیار مذکور باقی رہے اور بعضے کہتے ہین کہ نافلہ کا
وقت فریضہ کے وقت کے ساتھ ہی ممتد ہوتا ہے اور اول قول زیادہ مشہور ہے اور اگر نافلے کا وقت
نکلجائے اور حال یہ ہو کہ نافلہ شروع کرچکا ہو گو ایک ہی رکعت پڑھے تو نافلہ سے فریضہ مزاحم ہوگا
یعنی نافلہ تخفیف سے حمد کے ساتھ بے سورے کے تمام کرے پھر فریضہ شروع کرے اور اگر نافلے کا
وقت گزر جائے اور ہنوز نافلہ مین کچھ ادا نہ کیا ہو اس صورت مین فریضہ مین شروع کریگا اور
جمعہ کے دن کے سوا ظہر کے نافلے کی تقدیم زوال آفتاب پر جائز نہین اور جمعہ کے دن کے نافلہ
مین چار رکعتین زیادہ کرے دو رکعتین زوال کے لیے کہ زوال کے بعد بجالائے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ جمعہ کے دن کے نوافل ہین دو رکعتین زوال کے وقت مین ہین اور چھ
رکعتین آفتاب کے نور پھیلنے کے وقت اور چھ رکعتین نصف النہار کے وقت اور انہین جمعہ کے
دن کے نوافل کی نیت چاہیے اور ظاہر یہ ہے کہ زیادتیان جمعہ کی ادا سے مخصوص نہین بلکہ اگر
جمعہ کے دن ظہر بھی پڑھین تو بھی ان نوافل کو بجالائین شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر سب جمعہ
کے دن نوافل کی رکعتین بیس ہوئین اور غیر جمعہ مین سولہ رکعتین ہین کہ جسمین چار جمعہ کو بڑھائی
جاتی ہین اور مغرب کے نافلہ کا وقت نماز مغرب کے بعد سے غربی سرخی کے زوال تک ہے
پھر اگر غربی سرخی کے زوال کا وقت پہونچ جائے اور نافلے کو تمام نہ کیا ہو عشا کے فریضہ کو شروع
کریگا اور دو رکعتین بیٹھکر عشا کے بعد ہین اور انکا وقت عشا کے فریضہ کے وقت تک ممتد ہوتا ہے
اور سزاوار ہے کہ عشا کی نافلے کو اپنے نوافل کا خاتمہ قرار دے اور نماز شب کا وقت آدھی رات
کے بعد سے ہے اور جسقدر صبح سے زیادہ نزدیک ہو اسیقدر بہتر ہے اور آدھی رات پر نماز شب
کی تقدیم جائز نہین مگر اس مسافر کے لیے کہ جسے اسکے بجالانے کو اسکا اہتمام حال مانع ہو یا وہ
جوان کہ جسے اسکے دماغ کی رطوبت اور نیند کی شدت مانع ہو اور نماز شب کی قضا دوسرے
دن اسکے وقت سے پہلے ادا کرنے سے بہتر ہے اور نماز شب کا اخیر وقت دوسری صبح کا طلوع
ہے پھر اگر فجر طلوع کرے اور ہنوز چار رکعتین نافلۂ شب کی نہین پڑھی ہین تو فریضہ سے پہلے
دو رکعتین نافلۂ شب کی شروع کردے یہانتک کہ شرقی سرخی نکل آئے کہ وہ وقت صبح کی نافلہ کا
اخیر وقت ہے پھر نماز صبح مین مشغول ہو اور اگر فجر کے طلوع سے پہلے چار رکعتین نافلۂ شب کی

پڑھ چکا ہے تو نافلہ شب کو تنہا حمد سے تمام کریگا گو صبح طالع ہوگئی ہو اور نافلہ صبح کی دو رکعتون کا وقت صبح کاذب کے طلوع کے بعد ہے اور جائز ہے کہ صبح کاذب کے پیشتر پڑھے اور اس صورت مین اگر صبح کاذب کے طلوع کے بعد اعادہ کرے تو بہتر ہے اور ممتد رہتا ہے وقت صبح کے نافلے اور فریضے کا حمرۂ شرقیہ کے طلوع تک اور حمرۂ شرقیہ کے طلوع کے بعد ادائے فریضہ صبح مین اشتغال نافلہ صبح کے اشتغال سے بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صبح کاذب مستطیل یعنی لنبی سفیدی ہے کہ اخیر شب مین مشرق کی طرف سے طلوع کرتی ہے اور اُسے ذنب السرحان یعنی بھیڑیے کی دُم سے تشبیہ دیتے ہین اور وہ جاتی رہتی ہے اور اُسکے بعد رات کی تاریکی عود کر آتی ہے اور صبح صادق عریض یعنی چوڑی سفیدی ہے کہ رات کے تمام ہونے کے بعد طلوع کرتی ہے اور فریضہ صبح کا وقت صبح صادق کے ظہور کا وقت ہے نہ صبح کاذب کہ جو رات مین داخل ہے اور بعضی حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ جب مرغ بولے اور ہر طرف سے آوازین کان مین پہونچین تو صبح کی نماز کا وقت ہوتا ہے اور فقیہون نے اسپر عمل نہین کیا ہے اور نہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے اس احتمال سے کہ یہ حدیث بعض شہرون کے مرغون سے مخصوص ہے اور عام نہین ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے شرح قواعد مین فرمایا ہے کہ وقت کے علم اور تحصیل ممکن نہونے کے وقت مین اور وقت داخل ہونے کے ظن پر اعتماد جائز ہونے کے وقت مین مرغون کی آواز اور اُسکے مثل قرآن پڑھنے والون اور علم و فن کے سکھانے کی آوازون پر عمل کرسکتے ہین کہ صبح کے تارے کا نکلنا شرع مین مناط اعتبار نہین ہے اسلیے کہ ستارے گو ثوابت بھی ہون اُنکے مطلعے مختلف ہوا کرتے ہین اور یومیہ قضا نمازونکا بجالانا ہر وقت جائز ہے جبتک کہ موجود نماز کا وقت تنگ نہ ہوجائے اور اسیطرح پر باقی سفر و حضر نمازون کو جسوقت چاہے پڑھ سکتا ہے اور نوافل کو بھی ہر وقت پڑھ سکتا ہے جبتک فریضے کا وقت نہوجائے اور فریضے کے وقت کے داخل ہونے پر نافلہ مین مشغول ہونا مکروہ ہے اور یہی حکم نوافل کی قضا کا بھی ہے۔ احکام نماز اور اُسمین کئی مسئلہ ہین پہلا مسئلہ جسوقت کسی کو کوئی عذر نماز کے مانع عذرون مین سے عارض ہو جیسے دیوانگی اور خون حیض ہے پھر اگر طہارت اور نماز بجالانے بھر کا وقت گزر چکا ہو اور اُسکے بعد وہ عذر پیدا ہوا ہو تو یہ نماز اُسکے ذمے ہے اور زوال عذر کے بعد اس نماز کا بجالانا اُسپر واجب ہے اور اُس سے کچھ کم گزرا ہو تو اُسکے ذمے سے قضا بجالانا

ساقط ہو جائیگا اور یہ قول اظہر ہے اور احتیاط چہ ہے کہ جب عذر برطرف ہو اور کسی فریضہ کا اتنا وقت باقی ہو کہ طہارت کرکے کہ ایک رکعت اُس فریضہ کی پڑھ سکے تو لازم ہے کہ اُس نماز کو ادا کی نیت سے قول اظہر پر پڑھے اور اگر اہمال کرے تو قضا بجا لائے اور اگر پا جائے اتنا وقت آفتاب کے غروب سے پہلے یا آدھی رات کے پہلے کہ جسمین ایک نماز ادا کر سکے تو لازم ہے کہ اُسی نماز کو اُسوقت مین ادا کی نیت سے پڑھ لے نہ اُس نماز کو کہ جسکا وقت جاتا رہا ہے اور اگر اتنا وقت غروب سے پہلے پا جائے کہ جسمین طہارت کرکے پانچ رکعتین پڑھ سکے تو اُسپر دونون فریضون کی ادا لازم ہے دوسرا حکم نابالغ لڑکا کہ نماز وقتیہ کو سنت کے طریق سے بجا لاتا ہے اگر نماز کے اثنا مین بالغ ہو جائے ایسی علامتون سے کہ طہارت کی مبطل نہون اور نماز کا وقت ایک رکعت بھر کا بھی باقی ہو تو اُس نماز کو توڑ کر نئے سرے سے وجوب کی نیت کرکے نماز بجا لائیگا اور اگر وقت ایک رکعت بھر کا بھی نہو تو نماز سنتی کو پورا کریگا اور اُس فریضہ کی تجدید نکریگا تیسرا حکم اور جب مصلی کو نماز کے وقت کے علم کی تحصیل کے لیے کوئی راہ ہو تو اُسے ظن پر اعتماد کرنا جائز نہین اور اگر وقت کا علم حاصل ہونا مفقود ہو تو اجتہاد کرے پھر اگر اُسے وقت کے داخل ہونے کا گمان غالب بہم پہونچیگا تو نماز بجا لائیگا اور اگر بعد مین ظاہر ہو کہ وہ گمان فاسد تھا اور نماز وقت سے پہلے واقع ہوئی ہے تو اعادہ کریگا اور اگر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ وقت کے داخل ہونے پر نماز سے تلبس ہوا ہے گو سلام ہی سے پہلے ہو تو اُس نماز کا اعادہ بنا بر اظہر کے نکریگا اور اگر نماز کو وقت کے قبل عمداً یا جہلاً یا بھولکر پڑھیگا تو وہ نماز باطل ہوگی چوتھا حکم یومیہ نمازین جس ترتیب سے کہ قضا ہوئی ہین اُسی ترتیب سے اُنھین بجا لانا چاہیے اگر کوئی نماز فریضہ مین مشغول ہو اور اُسے یاد آئے کہ اگلی نماز اُسکے ذمے پر ہے تو پھر پڑیگا اور اُسی اگلی نماز کی نیت کریگا اگر اُس سے عدول ممکن ہوگا اور اگر ممکن نہوگا تو نماز کو توڑ کر پہلے اُسی نماز کو بجا لائیگا پھر لاحقہ کو پڑھیگا تاکہ ترتیب عمل مین آجائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مثلاً کسی کی صبح کی نماز قضا ہو گئی اور اُسنے ظہر کے وقت ظہر کی نماز شروع کر لی اور ابھی پہلی یا دوسری رکعت مین تھا کہ اُسے یاد آیا کہ مجھ سے نماز صبح کی قضا ہو گئی ہے تو پھر پڑیگا اور قصد کریگا کہ یہ نماز صبح ہی کی ہے کہ مین پڑھ رہا ہون اور اگر اُس نماز کا قضا ہونا چوتھی رکعت مین اُسے یاد آیا تو اِس صورت مین نماز صبح کی طرف عدول ممکن نہین بس

اس نماز کو توڑ کر صبح کی پہلے پڑھیگا پھر اسے بجا لائیگا پانچوان حکم مکروہ یعنی کم ثواب ہین وہ نوافل
کہ جنھین سبب سے سبب آفتاب کے طلوع کے وقت اور غروب کے وقت اور ٹھیک نصف النہار کے
وقت اور نماز صبح کے بعد اور عصر کے بعد پڑھین اور کوئی ڈر نہین ان وقتون مین اُن نوافل کے
پڑھنے مین کہ جنکے لیے سبب بھی ہین جیسے زیارتون کے نوافل ہین اور قضائے حاجت کے اور نماز یومیہ کے
نوافل ہین چھٹا حکم جو نوافل کہ رات کو قضا ہوئے ہون مستحب ہے کہ بہت جلد اُنکی قضا بجا لائے گو دن کو
واقع ہوا اور جو نوافل کہ دن کو قضا ہوئے ہون اُنھین بھی سنت ہے کہ بہت جلد بجا لائے گو اُنکی
قضا کا بجا لانا رات کو واقع ہو اور انتظار دن کا نکرے ساتوان حکم ہر نماز مین بہتر یہی ہے کہ اول
وقت مین بجا لائی جائے مگر نماز مغرب وعشا مین تاخیر اُس شخص کے لیے جو حج مین عرفات چھوڑ کر
مزدلفہ کو آتا ہے تو اُسے مزدلفہ پہونچنے تک انھین تاخیر سنت ہے اور اُسے بہتر ہے کہ دونون
نمازون کو ساتھ پڑھے گو چوتھائی رات تک تاخیر کرنی پڑے اور عشا کی نماز کی بھی تاخیر غربی شفق کے
برطرف ہونے تک بہتر ہے اور جو کہ نوافل پڑھتا رہتا ہو اُسے بھی ظہر اور عصر کی تاخیر نوافل کے
اتمام تک بہتر ہے اور اسی طرح مستحاضہ عورت کو بھی بہتر ہے کہ ظہر اور مغرب مین تاخیر انکی فضیلت
کے آخر وقت تک کرے تا ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ بجا لائے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ اکثر علما نے فرمایا ہے کہ نماز کی تاخیر انکے سوا اور مقامون مین بھی مستحب ہے
کہ اُنھین سے یہ ہین کہ جو شخص قضا نمازین پڑھتا ہو اُسے حاضرہ نماز کی تاخیر اُسکے اخیر وقت تک
سنت ہے اور بعضے اس تاخیر کے وجوب کے بھی قائل ہوئے ہین اور یونہین تاخیر سنت ہے
اُس صورت مین کہ نماز کے لیے کسی صفت کمال کے حصول کا انتظار ہو جیسے جماعت کے
حصول کا انتظار ہو یا نماز کے افعال کو اکمل طور پر بجا لانے کی قدرت کے حاصل ہونے کا انتظار
ہو یہانتک کہ فضیلت کا وقت جانے نپائے اور یونہین وہ شخص ہے کہ جو نماز کے وقت کے داخل
ہونے کا گمان کرتا ہو اور وقت کے علم کی تحصیل کی راہ نہ رکھتا ہو تو اُسے بھی مستحب ہے کہ نماز
فریضہ مین اتنی تاخیر کرے کہ وقت کے ہونے کا یقین حاصل ہو جائے اور یونہین وہ شخص ہے
کہ پیشاب یا پاخانہ کی مدافعت کرتا ہو تو اُسے بھی دفع کے وقت تک نماز فریضہ مین تاخیر مستحب ہے
اور روزہ دار کو دو مشہور صورتون مین مغرب مین تاخیر مستحب ہے یعنی ایک اُس صورت مین

کہ جب نماز کا پہلے پڑھنا اور افطار بعد مغرب کے کرنا ضعف کا سبب ہو دوسرے اُس صورت مین کہ جب کچھ لوگ انکو اُسکا انتظار ہو اور اسیطرح پر سخت گرمیون کے دنون مین ظہر مین اتنی تاخیر کرے کہ ہوا کی گرمی فرو ہو جاوے آٹھوان حکم اگر کوئی گمان کرے کہ ظہر کی نماز پڑھ چکا ہون اور عصر کی نماز پڑھنے لگے اگر اُسی نماز پڑھنے کی حالت مین یاد آجائے تو عصر کی نیت کو ظہر کی نیت سے بدل ڈالے اور اگر یاد نہ آئے یہانتک کہ وہ نماز پڑھ چکے پس اگر اُسنے اول وقت ظہر مین عصر کو پڑھا ہے تو اعادہ کرنا اشبہ ہے اور اگر عصر کو مشترک وقت مین پڑھا ہے یا پڑھنے مین مشترک وقت داخل ہو گیا ہے تو وہ نماز عصر کے لیے کافی ہے اور اُسکے بعد ظہر کی نماز بجا لائے۔

تیسرا مقدمہ قبلہ کے بیان مین اور کلام قبلہ مین اور مستقبل مین اور اُسکے واجبات مین اور خلل کے حکمون مین ہے پہلے قبلہ اور وہ کعبہ ہے اُس شخص کے لیے کہ مسجد الحرام مین نماز پڑھے اور مسجد الحرام قبلہ ہے اُس شخص کے لیے کہ جو حرم مین نماز پڑھے اور حرم کعبہ قبلہ ہے بنابر اظہر باہر کے لوگون کے لیے اور کعبہ کی جہت وہی کعبہ کی بنا کا مقام ہے اور اُسکی محاذی تحت زمین سے ساتوین آسمان کے اعلا تک ہے اگر خدانخواستہ کعبہ کی بنا زائل ہو جائے تو بھی اُسکی جہت کی طرف نماز پڑھی جائے جسطرح کہ نماز پڑھتے ہین کعبہ سے اونچے اور نیچے مکانون سے جو خانۂ کعبہ کے اندر نماز پڑھے وہ جس دیوار کیطرف چاہے منہ کرے اور یہ نماز اگر فریضہ ہوگی تو مکروہ ہے جو کعبہ معظمہ کے کوٹھے پر نماز پڑھے وہ اپنے منہ کی طرف کچھ کعبہ سے چھوڑ لے کہ نماز اس مقدار کی طرف پڑھی جائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ چت لیٹے اور نماز بیت المعمور کی طرف پڑھے کہ وہ خانۂ کعبہ کی محاذی آسمان پر ہے اور رکوع و سجود کے لیے ایما اور اشارہ عمل مین لائے اور پہلا قول صحیح ہے اور احتیاج نہین کہ مصلی اپنے منہ کے آگے کعبہ کے کوٹھے پر کسی چیز کو نصب کرے اور اسیطرح ہے جو نماز پڑھے خانۂ کعبہ کے اندر دروازے کی طرف اور وہ کھلا ہو اگر پیچھے نماز پڑھنے والون کی صف اتنی لمبی ہو جائے کہ بعضے اُس صف مین کے کعبہ کے استقبال سے نکل جائین تو اُن بعضون کی نماز باطل ہو جائیگی اور ہر اقلیم والے اپنے ملک کے محاذی کعبہ کی دیوار کی طرف اپنا منھ کرکے نماز پڑھین گے پس اہل عراق اپنا منھ رکن عراقی کی طرف کرینگے کہ اُسمین حجر اسود ہے اور اہل شام شامی رکن کی طرف اور اہل مغرب

مغربی رکن کی طرف اور اہل یمن رکن یمانی کی طرف مُنھ کرینگے اور عراق والے اور وہ لوگ کہ اُنکی
سیدھ مین واقع ہین مثل اہل خراسان کے اور جو اُنکی پیٹھ کے پیچھے ہین مقام طلوع فجر کو اپنے
بائین کندھے کی محاذی رکھین گے اور مغرب آفتاب کو داہنے کندھے پر اور جدی تارونکو داہنے
شانے کی محاذی اور آفتاب کو زوال کے وقت داہنی بھون پر رکھین گے اور انھین مصلے کے کچھ بائین
مُنھ کرنا مستحب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہاء مین یہ مشہور رہے کہ اہل عراق کو اُس
جہت سے کہ جو علامتون سے مقرر ہوئی ہین تھوڑا تیاسر یعنی بائین طرف میل کرنا مستحب ہے اور
اسکی سند دو حدیثین ہین کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہین اور بعضے علماء نے
اُن حدیثون کی سندون کی تضعیف کی ہے اور نقل کی ہے کہ افضل المحققین نصیر الملۃ والدین
محمد طوسی علیہ الرحمہ ایک دن مجلس درس مصنف مین موجود تھے اور اتفاق سے یہی بحث تیاسر
کی اہل عراق کے لیے پیش تھی محقق طوسی نے فرمایا کہ تیاسر قبلہ سے ہے یا قبلہ کی طرف سے ہے پہلا تیاسر
حرام ہے اور دوسرا واجب ہے پھر وہ کونسا تیاسر ہے جو مستحب ہے مصنف علیہ الرحمہ نے ایک جواب
اس اشکال کا حسب تقاضائے وقت دیا اُسکے بعد ایک رسالہ اس مسئلہ کی تحقیق مین لکھکر بھیجدیا
کہ محقق علیہ الرحمہ نے بھی اُسے پسند کیا اور خلاصہ اُس رسالہ کے بیان کا یہ ہے کہ تیاسر سے مراد قبلہ سے
قبلہ کی طرف ہے دوسرا مستقبل قبلہ مین ہے قبلہ کی جہت کا علم حاصل ہونے پر ہر مصلی یعنی نماز پڑھنے
والے کو قبلہ کا استقبال واجب ہے اور اگر قبلہ کی سمت کو نہ جانتا ہو تو قبلہ کی جہت کی جو علامتین کہ
ظن کے مفید ہین اُنپر اعتماد کرے اور جسوقت اپنی اجتہاد سے کوئی کسی جہت مین قبلہ کا گمان کرے
اور دوسرا شخص اُسے دوسری جہت مین بتائے تو بعضے فقہاء کہتے ہین کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے
نہ دوسرے کہنے والے کے کہنے پر اور مصنف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ خبر اُسکے نزدیک زیادہ
معتمد ہو تو اُسی پر عمل کرے اور اگر اپنے اجتہاد کا کوئی طریق بنائے اور اُسے کافر قبلہ کی جہت بتائے
تو کافر کی خبر پر عمل نہ کرے اور مصنف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کافر کی خبر بھی مفید ظن کی ہو تو اُسپر بھی
عمل کرنا چاہیے اور شہر کے لوگون کے قبلہ پر عمل کرے اگر یہ معلوم نہو کہ اُسکی بنا مین غلطی واقع ہوئی ہے
اور جو کہ آپ اجتہاد پر قادر نہو وہ اندھے کی طرح دوسرے پر اعتماد کرے اور جسے اصلا علم اور ظن قبلہ کی
جہت کا بہم نہو بس اگر نماز کا وقت وسیع ہو تو ایک نماز کو ہر چار طرف پڑھے اور اگر وقت ایک نماز سے

زیادہ کی گنجایش نرکھتا ہو تو جدھر چاہے اُدھر مُنھ کرکے پڑھ لے اور وہ مسافر کہ جسے سواری سے
اُترنا اور قبلہ کی طرف مُنھ کرنا ممکن نہو تو جہانتک ہوسکے قبلہ کی طرف مُنھ کرکے پڑھے اور بے ضرورت
سواری پر نماز پڑھنا جائز نہین اور جب بے سواری پر نماز پڑھے چارہ نہو تو سواری ہی پر مُنھ قبلہ کی
طرف کرلے اور اگر ممکن نہو کہ ساری نماز قبلہ رخ پڑھ سکے تو جتنا ممکن ہو اُتنا استقبال کرے اور جب
مرکوب قبلہ سے منحرف ہو تو مصلی قبلہ کی جہت مین منحرف ہولے اور اگر اتنا بھی نہو سکے تو تکبیر احرام قبلہ رخ
کہے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اُسکی نماز صحیح ہو جائیگی گو قبلہ رُخ نہوئی ہو اور یہی حکم وہ شخص رکھتا ہے
کہ پیدل راہ طے کرنے مین نماز کے عین تنگ وقت مین چارہ نرکھتا ہو اور اگر سوار شخص سواری
پر رکوع اور سجود اور نماز کے فرائض بجالانے پر قادر ہو آیا اُسے سواری پر نماز پڑھنا اختیار کی حالت
مین جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین جائز ہے اور بعض کہتے ہین نہین جائز ہے اور یہی اشبہ
ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی نے شرح قواعد مین مصنف کے قول کی شرح مین
وتجوز فی السفینۃ السائرۃ والواقفۃ یعنی نماز جائز ہے چلتی کشتی مین اور ٹھہری کشتی مین۔ فرمایا ہے
کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نماز اختیار کے حال مین جائز ہے اس شرط سے کہ قبلہ سے انحراف نہ ہوتا ہو
اور طمانینت کی خلل ڈالنے والی کوئی حرکت عمل مین نہ آتی ہو اور ٹھیری کشتی مین تو ظاہر جنبش
نہ کرنے پر اتفاق سے نماز جائز ہے مگر ظاہر جنبش مین مطلق جائز نہین مگر ضرورت کے وقت
مین تیسرے وہ امر کہ جنکے لیے قبلہ کا استقبال چاہیے واجب نمازون مین ممکن ہونے پر قبلہ
کا استقبال واجب ہے اور جانورون کے ذبح کے وقت مین اور مُردے کا قبلہ رُخ کرنا
جان کندنی کے وقت مین اور دفن مین اور اُسپر نماز مین واجب ہے اور نوافل مین بہتر
یہی ہے کہ قبلہ رُخ پڑھی جائین اور جائز ہے کہ نوافل سواری پر بے قبلہ کے استقبال کے سفر
اور حضر مین پڑھی جائین لیکن حضر مین کراہت شدیدہ ہے اور قبلہ کے استقبال کا فرض جہان
ممکن نہو وہان ساقط ہو جاتا ہے جیسے لڑائی کے وقت کی نماز مین اور چوٹ کرنیوالے جانورون
کے ذبح مین اور گڑھون مین گرے جانورون کے ذبح مین کہ جنھین قبلہ کی طرف پھیرنا ممکن
نہین ہے توضیح مین اُردو مترجم کہتا ہے کہ قبلہ کا استقبال واجب سنت حرام مکروہ چار حکمون سے
متصف ہے بس اوپر کی مواضع مین واجب ہوا اور بنا بر اکثر کے پائخانے مین حرام ہے اور جماع کے

حال مین مکروہ ہے اور انکے سوا اور سب مقامون مین مستحب ہے اور ابا حۃ کا خاص معنون سے استقبال مین متحقق ہونا بعید ہے چوتھے احکام خللون کے اور وہ کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اندھا آنکھون والون کی طرف رجوع کریگا اور اورون سے قبلہ کی جہت دریافت کریگا کیونکہ اجتہاد پر قدرت نہین رکھتا ہے پھر اگر کسی علامت کے پائے جانے سے اپنی رائے پر آنکھون والے کے ہوتے ہوئے عمل کریگا تو نماز صحیح ہے اور اگر بے علامت کے اپنی رائے پر عمل کریگا تو اُسپر اعادہ واجب ہے دوسرا مسئلہ جب مصلی کسیطرف گمان کے غلبہ سے یا وقت کی تنگی سے نماز پڑھے پھر خطا ظاہر ہو بس اگر یونہین سا انحراف ہو گیا ہو تو نماز صحیح ہے اور اگر بہت انحراف ہو گیا ہے اور وقت بھی باقی ہے تو اعادہ کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ اگر قبلہ کی طرف پیٹ کرکے نماز پڑھنا ظاہر ہو تو اعادہ کریگا گو وقت بھی نکل گیا ہو اور پہلا مذہب اظہر ہے مگر جب نماز پڑھنے مین ظاہر ہو جائے کہ قبلہ کے استقبال مین خلل پڑ گیا ہے تو اس صورت مین نئے سر سے نماز پڑھیگا ہر حال یعنی خواہ انحراف داہنی طرف ہوا ہو خواہ باہین طرف مگر انحراف یونہین سا ہو تو سیدھا ہو لیگا اور نماز صحیح رہیگی اور اعادہ نہ کریگا تیسرا مسئلہ جب کوئی شخص ایک نماز کے لیے قبلہ مین اجتہاد کر چکے پھر دوسری نماز کا وقت پھر آئے اس صورت مین اگر پہلے اجتہاد مین کوئی شک پیدا ہوا ہو تو نئے سر سے اجتہاد کریگا اور نہین تو پہلے اجتہاد پر بنا کریگا چوتھا مقدمہ نمازی کے لباس مین اور اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ مرے جانور کے چمڑے مین نماز پڑھنا جائز نہین گو اُس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو خواہ اُس چمڑے کو پکایا ہو خواہ نہ پکایا ہو اور جس جانور کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اور وہ حالت حیات مین پاک ہو اور اُن جانورون مین سے ہو کہ ذبح کرنے سے پاک ہو جاتا ہو تو جب اُسے ذبح کرینگے تو اُسکا چمڑہ پاک تو ہو جائیگا مگر نماز مین نہ پہن سکین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے پوست کا استعمال نماز کے سوا مین بھی بے دباغت یعنی بے پکائے نہ کر سکین گے اور بعضون نے کہا ہے کہ کر سکین گے اور بے دباغت کے استعمال مین کراہت اظہر ہے دوسرا مسئلہ صوف شعر و بر ریش حلال گوشت جانورون کے خواہ جیتے ہین کترا ہو خواہ ذبح کیے ہوئے سے خواہ مردے سے پاک ہین اور اُنمین نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور اگر اُنھین مُردے کی کھال سے اُکھاڑا ہو تو جلد سے اُنکا جتنا موضع متصل تھا اُتنا

موضع دھو لینا چاہیے اور یہی حکم مُردہ جانوروں کی اُن چیزوں کا ہے کہ جنمیں حیات کا حلول نہین ہوتا جبکہ وہ جانور اپنی زندگی میں پاک ہوں اور جو جانور کہ اپنی زندگی میں کتے اور سُوّر کی طرح سے نجس ہیں بنا بر اظہر اُنکی ساری چیزیں نجس ہیں اور اُنکی کسی چیز مین نماز پڑھنا درست نہین اور کسی غیر ماکول جانور کی کسی چیز مین نماز درست نہین گو بعد تذکیہ یعنی ذبح کے بعد لیا ہو مگر خز خالص مین درست ہے اور لومڑی اور خرگوش کے روؤن سے ملے ہوئے ہین دو روایتین جواز اور عدم جواز کی ہیں اور انہین سے اصح عدم جواز کی روایت ہے اور خز ایک دریائی چوپایہ ہے جب پانی سے جدا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اُسکے روؤن کے کپڑے سے نماز پڑھنے مین کسی نے خلاف نہین کیا اور اسکے جواز پر حدیثین بھی دلالت کرتی ہین ہر چند غیر ماکول جانورون مین سے ہے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا مین مشہور ہے کہ خز اور سنجاب دو جانور غیر ماکول ہین کہ جنکے پشم اور پوست مین نماز درست ہے فقط یہی دو جانور سارے غیر ماکول یعنی حرام گوشت جانورون مین سے پوست اور پشم سے نماز درست ہونے مین مستثنیٰ ہین اور سنجاب تو مشہور ہے مگر خز اس زمانے مین معلوم نہین ہوتا ہے تیسرا مسئلہ سنجاب کی پوستین مین نماز پڑھنا جائز ہے گو غیر ماکول جانورون مین سے ہے کیونکہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ وہ گوشت نہین کھاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اور جواز اظہر ہے اور لومڑی اور خرگوش کی پوستینون مین نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز کی دو روایتین ہین اور اصح عدم جواز ہے چوتھا مسئلہ جس کپڑے کا تانا بانا ریشم کا ہو مردون کو اُسکا پہننا اور اُسمین نماز پڑھنا جائز نہین مگر لڑائی کے وقت اور ضرورت کے وقت مثل ایسی سردی کے جو کہ اُسکے اُتارنے کی مانع ہو اور حریر محض کا پہننا عورتونکو خواہ مختار ہون خواہ مضطر ہون درست ہے اور اگر ریشمی کپڑے کی ایسی چیز بنائین کہ جسمین نماز پوری نہو اس معنی سے کہ وہ عورتین یعنی شرمگاہون کی ساتر یعنی چھپانیوالی نہو مثل ازاربند اور جراب اور ٹوپی کے اُسکے پہننے مین تردد ہے اور اظہر کراہت ہے اور حریر محض پر سوار ہونا اور بچھانا قول اصح پر درست ہے اور وہ کپڑا جسمین محض ریشم کی سنجاف ہو اُسے پہنکر نماز پڑھنا درست ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ خلقت کے مستوی شخص کی چار اُنگل تک سنجاف حریر محض کی جائز ہے اور بعضے اصلاً جائز نہین جانتے ہین اور جب ریشم کو کسی دوسری چیز سے جسمین نماز درست ہے ملا کر کپڑا بنین کہ جو محض ریشمی نہین اُسے پہننا اور اُسمین نماز پڑھنا درست ہے خواہ اُسمین ریشم کم ہو خواہ زیادہ ہو جامع الرضوی کا

مترجم کہتے ہین کہ جب نماز مین احتیاط ضروری ہے تو بہتر یہی ہے کہ سنجاف محض ریشمی نہو اور سنجاف کے سوا اگر کوئی ٹکڑا محض ریشمی کپڑون مین ٹانکین تو جائز نہین مگر مغزی کہ سنجاف کی جنس سے ہے اظہر کے بنا بر جائز ہے **پانچوان مسئلہ** غصبی کپڑے دن مین نماز درست نہین اور اگر مالک غاصب کو یا غیر غاصب کو اجازت دے تو غصبیت پائے جانے کے ساتھ نماز درست ہے اور اگر مالک مطلق اجازت دے یعنے معین نکرے کہ کسے اجازت دی ہے تو غاصب کے سوا ہر ایک کو درست ہے اور غاصب کو بنا بر اظہر درست نہین **چھٹا مسئلہ** جو چیز کہ پانؤن کے اوپروار کی سطح کو چھپالے مثل شکک یعنی سندھی جوتی کے اسمین نماز پڑھنا درست نہین اور موزے مین اور جراب مین درست ہے اور نعل عربی مین سنت ہے **ساتوان مسئلہ** جو ان ممنوع مذکور چیزون کے سوا ہین اُنہین نماز پڑھنا ان شرطون سے درست ہے کہ یا وہ خود اُنکا مالک ہو یا مالک سے اذن لے لیا ہو اور پاک ہون اور نجس لباس کا حکم بیان ہو چکا ہے اور مرد کو فقط ایک کپڑے مین بھی نماز پڑھنا درست ہے اور عورت کو دو کپڑون سے کم مین جائز نہین کہ اُنمین سے ایک کُرتہ اور دوسری چادر ہے کہ سارے بدنکو سوا مُنھ اور دونون ہتیلیون اور پشت پا کے چھپالے اور ظاہر قدمین مین تردد ہے اور مرد کو صرف دونون شرمگاہون کے چھپانے والے کپڑے مین بھی نماز پڑھنا درست ہے مگر مکروہ ہے اور اگر کپڑا نملے تو شرمگاہ کو پتے وغیرہ سے چھپا کر نماز پڑھ لے اور اگر یہ بھی نملین تو ننگا ہی پڑھے اگر نامحرم کے دیکھنے سے بچنت ہو نہین تو بیٹھکر پڑھے اور کھڑے بیٹھے دونون حالون مین رکوع اور سجود کے لیے ایما کریگا تاکہ شرمگاہین زیادہ نہ کھلجائین اور لونڈی اور نابالغہ لڑکی بے چادر کے بھی نماز پڑھ سکتی ہے جب کنیز اثنائے نماز مین آزاد ہو جائے تو اُسے واجب ہے کہ اپنا سر ڈھانک لے اور اگر فعل کثیر کی کے چھپانے مین احتیاج پڑے تو سر کو ڈھانک کر یعنی چادر اوڑھ کر نئے سر سے نماز کو بجا لائے اور یہی حکم نابالغہ لڑکی کا ہے جب لڑکی اثنائے نماز مین غیر مبطل طریق سے بالغہ ہو جائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس طرح محض ریشم مین نماز جائز نہین اسی طرح سونے کے اور سنہری لباس مین نماز پڑھنا درست نہین اور شیخ محمد ابن خاتون علیہ الرحمہ نے حاشیۂ جامع عباسی مین کہا ہے کہ اگر مغروج ہو جیسے ایک تار سونے کا اُسکے کپڑون مین ہو اور وہ نماز پڑھے تو وہ نماز اُس حدیث سے جو اس باب مین وارد ہے باطل ہے اور یہی حکم اُس کپڑے مین نماز کا ہے جسکی بناوٹ مین

سنہری تار ہو اور یہی حکم سونے کی انگوٹھی اور اس سنہری انگوٹھی کا ہے جو اصل میں چاندی یا تانبا ہو اور
پانی سونے کا اسپر چڑھا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ جس تلوار اور خنجر کے قبضے سونے کے یا سنہری ہوں
وہ بھی اسی حکم میں ہیں اور انکے ساتھ نماز صحیح نہوگی اور انتہا اس مونگی کہ جیسے پہنے ہوں اور نماز جائز ہو شامل
اس سونے کے ہے جو پاس ہوتا ہے یا پوٹلی سونے کی جیب اور بغل میں ہوا کرتی ہے کیونکہ
لباس کا اطلاق اسپر نہیں کرتے ہیں اور اس حکم میں مشکل خنثی بھی کہ جسمیں مرد یا عورت ہونیکا
تمیز نہو سکے شریک ہے اسے بھی سونا پہننا احتیاطاً جائز نہیں اور سونے کی تختی تاگے میں گوندھکر
گلے میں ڈالنا یا بازو پہ باندھنا ظاہرا اسیطرح ہے جیسے انگوٹھی اور خنجر کا اور تلوار کا قبضہ ہے اور
کپڑے میں باندھکر بازو پر باندھیں تو سونے کی پوٹلی کی حامل کا حکم رکھیگا۔ اور اللہ زیادہ واقف
ہے آٹھواں مسئلہ سیاہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے موزے اور عمامے کے سوا کہ وہ سیاہ
ہوں تو جائز ہے اور اسیطرح پر مردونکو گہرے باریک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اتنا
باریک ہوے کہ بدن نظر آتا ہو تو جائز نہیں اور مصلی کو کرتے پر لنگی باندھنا اور چادر کے دونوں سرونکو
دونوں بغلوں کے نیچے سے نکالکر ایک کندھے پر ڈالنا مکروہ ہے اور عمامہ بے تحت الحنک کے
پہنکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ڈھاٹھا منہ پر باندھنا مکروہ ہے اور عورت کو نقاب ڈالنا مکروہ ہے
اور یہ اگر قرأت کے مانع ہوں تو حرام ہیں اور لباس مشدود یعنی جسکے ایسے بند سخت ہوں کہ اتر نسکے
اسمیں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر لڑائی میں مکروہ نہیں اور پیش نماز کو بے چادر اوڑھے نماز پڑھنا
مکروہ ہے اور مصلی کو لوہا دکھائی دیتا ہوا پاس رکھنا مکروہ ہے اور جو طہارت میں احتیاط نکرنے
سے متہم ہو اسکے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بجتی ہوئی خلخال پہنکر عورت کو نماز پڑھنا مکروہ
ہے اور مصور کپڑے میں اور مصور انگوٹھی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ مشدود
کپڑے میں یعنی جسکے بند بندھے ہوں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اسیطرح کمر باندھکر بھی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتا ہے
اور صاحب مدارک کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں ہمنے کوئی دلیل نہیں دیکھی ہے سوا اسکے کہ علما لکھتے آئے ہیں اور
انمیں متداول ہے اور ہم اسکے منکر نہیں بلکہ ہمیشہ مذاکرے اور مباحثے میں قائل رہے ہیں
پانچواں مقدمہ مکان مصلی میں سب مکانوں میں نماز پڑھنا اس شرط سے جائز ہے یا خود مالک
ہو یا مالک سے اجازت لے لی ہو اور اجازت کبھی کسی چیز کے بدلے میں ہوتی ہے جیسے

کرایہ اور جو اسکی مثل ہو یا مباح کر دینے سے ہوتی ہے اور یہ اجازت کبھی صریح ہوتی ہے جیسے
مالک کہدے کہ تو یہان نماز پڑھ یا فحوائی ہوتی ہے جیسے وہان رہنے کی اجازت دے یا شاہد حال
سے ہوتی ہے جیسے ایسی کوئی علامت ہو کہ وہ دلالت اس پر کرتی ہو کہ اس مکان مین نماز پڑھنے
سے مالک ناخوش نہین اور غصبی مکان مین کسیکو نماز پڑھنا خواہ غاصب ہو خواہ غیر غاصب ہو
غصب سے واقف لوگون سے جائز نہین جو غصبی مکان مین عمداً غصب سے واقف ہو کر
نماز پڑھیگا تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر بھولکر یا غصب کی جہالت سے نماز پڑھیگا تو صحیح ہوگی
اور اگر غصبی مکان مین نماز پڑھنے کی حرمت کے جاہل ہونے سے وہان نماز پڑھیگا تو معذور
نہین ہے اور نماز کا اعادہ کریگا اور جب نماز کا وقت تنگ ہو جائے اور غصبی مکان مین ہو تو
وہان سے نکلے اور براہ چلنے کے حال مین نماز پڑھے اور رکوع اور سجود کے لیے اشارہ کرے
تو نماز صحیح ہے اور اگر وہین نماز پڑھے اور وہان سے نکلنے مین مشغول نہو تو نماز باطل ہے اور
اگر کوئی کسی دوسرے کی ملک مین اسکی اجازت سے رہتا ہوا اور وہ شخص پھر وہان سے حکم
نکلجانے کا کرے تو واجب ہے اُس شخص پر کہ وہان سے نکل آئے بس اگر نہ نکلے اور اُسی
حالت مین نماز پڑھے تو باطل ہے اور اگر نماز کا وقت تنگ ہو اور وہان سے نکلتے مین ایما
اشارے سے نماز پڑھے تو صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے
فرمایا ہے کہ جس طرح غصبی مکان مین نماز جائز نہین اسی طرح پر باقی عبادتین بھی وہان جائز نہین سوا
روزے کے اس شرط سے کہ مباح مکان مین نیت کی ہو اور جائز نہین کہ کوئی شخص نماز پڑھے اس حال سے
کہ اُسکے پہلو مین یا اُسکے مُنھ کے آگے کوئی عورت نماز پڑھتی ہو خواہ وہ عورت وہی نماز پڑھتی ہو خواہ
منفرد یعنی جداگانہ پڑھتی ہو خواہ محرمہ ہو خواہ بیگانہ ہو اور بعضے مکروہ کہتے ہین اور یہی اشبہ ہے اور اگر
مرد و عورت کے بیچ مین پردہ یا شرعی دس گز کا فاصلہ ہو پھر حرام یا مکروہ نہین اور اگر عورت مرد کے
پیچھے اتنی دور کھڑی ہو کہ اُسکے سجدے کی جگہ مرد کے قدم کے محاذی ہو تو پھر ممنوع نہین اور اگر مرد او
عورت ایک ایسی جگہ واقع ہون کہ الگ دور کھڑے نہو سکتے ہون تو پہلے مرد نماز پڑھلے پھر عورت
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم وسعت وقت کی صورت
مین ہے مگر جب وقت تنگ ہو تو دونون ایک ہی جگہ پڑھ سکتے ہین اور منع کے عام ہونیکا احتمال

باقی ہو اور اگر کوئی کسی نجس جگہ پر نماز پڑھے کہ وہ نجاست لباس اور بدن مصلی تک تعدی نہ کرتی ہو اور
سجدے کی جگہ پاک ہو تو نماز صحیح ہے اور حمام مین نماز پڑھنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین
کہ حمام مین نماز کی کراہت مشروط ہے کہ وہ نماز کی جگہ حمام مین سے پاک ہو نہین تو نجس جگہ پر نماز درست
نہین اور حمام کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ نہین جیسا کہ شیخ علی نے تصریح اسکی کی ہے اور نماز پائخانو نمین
اور اونٹ بندھنے کے مقام مین اور چیونٹیون کے سوراخ والے مقامون مین اور پانی بہنے والے
مقامون مین اور شورہ زار مین اور برف پر اور قبرستان مین پڑھنا مکروہ ہے اور جب مصلی مین اور
قبر مین کوئی حائل ہو گو وہ نیزہ اور لاٹھی ہو یا مصلی اور قبور مین شرعی دس گز کا فاصلہ ہو تو یہ کراہت
نہ رہیگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علما نے کہا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی قبرین اس سے
مستثنیٰ ہین اسلیے کہ اُنکے مقابر مین نماز مکروہ نہین مگر سجدہ قبر پر نکرنا چاہیے اور قبر امام علیہ السلام
کے آگے بھی نماز نہ پڑھنا چاہیے بلکہ قبر شریف کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے کہ امام علیہ السلام منھ کے
سامنے رہین نہ سر کے پیچھے روایت مین یوہین واقع ہوا ہے اور نماز پڑھنا آتش خانون مین اور
شرابخانون مین جبکہ نجاست مصلی تک نہ پہونچتی ہو اور شاہراہون مین اور مجوسیون کے گھر مین مکروہ ہے
اور یہودی اور نصرانی کے مکان مین نماز پڑھنے مین کوئی مضائقہ نہین اور مکروہ ہے بنا بر اظہر
کہ مصلی کے سامنے آگ جلتی ہو یا تصویر ہو اور جسطرح خانہ کعبہ کے اندر نماز فریضہ پڑھنا مکروہ ہے
اسیطرح کعبہ کے کوٹھے پر بھی مکروہ ہے اور طویلون مین گھوڑون کے اور خچرون کے اور گدھون
کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بکریون کے رہنے کے مقامون مین کوئی مضائقہ نہین اور نماز پڑھنا
ایسی جگہ جہان سامنے قرآن کھلا یا ایسی دیوار ہو کہ جسپر پیشاب کے گڑھے کے پانی کی ترشح ہو مکروہ
ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے کہا ہے کہ کھلے ہوئے قرآن کے حکم مین
ہر لکھا ہوا کاغذ اور نقش دار ہے اسلیے کہ وہ بھی مصلی کے شغل کا سبب ہے خواہ مصلی پڑھا ہو خواہ بے
پڑھا ہو مگر یہ کہ اندھا ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ آدمی کے مُنھ کے سامنے ہو یا دروازہ کھلا ہو تو یون
بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اوٹ مصلی کے مُنھ کے سامنے ہونا سنت ہے
خصوصاً اُن مقامون مین کہ جہان لوگون کی آمد و رفت ہو اور لکڑی وغیرہ گو گزہی بھر کی ہو اور ایک
روایت مین واقع ہوا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ نماز پڑھتے تھے اور ایک ٹوپی

اپنے مُنھ کے سامنے رکھ لیتے تھے اور نماز اُسی کی طرف پڑھتے تھے اور اگر خط بھی اپنے مُنھ کے سامنے کھینچ لے تو سترہ یعنی اُوٹ کے قائم مقام ہے چھٹا مقدمہ موضع سجود مین یعنی سجدہ کرنے کی جگہ کے بیان مین سجدہ جائز نہین اُس چیز پر کہ جسپر زمین کا اسم صادق نہین آتا ہے جیسے جانورون کے چمڑے اور بال اور ریشم وغیرہ ہین اور نہ اُس چیز پر کہ زمین مین کی معدنی ہو جیسے نمک عقیق سونا چاندی ہے مگر ضرورت کے وقت مین اور جو چیز کہ زمین سے اُگتی ہے اور اُسے عادت سے کھاتے ہین مثل روٹی کے اور میوون کے اُسپر بھی سجدہ جائز نہین اور کتان مین اور روئی مین دو حدیثین ہین منع اشہر ہے اور کیچڑ پر سجدہ کرنا جائز نہین اور اگر کیچڑ کی جگہ پر نماز پڑھنے مین مضطر ہو تو رکوع اور سجود کے لیے ایما کرے اور کاغذ پر سجدہ کرنا جائز ہے اور لکھے ہوئے پر مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کاغذ پر سجدے کا جواز مشروط ہے کہ اُس کاغذ کو روئی اور ریشم وغیرہ ملبوس جنسون سے نہ بنایا ہو اور اکثر علما نے کہا ہے کہ کاغذ پر سجدہ جائز ہونے مین نصین بے قید کے وارد ہوئی ہین پھر قید لگانا بیوجہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ احوط ہے کہ سجدہ اُس کاغذ پر نہ کرین کہ جسے ملبوس کی جنس سے بنایا ہو اور صاحب مدارک نے کہا ہے کہ کھائے جانے سے مراد یہ ہے کہ عادت سے کھاتے ہون بس اگر کسی چیز کو ندرت سے کھائین یا اضطرار کی جہت سے کھائین مثل بعضی دواؤن کے کہ ضرورت کے وقت معجونون مین پڑتی ہین یا وہ بوٹیان کہ اکثر انھین کھاتے رہتے ہین وہ ماکول نہین اور اگر ایک شہر مین ایک چیز کا کھانا شائع ہو اور دوسرے شہر مین شائع نہو تو اُسپر مطلق سجدہ کرنا وہان جائز نہین اور محتمل ہے کہ ہر شہر اُسی شہر کا حکم رکھتا ہو اور اگر کسی چیز کی دو حالتین ہون کہ ایک حالت مین کھائین اور دوسری حالت مین نہ کھائین تو نکھانے والی حالت مین اُسپر سجدہ کرنا جائز ہے اور دوسری مین سجدہ کرنا جائز نہین۔ اور اپنے بدن مین سے کسی چیز پر سجدہ نہ کرے لیکن اگر گرمی جلتی زمین پر سجدہ کرنے سے مانع ہو تو اپنے کپڑے پر سجدہ کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو اپنی پشت دست پر سجدہ کریگا اور جو کچھ کہ بیان ہوا کہ ماکول اور ملبوس نہو یہ ماتھے سے مختص ہے نہ سجدے کے باقی اعضا سے اور موضع سجود مین شرط ہے کہ مصلی اُسکا مالک ہو یا مالک نے اُسے اجازت دی ہو اور نجاست سے خالی ہو خواہ خشک ہو خواہ تر ہو اور جب نجاست موضع محصور مین مثل گھر وغیرہ کے ہو اور موضع نجاست معلوم نہو تو وہان کسی جا پر سجدہ نہین کرسکتا ہے اور اگر مکان وسیع ہو گو اُسمین کوئی جگہ نجس ہو گئی ہو اور

موضع نجاست سے نہ معلوم ہو پھر بھی اُس مکان میں سجدہ کرینگے اسلیے کہ اُسکے طاہر کرنے مین مشقت ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مکان محصور سے یہ مراد ہے کہ
جسے عرف مین محصور کہین ان معنون سے کہ اُسکی مقدار کے حصر مین زیادہ مشقت نہو مثل حجرے کے اور صفہ
کے نہ مثل صحرا کے اور وسیع انگنائیون کے کہ یہ غیر محصور مین داخل ہین اگر محصور مکان مین کوئی نجاست
واقع ہوا اور موضع نجاست معین نہو تو کسی جزء پر اُس مکان کے اجزا مین سے سجدہ کرنا جائز نہین اسلیے
کہ سجدہ کے موضع کی طہارت یقینی چاہیے اور نجاست مین مشتبہ جگہ پر سجدہ صحیح نہین اور اگر کوئی تری کے
ساتھ نجس مکان مین نجاست مین مشتبہ جگہ سے ملاقات کرے تو موضع ملاقات نجس نہین ہوتا ہے
جبتک تیقن نہو کہ خاص یہی جگہ نجس ہے کیونکہ اصل اشیا مین طہارت ہے اور بے تیقن نجاست کے
نجاست کا حکم نہین کر سکتے ہین اور اگر مکان غیر محصور ہوا اور کوئی جزء اُسمین سے نجس ہو جائے اور
تعیین سے وہ جزء معلوم نہو تو اُس مکان کے ہر جزء مین سجدہ کرسکتا ہے اور صاحب مدارک نے کہا
ہے کہ مکان محصور مین بھی نجس مشتبہ موضع پر سجدہ کرنا جائز ہے اور یہ جو کہا ہے کہ نجس سے مشتبہ
مثل نجس کے ہے تو سارے حکمون مین نہین ہے اور تشبیہ مین شرط نہین کہ مشبہ مشبہ بہ کی سب چیزون
مین برابر ہو سا تو ان مقابہ اذان و اقامت مین اور نظر چار چیزون مین ہے پہلے اُس چیز مین جسکے
لیے اذان اور اقامت کہتے ہین اور یہ دونون مفروضہ پنجگانہ نماز مین سنت ہین خواہ وہ نماز ادا ہو
خواہ قضا ہو خواہ انفراد سے ہو خواہ جماعت سے ہو مصلی مرد ہو یا عورت ہو اس شرط سے کہ عورت
آہستہ آہستہ کہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے اذان و اقامت جماعت مین شرط ہے اور پہلا مذہب
اظہر ہے اور یہ دونون جہریہ مین سنت موکدہ ہین اور اشد موکد ہین صبح مین اور مغرب مین و اذان
پنجگانہ فرائض کے سوا کسی اور فریضہ کے لیے کہی نہین جاتی ہے اور نہ نوافل مین سے کسی کے لیے بلکہ
اور نمازون مین موذن الصلوۃ تین بار کہیگا اور جو پنجگانہ کی قضا پڑھتا ہو اُسے ہر نماز کیلیے اذان و اقامت
کہنا چاہیے اور اگر پہلی نماز کے لیے اپنی قضا بجالانے کے ورد مقرر مین سے اذان کہے اور باقی نمازونکو
تنہا اقامت سے پڑھے تو اُنکی فضیلت پہلی سے کم ہو گی اور اگر جمعہ کے دن ایکجا پڑھین تو ظہر کے لیے اذان و
اقامت اور عصر کے لیے تنہا اقامت کہے اور یہی حکم عرفات کی ظہر و عصر کا ہے کہ ایک جا ایک اذان
اور دو اقامتون سے پڑھے اور اگر پیش نماز ایک جماعت کو نماز پڑھا چکے پھر دوسری جماعت آئے اور

ابھی پہلون کی صف متفرق نہوئی ہو تو دوسری جماعت اذان و اقامت نہ کہیگی اور پہلون کی اذان پر اکتفا کریگی بلکہ تنہا اقامت کہیگی اور اگر پہلون کی صف متفرق ہو چکی ہے تو اس صورت مین دوسری جماعت اذان اور اقامت کہیگی اور اگر کوئی منفرد ارادہ نماز پڑھنے کا کرے اور اذان کہے پھر جماعت کا قصد کرے تو اذان اور اقامت کا اعادہ کرے دوسری نظر موذن مین اور اسمین عقل اور اسلام اور مرد ہونا معتبر ہے اور بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ موذن مین ممیز ہونا کافی ہے اور سنت ہے کہ موذن عادل ہو بلند آواز ہو آنکھون والا وقتون کا اور طہارت کا واقف بلند مکان پر کہے اور اگر عورت عورتون کے لیے اذان کہے تو جائز ہے اور اگر منفرد نماز پڑھے اور اذان کو بھول جائے اور نماز شروع کردے تو اذان کی طرف پھر پڑے اور نماز نئے سر سے پڑھے جبتک رکوع نہ کیا ہو اور اس مسئلہ مین اور روایت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر نماز پوری پڑھ چکا ہو اور اذان یاد آئے تو نماز اسکی پوری ہو چکی اور اگر اثنائے نماز مین یاد آئے تو عود کرے اور موذن کو بیت المال سے اجرت دین اگر کوئی تبرعاً نہ کہے تیسری نظر اذان کی کیفیت مین ہے اذان بے نماز کے وقت آئے نہ کہے نماز صبح کے وقت سے پہلے اذان کی اجازت دیجائے مگر سنت ہے طلوع صبح کے بعد اذان کا اعادہ کرے اور مشہور کے موافق اذان کی اٹھارہ فصلین ہین اللہ اکبر چار مرتبہ توحید اور رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی دونون شہادتین دو دو مرتبہ[1] پھر حیّ علی الصلٰوۃ دو مرتبہ پھر حیّ علی الفلاح دو مرتبہ پھر حیّ علی خیر العمل دو مرتبہ پھر تکبیر دو مرتبہ پھر لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اور اقامت کی فصلون مین ہر ایک دو دو مرتبہ اور قد قامت الصلٰوۃ اسمین دو مرتبہ زیادہ ہے اور اخیر اقامت مین سے ایکمرتبہ تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا ساقط ہے اور اذان اور اقامت مین ترتیب شرط ہے اور مستحب ہین اذان اور اقامت مین سات چیزین قبلہ رخ ہو فصول کے اخیر مین وقف کرے اور اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت مین تیزروی کرے اور اذان اور اقامت کے بیچ مین کلام نہ کرے اور اذان اور اقامت مین فاصلہ کرے دو رکعت نماز بھر کا یا سجدہ بھر کا مگر نماز مغرب مین بہتر یہ ہے کہ فاصلہ قدم رکھنے بھر کا یا سانس لینے بھر کا کرے اور اذان مین آواز بلند کرے اگر موذن مرد ہو اور آواز بلند کرنے کے سوا یہی سب اور اقامت مین موکدہ سنت ہین اور مکروہ ہے اذان مین ترجیع اور اذان کی فصلونکا مقرر سے زیادہ مکرر کہنا ہے مگر یہ کہ بخبر نمازیون کا خبردار کرنا مقصود ہو اور اسیطرح الصلٰوۃ خیر من النوم کا

[1] اور دو دو مرتبہ اشہد ان علیاً ولی اللہ خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علیہ السلام کی کہنا بھی بہتر ہے ۱۲ سید عابد حسین اردو مترجم

کہنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہائے امامیہ مین الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز
سونے سے بہتر ہے کہنے کی حرمت مشہور ہے اسلیے کہ اذان ایک عبادت ہے کہ شارع علیہ السلام سے
ملتقی ہوئی ہے اُسمین کچھ بڑھانا گھٹانا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے چوتھی نظر اذان کے
حکمون مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو اذان یا اقامت کے اثنا مین سو جائے اور پھر جاگے
سنت ہے کہ نئے سر سے کہے اور جائز ہے کہ اُسی پر بنا کرے اور یہی حکم ہے اگر بیہوش ہو جائے دوسرا
مسئلہ جب کوئی اذان کہے پھر مرتد ہو جائے تو جائز ہے کہ اُسی اذان پر اعتماد کرین اور کوئی اور
اقامت کہہ لے اور اگر موذن اذان کہنے کے اثنا مین مرتد ہو جائے پھر توبہ کرے بعضون کے قول
نئے سر سے اذان کہے تیسرا مسئلہ جو شخص اذان سُنے اُسے اپنے دل مین اُسکی حکایت یعنی نقل
کرنا مستحب ہے چوتھا مسئلہ جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو بات کرنا مغلظہ کراہت ہے
مکروہ کلام جو نمازیون کے تدبیر مین ہو جیسے صفون کا سیدھا کرنا اور پیشنماز کا تعین کرنا پانچوان مسئلہ
مکروہ ہے موذن کا داہنے بائین مُنھ کرنا لیکن اپنی اذان بھر مین قبلہ کی جہت کا التزام رکھنا چاہیے
چھٹا مسئلہ جب لوگ اذان کہنے مین تنازع کرین تو جو اذان کے حکمون سے زیادہ خبردار ہو اُسکو
مقدم کرین اور اُسی کے سپرد اذان کہنا کرین اور اگر متنازع لوگ علم مین برابر ہون تو قرعہ ڈالین
مترجم جامع الرضوی کہتے ہین کہ اذان مین تنازع اور قرعہ کا حکم اُسوقت مین ہے کہ موذن کیلیے
وظیفہ بیت المال سے مقرر ہو اور اگر وظیفہ مقرر ہو پھر اُسپر نزاع کرین تو جائز ہے کہ کئی موذن
ایک نماز مین یکجا یا آگے پیچھے اذان کہین ساتوان مسئلہ جب موذن بہت سے ہون تو جائز
ہے کہ سب ملکر ایک مرتبہ اذان کہین اور اگر وقت وسیع ہو تو بہتر یہی ہے کہ ایک دوسرے کے بعد
کہے یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ یہان وقت کی وسعت سے مراد
جماعت مین کے امر مطلوب کا مجتمع نہونا ہے مثل نہ آنے امام اور نہ آنے اُس شخص کے کہ جسکے
آنے کی عادت ہے نہ یہ کہ اجزا اور کفایت بھر کے وقت سے زیادتی مقصود ہے کیونکہ نماز مین
دیر کرنا اُسکے وقت سے کسی غیر موظف شرعی امر کے لیے نہایت بعید ہے اور شیخ خلاف مین فرماچکے
ہین کہ دو موذنون سے زیادہ نچاہیے اور موذنون کی زیادتی مین ترتیب پر تاخیر نماز کی فضیلت سے
بلکہ ظہور حرج اہل جماعت مجتمع ہونے پر سامعین کی اذیت آوازون کے اجتماع سے اور وقت مضیحا

مخالفین کے احتمال ہین۔ آٹھوان مسئلہ جب امام کسی اذان کہنے والے کی اذان سن لے تو
اُسے جائز ہے کہ نماز پڑھنے مین اکتفا اُسی اذان پر کرے گو وہ موذن منفرد یعنی تنہا نماز پڑھے۔
نوان مسئلہ جسے اذان اور اقامت کے اثنا مین حدث واقع ہو وہ طہارت کرے اور بنا اُسی پر
کرکے پورا کرے اور اقامت مین اعادہ کرنا بہتر ہے دسوان مسئلہ جسے نماز پڑھنے مین حدث
واقع ہو وہ طہارت کرے اور نماز کا اعادہ کرے اور اقامت کا اعادہ نکرے مگر بول اٹھا ہو۔
گیارھوان مسئلہ جو کسی ایسے پیش نماز کی اقتدا کرے کہ جسکی اقتدا جائز نہین تو اذان اور اقامت
اپنے لیے کہے اور اگر نماز قضا ہو جانے سے ڈرے تو دو تکبیرون اور قد قامت الصلوٰۃ پر اکتفا
کرے اور فصول مین سے جو پیشنماز چھوڑ دے مستحب ہے کہ اُسے ماموم کہہ لے جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ جب مخالف مذہب
پیشنماز کے پیچھے نماز پڑھے تو چاہیے کہ تقیہ سے اپنے لیے اذان و اقامت کہہ لے اور مخالف
کی اذان و اقامت پر اکتفا نکرے اور اگر وقت تنگ ہو کہ اگر اذان اور اقامت کہے تو
پیشنماز کو رکوع مین نپائے تو اس صورت مین قد قامت الصلوٰۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ
پر اکتفا کرے۔ یہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ ایسے امام کی متروک فصل کا ماموم کو کہنا مستحب ہونا یہان مشکل
نظر آتا ہے ایک تو اسلیے کہ یہ خلاف نص کے ہے اور وہی نص صحیحۂ ابن سنان ہے کہ اُسمین وارد ہوا ہے
کہ جب موذن اپنی اذان مین کچھ گھٹا دے اور تیرا قصد اُسکی اذان سے نماز پڑھنے کا ہو تو اُسے تو پورا
کرے جو اُس اذان مین سے رہگیا ہے اور یہان ماموم اپنے لیے الگ اذان اور اقامت کہنے پر
مامور ہے یہانتک وقت پر اختصار سے کہیگا دوسرے اس سبب سے ہے کہ علماء نے تصریح کردی ہے
اور اخبار کو بھی دلالت اسی پر ہے کہ مخالفین کی اذان کا اعتداد اور شمار نہین پھر امام کی چھوٹی فصل کو
ماموم کے بجا لانے سے کیا فائدہ ہے مگر بار خدایا یہ کہا جائے کہ خود یہ فعل اپنے نفس مین مستحب ہے گو وہ
اذان شمار اور اعتنا کے قابل نہین تو خوب ہے اگر اسکی دلیل بھی ثابت ہو جائے۔
دوسرا رکن نماز کے افعال ہین۔ بعضے افعال واجب ہین اور بعضے سنت ہین واجب فعل آٹھ ہین
پہلا واجب فعل نیت ہے اور یہ رکن ہے جو اِسے جان بوجھکر قصد سے یا بھولے سے چھوڑ دیگا تو نماز
منعقد نہو گی اور حقیقت نیت کی یہ ہے کہ نماز کی صفت کو دل مین لائے اور قصد کرے اُس نیت مین

چار امرون کا واجب کا یا سنت کا اور قربت کے قصد سے بجا لانا اور معین کرنا نماز کا یعنی کونسی نماز
ہے اور ادا ہونے کا یا قضا ہونے کا اور زبان سے کہنا معتبر نہین بلکہ قصد کافی ہے اور نیت کا وقت
تکبیر احرام کے پہلے جزو کا وقت ہے اور واجب ہے ہمیشہ آخر نماز تک نیت کے حکم پر مستمر رہنا
اسطرح پر کہ نیت کے خلاف دل مین نہ لائے اگر نماز کے اثنا مین نماز سے نکلنے کا قصد کرے تو نماز اظہر
کی بنا پر باطل نہوگی اور یونہین باطل نہین ہوتی ہے نماز اگر نماز کے منافی فعل کرنے کا قصد کرے اور
اُسے نکرے اور اگر کریگا تو نماز باطل ہو جائیگی اور یونہین باطل ہو جائیگی نماز اگر کسی فعل سے ریا یا
سمعہ کا یعنی دکھانے سنانے کا قصد کریگا یا نماز کے سوا کسی اور چیز کا قصد کریگا اور نیت کا بدل
ڈالنا کئی جگہ پر جائز ہے جیسے یہ کہ جمعہ کے دن نماز ظہر مین سورۂ جمعہ پڑھنا بھولجائے اور دوسرا سورہ
شروع کر دے اگر نیت بدلے اور قصد کرے کہ یہ نماز سنت پڑھتا ہون مین پھر اسکے بعد فریضۂ ظہر
سورۂ جمعہ سے ادا کرونگا تو جائز ہے اور جیسے یومیہ فرائض مین سے کسی فریضے کی ادا شروع کرے
اور اس اثنا مین اُسے یاد آئے کہ اس فریضے کی نماز مجھسے قضا ہوگئی ہے اور نیت کو پہلے کی قضا
فریضے کے بجا لانے کی طرف بدلے تو جائز ہے دوسرا تکبیرۃ الاحرام اور یہ رکن ہے اور بے اسکے
نماز صحیح نہین ہے گو بھولے سے بھی چھوٹ جائے اور اسکی صورت یون ہے کہ کہے اللہ اکبر اور اسکے
معنون کے کہنے سے نماز منعقد نہین ہوتی ہے اور اگر اسمین سے کوئی حرف چھوڑ دیگا تو بھی نماز منعقد
نہوگی اور جو اسکے کہنے پر مثل عجمی کے قادر نہو اُسے اسکا یاد کر لینا واجب ہے بے اسکے وسعتِ وقت
مین مشغول نماز مین نہو اور اگر وقت تنگ ہو تو ترجمہ بھی جائز ہے اور جو گونگا ہو اُس سے جہانتک
ہوسکے تکبیرۃ الاحرام کو کہے پھر اگر اصلا بولنے پر قادر نہو تو اسکے معنون کو دلمین لائے اور اشارہ کرے
اور اسمین ترتیب واجب ہے پھر اگر اکبر اللہ اُلٹ کر کہیگا تو نماز منعقد نہوگی اور نمازی کو اختیار ہے کہ
شروع کی ساتون تکبیرون مین سے جسے چاہے تکبیر الاحرام قرار دے لے پھر اگر ایک تکبیر تکبیرۃ الاحرام کے
قصد سے کہے پھر دوسری تکبیر اسی قصد سے کہے تو نماز باطل ہے کیونکہ رکن کی تکرار کی ہے پھر اگر تیسری تکبیر
اسی قصد سے کہے تو نماز اس اخیر تکبیر سے منعقد ہو جائیگی اور واجب ہے کہ تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر اگر
کھڑے ہونے پر قادر ہو کر بیٹھکر کہیگا یا اُٹھنے کے شروع مین کہیگا تو نماز منعقد نہوگی اور سُنتی امر اسمین
چار ہین پہلا یہ کہ اللہ کے لفظ کو بے مد کہے یعنی اسکے حرفون مین مد نہ دے دوسرا یہ کہ اکبر کا لفظ

افعل کے وزن پر کہنے تیسرا یہ کہ امام ماموین کو تلفظ تکبیرۃ الاحرام کا سنوائے چوتھا یہ کہ تکبیر کے وقت
مصلی یعنی نمازی ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اونچا اٹھائے تیسرا قیام اور یہ بھی رکن ہے
اور قدرت رکھنے پر واجب ہے پھر جو کہ اسے عمداً یا سہواً ترک کرے گا اسکی نماز باطل ہو جائیگی
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مطلق قیام رکن نہیں اسلیے
کہ قیام نماز کی نیت کے لیے شرط ہے اور شرط مشروط میں داخل نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط مشروط سے
خارج ہوا کرتی ہے جسطرح سے کہ طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز کا جز نہیں ہے اور قیام قراءت
میں واجب ہے اور اسی طرح قیام رکوع میں ہے پس جو قیام کہ رکن میں سے ہے کہ جسکی کمی یا زیادتی
سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ قیام تکبیرۃ الاحرام کے وقت کا ہے اور رکوع کے متصل کا قیام
یعنی رکوع سے پہلے کا قیام ہے اور اسیطرح نیت کے وقت کا بھی ہے اگر اسکے قائل ہوں کہ
نیت بھی نماز میں داخل ہے اور نماز کا رکن ہے اور اگر کہیں کہ رکوع کے متصل والا ایسا قیام ہے
کہ جس میں قراءت ہوتی ہے اور اس قیام کو واجب بھی کہا ہے پس ایک ہی چیز رکن بھی ہوگی اور غیر
رکن بھی ہوگی اور اسکا جواب یہ ہے کہ واجب مجموع قیام ہے اور رکن وہی اخیر والا جز جو رکوع
کے متصل ہے بس کہہ سکتے ہیں کہ مجموع رکن نہیں بلکہ واجب ہے — اردو مترجم کہتا ہے کہ شہید
علیہ الرحمہ نے اپنے بعض فوائد میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیام نماز کی نسبت سے کئی طرح پر ہے
پس قیام نیت کی طرح پر نیت کی شرط ہے اور قیام تکبیرۃ الاحرام میں رکن ہونے میں تکبیر کا
تابع ہے اور قیام قراءت میں واجب ہے رکن نہیں ہے اور رکوع کے متصل والا قیام رکن
ہے — جب بے تکیہ کے قیام کی قدرت ہو تو قیام بے تکیہ کے واجب ہے اور نہیں تو تکیہ
کسی چیز پر کرے کہ جس سے قیام پر قادر ہو جائے اور ایک روایت میں وارد ہے کہ دیوار پر
تکیہ کرنا قیام کی قدرت رکھنے پر بھی جائز ہے اور اگر کسی ٹکڑے میں نماز کے قیام پر قادر نہو تو جہانتک
قدرت ہو کھڑا ہو اور باقی کو بیٹھکر بجا لائے اور اگر قدرت نہو تو بیٹھکر سب پڑھے اور بعضوں نے
کہا ہے کہ قیام سے عجز کی حد یہ ہے کہ جتنی دیر میں نماز ہوتی ہے اتنی دیر رستہ نہ چل سکے تو اس
صورت میں ساری نماز بیٹھکر پڑھے اور پہلا قول اظہر ہے اور جو کہ بیٹھکر نماز پڑھتا ہو جب رکوع
کے لیے قادر ہو جائے تو واجب ہے کہ رکوع کے لیے اٹھکھڑا ہو اور اگر قدرت نہو تو بیٹھے بیٹھے

رکوع بھی کرے اور جبکہ بیٹھے بھی پڑھنے سے مجبور ہو تو داہنے پہلو کے بھل قبلہ رخ لحد کیطرح
لیٹ جائے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو بائین پہلو کے بھل لیٹے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو چت
محتضر یعنی جان کندنی والے کی طرحپر لیٹے اور یہ لوگ رکوع اور سجود کیلیے ایما کرینگے اور جو
ایک حال پر اثنائے نماز مین عاجز ہو تو وہ ایک حالت سے دوسری ادنی حالت کی طرف آسی
حال سے منتقل ہو یعنی قراءت ترک نہ کرے جیسے کھڑا شخص عاجز ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا عاجز ہو
تو پہلو کے بھل لیٹے اور اگر وہ پہلو کے بھل لیٹا ہوا عاجز ہو تو چت لیٹ جائے اور اسیطرح پر اسکے
عکس مین ہے لیکن اس صورت مین کہ ادنی حالت سے اعلی کی طرف منتقل ہوتا ہے تو منتقل
ہونے کے وقت مین قراءت سے سکوت کرے تاکہ جہانتک ممکن ہو قراءت اعلی حالت مین
واقع ہو اور جو کہ سجدے پر قادر نہو وہ سجدے کے مکان کو بلند کرے اور اگر یون بھی سجدہ کرنے پر
قادر نہو تو ایما کرے **مسنونہ افعال** اس فصل مین دو چیزین ہین ایک یہ کہ جب مصلی بیٹھکر
نماز کو بجالائے تو اسے قراءت کے وقت تربیع سنت ہے یعنی اپنی پنڈلیان اور رانین
زمین سے اونچی کرے اور دونون قدمون اور چوتڑون پر بیٹھے اور دوسرے تثنیہ دونون
پانون کا یعنی دونون پانون کو بچھائے اور بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ تشہد کے حال مین
تورک کرے اور بائین ران پر بیٹھے کہ زمین سے ملائے اور دونون قدمون کو نیچے سے رانون
کے نکالے اور داہنے پانون کی پیٹھ کو بائین کی پیٹ مین رکھے جیسے کہ تشہد مین بیٹھتے ہین چوتھا
واجب قراءت ہے اور وہ واجب ہے اور وہ سورۂ حمد کی قراءت ہر دو رکعتی نماز مین اور
چو رکعتیون مین اور تین رکعتی مین اول کی دو دو رکعتون مین متعین ہے اور سارے سورۂ حمد
کا پڑھنا واجب ہے جو سورۂ فاتحہ کو عمداً ترک کریگا تو نماز اسکی صحیح نہوگی گو ایک حرف ہی
ترک کرے اور تشدید کا شمار حرف مین ہے اسی طرحپر نماز صحیح نہین اگر اعراب مین خلل کریگا
اور سورۂ فاتحہ مین سے بسم اللہ بھی ایک آیت ہے کہ اسکی قراءت سورۂ فاتحہ کے ساتھ واجب
ہے اور کافی نہین مصلی کو کہ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ پڑھے اور اسکے کلمون کی اور آیتون کی ترتیب
واجب ہے جس طرحپر کہ شارع علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے پھر اگر عمداً مخالفت کریگا تو نماز
کا اعادہ کریگا اور اگر بھول کر مخالفت کریگا تو نئے سریسے قراءت کریگا اگر رکوع سے پہلے یاد آیگا

اور اگر یاد نہ آئے اور رکوع کرے تو نماز کو پورا کریگا گو بعد اسکے یاد بھی آئے اور جو کہ خوب قرأت نکرسکے تو اسپر سیکھنا واجب ہی پھر اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو سورۂ فاتحہ مین سے پڑھے جتنا ممکن ہو اور اگر متعذر ہو تو غیر سورۂ فاتحہ مین سے پڑھے یا تسبیح و تہلیل خدا اور تکبیر مین قرأت کے زمانے بھر مصروف رہے اور اسکے بعد واجب ہے کہ سورۂ فاتحہ سیکھ لے اور جو گونگا ہو وہ نماز مین اپنی زبان کو ہلائے قرأت کے قصد سے اور دل مین بھی لائے کہ مین قرأت کرتا ہون اور مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو اختیار ہو کہ چو رکعتیونکی تیسری اور چوتھی رکعتون مین خواہ سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ تسبیحات اربع کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مین پڑھے اور پیشنماز کے لیے قرأت حمد تسبیحات سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ ایک سورہ پورا سورۂ حمد کے بعد فریضے کی پہلی دو رکعتون مین پڑھے باوجود اسکے کہ وقت مین گنجایش ہو اور سیکھنا ممکن ہو اور مضطر نہو بلکہ مختار ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ دوسرے کا انضمام یعنی سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب نہین اور اول احوط ہے اگر کوئی پہلے سورہ پڑھے اور پھر حمد پڑھے تو اُسے چاہیے کہ پھر اُسی سورہ کو یا کسی اَور سورہ کو حمد کے بعد پڑھ لے اور کسی فریضے مین عزائم سورون مین سے پڑھنا جائز نہین اور یونہین طویل سورون کا پڑھنا کہ جنکی قرأت مین نماز کا وقت فوت ہو جائے جائز نہین ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد دو سورون کا پڑھنا بھی جائز نہین اور بعضے فقہا نے مکروہ کہا ہے اور یہی اشبہ ہے اور صبح کی نماز مین اور مغرب و عشا کی پہلی دو دو رکعتون مین قرأت جہر سے یعنی بلند آواز سے سورونکا پڑھنا واجب ہے اور ظہرین مین اور مغرب کی تیسری رکعت مین اور عشاء کی تیسری چوتھی رکعتون مین اخفات یعنی آہستہ سے پڑھنا چاہیے اور اقل جہر یہ ہے کہ قاری یعنی پڑھنے والا اپنی قرأت یعنے پڑھنا اپنے پاس کے تندرست شخص کو جبکہ کان دے سنوائے اور اخفات یہ ہے کہ قاری خود سُنے اگر اُسکے کان صحیح ہون یعنی کانون مین مرض نہو اور عورتون پر جہر یعنی بلند آواز سے قرأت واجب نہین اور اگر انکی جہر نماز مین نامحرمون کے سُننے پر مشتمل ہو تو حرام ہے سُنّتی افعال اس قسم مین بسم اللہ کا جہر سے سورۂ فاتحہ کے اور دوسرے سورہ کے پہلے کہنا گو صلوٰۃ جہریہ نہو اور ترتیل قرأت یعنی حرفون کا ظاہر کرنا اور اُنکی صفتون کی مراعات کرنا ہے اور مد نہ دینا ہے اتنا کہ غنا سے یعنی گانے کے مشابہ ہو جائے اور جہان پر وقف چاہیے وہان وقف کرنا اور سنتی نمازون مین فاتحہ کے بعد سورہ کا پڑھنا اور ظہرین مین چھوٹے سورے مثل انا انزلناہ اور سورۂ جحد یعنی قل یاایہا الکافرون کے

پڑھنا اور سورۂ اعلیٰ والطارق اور جو اسکے مشابہ ہون عشا مین اور صبحکو جمعرات اور جمعہ کو ہل اتی اور جمعہ کے دن مغرب وعشا مین سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ اور صبح جمعہ مین سورۂ جمعہ اور قل ہو اللہ احد کا سورہ اور جمعہ کے ظہرین مین سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین پڑھنا ہے اور فقہا مین سے کسی ایک نے ان دونون سورون کو جمعہ کی ظہرین مین پڑھنا واجب جانا ہے اور یہ قول معتمد نہین اور دن کے نوافل مین چھوٹے سورے اور آہستہ اور رات کے نوافل مین بڑے بڑے سورے اور بلند آواز سے پڑھنا ہے اور جب وقت تنگ ہو تو قراءت مین تخفیف کریگا اور فقط فاتحہ پر اکتفا کریگا اور قل یا ایہا الکافرون سات جگہ پڑھنا چاہیے ظہر کی نوافل کی پہلی رکعت مین اور مغرب کے نوافل کی پہلی رکعت مین اور صبح کے نافلہ کی پہلی رکعت مین جبکہ اُسے صبح کی روشنی پھیلنے اور سرخی طلوع کے بعد پڑھین اور طواف کی دو رکعتون مین سے پہلی رکعت مین اور نماز احرام کی پہلی رکعت مین اور اگر ان ساتون مقامون مین پہلی رکعت مین سورۂ توحید اور دوسری رکعت مین سورۂ جحد پڑھے تو بھی جائز ہے اور نماز شب کی پہلی دو رکعتون مین قل ہو اللہ تیس مرتبہ اور باقی رکعتون مین لمبے سورے اور سنت ہے کہ پیشنماز ماموین یعنی پیچھے نماز پڑھنے والون کو قراءت اپنی سنوائے اگر محتاج بہت آواز بلند کرنے کا نہو اور اسیطرح شہادتین کو سنوائے اور سنت ہے کہ جب مصلی آیۂ رحمت پر پہونچے تو سوال رحمت کرے اور جب آیۂ عذاب پر پہونچے تو حقتعالیٰ سے پناہ مانگے سات مسئلے پہلا مسئلہ حمد کے اخیر مین آمین کہنا جائز نہین اور بعضون نے مکروہ کہا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سورۂ حمد کے آخر مین اور حمد کے سوا اور سورون کے آخرون مین کہنا جائز نہین اگر عمداً کوئی نماز مین کہیگا تو نماز باطل ہو جائیگی جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے دوسرا مسئلہ موالات قراءت مین صحت کی شرط ہے یعنی قراءت کے اثنا مین کچھ غیر قراءت کے پڑھے تو سر نو سے قراءت کرے اور اسیطرح پر اگر قراءت کی نیت کرکے چپ ہو رہیگا تو پھر نئے سر سے قراءت کریگا بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت مین نماز کا اعادہ کریگا لیکن اگر قراءت کے اثنا مین کچھ سکوت کرے نہ قراءت کی قطع کے قصد سے یا قراءت کی قطع کا قصد کرے تو نماز کو قطع نہ کریگا اور پورا نماز کو کرے گا اردو مترجم کہتا ہے کہ قراءت کے اثنا مین جن چیزون کا پڑھنا مستثنیٰ ہے اُنکے سوا کسی آیہ کا پڑھنا ہے اور اُن مستثنیٰ چیزون سے مباح کی دعا اور سوال رحمت آیۂ رحمت پر پہنچکر اور عذاب سے حقتعالیٰ سے

پناہ مانگنا آیۂ عذاب پر پہونچکر اور سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے پر یرحمکم اللہ کہنا اور خود چھینک پر الحمد للہ رب العالمین کہنا اور مثل اِسکے چونکہ مستثنیٰ ہین وہ قراءت مین مخل نہین — تیسرا مسئلہ علمائے امامیہ نے روایت کی ہے کہ سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح دونون ملکر ایک سورہ ہے اور اسیطرحپر سورۂ فیل اور لایلاف ایک سورہ ہے تو جائز نہین ہے کہ ان دو دو سے ایک ایک کو کوئی کسی نماز مین پڑھے جو اِن دونونکو ایک رکعت مین پڑھے تو اُسے بیچ مین بسم اللہ کہنے کی بنا بر اظہر کے حاجت نہین چوتھا مسئلہ جب کوئی جہر کے مقام پر اخفات کرے اور اخفات کے مقام پر جہر کرے یا علکس اسکا کرے اور یہ امر خواہ مسئلے کے نجاننے سے خواہ بھولے سے واقع ہوا ہے تو اُسپر اعادہ نماز کا واجب نہین پانچوان مسئلہ کافی ہے مصلی کو کہ تیسری چوتھی رکعت مین حمد کی بدل بارہ تسبیحین پڑھے کہ صورت اُسکی یہ ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تین مرتبہ اور بعضون نے کہا ہے کہ دس تسبیحین پہلی دو تسبیحون مین سے تکبیر کم کرکے کافی ہین اور تیسری تسبیح مین تکبیر ثابت رکھے اور ایک روایت مین ہے کہ تیسری مین سے بھی تکبیر کم کرکے نو تسبیحین پڑھنا وارد ہوا ہے اور ایک روایت مین چار تسبیحین ہین اسطریق سے کہ تسبیح مذکور ایک ہی مرتبہ پڑھے اور پہلے قول پر عمل احوط ہے چھٹا مسئلہ اگر کوئی عزائم سورے مین سے نوافل مین پڑھے تو چاہیے کہ موضع سجود پہ سجدہ کرے اور اسیطرحپر اگر کوئی اَور پڑھے اور آیۂ سجدہ کو سنے تو سجدہ کرے اور اسکے بعد اُٹھے اور تتمہ سورۂ عزمیہ کی تلاوت کرے اور رکوع کرے اگر واجب سجدہ آخر سورۂ عزمیہ مین ہو تو سنت ہے سجدۂ تلاوت کے بعد اُٹھے اور سورۂ فاتحہ پڑھے اور رکوع مین جائے تاکہ رکوع قراءت کے بعد پڑھے ساتوان مسئلہ سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ قل اعوذ برب الفلق بھی قرآن مین سے ہین ان دونون سورون کی بھی قراءت نماز مین جائز ہے خواہ واجب نماز ہو خواہ سنت ہو پانچوان واجب رکوع ہے اور وہ ہر رکعت مین ایک مرتبہ واجب ہے مگر نماز کسوف مین اور نماز آیات مین اور رکوع نماز مین رکن ہے اور اسکی کمی یا زیادتی سے عمداً یا سہواً نماز باطل ہو جاتی ہے اور اسکی تفصیل عنقریب آتی ہے اور رکوع کے واجبات پانچ ہین پہلا واجب جھکنا اسقدر کا کہ دونوں ہاتھ دونون زانوؤن پر پہونچ سکین اور اگر ہاتھ اتنے لمبے رکھتا ہو کہ بے جھکے دونون

زانوؤن پر پہونچ جاتے ہون پھر بھی جُھکے اتنا کہ خلقت مین کا مستوی شخص جُھکتا ہے اور جو جُھکنے پر
کسی مرض سے قادر نہو تو اپنے امکان بھر جُھکے اور اگر بالکل عاجز ہو تو رکوع کے لیے ایما اشارہ
کرے اگر کوئی اصل پیدایش مین یا عارضہ سے منحنی یعنی جھکا رکوع کرنے والے کی طرح ہو تو اُسے
واجب ہے کہ رکوع مین اور ذکر رکوع کے وقت کچھ اپنے انحنا کو بڑھا دے کہ اُس زیادتی سے
اصلی حالت مین اور رکوع کی حالت مین فرق ہو جائے دوسرا واجب طمانینت یعنی اتنی
دیر کرنا کہ جسمین رکوع کا واجب ذکر کرلے اور یہ دیر کرنا رکوع مین قدرت رکھنے کی صورت مین ہے
اور اگر دیر کرنے پر قادر نہو تو اُس صورت مین واجب نہین جیسا کہ اصل رکوع مین گذرا تیسرا
رکوع سے سر اُٹھانا اور سیدھا کھڑے ہونا بس جائز نہین کہ رکوع سے بے سر اُٹھائے اور بے
سیدھا کھڑے ہوے سجدے مین چلا جائے مگر جبکہ عذر رکھتا ہو اور اگر سیدھے کھڑے
ہونے مین تکیہ کا محتاج ہو تو واجب ہے کہ تکیہ لگا کر سیدھا کھڑا ہو گو تکیہ کرائے سے لینا پڑے
تو بھی لیکر لگائے چوتھا واجب طمانینت سیدھا کھڑے ہونے مین اور وہ اس سے عبارت
ہے کہ برابر کرے اپنی پیٹھ کی ہڈیون کو کھڑے ہونے کے وقت مین اور ساکن کرے یعنی
ٹھہرے گو وقت کم ہو پانچوان واجب تسبیح پڑھنا رکوع مین ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ
مطلق ذکر کافی ہے گو ایکبار اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے یا ایکمرتبہ تہلیل ہو یعنی لا الٰہ
الّا اللہ ایکبار کہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ نہین ہے کوئی معبود برحق اللہ کے سوا یعنی فقط
اللہ ہی معبود برحق ہے اور کوئی نہین اور اِسی کو کلمۂ توحید بھی کہتے ہین اور ایکبار تکبیر یا ایکمرتبہ
تہلیل کے رکوع مین کافی ہونے مین تردد ہے اور اقل اُس چیز کا جو مختار کے لیے ہو ایکمرتبہ پوری
تسبیح ہے اور وہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ ہے یعنی پاک و پاکیزہ جانتا ہون اپنے پروردگار
بزرگ کو اس حال سے کہ مین اُسکی حمد و ثنا مین مشغول ہون یا سبحان اللہ یعنی پاک ہے اللہ
تین بار کہے اور ضرورت کے وقت مین سبحان اللہ ایکبار بھی کہنا کافی ہے اور آیا ہر رکوع
کے لیے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا واجب ہے یا نہین اسمین تردد ہے اظہر یہ ہے کہ مستحب ہے
رکوع کے سنتی فعال رکوع کرنے کے لیے کھڑے کھڑے تکبیر کہے اس حال سے کہ دونون
ہاتھون کو اُٹھا کر کانون تک لیجائے اور پھر لٹکائے اسکے بعد رکوع کرے اور دونو ہاتھونکی

دونون ہتھیلیون کو دونون زانوؤن پر انگلیان پھیلی ہوئی رکھے اور زانوؤن کو پیچھے کی طرف
کھینچے اور اگر دونون ہاتھون مین سے ایک مین کوئی عذر ہو تو ایک ہی سے زانو کو پیچھے کیطرف
کھینچے اور اپنی پیٹھ کو ہموار کرے اور گردن کو پیٹھ کے محاذی دراز کرے اور رکوع کی تسبیح سے
پہلے دعا پڑھے اور تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ یا اُس سے زیادہ کہے اور امام اپنی آواز
کو ذکر مین بلند کرے اور سیدھے کھڑے ہو کے سمع اللہ لمن حمدہ[1] کہے اور دعا پڑھے اور مکروہ
ہے رکوع کرنا کہ ہاتھ کپڑے کے نیچے ہون چھٹا واجب سجدہ کرنا ہے اور ہر رکعت مین دو سجدے
واجب ہین کہ نماز مین رکن ہین اور ان دونون سجدون مین کہ جس رکعت کے ہون خلل
واقع ہونے سے خواہ عمداً ہو خواہ سہواً ہو نماز باطل ہوتی ہے اور نماز ایک سجدہ مین خلل
واقع ہونے سے باطل نہین ہوتی ہے **واجبات سجدہ** چھ ہین **پہلا واجب** سات عضو وپر
سجدہ کرنا اور وہ ساتون عضو پیشانی دو ہتھیلیان دونون زانو دو انگوٹھے دونون
پانوؤنکے ہین **دوسرا واجب** ماتھے کا رکھنا ایسی چیز پر ہو کہ جسپر رکھنا صحیح ہو بس اگر عمامہ کے گھیرے
پر سجدہ کریگا تو صحیح نہوگا **تیسرا واجب** سجدے کے لیے اتنا جھکنا کہ کھڑے ہونے کی جگہ
اور سجدے کی جگہ برابر ہو جائے مگر یہ کہ تھوڑا سا تفاوت ایک اینٹ کی مقدار بھر ہو نہ زیادہ
اور وہ مقدار چار انگل کی ہے کہ چارون انگلیان ملی ہوئی ہون پھر اگر مصلی کو کوئی مانع
ہو کہ جس سے اتنا جھک نہ سکتا ہو تو امکان بھر جھکے اور اگر موضع سجود کے اونچا کرنے کی ضرورت
پڑے تو واجب ہے کہ اُسے بلند کرے اور اگر جھکنے سے بالکل عاجز ہو تو سجدے کے لیے ایما کرے
چوتھا واجب ذکر سجود ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تسبیح مختص ہے جیسا کہ رکوع مین مذکور ہوا
ہے جامع الرضوی کے **مترجم** کہتے ہین کہ بہتر سجدے مین ذکر سبحان ربی الاعلی وبحمدہ ہے یعنی
پاک جانتا ہون اپنے پروردگار کو کہ سب چیزون سے جسکا رتبہ بلند ہے اس حال مین کہ مین
اُسکی حمد وثنا مین مشغول ہون **پانچوان واجب** طمانینت سجود مین ذکر کرنے بھر کے زمانے کی ہو مگر
کہ کوئی ضرورت طمانینت کی مانع ہو **چھٹا واجب** سر اُٹھانا پہلے سجدے سے تا کہ درست اطمینان
سے بیٹھے اور سجدے مین شروع کے لیے اور سر اٹھانے کے لیے تکبیر کے واجب ہونے مین تردد
ہے اظہر استحباب ہے اور سنت ہے کہ تکبیر کہے سجدے کے لیے اس حال مین کہ کھڑا ہو اُسکے بعد

[1] یعنی خدا نے سنا اور جزاے خیر دی اُس شخص کو جو اُسکی عبادت مین مشغول ہوا ۱۲

میل سجدے کی طرف کرے پہلے اپنے دونون ہاتھون کو زمین پر پہونچائے اور سجدے کی جگہ کھڑے
ہونے کی جگہ سے برابر ہو یا کچھ پست اور زیادہ مقدار سے نہو اور خاک پر اپنی ناک کو رکھے
اور دعا پڑھے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ سجدے مین ارغام سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ
سجود ناک سے کرے گو خاک پر نہو اور خاک بہتر ہے اور ایک تسبیح پر زیادہ کرے جسقدر کہ ممکن ہو اور
دونون سجدون کے درمیان مین دعا کرے اور بائین سرین پر بیٹھے اطمینان سے دوسرے
سجدے کے بعد اور دعا پڑھے کھڑے ہوتے وقت اور تکیہ کرے اپنے زانوؤن کے اُٹھانے سے
پہلے اور اقعاء دو سجدون کے درمیان مین مکروہ ہے اور وہ عبارت اس سے ہے کہ دونون تلوے
زمین پر رکھے اور پاؤنکی دونون پاشنون پر بیٹھے تین مسئلے مین پہلا مسئلہ جب کسی کو پیشانی زمین پر
رکھنے سے کوئی مانع ہو مثل دنبل کے جبکہ ساری پیشانی نہ گھیری ہو تو موضع سجود مین سوراخ کرے
تاکہ دنبل اُس سوراخ مین اور موضع سالم پیشانی مین سے زمین پر پڑے اور اگر یہ متعذر ہو تو
پیشانی کی دونون طرف سے ایک جبل پر سجدہ کرے اور اگر اسکا بھی مانع ہو تو سجدہ ٹھُڈی سے
کرے دوسرا مسئلہ قرآن کے سجدے پندرہ ہین اُنمین سے چار واجب ہین اور وہ سورۂ لقمان والنجم
اور حم سجدے کے سجدے ہین اور گیارہ سجدے سنت ہین اور وہ سورۂ رعد اور سورۂ نحل و بنی اسرائیل
اور مریم اور حج مین دو جگہ اور فرقان اور نمل اور ص اور اذا السماء انشقت مین کے سجدے ہین
اور عزائم سجدون کے سجدے واجب ہین جو سجدے کی آیت پڑھے یا سُنے اُسپر سجدہ واجب ہے
اور جو کہ اتفاقی سُن لے اُسپر سجدہ بنا بر اظہر سنت ہے اور اکثر اُسپر بھی وجوب کے قائل ہین اور
اصح وجوب ہے جسطرح سے کان دیکر سُننے والے پر واجب ہے اُسیطرح اتفاقی سُن لینے والے پر
واجب ہے اور باقی سورون مین سجدے سنت ہین اور ان سجدون مین قرأت تکبیر کی اور
تشہد کی اور سلام کی نہین ہے اور قبلہ کا استقبال بھی اظہر کی بنا پر نہین ہے جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اصح یہ ہے کہ ان سجدون مین طہارت بھی شرط نہین ہے
اور اسیطرح بدن اور کپڑون کا نجاست سے خالی ہونا اور قبلہ کا استقبال بھی شرط نہین ہے
اور آیا سجدے کے ساتون اعضا پر سجدہ کرنا شرط ہے یا پیشانی کا زمین پر رکھنا کافی ہے اور
اسیطرح موضع کا مساوی ہونا موقوف ہے اور رکھنا پیشانی کا ایسی چیز پر کہ جسپر سجدہ صحیح ہو شرط ہے

یا نہین آمین دو وجہین ہین احتیاط اشتراط ہے اور اگر بھول جائے سجدہ کو تا وقتیکہ یاد آئے بجالا
تیسرا سجدہ شکر کے دو سجدے مستحب ہین جب کوئی نعمت تازہ ہو یا مصیبت دور ہو اور نمازون کے بعد
اور دو سجدہ شکر مین منہ خاک پر ملنا سنت ہے چھٹا تو ان واجب تشہد ہے اور وہ ہر دو رکعتی نماز
مین ایک مرتبہ اور تین رکعتی اور چار رکعتی مین دو مرتبہ واجب ہے اگر کوئی دونون مین یا ایک مین
انمین سے خلل عمداً کرے تو نماز باطل ہو جائیگی اور ہر تشہد مین پانچ واجب ہین پہلا شہادتین پڑھنے
کے وقت بقدر بیٹھنا دو شہادتین پڑھنا اور درود بھیجنا نبی اور آل نبی پر اور صورت اسکی یہ ہے ۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ اللھم صل علی محمد و آل محمد

یعنی گواہی دیتا ہون مین اس بات کی کہ نہین ہے کوئی برحق معبود اللہ کے سوا اس حال سے
کہ وہ تنہا ہے نہین ہے کوئی شریک اسکا اور گواہی دیتا ہون مین اس بات کی کہ بیشک محمد صلعم
اسکے بندے ہین اور اسکے رسول ہین بارخدایا اپنی رحمت کاملہ نازل کر محمدؐ پر اور انکی اولاد پر
اور جو تشہد کو اچھی طرح نجانتا ہو تو واجب ہے اسپر بجالانا اس امر کا جس سے خوب جانے تشہد کو
ضیق وقت مین یعنی ترجمہ اپنی زبان مین پڑھ لے اور اسکے بعد واجب ہے کہ سیکھ لے اس چیز کو
جسے اچھی طرح پڑھ نہین سکتا ہے ستتی افعال تشہد کے متورک بیٹھے یعنی دونون پانون کو مقعد
کی بائین طرف نکالے اور دونون پانون کو اور بائین پشت قدم کو زمین پر رکھے اور داہنی
پشت قدم کو بائین پیر کے پیٹ پر رکھے اور واجب مقدار سے زیادہ جو چاہے حمد و ثنا و دعا سے
بجالائے اور آٹھوان واجب سلام کہنا اور وہ بھی بنا بر مذہب صحیح واجب ہے اور نماز سے اس سے
خارج ہو جاتا ہے اور اسکی دو عبارتین ہین ایک یہ ہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنی
سلام ہو ہمپر اور خدا کے نیک بندون پر اور دوسری عبارت یہ ہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
یعنی سلام ہو تمپر اور خدا کی رحمت اور اسکی برکتین ۔ اور ہر ایک سے ان دو عبارتون مین سے
نماز سے خارج ہوتا ہے اور جس سے ابتدا کریگا دوسرا مستحب ہو جائیگا مسنون سلام یہ ہین کہ
مصلی اگر منفرد یعنی تنہا ہو تو سلام کہے قبلہ رخ اور آنکھ کے اخیر کے گوشے سے جو کنپٹی کے قریب
ہے اور اگلے گوشے سے جو ناک کے قریب ہے کہ مقابل ہے اس اگلی طرف کے جو ناک کے پاس ہے اشارہ کرے اور پیشنماز
منہ کے صفحے سے داہنی طرف اشارہ کرے اور ہیسطرح ماموم بھی منہ کے صفحے سے داہنی طرف

اشارہ کرے اور بائین طرف بھی کوئی ہو تو دوسرے سلام مین بھی اپنے منھ کے صفحے سے اشارہ کرے
نماز کے سنتی فعل پانچ ہین پہلا چھ تکبیرون سے تکبیر احرام کے سوا نماز کی طرف متوجہ ہونا
استطراق سے کہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر او ر دعائے ماثورہ یعنی یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ عَمِلْتُ سُوْءً وَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اَنْتَ یعنی الٰہی تو ہی سچ مچ کا کھلا کھلا بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود پرستش کے قابل
نہین ہے تیری ہی تعریف کی مجھے رٹ لگی ہے الٰہی مین نے بہت برا کیا ہے اور گناہ کرکے
مین نے بڑا ستم اپنی جان مین توڑ لیا ہے بس میرے گناہ بخشدے کہ بیشک تیرے سوا کون
گناہون کا بخشنے والا ہے پھر اللہ اکبر دو مرتبہ کہے اور یہ دعا پڑھے لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ
یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ وَالْمَھْدِیُّ مَنْ ہَدَیْتَ اَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدَیْکَ ذَلِیْلٌ بَیْنَ یَدَیْکَ
مِنْکَ وَبِکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجٰی وَلَا مَفَرَّ وَلَا مَہْرَبَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ سُبْحَانَکَ وَ
حَنَانَیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَرَبَّ الْبَیْتِ یعنی حاضر حاضر نگاہ روبرو تیرے
سامنے کھڑا تھرّا رہا ہون اور تیرا ادنی اسا جان باز فرمان بردار ہون بھلائی
تیرے ہی ہاتھ ہے اور برائی کو تیری طرف راہ نہین سیدھے ڈھرّے پر وہی ہے جسے تونے
راہ پر لگا دیا ہے مین خود تیرا بندہ ہون اور میرے ماں باپ تیرے بندے ہین اور ذلیل و
خوار تیرے سامنے کھڑا ہون تجھی سے میری پناہ ہے اور تیرے ہی ساتھ مجھے رہنا ہے
اور تیری ہی طرف مجھے پھر کر جانا ہے نہ مجھے کوئی آڑ پکڑنے کی جگہ ہے اور نہ چھٹکارے کا
ٹھکانا ہے اور نہ بھاگنے کی جگہ ہے اور نہ بھاگنے کا رستہ ہے مگر تیری ہی طرف پناہ لینی
ہے واہ واہ کیا صاف ستھرا تو ہے اور کیا نہال ہے اور کیا ہی مبارک ہے تو اور تو کسی
بلند رتبے پر پہونچا پاک ہے میرے پالنے پوسنے والے اور آبرو دار گھر یعنی کعبہ کے بسانیوالے
پھر ایک تکبیر کہے اور نیت کرے جیسے نماز صبح بجا لاتا ہون اس سبب سے کہ وہ واجب ہے
قربۃً الی اللہ یعنے خدا کی خوشی اور قربت حاصل ہونے کے لیے اور فقط اس مضمون
کا خیال مین گزرنا اور ارادہ نماز کا کرنا نیت ہے تلفّظ ضرور نہین پھر نیت کے بعد ایک تکبیر
احرام یعنی اللہ اکبر کہے اور یہ دعا پڑھے وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرٰہِیْمَ

دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَمِنْہَاجِ عَلِیٍّ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی سب کی طرف سے منھ موڑ کے اور دنیا بھر سے آس توڑ کے اسکی طرف رُخ کرتا ہون جسنے بے مادے اور مدت کے محض اپنی قدرت کاملہ سے تمام آسمان اور زمین کو پیدا کیا ایسے حال مین کہ میں ملت یگانہ پرستی پر خلیل جلیل حضرت ابراہیم کی ہون اور برحق دین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ اور منہاج علی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہون اور دین کے سب اصول فروع پر بدل و جان ثابت قدم ہون اور جان و دل سے تیری توحید اور دین اسلام پر مائل ہون اور مین انمین سے نہین ہون جو شرک اور کفر کرتے ہین بیشک میری نماز اور قربانی اور حج اور سب عبادتین اور میرا جینا اور میرا مرنا خاص اُس خدا کے لیے ہے کہ پالنے والا سارے عالمون کا ہے اور کوئی اُسکا شریک اور ہمسر پیدا کرنے مین اور عبادت کے استحقاق مین نہین اور اسی سے مین مامور ہوا ہون اپنے پروردگار کیطرف سے اور مین اُسی کے مطیعون مین سے اور فرمانبردارون مین سے ہون اور مصلی مختار ہے کہ ان ساتون تکبیرون مین سے جسے چاہے نیت کے مقارن کرے بس وہین سے نماز شروع بھی ہو جائیگی دوسرا قنوت ہے اور وہ دو رکعتی نماز مین دوسرے رکوع سے پہلے اور قرأت کے بعد ہے اور سنت ہے کہ ماثور دعا پڑھے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بہتر ہے یہ قنوت پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ یعنی کوئی معبود اُس یکتا خدا کے سوا نہین کہ وہ بردبار بخشش کرنیوالا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ یعنی کوئی معبود برحق اور یکتا خدا کے سوا نہین کہ وہ بلند رتبہ عظیم الشان ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا فِیْہِنَّ وَمَا بَیْنَہُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ یعنی پاک ہے وہ خدا کہ پروردگار ساتون آسمانون کا ہے اور ساتون زمینون کا ہے اور پروردگار ہے اُن سب چیزون کا جو آسمانون مین ہین اور زمینون مین ہین اور اُن چیزون کا جو آسمانون کے اور زمینون کے درمیان مین ہین اور پروردگار عرش عظیم کا ہے اور ساری تعریفین اُس خدا کے لیے ہین کہ وہ پروردگار تمام عالمون کا ہے اور اس دعا کو کلمات فرج یعنے خوشی اور فرحت کی باتین کہتے ہین اور یہ سب دعاؤن سے بہتر ہین اور سب نمازون کے

قنوت مین مستحب ہین خصوصاً نماز جمعہ و نماز وترمین اور مردے کی تلقین مین اور اسکی احتضار کے وقت سنت ہین تاکہ انکی برکت سے اسکی روح آسانی سے قبض ہو اور بہتر ہے کہ ان کلمات کے بعد یہ کہے اللّٰہم صلّ علیٰ محمدٍ وآل محمد یعنی خداوند درود و رحمت و ثنا بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور درود سب دعاؤن سے بہتر ہے اس لیے کہ کوئی دعا بے صلوات حضرت پر بھیجے قبول نہین ہوتی پھر کہے اللّٰہمّ اغْفِرْلَنا وَارْحَمْنا وَعافِنا وَاعْفُ عَنّا فِی الدُّنْیا وَالْآخِرَةِ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی خداوندا معاف کر گناہ ہمارے اور رحم کر ہمپر اور عاقبت عطا کر ہمین اور معاف کر خطائین ہماری دنیا مین اور آخرت مین بے شبہہ تو سب چیزون پر قادر ہے اور ایک حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جسکا قنوت دنیا مین طولانی ہوگا اُسیقدر اُسے آخرت مین زیادہ راحت ملیگی اور پہلی دعا یعنی کلمات فرج پر اور دوسری دعا اللّٰہم الخ پر اور فقط درود پر اور چھوٹی سی دعا پر بھی اور طولانی پر بھی اکتفا کر سکتا ہے اور تین تسبیحون کو بھی پڑھ سکتا ہے اور بعضون نے فقط ایکبار تسبیح پر یعنی سبحان اللّٰہ کہنے پر بھی اکتفا جائز کیا ہے۔ اور جمعہ کی نماز مین دو قنوت ہین ایک رکوع سے پہلے اور ایک رکوع کے بعد دوسری رکعت مین پڑھے اگر کوئی بھول جائے تو رکوع کے بعد قضا بجالائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ نماز وتر مین بھی دو قنوت ہین ایک رکوع سے پہلے اور دوسرا رکوع کے بعد۔ تیسرا شغل نظر ہے قیام کے وقت سجدے کی جگہ پر نظر مشغول رکھے یعنی اُسیکو دیکھے اور قنوت مین ہتھیلیونکو اور رکوع مین دونون قدمون کے بیچ کے مقام کو اور سجود مین ناک کے کنارے کی طرف اور تشہد مین گود کی طرف دیکھے چوتھا ہاتھون کو اسطرح پر مشغول رکھنا کہ قیام یعنی کھڑے ہونے مین دونون ہاتھ دونون زانوؤن پر رکھے اور قنوت مین منھ کے سامنے اور رکوع مین زانون پر اور سجود مین کانون کے محاذی اور تشہد مین دونون زانو پر رکھے پانچوان سنتی فعل تعقیب ہے اور ساری تعقیبون سے بہتر تسبیح جناب فاطمہ زہرا صلوات اللّٰہ علیہا ہے جسے پڑھے اور ماثورہ دعائین وغیرہ پڑھے اردو مترجم کہتا ہے کہ بہتر ہے کہ نماز کے آخر مین تین سلام کہے اور پہلے سلام کی عبارت یہ ہے اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکاتُہٗ یعنی سلام ہو آپ پر اے رسول خدا اور رحمتین اور برکتین خدا کی اور سنت ہے کہ سلام کے پھیرنے کے بعد تین تکبیرین کہے اور ہر مرتبہ ہاتھونکو محاذی کانون کے بلند کرے اور ان تکبیرون کو وظیفہ کی ابتدا سمجھے نہ نماز کی انتہا اور انھین جزو نماز

نہ سمجھے کہ اِسمین نماز کے باطل ہونے کا خوف ہے اور اِن تکبیرون کے بعد یہ کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَحْدَہٗ وَاَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَہَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ فَلَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی عبادت کے قابل نہین مگر وہ معبود برحق کہ جسکی ذات جامع الکمالات کا نام اللہ ہے بحالیکہ وہ یکتا ہی کوئی اُسکا شریک نہین وحدت اُسی کے لیے زیبا ہے اور بہت جلد اُسنے اپنے وعدے پر وفا کی اور اپنے بندے یعنی جناب رسالتمآب کی مدد کی اور غالب کیا اُنکے لشکر کو کہ اصل مین وہ خدا کا لشکر تھا اور شکست دی دشمنون کی فوجون کو اپنے یاد و تنہا ہونے کی حالت مین بس اُسی کے لیے خاص بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے حمد و ثنا ہے وہی زندگی عطا فرماتا ہے اور وہی موت کا ذائقہ چکھاتا ہے اور وہی ہر چیز کا بوتا رکھتا ہے پھر یہ کہے اَللّٰہُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَلَکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَعُوْدُ السَّلَامُ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَئِمَّۃِ الْہَادِیْنَ الْمَہْدِیِّیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ اَجْمَعِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِنِ الصَّادِقِ اَلسَّلَامُ عَلٰی مُوْسَی بْنِ جَعْفَرِنِ الْکَاظِمِ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا اَلسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّنِ الْجَوَادِ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِنِ الْہَادِیْ اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّنِ الزَّکِیِّ الْعَسْکَرِیِّ اَلسَّلَامُ عَلٰی حُجَّۃِ الْقَائِمِ الْمَہْدِیِّ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ یعنی الٰہی تو ہے صحیح سالم عیبونسے اور ہر نقص و فنا سے بری ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور تیرے لیے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہی سلام صاف ستھرا ہے تو اے پروردگار اور آبرودار پروردگار ہے تو اور بری ہے تو اُن سب چیزون سے جنھین کافر و مشرک بیان کرتے ہین اور سلام ہے رسولون پر اور ہر طرح کی مدح و ثنا ثابت ہے اُس پروردگار کے لیے جو سارے کمال والی صفتون کا رکھنے والا ہے اور پروردگار ہے تمام عالمون کا سلام خدا ہو آپ پر اے نبی اور رحمت خدا اور برکتین اُسکی نازل ہون آپ پر اور سلام ہو پروردگار کا امامون پر کہ خلق خدا کی ہدایت کرنے والے ہین اور خود بھی اُنھون نے خدا کی طرف سے ہدایت پائی ہے سلام ہو پروردگار کا تمام پیغمبرون پر اُس کے اور اُسکے

فرشتون پر سلام ہو پیغمبر اور اُن بندون پر خدا کے جو نیک چلن ہین سلام ہو علی بن ابیطالب
علیہ السلام پر کہ جو امیر المومنین یعنی ایماندارون کے سردار ہین سلام ہو حضرت امام حسنؑ پر
سلام ہو حضرت امام حسینؑ پر کہ وہ دونون سردار ہین سب بہشت کے نوجوانون کے سلام ہو
حضرت علی ابن حسینؑ پر کہ وہ سارے عابدون کے زیب و زینت ہین سلام ہو اُن محمدؐ ابن علیؑ
پر کہ وہ باقر شگافندہ ہین پیغمبرون کے علم کے سلام ہو اُن جعفرؑ ابن محمدؐ پر کہ جنکا لقب شریف
صادقؑ ہے سلام ہو حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ پر کہ جنکا لقب شریف کاظمؑ ہے سلام ہو حضرت
علیؑ ابن موسیٰؑ پر کہ لقب شریف اُنکا رضاؑ ہے سلام ہو حضرت محمدؐ ابن علیؑ پر کہ لقب شریف
اُنکا جوادؑ ہے یعنی حضرت امام محمد تقیؑ پر سلام ہو حضرت علیؑ ابن محمدؑ پر کہ لقب شریف اُنکا
ہادیؑ ہے یعنی حضرت امام علی نقیؑ پر سلام ہو حضرت علیؑ ابن حسنؑ پر کہ اُنکے القاب ذکی
اور عسکری ہین سلام ہو حجت خدا پر کہ وہ فرزند امام حسن عسکریؑ ہین اور قائم آل نبی
اور لقب شریف اُنکا مہدیؑ ہے یعنی حضرت صاحب العصر پر درود خدا کا اور رحمتین
اُسکی اِن سب بزرگوارون پر ہون پھر تسبیح جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی پڑھے
کہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ہر نماز کے بعد اُس معصومہ کی تسبیح پڑھنا بہتر ہے اس سے
کہ ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھے اور جناب سیدہ کی تسبیح کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے چونتیس۳۴ مرتبہ
اللہ اکبر کہے پھر تینتیس۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہے پھر تینتیس۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہے اور مستحب ہے کہ اسکے بعد
ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اور سوتے وقت بھی اس تسبیح کا پڑھنا بہت ثواب رکھتا ہے
اور بہتر یہ ہے کہ تربت امام حسین علیہ السلام سے یعنی خاک شفا کی تسبیح بنائے پھر تین بار
کہے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ یعنی گناہ
بخشواتا ہون مین اُس پروردگار سے کہ کوئی معبود برحق نہین مگر وہی خدا کہ جو زندہ ہے اور تدبیر کرنیوالا
ہے اور صاحب بزرگی و بخشش ہے اور بازآتا ہون مین گناہ سے اور رجوع کرتا ہون اُسکی طرف پھر کہے
أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَعِزَّتِكَ الَّتِي لَا تُرَامُ وَقُدْرَتِكَ الَّتِي لَا يَمْتَنِعُ مِنْهَا شَيْءٌ مِنْ شَرِّ الدُّنْيَا وَعَذَابِ
الْآخِرَةِ وَمِنْ شَرِّ الْأَوْجَاعِ كُلِّهَا - یعنی خداوندا پناہ ڈھونڈھتا ہون مین تیری اُس ذات کی جو بخشنے والی ہے
اور اُس عزت کی کہ جسے کوئی پا نہین سکتا اور اُس قدرت کی کہ جس سے کوئی چیز باہر نہین نکل سکتی ہے دنیا کی

برائی سے اور آخرت کے عذاب سے اور سب دُکھ دردون کی برائیون سے اور یہ بھی کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عَافِیَتَکَ فِیْ اُمُوْرِیْ کُلِّہَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ الٰہی ضرور مانگتا ہون مین تجھسے اُن نیکیون اور بھلائیون کو جنپر تیرا بے انتہا علم چھاگیا ہے اور تیری پناہ مانگتا ہون اُن برائیون سے جنھین تیرا علم عظیم گھیرے ہوئے ہے الٰہی مین تجھسے مانگتا ہون خیر وعافیت دنیا اور عاقبت کی سب اپنے کامون مین اور تیری پناہ دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عتاب سے اسکے بعد یہ کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ وَارْزُقْنِی الْجَنَّۃَ وَزَوِّجْنِی الْحُوْرَ الْعِیْنَ یعنی الٰہی درود بھیج جناب رسالت مآب اور اُنکے پاک پاکیزہ اہلبیت پر اور چھٹکارا دے مجھے آگ سے اور عنایت فرما مجھے ہری بھری جنت اور بیاہ دے مجھے اُن حورون سے جنکی بڑی بڑی آنکھین ہین اور یہ بھی سُنّت ہے کہ وظیفہ مین سورۂ حمد پڑھے اور سورۂ قُل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور اور آیتون کی تلاوت کرے خصوصاً آیۃ الکرسی ہم فیہا خالدون تک اسطور سے کہ پہلے آیۃ الکرسی سے ابتدا کرے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْئٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یعنی خدا وہ خدا ہے کہ نہین کوئی خدا مگر وہی جو زندہ اور برقرار ہے اور نیند اور پینک اور اونگھ کا جس تک گزر نہین اور اُسی کیلیے اور اُسی کے بس مین ہے جو کچھ آسمانون اور زمینون مین ہے بھلا ایسا کون ہے کہ جو اُسکی بارگاہ عالیجناب مین کسی کی سعی اور سفارش کرے کیا تاب وطاقت اور کیا مجال مگر وہی جسے وہ اجازت دے جانتا ہے وہ اُسے بھی جو اُنکے سامنے وا ہے اور اُسے بھی جو اُنکے پیٹھ پیچھے اُنکی نظرون سے مجہل ہے اور وہ نہین احاطہ کر سکتے کسیقدر بھی اُسکے علم کا مگر وہی کہ جتنا وہ خود چاہے

گھیر لیا ہے اُسکی کرسی نے آسمانون کو بھی اور زمین کو بھی اور اُسکی کرسی اتنی بڑی ہے کہ اُسمین
یہ سب سما جاتین اور کچھ نہین گھٹتا اُسپر رکھ رکھاؤ اور بندوبست اُنھین دونون آسمان و زمین کا
اور وہی بڑا عالیشان اور عالی رتبہ ہے کسیطرح کی دھین دھونگڑی نہین عقیدے مین بلاشک
کھل گئے اور الگ ہوگئے راستے گمراہی سے بس جسنے انکار کیا سرکش کا یعنی بت اور شیطان
کا اور دل سے مانا خدا کو تو اُسنے زور سے ایسی مضبوط اٹی ہوئی شی تھام لی کہ جو ٹوٹ ہی نہین سکتی
نہ آج توڑے ٹوٹے نہ کل کہ حقیقت حال یہ ہے کہ خدا سننے والا ہے اور جاننے والا ہر چیز کا
خدا سرپرست ہے ایماندارون کا کہ اُنھین گمراہی کے گھٹا ٹوپون سے نکال کر راہ راست
کی روشنی کی طرف لیجاتا ہے اور جو بے ایمان نافرمان ہوگئے اُنکے سرپرست سرکش ہین
کہ اُنھین نور ہدایت اور انصاف سے نکال کے اندھیر اور گمراہی کے گھٹا ٹوپون مین جھونکتے
ہین تو یہی اہل جہنم ہین اور یہی اُسمین سدا رہین گے پھر پڑھے شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَ
مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ
فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ پابندی انصاف کی راہ سے خود خدا نے اور اُسکے فرشتون نے
اور واقفکارون نے گواہی دی اسکی کہ کوئی بھی خدا نہین سوا اُسکے نہین کوئی خدا مگر وہی
خدا جو بڑا آبرودار صاحب وقار اور نہایت دانست کار ہے اور اسمین کوئی کلام نہین کہ ٹھیک
دین خدا کے نزدیک دین اسلام ہے اور آپس مین پھوٹ نہین ڈالی اُنھون نے جنھین
دی گئی تھی کتاب یعنی اگلے زمانے مین جنھین توریت و زبور و انجیل ملی تھی مگر بعد حاصل
ہوجانے یقین واثق کے حقیقت اسلام کے ساتھ محض اُس رشک و حسد کی وجہ سے کہ
جسکا بہت کچھ اُنمین چرچا اور چلن تھا اور جو کوئی منکر ہو بیٹھے گا خدا کی آیتون کا تو ضرور
خدا بھی بہت پھرتی سے حساب لینے والا ہے پھر کہے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ
مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی کہو اے نبی کہ الٰہی ملک کے مالک دیڈالتا ہی تو راج

جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے تو راج جس سے چاہتا ہے اور نوازتا ہے تو جسے چاہتا ہے اور خوار کرتا ہے تو جسے چاہتا ہے اور تیرے ہی ہاتھ بھلائی ہے اور تو ہی ہر چیز کا بوتا رکھتا ہے اور ہر چیز تیرے ہی بس میں ہے اور پیرا دیتا ہے تو ہی رات دن میں اور پیرا دیتا ہے دن رات میں اسطرح کہ جتنا انمیں سے ایک کم ہوتا ہے اُتنا ہی دوسرا بڑھتا ہے جب دن گھٹا اور رات بڑھی تو رات میں دن داخل ہوگیا اور تو مُردے سے زندہ اور زندے سے مُردہ نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بحساب روزی دیتا ہے پھر کہے ہَبْ لِیْ مِنْ عِنْدِکَ وَافِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِکَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ یعنی الٰہی مجھے راہ راست بتلا اور مجھپر اپنا فضل و کرم لنڈھا اور اپنی رحمت بچھا اور بنا اور اپنی برکتیں مجھپر نازل فرما پھر کہے اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ یعنی الٰہی اپنے رزق حلال سے مجھے سیر کرکے حرام روزی سے بچا دے اور اپنا فضل و کرم میرے شامل حال کرکے اپنے غیر کا خیال میرے دل سے اُٹھا دے پھر کہے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ نَبِیًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِالْقُرْاٰنِ کِتَابًا وَبِالْکَعْبَۃِ قِبْلَۃً وَّبِعَلِیٍّ وَّلِیًّا وَّاِمَامًا وَّبِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسَی بْنِ جَعْفَرٍ وَّعَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَعَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَالْحُجَّۃِ بْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَئِمَّۃً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ رَضِیْتُ بِہِمْ اَئِمَّۃً فَارْضَنِیْ لَہُمْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی میں تو نہال نہال ہوگیا خدا کی خدائی سے اور جناب رسالتمآب محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت اور بادشاہی سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور قرآن کی کتاب ہونے سے اور کعبہ کے قبلہ ہونے سے اور حضرت امیر کی سرپرستی اور رہنمائی اور پیشوائی سے اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین علی ابن حسین اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام رضا اور حضرت امام محمد تقی اور حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری اور حضرت صاحب العصر علیہم السلام کے امام ہونے سے الٰہی میں راضی اور نہال ہوا اِنکی امامت سے بس اُنکی پیروی سے نہال نہال رہنا سدا نصیب مجھے تیرے فضل و کرم و قدرت سے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے پھر دوبارہ یہ دعا پڑھے خصوصاً صبح اور ہر شام کو اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰہًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا یعنی گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی قابل عبادت مگر معبود برحق

اس حال سے وہ تنہا ہے اور نہین کوئی شریک اسکا اسکی ذات وصفات مین اور وہ سب کمالیہ
صفتون سے موصوف ہے اور یگانہ ہے اپنی ذات وصفات مین اور سب برائیون سے پاک
وپاکیزہ ہے اور وہ نہ تو جورو رکھتا ہے اور نہ بچہ رکھتا ہے پھر کہے اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الْجَلِیْلَ
نَفْسِیْ وَاَہْلِیْ وَمَالِیْ وَوُلْدِیْ وَمَنْ یَعْنِیْنِیْ اَمْرُہٗ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ الْاَمْرَ الْمَرْہُوْبَ الْمَخُوْفَ الْمُتَضَعْضَعَ
لِعَظَمَتِہٖ کُلُّ شَیْءٍ نَفْسِیْ وَاَہْلِیْ وَوُلْدِیْ وَمَنْ یَعْنِیْنِیْ اَمْرُہٗ یعنی خدا کو سونپے دیتا ہون اپنی جان اور
اپنے اہل وعیال اور بال بچے اور اپنا مال تال اور اپنے لڑکے بالے اور جس جس کی فکر کے
صدمے جھیلتا ہون مین اور جس خدا کی بزرگی و دہشت سے لرز رہی اور تھرا رہی ہے
ہر ایک چیز اُسی کو سونپے دیتا ہون مین اپنی جان اور گھربار اور لڑکے بالے اور جس جس کی
فکر مین مجھے رنج سہنے پڑتے ہین پھر کہے تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ
یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا
بھروسا کر بیٹھا مین اُس زندہ خدا پر کہ جسکے لیے موت نہین اور سب تعریفین خاص اُس خدا
کے لیے ہین کہ جو جورو اور بیٹا نہین رکھتا ہے اور ملک وسلطنت مین کوئی اسکا نہ شریک ہے
نہ ہمسر ہے نہ ساجھی ہے اور کوئی اُسکا سرپرست نہین خواری اور دست نگر ہونے کی وجہ
سے یعنی جسطرح کہ خدا سب کا دستگیر ہوتا ہے اور وہ سب فرمانبرداری سے ذلیل اور خوار
ہوتے ہین اسطرح سے خدا کا کوئی سرپرست نہین اور وہ دست نگر کسی کا نہین اور اُسی خدا
کی اچھی طرح تعظیم وتکریم کر پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اسطرح سے پڑھے
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ
عَلَیْکَ یَا خِیَرَۃَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَۃَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا
اَمِیْنَ اللّٰہِ اَشْہَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَشْہَدُ اَنَّکَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَشْہَدُ اَنَّکَ قَدْ نَصَحْتَ
لِاُمَّتِکَ وَجَاہَدْتَ فِیْ سَبِیْلِ رَبِّکَ وَعَبَدْتَہٗ حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ فَجَزَاکَ اللّٰہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَفْضَلَ مَا جَزٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَاٰلِ
اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی آداب وکورنش وتسلیم بجا لاتا ہون حضور کی خدمت مین
اے رسولِ خدا اور رحمتین اور برکتین خدا کی نازل ہون آپ پر تسلیم ہے اے محمد مصطفیٰ

صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ علیہ السلام کے تسلیم بجا لاتا ہون آپ پر اے برگزیدہ بندے کو رنش ہے ایسے چُنے ہوئے خدا کے دوست پہ سلام ہو آپ پر اے برگزیدۂ خدا سلام ہو آپ پر اے امین راز خدا گواہی دیتا ہون اس امر کی کہ بیشک آپ خدا کے رسول ہین اور گواہی دیتا ہون اسکی کہ آپ محمد فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ ہین اور گواہی دیتا ہون مین اسکی کہ بیشک آپ نے نصیحت کی اپنی اُمت گمراہ کی اور خدا کی راہ مین کافرون سے جہاد فرمائی اور تا دم وفات مشغول عبادت الٰہی رہے بس خدا جزا دے آپ کو اے رسولؐ خدا ہماری طرف سے بہتر اُس جزا سے کہ کسی نبیؑ کو اُسکی اُمت کی جانب سے دی ہو خداوندا رحمت بھیج نبی پر اور آل نبی پر بہتر اُس رحمت سے کہ جو تونے بھیجی ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر توہی حمد و ثنا کے قابل اور بزرگی مین یکتا ہے اور جب وظیفہ سے فراغت پائے تو چاہیے کہ سجدے مین جائے تو کہے سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی صاف ستھرا ہے تو اے آبرودار پروردگار اُن سب چیزون سے کہ جنھین لوگ تیرا وصف ٹھہراتے ہین اور سلام ہو خدا کی جانب سے تمام پیغمبرون پر اور جمیع حمد و ثنا اُس خدا کے لیے لائق ہے کہ جو سارے عالمونکا پالنے والا ہے اور ہر نماز کی مخصوص تعقیب مجملاً اسیطرح پر ہے کہ ظہر کے بعد مستحب ہے کہ داہنے ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی تھامے اور بائین ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کرے اور کہے یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ یعنی اے پروردگار محمد و آل محمد رحمت بھیج محمدؐ پر اور آل محمد پر اور آزاد کر مجھے آتش جہنم سے پھر کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَھُمْ اور معنی درود کے تو بیان ہو چکے اور عجل فرجہم کے یہ معنی ہین کہ جلد انھین خوش باش اور نہال کردے اور سنت ہے کہ نماز عصر کے بعد ستر بار یہ کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ یعنی طلب مغفرت کرتا ہون مین اپنے پالنے والے خدا سے اور اُسی کی طرف توبہ کرتا ہون اور پھرتا ہون مین اور بعد نماز عصر اور نماز مغرب اور صبح کے بعد ستر مرتبہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یعنی شروع کرتا ہون مین نام سے اُس خدا کے جو روزی دینے والا اور ترس کھانیوالا ہے نہین ہے تاب و طاقت مگر اُسی خدا کی کہ جو بزرگ اور برتر ہے اور اگر

ستّو مرتبہ پڑھے تو بہتر ہے اور سات بار پر بھی اکتفا کر سکتا ہے خلاصہ یہ کہ ان تین مقداروں میں سے
کسی مقدار کے موافق پڑھے تاکہ ستر آفتیں اُس سے دُور کیجائیں اور یہ بھی سنّت ہے کہ ان دونوں
نمازوں کے بعد دس بار کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَ
يُمِيْتُ وَيُحْيِيْ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی نہیں ہے کوئی معبود اُس
معبود برحق کے سوا جو یکتا ہے اور نہیں ہے اُسکے واسطے کوئی شریک ذات و صفات میں اور
اُسی کے لیے حمد و ثنا ہے اور وہی مُردے کو جلاتا ہے اور وہی زندے کو موت کی چاشنی چکھاتا ہے
اور وہی زندے کو مُردہ بناتا ہے اور وہی مُردے کو زندہ کرتا ہے اور وہ زندہ ہے کہ کسی موت سے
اُسے سروکار نہیں اور اُسی کے قبضۂ قدرت میں نیکی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور اگر آفتاب کے
طلوع اور غروب سے پہلے اِسے پڑھے تو بہتر ہے اور مستحب ہے کہ نماز مغرب کے بعد تین بار کہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ غَيْرُهٗ یعنی سب تعریفیں اُس خدا کے لیے ہیں جو
کرتا ہے جو چاہتا ہے اور نہیں کر سکتا ہے جو چاہے ہم اُسکے سوا کوئی اور مستحب ہے کہ نماز عشا
کے بعد سات بار سورۂ انّا انزلنا پڑھے اور سنّت ہے صبح کو اور شام کو تین سو ساٹھ بار کہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَمْدًا كَثِيْرًا عَلٰى كُلِّ حَالٍ یعنی جمیع حمد اُس خدا کے لیے ہیں کہ جو تمام عالموں کا
مربی ہے اُسکی حمد نہایت کثرت سے کرتا ہوں میں ہر حال میں اور سنّت موکدہ ہے کہ آفتاب کے
طلوع اور غروب کے قریب کئی بار کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ الرَّجِيْمِ وَ
اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَحْضُرُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پناہ مانگتا ہوں اُس خدا کی کہ سُننے والا
اور جاننے والا ہے خطرات سے اور طعنوں سے شیطانوں کی اور پناہ مانگتا ہوں تیری اے
پروردگار میرے اس امر سے کہ وہی شیطان میرے پاس آ کھڑے ہوں بے شبہہ خدا سُنتا ہے
اور جانتا ہے اور مخفی نہ رہے کہ ہر نماز کے بعد اور تعقیب سے فارغ ہونے کے بعد سجدۂ شکر سنّت
موکدہ ہے اور سجدۂ شکر میں مستحب ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر لٹا دے اور اپنے شکم اور سینہ کو زمین
سے ملا دے اور جسقدر اس سجدے میں طول دے اسی قدر بہتر ہے اور ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ پیشانی
زمین پر رکھے اور کچھ دعا پڑھے پھر داہنے رخسارے کو زمین پر رکھے اور کچھ دعا پڑھے پھر بائیں رخسارے
کو زمین پر رکھے اور کچھ دعا پڑھے پھر پیشانی زمین پر رکھے اور ذکر خدا کرے گو سبحان اللہ یا الحمد للہ

یا لفظ اللہ پر کفایت کرے اگر زبان فارسی مین یا ہندی وغیرہ مین دعا کرے اور حاجتین اپنی
درگاہ خدا سے طلب کرے تو بھی کچھ مضائقہ نہین اور بہتر یہ ہے کہ پہلے پیشانی زمین پر رکھے اور
سَو مرتبہ اَلْعَفْوُ اَلْعَفْوُ کہے یعنی خداوندا معاف کر گناہ میرے خداوندا معاف کر گناہ میرے پھر داہنے
گال کو زمین پر رکھے اور تین مرتبہ کہے یَا اَللّٰہُ یَا رَبَّاہُ یَا سَیِّدَاہُ یعنی ایخدا اے پروردگار اے
سردار میرے پھر بائین گال کو زمین پر رکھے اور تین مرتبہ یہی کہے پھر پیشانی زمین پر رکھے اور
سَو بار کہے شُکْرًا شُکْرًا یعنی شکر ہے خدا کا اُسکی نعمتون کے عوض مین اور بہتر ہے کہ پھر کہے
اَسْئَلُکَ الرَّاحَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ یعنی موت کے وقت مین تجھسے رحمت مانگتا
ہون اور حساب کے وقت عفو چاہتا ہون پھر کہے سَجَدَ وَجْہِیَ اللَّئِیْمُ لِوَجْہِ رَبِّیَ الْکَرِیْمِ یعنی گنہگار
بدکردار پیشانی نے سجدہ کیا اُس خدا کے لیے کہ جو پروردگار کریم و رحیم ہے پھر سب حاجتین
دین و دنیا کی جس زبان مین چاہے درگاہ جناب باری سے طلب کرے اور اگر ایک گال
زمین پر رکھنے کے وقت دس بار یا اللہ کہے اور دوسرا گال رکھنے کے وقت یا ربّ کہے
تو بہتر ہے اور یا اللہ و یا ربّاہ اِن سجدون مین زیادہ کہے یعنی ایخدا میرے اور اے پروردگار
میرے تو اُسکی حاجتین بر آتی ہین پھر جب سجدے سے سر اُٹھائے تو تین بار داہنے ہاتھ
کو سجدہ گاہ پر مل کے بائین جانب مُنھ کی پیشانی تک مس کرے اور پیشانی سے داہنی جانب
مُنھ کے لیجا کے مس کرے اور وہان سے تمام بدن مس کرے اور اگر ہر بار یہ دعا پڑھے تو بہتر
ہے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ
مِنَ الْہَمِّ وَالْحُزْنِ وَالسُّقْمِ وَالْعُدْمِ وَالصَّغَارِ وَالذُّلِّ وَالْفَوَاحِشِ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ یعنی شروع
کرتا ہون مین نام سے اُس خدا کے کہ نہین ہے کوئی سچا معبود مگر وہی کہ جو واقف و دانائے
ظاہر و باطن ہے روزی دینے والا اور رحمت کرنیوالا ہے الٰہی تیری پناہ مانگتا ہون ہر رنج و غم و بیماری
و فقر و ذلّت و خواری سے اور سب ظاہری اور باطنی بُرائیون سے اور جب نماز سے فارغ
ہو تو داہنی جانب حرکت کرے اور وظیفہ سے فارغ ہو کر کوٹھے پر یا میدان مین جہان سے
آسمان کے کنارے دکھائی دیتے ہون وہان جائے پھر داہنے اور بائین اور اوپر وار
دیکھے اور کلمہ کی اُنگلی سے قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرے اور یہ

مختصر زیارت پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی کورنش بجالاتا ہون آپ کو اے حضرت ابوعبداللہ اور تسلیم ہے آپکو اے فرزند رسول خدا اور تسلیم ہے آپ پر اور رحمت خدا اور اُسکی برکتین نازل ہون آپ پر تو وہ شخص حضرت کی زیارت کا ثواب پائیگا اور داہنی طرف قبلہ سے جب تھوڑا سا پھریگا تو وہی قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام کی جہت ہے اور جب اپنے مکان سے باہر نکلے تو یہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَنْشَأْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی خدا کے نام سے شروع کرتا ہون مین اور ایمان لایا ہون مین سچے خدا پر اور توکل کیا مین نے جناب باری پر جو کچھ کہ چاہا خدا نے اور نہین طاقت و قوت مگر اُسی خدا کی مدد سے کہ جو جمیع صفات کمالیہ کا جامع ہے خاتمہ اُن چیزون مین ہے کہ جنسے نماز قطع ہو جاتی ہے اور وہ دو طرح ہین جو کہ عمداً ہون خواہ سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہین اور وہی طہارت کی مبطل چیزین ہین خواہ اختیار سے ہون خواہ بے اختیار ہون جیسے پیشاب پائخانہ اور جو کہ وضو کے مبطل ہون اور جنابت و حیض اور اُنکے مثل جو چیزین غسل کی موجب ہین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر حدث موجب وضو سہواً سرزد ہو تو طہارت کرلے اور نماز کو جہان سے چھوڑا ہے پورا کرے اور یہ قول معتمد نہین دوسری وہ چیزین جو نماز کی مبطل نہین مگر جب عمداً انھین سے کسی کو کرے تو نماز کو باطل کر دینگی اور وہ داہنے ہاتھ کا بائین پر رکھنا ہے اور اسمین تردد ہے شیخ علی نے کہا ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائین پر خواہ گھٹنے کے اوپر یا اُس سے نیچے یا ناف پر یا اُس سے اوپر یا نیچے اور اسیطرح بائین ہاتھ کا داہنے پر عمداً رکھنا نماز کا مبطل ہے اور بعضون نے حرام اور بعضون نے مکروہ جانا ہے مگر تقیہ مین جائز ہے یعنی مخالفین سے جان یا مال یا آبرو وغیرہ کے ڈر مین اپنے مذہب کا چھپانا اور اُنھین کا مذہب بتانا جائز ہے اور تقیہ مین ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی درست ہے اور سر کیطرف پھرنا اور دو حرف یا زیادہ سے بات کرنا اور ہنسنا اسطرح کا کہ آواز نکلے اور فعل کثیر یا ایسا کام کرنا کہ کہین عادت سے کہ یہ شخص نماز کے سوا اور کام مین مشغول ہے جو فعل یعنی کام کہ جسکے کرنیوالے کو عادت مین کہین کہ نماز سے نکلکر دوسرے کام مین مشغول ہے اُسے فعل کثیر کہتے ہین اور فعل کثیر نماز کا مبطل ہے اور

اسکے ثبوت کیلیے عرف اور عادت ہے یعنی جیسے عادت ہے اور عرف مین یہ کہین کہ یہ شخص نماز سے خارج ہو گیا ہے
اور دوسرے کام مین مشغول ہے جیسے لمبے عمامے کا باندھنا ہے اور ایسے فعل کے سوا کو فعل قلیل کہتے ہین
یعنی تھوڑا یا چھوٹا سا کام کہتے ہین جیسے پگڑی سر پر رکھ لینا یا سانپ بچھو کا مارنا اور صحیح یہ ہے کہ فعل
کثیر خواہ سہواً ہو خواہ عمداً ہو نماز کو باطل کر دیتا ہے مگر جبکہ پہلے فعل مین آنے اور کچھ تھوڑا یعنی متفرق
تھوڑا تھوڑا واقع ہو تو ظاہرا مبطل نہین گو ایکجا واقع ہوتا تو فعل کثیر ہو جاتا اور کوئی فرق نہین کہ خواہ
داہنے کو ہاتھ بائین پر یا بائین کو داہنے پر ناف کے نیچے خواہ اوپر ہو خواہ ہاتھ پر ہاتھ ہو خواہ ہاتھ
کے گٹے پر ہو مبطل نماز ہے مگر تقیہ مین جائز ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بنیت امام علیہ السلام مین ہر جگہ
خوہین تقیہ واجب ہے اور امور دنیا مین سے کسی امر پر رونا اور کھانا پینا ایک قول پر نماز کے مبطل ہین
مگر نماز وتر مین کہ اگر نماز پڑھنے والا پیاسا ہو اور اس صبح کو روزے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے جائز ہے کہ
اثنائے نماز مین پانی پی لے مگر قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز مین بالون کا
گچھا بنا کر سر پر ڈالنا نماز کا مبطل ہے اور اسمین تردد ہے اور اشبہ کراہت ہے اور داہنے بائین صرف منھ پھیرنا مکروہ ہے
اور انگڑائی لینا اور جماہی لینا اور ڈاڑھی کے بالون سے شغل کرنا اور سجدے کی جگہ پر پھونکنا اور
تھوکنا نماز مین اور ناک چھنکنا مکروہ ہے مگر اس شرط سے کہ ان فعلون سے دو حرف پیدا نہوتے ہون اور
نہین تو نماز کو باطل کر دینگے اور منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناک کے
پانی کو کپڑے پر لے لیا کرتے تھے اور انگلیان چٹخانا اور آہ بھرنا اور نالہ کھینچنا بھی مکروہ ہے مگر جبتک
ایک حرف رہے اور دو تک پہونچین نہین تو مبطل ہین اور مستحب ہے روکے رہنا پیشاب کا یا پاخانہ کا
یا ریح کا نماز کیلیے اور اگر موزہ تنگ ہو تو نماز کیلیے اتار ڈالے جامع الرضویہ کے مترجم کہتے ہین کہ روکنا پیشاب اور پاخانہ
اور ریح کا نماز شروع کرنے سے پہلے مکروہ ہے بلکہ چاہیے کہ وہ اپنی ان چیزون سے فارغ ہو لے
جبکہ وقت مین وسعت ہو اور نماز کے اثنا مین ان چیزون کا روکے رہنا واجب ہے اسلیے کہ ابطال
نہ کرنا پڑے اور یہ اسصورت مین ہے کہ مدافعت سے عاجز نہو اور کوئی ضرر بھی اسمین نہ ہو
اسلیے کہ ضرر پر مشتمل ہو تو نماز کا قطع کرنا جائز ہے اور نیند کے روکنے کا بھی یہی حکم ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک [illegible] نے کہا ہے کہ کلام ایک حرف کا بھی اگر کسی معنی کا مفید
ہو تو [illegible] مبطل نماز ہے اگر [illegible] ہو اور گونگے کا اشارہ کلام کا حکم نہین رکھتا ہے

مگر ضعیف قول پر حکم کلام مین ہے اور لائق یہی ہے کہ تنحنح یعنی کھنکھارنے کے مبطل نہونے کے قائل
ہون اسلیے کہ اُسے عرف اور لغت مین کلام نہین کہتے ہین اور عمار ساباطی نے جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اُس شخص کے باب مین کہ جو نماز کی حالت مین کسی کی
آواز اپنے دروازے پر سُنے تو وہ کھنکھار کر لونڈی اور اپنے گھر والون کو سُنائے کہ اُسکے پاس آئین
یا ہاتھ کے اشارے سے سمجھائے کہ دروازے پر کون ہے حضرتؑ نے فرمایا کوئی ڈر نہین چار مسئلے
پہلا مسئلہ جسے نماز مین چھینک آئے تو وہ خدا کی تعریف کرے یعنی اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ کہے
اور اگر کسی اَور کو چھینک آئے تو اُسکے لیے تسمیہ کہے یعنی یَرحَمُکَ اللّٰہُ کہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ خدا
تجھپر رحم کرے دوسرا مسئلہ جب کوئی مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو سلام کرے تو جائز ہے کہ اُسی
عبارت سے کہ جس سے اُسنے اُسے سلام کیا ہے یہ بھی سلام کا جواب دے جیسے اُسنے سلام علیکم
کہا ہے اُسی طرح نمازی بھی سلام علیکم کہے اور بنابر ایک روایت وعلیکم السلام نہ کہے اُردو مترجم کہتا ہے
کہ جواب سلام دینا نماز مین بھی واجب ہے پھر جائز کیون کیا اِسکی توجیہ مین صاحب مدارک نے
بیان فرمایا ہے کہ یہان جواز کے عام معنی مقصود ہین اور اُنمین اور وجوب کے معنون مین منافات نہین
اسلیے کہ یہان جواب سلام کے مشروع ہونے کا بیان مقصود ہے اور وجوب اور دلیل سے معلوم
ہو جاتا ہے تیسرا مسئلہ جائز ہے کہ دعا کرے جو دعا ہو خواہ تسبیح ہو یا تحمید ہو یا دنیا اور آخرت کے
امرون مین سے مباح چیز کی طلب ہو خواہ بیٹھے خواہ کھڑے خواہ رکوع مین خواہ سجود مین ہو اور
کسی حرام چیز کی طلب جائز نہین اگر کوئی ایسی چیز کی طلب کریگا تو اُسکی نماز باطل ہو جائیگی
چوتھا مسئلہ نمازی کو قطع کرنا نماز کا جائز ہے جبکہ مال کے تلف ہونے کا یا قرضدار کے بھاگجانے کا
یا بچے کے کنوئین مین گرپڑنے کا خطرہ ہو۔

دوسرا رکن باقی نمازون مین اور اُسمین کئی فصلین ہین

پہلی فصل جمعہ کی نماز مین ہے اور نماز جمعہ مین اور جسپر واجب ہے اُسمین اور جمعہ کے آداب مین
نظر ہے پہلی نظر جمعہ کی نماز کا طریق صبح کی نماز کی طرح پر دو رکعتین پڑھی جاتی ہین اور نماز جمعہ
پڑھنے سے ظہر ساقط ہو جاتی ہے اور سنت ہے کہ اُسمین قرائت بلند آواز سے کرے اور آفتاب کے زوال کے
ساتھ واجب ہوتی ہے اور اُسکا وقت جاتا ہے جبکہ چیز کا سایہ چیز کے برابر ہو جاتا ہے یعنی بعد زوال کے سایہ زیادہ ہوتا ہے

اور شاخص کی مقدار کے برابر ہو جاتا ہے اور شاخص وہ لکڑی وغیرہ ہے کہ جسے وقت کے دریافت
کرنے کے لیے نصب کرتے ہین جیسا کہ ظہر کی فضیلت مین بیان ہو چکا ہے اور اگر نماز جمعہ پڑھنے
مین یہ وقت نکلجائے تو نماز جمعہ کو بدستور تمام کرلے خواہ امام ہو خواہ ماموم ہو اور وقت گزرنے
سے جمعہ کی نماز فوت ہوجاتی ہے اور اسکے بعد ظہر کی پڑھنا چاہیے اور جمعہ کی نماز کی قضا نہ پڑھنا
چاہیے اور پورا پورا شرطون کے پائے جانے سے نماز جمعہ واجب ہو اور ظہر کی نماز پڑھ لے تو واجب
ہے کہ جامع مسجد مین جائے پھر اگر نماز ملجائے تو بہتر ہے نہین تو ظہر کا اعادہ کرے اور پہلی ظہر کی
نماز پر اکتفا نکرے اور اگر یقین سے جان لے کہ وقت صرف خطبہ کا اور تخفیف سے دو رکعت
نماز کا باقی ہے یعنی تنہا حمد سے پڑھنے کا وقت رہگیا ہے تو جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب ہے اور اگر
اس امر کا یقین یا گمان غالب ہو کہ وقت جمعہ پڑھنے کے موافق باقی نہین تو جمعہ جاتا رہا اور
نماز ظہر بجا لائیگا اور اگر خطبہ کے وقت اور اول نماز مین نہ پہونچے اور امام کے ساتھ ایک رکعت
نماز پا جائے تو اس صورت مین امام کے سلام کے بعد دوسری رکعت بجالائیگا اور سلام کہیگا کہ
نماز جمعہ کا ادراک کریگا اور یہی حکم ہے جبکہ امام کو اسطرح پائے کہ وہ دوسری رکعت کے رکوع
مین ہے تو ایک قول ہے نماز جمعہ کا ادراک ہو جائیگا اور اگر تکبیر کہے اور رکوع مین جائے
پھر شک ہو کہ امام رکوع مین رہا یا نہ رہا تو اُسے جمعہ پڑھنا چاہیے اور ظہر کی نماز اسکے بعد بجالانا
چاہیے واضح ہو کہ جمعہ کی نماز کئی شرطون سے واجب ہوتی ہے اور بے ان شرطون کے واجب
نہین ہوتی ہے پہلی شرط بادشاہ عادل یعنی امام اصلی ہے یا جسے امام علیہ السلام نماز جمعہ کے
لیے منصوب فرمائین اور اگر پیشنماز نماز کے اثنا مین مرجائے تو جمعہ باطل نہوگا اور مؤمن دوسرے کو
اشارہ کرینگے کہ وہ پیشنماز بنجائیگا اور نماز تمام کرلین گے اور یہی حکم ہے جبکہ پیشنماز منصوب کو کوئی
امر ایسا کہ جو مبطل نماز ہے طاری ہو جیسے بیہوشی اور حدث وغیرہ ہے تو ایسی صورت مین ماموم
مین سے اشارے سے کوئی شخص جماعت مین سے پیشنماز بنجائیگا اور جمعہ سب پڑھ لین گے۔
دوسری شرط نمازیون کی تعداد ہے اور وہ پانچ ہین کہ جنمین امام بھی داخل ہین اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ سات شخص چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر عین خطبہ مین یا خطبہ کے بعد نماز کی
شروع مین پہلے ہی یہ تعداد یعنی لوگ متفرق ہو جائین تو جمعہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اور اگر نماز مین

داخل ہو چکے ہین گو تکبیر احرام ہی کہی ہے تو واجب ہے کہ جمعہ کو پورا کر لیں گو ایک ہی شخص رہ گیا ہو تیسری
شرط دو خطبے ہین اور واجب ہے کہ خدا کی حمد و ثنا اور درود محمدؐ اور آل محمدؐ پر ہو اور وعظ و نصیحت
اور قراءت چھوٹے سے سورے کی ہو اور بعضے فقہا ایک آیت کو بھی کہ جسمین فائدہ تامہ ہو کافی جانتے
ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ ایسے افادے پر مشتمل ہو کہ خطبے
کے مضمون کے مناسب ہو کہ وہ موعظہ ترغیب ثواب تخویف عذاب ہے نہ مدہا مَتَانِ اور القی
الشجرۃ ساجدین کیطرح کے اور یہ شیخ علی علیہ الرحمہ کی نہمزہ کے موافق ہے۔ اور سماعہ والی روایت
مین وارد ہوا ہے کہ خدا کی حمد و ثنا اور پرہیزگاری کی اور خدا سے ڈرنے کی وصیت کرے اور قرآن
کا ایک چھوٹا سا سورہ پڑھے اور اسکے بعد بیٹھ جائے اور پھر اُٹھے اور حقتعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے
اور صلوات جناب رسالتمآبؐ اور انکی آل پر اور ائمہ مسلمین پر بھیجے اور ایماندار مردون اور عورتون
کے لیے طلب مغفرت کرے اور ان دونون خطبونکا زوال سے پہلے پڑھ لینا جائز ہے یہانتک کہ
جیسے دونون خطبے تمام ہون ویسے ہی آفتاب کو زوال ہو جائے اور بعضون نے کہا ہے کہ زوال
کے پہلے دونون خطبون کا واقع کرنا جائز نہین اور پہلا قول اظہر ہے اور نماز کے پہلے دونون خطبونکا
پڑھنا واجب ہے پھر اگر خطبون کے پہلے نماز جمعہ کی شروع کر دینگے تو وہ نماز جمعہ کی درست نہ ہوگی
اور خطیب یعنی خطبہ پڑھنے والے کو واجب ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر اگر قدرت رکھتا ہو پڑھے اور
دونون خطبون مین بات کی بات کے بیٹھنے سے فصل یعنی علیحدگی اور فرق واجب ہے
اور ان خطبون کے بجا لانے مین آیا طہارت شرط ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور اشبہ یہ ہے
کہ طہارت شرط نہین اور واجب ہے کہ آواز اتنی بلند کرکے پڑھے کہ جتنی تعداد نمازیون کی
جمعہ مین شرط ہے اُتنی یا زیادہ سُن لین اور اسمین تردد ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب
مدارک کہتے ہین کہ تردد کا منشاء یہ ہے کہ اصل تو واجب نہونا ہے اور خطبہ پڑھنے کی غرض بے سُنے
حاصل نہین ہوتی ہے پھر اظہر آواز بلند کرکے پڑھنا واجب ہے۔ چوتھی شرط جماعت ہے بس
اکیلے نماز جمعہ پڑھنا صحیح نہین اور جب اصلی امام یعنی حضرت صاحب العصر علیہ الصلوٰۃ والسلام
تشریف فرما ہون تو واجب ہے کہ تشریف لا کر نماز پڑھائین اور اگر تشریف لانے سے کوئی امر
مانع ہو تو جائز ہے کہ کوئی نائب مقرر فرمائین پانچوین شرط تین میلون سے کم مقدار کے فاصلے دو

دو مقامون مین دو جمعونکا نہونا ہے پہر اگر اِس فاصلہ سے کم کے دو مقامون مین ایک وقت مین دو
جمعہ کی نمازین پڑھی جائین گی تو صحیح نہونگی اور اگر ایک نماز دوسری نماز سے پہلے واقع ہوگی
گو تکبیر احرام بھر پہلے واقع ہوئی ہے تو مقدم نماز صحیح ہو جائیگی اور پچھلی باطل ہوگی اور اگر یہ
متحقق نہو کہ کونسی پہلے ہے اور کون سی پیچھے ہے تو سب کے سب ظہر کا اعادہ کرینگے دوسری
نظر اُسمین کہ جسپر نماز جمعہ واجب ہے جمعہ کی نماز جسمین یہ سات شرطین پائی جائین اُسپر واجب
ہوتی ہے اور وہ شرطین یہ ہین پہلے مکلّف ہو دوسرے مرد ہو تیسرے آزاد ہو یعنی کسی کا غلام نہو اور
چوتھے مسافر نہو اور پانچوین صحیح ہو یعنی بیمار لولا لنگڑا اندھا نہو اور چھٹے بہت بڈھا نہو ساتوین
اُسکے اور جمعہ کے مقام مین دو فرسخون سے زیادہ کا فاصلہ نہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین
کہ انھین عذرون کے حکم مین برف اور مینھ اور کیچڑ اور گرمی اور سردی شدّت کی ہے جبکہ نماز کیلیے
نکلنے سے مانع ہو یا ضرر پہونچنے کا ڈر ہو اور یہی حال اُس ہر ایک شخص کا ہے کہ جسے روٹی کے جلجانیکا
اور کھانے کے خراب ہو جانے کا ڈر ہو اگر اِس امر کا گمان ہو کہ نماز جمعہ کا وقت اِتنا تنگ ہے کہ اگر
یہ کام کرونگا تو نماز جاتی رہیگی تو اُسے اِن دونون کامون مین مصروف ہونا حرام ہے اور یہی
حکم اُس شخص کا ہے کہ جسے اِس امر کا ڈر ہو کہ اگر مین نماز جمعہ مین مصروف ہونگا تو میرا ضروری کام
فوت ہو جائیگا یا مریض کی بیمارداری رہجائیگی یا اِس امر کا ڈر ہو کہ اگر گھر سے نکلیگا تو کوئی ظالم اُسے
پکڑ لیگا یا ایسا قرضخواہ پکڑ لیگا کہ جسکے قرضے کی ادا سے عاجز ہے اور یہی فقہا کی تصریح کے موافق ہے
اور یہی سب لوگ غیر مکلّف اور عورت کے سوا کہ جنسے جمعہ ساقط ہے جسوقت مقام جمعہ مین آجائینگے
تو اُنپر جمعہ واجب ہو جائیگا اور اُنسے جمعہ کا انعقاد ہو جائیگا اور غلام مین تردد ہے کہ اُسکے وجود سے
جمعہ منعقد ہوتا ہے یا نہین اور اگر کافر آجائے تو اُس سے جمعہ منعقد نہوگا گو اُسپر بھی واجب ہے مگر کفر
کے حال مین وہ اگر نماز پڑھیگا تو صحیح نہوگی اور جمعہ کی نماز شہر والون کی طرح سے قریون کے رہنے
والون پر بھی شرطین پائی جانے پر واجب ہوتی ہے اسیطرح پر خیمون کے رہنے والون اور جنگلون
کے رہنے والون پر بھی قیام کی حالت مین اور مقیم کے حکم کے ہونے کے حال مین کہ قصر نماز اُنپر واجب
نہو جمعہ کی نماز واجب ہے اِس جگہ پر کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس غلام کا کوئی حصّہ آزاد ہو گیا ہو اُسپر
نماز جمعہ کی بنا بر اظہر واجب نہین گو مہابات اُسکے آقا نے کی ہو اور جمعہ کا دن بھی اُسی کے حصّے مین پڑا

ومہایات یہ ہے کہ مالک اُس غلام سے کہ جسکا کوئی حصہ آزاد ہو گیا ہو اوقات کی تقسیم کرلے یعنی کچھ زمانہ یا دن اُسکی آزادی کے حصّہ مین اُسے دے اور کچھ آپ لے اور اس پر وہ دونون رضامند بھی ہون اور یہی حکم مکاتب اور مدبر کا ہے اور اسکی تحقیق مقام پر بیان ہو گی اُردو مترجم کہتا ہے کہ نماز کے واجب ہونے مین شیخ نے مبسوط مین خلاف کیا ہے اور اُسپر اُسکے حصّہ والے جمعہ کے دن مین نماز جمعہ کے وجوب کا حکم کر دیا ہے اور دلیل اِسپر یہ لائے ہین کہ وہ اُس دن کا اختیار رکھتا ہے اور صاحب مدارک اس توجیہ کو ضعیف کہتے ہین اور فرماتے ہین کہ اگر آزادی کی شرط ثابت ہو گی تو مبعض سے یعنی اُس غلام سے کہ جسکا کوئی حصہ آزاد ہو مطلق وجوب منتفی ہو جائیگا اور اگر خاص غلام جمعہ کے استثنا کے قائل ہون جیسا کہ احادیث کا مقتضا ہے تو مبعض پر مطلق وجوب جمعہ ثابت ہو گا۔ دوسرا مسئلہ جس شخص سے کہ جمعہ کی نماز ساقط ہے اُسے جائز ہے کہ ظہر کو اول وقت مین بجالائے اور اُسے جمعہ کی نماز کے وقت کے گزرجانیکا انتظار کھینچنا واجب نہین بلکہ سنّت بھی نہین ہے اور اگر ظہر پڑھنے کے بعد جمعہ کے مقام پر آجائے تو بھی اُسپر جمعہ کی نماز کا بجالانا واجب نہین تیسرا مسئلہ جب جمعہ کے دن آفتاب کا زوال ہو جائے تو بے نماز پڑھے سفر کرنا جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنا معین ہو گیا ہے اور طلوع صبح کے بعد جمعہ کے دن سفر کرنا مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد کے سفر کی حرمت مشروط ہے کہ وہ سفر واجب نہو مثل حج وجہاد کے کہ اُسمین دیر کرنے سے غرض فوت ہو جائے یا ساتھی اُسکا انتظار نہ کرتے ہون اور اسے احتیاج ساتھیون کی ہو چوتھا مسئلہ کان دیکر خطبہ کا سُننا آیا واجب ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور اسیطرح خطبہ ہونے کے اثنا مین بات کرنے کے حرام ہونے مین ہے لیکن اِسے جمعہ کی نماز باطل نہین ہوتی ہے پانچوان مسئلہ جمعہ کے پیشنماز مین۔ کمال عقل و ایمان و طہارت سے پیدا ہونا یعنی حرامزادہ نہونا اور مرد ہونا معتبر ہے اور غلام ہونا جائز ہے اور آیا جائز ہے کہ کوڑھی یا جذامی ہو اِسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے اور یہی حکم اندھے کا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ کوڑھی اور جذامی کے پیشنماز ہونے مین علماء نے اختلاف کیا ہے بس شیخ نہایہ مین اور خلاف مین نہ جائز ہونے کے قائل ہوئے ہین اور سید مرتضیٰ انتصار مین اور ابن براج کراہت کے قائل ہوئے ہین اور شیخ نے مبسوط مین فرمایا ہے کہ نہین جائز ہے مگر کوڑھی کو ڑھیونکی

اور جذامی جذامیون کی پیشنمازی کرسکتا ہے اور ابن ادریس کہتے ہین کہ جمعہ اور عیدین کے سوا
مین انکا پیشنماز ہونا مکروہ ہے اور جمعہ اور عیدین مین تو جائز ہی نہین اور معتمد پہلا ہی قول ہے
چھٹا مسئلہ جب مسافر کسی شہر مین دس دن یا زیادہ رہنے کی نیت کرے تو اسپر جمعہ کی نماز واجب
ہوجائیگی اور یہی جمعہ کے واجب ہونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے کہ جسنے کسی شہر مین دس
دن رہنے کی نیت تو نہین کی لیکن تیس دن ایک شہر مین ٹھہرے گزرگئے ہون ساتوان
مسئلہ جمعہ کے دن دوسری اذان دینا بدعت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور
پہلا قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سرورکائنات اشرف موجودات یعنی
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب منبر پر تشریف لیجاتے تھے اسوقت موذن اذان
دیتا تھا اور جو اذان کہ اذان سابق کے نام سے اِس زمانے مین مشہور ہے وہ دوسری اذان
ہے کہ جسے بعضے کہتے ہین کہ عثمان کے زمانے مین اور بعضے کہتے ہین معویہ کے زمانے مین جاری
ہوئی ہے یہ اذان بدعت ہے اور جو بدعت ہے اسکا کرنا حرام ہے آٹھوان مسئلہ مول لینا
اور بیچنا کسی چیز کا جمعہ کے دن اذان کے بعد حرام ہے بس اگر کوئی بیچے تو گنہگار ہوگا اور
بیع صحیح ہوجائیگی اگر ایک بیچنے والے یا لینے والے مین کا غیر مکلف نماز جمعہ کا ہو تو اُسکی طرف
بیع جائز ہے اور دوسرا کہ جسے نماز مین جانا واجب ہے اُسپر حرام ہے فقہانے کہا ہے کہ بیع کے
حکم مین وہ بھی چیزین ہین جو بیع سے مشابہت رکھتی ہین جیسے صلح ہے نکاح ہے خلع ہے طلاق
کہ جمعہ کی اذان کے بعد یہ سب کے سب حرام ہین نوان مسئلہ جبکہ اصلی امام ظاہر مین تشریف
نہ رکھتے ہون اور نائب بھی نماز جمعہ بجالانے کے لیے نہو یعنی کوئی اثنا عشری فقیہ کہ فتوی کی
شرطون کا جامع ہو کہ وہی زمان غیبت مین امام علیہ السلام کا نائب سب امرون مین ہے
کہ انمین سے ایک جمعہ کی نماز بھی ہے موجود نہو اور مسلمانون کا اجتماع اور دونون خطبون کا
پڑھنا ممکن ہو تو بعضے علمانے کہا ہے کہ سنت ہے کہ ظہر کے بدلے نماز جمعہ واجب کی نیت سے
پڑھ لین بس وجوب تخییری ہے یعنی اگر چاہین تو ظہر کو پڑھین یا جمعہ کو پڑھین اور اِس مقام
مین سنت سے مراد فضیلت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ایسی صورت مین جمعہ کی نماز جائز
نہین اور پہلا قول اظہر ہے دسوان مسئلہ جب ماموم یعنی پیچھے کسی کے نماز پڑھنے والا

ازدحام سے قادر نہ رہے کہ پہلی رکعت مین امام کے ساتھ سجدہ کرے پس اگر ہو سکے تو رکوع کے
بعد دو سجدے کرکے امام سے اسکی دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے ملجائے تو اُسے پہلی رکعت
کی جگہ پر رکوع اور دو سجدے کافی ہین اور اگر امام کی متابعت آخر کے دو سجدون مین ممکن
ہو تو دو سجدون کی متابعت پر اقتصار کریگا اور اُن دونون سے پہلی رکعت کے سجدون کی
نیت کریگا اور اگر دوسری رکعت کے سجدون کی نیت کریگا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز
باطل ہو جائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ اُن سجدون کو ساقط کریگا اور امام کے سلام پھیرنے
کے بعد دو سجدے پہلی رکعت کی نیت سے کریگا اور اُٹھ کھڑا ہو گا اور دوسری رکعت کو
بجا لائیگا اور نماز کو تمام کریگا اور پہلا قول یعنی نماز کا باطل ہو جانا اظہر ہے تیسری نظر جمعہ
کے آداب مین پس جمعہ کے آداب مین سے غسل جمعہ ہے اور نافلے کی بیس رکعتین
بجا لانا ہے چھ رکعتین آفتاب کی روشنی پھیلنے کے وقت اور چھ آفتاب بلند ہونے کے
وقت اور چھ رکعتین زوال کے پہلے اور دو زوال کے وقت اور اگر نافلے کے بجا لانے مین تاخیر کرے
اور زوال کے بعد پڑھے تو بھی جائز ہے اور بہتر اس سے یہی ہے کہ زوال سے پہلے
پڑھ لے اور اگر چھ رکعتین نافلہ کی ظہرین کے بیچ مین پڑھے تو جائز ہے اور سو پرے سے ناخن کٹوا کر
حجامت بنوا کر لبین کتروا کر بڑی مسجد مین جائے اور چاہیے کہ سکینہ اور وقار پر ہو یعنی آرام دل
اور آرام بدن سے خوشبو ملے ہو اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہو اور اپنی توجہ سے پہلے دعا پڑھے
اور خطیب بلیغ ہو اور نماز کو اول وقت مین بجا لانے پر مداومت رکھتا ہو اور خطبہ کے سوا خطبون کے
اثنا مین بات کرنا مکروہ ہے اور خطبہ پڑھنے والے کو مستحب ہے کہ عمامہ پہنے ہو خواہ جاڑا ہو خواہ
گرمی ہو اور برد یمنی کے کپڑے کی چادر اوڑھے ہو اور عصا اور تلوار کی طرح کی چیز پر تکیہ کیے ہو
اور پیچھے نماز پڑھنے والونکو خطبہ کے اول وقت مین سلام کرے اور فقہا نے کہا ہے کہ اس سلام
کا جواب بھی ماموین پر واجب کفائی ہے یعنی بعض کے بجا لانے سے اورون سے وجوب ساقط
ہو جاتا ہے اور خطبہ پڑھنے سے پہلے بیٹھے اور اگر سبقت کر جائے امام سورۂ جمعہ کے سوا اور سورہ
کے پڑھنے پر تو چاہیے کہ اُس سے سورۂ جمعہ کی طرف عدول کرے اسی طرح پر اگر دوسری رکعت
مین منافقین کے سوا اور کوئی سورہ شروع کردے تو بھی سورۂ منافقین کی طرف عدول کرے

یعنی پھرے اور جو سورہ پڑھتا تھا اُسے چھوڑ دے جبتک آدھے سورے سے بڑھا نہو مگر سورۂ جحد
و توحید کہ انسے اور سورے کی طرف عدول نہین کرسکتا ہے اور سنت ہے کہ جمعہ کے دن نماز ظہر
جہر سے یعنی بلند آواز سے پڑھے اور جو کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھتا ہے اُسے بھی بہتر ہے کہ بڑی
مسجد مین جاکر پڑھے اور جبکہ نماز جمعہ کا امام ایسا ہو کہ جسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہو تو ماموم کو جائز ہے
کہ اپنے ظہر کی نماز امام سے پہلے پڑھ لے اور اگر اُسی امام کے ساتھ بھی دو رکعتین پڑھ لے اور اُسکی
سلام کے بعد دو رکعتین اور پڑھ لے کہ چارون رکعتین ظہر کی پوری ہو جائین تو بہتر ہوگا ۔
دوسری فصل عیدین یعنی دونون عیدون کی نماز مین ہے اور نظر ان نمازون مین اور انکی
سنتی چیزون مین ہے **پہلی نظر** نمازون مین ہے دونون عیدون کی نمازین بھی جمعہ کی شرائط
سے واجب ہین اور بجالانا جماعت سے انکا واجب ہے اور تخلف عیدین کی نماز سے جائز نہین
مگر کسی عذر کے سبب سے تو جائز ہے کہ عذر کی صورت مین اکیلا مستحب کی نیت سے پڑھ لے
اور اگر شرطین نپائی جائین گی تو عیدین کی نماز ساقط ہو جائیگی پھر مستحب ہے خواہ جماعت سے
پڑھین خواہ منفرد پڑھین اور عیدین کی نمازونکا وقت آفتاب کے طلوع سے زوال تک ہے یعنی طلوع
اور زوال کے درمیان کا وقت ہے اور اگر فوت ہو جائین تو قضا نہین ہے اور کیفیت اس نماز کی یہ ہے کہ پہلے
تکبیر احرام کہے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر ایک سورہ اور پڑھے اور بہتر ہے کہ دوسرے سورے کی
جگہ پر سورۂ اعلیٰ کو پڑھے اور اُسکے بعد اظہر پر تکبیر کہے اور جو قنوت کہ مروی ہے اُسے پڑھے
یہانتک کہ پانچ قنوت اور پانچ تکبیرین پوری کرے پھر تکبیر کہکے رکوع مین جائے اور سجدون
سے فارغ ہو کر کھڑا ہوئے تکبیر کے بس سورۂ فاتحہ پڑھے اور دوسرا سورہ پڑھے اور بہتر ہے
کہ سورۂ غاشیہ ہو اور اُسکی چار تکبیرین کہے اور چار قنوت ہر تکبیر کے بعد پڑھے یعنی تین قنوت
تکبیرون کے بیچ مین اور چوتھا قنوت چوتھی تکبیر کے بعد پڑھے اور اِسکے بعد پانچوین تکبیر رکوع
کیلیے کہے اور رکوع مین جائے اور سجدے وغیرہ کرکے نماز ختم کرے بس معتاد سے زیادہ تو تکبیرین
ہین پانچ پہلی رکعت مین تکبیر احرام کے سوا اور دوسری رکعت مین چار تکبیرین ہین اور دو
رکوعون کے لیے **دوسری نظر** نماز عیدین کے سُنتی امرون مین ۔ میدان مین نماز کے لیے جانا مگر
مکۂ معظمہ مین اور زمین پر سجدہ کرنا اور موذن کا اذان کے بدلے تین مرتبہ الصلوٰۃ کہنا سنت ہے

کیونکہ اذان پنجگانہ نمازون کے سوا اور کسی نماز کے لیے نہیں ہے اور امام ننگے پانوُن آرام دل
اور آرام بدن سے ذکر خدا کا کرتا ہوا نکلے اور عید فطر مین نماز کو جانے سے پہلے کسی چیز سے افطار
کرے اور عید اضحی یعنی عید قربان مین نماز پڑھکر پھرنے کے بعد اپنی قربانی کے گوشت مین سے
کہائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اکثر فقہا نے کہا ہے کہ عید فطر مین نماز کے پہلے
کسی میٹھی چیز سے افطار مستحب ہے اور عید اضحی یعنی عید قربان مین گوشت قربانی سے مستحب ہے
اور خاک شفا سے جو افطار کرنے کو منقول ہوا ہے یہ روایت شاذہ ہے مگر جبکہ علیل ہو اور اُس
مرض سے صحت کے لیے کھائے اور بے مرض کے مٹی کا کھانا جائز نہین اور مرض سے شفا
پانے کے لیے ایک چنے کے برابر کھانا مستثنیٰ ہوا ہے اور عید فطر مین چار نمازون کے بعد
چار تکبیرین کہنا مستحب ہے کہ ان چارون مین کی پہلی تکبیر چاندرات کے مغرب کے بعد کی ہے
اور چوتھی تکبیر نماز عید کے بعد کی ہے اور عید قربان مین پندرہ نمازون کے بعد کہ پہلی اُنمین
کی دسوین ذیحجہ کی ظہر ہے اگر منیٰ مین ہو اور اور شہرون مین بھی پہلی عید ضحیٰ کی ظہر ہو اور اخیر
ایام تشریق کے دوسرے دن کی صبح ہو ان دس نمازونکے بعد یون کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تیسری تکبیر مین تردد
ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ہَدَانَا وَلَہُ الشُّکْرُ عَلٰی مَا اَوْلَانَا یعنی خدا بہت بڑا اور
بزرگ ہر چیز سے ہے نہین ہے کوئی سچا معبود مگر وہی اللہ اور اللہ بزرگ ہے اور برتر ہے
ہر چیز سے اور سب تعریفین خدا ہی کے لیے ہین اس امر پر کہ سیدھے ڈھرے پر ہمین اُسنے
لگایا ہے اور اُسی سچے معبود کے لیے شکر ہے اس بات پر کہ اُسنے نعمت دی ہمین اور اگر عید ضحیٰ
ہو تو یہ پڑھنا چاہیے وَرَزَقَنَا مِنْ بَہِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ یعنی اور روزی دے ہمین چوپائے جانورون
سے اور ہتھیار لیکر نماز کو نکلنا مکروہ ہے اور نماز عید کے پہلے یا پیچھے نافلہ پڑھنا مکروہ ہے مگر
مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ مین کہ وہانسے نکلنے کی دو رکعتین پڑھنا چاہیے پانچ مسئلے پہلا مسئلہ
زائد تکبیرین واجب ہین یا سنت اسمین تردد ہے اور اشبہ استحباب ہے اور تکبیرون کے
واجب ہونے کی تقدیر پر آیا قنوت بھی واجب ہے یا نہین اظہر یہی ہے کہ واجب نہین اور
واجب ہونے کی تقدیر پر آیا معین الفاظ قنوت مین واجب ہین یا نہین اظہر یہی ہے کہ معین
لفظ قنوت مین واجب نہین دوسرا مسئلہ جبکہ عید اور جمعہ ایک ساتھ پڑے بس جو کہ عید

کیلیے آئے اُسے اختیار ہے کہ چاہے جمعہ کے لیے حاضر ہو یا نہ ہو [illegible] لازم ہے کہ حاضر ہو [illegible]
مستحب ہے خطبے میں اطلاع دے [illegible] بعضے فقہا نے کہا ہے کہ رخصت [illegible]
والو پہ ہے کہ اُسے پھر تو [illegible] مشقت جاتی رہے اور یہی اشبہ ہے [illegible] مستحب [illegible]
کی نمازون کے بعد دو خطبے پڑھنا سنت ہیں اور پہلے نماز کے پڑھنا [illegible] ہے اور [illegible]
دونون خطبون کا وجب نہیں بلکہ سنت ہے جیسا سننا خطبے کیلیے [illegible] منبر کا لانا [illegible]
بلکہ منبر کی طرح مٹی سے [illegible] میں بنا دینا مستحب ہے [illegible] سورج نکلنے کے
بعد جبکہ نماز عید پڑھے اگر اُسپر واجب ہے تو سفر کرنا حرام ہے اور [illegible] کے بعد آفتاب [illegible] نکلنے
کے پہلے سفر کرنے میں تردد ہے اشبہ جواز ہے

تیسری فصل نماز کسوف یعنی سورج گہن پڑنے کے وقت کی نماز مین اور نظر اسکے سبب اور
کیفیت اور حکم مین ہے پہلی نظر سبب مین یہ نماز سورج گہن کے وقت واجب ہے اور
چاند گہن کے وقت واجب ہے اور زلزلے کے وقت واجب ہوا اور آیا انکے سوا نماز کالی آندھی
وغیرہ اور آسمانی ڈرونی چیزون کے لیے واجب ہے یا نہیں بعضون نے کہا ہے کہ واجب
ہے اور یہی منقول ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور بعضون نے
کہا ہے کہ ڈرونی کالی آندھی کیلیے واجب ہے اور اِس نماز کا وقت کسوف مین گہن پڑنے
کے وقت سے چھوٹنے تک ہے پس اگر سورج گہن یا چاند گہن کا زمانہ نماز پڑھنے بھر کا نہو
تو واجب نہیں ہے اور یہی حکم آندھیون کا ہے اگر انمین بھی وجوب کے قائل ہو جائین اور
زلزلے مین نماز واجب ہے گو مدت زلزلے کی زیادہ نہو اور زلزلے کی نماز ہمیشہ ادا کی نیت
سے پڑھی جاتی ہے گو زمین کے ٹھہر جانے کے بعد ہو اور جب معلوم نہو کہ گہن پڑا ہے یہانتک
کہ نماز کا وقت نکلجائے تو اُسپر قضا واجب نہیں مگر یہ کہ سرب گہن پڑا ہو اور کسوف یعنی گہن کے
سوا مین قضا واجب نہیں اور کسوف یعنی گہن پڑنے سے واقف ہونے پر اور نماز
بجا لانے مین کوتاہی اور بھول کو دخل دینے پر قضا واجب ہے خواہ پورا گہن پڑا ہو خواہ
پورا نہ پڑا ہو دوسری نظر اس نماز کی کیفیت مین اِسکا طریق یہ ہو کہ نیت کے بعد تکبیر احرام
کہے اور سورۂ حمد پڑھے اور حمد کے بعد کوئی پورا سورہ پڑھے یا تھوڑا سا پڑھے پھر رکوع کرے

اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اگر رکوع سے پہلے پورا نہین پڑھا تو پھر اس سورے مین سے
وہین سے کہ جہان سے چھوڑا تھا کچھ پڑھے اسیطرح سے پانچ رکوع تک اس سورے کو تمام کرکے
اور جس رکوع کے پہلے اس دوسرے کو تمام کریگا تو اس رکوع سے سر اٹھانے کے بعد حمد اور
ایک سورہ اور یا کچھ پڑھیگا اسی طرح پانچ رکوع پورے کرے اور سجدون سے فارغ ہوکر دوسری
رکعت مین بھی مثل پہلی کے کرنا چاہیے اور پانچوین رکوع کے بعد دونون سجدون سے فارغ
ہونے کے بعد تشہد اور سلام پڑھے اور اس نماز مین بھی جماعت سنت ہے اور طول اتنا نماز
مین دینا کہ گہن چھٹ جائے سنت ہے اور اگر گہن رہجائے اور نماز سے فراغت ہوگئی ہو تو پھر اعادہ
کرے اور سنت ہے کہ اسکے رکوع کا زمانہ اسکی قراءت کے زمانے کے برابر ہو اور لنبے سورے
پڑھنا گنجایش وقت مین سنت ہے اور ہر رکوع سے سر اٹھانے کے وقت تکبیر کہیگا مگر پانچوین اور
دسوین رکوع مین سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور پانچ قنوت پڑھیگا دو پہلی رکعت مین اور تین قنوت
دوسری رکعت مین یعنی ہر رکعت مین ہر ایک دوسرے رکوع سے پہلے قنوت پڑھے اور دوسری رکعت
مین قراءت کے بعد رکوع کرنے سے پہلے ایک قنوت اور دو قنوت ہر دوسرے رکوع سے پہلے یعنی تیسرے
اور پانچوین رکوع سے پہلے پڑھیگا تیسری نظر گہن وغیرہ کی نماز کے حکمون مین اور اسمین چند مسئلے
ہین پہلا مسئلہ جبکہ گہن فریضے کے وقت پر پڑے تو مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ
چاہے گہن کی نماز پہلے پڑھے اور چاہے فریضے کو پہلے بجا لائے جبتک کہ وقت فریضے کا تنگ نہ ہو
اور جب وقت فریضے کا تنگ ہو جائیگا تو پنجگانے مین کے فریضۂ موجودہ کو مقدم کرے گا اور بعضے علما
نے کہا ہے کہ ہر صورت مین فریضہ حاضرہ اولی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ اگر نافلے
کے وقت پر گہن پڑے بس گہن کی نماز اولی ہے گو نافلے کا وقت جاتا رہے اور اسکے بعد نافلے کی
قضا پڑھ لیگا تیسرا مسئلہ جائز ہے کہ گہن کی نماز کو گھوڑے پر سوار پڑھنا اور پیدل چلتے چلتے پڑھنا اور
بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ حکم عذر کی صورت مین ہے اور مختار کے لیے جائز نہین اور یہی قول اشبہ ہے

چوتھی فصل نماز میت یعنی مردے کی نماز مین اور اسمین کئی قسمین ہین پہلی قسم اس شخص مین کہ
جسپر یہ نماز پڑھنا چاہیے اور وہ ایسا شخص ہے کہ جسنے اظہار شہادتین کیا ہو یعنی خدا کی وحدانیت
اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کی نبوت کا قائل ہو یا چھ برس کا لڑکا جو اسلام کے حکم مین ہو یعنی جسکے

ماں باپ دونوں یا ایک دونوں میں سے مسلمان ہو یا اسلام کے ملک میں پڑا ہوا ملا ہو اور
اس حکم میں لڑکا لڑکی غلام آزاد سب برابر ہیں اور سنت ہے کہ اس سے کم عمر والے مردے
بھی نماز پڑھیں جبکہ زندہ پیدا ہوا ہو اور اگر زندہ نہ پیدا ہوا ہو تو اسپر نماز نہ پڑھیں گے گو اسمیں
جان پڑ چکی ہو۔ دوسری قسم نماز پڑھنے والے کے بیان میں سب سے زیادہ اولیٰ شخص مردے پر نماز
پڑھانے میں وہی ہے جو اُسکی میراث میں اولیٰ ہے اور اولیٰ وہ شخص ہے کہ وارثوں میں کوئی اسکے برابر
نہو پس باپ اولیٰ ہے میت پر نماز پڑھنے میں میت کے بیٹے سے اور بیٹا اولیٰ ہے پوتے سے کے
مردے پر نماز پڑھنے میں دادا سے ہے اور بھائی سے اور چچا سے اور حقیقی بھائی بھی اولیٰ ہے
علاتی یا اخیافی بھائی سے اور شوہر اپنی زوجہ کے مردے پر نماز پڑھنے میں اولیٰ ہے اُسکے
اقربا سے گو کیسے ہی قریب ہوں جبکہ میت کے ولی بہت سے ہوں پس مرد اولیٰ ہیں عورتوں
سے اور آزاد اولیٰ ہے غلام سے اور پیشنمازی نہیں کرتا ہے ولی میت مگر جبکہ اُسمیں پیشنمازی
شرطیں پائی جاتی ہوں نہیں تو دوسرے کو پیشنماز کریگا اور جبکہ اولیا میت کے برابر ہوں تو مقدم
ہوگا نماز پڑھانے میں وہ شخص کہ جو سب سے بڑھکر فقہ کا جاننے والا ہوگا اور اگر فقہ کے جاننے
میں بھی سب برابر ہوں پس جو کہ قراءت میں زیادہ وقوف رکھتا ہوگا وہ مقدم ہوگا اور جب
اسمیں بھی سب برابر ہوں تو جو سن میں بڑا ہوگا وہ مقدم ہوگا اس معنی سے کہ زیادہ اُسکا سن
اسلام میں صرف ہوا ہو اگر اسمیں بھی برابر ہوں تو مقدم ہوگا وہ جو زیادہ صاحب وجہ یعنی خوبصورت
ہوگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ صاحب وجہ کی بعضوں نے تفسیر خوشروئی یعنی
خوبصورتی سے کی ہے اور بعضوں نے نیکنامی سے کی ہے اور دونوں خوب ہیں کہ خوبصورتی
اُسکی نسبت عنایت الٰہی پر دلالت کرتی ہے تو بدشکل سے بہتر ہے اور جائز نہیں ہے کہ نماز میت
میں پیشنمازی کرے کوئی شخص بے ولی کی اجازت کے خواہ امامت کے شرائط رکھتا ہو خواہ
نہ رکھتا ہو مگر مکلف ہو چکا ہو اور ہر شخص سے میت کی نماز کے لیے امام عصر علیہ السلام بہتر ہیں
اور ہاشمی غیر ہاشمی سے جبکہ ولی اسے شرائط کے ساتھ مقدم کرے اور جائز ہے کہ عورت عورتوں
کی پیشنمازی کرے اور مکروہ ہے کہ پیشنماز عورت صف سے آگے بڑھکر کھڑی ہو بلکہ عورتوں
ہی کی صف میں رہے اور یہی حکم ہے برہنہ مرد کا اور سوا برہنہ مرد کے اور عورت کے جو

امامت کریگا آگے بڑھکر کھڑا ہوگا گویا ایک ہی مقتدی ایسی پیچھے نماز پڑھنے والا ہوا۔ جب عورتین
مرد کے پیچھے نماز پڑھینگی تو پیچھے مرد کے کھڑی ہونگی اور اگر پیچھے بھی مردون کی صف ہوگی تو
انکے پیچھے کھڑی ہونگی اور عورتون مین کوئی عورت حائض ہوگی تو عورتون کی صف سے
علیحدہ اسے کھڑے ہونا مستحب ہوگا تیسری قسم نماز میت کی کیفیت مین اور کیفیت
ترکیب اسکی پانچ تکبیرین ہین اور دعائین لازم نہین اور اگرچہ کہین کہ واجب ہے تو معین لفظ
واجب نہین اور سب دعاؤن سے بہتر وہ دعا ہے کہ جسے محمد ابن مہاجر نے اپنی مان ام سلمہ
سے روایت کی ہے اور ام سلمہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
کہ ان حضرت نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی مردے پر نماز پڑھتے تھے
ایک تکبیر کہتے تھے اور ایکبار تشہد پڑھتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے صلوات پیغمبرون پر بھیجتے تھے اور
دعا کرتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے اور مومنین کے لیے دعا کرتے تھے پھر چوتھی تکبیر کہتے تھے اور مردے
کے لیے دعا کرتے تھے اور پانچوین تکبیر کہتے تھے اور پھر جاتے تھے اور اگر مردہ منافق ہوگا تو نماز
پڑھنے والا چار ہی تکبیرون پر اقتصار کریگا اور چوتھی تکبیر پر پھر جائیگا اردو مترجم کہتا ہے کہ
شیخ فرماتے ہین کہ منافق سے یہان مراد ناصب ہے کہ اسی پر بعضی روایتین اور عبارتین دلالت
کرتی ہین اور ممکن ہے کہ منافق سے مطلق مخالف مراد لیا جائے کہ مومن کے مقابل مین کہا
گیا ہے اور بعضی روایتون مین وارد ہوا ہے کہ منافق حقیقی وہ ہے کہ کفر کو چھپائے اور اسلام
کو ظاہر کرے اسلیے کہ حضرت نے عبد اللہ ابن ابی کے جنازے پر یون ہی نماز پڑھی تھی اور سزاوار ہے
یہ کہ جان لین کہ حصر چار تکبیرون پر منافق مین واجب نہین بلکہ پانچ تکبیرین کہنی اور بد دعا
لعنت سے کرنے مین اور چار پر اقتصار کرنے مین اور بے دعا کے پھر جانے مین مختار ہے۔
اور نماز میت مین نیت اور قبلہ رخ ہونا اور جنازے کا سر مصلی کے داہنی طرف کرنا واجب ہے
اور اس نماز مین طہارت شرط نہین اور جنازے سے بہت ہٹکر کھڑے ہونا جائز نہین اور
بے غسل و کفن دیے مردے پر نماز نہ پڑھینگے اگر اس مردے کے لیے کفن بھی نہو تو اسے
قبر مین رکھدینگے اور اسکی عورتین یعنی دونون شرمگاہون کو چھپا کر نماز پڑھینگے اس
نماز کے سنتی امر یہ ہین کہ پیشنماز مرد کی کمر کے پاس اور عورت کے سینے کے پاس کھڑا ہو اگر دو مردے

نماز کے لیے جمع ہون کہ ایک مُردہ مرد کا اور ایک عورت کا ہو تو مرد کو پیشنماز کے پاس رکھین اور عورت کے مُردے کو مرد کے مُردے کے پیچھے رکھین اور مرد کے مُردے کی کمر کے برابر عورت کے مُردے کے سینے کو رکھین کہ امام دونون مُردون کی فضیلت کی جگہ پر کھڑا ہو اور اگر کوئی بچے کا مُردہ بھی آئے تو اُسے عورت کے مُردے کے پیچھے رکھین اور تینون پر ایکساتھ نماز پڑھین اور ظاہر ہونا پیشنماز کے لیے اور جوتے سے پاؤن نکالنا اور پہلی تکبیر مین اجماع سے دونون ہاتھون کا اونچا کرنا اور اظہر یہ باقی تکبیرون مین سنت ہے اور یہ بھی سنت ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد مُردے کے لیے اگر مؤمن ہے تو مغفرت کی دعا کرے اور اگر منافق ہے تو بد دعا کرے اور اگر مستضعف یعنی سست اعتقاد ہے تو مستضعفون کی دعا پڑھے اور اگر اُسکا مذہب نہ معلوم ہو تو حقتعالے سے اس بات کی دعا کرے کہ محشور کرے خدا اُسکو اُسکے ساتھ کہ جس سے یہ محبت رکھتا ہے اور اگر مُردہ بچے کا ہو تو یہ دعا کرے کہ اسے اپنے مان باپ کے حال کا مصلح اور اُنکا شفیع بنائے اور جب نماز سے فارغ ہو تو وہین کھڑا رہے جبتک کہ جنازے کو اُٹھائین اور یہ بھی سنت ہے کہ نماز میت کی اُسی مقام پر پڑھین کہ جس جگہ پر عادت سے پڑھتے ہون اور اگر مسجدون مین پڑھین تو بھی جائز ہے اور مکروہ ہے کہ ایک جنازے پر دو بار نماز پڑھین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یوہین ہے جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ شہادتین اور مؤمنین کی دعا کی عبارت اور مُردے کی دعا کی عبارت مخصوص واجب نہین ہے مگر مشہور یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی گواہی دیتا ہون مین اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود پرستش کے قابل نہین ہے اور گواہی دیتا ہون مین اس بات کی کہ بیشک محمد خدا کے رسول ہین اور دوسری تکبیر کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ یعنی خدایا رحمت نازل کر محمد اور آل محمد پر اور تیسری تکبیر کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یعنی خداوند کریم ایماندار مردونکو اور عورتونکو بخشدے اور اُنکے گناہون سے درگذر فرما اور چوتھی تکبیر کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَا الْمَيِّتِ یعنی بار خدایا اس مُردے کو بخشدے اور اسکے گناہون سے درگزر فرما پھر پانچوین تکبیر کہے اور فارغ ہو اور یہ کافی ہے اور بہتر یہ ہے کہ نیت کے بعد کہے اللہ اکبر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے گواہی دیتا ہون مین اس بات کی کہ خدا کے سوا کوئی برحق معبود نہین ہے اور حال یہ ہے کہ وہ خدا ایکہ وتنہا ہے کوئی اُسکا شریک نہین ہے اور گواہی دیتا ہون مین اسبات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ اُسکے بندے اور اُسکے رسول برحق ہین مومنون کو بشارت دینے والے اور کافرون کو ڈرانے والے قیامت مین پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَاَفْضَلِ مَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے بار خدایا رحمت کاملہ نازل کر محمدؐ اور آلِ محمد پر بڑھکر اُس رحمت سے کہ جسے تو نے نازل کیا ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر اور اُس برکت سے کہ جسے تو نے بھیجا ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر اور اُس ترحم سے کہ تو نے کیا ہے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بیشک تو سراہا بزرگ ہے اور رحمت کاملہ نازل کر سارے نبیون پر اور رسولون پر پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ بِالْخَیْرَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے بار خدایا بخش ایماندار مردون کو اور ایماندار عورتون کو اور مسلمان مردون کو اور مسلمان عورتون کو اور زندون کو اور مُردون کو اور پیاپے ہم مین اور اُنمین نیکی رکھ بے شک تو ہی دعاؤن کا قبول کرنے والا اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اِنَّ ھٰذَا عَبْدُکَ وَ ابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْرًا وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ وَاغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی اَھْلِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَارْحَمْہُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے بار خدایا بیشک یہ تیرا بندہ ہے اور اسکے مان باپ تیرے بندے ہین تیرے پاس وارد ہوا ہے اور تو بہت اچھا اُتارنے والا ہے بار خدایا ہم نیکی کے سوا اس سے کچھ اور واقف نہین اور تو ہم سے بڑھکر اس سے خبردار ہے بار خدایا اگر یہ نیک کار ہے تو اسکی نیکی مین بڑھا دے اور اگر گنہگار ہے تو اُس سے درگزر کر اور اسے بخشدے بار خدایا اسے تو اپنے پاس علیین مقام کے سب سے اوپر کے درجے مین جگہ دے اور اسکے عزیزو نیز

گذرے لوگون مین پچھلا ٹھہرا دے اور رحم کر اسپر اپنی رحمت سے اے سب رحم کرنیوالون سے بڑھکر
رحم کرنیوالے پھر کہے اَللّٰہُ اَکْبَر یعنی خدا ہر چیز سے بزرگ اور برتر ہے اور نماز سے فارغ ہو جائیگا
اور اگر مردہ عورت نا ہو تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ہٰذِہٖ اَمَتُکَ وَابْنَۃُ عَبْدِکَ وَابْنَۃُ اَمَتِکَ نَزَلَتْ بِکَ
وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْھَا اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ مُحْسِنَۃً
فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِھَا وَاِنْ کَانَتْ مُسِیْئَۃً فَتَجَاوَزْ عَنْھَا وَاغْفِرْ لَھَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ
وَاخْلُفْ عَلٰی اَھْلِھَا فِی الْغَابِرِیْنَ وَارْحَمْھَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اسکے معنون مین اور
مرد والی دعا کے معنون مین فقط مرد ہونے کا اور عورت ہونے کا تذکیر تانیث کی ضمیرون
سے فرق ہے اور اگر نابالغ لڑکا ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِاَبَوَیْہِ وَلَنَا سَلَفًا وَ
فَرَطًا وَاَجْرًا یعنی بار خدایا اسے اس کے ماں باپ کے لیے اور ہمارے لیے پہلے بھیجا ہوا
کار نیک اور عمل خیر اور ثواب بنا دے اور اگر مخالف پر ضرورت سے نماز پڑھے تو چوتھی تکبیر
کے بعد کہے اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَبِلَادِکَ اَللّٰھُمَّ اَصْلِہٖ حَرَّ نَارِکَ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ اَشَدَّ
عَذَابِکَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلّٰی اَعْدَائَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَائَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ یعنی
بار خدایا خوار کر اپنے اس بندے کو اپنے بندون مین اور اپنے شہرون مین بار خدایا جلا
اسے اپنی جلتی آگ سے اور چکھا اسے اپنے عذاب مین سے زیادہ سخت عذاب کو اسلیے کہ یہ
دوست رکھتا تھا تیرے دشمنون کو اور دشمن رکھتا تھا یہ تیرے دوستون کو اور تیرے نبی کے
اہلبیت علیہم السلام سے بغض رکھتا تھا اور پانچوین تکبیر مخالف کے جنازے پر نہ کہے اور اگر میت
مستضعف ہو یعنی کم عقل ہو اور تمیز مذہبون مین نہ کرتا ہو اور اسی طرح سے سنی ہو یا مخالف
حق ہو اور شیعون سے بغض نہ رکھتا ہو یا اہلبیت کا اعتقاد رکھتا ہو مگر انکے دشمنون سے بیزار
نہو اور مترجم کہتا ہے کہ مدارک مین مستضعف کے معنون مین یہ کہا ہے کہ مراد مستضعف سے
وہ ہے کہ جو حق کا معتقد نہو اور اہل حق کا دشمن نہو اور ائمہ علیہم السّلام سے کسی کو دوست نہ رکھتا ہو
اور نہ انکے غیرون مین کسی کو دوست رکھتا ہو جو اسطرح کا شخص مرے تو اسکی نماز جنازے مین یہ
دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ یعنی بار خدایا ان لوگون کو کہ
جنھون نے توبہ کی ہے اور تیرے راہبر کی پیروی کی ہے تو بخشدے اور بچا انھین جہنم کے

عذاب سے اور اگر میّت کا مذہب نہ معلوم ہو تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہِ النَّفْسَ اَنْتَ اَحْیَیْتَھَا وَ اَنْتَ اَمَتَّھَا اَللّٰھُمَّ وَلِّھَا مَا تَوَلَّتْ وَاحْشُرْھَا مَعَ مَنْ اَحَبَّتْ یعنی بارخدایا ضرور یہ ایک نفس ہے جسے تو ہی نے جلایا اور تو ہی نے مارا ہے بارخدایا اِسکا سرپرست اُسے کر کہ جسے یہ دوست رکھتا تھا اور اُٹھا قیامت کے دن اِسے اُس شخص کیساتھ کہ یہ جسے دوست رکھتا تھا اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ایک جنازے پر دو بار نماز پڑھنا جب مکروہ ہے کہ نماز پڑھنے والا وہی ایک ہی شخص ہو اور تکرار نماز جلدی کی منافی ہو یعنی مُردے کی تجہیز و تکفین وغیرہ مین تعجیل مستحب ہے اور یہ تکرار اُس تعجیل کی منافی ہو تو مکروہ ہے یعنی ثواب کم ہے اور کوئی نماز جنازے کا دوسری مرتبہ اعادہ کرے تو مختار ہے چاہے وجوب کی نیّت کرے اِسلیے کہ اصل تو واجب ہے چاہے سنّت کی نیّت کرے کہ وجوب پہلی نماز سے ساقط ہو چکا ہے۔ پانچ مسئلے پہلا مسئلہ جو کہ امام کو نماز جنازہ پڑھتے ہوئے پائے اُسکی پیروی کرے اور جب امام پڑھ چکے تو یہ باقی تکبیرین پیاپے بجالائے اور اگر جنازے کو اُٹھا لین یا مُردے کو دفن کر دین تو بھی یہ تکبیرین پوری کرے گو قبر ہی پر واقع ہون دوسرا مسئلہ جب ماموم نے امام سے پہلے ایک تکبیر یا زیادہ کہی ہو تو سنّت ہے کہ پھر امام کے ساتھ اعادہ کرے تیسرا مسئلہ اگر کسی مُردے کو بے نماز پڑھے دفن کر دین تو جائز ہے کہ اُسکی قبر پر ایک رات دن مین نماز پڑھ لین اور اگر آٹھ پہر سے زیادہ دفن ہوئے کو گزر جائین تو پھر جائز نہین ہے چوتھا مسئلہ سارے وقت نماز جنازہ پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہین مگر جب حاضرہ نماز کا وقت تنگ ہو تو اُس وقت نماز جنازہ پڑھنا جائز نہین ہے اور اگر مُردے پر بگڑنے کا خطرہ ہو اور حاضرہ فریضہ کا وقت وسیع ہو تو ایسی حالت مین نماز جنازہ مقدم ہے پانچوان مسئلہ جب امام ایک جنازے پر نماز پڑھنے مین مشغول ہو اور اِس اثنا مین دوسرا جنازہ آجائے تو امام کو اختیار ہے چاہے نماز کو نئے سرے سے دونون پر ایک ہی ساتھ پڑھے اور چاہے اُسے پوری پڑھکر دوسری بار دوسرے جنازے پر پڑھے

پانچوین فصل سنّتی نمازون مین اور اُنکی دو قسمین ہین ایک یومیہ پنجگانہ کے نوافل کہ جنھین پہلے ہم بیان کر چکے ہین اور دوسری وہ نمازین جو کسی وقت سے مخصوص نہین اور یہ بہت ہین اور ہم سنّتی ضروری نمازین بیان کرتے ہین اور وہ چند نمازین ہین پہلی اُنہین سے نماز استسقا ہے

اور وہ مستحب ہے اور وہ نہروں کے سوکھنے کے وقت اور مینھ کے کم یا نہ برسنے کے وقت پڑھتے
ہین اور اُسکی کیفیت عید کی نماز کی طرح پر ہے مگر یہ کہ عید کی قنوت کے عوض مین ایسی دعائین
کہ جنمین حقتعالیٰ کی مہربانی کی طلب اور خدا کی رحمت کا اور پانی برسنے کا سوال ہو پڑھین گے
جسقدر کہ ممکن اور مقدور ہو کافی ہے اور نہین تو جو دعائین اہلبیت علیہم السلام سے مروی ہین
پڑھے کہ بہتر ہے نماز استقسا کے سنتی امور یہ ہین کہ استقسا یعنی مینھ کی طلب کی نماز کو جانے
سے پہلے تین دن روزہ رکھے اور تیسرے روزے مین نکلے اور سنت یہ ہے کہ تیسرا دن پیر کا دن
پڑے اور اگر یہ نہ ممکن ہو تو جمعہ کا دن ہو اور یہ کہ نکلین میدان کی طرف ننگے پانوٗن آرام دل
اور آرام بدن سے اور اس نماز کو مسجدون مین نہ پڑھین اور لیجائین اپنے ساتھ بڈھون
بڈھیون کو اور بچون کو اور کافرون کو اور اہل ذمہ کو ساتھ نہ لین اور چھوڑ لین بچون کو
اُنکی ماؤن سے بس جبکہ امام نماز سے فارغ ہو تو پھیرے اپنی چادر کو پھر قبلہ رُخ ہو اور پکار کر
تکبیر کہے سو مرتبہ اور سو مرتبہ تسبیح داہنی طرف پڑھے اور سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ بائین طرف
پڑھے اور لوگون کی طرف مُنھ کرے اور سو مرتبے حمد خدا کرے اور لوگ بھی ان سب مذکورہ
امور مین اُسکی متابعت کرین یعنی ہر طرف مُنھ کرنے کے سوا اور سب امور مین متابعت کرین
پھر خطبہ پڑھے اور تضرع اور زاری حد سے زیادہ کرے اور اگر قبول مین دیر ہو تو پھر دوسری
بار نماز استقسا کو نکلین یہانتک کہ رحمت شامل حال ہو جائے جسطرح پر کہ یہ نماز مینھ برسنے کی
کمی کے وقت مین جائز ہے اسی طرح چشمے اور کنوئین سوکھ جانے کے وقت جائز ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ چادر کے پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ جو داہنے کندھے پر ہے اُسے بائین پر
اور جو بائین پر ہے اُسے داہنے پر کرے اور یہ شرط نہین ہے کہ اوپر وار کو نیچے اور نیچے وار کو
اوپر کرے اور اندر وار کو باہر وار اور باہر وار کو اندر وار کرے گو جائز ہے اور یہ کام کچھ امام
سے مخصوص نہین ہے بلکہ اور لوگ بھی کرین تو جائز ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
کی پیروی کے لیے اور اس فال نیک کے لینے کیواسطے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندون کا حال
قحط سے یعنی کال سے ارزانی یعنی سستی کی طرف اور تنگی سے کشایش کی طرف بدلا ہے۔
دوسری سنتی نماز استخارہ اور نماز حاجت اور نماز شکر اور نماز زیارت ہے اور اُنکے آداب

دعاؤن کی کتابون مین مذکور ہین اور سنتی نمازون مین سے بعضی نمازین معین وقتون سے تعلق رکھتی ہین اور وہ چند نمازین ہین پہلی نماز نافلہ رمضان ہے اور روایتون مین زیادہ مشہور ہزار رکعتون کا استحباب ماہ رمضان مین نوافل یومیہ پر زیادہ ہے ہر شب کو ۲۰ رکعتین آٹھ مغرب کے اور بارہ عشا کے بعد بنا بر اظہر کے پڑھے اور اخیر دس دن کے بعد ہر رات مین تیس اسی ترتیب سے پڑھے اور تین طاق شبون کے ہر رات کو سو رکعتین پڑھے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ طاق کی مذکور راتون مین سو رکعت پر اقتصار کرے پھر اسپر اسی رکعتین باقی رہجائینگی ہر جمعہ مین دس رکعتین نماز امیرالمومنین ع و نماز جناب فاطمہ زہرا و نماز جعفر کی پڑھیگا اور اخیر جمعہ مین بیس رکعتین نماز علی ع کی اور عشا مین اسی جمعہ کی بیس رکعتین نماز فاطمہ کی اور نماز امیرالمومنین ع کی چار رکعتین دو تشہد سے اور دو سلام سے پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد ایک مرتبہ اور قل ہو اللہ پچاس مرتبہ پڑھے اور نماز فاطمہ علیہا السلام مین دو رکعتین پڑھے پہلی رکعتین سورۂ الحمد ایکمرتبہ اور سورۂ انا انزلنا سو مرتبہ اور دوسری رکعت مین الحمد ایکمرتبہ اور سورۂ توحید سو مرتبہ پڑھے اور نماز جعفر مین چار رکعتین دو سلام سے پہلی رکعت مین الحمد ایک مرتبہ اور اذا زلزلت ایک مرتبہ اور پھر پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور پھر رکوع کرے اور دس مرتبہ یہی ذکر کرے اور اسیطرح پر رکوع سے سر اٹھانے پر دس مرتبہ اور اسی طرح سجود مین اور سجود سے سر اٹھانے پر پھر دوسرے سجدہ مین اور سر اٹھانے کے بعد ذکر مذکور دس دس مرتبہ کرے بس یہ ہر رکعت مین ۷۵ مرتبہ ہوا ہے اور دوسری رکعت مین حمد کے بعد والعادیات اور تیسری مین اذا جاء نصر اللہ اور چوتھی قل ہو اللہ احد پڑھے اور سنت ہے کہ اخیر سجدے مین مخصوص دعا جو دعاؤن کی کتابون مین ہے پڑھے دوسری نماز شب عید رمضان ہے اور اس نماز کی دو رکعتین ہین پہلی رکعت مین الحمد ایکمرتبہ سورۂ قل ہو اللہ ہزار مرتبہ دوسری رکعت مین سورۂ فاتحہ ایکمرتبہ اور سورۂ قل ہو اللہ ایکمرتبہ پڑھے اور نماز عید غدیر کہ وہ ذیحجہ کی اٹھارھوین کو ایکساعت زوال آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور اسکی دو رکعتین ہین اور شعبان کی پندرھوین رات کی نماز اور مبعث یعنی رجب کی ستائیسوین رات کو اور ستائیسوین کی نمازین ہین اور ان نمازونکی

تفصیل اور جو انمین پڑھا جاتا ہے اور جو انکے بعد پڑھا جاتا ہے عبادت کی کتابون مین مذکور ہے
تیسری سارے نوافل کو جائز ہے کہ آدمی بیٹھکر پڑھے اور کھڑے ہوکر پڑھنا جائز ہے اور دو رکعتین
بیٹھکر پڑھی ہوئی کو کھڑے پڑھی ہوئی ایک رکعت کے برابر حساب کرین تو بہتر ہے یعنی کھڑے ہوکر دو
رکعتون کے بدل چار رکعتین بیٹھکر بہتر ہین اس سے کہ کھڑے ہوکر دو رکعتون کی بدل دو رکعتین
بیٹھکر پڑھے ہرچند کہ یہ بھی جائز ہے ۔

چوتھا رکن نماز کے توابع مین اور اس مین کئی فصلین ہین ۔

پہلی فصل اُن خللون کے بیان مین ہے کہ نماز مین واقع ہوتے ہین خواہ عمداً ہون خواہ سہواً
ہون یا شک ہون تعدی خلل جو کہ نماز کے واجبات مین سے کسی چیز مین عمداً خلل کرے تو نماز
باطل ہوگی خواہ وہ چیز شرط نماز ہو جیسے طہارت ہے یا شرمگاہون کا چھپانا ہے یا جزو نماز ہو ہرچند
کہ نماز کا رکن نہو مثل قرأت کے یا کیفیت نماز ہو مثل طمانینت کے یا ترک ہو مثل ترک کلام کے
اور اسیطرح جو مبطل ہے اگر کوئی بجالائے اُس چیز کو کہ جسکا ترک واجب ہو یا ترک کرے اُس چیز کو
کہ جسکا بجالانا واجب ہو مسئلے کی نادانی سے مگر جہر و اخفات یعنی پکارکر اور چپکے سے پڑھنا کہ اگر
اسمین خلل پڑجائیگا تو معاف ہے اور اگر کوئی نجانتا ہو کہ یہ کپڑا یا مکان کہ جسمین نماز پڑھی ہے
غصبی ہے یا نجاست کپڑے کی یا بدن کی یا سجدے کی جگہ کی نہ معلوم ہوا اور نماز کے بعد معلوم ہو تو اعادہ
نہ کریگا اور شہید ثانی نے فرمایا ہے اگر نماز کا وقت باقی ہے تو اعادہ کریگا اور اگر گزر گیا ہے تو اعادہ
نہین تفریع مذکور مسئلہ کی پہلے جو وضو کرے غصبی پانی سے غصبیت کے جاننے پر اور نماز پڑھے
تو طہارت اور نماز دونون کا اعادہ کرے گا اور اگر غصبی ہونا نجانتا ہوگا تو کسیکا بھی اعادہ نکرے گا
دوسرے جبکہ نجانتا ہو کہ یہ کھال خود مردہ جانور کی ہے اور اُسمین نماز پڑھے پھر معلوم ہو کہ خود مردہ کی
کھال ہے اگر مسلمان کے ہاتھ یا مسلمانون کے بازار سے کہ جسمین زیادہ مسلمان ہون لیا ہے
گو کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے لیا ہو کہ جسکا حال معلوم نہین تو اعادہ نکریگا اور اگر غیر مسلمان سے
لیا ہے یا رستے سے اُٹھا لیا ہے تو اعادہ کریگا تیسرے اگر نجانتا ہو کہ اس ملبوس مین نماز صحیح ہے
اور اُسمین نماز پڑھے تو اعادہ کرے گو پیچھے ظاہر ہو جائے کہ یہ ایسا ملبوس ہے کہ جسمین نماز پڑھنا
درست ہے جامع الرضوی سے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہدیا ہے کہ نماز مین شرط ہے کہ نماز

پہننے والا بیان [illegible] کہ یہ ملبوس اس قسم کا ہے کہ جسمین نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ اگر پہچانے
اس امر کے اگر اسمین نماز پڑھیگا تو باطل ہوگی گو بعد نماز کے معلوم ہو کہ یہ ملبوس اسی قسم مین
سے ہے جسمین نماز درست ہے خواہ وہ ملبوس ایسی ہو کہ جس اکیلے مین نماز تمام ہوتی ہے
خواہ نہو پس اگر ازار بند یا ٹوپی بھی اس قسم سے ہوگی تو اسمین بھی نماز جائز نہوگی اور شست
یا انگوٹھی ایسی ہڈی سے ہو کہ معلوم نہو کہ حلال گوشت جانور کی ہے یا حرام گوشت کی ہے
تو اسمین بھی نماز جائز نہین ہے سہو والے خلل اگر کوئی سہو سے کسی رکن نماز مین خلل ڈالدے
تو نماز کا اعادہ کریگا جیسے قیام کو بجا نہ لائے اور نیت کرے یا نیت نہ کرے اور تکبیر احرام کو
کہے یا تکبیر نہ کہے اور قرأت کرنے لگے یا بے رکوع کیے سجدے مین چلا جائے یا بے دونون
سجدے کیے اٹھ کھڑا ہو اور اسکے بعد کے رکوع مین جھکے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ زیادتی کو گرادے
اور جو فوت ہو گیا ہے اسے بجا لائے اور نماز کی بنا اسی پر رکھ کے نماز کو پورا کرے اور بعضون
نے کہا ہے کہ یہ حکم اخیر کی دو رکعتون سے مختص ہے اور اگر پہلی دو رکعتون مین ہوگا تو نماز
نئے سر سے بجا لائیگا اور پہلا قول اظہر ہے اور یونہین مبطل نماز ہے اگر کوئی نماز مین ایک
رکعت یا ایک رکوع یا دو سجدے بڑھا کر پڑھے تو وہ نماز کا اعادہ کریگا خواہ یہ زیادتی عمداً
خواہ سہواً کی ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر شک ہو رکوع مین اور رکوع کرے پھر معلوم کرے
کہ رکوع کر چکا تھا تو اس صورت مین سر اپنا رکوع سے نہ اٹھائے اور سجدے مین چلا جائے
اور شیخ علیہ الرحمہ اور علم الہدی سید مرتضی نے فرمایا ہے کہ اشبہ یہ ہے کہ نماز باطل ہوجائیگی
اگر کوئی رکعت کم کرے اور کسی مبطل کے عمل مین لانے سے پہلے معلوم ہو جائے تو نماز کو پورا
کرے گو دو رکعتی نماز بھی ہو اور اگر کسی ایسے کام کے کرنے کے بعد یاد آئے کہ جسکا تعمد مبطل ہے
اور سہو سے کرنا مبطل نہین جیسے بات کرنا ہے تو اسمین تردد ہے اور اشبہ یہ ہے کہ نماز صحیح
ہے اور نماز کو پورا کرے گا اور یہی طرح مبطل نماز ہے اگر سلام کہنا ترک کردے پھر معلوم ہو
تو اسمین بھی وہی مذکور تفصیل ہے اگر کوئی دو سجدے ترک کرے اور نجانے کہ دو رکعت
سے رہ گئے ہین یا ایک رکعت سے اس صورت مین احتیاط کی جانب کو ترجیح ہے کہ نئے
سر سے نماز کو پڑھے اور اگر دو سجدے دو رکعتون مین سے بھول گیا ہو اور یہ نجانے کہ یہ کونسی

دو رکعتین ہین پہلی دو رکعتین ہین یا اخیر کی دو رکعتین ہین تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز کا اعادہ کریگا اسلیے کہ پہلی دو رکعتین یقین سے سالم نہین رہی ہین اور اظہر یہ ہے کہ اعادہ نہین ہے بلکہ دو سجدے سہو واجب ہین اور اگر کسی ایسے واجب مین خلل کرے کہ رکن نہو بس اُمین بعضے ایسے ہین کہ نماز کو بھی باطل نہین کرتے ہین اور تدارک بھی نہین رکھتے ہین اور بعضے تدارک رکھتے ہین بغیر سجدۂ سہو کے اور بعضے سجدۂ سہو سے تدارک رکھتے ہین پہلی قسم یہ ہے کہ قراءت بھول جائے یا جہر و اخفات کو اُسکے مقام مین بھولجائے یا تنہا قراءت حمد کو یا قراءت سورہ کو بھول جائے اور یہانتک یاد نہ آئے کہ رکوع مین چلا جائے یا رکوع کے واجب ذکر کو بھول جائے یا رکوع مین کی طمانینت کو بھولجائے اور سر اُٹھانے تک یاد نہ آئے یا سر اُٹھانے کو رکوع سے یا طمانینت کو رکوع سے سر اُٹھانیکی بھولجائے اور سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے یا سجدے مین کا ذکر یا ساتون اعضا سے سجدہ کرنا یا سجدے مین کی طمانینت بھولجائے اور سجدے سے سر اُٹھانے تک یاد نہ آئے یا ساتون اعضا سے سجدہ کرنا یا طمانینت اور سر اُٹھانے تک دوسرے سجدے سے یاد نہ آئے اِن سب صورتون مین نماز کو تمام کریگا اور کوئی تدارک بھی نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سجدے مین اگر پیشانی ایسے مقام پر نہ رکھے کہ جسپر سجدہ درست ہے گو سہو سے رکھی ہو سجود متحقق نہوگا نماز باطل ہوجائیگی دوسری قسم جو کہ سورۂ حمد پڑھنا بھولجائے یہانتک کہ سورہ پڑھے اور ابھی رکوع مین نہین گیا ہے تو پھر نئے سر سے پہلے حمد پڑھے اور اُسکے بعد سورہ پڑھے تاکہ ترتیب عمل مین آجائے اور اسیطرح اگر رکوع کو بھولجائے اور سجدے سے پہلے یاد آئے اُٹھکھڑا ہو پہلے رکوع کرے پھر رکوع کے بعد سجدہ کرے اور اسیطرح جو دونون سجدے ترک کرے یا ایک سجدہ یا تشہد ترک کرے اور دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے یاد آئے پھر پڑھے اور تلافی اُس فعل کی کرے پھر اُٹھے اور اُس چیز کو بجا لائے جو اُسکے بعد اُسے بجا لانا چاہیے ہے خواہ قراءت ہو خواہ تسبیح پھر اُسکے بعد رکوع کرے اور اِن دونون مقامون مین دو سجدۂ سہو واجب نہین اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ واجب ہین اور پہلا قول اظہر ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ صحیح دونون سجدون کا وجوب ہے اور اگر صلوات حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ پر اور آل رسول علیہم السلام پر چھوٹ جائے یہانتک کہ سلام کہے تو درود کی قضا سلام کے بعد بجا لائے تیسرے

ہو کہ ترک کرے سجدہ یا تشہد کو اور یاد آئے بعد اسکے کہ رکوع کرے تو قضا بجا لائے اور سجدہ سہو
کرے اور شک میں چار مسئلے ہیں پہلا مسئلہ جو دو رکعتی نماز کی رکعتون کی گنتی میں شک
کرے مثل نماز صبح کے اور نماز سفر کے اور جیسا کہ مغرب کے جبکہ واجب ہون، ورکسوف کے تو اعادہ
کرے اور یہی حکم اعادہ کا حکم نماز مغرب میں یا رکعتون کی گنتی کے شک مین بھی ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر نماز آیات کی رکعتون کی گنتی مین شک
واقع ہوگا تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر رکوع کی گنتی مین شک پڑے تو اقل یعنی سب سے کم پر بنا
کرے دوسرا مسئلہ جبکہ کسی فعل مین نماز کے شک پڑے اگر اسکا محل باقی ہو تو بجا لائے اور نماز کو
پورا کرے اور اگر محل جاتا رہا ہو تو نماز کو پورا کرے خواہ وہ فعل رکن ہو خواہ غیر رکن ہو خواہ پہلی
دو رکعتون مین ہو خواہ اخیر کی دو رکعتون مین ہو اور یہی حکم اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے
ہین کہ قراءت کا محل رکوع مین جانے کے وقت تک ہے اور رکوع کا محل زمین پر سجدے کے لیے
سر جھکانے کے وقت تک ہے اور سجدے کا محل دوسری رکعت کے رکوع تک ہے تفریع جبکہ
متحقق ہو کہ نماز کی نیت کی ہے اور شک کرے کہ ظہر کی نیت کی ہے یا عصر کی کی ہے یا فرض کی
نیت کی ہے یا نفل کی نیت کی ہے تو نئے سر سے نماز پڑھے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ فلان نماز کے لیے اٹھا تھا تو اسی نماز پر بنا
کریگا اسلیے کہ ظاہر یہی امر ہے کہ اسی نماز کی نیت کہ جسکے لیے اٹھا تھا کی ہے اور یہ بھی یاد نہ ہو تو
نئے سر سے نماز پڑھیگا۔ تیسرا مسئلہ جو کہ شک کرے چو رکعتی نماز کی رکعتون کی گنتی مین بس اگر پہلی
دو رکعتون مین یہ شک ہے تو نماز کا اعادہ کریگا اور اگر پہلی دو رکعتون کے بجا لانے کا یقین رکھتا ہو
اور شک تیسری چوتھی رکعت مین ہے تو واجب ہے کہ نماز احتیاط بجا لائے۔ چار مسئلے پہلا مسئلہ
جو شک کرے کہ دو رکعتین یا تین پڑھی ہین تو تین رکعتون پر بنا کرکے نماز کو پورا کرے اور بعد
سلام کے خواہ ایک رکعت کھڑے ہو کر خواہ دو رکعتین بیٹھکر واجب کی نیت سے بجا لائے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ اخیر زمانے کے فقہا نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ جب شک
مذکور دونون سجدون کے اتمام کے بعد ہو اور اگر دونون سجدون کے اکمال کے پہلے واقع ہوگا
تو یہ شک پہلی دو رکعتون مین پڑ جائیگا پھر اس سے نماز باطل ہو جائیگی اور دونون سجدونکا اکمال

کہا ہے کہ ہر کمی اور زیادتی کے لیے جبکہ مبطل نماز نہو اور امام کے ساتھ ماموم بھی وجوب کی نیت سے سجدۂ سہو کریگا اگر دونون کو شک ہوا ہے اور اگر ایک کو سہو ہوا ہے اور دوسرے کو نہین ہوا ہے تو ہر ایک اپنے نفس کا حکم رکھتا ہے سجدۂ سہو کے اوا کا وقت سلام کے بعد سے ہے خواہ کسی زیادتی کے لیے یا کمی کے لیے ہو اور بعضے کہتے ہین کہ سلام کے پہلے ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر کسی فعل کی زیادتی لیے ہو تو سلام کے بعد دو سجدۂ سہو بجا لائے اور اگر کسی کمی کے لیے ہو تو سلام کے پہلے کرے اور پہلا قول اظہر ہے اور دونون سجدون کی صورت یون ہے کہ استحباب کی نیت سے تکبیر کہے پھر سجدہ کرے پھر سر اپنا اُٹھائے پھر دوسرا سجدہ کرے اور تشہد خفیف پڑھے پھر سلام پھیرے اور آیا ان دو سجدون مین ذکر واجب ہے یا نہین اسمین دو وجہ ہے اور اگر ذکر واجب ہو تو بعض کہتے ہین کہ انھین لفظون کو کہے اشبہ یہ ہے کہ کوئی لفظ معین نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول پر صحیح یہ ہے کہ سہو کے دونون سجدون کا ذکر معین ہے اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ یعنی شروع کرتا ہون مین خدا کے نام سے اور خدا کی مدد سے اور رحمت خدا نازل ہو محمد پر اور آل محمد پر یا یہ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی شروع کرتا ہون خدا کے نام سے اور خدا کی مدد سے سلام ہو آپ پر اے نبی اور خدا کی رحمت اور اُسکی برکتین اور اگر کوئی سہو کے دونون سجدون کے بجا لانے کے اہمال مین قصد کرے تو اُسکی نماز باطل نہو گی مگر اُسپر ان سجدون کا بجا لانا واجب ہے گو اہمال کے سبب سے کتنی ہی مدت گزر جائے

دوسری فصل قضا نمازون مین اور نظر نماز کی قضا کے سبب مین اور قضا مین اور قضا کے لواحق مین ہے **سبب قضا** بعضے ایسے سبب ہین کہ اگر اُنکے ہونے سے نماز فوت ہو جائے تو قضا نہین اور وہ سات سبب ہین پہلا سبب صغر سنی یعنی بالغ نہونا دوسرا سبب دیوانگی تیسرا سبب بنا بر اظہر کے بیہوشی چوتھا سبب حیض پانچوان سبب نفاس چھٹا سبب اصلی کفر جب کافر مسلمان ہو جائیگا تو کفر کے زمانے کی نماز کی قضا اُسپر واجب نہین اور اگر مسلمان مرتد ہو جائیگا اور پھر توبہ کریگا تو ارتداد کے دنون کی نمازون کی قضا بجا لانا اُسپر واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علمانے فرمایا ہے کہ اصلی کافر جب مسلمان ہو تو اُسے کفر کی مدت کی نمازین معاف ہین

اور جو لوگ ایسے ہین کہ شہادتین کا اقرار کرتے ہین اور بعض دین اسلام کی ضرورتونکے منکر ہین جیسے ناصبی ہین اُنکا حکم یہ ہے کہ نصب کے دنون کی نمازین جو بجالائے ہین اُنکی قضا استبصار کے وقت ساقط ہے اور جو نماز کہ نصب کی حالت مین فوت ہوگئی ہو اُسکی قضا بجالانا چاہیے اور روزے کا اور حج کا بھی یہی حکم ہے خلاف زکوٰۃ کے کہ اگر اپنے مذہب کے موافق لوگون کو دی ہے تو استبصار یعنی دین حق پر پہونچنے کے وقت واجب ہے کہ مستحقون کو پہونچا دے اور جو کہ بیان ہوا ہے یہ صحیح روایتون سے استنباط کیا گیا ہے اور اسیطرح بعض فقہا نے بھی کہا ہے کہ مخالف اگر مستبصر یعنی دین حق پر آ جائیگا تو اگلی نمازین جو اُسنے پڑھی ہین اُنکی قضا نہ بجالائیگا اور اگر اُس مخالفت کے زمانے مین کچھ فوت ہوگئی ہین تو اُنکی قضا دین حق پر آنے کے وقت بجالائیگا تو ان سب قضا کا قصد وضو اُن چیزون پر کہ جنسے نماز مباح ہوتی ہے کہ وضو اور غسل اور تیمم ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تمکن یعنی قدرت حاصل ہونے کے وقت قضا بجالائیگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور ان مذکورا مرون کے سوا اگر نماز فوت ہوگی تو قضا واجب ہوگی مثل اسکے کہ کوئی عمداً یا سہواً نماز جمعہ وعید ینکے سوا کہ اُنکی قضا نہین ہے کوئی فریضہ نماز کو ترک کریگا تو اُسکی قضا واجب ہوگی اور یہی حکم سونے کا ہے کہ اگر کوئی نماز کے سارے وقت بھر سوتا رہے تو اس صورت مین جاگنے کے بعد قضا نماز بجالانا واجب ہے اور اگر کسی مکلف کی عقل اُسی کی طرف سے کسی چیز کے استعمال سے جاتی رہے جیسے نشے کی کوئی چیز کھا پی لے یا نیند لانے والی کوئی دوا کھالے اور اس سے اگر زوال عقل یا غلبہ نیند کا ہوتا ہو تو اُسپر قضا واجب ہے کیونکہ خود اس ترک کا باعث ہوا ہے کہ ایسی چیز کھا پی لی ہے جس سے عقل اکثر زائل ہو جایا کرتی ہے اور اگر کوئی موذی غذا کھالے اور اس سے بیہوشی طاری ہو تو قضا نہین ہے یعنی جس صورت مین نجانتا ہو کہ یہ غذا بیہوشی لاتی ہے اور جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے یا کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور پھر کافر ہو جائے تو اُسپر ارتداد کے دنون کی قضا واجب ہے لیکن قضا جو واجب نمازین مذکور سببون کے سوا سے فوت ہونگی تو اُنکی قضا عمل مین لانا واجب ہے اور یومیہ نافلون کی قضا بجالانا موکدہ سنت ہے اور اگر کسی عقل کے زائل کرنیوالے مرض کے سبب سے یومیہ نوافل قضا ہو جائین تو اُنکی قضا بجالانا موکدہ سنت نہین ہے اور مستحب ہے کہ نوافل مین کی ہر دو رکعتونکے لیے ایک مد اناج یعنے

چھٹانک کم پکے تین پاؤ تصدق کرے اور اگر قدرت نہو تو ایکدن کے نوافل کے فوت ہونیکے
عوض مین ایک مد دے اور فوت ہوئی نمازون کی قضا واجب ہے جسوقت کہ دل مین آئے
جبتک کہ حاضرہ فریضے کا وقت تنگ نہو اور قضا ہوئی نمازونکو ترتیب سے بجالانا چاہیے یعنی
ظہر کو عصر پر مقدم کرے اور عصر کو مغرب پر اور مغرب کو عشا پر مقدم کرے خواہ وہ اسی دنکی قضا
ہون خواہ گذشتہ دنون کی قضا ہون پھر اگر بہت سی نمازین فوت ہو جائین تو وہ حاضر نماز پر
مرتب اِس معنی سے نہون گی کہ پہلے اُنھین بجالائے پھر حاضرہ کو پڑھے اور بعضے فقہانے کہا ہے
کہ مرتب کیجائینگی اور جبتک حاضرہ کا وقت تنگ نہو گا حاضرہ کو نہ پڑھین گے اور پہلا قول اشبہ
ہے اور اگر کسی کے ذمے کوئی نماز ہو اور بھول جائے اور حاضرہ کو پڑھ لے تو حاضرہ کا اعادہ نہ کریگا
اور اگر اثناے نماز مین قضا نماز یاد آجائے تو اُسکے ذمے واجب ہے کہ حاضرہ سے فائتہ کی طرف
عدول نیت کرلے اور اگر قضا یاد ہونے پر حاضرہ یعنی موجود وقت کے فریضے کو بجالائیگا تو اعادہ
کریگا اور اگر نافلہ نماز پڑھتا ہو اور یاد آئے کہ اُسکے ذمے ایک فریضہ ہے نئے سر سے اُس فریضے کی
قضا بجالائیگا اور سفر کی نماز کی قضا قصر سے پڑھیگا گو حضر مین یعنی اپنے ملک مین ہو اور حضر کی
فوت نمازین پوری پڑھیگا گو پڑھتے وقت سفر مین ہو **الحق** قضا مین چند مسئلے ہین پہلا مسئلہ
جس سے کوئی نماز پنجگانہ نمازون مین سے فوت ہو جائے اور معین نہو کہ کونسی فوت ہوئی ہے
تو قضا کے لیے ایک صبح کی نماز اور ایک مغرب کی اور چار رکعتین اپنے ذمے والی کی نیت سے
بجالائیگا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ پانچون وقت کی نمازین اُسکی قضا بجالانیکو پڑھیگا اور
پہلا قول مروی اور اشبہ ہے اور اگر بہت سے فریضے بے تعین فوت ہو جائین تو قضا اُس ترتیب
سے اِتنی بجالائیگا کہ گمان غالب ہوگا کہ پوری نمازین پڑھ لی گئین دوسرا مسئلہ اگر کسی سے
ایک معین نماز فوت ہوئی ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ کتنی مرتبہ فوت ہوئی ہے تو اُسکی قضا مین اتنی
بار اُس نماز کو پڑھے کہ گمان غالب حاصل ہو جائے کہ سب پڑھ لی گئین اور اگر کسی سے بہت سی
پنجگانہ نمازین فوت ہو گئی ہون اور یہ نجانتا ہو کہ کتنے دنون کی فوت ہوئی ہین تو چاہیے اِتنے
دنون کی نمازین پڑھنا چاہیے کہ اِس بات کا علم ہو جائے کہ سارے دن نمازون کی فوت کے
اِنھین قضا بجالائے ہوئے دنون مین داخل ہین اور علم یہان گمان غالب کے معنو مین ہے

جیسا کہ اگلے مسئلے مین بیان ہوا ہے **تیسرا مسئلہ** جو ایک مرتبہ نماز کو ترک کرے اور اُس ترک کو حلال جانے وہ مُرتد ہو جائیگا اُسے مار ڈالنا چاہیے اگر اسلام کی فطرت یعنی خلقت پہ پیدا ہوا ہو یعنی ماں باپ مین سے کوئی مسلمان ہو اور اگر اُسکے ماں باپ کافر ہون تو اُسے توبہ کی تکلیف دینگے اگر توبہ نکریگا تو مار ڈالین گے اور اگر کسی شبہہ کے پڑنے سے توبہ سے باز رہے اور اُس شبہے کے واقع ہونیکا احتمال بھی ہو تو قتل اُسپر سے ساقط ہو جائیگا اور اگر تارک نماز ترک کو حلال نجانتا ہو تو اُسے تعزیر دینگے پھر دوسری بار بھی ترک نماز کرے تو بھی تعزیر دینگے اگر تیسری دفعہ بھی ترک نماز کرے تو قتل کرینگے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ چوتھی مرتبے مین قتل کرینگے اور یہی احوط ہے۔

تیسری فصل جماعت مین اور نظر اسمین کئی طرفون مین ہے **پہلی طرف** جماعت فریضہ نماز مین سنت ہے اور یومیہ فریضون مین سنت موکدہ ہے اور جماعت واجب نہین ہے مگر جمعہ اور عیدین مین جسوقت کہ شرائط بھی پائے جاتے ہون اور نماز استسقا اور عیدین اور جمعہ کے سوا مین جبکہ عیدین اور جمعہ کے وجوب کے شرائط نہون کسی نوافل مین جماعت جائز نہین اور جماعت کی نماز کا ادراک رکوع مین امام کے ادراک سے اور امام کے ساتھ رکوع کے ادراک سے اشبہ پہ ہو جاتا ہے اور کم سے کم وہ عدد کہ جس سے جماعت پائی جاتی ہے دو شخص ہین ایک امام اور دوسرا ماموم ہو اور جماعت ایسی صورت مین صحیح نہین ہے جبکہ امام اور ماموم کے بیچ مین کوئی ایسا حائل ہو کہ جو امام کے دیکھنے سے مانع ہو مگر ایسی صورت مین کہ ماموم عورت ہو کہ اُس صورت مین حائل جائز ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ ماموم عورت اور امام مرد ہو اور اگر پیشنماز بھی عورت ہو تو جائز نہین کہ بیچ مین کوئی حائل ہو اور مراد حائل سے امام کے دیکھنے کا مانع ہے کہ وہ مامون کے حائل ہونے کے سوا ہے اسلیے کہ اگر ماموم حائل مانع ہو جائین تو کوئی قصور نہین بلکہ ماموم کا امام کا دیکھ لینا کافی ہے اور اگر ماموم بھی امام کو مشاہدہ نکر سکے تو دوسرے ماموم کا کہ جو امام کو دیکھتا ہے گو کئی واسطون سے ہو دیکھ لینا کافی ہے اور امامت صحیح ہے اور ایسی صورت مین کہ ماموم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اتنے زیادہ بلند مکان پر کہ جو بلندی شمار کیجاتی ہو امام کھڑا ہو مثل گز و ذرع کے تو جماعت منعقد نہین ہوتی ہے اور اِس قول مین تردد ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شمار کے قابل والی بلندی پر امام کو کھڑے ہونا جائز نہین ہے اور وہ ایسی بلندی ہے کہ جس پر عادت

کو دجانا ممکن نہو جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور اگر بلندی اور پستی یوہین سی ہو تو جائز
کی گئی ہے اور جائز ہے کہ امام نیچی زمین کی نسبت سے بلند زمین پر کھڑا ہوا ور ماموم کو جائز ہے
کہ بلند مکان پر ہو اور امام اور ماموم کے بیچ مین زیادہ فاصلہ عادت کی رو کا جائز نہین یعنی
ایسا فاصلہ جسے عادت سے عرف مین بہت کہتے ہین اور یہ اُسوقت مین ہے کہ جب امام اور
ماموم کے بیچ مین ملی ہوئی صفین نہون اور جبکہ ملی ہوئی صفین ہون تو امام اور ماموم کے بیچ
مین زیادہ فاصلہ ہونے مین کوئی ڈر نہین اور مکروہ ہے ماموم کو امام کے پیچھے قراءت کرنا مگر
جبکہ نماز جہریہ ہو اور ماموم کو امام کی قراءت سُنائی نہ دیتی ہو اور ہمہمہ بھی نہ سُن پڑتا ہو اور بعضے
فقہانے کہا ہے کہ ماموم کو قرأت حرام ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اخفائی نماز مین مستحب ہے
کہ حمد کی قراءت کرے اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے
کہ اس مسئلے مین علمانے بہت اختلاف کیا ہے اور منتشر اقوال بیان کیے ہین یہانتک کہ اُنکے جد
بزرگوار نے فرمایا کہ مین نے فقہ مین کوئی ایسا مسئلہ نہین دیکھا کہ جسمین اس مسئلے کی طرح اقوال
ہون اور اُن قولون کے تعرض مین کوئی بڑا فائدہ نہین اسلیے کہ دلیلین ضعیف ہین اور صحیح یہی
ہے کہ ماموم پر مطلق قراءت حرام ہے مگر جب نماز جہریہ ہو اور امام کی آواز گو ہمہمہ ہو سنائی نہ دیتی ہو
تو قراءت مستحب ہے ۔ اور اگر امام امامت کی شرطون سے متصف نہو تو ماموم کو نماز مین قراءت
کرنا واجب ہے اور سارے فعلون مین امام کی متابعت ماموم کو واجب ہے یعنی امام کے بعد
بجا لائے پس اگر ماموم اپنا سر امام کے پہلے اُٹھا لے تو عمداً امام کے انتظار کے لیے کھینچ لیگا تاکہ
وہ بھی ملجائے اور اور فعلون مین بھی امام کی تبعیت بجا لائے اور اگر سہو سے ماموم سر اُٹھا لے
تو پھر پھیر لیجائے اور امام کے ساتھ اُٹھائے اور اس صورت مین فعل کی تکرار معاف ہے گو رکن
بھی ہو اور یہی حکم ہے کہ امام سے پہلے رکوع مین جُھکے یا سجود مین جُھکے یعنی سر اُٹھا لیگا اور انتظار
کریگا اور ماموم کو امام کے آگے کھڑے ہونا جائز نہین اور ضروری ہے کہ ماموم اقتدا کی نیت
کرے اور امام معین کا قصد کرے پس اگر سامنے دو امام ہون اور نیت کرے کہ مین ان دو
مین ایک سے اقتدا کرتا ہون بے تعین کے تو جماعت منعقد نہو گی اور اگر دو ایک جگہ نماز
پڑھین اور ہر ایک کہے کہ مین امام تھا تو دونون کی نماز صحیح ہے اور اگر دونون کہین کہ مین

ماموم تھا تو نماز دونون کی صحیح نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ دونون کے ماموم کہنے پر نماز دون کے صحیح نہونے کا سبب یہ ہے کہ ماموم پر قراءت نہین ہے جب دونون ماموم کہتے ہین تو دونو نے قراءت مین عمداً اخلال کیا اِس سبب سے دونون کی نمازین صحیح نہ رہین۔ اور اسیطرح اگر شک کرین اپنے قصد مین کہ امامت کا قصد کیا ہے یا ماموییت کا یعنی اسیطرح پر اِن دونون شاکون کی نماز بھی صحیح نہین اور جائز ہے کہ ایک فریضہ گزار دوسرے فریضہ گزار کے پیچھے نماز پڑھے گو امام اور ماموم کی نمازون مین اختلاف ہو جیسے ایک مسافر او ر دوسرا حاضر یعنی مسافر نہو اور اپنے شہر مین ہو اور جائز ہے کہ نفل گزار فریضہ گزار کے پیچھے نماز پڑھے جیسے کوئی شخص فریضے کو تنہا پڑھ لے پھر جماعت منعقد ہو اور سنت کی نیت سے اُس نماز کا اعادہ جماعت کے ساتھ کرے اور نفل گزار نفل گزار سے اقتدا کرے جسطرح سے کہ نماز استسقا مین ہے اور فرض گزار نفل گزار سے اقتدا کرے جسطرح کہ معاذ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتے تھے اور گھر آکر اور لوگون کے پیشنماز بنکر نماز پڑھاتے تھے اور اُسی نماز کا اعادہ کرتے تھے اور یہ امر کئی مقامون مین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مطلق جائز ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یہ کئی مقام چار صورتون سے متعلق مین کہ پہلی مثالون سے معلوم ہو چکی ہین اور ہر سنتی نماز مین اقتدا کا قائل معلوم نہین۔ اور مستحب ہے کہ امام کے داہنی طرف ماموم کھڑا ہو اگر مرد ہو اور امام کے سر کے پیچھے کھڑا ہو اگر جماعت ہو یا عورت ہو اور اگر عورت پیشنماز ہو تو مقتدی عورتین یعنی پیچھے نماز پڑھنے والی اُس پیشنماز عورت کے داہنے بائین کھڑی ہون اور اسیطرح ہے اگر ننگا ننگون کی امامت کرے تو وہ بھی بیٹھے گا اور ماموم ننگے بھی اُسکے داہنے بائین دو طرف بیٹھین گے اور آگے امام نہ کھڑا ہوگا مگر اپنے دو زانوؤن کی مقدار بھر اور سنت ہے کہ منفرد مصلی اپنی نماز کا اعادہ کرے جبکہ پائے ایسے شخص کو جو جماعت سے نماز ادا کرے خواہ امام ہو خواہ ماموم ہو اور جب ماموم قراءت سے فارغ ہو جائے تو سنت ہے کہ امام کے رکوع مین جانے کے وقت تک ماموم تسبیح کرے اور یہ بھی سنت ہے کہ پہلی صف مین اہل فضل ہون اور مکروہ ہے کہ پہلی صف مین لڑکون کو کھڑا کرین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اِس مقام مین اہل فضل سے مراد وہ لوگ ہین کہ جنھین پوری زیادتی اَوروں پر علم یا عقل یا عمل مین ہو اِسلئے کہ پہلی صف افضل ہے

اور افضل کے مناسب افضل ہے جیسا کہ بچون کو پہلی صف مین رکھنا مکروہ ہے اخیر صف مین بھی بلا
کا الگ کھڑے ہونا مکروہ ہے مگر جبکہ صفین بھر گئی ہون اور جگہ نملے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ جسوقت اقامت
کہین اور ماموم نافلہ پڑھے اور نماز کے اٹھنے کا وہی وقت ہے کہ جسوقت موذن قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃ
یعنی بے شک نماز برپا ہوئی کہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ نماز کے اٹھنے کا وہ وقت ہے کہ جسوقت
اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ یعنی جھٹ پٹ نماز پر آمادہ ہو کہتا ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب
مدارک نے فرمایا ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ پر اٹھنے کے وقت کا قول بھی علماء مین مشہور ہے اور
شیخ نے نماز کو اٹھنے کا وقت موذن کی پوری اذان کہنے کے بعد کہا ہے اور علامہ نے بعض علماء
سے نماز کو اٹھنے کا وقت حی علی الصّلوٰۃ کہنے کے وقت پر نقل کیا ہے اسلیے کہ یہ نماز کے لیے بلانا ہے
بس اسوقت مین کھڑے ہونا نماز کے لیے مستحب ہے اور اذان مین کے حیّ علی الصلوٰۃ کے معارضہ
سے جواب دیا گیا پھر قد قامت الصلوٰۃ ہی کہنے کے وقت نماز کو اٹھنے کا قول مشہور باقی رہا۔
دوسری طرف امام مین ایمان اور عدالت اور عقل اور طہارت مولد یعنی حلال زادہ ہونا حرامزادہ
اور بلوغ اظہر معتبر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ عدالت ایک ایسی جمی ہوئی نفسانی ہیئت
ہے کہ جو پرہیزگاری اور مروت کے التزام پر باعث رہتی ہے اور اسکے جاننے کا طریق باطنی معاشرت
یا کسیکی عدالت پر دو عادل گواہون کی گواہی یا مشہور ہو جانا ہے اور امامیہ علما مین سے ابن جنید
اس امر کے قائل ہوئے ہین کہ ہر ایک مسلمان عادل ہے جبتک اس سے کوئی بات عدالت کے
منافی ظاہر نہو بس ان مذاہب کے موافق جسکا حال نا معلوم ہو اسکے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔
اور شرط ہے کہ بیٹھکر نماز پڑھنے والا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی امامت نہ کرے اور نہ بے پڑھا پڑھے کی
اور امام کا آزاد ہونا اظہر پر شرط نہین ہے بلکہ غلام کا بھی پیشنماز ہونا جائز ہے اور جب ماموم مرد ہون یا
کچھ عورتین اور کچھ مرد ہون تو امام کا بھی مرد ہونا شرط ہے اور عورت کو عورتون کی امامت کرنا جائز ہے
اور اسیطرح پر خنثی کو بھی عورتون کی امامت جائز ہے اور عورتون کو مرد اور خنثی کی امامت جائز نہین
اور اگر امام قراءت اچھی طرح نہ کر سکتا ہو اور اسمین غلطی کرتا ہو تو اسے اچھی قراءت کرنیوالے کی امامت
اظہر پر جائز نہین اور اسیطرح پر اسکی امامت جائز نہین جو حروف کو بدلتا ہو جیسے تمام اور وہ تے
کو تکرار سے کلام مین بولنے والا ہے اور جیسے فافا ہے اور وہ فے کو کلام مین تکرار سے بولنے والا ہے

اور جو انکی مثل ہون اور امام کو امامت کی نیت کرنا شرط نہین اور صاحب مسجد کہ جس سے اُس مسجد
کی امامت متعلق ہو اور صاحب حکومت شرعی اور صاحب خانہ کہ اُس گھر مین رہتا ہو خواہ مالک ہو
خواہ نہو امامت مین اور ون سے اولیٰ ہین اور ہاشمی امامت کی شرطون سے متصف غیر ہاشمی
سے اولیٰ ہے اور اگر تنازع کرین امامت مین اور یہ جب ہے کہ روزینہ بیت المال یعنی خزانۂ حاکم
شرع سے ملتا ہو تو جو قراءت کو زیادہ جانتا ہو اُسے مقدم کرین اور اگر اِسمین سب برابر ہین تو فقہ کے
زیادہ جاننے والے کو تقدیم ہے اور اگر اِسمین بھی مساوی ہین تو جو پہلے دار الحرب سے اگر مسلمان
ہوا ہو وہ مقدم ہوگا اور اگر اسمین بھی مساوات ہے تو جسکا سن زیادہ ہوگا اُسکو تقدیم ہوگی اور اگر
اسمین بھی برابر ہین تو جو صورت مین یا ذکر مین اچھا ہوگا وہ مقدم ہوگا اور امام کو مستحب ہے کہ ماموین
کو شہادتین سنوائے یعنی بلند آواز سے پڑھے جب امام اثنائے نماز مین مرجائے یا بیہوش ہو جائے
تو ماموین دوسرے کو نائب کرلین کہ نماز پوری کردے اِسیطرح پر اگر امام کو کوئی ضرورت عارض ہو
تو نائب کرنا اُسے جائز ہے اور اختیار کی صورت مین بھی اُسے نائب کرنا جائز ہے اور غیر مسافر کو
مسافر کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور مکروہ ہے یہ کہ نائب کرے ایسے شخص کو جو نماز شروع ہونیکے
بعد آملا ہو اور پہلی رکعت مین نہو اور مکروہ ہے کہ کوڑھی اور جذامی پیشنمازی کرین اور مکروہ ہے کہ
جسے حد لگائی گئی ہو توبہ کے بعد وہ پیشنمازی کرے اور مکروہ ہے کہ بے ختنہ والا شخص پیشنمازی کرے
اور وہ شخص کہ جس سے ماموم راضی نہون اور شہری کی جنگلی امامت کرے اور صاحب تیمم پانی سے
طہارت کرنے والون کی پیشنمازی کرے اِن سب صورتون مین کراہت ہے تیسری طرف جماعت
کے احکام مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب بعد نماز کے ثبوت کو پہونچے کہ امام
جماعت کا بدکار تھا یا کافر تھا یا بے طہارت تھا اِس صورت مین پیچھے پڑھنے والے کی نماز باطل
نہین اور اگر پہلے جانکر اقتدا کیا تھا تو نماز کا اعادہ کریگا اور اگر نماز کے اثنا مین علم ہو جائے تو بعضے
فقہا نے کہا ہے نئے سرسے نماز شروع کرکے پڑھیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ اکیلے نماز کی نیت
کریگا اور یہی اشبہ ہے دوسرا مسئلہ جو کہ مسجد مین آئے اِس حال مین کہ امام رکوع مین ہو اور
رکوع کے فوت ہونے یعنی نپانے سے ڈرے تو اِس صورت مین جائز ہے کہ صف مین شامل
ہونے سے پہلے رکوع کرے اور چلے یہان تک کہ صف مین ملجائے اُردو مترجم کہتا ہے کہ

صاحب مدارک نے اِس جواز کی کئی شرطین بیان کی ہین ایک تو یہ ہے کہ نماز مین داخل ہونے کی جگہ ماموم ہونے کی صالح ہو یعنی شمار کے قابل دوری اور پستی نہو اور امام کے دیکھنے سے مانع نہو دوسری یہ کہ چلنا فعل کثیر نہو تیسری یہ کہ رکوع کا ذکر طمانینت یعنی ٹھہراو کے ساتھ کرسکے تیسرا مسئلہ جہان خنثی اور عورتین پیچھے نماز کے جمع ہون تو خنثی امام کے پیچھے اور عورتین خنثی کے پیچھے کھڑی ہونگی اور یہ واجب ہے اور یہ مذہب اُن لوگون کا ہے کہ جو قائل ہوئے ہین کہ محاذات عورت کی مرد سے حرام ہے اور نہین تو سنت ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جب اظہر یہ محاذات عورت کی مکروہ ہے پھر پیچھے کھڑے ہونا مستحب ٹھہرا اور ابن حمزہ سے منقول ہوا ہے کہ اُنھون نے مرد کے سامنے عورت کے کھڑے ہونے کو منع کیا ہے اور خنثی اور عورت مین ہر ایک کی محاذات کو دوسرے سے جائز جانا ہے چوتھا مسئلہ جبکہ امام محراب مسجد مین کہ جو دیوار کے اندر بنی ہو جاکر کھڑا ہو بس امام کے مقابل مین جائز ہے اور جنکی نماز کہ داہنی بائین دو طرفون مین ہوگی اور مشاہدہ امام کا نہوتا ہوگا صحیح نہین اور درست ہے اُن صفون کی نماز کہ پہلی صف کے پیچھے ہین اسلیئے کہ وہ لوگ اُنکو دیکھتے ہین کہ جو امام کا مشاہدہ کرتے ہین پانچوان مسئلہ ماموم کو مفارقت امام کی بے کسی عذر کے درست نہین پھر اگر تنہا پڑھنے کا قصد کرے اور امام سے جدا ہو جائے اور نماز کو پورا کر ڈالے تو نماز صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین یعنی ماموم کو چاہیے کہ سب نماز کے فعلون مین امام کا تابع رہے اور بے نیت انفراد کے اُس سے جدا نہو مگر کسی عذر سے مثل اسکے کہ ماموم امام کے تشہد کے بعد ملحق ہوا ہو اِس صورت مین اُسے جائز ہے کہ بے امام کے تشہد پڑھے پھر امام سے ملحق ہو جائے چھٹا مسئلہ جماعت کی نماز ایک کشتی یا کئی کشتیون پر درست ہے خواہ پاس پاس ہون خواہ دور ہون مگر اتنی دور نہون کہ دوری قابل شمار ہو ساتوان مسئلہ جبکہ ماموم نماز نافلہ شروع کر چکے اور امام تکبیر احرام کہے تو ماموم نافلے کو قطع کرے اور نہین تاخیر کرے اگر نماز جماعت کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو نہین تو دو رکعتین نافلے کی پڑھ کر امام سے ملجائے اور اگر فریضے مین مشغول ہو چکا ہو تو افضل ہے کہ اُسکی نیت نافلے کی طرف پھیر دے اور دو رکعت نماز کو تمام کرلے اور اگر اصل امام علیہ السلام ہون تو ہر صورت مین نماز کو قطع کرے اور حضرت کے پیچھے نماز کو بجا لائے جامع الرضوی

کے مترجم کہتے کہ نماز جماعت کے فوت ہونے سے مراد امام کے ساتھ کی ایک رکعت کا فوت ہونا ہے اسلیے کہ اتنی ہی مقدار نماز کی قطع کے لیے کافی ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ پورا کرنا دو رکعتوں کا بے فوت جماعت کے تو ظاہر ہے اسلیے کہ اِس صورت مین دونون امرون مین جمع ہوئی جاتی ہے لیکن نماز کے قطع کا استحباب اور فریضے کی نیت سُنت کیطرف نئے سر سے کرلینا اور ساری نماز کے فوت کے خوف پر قطع کرنا اسلیے ہے کہ جماعت کی نماز نظر شرع مین نافلے سے اہم ہے۔ اور صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اصل امام علیہ السلام کے نماز پڑھانے پر بے کسی شرط کے یعنی اس ڈر کے کہ ساری نماز جماعت فوت ہو جائیگی وہان پر نماز کا قطع کرنا جائز ہے بلکہ پوری جماعت نہ ملنے کا خوف کافی ہے اور اگر فریضے کو نافلے کیطرف نقل کر کے قطع کرے تو اولیٰ ہے۔ آٹھوان مسئلہ جبکہ فوت ہو جائے ماموم کو امام کے ساتھ کی رکعتون مین سے کچھ تو جو امام کے ساتھ مین ملجائے اُسے بجا لائے اور اپنی اول نماز اِس شمار سے پوری کرے اور امام کے سلام کے بعد پورا کرے جو رہجائے اور اگر امام کو چوتھی رکعت مین رکوع سے پہلے پائے اُسکے ساتھ نماز مین داخل ہو اور جب امام سلام پھیر چکے تو اُٹھ کھڑا ہو اور باقی کو بجا لائے اور دوسری رکعت مین سورۂ فاتحہ دوسرے اور سورے کے ساتھ پڑھے اور اخیر دو رکعتون مین سورۂ حمد خواہ چارون تسبیحین پڑھے نوان مسئلہ جبکہ امام کو اخیر رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد پائے تو تکبیر کہکر امام کے ساتھ سجدے مین چلا جائے جب امام سلام پھیر چکے تو اُٹھ کھڑا ہو نئے سر سے تازی تکبیر احرام کہکے نماز کو پورا کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پہلی تکبیر پر بنا کریگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر اخیر سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد امام کو پائے تو تکبیر کہے اور امام کے ساتھ قعود کرے یعنی بیٹھے اور جب امام سلام پھیر چکے تو اُٹھ کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور نئی تکبیر کے کہنے کی احتیاج نہین۔ دسوان مسئلہ ماموم کو جائز ہے کہ امام سے پہلے سلام کہے اور کسی ضرورت سے یا بغیر ضرورت نماز سے فارغ ہو جائے یعنی جب کہ امام تشہد مین طول دے اور ماموم کو کوئی ضرورت ہو تو انفراد یعنی تنہا نماز کی نیت کرے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے اور اگر بے انفراد کی نیت کے سلام پھیریگا بس گنہگار تو ہوگا مگر نماز پوری ہو جائیگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ امام سے پہلے تسلیم کا جواز ماموم کے لیے انفراد کی نیت کے ساتھ اور بے

انفراد کی نیت کے عمداً سلام قبل امام کے پھیرنے مین گنہگار ہوگا اور نماز سے خارج ہو جائیگا۔
اور پوشیدہ نرہے کہ یہ جواز غیر واجبہ مین جماعت مین سے ہے اور نہین تو مطلق جائز نہ ہوگا اور
امام سے پہلے سلام کرنے کے جواز کا احتمال امام کی متابعت اقوالمین واجب نہونے پر بن آئیگا گو انفراد
کی نیت نکی ہو یا جماعت واجبہ ہو مگر اسکا کوئی صریح قائل معلوم نہین اور صاحب شرائع الاسلام
کی عبارتکو اسپر دلالت ہے۔ گیارھوان مسئلہ جب عورتین اخیر صف مین کھڑی ہون اور
اُسکے بعد مرد آئین تو عورتون پر واجب ہے کہ پیچھے ہٹ جائین اگر اُنکے سامنے اتنی جگہ نہ ہو کہ
وہان اُن مردون کی صف بندھ جائے۔ بارھوان مسئلہ جب پیشنماز کا نائب وہ شخص قرار
پائے جو اثنائے نماز مین امام سے آملا تھا بس جسوقت کہ ماموین کی نماز تمام ہوگی تو وہ اشارہ
کریگا کہ اپنی نماز تمام کرو اور سلام کہلو پھر آپ اُٹھ کھڑا ہوگا اور اپنی باقی نماز کو بجا لائے گا۔
خاتمہ مسجدون کے متعلق امور مین۔ سنت ہے کہ مسجدون کو اوپر سے کھلا بے چھت کے
بنائین اور وضو کا مقام مسجدون کے دروازون پر بنائین اور منارہ مسجد کا مسجد کی دیوار سے
ملا ہو ورنہ بیچون بیچ مسجد کے ہو اور مسجد مین جاتے وقت داہنے قدم کو بڑھائے اور نکلنے وقت
بائین قدم کو نکالے اور دیکھ لے کہ جوتے مین نجاست تو نہین ہے اور مسجد مین جاتے وقت
اور نکلتے وقت دعا پڑھے اور جائز ہے مسجد مین سے توڑ ڈالنا اُس چیز کا کہ جسمین کسی کے گر پڑنیکا
ڈر ہو نہ اُس چیز کا جو اپنے حال پر باقی رہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے
کہ جائز ہے کھود ڈالنا مسجد کا توسعہ کے لیے مگر انہدام مین تاخیر عمارت کے پورے ہو جانے کیوقت
تک واجب ہے مگر جبکہ اُسکی اینٹ لکڑی کی ضرورت توسعہ مین پڑتی ہو اور روشن دان اور
جھروکا مسجد کی عمارت مین بنانے کا جواز بعید نہین ہے اور نئے سر سے گری مسجد کا بنانا سنت
ہے اور مسجد کی لکڑی اور اینٹ کا استعمال مسجد مین جائز ہے اور مسجد مین جھاڑو دینا اور چراغ
جلانا مستحب ہے اور حرام ہے مسجد مین طلاکاری اور صورتون کی نقاشی اور آلات مسجد کا
بیچنا اور مسجد کی زمین کا راہ نہین اور مکانون مین داخل کرنا حرام ہے جو مسجد سے کوئی چیز
لے آئے واجب ہے کہ اُسی مسجد مین یا اور مسجد مین پھیر لائے اور جبکہ مسجد کی علامتین جاتی رہین
تو اسکی زمین کا مالک بننا حلال نہین اور مسجد مین نجاست لانا جائز نہین اور نہ بدن سے

یا کپڑون سے یا اور چیزسے مسجدون مین نجاست چھڑانا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ نجاست
کپڑے سے اور بدن سے مسجدین دور کرنیمین سرایت کرنیکے احتمال کی صورت مین تو حرمت ظاہر
ہے اور اگر سرایت سے نچتی ہو تو بھی فقہا کہتے ہین کہ حرام ہے اسلیے کہ اُسکی اور اہانت مسجد کی ہوتی
ہے اور حرام ہے نکالڈالنا مسجد کی ٹھیکریون کا اگر نکالے تو پھر لا کر رکھدے اور مکروہ ہے بلند کرنا
مسجدون کا اور کنگرے اور محرابین دیوار مین بنانا اور مسجدون کو گزرگاہ بنانا اور سنت ہے کہ
بیچنے اور مول لینے سے اور دیوانون کو وہان رکھنے سے اور قضا کے احکام اور حدین جاری کرنیسے
یعنی شرعی سزا دینے سے اور کھوئی گئی چیزون کے پچھوانے سے اور اشعار پڑھنے سے پرہیز کرین
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اشعار سے اُس مقام پر وہ اشعار مراد ہین کہ جو جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ اور اہلبیت علیہم السلام کی تعریف مین نہون اور مرثیہ جناب سید الشہدا علیہ السلام
نہون اور وعظ و نصیحت کے اشعار نہون اور وہ شعر نہون کہ لغت کے معنون کے بیان پر مشتمل ہین
اور اُنسے اُن معنون کا اثبات کہ جو قرآن و حدیث مین وارد ہین مقصود ہے اسلیے کہ یہ سب عبادتین
ہین اسیطرح سے مدارک مین ہے اور مسجد مین چیخنا اور کاریگریان کرنا اور سونا مکروہ ہے اور جسکے
مُنہ سے پیاز اور لہسن کی بو آتی ہو اُسے مسجدون مین جانا مکروہ ہے اور مسجدون مین ناک چھنکنا اور
تھوکنا اور جون مارنا مکروہ ہے اور جو ان تین باتونسے کرے وہ اُسے خاک سے چھپا دے اور شرمگاہ
کا کھولنا اور مسجد کی ٹھیکریون سے ڈھیلے بازی کرنا مکروہ ہے یہان تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب
عبادتخانے یہود اور نصاری کے ویران ہوجائین پھر اگر اُنکے اہل ذمی ہون اور ذمی کی شرطین
بھی بجالاتے ہون تو اُن عبادتخانون سے تعرض کرنا جائز نہین اور اگر وہ عبادتخانے دار الحرب
مین ہون یا اُنکے اہل باقی نرہے ہون تو جائز ہے کہ اُنھین مسجدین بنائین اور اُنکی چیزون کو
مسلمانون کی مسجدون مین صرف کرین دوسرا مسئلہ واجب نماز کو گھر مین پڑھنے سے مسجد مین پڑھنا
اور سنت نماز کو مسجد مین پڑھنے سے گھر مین پڑھنا بہتر ہے تیسرا مسئلہ جامع مسجد مین ایک نماز کے
پڑھنے کا ثواب سو نمازون کی برابر ہے اور قبیلہ کی مسجد مین پچیس کے برابر ہے اور بازار کی مسجد
مین بارہ کے برابر ہے

چوتھی فصل خوف اور مطاردہ کے بیان مین ہے۔ نماز خوف وہ نماز ہے جو دشمن سے ڈر کے

حال مین پڑھی جاتی ہے اس نماز مین قصر واجب ہے خواہ سفر مین ہو خواہ نہو اگر جماعت سے بھی پڑھین
تو قصر پر علما کا اتفاق ہے اور اگر منفرد پڑھے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قصر کرنا چاہیے اور بعضون
نے کہا ہے کہ پوری پڑھنا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے اگر جماعت مین پڑھے تو پیشنماز چاہے
ایک گروہ کو پڑھاوے اور دوسرے کو سنّت کی نیت سے پڑھائے اور وہ پڑھنے والے واجب
کی نیت سے پڑھین اور یہ اقتدا فرض گزار کا سنّت گزار سے جواز والے قول پر ہے اور چاہے پیشنماز
اسطرح پڑھے کہ جسطرح جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ذات الرقاع نامے لڑائی مین پڑھی تھی
اور کیفیت اسکے آگے بیان ہوگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ذات الرقاع سے اس لڑائی
کو نامزد کرنے کی وجہ مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ اس میدان جنگ مین ایک پہاڑ تھا کہ
اسکی سطح مین طرح طرح کے رنگ تھے جیسے گدڑی مین مختلف رنگ کے پیوند لگے ہوتے ہین اور بعضے کہتے ہین
کہ صحابہ اس لڑائی مین ننگے پانون تھے اور دھوپ سے پانون جلنے کے بچاوے کو کپڑون کے
چیتھڑے پیرون پر باندھے تھے اور بعضون نے کہا ہے کہ رقاع ایک درخت کا نام ہے جو اس
لڑائی کے میدان مین تھا یہ نماز خوف طولون مین اور کیفیت مین اور حکمون مین کلام کرنے کی محتاج ہے
شروط نماز خوف ایک شرط یہ ہے کہ دشمن قبلہ کی جہت مین نہون اور انہین ایسی قوت ہو کہ
جس سے مسلمانون پر دھاوے کا ڈر ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمانون مین اتنی کثرت
ہو کہ جسے دو گروہ کر سکین اور ہر ایک گروہ دشمن کا مقابلہ کر سکے اور امام کو دو گروہ سے زیادہ
کرنے کی احتیاج نہ پڑے **کیفیت نماز خوف** اگر نماز خوف دو رکعتی ہو تو پیشنماز پہلی گروہ کے
ساتھ ایک رکعت پڑھے اور اٹھ کھڑا ہو دوسری رکعت کے لیے اور اسے طول دے اور ماموم
انفراد کی نیت اور وجوب کے قصد سے اپنی نماز پوری کر کے دشمنون کے مقابلے کو جائین اور
دوسری گروہ ملے اور تکبیر احرام کہہ کے امام کے ساتھ دوسری رکعت مین داخل ہو اور یہ امام کی دوسری
رکعت اور اس گروہ کی پہلی رکعت ہوگی پھر جب امام تشہد کے لیے بیٹھے تو تشہد کو طول دے اور
ماموم اٹھ کھڑے ہون اور دوسری رکعت بجا لائین اور بیٹھین پھر امام انکے ساتھ تشہد پڑھے اور
سلام پھیرے اس صورت مین امام اور ماموم مین تین چیزون مین مخالفت حاصل ہوتی ہے ایک
ماموم کا منفرد ہو جانا دوسرے امام کو ماموم کا انتظار نماز تمام کرنے مین کرنا تیسرے بیٹھے کو کھڑے

کے لیے امام ہوتا ہے اور اگر نماز تین رکعتی ہو تو امام مختار ہے چاہے ایک رکعت پہلے گروہ کے ساتھ
اور دو دوسرے گروہ کے ساتھ اور چاہے دو پہلے کے ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ پڑھے اور جائز ہے
کہ ہر گروہ مین ایک ہی شخص ہو اس صورت سے کہ دشمن کے مقابلے کی اور روکنے کی تاب رکھتا ہو
اور مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ ان دو صورتون مین امام کے اختیار ہونے مین
کوئی اشکال نہین اسلیے کہ ان دونون صورتون مین نص وارد ہے مگر اس امر مین اختلاف واقع
ہوا ہے کہ ان صورتون مین کونسی صورت افضل ہے پس پہلی صورت افضل ہے اور اسی صورت
مین جناب امیر علیہ السلام کا فعل بھی مروی ہوا ہے اور اسی کے فوائد سے یہ بھی ہے کہ دوسرے
گروہ کو بھی امام کی قراءت کا ادراک ہو جائیگا اور باقی ارکان وغیرہ امام کے ساتھ بجالانے مین
دونون گروہ متقارب رہین گے اور صاحب قواعد نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے **احکام**
نماز خوف اور اسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جو شک کہ نماز خوف کے پڑھنے والون کو واقع ہو
اگر امام کی متابعت کیحالت مین ہے تو بے اعتبار ہے اس سبب سے کہ ماموم کے سہو کے لیے امام
کی حفظ او رتبعیت کے ساتھ کوئی اعتبار نہین اور اگر انفراد کی حالت مین ہے تو اسکا حکم نماز کے سہو
کے باب مین مذکور ہو چکا **دوسرا مسئلہ** اس نماز مین ہتھیار لگائے رہنا واجب ہے اور اگر ہتھیارون
مین کوئی نجاست ہو تو بعضے کہتے ہین کہ نماز مین ساتھ رکھنا جائز نہین اور اشبہ جواز ہے اور اگر ہتیار
ایسے بھاری ہون کہ نماز کے کسی فعل کے مانع ہوتے ہون تو لگائے رہنا جائز نہین یعنی بے ضرورت
کے جائز نہین شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر ہتیارون مین شرمگاہون کے چھپانے کی
صلاحیت نہو یا وہ نجاست معاف ہو اور تجاوز نہ کرتی ہو تو واجب ہے کہ اس نماز مین اپنے
ساتھ رکھے اور نہین تو بے ضرورت ساتھ رکھنا حرام ہے اور ہتیارون سے مراد کاٹنے اور بدن
کی چھپانیوالی چیزین ہین جیسے تلوار چھری خنجر زرہ جوشن وغیرہ ہین **تیسرا مسئلہ** جبکہ امام کو کوئی ایسا
شک ہو کہ جس سے دو سجدے سہو کے واجب ہوتے ہون پھر دوسرا فرقہ آئے اور نماز پڑھے
پس امام سلام کے بعد دونون سجدے سہو کے بجالائے تو واجب نہین کہ یہ دوسرا فرقہ بھی اُسکی
متابعت مین سہو کے سجدے کرے اور نماز مطاردہ وہ نماز شدت خوف ہے مثل اسکے کہ نوبت
معانقہ کی یعنی مُنھ بھٹے کی لڑائی کی نوبت پہونچ جائے اور دونون دست وگریبان ہو جائین

اور عام تلوار کے چلنے کی نوبت نہ آئے اس صورت میں نماز جس طرح کہ ممکن ہو گی پڑھیگا خواہ کھڑے
کھڑے خواہ چلتے چلتے پیادہ یا سواری پر ہو اور تکبیرۃ الاحرام قبلہ رخ کہے پھر اگر ممکن ہو تو قبلہ رخ ہو
نہیں تو جتنا قبلہ رخ ہو سکے اتنا رہے اور قبلہ رخ ہونے کے تعذر میں جس طرف ہو سکے پڑھے
اور بسبب سواری سے اترنے کے تو اگر زین کے سر پر سجدہ کرے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو سجدے کا
اشارہ کرے اور اگر اس میں بھی دشمن کا ڈر ہو تو نماز کو تسبیح سے بجالائے اور رکوع و سجود ساقط ہو جاینگے
اور ہر رکعت کے بدلے کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ فروع۔ پہلی فرع
جو کہ اشارے سے شدت خوف کی نماز شروع کر چکا ہو پھر بے خوفی ہو جائے تو باقی نماز کو رکوع اور سجود
سے پڑھے اور نئے سر سے نماز نہ پڑھیگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ باقی کا پورا کرنا اس صورت میں
ہے کہ جب قبلہ کی طرف پیٹھ نہو گئی ہو اور اگر قبلہ کی طرف خوف کی ضرورت سے پیٹھ ہو گئی ہو
تو نئے سرے سے نماز بجالائیگا اور یہی حکم ہے کہ جب کچھ نماز امن میں پڑھ چکا ہو بعد اسکے خوف
عارض ہو تو باقی نماز کو خائف کی صورت سے پڑھیگا اور نئے سرے سے نہ پڑھیگا دوسری فرع
جو شخص کسی جماعت کو دیکھکر دشمنوں کا گمان کرے اور نماز میں قصر کرے اور اشارے سے
پڑھے پھر ظاہر ہو جائے کہ دشمن نتھے تو وہی نماز صحیح ہے اعادہ نہ کریگا اور یہی نماز کے صحیح ہونے کا
اور اعادہ نہ کرنے کا حکم ہے کہ دشمن کا سامنا پڑ جائے اور نمازی نماز کو شدت خوف میں لیٹے
اور اشارے سے بجالائے اور اسکے بعد ظاہر ہو جائے کہ درمیان میں کوئی چیز حائل تھی کہ وہ
دشمن کو روکے تھی تیسری فرع جو کوئی سیلاب یا درندے یا چور سے ڈرے تو جائز ہے کہ نماز
کو شدت خوف کی نماز کے طریقے پر بجالائے [تتمہ] جو کہ کیچڑ میں پھنس گیا ہو یا ڈوب گیا ہو تو
[illegible] پھر نماز پڑھیگا اور ایما اور اشارہ رکوع اور سجود کے لیے کریگا اور یہ دونوں نمازیں رکعتوں کی
گنتی میں قصر نہ کرینگے یعنی نہ گھٹائینگے مگر سفر میں ہوں یا اس حالت میں بھی خوف رکھتے ہوں
تو قصر کرینگے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہیں کہ سجدے کا سقوط اسوقت میں ہے کہ جب سجدہ
کرنا ممکن نہو اور اگر ممکن ہو اسطرح پر کہ وہاں کوئی لکڑی ہو تو واجب ہے کہ اسپر سجدہ کریں اور علامہ
علیہ الرحمہ نے کتاب ذکری میں فرمایا ہے کہ اگر نماز کے پورے پڑھنے میں غرق کے غلبہ کا ڈر
ہو اور پوری نہ پڑھنے میں نکل آنے کا امکان ہو تو اس صورت میں نماز میں قصر کریگا

فصل پانچوین نماز مسافرین اور یہ نماز مقصور ہے یعنی ہر چورکعتی نماز مین دو رکعتین پڑھنا چاہیے
اور اخیر کی دو رکعتین معاف ہین اور کلام قصر کی شرطون مین اور لواحق مین ہے قصر کی شرطین چھ
ہین پہلی شرط اعتبار مسافت ہے اور وہ میانہ چلنے والے سانڈنی سوار کی ایک روز کی راہ ہے
کہ موافق دو برید کے ہے اور ہر برید چار فرسخ کا ہے تو دو برید آٹھ فرسخ کے ٹھہرے کہ جسکے چوبیس میل
ہوتے ہین اور ہر میل لوگون کے مشہور پر چار ہزار ہاتھ کا ہے اور ہر ہاتھ چوبیس انگل کا ہوتا ہے
اور شراح نے کہا ہے ایک انگل کی مقدار درمیانی سات جو کی ہے اور بعضون نے چھ جو کہے
ہین اور ہر جو مقدار مین غیر عربی گھوڑے کے ایال کے سات بالون کے برابر ہے یا میل کی
مقدار متوسط دیکھنے والے کی نور بصر کا امتداد ہے کہ وہان تک وہ برابر زمین مین ہر سوار
اور پیدل کا امتیاز نظر سے کرلیتا ہے اور اگر مسافت چار فرسخ ہو اور ارادہ اُسی دن پھر آنے کا
ہو تو اس صورت مین بھی مسافت پوری ہو جائیگی اور قصر واجب ہوگا اور اگر ایک تین فرسخ
مین آمد و رفت اس طریق سے کرے کہ جائے اور آئے اور پھر جائے کہ تینون حرکتون کا مجموعہ نو فرسخ
ہوتے ہین تو جائز نہین کہ قصر کرے گو یہ حرکتین پہلے سے نیت مین ہون اور جب ایک شہر کے دو
راستے ہون ایک نزدیک ہو اور دوسرا دور ہو کہ جسمین مسافت حد قصر پر پہونچی ہو اور مسافر دور کے
راستے جائے تو قصر کریگا گو اُس راہ جانے سے خواہش قصر کی اجازت ہی کی ہو دوسری شرط معینہ
مسافت کا قصد ہے پس اگر مسافت سے کم کا قصد کرے اور گھر سے باہر نکلے اور وہان سے قصد
زیادہ کا کرے کہ وہ بھی مسافت معینہ سے کم ہو پھر اسی طرح پر وہان سے زیادہ کا قصد کرے کہ وہ
بھی اُس مقام تک مسافت شرعیہ سے کم ہو تو اس صورت مین قصر نہ کریگا گو سارے چلنے کی مسافت
قصر کی مسافت سے زیادہ ہو پھر اگر پھرتے وقت اصلی مکان اور اُس جگہ مین مسافت قصر کرنے کی
ہوگی تو روزہ اور نماز مین قصر کریگا اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو بھاگے جانور یا قرضدار یا غلام کو
ڈھونڈھنے نکلے اور یہ نہ معلوم ہو کہ کہان سے ملیگا اس صورت مین بھی قصر نہ کریگا مگر پھرتے وقت
اگر وہان سے اصلی مکان تک مسافت قصر پائی گئی تو قصر کریگا اور اگر کوئی شخص گھر سے نکلے اور راستے
مین ساتھیون کے انتظار کو ٹھہر جائے کہ آلین تو چلین پس اگر قصر کی حد پر پہنچ چکا ہے تو قصر کریگا
نہین تو اتمام یعنی نماز کو پورا پڑھے گا جبتک کہ ساتھی ملین اور مسافر ہو جامع الرضوی کے مترجم

کہتے ہین کہ صاحب مدارک علیہ الرحمہ نے اِس طرح پر فرمایا ہے کہ اگر ساتھیون کا منتظر مسافت
سے حد ترخص پر پہنچ جائے اور اعتبار رکھتا ہو کہ ساتھی بھی مسافر ہونگے یا اپنے سفر کا یقین رکھتا ہو
خواہ ساتھی نکلے ہون خواہ نہ نکلے ہون تو وہ مسافر قرار پائیگا اور قصر کریگا پھر صاحب شرائع نے کہا ہے
کہ اگر کم مسافت سے ہو تو پوری نماز پڑھیگا مطلق نہ رہیگا تیسری شرط یہ ہے کہ اثنائے مسافت مین دس
دن قیام کرنے کے قصد سے سفر نکرے پھر اگر مسافت قصر کا عزم سفر ہوا اور اثنائے راہ مین ایسی
جگہ پہونچے جہان اُسکی کوئی مِلک ہے یا چھ مہینے اُس مِلک مین رہ چکا ہے تو پوری نماز اُس مقام
مین اور اُس مِلک مین پڑھیگا اور اسیطرح پر ہے اگر اُس روز قیام کرنے کی نیت راہ مین کرے
اور اگر نہ ملے اور اسکی مِلک کے درمیان مین یا اُس مقام کے درمیان مین مسافت قصر کرنے بھر
کی ہو تو راہ مین قصر کریگا اور منزل مذکور پر پہونچکر قصر نہ کریگا اور اگر راہ مین کئی جگہ پر اسی ملکین
ہون پس اگر شہر سے پہلے ملک تک مسافت قصر کرنے بھر کی ہوگی تو راہ مین قصر کریگا اور اُس
ملک پر پہونچنے کے بعد پوری پڑھیگا اور اگر مسافت قصر نہوگی تو راہ مین بھی اور پہونچکر بھی پوری
پڑھیگا پھر اگر اُس ملک مین اور دوسری ملکین مسافت قصر نہوگی تو راہ مین بھی اور پہونچنے
کے بعد بھی پوری نماز پڑھیگا اور اِسی قیاس پر وہان سے اور تیسری ملک تک ہے اور وطن
جہان کہ نماز کو تمام کرنا چاہیے یعنی پوری پڑھنا چاہیے وہ ایسی جگہ ہے کہ جہان آدمی کوئی ملک
رکھتا ہو کہ اُسمین چھ مہینے برابر یا متفرقے سے رہ چکا ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ وہ وطن
کہ جہان مسافر کو پہونچکر حاضر کا حکم بہم پہونچتا ہے وہ ایسا مقام ہے کہ جسمین آدمی کوئی ملک
رکھتا ہے اور اُسمین چھ مہینے سکونت کر چکا ہے خواہ برابر خواہ متفرقے سے اور بعضے فقہا نے
کہا ہے کہ وہ ملک گھر ہو اور بعضے کہتے ہین کہ اگر ایک درخت بھی ہو تو بھی یہی حکم ہے گو اُس درخت
کے اُگنے کی جگہ اُس مسافر کی ملک مین نہو چوتھی شرط یہ ہے کہ سفر مباح ہو یا واجب ہو
جیسے سفر حج واجب یا سفر سنت جیسے سفر زیارت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ ہے
یا سفر جائز ہو جیسے سفر تجارت ہے اور اگر سفر معصیت ہوگا تو اُسمین قصر نہوگا جیسے حکام جور کے
ساتھ کا سفر اور شکار کا سفر اور اگر سفر شکار اپنے اور اپنے عیال کے قوت کے لیے ہے تو قصر
کریگا اور اگر تجارت کے لیے شکار کرنے کو سفر کریگا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ روزے مین قصر

کریگا اور نمازین نہ کریگا اور اسمین تردد ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حکام جور سے
مراد ظالم ہین اُنکی پیروی ہے نہ اُنکے ساتھ ہو لینا کسی ضرورت سے جیسے راہ کے ڈر سے یا اُنکی
بدی کے ڈر سے یا کسی اور ظالم کی بدی کے ڈر سے ہے اور یہی حکم ہے اگر اُسپر ساتھ چلنے پر جبر
کرے یا ڈرے کہ اگر ہمراہی اُسکی نکرونگا تو ضرر پہونچا ئیگا۔ پانچوین شرط یہ ہے کہ کثیر السفر یعنی
بہت سفر کرنے والا نہو جیسے خانہ بدوش صحرائی لوگ کہ جہان ہرا بھرا دیکھتے ہین چلے جاتے
ہین ایک جا مقیم نہین ہوتے ہین یا کرایہ کرنیوالے ملّاح سوداگر کہ تجارت کے بارون کی
طلب مین پھرا کرتے ہین یا جیسے قاصد ہین اور کثیر السفر کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک شہر مین دس
دن قصد سے قیام نکرے بس انہین سے اگر کوئی کسی شہر مین قصداً دس روز رہجائے اور پھر
وہان سے سفر کرے تو قصر کریگا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ یہ حکم مختص کرایہ کرنیوالون سے ہے
اور اسمین ملّاح اور قاصد داخل ہین نہ صحرائی لوگ اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر راہ مین پانچ
روز کے قیام کی نیت کرے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ قصر کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ
فقط دن کی نمازین قصر کریگا اور روزہ مین اور رات کی نمازین اتمام کریگا اور پہلا قول
اشبہ ہے چھٹی شرط یہ ہے کہ جائز نہین مسافر کو روزے نمازین قصر کرنا جب تک کہ اُسکی نظر
سے نکلنے والے شہر کی دیوارین چھپ نجائین یا اُس شہر کی اذان کی آواز کان مین نہ آئے
اور اِس سے پہلے قصر اور افطار جائز نہین گو سفر کی نیت رات سے کی ہو اور یہی حکم گھر پھر آنیکے
وقت کا ہے کہ روزے نمازین قصر کیے جائینگا جبتک کہ ایسی جگہ نہ پہونچے گا کہ وہان سے اُسکے شہر
کی اذان کان مین آتی ہو اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ قصر کریگا جبسے گھر سے نکلیگا اور اتمام
کریگا جب گھر مین داخل ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مخفی ہونا موذنون کی اذانون اور دیوارون کی صورتون کا کہ قصر
مین معتبر ہے مراد اُس سے دونون امرونکا ساتھ ہی پائے جانا ہے اِسلیے کہ اگر اذان کا اخفا
ہو جائے اور دیوارین مخفی نہون تو قصر جائز نہین اور چھوٹے شہر مین شہر کی دیوارین اور بڑے
شہر مین محلے کی دیوارین معتبر ہین اور دیوارون سے میانہ دیوارین مقصود ہین نہ وہ کہ بہت
بلند ہون مثل قلعہ کے اور منارے کے اور اسیطرح موذنون کی میانہ آواز کہ بہت پست اور بہت

معتبر نہین اور دیوارون کے مخفی ہونے سے مراد اُنکی صورتون کا ندکھائی دینا ہے نہ اُنکے عکسون کا دکھائی دینا معتبر ہے اور جبکہ دسدن قیام کی نیت غیر شہر مین کریگا تو قصر نہ کریگا اور اگر دس روز سے کم کی نیت کریگا تو قصر کریگا اور اگر قیام کے قصد مین متردد ہوگا تو ایک مہینے تک قصر کریگا اور اُسکے بعد اتمام کریگا گو ایک ہی نماز رہی ہو اور اگر بعد مین قیام کی نیت پھر جائے تو قصر کی طرف بھی پھر جائیگا مگر جبکہ ایک نماز بھی اقامت کی نیت کے بعد بجا لاچکا ہو پھر جب تک اُس مقام مین رہیگا قصر کی طرف رجوع نہ کرسکے گا قصر نماز سفر مین واجب ہے مگر یہ کہ مسافت چار فرسخ کی ہو اور اُسیدن پھر آنے کا بھی قصد نہ رکھتا ہو تو بعضون کے قول پر اس صورت مین قصر جائز نہین یا اِن چار مقامون مین سے کسی مقام مین ہو اور وہ چارون مقام مکہ معظمہ مدینہ مشرفہ جامع مسجد کوفہ حائر کربلا ہین کہ اِن چار مقامون مین مسافر مختار ہے چاہے قصر کرے چاہے اتمام اور اتمام بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حائر کربلا اُس مقام کو کہتے ہین کہ جسے قبہ روضۂ مقدسہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام اور قبہ مسجد گھیرے ہوئے ہے اور وہ جگہ ہے کہ جسکے گرد پانی کھڑا ہو رہا اور اندر نہ گیا اور آگے نہ بڑھا جس زمانے مین کہ متوکل عباسی روضۂ متبرکہ کے آثار مٹانے کے لیے اُس مکان مقدس مین پانی لایا تھا اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے اور علما کا مذہب یہ ہے کہ اِن چار مقامون مین مسافر کو اختیار ہے چاہے قصر کرے چاہے اتمام اور افضل اتمام ہے اور ابن بابویہ نے کہا ہے کہ قصر کریگا جب تک دس دن کے قیام کی نیت نہ کریگا اور افضل یہی ہے کہ دس دن قیام کی نیت کرلے تاکہ نماز پوری بجا لائے اور سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قصر نہ مکہ معظمہ مین ہے نہ مسجد نبیؐ مین اور نہ مشاہد ائمہ علیہم السلام مین ہے کہ وہ قائم مقام اُنھین حضرت کے ہین اور اِس عبارت کا ظاہر قصر کو منع عام کرتا ہے اور معتمد پہلا ہی قول ہے۔ اور جب قصر کی شرطین پائی جائین اور مصلی پوری نماز پڑھے تو اعادہ کریگا خواہ وقت باقی ہو خواہ جاچکا ہو اور اگر قصر کے وجوب سے جاہل یعنی انجان ہو گا تو اعادہ نکریگا اور اگر بھولے سے پوری پڑھ گیا ہے پس اگر وقت باقی ہے تو اعادہ کریگا اور اگر وقت جاچکا ہے تو قضا نہین ہے اور اگر کوئی مسافر اتفاق سے قصر کرے یعنی وجوب قصر کو بے جانے کرے تو اُسکی نماز صحیح نہین اور اعادہ اُسکا قصر سے کریگا اور جب وقت نماز آجائے اِس حال مین کہ ابھی شخص مسافر

نہین ہوا ہے اور بے نماز پڑھے سفر کرے اور نماز کا وقت باقی رہے اسمین کئی قول ہین ایک
یہ ہے کہ پوری نماز پڑھیگا اسلیے کہ نماز کے وجوب کیوقت مسافر نہوا تھا اور بعضون نے کہا ہے
کہ قصر کریگا اس نظر سے کہ نماز کے ادا کرنے کے وقت مین مسافر تھا اور بعضون نے کہا ہے کہ
قصر و اتمام مین اختیار رکھتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہے تو اتمام کریگا اور نہین تو
قصر کریگا اور قصر کرنا اشبہ ہے اور اسیطرح اسمین اختلاف کیا ہے کہ جبکہ سفر مین نماز کا وقت
داخل ہوا اور نماز نہ پڑھے اور بے پڑھے شہر مین داخل ہوا اور ابھی وقت نماز کا نہ گیا ہو تو یہان
اتمام اشبہ ہے اور مستحب ہے کہ قصر کرنے والا مسافر ہر فریضے کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ
وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ فریضے کی تقصیر کے تدارک کے لیئے تین مرتبہ کہے اور اگر کوئی مسافر
حاضر کے پیچھے نماز پڑھے تو اُسے لازم نہین کہ امام کی تبعیت مین نماز تمام پڑھے بلکہ اقتصار اپنی
دو رکعتون پر کرکے انفراد کی نیت سے سلام پھیرے اور لواحق اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ
جب قصر کی مسافت کے ارادے سے سفر کرے بعد اسکے کوئی امر سفر کا مانع ہو بس اگر سفر کی نیت
نہ بدلی ہو اور ایسی جگہ پر پہونچا ہو کہ جہان سے شہر کی دیوارین نہ دکھائی دیتی ہون اور اذانین
نہ سُنائی دیتی ہون تو قصر کریگا اور اگر سفر کا قصد بدل گیا ہو تو اتمام کریگا خواہ خشکی کا سفر ہو
خواہ تری کا دوسرا مسئلہ اگر مسافت کے قصد سے گھر سے نکلے پھر اُسے آندھی پھیر لائے
اور ایسے مقام پر پہونچے جہان اذان سُنائی دیتی ہو تو نماز کو تمام کریگا اور اگر نہ سُنائی دیتی
ہو تو قصر کریگا تیسرا مسئلہ جب غیر شہر مین دس دن قیام کا عزم کرے پھر نکلے اور ایسے مقام
مین پہونچے کہ اُسکی مسافت قصر کی مسافت سے کم ہو بس اگر اُس شہر مین قصد پھر جانیکا
اور اقامت کا رکھتا ہو تو اُس شہر سے آنے مین اور پھر جانے مین نماز کا اتمام کریگا چوتھا
مسئلہ جو شخص نماز مین نیت قصر سے داخل ہوا اور اثنائے نماز مین دس دن کی اقامت کا
ارادہ کرے تو نماز کو تمام پڑھیگا اور اگر اتمام کی نیت کرے اور اتمام کے قصد سے نماز مین داخل
ہوا اور اثنائے نماز مین قصد سفر کا کرے تو نماز کے قصر کرنے کی طرف نہ پھریگا اور اس مسئلہ
مین تردد ہے لیکن اگر نئے سر سے نماز کے پورے پڑھنے کے بعد سفر کا عزم کرے تو اُسے جائز نہین کہ
قصر کرے جبتک کہ اُس مقام مین مقیم رہے پانچوان مسئلہ قضا مین نماز کے فوت کیوقت کا

حال معتبر ہے نہ وجوب کے وقت کا پس جبکہ نماز کے فوت کے وقت مین مسافر ہوگا تو اسکی قضا قصر سے بجا لائیگا گو اس نماز کے وجوب کے اول وقت مین مقیم ہو اسی طرح پر اگر نماز کے وجوب کے وقت مین مسافر ہو اور پھر شہر مین داخل ہو اور نماز کا وقت باقی ہو پھر وہ نماز فوت ہوجائے تو اس صورت مین قضا مین پوری نماز پڑھیگا اسلیے کہ نماز کے فوت کیوقت مسافر نتھا اور بعضون نے کہا ہے کہ قضا مین وجوب کا وقت معتبر ہے اور پہلا قول اشہر ہے چھٹا مسئلہ جو کہ مسافت قصر کا قصد کرکے نکلے اور اذان نہ سُنائی دے اور نماز مین قصر کرے پھر اسکی رائے سفر سے پھر جائے تو اُس نماز کا اُسپر اعادہ واجب نہین ہے ساتوان مسئلہ جبکہ زوال کے نافلے کا وقت داخل ہوجائے اور نہ پڑھے اور سفر کرے سنت ہے کہ اُس نافلے کی قضا بجا لائے گو سفر مین ہو

کتاب الزکوۃ

یہ کتاب زکوۃ کے بیان مین ہے اور زکوۃ کے معنی اصل لغت مین پاکی اور زیادتی اور بڑھنے کے ہین اور عرف شرع مین ایک ایسے حق کا نام ہے جو مال مین نصاب کی حد تک پہونچنے کی شرط سے واجب ہوتا ہے اور لغوی اور شرعی معنون مین مناسبت ظاہر ہے کیونکہ مستحق کے حق کا مال سے دینا اُس مال کے پاک ہونے اور بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اور اُسکا وجوب کتاب خدا اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی نص سے اور علماء کے اجماع سے ثابت ہے اور اسکے وجوب کا منکر کافر ہے اور اسکی دو قسمین ہین ایک زکوۃ مال اور نظر اسمین ہے کہ جسپر واجب ہوتی ہے اور اسمین کہ جس سے تعلق رکھتی ہے اور اُسکے مستحق مین ہے پہلی نظر اسمین جسپر واجب ہوتی ہے پس زکوۃ ایسے بالغ عاقل مالک نصاب پر جو اپنے مال مین تصرف کی قدرت رکھتا ہے واجب ہوتی ہے پس مالک مین بلوغ معتبر ہے اور سونے چاندی کی زکوۃ مسلمانون کے اجماع سے نابالغ پر واجب نہین ہان اُس ولی یا وصی پر جو کہ یتیم کے مال کا شرعی ناظر ہو اور اُسکے لیے تجارت کرے تو اُسے مستحب ہے کہ لڑکے کے مال مین سے زکوۃ نکالے اور اگر اُس مال کا ضامن ہو کر اپنی ذات کے لیے تجارت کرے اور مالدار ہو تو جو نفع حاصل ہوگا وہ اُس نابالغ کا مال ہوجائیگا

جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ لڑکے کا ولی اُسکا باپ اور دادا ہوتا ہے اور ان دونون شخصون کے سوا کوئی کمسن کا ولی امامیہ کے نزدیک نہین ہو۔ نابالغ کے مال مین سے قرض لینے کے لیے اُسکے مال کے ناظر کی مالداری باپ کے سوا مین شرط ہے اور اگر باپ تنگ حال ہو تو اُسے جائز ہے کہ اپنے نابالغ بیٹے کے مال مین سے قرض لیلے جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے او مستحب ہے کہ اُس مال کی زکوٰۃ دے اور اگر تلف ہوجائے تو تاوان اُسکے ذمہ ہے لیکن اگر لڑکے کا ولی نہو اور اُسکے مال سے تجارت کرے تو جو منفعت کہ حاصل ہوگی وہ اُس لڑکے کی ہوجائیگی اور اگر کوئی طرح کا نقصان پہونچیگا تو اُسکا ضامن ہے چاہیے کہ اُس لڑکے کو اُسکا تاوان دے اور اِس صورت مین کسی پر زکوٰۃ نہین ہے اور سنت ہے زکوٰۃ دینا لڑکے کے غلون مین سے اور چوپایون مین سے اور بعضے فقہا نے واجب کہا ہے پھر جو کچھ کہ ہو نکالنے کی تکلیف ولی پر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ دیوانے کا حکم بھی اِسمین نابالغ کا حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ دیوانے کے مال مین زکوٰۃ نہین مگر صامت مال یعنی سونے چاندی مین جبکہ اُسکا ولی اُسکے لیے تجارت کرے اور یہ زکوٰۃ مستحب ہے اور غلام پر زکوٰۃ واجب نہین خواہ ہم اِس امر کے قائل ہوجائین کہ غلام مال کا مالک ہوسکتا ہے اور اُسکا تصرف مالک کی اجازت پر موقوف ہے جیسا کہ بعضے علما کا مذہب ہے یا یہ کہین ہم کہ غلام کا مالک ہونا محال ہے اور جو اُسکی ملک ہے وہ اُسکے آقا کی ملک ہے جیسا کہ بعضے اور علما قائل ہوئے ہین اور اگر آقا اپنے غلام کو کچھ مال کا مالک کردے اور اُسے اختیار تصرف کا دے تو بھی زکوٰۃ اُس غلام پر واجب نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ مالک ہوجائیگا اور اُس مال کی زکوٰۃ اُسپر واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ وہ غلام اُس مال کا مالک نہوگا اور زکوٰۃ اُسکی آقا کے ذمے ہے اور اسیطرح مشروط مکاتب غلام کا حکم ہے اور یہ ایسا غلام ہے کہ اُسکے آقا نے اُسپر ایک معین مال مقرر کردیا ہے کہ وہ اپنی کمائی سے بہم پہونچا کر آقا کو دے اور آزاد ہوجائے اور یہ بھی اُسپر شرط کردی ہے کہ جسوقت تک مال مرقوم نہ پہونچائیگا کوئی طرح کی آزادی نہ دیگا بس اِس صورت مین وہ مشروط مکاتب غلام محض غلام ہے اور کوئی حصہ پہونچانے سے اُسکا کوئی حصہ آزاد نہین ہوتا ہے بلکہ جسوقت پورا مال پہونچا دیگا تو پورا پورا آزاد ہوجائیگا اور اگر مطلق مکاتب ہو یعنی کوئی شرط اُسکی تحریر مین نہو تو جسقدر مال مکاتبہ مین سے پہونچائیگا تو اتنا جزو

اُس مال کی مقدار بھر کا آزاد ہو جائیگا اور واجب ہو جائیگی اُسپر زکوٰۃ جبکہ اُسکے مال مین سے آزادی
کے حصے کے مقابل نصاب کو پہونچ جائیگا اور زکوٰۃ واجب کُل جنسون مین مالک ہونا شرط ہے اور
ضرور ہے کہ پورا پورا اُسکی ملک ہو بس اگر بخشدین کسی کو کچھ مال کہ نصاب کی حد کو پہونچا ہے تو
اُسپر سال گزرنے کا حساب قبضہ ہی کے دن سے ہوگا اِسلیے ہبہ قبضے پر موقوف ہوتی ہے
اِسیطرح ہے اگر کسی ایسے مال کی کسی کے لیے وصیت کرین کہ وہ نصاب کی حد کو پہونچا ہے تو
اُسپر سال گزرنے کا حساب وصیت کرنے والے کی وفات کے دن سے اُسکے قبول کرنے کے
بعد جسکے حق مین وصیت کی ہو ہوگا اور اگر کوئی مال حدنصاب والا مول لے تو اُسکی ملک عقد
بیع کی ابتداسے ہوگی نہ جانورون کے مول لینے کے خیار والے تین دنکے بعد سے اور اگر مال
بیچنے والا یا مول لینے والا دونون تین دن سے زیادہ فسخ کا خیار شرط کرلین تو اِس صورت مین
اگر اس امر کے قائل ہون کہ مبیع کی ملک بیع کے وقت سے بائع سے مشتری کی طرف منتقل ہوجاتی
ہے تو سال کا حساب اُسی وقت بیع سے ہوگا اور اگر یہ کہین کہ خیار فسخ کے گزر جانے کے بعد سے
ملکیت منتقل ہوتی ہے تو اِس صورت مین سال کا حساب خیار کا زمانہ گزر جانے کے وقت
سے ہوگا اور وجیہ یہی قول ہے کہ ملک کا انتقال بیع کے وقت کے سے ہو جاتا ہے نہ شرطی خیار
کے گزر جانے کے زمانے سے ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی ایسا مال قرض لے کہ جسمین زکوٰۃ
ہے اور عین مال باقی رہے تو اُسکا حساب بھی قرض دینے والے کے قبضہ پانے کے دن سے
ہوگا اور غنیمت کا مال سال سے حساب مین تقسیم کے پہلے نہ چلیگا مگر بٹنے کے بعد سے حساب مین
لیا جائیگا اور اگر امام علیہ السلام غنیمت کے مال مین سے کوئی حصہ کسی غازی یا غیر غازی کیلیے
کسی مصلحت سے نکالین اگر وہ صاحب حصہ موجود ہوگا تو سال کا حساب نکالنے کے وقت سے چلیگا
اور اگر غائب ہوگا تو اُس تک پہونچنے کے وقت سے چلیگا اور اگر اثناء سال کے نذر کرے کہ نصاب کو
صدقے کے طریق سے دیدیگا تو اُسوقت سے سال کا حساب اُس مال مین سے منقطع ہو جائیگا
اِسلیے کہ وہ مال صدقے کے لیے متعین ہوچکا ہے اور مالک کی ملک سے باہر ہوگیا ہے اور سب
جنسون کی زکوٰۃ کے واجب ہونیمین نصاب پر تصرف کی قدرت بھی شرط ہے اِسلیے کہ اگر کوئی نصاب کا
مالک ہے اور وہ مال اُسکے تصرف مین نہین ہے تو اُسپر زکوٰۃ نہین ہے اور وجوب کی ادا کا

امکان ضمان یعنی ذمہ واری مین معتبر ہے زکوٰۃ کے واجب ہونے مین یہ امکان معتبر نہین یعنی اگر نصاب کا کوئی شخص مالک ہو اور زکوٰۃ کے وجوب کی شرطین بھی پائی جاتی ہون تو زکوٰۃ اُسپر واجب ہے اِس صورتمین کہ اگر ادا کا امکان بھی یعنی مستحق پایا جاتا ہے اور کوئی مانع بھی نہین ہے پھر اگر مالک ادا مین کوتاہی کرے اور کسی حادثے سے تلف ہو جائے تو اُس زکوٰۃ کا تاوان مالک کے ذمے ہے اسلیے کہ اُسنے ادا کے ممکن ہونے پر کوتاہی کی ہے اور اگر زکوٰۃ کی ادا ممکن نہین پھر اگر وہ مال تلف ہو جائیگا تو مالک کو اُسکا تاوان دینا نہ پڑیگا اور غصبی مال مین اور غائب کے مال مین کہ اُسکے وکیل یا ولی کے قبضے مین ہے زکوٰۃ واجب نہین ہے اور گرو کے مال مین بھی زکوٰۃ واجب نہین اِسلیے کہ وہ مرتہن یعنی گرو لینے والے کے قبضے مین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ گرو مال مین زکوٰۃ کا سقوط مشروط ہے اِس سے کہ راہن یعنی گرو رکھنے والے کو اُسکے چھڑانے کی قدرت نہو اِس راہ سے کہ قرض کی ایک میعاد مقرر ہو یا محتاج ہو۔ اور وقفی مال مین اور گم ہوئے جانورون مین اور کھوئی گئی چیزون مین بھی زکوٰۃ واجب نہین بس اگر گم ہوئے مال پر برسون گزر جائین پھر ہاتھ آئے اور نصاب رکھتا ہو تو سنت ہے کہ ایکسال کی زکوٰۃ اُسکی دیدین اسی طرح اُس مال مین کہ جسے قرض دیا ہے مالک کے پاس پھر آنے تک زکوٰۃ واجب نہین ہے اور نہ قرض مین کہ جو کسی کے ذمے ہے زکوٰۃ ہے جب تک مالک کے قبضے مین نہ آلے ہان اگر وصول اور حصول مین دیر مالک کی طرفسے ہے تو بعضون نے کہا ہے کہ زکوٰۃ مالک پر واجب ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسپر واجب نہین اور پہلا قول احوط ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے کہ کسی کے ذمے کے قرض مال مین زکوٰۃ واجب نہین مگر جبکہ دیندار اُس دین کو اُسکے لیے معین کردے اور اُسمین قرضخواہ کے تصرف کی روک ٹوک نرہے اِس صورت مین خواہ وہ قرضخواہ تصرف کرے خواہ نکرے زکوٰۃ اُسکے ذمے قرار پا جائے گی اور کافر پر بھی زکوٰۃ واجب ہے مگر بے ایمان لائے دے تو صحیح نہین اور اگر زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بعد کافر کا مال تلف ہو جائے تو زکوٰۃ کے تاوان دینے کا ذمہ دار نہین ہے گو مال کی نگہبانی مین بھی اہمال کیا ہو اور مسلمان جبکہ زکوٰۃ نکالنے پر قدرت نہو اور وہ مال تلف ہو جائے تو ضامن اور ذمہ دار نہین اور اگر

زکوٰۃ نکالنے پر قدرت ہو یا مال کی نگہبانی [illegible] اور اسکے [illegible]
[illegible] ہو گیا ہو تو زکوٰۃ نکالنے پر
قدرت [illegible] خواہ [illegible] زکوٰۃ [illegible] اور
[illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible]
ہیں زکوٰۃ [illegible] غاصب [illegible]
تصرف کی قدرت نہیں اور یہی زکوٰۃ کے [illegible] شرط ہے اور اگر ظالم بادشاہ تبرع کی راہ سے
کسیکو کچھ دیں اور معلوم نہو کہ یہ چیز [illegible] لیا ہے تو اُسے قبول کر لینا جائز ہے اور اگر نصاب
کی حد پر وہ عطیہ پہنچے اور زکوٰۃ کے وجوب [illegible] پائی جاتیں تو اُسکی زکوٰۃ واجب
ہے اور جو کہ ظالم حاکم [illegible] خراج [illegible] لیتا ہے اور
اُسے بھی وہ دے تو قبول کرنا جائز ہے اور اگر جابر حاکم خراج کی تحصیل کسی کے سپرد کرے تو
اُسے تحصیل کرنا جائز نہیں اسلیے کہ اُسکا [illegible] امام کا غاصب ہو جائیگا لیکن جو لے لیا
وہ اُسکا مال ہو گیا کہ جابر نے [illegible] دیا ہے اس شرط سے کہ وہ مقررہ خراج سے زیادہ نہ لیوے اور جو کچھ
کہ جابر ظالم میں مشارکت کے [illegible] جیسے ظالم بادشاہ اپنے نوکرون کو خواہ خزانونسے خواہ
محالونسے دیتے ہیں وہ لینا اُن نوکرون [illegible] اور حرام مال کو واجب ہے کہ مالک کو
پھیر دیگا اگر اُنمین سے کسیکو تبرع کیطور سے کچھ دین یا کسی مشروع جائز کے معاوضے مین تو وہ اُس شخص کو مباح ہے
اور بعضی صورتونمین حکومت اور ولایت جابر حاکم اور ظالم بادشاہونکی طرفسے لینا مباح ہے اُسکی تفصیل کتاب
کی فصل مکاسب مین مذکور ہو گی اور اُس صورت مین جو کچھ مال خراج سے اُس ولایت اور حکومت کی
وجہ مصارف مین سے اُسکا لینا بھی امام علیہ السلام کی غیبت مین جائز ہے اور جو کچھ کہ حربی کافرون
سے اور خاندان نبوت کے دشمنون سے لیا جائے اُسمین خمس یعنی پانچواں حصہ بنی ہاشم کے محتاجونکو
دینے کے بعد وہ لینے والے کا مال ہے اور نصاب کے پہونچنے پر زکوٰۃ بھی اُسمین واجب نہ ہو گی
بنا بر اُس قول کے کہ فقہانے کہا ہے اور اُسی پر روایتین بھی دلالت کرتی ہیں اور کفار ہند کہ
سب کے سب بتون کے پوجنے والے ہیں حربی ہیں شرعیین انپر جزیہ مقرر نہیں بلکہ امام علیہ السلام

دینے رہینگے یا پیسہ ادا ہو چکے یا ادائی ہو چکی [illegible] اُنھون سے امان دین تو وہ معاہد ٹھہرینگے اور
اہل ذمہ یعنی [illegible] اور [illegible] جیسا کہ کتاب الجہاد مین تفصیل سے مذکور ہے اور
حربی شخص [illegible] امام [illegible] اسلام مین [illegible] ہے لونڈی [illegible] غلبہ سے یا سرقے سے یا رضامندی
سے ہاتھ آئین [illegible] وہ شرعی مملوک ہو جائینگے اور اُنکے مال کا
لینا اس شرط سے ہے کہ مسلمان کسی مفسدے پر [illegible] معاہد نہو [illegible] ہے اور معاہد یعنی عہد والے
لوگون کے جان و مال سے تعرض کرنا جائز نہین دوسری نظر ان چیزون کے بیان مین کہ
جن مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور مستحب ہوتی ہے تین قسم کے چوپاؤن مین زکوٰۃ واجب
ہوتی ہے ایک اونٹ دوسری گائے تیسری بھیڑ اور بھینس گائے مین اور بھیڑ مین بکری داخل ہے
اور سونے چاندی مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور چار قسم کے غلہ مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے کہ وہ گیہون
اور جو اور چھوارے اور انگور ہین اور انکے سوا اور چیزون مین زکوٰۃ واجب نہین ہوتی اور مستحب ہے
زکوٰۃ زمین کی کل پیداواریون مین سوا ترکاریون کے کہ جیسے کھیرہ خربوزہ تربز بیگن ساگ پات وقت
وغیرہ ہے اور مال تجارت مین دو قول ہین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ مال تجارت مین بھی زکوٰۃ واجب ہے
اور بعضے کہتے ہین کہ مستحب ہے اور یہ دوسرا قول صحیح ہے اور گھوڑیون مین زکوٰۃ مستحب ہے اور ان
چیزونکے سوا مین زکوٰۃ ساقط ہے مگر انمین کہ جنھین عنقریب ہم بیان کرینگے اور خچرون مین اور گدھون مین
اور لونڈی غلامون مین زکوٰۃ نہین ہے اگر جانور یعنی جفتون کے دو بچے دین کہ ایک مین زکوٰۃ ہے
اور دوسرے مین زکوٰۃ نہو تو اس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ اس جانور کا عرف مین کون سے
نام سے اطلاق ہوتا ہے بس جس نام سے کہ تعبیر ہو اُسی کے حکم مین ہوگا قول چوپایون کی زکوٰۃ
مین ہے اور انکی زکوٰۃ کی شرطون کے بیان مین اور فرض زکوٰۃ کی مقدار مین اور لواحق مین ہے
اور شرطین چار ہین پہلی شرط اعتبار نصاب اگر نصاب سے کم ہونگے تو زکوٰۃ نہوگی اور اونٹ
مین بارہ نصاب ہین پانچ نصاب ہین پانچ سے ہین کہ ہر ایک پانچ پانچ ہے یہانتک کہ پچیس ۲۵ کے
عدد تک پہونچین چھٹی نصاب چھبیس ۲۶ کہ وہ سب ملکر ایک نصاب ہے ساتوین نصاب چھتیس ۳۶
آٹھوین نصاب چھیالیس ۴۶ اور نوین نصاب اکسٹھ ۶۱ اور دسوین نصاب چھہتر ۷۶ اور گیارھوین نصاب
اکانوے اور بارھوین نصاب ایکسو اکیس اور جب اس گنتی پر اونٹ پہونچین تو ہر چالیس چالیس

حساب کرے اور تین چالیسون کی زکوٰۃ دے یا پچاس پچاس حساب کرے اور دو پچاسون کی زکوٰۃ دے اور گاے مین دو نصاب ہین ایک تیس کی اور دوسری چالیس کی اور ہمیشہ یہی دو نصاب گاے مین ہین اور بھیڑون مین پانچ نصاب ہین ایک چالیس کی کہ جسمین زکوٰۃ ایک بھیڑ ہے دوسری ایکسو اکیس کی جسمین دو بھیڑین ہین اور تیسری دوسے ایک کی کہ جسمین تین بھیڑین ہین چوتھی تین سے ایک کی ہے اور اسمین بعضے فقہانے کہا ہے کہ فیصدی ایک ہے اور بعضون نے کہا کہ اسمین چار ہین یہانتک کہ چار سے تک پہونچین بس ہر صدی پیچھے ایک لیجائیگی بعد اسکے یہی حکم ہے جس عدد تک کہ پہونچین اور یہی قول بہت مشہور ہے اور اس اختلاف کا فائدہ وجوب مین اور ضمان مین ظاہر ہوتا ہے یعنی اگر کہین کہ دوسے ایک مین تین بھیڑین ہین اور تین سو ایک مین بھی وہی قول بعض پر تین بھیڑین ہین اور اسی طرح جبکہ تین سے ایک ہین بعض کے قول پر چار بھیڑین ہین اور چار سے مین بھی وہی چار ہین بس یہ اختلاف کس لیے ہے یا یون کہین کہ جب دوسے ایک مین اور تین سے ایک مین دو قولون مین کے ایک پر برابر زکوٰۃ ہے بس زائد مین کیا فائدہ ہے جواب مین ہم کہین گے کہ اسکا فائدہ وجوب مین اور ضمان مین اسطور سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجوب کا محل ہر قول مین جدا ہے اور یہ ظاہر ہے اسلیے کہ اشہر قول پر جسوقت چار سے پر پہونچین تو چار کے وجوب کا محل مجموع چار سو کا عدد ہے اور اگر ایک انمین سے کم ہو جاے تو چار کے وجوب کا موضع تین سے ایک ہے اور اس سے زیادہ چار سے تک عفو ہے اور ضمان بھی اسی پر متفرع ہے بس جبکہ سال کے بعد اور زکوٰۃ کے وجوب کے تعلق کے بعد ایک عدد بھیڑ چار سے سے مالک کی تفریط کے تلف ہو جاے تو فریضہ سے بھی ساقط ہو جائیگی اسی حساب سے ایک حصہ بھیڑ کے سو حصون سے اور جبکہ اسپر سال گزرے کہ چار سے سے ایک کم ہو تو اس صورت مین چار عدد کے وجوب کا محل تین سے ایک ہے اور ایک کے کم ہونے سے چار سے سے کچھ کم نہین ہوتا ہے اسلیے کہ محل وجوب سے زکوٰۃ مین کمی نہ پڑی اور اسی قیاس پر ہے بھیڑون کے فریضے مین بھی اور مذکورہ جنسون کی نصابون مین کی ہر نصاب مین مفروضہ زکوٰۃ واجب ہے اور جو کچھ کہ دو نصابون کے بیچ مین ہوتا ہے انمین کچھ واجب نہین اور فقیہون کی عادت یون جاری ہوئی ہے کہ جو اوقات مین سے

زکوۃ مین معفو ہوتا ہے اُسے شنق کہتے ہین اور گائے مین وقص اور بھیڑون مین عفو بولتے ہین
اور ان تینون کے معنی ایک ہی طرح کے ہین پس اونٹون مین نصاب اور شنق دونون مین
پانچ نصاب ہین اور چار شنق ہین اِس معنون سے کہ اگر چار تلف ہو جائین تو فریضے سے کچھ بھی
کم نہ ہوگا اسیطرح انتالیس ۳۹ گائین نصاب اور وقص ہین تیس مین فریضہ ہے اور زیادہ وقص ہین
یہانتک کہ چالیس ۴۰ پر پہونچین اور اسیطرح ایک سو اکیس بھیڑون مین چالیس نصاب ہین
اور فریضہ اُسی مین ہے اور زیادہ عفو ہین یہانتک کہ ایک سو اکیس ۱۲۱ پر پہونچین اور اسیطرح
اور جو مذکور دو نصابونکے درمیان ہے اور ایک کا مال دوسرے کے مال مین ملا کر نہ جوڑا جائے گا
گو خلاط یعنے مل جلنے کی شرطین پائی جاتی ہون اور ایک مکان مین بھی ہون بلکہ
معتبر یہی ہے کہ ہر ایک اُن دونون مالون مین سے علیحدہ علیحدہ نصاب کی حد کو
پہونچے اور اگر ایک مالک کی مقدار نصاب کی متفرق ہو تو اُسپر زکوۃ واجب ہے گو دو مکانون مین بھی ہو
دوسری شرط سوم ہے یعنی وہ چوپائے جنگل مین چرا کرتے ہون اور معلوفہ مین یعنی جنھین گھاس وغیرہ
دیتے ہون زکوۃ واجب نہین اور نہ بچون مین مگر اُسوقت مین کہ ماؤن سے غنی ہو جائین اور
چرنے لگین اور چاہیے کہ پورا سال چرتے رہین اگر سال مین بعضے دنون مین گھاس دیوین گو
ایک ہی دن دی ہو تو سال نئے سرے سے چرائی کی ابتدا سے شروع ہوگا اور اگر کوئی لحظہ گھاس دین
تو یہ دینا عادت سے معتبر نہین اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ سوم اور علف مین یعنی جنگل کے چرانے مین
اور خود گھانس وغیرہ دینے مین امر اغلب یعنی اکثر معتبر ہے اور پہلا مذہب اشبہ ہے اور اگر چوپائے مالک
کے مال سے گھانس شمار کے قابل زمانے تک کھائین تو سال کا حساب باطل ہو جائیگا اسلیے کہ
اسی سے سائمہ یعنی جنگل مین چرنے والون کے نام سے نکل جائین گے اور یہی حکم ہے کہ جب کوئی
مانع چرنے سے پیش آئے جیسے برف ہے اور مالک اُنھین گھر مین گھانس دے یا غیر مالک دے
خواہ مالک کے اذن سے خواہ بے اذن جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سوم چوپایونکو جنگل مین
چھوڑ دینے سے عبارت ہے کہ خود جنگل مین چرتے پھرین اور علف یہ ہے کہ اُنھین مالک اپنی ملک
سے کھلائے اور اگر رمنہ مول لیکر اُسمین چوپایون کو چھوڑ دے اور وہ اُسمین چرتے پھرین تب بھی معلوفہ
رہین گے اور اگر مزروعہ زمین اُنکے چرنے کے لیے اجارہ لے یا ظالم حاکم کو مباح غیر مملوک مین

چرانے کے لیے کچھ دے تو بھی سائمہ رہین گے اور اصح یہی ہے کہ سوم اور علف مین عرف اور عادت
معتبر ہے اور ایکدن کے کھلانے سے سال بھر مین بلکہ ایک مہینے کھلانے سے بھی سائمہ سے نہین
نکلتے ہین ایسا ہی محشی علیہ الرحمہ نے کہا ہے تیسری شرط حول یعنی سال کا گزرنا ہے اور یہی چوپایے
اور چاندی اور سونے مین اور اُن چیزون مین کہ جنہین زکوٰۃ واجب ہے جو نصاب کی حد کو پہونچی ہون
معتبر ہے اور مال تجارت اور گھوڑیون وغیرہ مین کہ جنہین زکوٰۃ مستحب ہے اُسکی حد یہ ہے کہ گیارہ
مہینے گزر کر بارھوین مہینے کا چاند دیکھا جائے بس بارھوان ہلال دیکھتے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی
ہے گو سال کے دن پورے نہوئے ہون تنبیہ اُردو مترجم کہتا ہے کہ بارھوان ہلال دیکھتے ہی
زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یہان واجب کا لفظ کہنا ناقص ہے اِسلیے کہ پہلے مترجم جامع الرضوی
اور صاحب شرائع دونون دوسری نظر مین کہہ آئے ہین کہ مال تجارت مین دو قول ہین ایک
وجوب کا ہے اور دوسرا استحباب کا اصح ہے اور گھوڑیون مین مستحب ہے اور یہان بھی حول کے
بیان مین جنہین واجب ہے اُنھین پہلے بیان کیا ہے اور جنہین مستحب ہے اُنھین بعد بیان کیا ہے
اور واجب مین پورے سال کا گزرنا معتبر جانا ہے اور جنہین مستحب ہے اُنہین بارھوین چاند کے
دکھائی دینے کا اعتبار کیا ہے پھر واجب کہنا صاف دونون صاحبون سے نہایت بعید ہے
اور اگر یون تاویل کرین کہ یہ واجب کا اطلاق اُسی وجوب کے قول پر ہے تو اسمین بھی تین
قباحتین ہین ایک یہ کہ وہان اصح استحباب کہہ آئے پھر اصح کے خلاف واجب کہنا صحیح نہین اور
دوسری یہ ہے کہ یہان مال تجارت اور گھوڑیون کا ساتھ ہی بیان ہے اور گھوڑیون مین استحباب کے
قول کے سوا دوسرا قول وجوب وغیرہ کا ذکر نہین کیا ہے پھر یہ تاویل ٹھیک نہ رہیگی کیونکہ دونون
کے حکم کو شامل نہ رہیگی اور نقض غرض مقصود لازم آئے گی اور تَاوِیْلُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی قَائِلُہٗ
یعنی کسی قول کی تاویل اُس چیز سے کرنا ہو کہ جس سے اُسکا قائل راضی نہو صادق آئیگا اور اگر یہ کہا جائے
کہ وجوب کا لفظ فقط مال تجارت سے متعلق ہے تو اسپر ایک یہ لازم آتا ہے کہ غیر اصح کو اصح چھوڑ کر
اختیار کرنا ترجیح بلا مرجح ہے اور ترجیح بلا مرجح باطل اور محال ہے دوسرے یہ کہ گھوڑیون کا حکم پھر
علٰحدہ بیان کرنا تھا پھر چھوڑ دینا تاخیر بیان سے حاجت کے وقت لازم آتی ہے اور کتاب ناتمام
رہی جاتی ہے تیسرے اسپر کوئی قرینہ بھی نہین ہے تیسری قباحت قسم شے قسیم شے اور قسیم شے

لہ بارھوین ہلال کے دیکھنے سے زکوٰۃ مستحب ہوتی ہے اور واجب ہوتی ہے یہ صحیح نہین جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہے ۱۲ سید عابد حسین مترجم

قسیم شے ہو جاتا ہے بیان یہ ہے کہ یہان مصنف نے جن چیزون مین وجوب ہے انھین اُن چیزون
کا کہ جن مین زکوٰۃ مستحب ہے قسیم یعنی مقابل ٹھہرایا ہے جب اِن مستحب والی چیزون مین بھی زکوٰۃ
واجب ہوئی تو یہ بھی پہلی قسم مین داخل ہوگئین تو قسیم شے یعنی مقابل شئے قسم شئے ہوگیا اور جب
اِن مین زکوٰۃ واجب ہے تو یہ حقیقت مین اُسی کی قسم سے ہین پھر مقابلے مین لانا تو قسم شے کو
قسیم شے بنانا ہے اور یہ دونون محال ہین خلاصہ یہ ہے کہ شرائع مین تجب کی جگہ پر یستحب ہونا
ظاہر فہم کے قریب ہے اور تعجب نہین کہ اُسے کاتبون نے غلطی بشریت سے تجب لکھدیا ہو اور
جامع الرضوی کے مترجم نے تجب پڑھکر وجب یشو یعنی واجب ہوتی ہے ترجمہ کردیا ہو اور آگے
پیچھے کا خیال اور معنون کا لحاظ فسانیت کے سبب سے رہگیا ہو اور اِس اُردو ترجمہ مین بارھوین
ہلال دیکھتے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اِس عبارت کی جگہ پر یہ عبارت ہونا صحیح ہے بارھوین
ہلال دیکھتے ہی زکوٰۃ دینا مستحب ہوتا ہے اور مترجم صاحب جامع الرضوی نے طرفہ یہ امر کیا ہے
کہ پہلی قسم مین جہان حول کی مقدار مین بارہ مہینے کا گزرنا اُن چیزون مین سے کہ جنمین زکوٰۃ واجب
ہے صاحب شرائع نے بیان کیا ہے اور آپ نے وجوب کو چھوڑ کر گول گول کردیا ہے مگر تعجب
ہے جیسا یہان گول کیا تھا جہان اعتراض اور استحباب کی جگہ وجوب تھا وہان کیون نہ گول
گول کیا اگر وہان گول کرتے تو کچھ عیب چھپ جاتا اور آپ کی مطالب فہمی اور عیب پوشی
ظاہر ہوتی اور اِس عاصی نے یہ اظہار محض تحقیق حق کے لیے کیا ہے اور اِس غلطی سے
بچنے مین اور بچانے مین حصول ثواب کی امید قوی ہے واللہ اعلم - اگر کوئی شرط زکوٰۃ کی
شرطون مین سے سال کے اندر مختل ہو جائیگی تو حول یعنی سال بھی باطل ہو جائیگا جیسے سال
کے اندر کسی چیز مین نصاب سے کم ہو جائے اور پھر پورا کرے یا سال کے اندر ایک جنس کو دوسری
جنس سے بدلے جیسے گائے کو گاٹے سے اور بھیڑ کو بھیڑ سے یا گائے کو بھینس سے یا بھیڑ کو
بکری سے تو اصح قول پر حول یعنی سال باطل ہو جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر یہ کام
زکوٰۃ کے ساقط کرنے کے لیے کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہو گی اور اگر اور کسی غرض کے لیے کیا ہے تو
زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی اور بعضے کہتے ہین کہ مطلق ساقط ہو جائے گی اور یہی اظہر ہے اور بچے
ماؤن کے ساتھ نہ گنے جائینگے بلکہ ہر ایک کا حساب سال الگ ہوگا اور اگر سال گزر جائے

اور نصاب سے کچھ تلف اور ضایع ہو جائے بس اگر مالک نے تفریط کی ہوگی تو پوری زکوٰۃ دیگا
اور اگر تفریط نہ کی ہوگی تو فریضے سے رسدی حصہ اُسکا کم ہو جائیگا اور اگر سال گزرنے سے پہلے
کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اُسکے مال پہ زکوٰۃ واجب نہین بلکہ اُس مال کا تعلق وارثوں سے
ہو جائیگا اور وقت تعلق سے سال کا حساب کرین گے اور اگر سال کے گزرنے کے بعد مرتد
ہو جائے تو اُس مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور وارثون کو چاہیے ہے کہ زکوٰۃ ادا کرین اور اگر
فطری نہو بلکہ اُسکے ماں باپ دونون کافر ہون اور وہ اسلام مین آگیا ہو اور مرتد ہو جائے
کہ اُسے مرتد ملّی کہتے ہین تو اُسکے ارتداد سے نصاب منقطع نہو گی اور اُسکے مال پر زکوٰۃ سال
کے تمام ہونے کے وقت جب تک کہ مرتد اور اُسکا مال باقی رہیگا واجب رہیگی چوتھی شرط
یہ ہے کہ چوپائے بار برداری کے نہون اسلیے کہ بارکش مین زکوٰۃ نہین ہے گو جنگل مین چرتے
رہین اور فریضے کا بیان کئی مقصد پر موقوف ہے پہلا مقصد مفروضہ زکوٰۃ اونٹ مین
ایک بھیڑ ہے ہر پانچ پیچھے پچیس اونٹون تک اور جب ایک اونٹ بڑھجائے اور چھبیس[۲۶] اونٹ
ہو جائین تو اُنمین ایک بنت مخاض واجب ہے پھر اگر دس بڑھین اور چھتیس ہو جائین
تو اُنمین بنت لبون واجب ہے پھر اگر دس زیادہ ہون یعنی چھیالیس[۴۶] ہو جائین تو اُنمین
زکوٰۃ ایک حقہ واجب ہے پھر جب اُسپر پندرہ[۱۵] سوا ہون اور مجموع اکسٹھ[۶۱] ہو جائین تو زکوٰۃ مین ایک جذعہ دینا
واجب ہے اور جب اسپر پندرہ اور بڑھین تو دو حقے زکوٰۃ مین واجب ہین اور جسوقت ایکسے اکیس[۱۲۱] پر
پہونچین تو اگلی ایک نصاب مطروح ہو جائیگی اور ہر پچاس مین ایک حقہ اور ہر چالیس مین ایک بنت
لبون زکوٰۃ مین دینا واجب ہے یعنی چاہے پچاس پچاس حساب کرے اور ہر پچاس پر جو زکوٰۃ مقرر
ہے وہ دے اور چاہے چالیس چالیس حساب کرے اور ہر چالیس پر جو زکوٰۃ مقرر ہے وہ دے
اور اگر کسی عدد مین ان دو نصابون سے ہر ایک کا فرض ممکن ہو تو مالک مختار ہے کہ جسے چاہے
نکالے اور تیس گائے مین ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور چالیس مین مسنہ ہے دوسرا مقصد بدلون مین جس
بنت مخاض واجب ہو اور وہ اُسکے پاس نہو کہ دے تو کافی ہے اُسے ابن لبون مذکر دے اگر وہ بھی
اُسکے پاس نہو تو مختار ہے کہ ان دونون مین سے جسے چاہے اُسے واجب ادا کرنے کے لیے مول لیلے
اور جسپر کوئی سن دار اونٹ واجب ہو اور اُسکے پاس اُس سن کا نہو اور اُس سے ایک درجہ سن مین

اعلیٰ اُسکے پاس ہو تو وہی مستحق کو دیدے اور اُس سے دو بھیڑین یا بیس درہم لے اور اگر اُسکے پاس ایک درجہ سن مین پست ہو تو وہی اُسے دیدے اور دو بھیڑین یا بیس درہم اور اُسے دے اور بھیڑین دینے مین یا درم دینے مین مالک کو اختیار ہے نہ عامل زکوٰۃ کو کہ وہ امام علیہ السلام کی طرف سے زکوٰۃ جمع کرتا ہے خواہ قیمت بھیڑون کی بازار مین درہمون کے برابر ہو خواہ زیادہ خواہ کم ہو اور اگر سن کا تفاوت ایک درجہ سے زیادہ ہو تو تقدیر شرعی دونی نہوگی اور بنا بر اظہر کے بازار کی قیمت کی طرف رجوع کیجائیگی اور یہی حکم ہے جذع سے زیادہ سنون کے اونٹون مین جیسے ثنی اور بازل مین کہ تفاوت بازار کی قیمت کے موافق محسوب ہوگا اور اونٹون کے سوا گاے کے سن مین تفاوت بازار کی قیمت کے موافق معتبر ہے تیسرا مقصد مذکورہ جانورون کے سنون مین بنت مخاض وہ اونٹنی ہے کہ ایکسال پورا کرکے دوسرے سال مین داخل ہوئی ہو یعنی پیٹ والی کی بھی اس لیے کہ جب بچہ ایک برس کا ہو کر دوسرے برس مین پانون مین رکھتا ہے تب مان گابھن ہوتی ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے کہ دو برس بھر کر تیسرے برس مین پانون رکھے یعنی اُسکی مان بن کر دودھ دیتی ہوگی اور حقہ جے کے زیر سے وہ اونٹنی ہے کہ تین برس بھر کر چوتھی مین داخل ہوئی ہو یعنی گابھن ہونے کے قابل ہے اور جذعہ وہ اونٹنی ہے کہ چار برس بھر کر پانچوین مین پانون ڈالا ہو اور یہ زکوٰۃ مین دیے جانے والے اونٹون مین اعلیٰ سن کی ہے اور تبیع وہ گاے ہے جو پوری ایکسال کی ہو اور تبیع سے نامزد ہونے کی یا وجہ ہے کہ اُسکے سینگ کانون کے تابع ہوتے ہین اور یا یہ وجہ ہے کہ اپنی مان کے پیچھے چرنے مین رہتی ہے اور مسنہ وہ گاے ہے کہ دو سال بھر کر تیسرے مین داخل ہوئی ہو اور جائز ہے کہ غیر جنس مفروض سے زکوٰۃ بازار کی قیمت کے موافق نکالین اور اگر عین مال سے نکالین تو بہتر ہے اور یہی حکم اور باقی بھیڑون کی جنسون مین ہے کہ جو بھیڑ کہ وجہ زکوٰۃ مین لیجاتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کم سے کم جذع بھیڑ کی قسم سے ہوگی اور جذع وہ بھیڑ ہے کہ سات مہینے پورے کرکے آٹھوین مین داخل ہوئی ہو اور ثنی وہ بکری ہے جو دوسرے سال مین داخل ہوئی ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جسے بھیڑ بکری کہتے ہون اور مذہب اول اظہر ہے اور زکوٰۃ مین نہ تو بیمار لین گے نہ بڈھی اور عیب دار اور بے عیب بکریون کے بدلنے مین عامل یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والے کو اختیار نہین کہ جسے چاہے لیلے بلکہ مالک مختار ہے کہ جسے چاہے نکالے

اِس شرط سے کہ وہ واجب کو ادا کرے بس اگر عامل مین اور مالک مین تنازع پیش آئے تو بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ قرعہ سے انفصال کرین جیسے بکریون مین تنازع پڑے تو اُنھین دو حصے کرکے قرعہ
ڈالین کہ اِس حصے سے لین یا اُس حصے سے بس جس سے لینے کو قرعہ نکلے اگر فریضے کے موافق ہے
تو وہی دیدے اور اگر زیادہ ہو تو پھر دو حصے کرکے قرعہ ڈالین یہانتک کہ واجب بھر کی مقدار رہجائے
اور اُسے دیدے لیکن صحیح یہی ہے کہ مالک مختار ہے لیکن لواحق وہ ہین کہ زکوٰۃ عین مال مین
واجب ہے کہ اُس مال سے نکالی جائے نہ یہ کہ مالک کے ذمّے پر ہے بس اگر مالک مستحق تک
پہونچانے پر قادر ہو اور نہ نکالے تو اُسنے تفریط کی اور اگر مال تلف ہو جائیگا تو اُسکا تاوان اُسکے
ذمّے ہے اور یہی حکم تاوان دینے کا ہے اگر قادر ہو وجہ زکوٰۃ کو عامل زکوٰۃ تک یا امامؑ کے
پاس پہونچانے پر اور نہ پہونچائے تو تاوان کا ذمہ دار ہے اور اگر جورو کے مہر مین قدر نصاب
رکھنے والی چیز دیدے اور اُس مال کو اُس عورت کے قبضے مین ایکسال گزر جائے اور اُس عورت
کو ہمبستر ہونے کے پہلے اور سال گزرنے کے بعد طلاق دیدے اِس صورت مین آدھا مہر
شوہر کا مال ہے کہ وہ پورا اُسے دینا چاہیے اور عورت پر فقیرون کا حق ہے اسلیے کہ پورے
سال مین مالک عورت رہی اور اگر اُس عورت کی تفریط سے نصف مال مہر کا تلف ہو جائے سال گزرنے
کے بعد تو عامل زکوٰۃ کو پہونچتا ہے کہ حق زکوٰۃ موجود آدھے سے لیلے اور شوہر اُس عورت سے
جتنا آدھے سے کم ہو بھرلے اسلیے کہ وہ عورت شوہر کے حصے کی ضامن ہے اور اگر کسیکے پاس
نصاب بھر کا کوئی مال ہو اور اُسپر کئی سال گزر جائین اور زکوٰۃ ہر سال دوسرے مال کی
دیا کیا ہے تو اُسپر زکوٰۃ مکرر ہو جائیگی اور اگر دوسرے مال سے زکوٰۃ نہین نکالی ہے تو صرف ایک
سال کی زکوٰۃ واجب ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ پہلے سال مین قدر فریضہ عین مال سے نکالنا
چاہیے اور وہ مستحق کا حق ہے تو باقی سالون مین مالک بے نصاب کا مالک رہا ہے اور اُسمین
زکوٰۃ نہین کیونکہ جب نصاب والے مال سے حق مستحق کا نکل گیا تو مال بے نصاب رہ گیا اور
اُسمین زکوٰۃ نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ زکوٰۃ کے مکرر ہونیکا سبب یہ ہے کہ جسوقت مین مالک نے
دوسرے مال سے زکوٰۃ نکالی تو ہر سال مین وہ نصاب کا مالک رہا کیا اِس سبب سے اُسپر زکوٰۃ
مکرر ہوگی کیونکہ نصاب بھر کے مال کا مالک رہا اور مال سے زکوٰۃ کے ہر سال نہ نکالنے مین زکوٰۃ

ایک ہی سال کی رہی مگر مستحق کا حق بوجہ روکے رہنے کا گناہ عائد ہوا اور اگر اُسکے پاس مال
نصاب سے زیادہ ہو تو فریضہ نصاب مین ہے اور مال زائد سے زکوۃ محسوب ہوگی اور اسیطرح
دوسرے سال اور تیسرے سال مین یہانتک کہ مال نصاب سے کم رہجائیگا اور زکوۃ ساقط
ہوجائیگی بس کسی کے پاس چھبیس ۲۶ اونٹ ہون کہ اُسپر دو برس گزرین تو اُسپر پہلے سال کی بابت
ایک بنت مخاض واجب ہوگی اور دوسرے سال کی بابت پانچ مینڈھے اسلیے کہ دوسرے
سال مین پچیس ۲۵ اونٹون کا مالک ہے اور پانچ مینڈھے اُسکا فریضہ ہے تیسرے سال مین
پانچ مینڈھونکے کم ہونے سے نصاب بیس ۲۰ اونٹ کی رہ گئی کہ چار مینڈھے اُسکا فریضہ ہین اور
بھیڑ بکری شرعاً ایک جنس ہے اگر آدھی نصاب بھیڑین اور آدھی نصاب بکریان ہون
تو سب نصاب بکریون کی ہے اسی طرح گائے بھینس عربی اونٹ خراسانی اونٹ ایک
جنس سے ہین اور سب پر زکوۃ واجب ہے اور مالک مختار ہے چاہے جس جنس سے
زکوۃ نکالے اور اگر مالک کہے کہ ابھی سال پورا نہین ہوا یا مین نے زکوۃ دیدی تو اُسکا قول
مقبول ہوگا گواہ نہ مانگین گے اور قسم بھی نہ دینگے اور اگر دو گواہ گواہی دین کہ یہ جھوٹ
کہتا ہے تو اُنکی گواہی قبول کرینگے یعنی اِس بات مین گواہون کی گواہی قبول کرین گے
کہ جیسے مالک کہے کہ ابھی سال پورا نہین ہوا اور گواہ گواہی دین کہ سال پورا ہوچکا ہے
یا مالک کہے کہ مین زکوۃ دیچکا اور گواہ گواہی دین کہ جھوٹ ہے ابھی زکوۃ نہین دی وہ
اُسکے پاس موجود ہے اِس صورت مین گواہون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ گواہی اثبات مین ہے متعلق
نفی مین نہین اِسلیے کہ صرف نفی مین گواہی قبول نہین اگر مالک کا مال متفرق ہو تو اُسے
پہونچتا ہے کہ جس مال سے چاہے زکوۃ نکالے اور جو چیز کہ زکوۃ مین واجب ہے اگر وہ بیمار
ہو تو اُسکا قبول کرنا عامل پر واجب نہین فریضہ کی قیمت کے موافق اُور مین سے لے لے
اور اگر سب جانور بیمار ہون تو مالک کو اِس بات کی تکلیف نہ دینگے کہ تندرست مول لیکر دے
اور فریضۂ زکوۃ مین پندرہ ۱۵ دن سے کم کی جنی بکری نہ لیجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ پچاس ۵۰ دن
تک کی جنی بکری نہ لیجائیگی اور اسی طرح سے اُس بکری بھیڑ کو زکوۃ مین نہ مانگین گے کہ جسے مالک
نے کھانے کے لیے موٹا کیا ہے اور نہ وہ بکرا لین گے کہ جو بکریون کے گابھن کرنے کیلیے رہتا ہے

اور مالک کو جائز ہے کہ اُس شہر کے سوا اور مقامون کی بکریون سے دے گو قیمت مین بھی) کم ہون خواہ بھیڑ بکرا دے خواہ بھیڑ بکری اِسلیے کہ نر مادہ دونون کو گوسفند کہتے ہین قول چاندی سونے کی زکوٰۃ مین سونے مین زکوٰۃ نہین یہانتک کہ مقدار بیس دینار سکہ کو نقل مین کہ ہر ایک مثقال بھر کی ہوتی ہے پہونچے تو دس قیراط زکوٰۃ واجب ہے پھر زائد مین کچھ نہین یہانتک کہ زیادتی چار دینار پر پہونچے کہ جسکے چار مثقال ہوئے تو اُسمین دو قیراط سونا اور دینا واجب ہوگا اور اگر بیس مثقال سونے سے کم ہوگا تو زکوٰۃ اُسمین کچھ نہین اور اسیطرحپر کچھ زکوٰۃ نہین اُس زیادتی پر جو بیس سے بڑھے اور چوبیس تک نہ پہونچے اور یہ عفو یعنی معاف ہے اور چوبیس تک پہونچنے مین پہلے دس قیراط پر دو قیراط اور بڑھین گے پھر جو زیادتی چار دینار کی ہوگی اُسمین دو قیراط ہونگے اور بعضے فقہانے کہاہے کہ سونے مین زکوٰۃ نہین جبتک کہ مقدار چالیس دینار پر نہ پہونچے اور جب مقدار چالیس دینار پر پہونچے تو اُسمین ایک دینار ہے اور پہلا قول اشہر ہے اور چاندی مین زکوٰۃ نہین ہے جب تک کہ مقدار دوسے درہم تک نہ پہونچے اور جب دوسے پر پہونچے تو اُسمین پانچ درہم ہے بعد اِسکے جب زیادتی چالیس درہم پر پہونچے تو اُسمین ایک درہم اور بڑھیگا اور پہلی نصاب کے بعد چالیس سے کم کی زیادتی مین کچھ زکوٰۃ نہین جسطرحپر کہ دوسے سے کم مین کچھ زکوٰۃ نہین اور ہر درہم چھ دانق کا ہوتا ہے اور ہر دانق درمیانی جَو کے آٹھ دانے بھر ہے اور دس درہم کی مقدار سات مثقال کی ہوتی ہے بس مثقال کا وزن ایک درہم اور درہم کے تین سبع یعنی تین ساتوین حصے ہین اور سونے چاندی مین زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطون مین سے یہ ہے کہ معاملے کے سکّے سے مضروب مسکوک ہون دینار درہم اشرفی روپیہ کہتے ہون خواہ وہ سکّہ رائج یعنی چلتا ہو یا نہو اور بعضے فقہانے کہاہے کہ اگر معاملے مین سونے چاندی کے ٹکڑے چلتے ہون تو اُنمین زکوٰۃ نہین جبتک کہ مسکوک نہون اور شرط حولان حول یعنی نصاب موجود رہنے پر سال کا گزرنا ہے بس اگر سال کے اثنا مین نصاب کم ہوجائے یا ایک جنس اپنی جنس یا غیر جنس سے بدلے تو زکوٰۃ کچھ نہین اِسی طرحپر ہے اگر سال کے اندر اُس مال مین تصرف سے منع کردیا جائے خواہ وہ منع رہن اور وقف کی طرح کی شرعی ہو خواہ غصب کی طرح کی قہری ہو تو اِس صورت مین بھی زکوٰۃ نہین ہے اور زیور اور آلات مین زکوٰۃ نہین خواہ اُنکا استعمال حلال ہو جیسے عورتون کے لیے کنگن اور مردون کے لیے تلوار کا ساز ہی

خواہ حرام ہو جیسے مردون کی پازیب اور عورتون کے لیے پٹکا اور چاندی سونے کے برتن کھانے پینے کے اور کھلونے ہین اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ ان چیزون مین زکوٰۃ سنت ہے اور اسی طرح ٹھکیون مین اور ٹکڑون مین چاندی سونے کے زکوٰۃ نہین اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر یہ کام زکوٰۃ سے بچاوے کے لیے کیا ہو تو انہین بھی زکوٰۃ واجب ہے گو سال کے گزرنے سے پہلے یہ امر واقع ہوا ہو اور اس صورت مین زکوٰۃ کا استحباب اشبہ ہے اور اگر درہمون کو اور دینارون کو سال گزرنے سے پہلے زیور یا ٹھکیہ بنالین تو زکوٰۃ اجماع سے ساقط ہو جائیگی ورا حکام زکوٰۃ کے کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کچھ سونا چاندی جید اور نرم ہو تو زکوٰۃ کے وجوب مین تفاوت نکرین گے بلکہ دونون جید اور نرم ایک ہی جنس ہین زکوٰۃ کا حساب دونون کو ملا کر ہوگا اگر مستحق کا حصہ جانکر کھرے مین سے دے تو بہتر ہے اور نہین تو مالک کو پہونچتا ہے کہ ہر جنس مین سے رسدی حصہ دے تو بہتر ہے دوسرا مسئلہ کھوٹے درہم اور روپیہ مین زکوٰۃ نہین یہانتک کہ میل کی مقدار نکلکر نصاب کی حد کو نہ پہونچین اور جب خالص نصاب کی حد کو پہونچین تو کھرے کے بدلے زکوٰۃ مین کھوٹے دینا جائز نہین تیسرا مسئلہ جسکے کھوٹے درہم روپیہ ہون بس اگر انمین کی چاندی کی مقدار کھلجائے اور وہ حد نصاب کو پہونچے تو انکی زکوٰۃ مین کھری چاندی دینا ضرور ہے او اس مجموع مین سے بھی دیسکتا ہے اور اگر مقدار معلوم نہو او احتیاطاً سب کی زکوٰۃ مین کھری دے تو جائز ہے اور اگر مالک زکوٰۃ ادا کرنے کو میل نہ معلوم ہونے کے حیلہ سے روکے تو اسسے ان درہمون اور دینارونکے صاف کرنیکی تکلیف دیجائیگی تاکہ زکوٰۃ واجب کی مقدار معلوم ہو جائے چوتھا مسئلہ اگر قرضدار قرضے کے مال کو سال بھر بجنسہ رکھ چھوڑے تو اسپر اسکی زکوٰۃ واجب ہوگی نہ قرض دینے والے پر اسلیے کہ اسکی ملک سے نکل چکا ہے اور اگر قرض لینے والا یہ شرط کرے کہ زکوٰۃ اس مال کی قرض دینے والا دے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ یہ شرط لازم ہو جائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ لازم نہوگی اور یہی اشبہ ہے پانچوان مسئلہ جو زمین مین کچھ مال دفن کرے اور گاڑنے کی جگہ بھولجائے یا کچھ مال کا وارث ہوا ہو کہ وہ اسکے قبض و تصرف مین نہ پہونچا ہو اور اسپر کئی سال گزر جائین اور بعد اسکے ہاتھ آئے تو اسسے ایک سال کی زکوٰۃ دینا چاہیے چھٹا مسئلہ جب کوئی کچھ مال اپنے عیال کے خرچ کے لیے رکھے

کہ وہ خرچ مین آتا ہے تو اُسکی زکوٰۃ مالک کے غائب ہونے کی صورت مین ساقط ہوگی اور حاضر ہونے کی صورت
مین واجب ہوگی اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ دونون صورتون مین واجب ہے اور پہلا قول
مروی ہے ساتوان مسئلہ زکوٰۃ کی جنس مین کہ وہ واجب نہین ہوتی جب تک وہ جنس اپنی
قدر نصاب کو نہین پہونچ لیتی پس اگر ہر ایک جنس نصاب سے کم ہو یا بعضی جنس کم ہو تو دوسری
جنس کو ملا کر زکوٰۃ کا حساب نہ کیا جائیگا **قول** غلّون کی زکوٰۃ کے بیان مین اور نظر غلے کی جنس
مین اور شرط زکوٰۃ مین اور لواحق زکوٰۃ مین ہے پہلی نظر غلّے کی جنس مین زمین کی ہر پیداوار
مین زکوٰۃ واجب نہین مگر چار جنسون مین کہ گیہون جَو چھوارے منقّے ہین لیکن انکے سوا زمین جو
نکلتی ہین اُن مین سنت ہے جیسے چینہ چانول مونگ سلت علس ہے اور سلت بعضے فقہا کے
قول پر جَو کی قسم سے ہے اور علس گیہون کی قسم سے ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے
وجوب مین سلت جَو کی طرح اور علس گیہون کی طرح نہیں ہے اور اشبہ پہلا قول ہے اِس لیے کہ
عرف مین انھین جَو اور گیہون نہین کہتے ہین اور شہید ثانی شیخ زین الدین علیہ الرحمہ نے
فرمایا ہے کہ اِن دونون مین بھی زکوٰۃ کا واجب ہونا صحیح ہے اِسلیے کہ اہل لغت نے تصریح
کردی ہے کہ دونون بھی جَو اور گیہون کی جنس سے ہین غلّے کی زکوٰۃ کی شرطین پہلی شرط
نصاب ہے اور نصاب غلّے مین پانچ وسق ہین اور ہر وسق ساٹھ صاع کا
ہے اور ہر صاع عراقی نو رطل اور مدنی چھ رطل کا اور مد دون سے چار مد کا ہے اور ہر مد پکّے
نوابی بٹون سے چھٹانک کم تین پاؤ کا ہوتا ہے اور رطل سے سوا دو رطل کا ہے پس نصاب
دو ہزار سات سو رطل عراقی ہے اور انگریزی سیر جو لکھنؤ مین جاری ہے اُس سے نصاب کی
مقدار تین من تین پاؤ ہے اور جو اِس سے کم ہے اُسمین زکوٰۃ نہین اور جو اِس سے زیادہ ہے
اُسمین زکوٰۃ ہے گو کم ہو اور جس درجے سے کہ زکوٰۃ تعلق رکھتی ہے وہ جنسون مین یہ ہے کہ اُنکے
گیہون جَو چھوارے منقّے کہے جا سکین اور بعضون نے کہا ہے کہ جب چھوارے سرخ یا زرد ہون
یا کوئی انگور کی ٹٹی پر بندھے اور پہلا قول اشبہ ہے اور زکوٰۃ نکالنے کا وقت غلّے مین اُسکے
صاف کرنے کے بعد ہے اور چھوارے منقّے مین توڑنے کے بعد ہے اور اِن چارون غلّون
مین زکوٰۃ واجب نہین مگر جبکہ کھیتی کرنے سے ملک مین آئین اور واجب نہین ہوتی ہے

مول لینے سے اور کسی کے دے ڈالنے سے اور اس حاصل زراعت مین زکوٰۃ ایک ہی مرتبہ ہی
گو اسکے بعد برسون رہے اور بادشاہی خراج اور سارے مصارف زراعت کے وضع کرنیکے
بعد باقی مین بنا بر اظہر کے نصاب کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لواحق زکوٰۃ اور اِین
کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس کھیت کی آبپاشی بہتے پانی سے یا گڈھون سے یا مینھ سے ہو اسمین
زکوٰۃ عشر یعنی دسوان حصہ ہے اور جس زراعت مین رہٹ سے آدمی اور اونٹ وغیرہ پہنچائی
کرین اسمین نصف عشر یعنی بیسوان حصہ زکوٰۃ ہے اور جسمین دونون امرون سے پانی ہوا ہین
دیکھین گے کہ ان دونون مین سے کونسا طریق اغلب اکثری ہے تو اسی کے حکم کے موافق زکوٰۃ
ہو گی اور اگر برابر ہونگے تو حاصل کو نصف کرینگے ایک مین سے دسوان حصہ اور دوسرے سے بیسوان
حصہ لینگے دوسرا مسئلہ جس کسی پاس چھوارے کے درخت اور کھیت کئی شہرون مین ہون کہ ایک
دوسرے سے دور ہو اور بعضے پہلے پھلتے ہون اور بعضے اسکے بعد تو سارے حاصل کو حساب مین
جوڑینگے اور انکا حکم ایک مکان کے میوے کا ہے بس جو کہ پہلے تیار ہو اور نصاب کی حد پر پہونچے
اسمین سے زکوٰۃ لین گے اور اسکے بعد باقی کے حاصل سے لین گے خواہ کم ہو خواہ بہت اور جو پہلے پہلے
وہ حد نصاب کو نہ پہونچے تو انتظار کرینگے نصاب کے پورے کرنیوالے کے پھلنے کا خواہ سب ایک ہی دفعہ
شگوفہ لائین یا ایک ہی دفعہ پکین خواہ دونون امر مختلف ہون تیسرا مسئلہ جس شخص کے پاس خرمے
کے دو درخت ہون کہ ایک سال مین ایک دفعہ اور دوسرا سال مین دو مرتبے پھلتا ہو تو بعضے
فقہا نے کہا ہے کہ اِس دوسرے درخت کے میوے کو پہلے سے نہ ملائین گے اسلیے کہ یہ دو سال
کے میوے کے حکم مین ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ حساب مین ملا لیے جائینگے اور یہی قول اشبہ ہی
چوتھا مسئلہ تر چھوارے سوکھون کے بدل اور تر انگور منقون کے عوض زکوٰۃ مین دینا کافی نہین
اگر انھین عامل لیگا اور سکھائیگا تو جو کم ہوگا وہ مالک سے بھر لیگا پانچوان مسئلہ جبکہ مالک مر جائے
اور اسکے ذمے قرضہ ہو اور اسکے مرنے کے بعد میوے پکے اور نصاب کی حد کو پہونچے تو اِس صورتمین
اگر میت کا قرضہ سارے ترکے بھر کا ہو تو وارث پر زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ مال قرضخواہون کا
ہے اور اگر قرضے کی ادا کے بعد نصاب بھر باقی رہے تو اسمین بھی زکوٰۃ نہین اسلیے کہ مردے کے
مال کے حکم مین ہے کہ ادائے دین کے بعد وارثون سے تعلق رکھتا ہے جامع الرضوی کے مترجم

کہتے ہین کہ مرنے کے ساتھ ہی وارثون کے حق نے ترکے سے تعلق نہین کیا بلکہ ادائے دین پر موقوف ہے نہین توزکوٰۃ وارثون پر ہوتی اسلیے کہ انکی ملک مین زکوٰۃ کی حد پر پہونچا ہے۔ اور اگر مالک کی زندگی مین خرمے ہو جائین اور پھر مرجائے توزکوٰۃ واجب ہے گو اُسکا قرض ترکے بھر کو گھیرے ہو اور اگر ترکہ قرض سے اور زکوٰۃ سے کم ہو تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ مستحقون مین اور قرضخواہون مین رسدی تقسیم ہوگی اور بعضون نے کہا ہے کہ زکوٰۃ مقدم ہے پورا حق مستحقون کا دیدینا چاہیے اور نقصان قرضخواہون پر ڈالنا چاہیے اسلیے کہ مالک کی زندگی مین زکوٰۃ نے عین مال سے تعلق کیا ہے اور دین نے تعلق اُسکے مال سے اُسکے مرنے کے بعد کیا ہے اور یہ قول اقوی ہے۔

چھٹا مسئلہ جو کہ خرمے کے درخت کا مالک اِس سے پہلے ہو جائے کہ اُسکا میوہ ایسی حد پر پہونچے کہ بین آفت کا ڈر ہے توزکوٰۃ اُسی پر ہے اسلیے کہ اُسی کی ملک مین پھلا ہے اور پکا ہے اور جو مول لے میوہ آفت کے ڈر کے بجانے سے پہلے اِس طرح سے کہ وہ صحیح ہو جیسا کہ کتاب البیع مین آئیگا کہ بعضے مقامون مین ایسی بیع صحیح ہے اور اُسکے بعد زکوٰۃ کی حد پر پہونچے توخریدار پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور اگر پکنے کے بعد مول لے توزکوٰۃ بیچنے والے پر ہے اور بہتر یہی ہے کہ خرمے مین زکوٰۃ کا مدار تمر کہنے پر ہے نہ بسر یعنی کچے چھوارون پر ہے بس اگر بیچنے والے کی ملک مین تمر ہو جائے توزکوٰۃ اُسپر ہے اور اگر خریدار کی ملک مین ہو توزکوٰۃ اُسپر ہے پھر اس صورت مین زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے آفت کا ڈر ہونا کافی نہین

ساتوان مسئلہ جو پیداوار زمین کی ایسی ہے کہ جسمین زکوٰۃ مستحب ہے وہ چارون جنسون کے حکم مین نصاب کی مقدار مین اور کیفیت و قدر حق مستحق مین اور آبپاشی کے اعتبار مین اور شرائط مین ہے

قول مال تجارت مین اور نظر مال اور شروط مین ہے **پہلی نظر** مال تجارت وہ ہے جو معاوضے کے عقد سے مملوک ہوتا ہے یعنی کسی چیز کے عوض مین لیتے ہین اور اُس معاوضے سے نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے بس اگر مال میراث سے یا ہبہ سے کسی کیطرف منتقل ہو توزکوٰۃ اُسپر نہین اور اسی طرح پر اگر مالک اُس مال کو حفظ کے اور جمع رکھنے کے قصد سے لے تو بھی زکوٰۃ نہین اور اِسی طرح پر زکوٰۃ نہین ہے کہ تجارت کے لیے خریدے پھر جمع کرنے کا اور رکھ چھوڑنیکا قصد کرے شروط بس اسمین تین شرطین ہین پہلی شرط مال تجارت کی قیمت نصاب کی حد پر ہو اور وہ مقدار سال بھر موجود بھی رہے بس سال کے اندر نصاب سے قیمت اگر کم ہو جائے گو

ایک ہی دن کو ہو تو زکوٰۃ کا استحباب جاتا رہتا ہے بس اگر اُس مال پر ایک مدت گزر جاے کہ خریداری اُسکی لاگت سے رہے اور دوسری مدت مین اُسکی قیمت بڑھے تو اِس صورت مین اصل باگلے سال کا حساب مول لینے کے وقت سے اور زیادتی کے سال کی ابتدا زیادتی کے ظہور کے وقت سے ہے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مال لاگت پر یا زیادہ پر مانگا جاے اگر سال بھر مین لاگت سے کم اُسکی خریداری ہو گو ایک ہی حبہ کا نقصان ہو تو زکوٰۃ اُسپر مستحب نہین اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ جب مال تجارت پر کئی سال گزر جائین کہ خریدار اُسے نقصان سے مانگتے ہون تو ایکسال کی استحباب سے دیدے تیسری شرط سال کا گزرنا ضرور ہے اور نصاب بھر اول سال سے آخر تک رہنا بس اگر کم ہو لاگت نصاب سے یا اُس مال کے رکھ چھوڑنے کا اور بیچنے کا قصد ہو تو سال کا حساب منقطع ہو جائیگا اِس معنی سے کہ اگر بعد اسکے پونجی حد نصاب پر پہونچ جاےیا رکھ چھوڑنے کا قصد بیچنے سے مبدل ہو جائیگا تو اُسوقت سے نیا حساب سال کا شروع ہوگا اور اگر کسی کے پاس کوئی نصاب بھر کا مال ہو اور سال کے اندر اُسے وہ دوسرے مال سے تجارت کے لیے بدل لے تو بعضون نے کہا ہے کہ اِسکے سال کا حساب اصل مال کی ابتدا سے ہے اور اشبہ یہ ہے کہ معاوضے کے وقت سے سال کا حساب نئے سرے سے کرنا چاہیے اور اصل کے حساب کو چھوڑ دینا چاہیے اور اگر پونجی نصاب سے کم ہو اور اُسکے بعد نصاب کی حد کو پہونچے یا اُسپر بڑھے تو اُسیوقت سے سال کا حساب ہوگا لیکن احکام مین تو کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ زکوٰۃ مال تجارت مال کی قیمت سے تعلق رکھتی ہے عین مال سے تعلق نہین رکھتی ہے اس معنی سے کہ سال کے بعد اُسکا بیچنا زکوٰۃ کے حق کے دیے اچھا نہوا اور نہین تو غیر کے مال کی بیع لازم آئیگی اور تخمین اُسکی درہم اور دینار اور روپیہ اشرفی سے کرلین گے تا معلوم ہو جاے کہ حد نصاب کو پہونچا ہے یا نہین تفریع جبکہ مال چاندی سونے مین ایک نقد سے نصاب کی حد کو پہونچے نہ دوسرے سے بلکہ تو زکوٰۃ مستحب اُس سے تعلق کریگی اِسلیے کہ نصاب کا نام اُسپر اطلاق پاتا ہے دوسرا مسئلہ جو کسی نصاب کا تجارت کیلیے اُس مال مین سے کہ جسمین زکوٰۃ واجب ہے مالک ہو جیسے چالیس بکریان اور تیس گائین ہین اور سال بھر اُسکے پاس رہین تو اِس صورت مین مال کی واجب زکوٰۃ دے اور سنتی زکوٰۃ مال تجارت والی ساقط ہے اور دونون زکاتین نہین ہین اور

بعضے فقہانے کہا ہے کہ دونون زکاتین ہین ایک واجبی دوسری سُنتی اور یہ قول مال تجارت کی زکوٰۃ کے واجب جاننے پر مشکل پڑتا ہے جیسا کہ بعض فقہانے کہا ہے اِسلیے کہ ایک مال ہین دو زکاتین واجب نہین ہوتین تیسرا مسئلہ اگر چالیس چوپائے چرائی کے تجارت کو اور چالیس چرائی کے چوپایون سے سال کے اندر بدلے تو اِس صورت مین مال کی واجبی زکوٰۃ اور سنتی زکوٰۃ دونون ساقط ہین اور معاوضے کے وقت سے نئے سرے سے سال کا حساب ہوگا بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر سال گزریگا تو مال کی واجب زکوٰۃ ثابت ہوگی نہ تجارت کی سنتی گو سال کے اندر مبادلہ ہوا ہو اسلیے کہ عین مال کا اختلاف زکوٰۃ کے وجوب کا مانع نہین جس صورت مین کہ پورے سال بھر مالک وہی نصاب رکھے اور پہلا قول اشبہ ہے چوتھا مسئلہ جبکہ مال مضاربت مین نفع ظاہر ہو تو پونجی کی زکوۃ صاحب مال پر ہے اور نفع کی زکوٰۃ مالک مین اور مضارب مین ہے اور حصۂ مالک کو پونجی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ نکالین گے خواہ کم ہو خواہ زیادہ ہو اِسلیے کہ اُسی کی پونجی نصاب ہے اور مستحب نہین ہے زکوۃ مضارب کے حصے مین مگر جبکہ نصاب بھر ہو اس صورت مین زکوۃ کا نکالنا آیا سارے مال کے نقد ہونے سے پہلے ہے یا نہین بعضون نے کہا ہے نہین اسلیے کہ یہ نفع پونجی کا نگہبان ہے شاید نقد ہونے کے وقت تک کمی پڑے اور مالک کا نقصان ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ ہان نقد ہونے سے پہلے نکالنا چاہیے اِسلیے کہ فقرا کے استحقاق نے اِس سے تعلق کیا ہے اور اِسے پونجی کی نگہبانی سے خارج کر دیا ہے اور مستحق کا حق ہو گیا ہے اور یہی اشبہ ہے پانچوان مسئلہ مالک کا مقروض ہونا مالک کی زکوۃ تجارت اور زکوۃ مال کا مانع نہین گو مالک کے پاس قرضہ ادا کرنے کو اُس مال کے سوا نہو اِسلیے کہ تعلق زکوٰۃ کا عین مال سے ہوتا ہے اور اُسی مال مین مستحق کا حق ثابت ہوتا ہے پھر اِس فصل مین دو مسئلے ملحق ہوتے ہین پہلا مسئلہ عقار یعنی ملک جو کانین اور حمام اور کاروانسرا وغیرہ کی طرح کی جو منفعت کیلیے مول لیتے ہین اُسکے حاصل مین سے زکوٰۃ نکالنا مستحب ہے گو نصاب سے بھی کم ہو بلکہ چالیسوان حصہ دینگے گو ایک درہم بھی ہو اور اگر نصاب کی حد پر پہونچے اور سال گزرے تو زکوٰۃ دینا واجب ہے اور کپڑے اور گھر اور سامان خانہ داری اور اور اسباب جو جمع کرنے کے لیے پالین اُنمین زکوٰۃ سنت نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین

کہ صاحب مدارک نے عقار کی تفسیر مین دُکانین اور حمام اور کاروانسرا اور مثل انکے بیان کیے ہین اور لغت مین پانی اور زمین کے معنون مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ لغوی معنی مراد نہین اسلیے کہ زمین اور پانی کا حاصل غلہ ہے یا ترکاریان وغیرہ ہین اور انہین مطلق زکوۃ کے استحباب کا حکم نہین بلکہ نہین واجب اور بعضون مین مستحب ہے اور انہین نصاب کی شرط معتبر ہے اور دکانون وغیرہ کے حاصل مین معتبر نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ صاحب تذکرہ کہتے ہین کہ انہین عموم سے نہ نصاب کا اعتبار ہے نہ سال گزرنا معتبر ہے اور شہید علیہ الرحمہ نے ان دونون کے اعتبار کو قریب جانا ہے بس اگر حاصل وہ مال ہوگا کہ جسمین زکوۃ واجب ہے اور نصاب کو پہونچیگا اور سال گزریگا تو شرائط کے تحقق پر زکوۃ واجب ہوگی اور استحباب ساقط ہو جائیگا دوسرا مسئلہ جو گھوڑیان جنگل مین چرا کرتی ہون اور ان پر سال گزرے تو ہر عربی گھوڑی پر فی راس دو دینار اور ہر غیر عربی پر فی راس ایک دینار زکوۃ مستحب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ گھوڑیون مین شرط مثل اونٹون کے بار برداری اور سواری وغیرہ کے کامون کی اور مشترک نہون اسلیے کہ اگر ایک دو شخصون کی ملک مین ہو گی تو زکوۃ نہین ہے اور اگر دو شخصون مین جسکا حصہ پورا ایک گھوڑی کا ہوگا تو اُسپر زکوۃ مستحب ہے **تیسری نظر** زکوۃ کے مستحق مین اور ادا کرنے کے وقت مین اور زکوۃ کی نیت مین ہے **قول** مستحق مین ہے اور یہ قول کئی قسمون مین منحصر ہے **پہلی قسم** مستحقون کی قسمون مین اور مستحق سات صنف کے ہین پہلی صنف فقیرون اور مسکینون کی ہے اور یہ وہ لوگ ہین کہ جنکا مال اُنکے سال بھر کے خرچ سے کم ہو اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ جنکا مال زکوۃ والی جنسون کی ہر نصاب سے کم ہو پھر بعضے لوگ فقیر اور مسکین کو ایک معنی مین لیتے ہین اور بعضے باریتعالی کے اس قول مین إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ یعنے صدقے فقط فقیرون اور مسکینون کے لیے ہین۔ فقیر اور مسکین مین فرق نکالتے ہین اور کہتے ہین کہ فقرا اور مساکین مین واو عطف ہے یعنی اور کے معنون مین ہے اور عطف معطوف مین اور معطوف علیہ مین تغایر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور پہلا قول یعنی دونون کو ایک ہی معنون مین لینا اشبہ ہے اور عطف تفسیری ہے اور جو اور اپنے جورو بچون بھر کا کما سکتا ہے اُسے زکوۃ لینا حلال نہین اسلیے کہ وہ بھی مالدار کی طرح پر ہے اور یہی حکم یعنی زکوۃ کا حلال نہونا پیشے اور حرفے والے

لوگون کے لیے ہے اور اگر اُس صنعت او پیشہ سے اُنکی ضرورتون مین پوری نہ پڑتی ہو تو زکوۃ لینا
درست ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ انھین اُنکی باقی ضرورت بھر کا عطا کیا جائیگا اور صاحب
شرایع فرماتے ہین کہ یہ شرط نہین ہے بلکہ جب وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اُسے جسقدر دینگے جائز ہے
اسیلیے کہتے ہین کہ کبھی زکوۃ تین سے دینار والے پر حلال ہوتی ہے اور پچاس دینار والے حرام
ہوتی ہے اور یہ بات اِس اعتبار سے ہے کہ پہلا اپنی قدر کفایت کے حاصل کرنے مین عاجز ہے اور
دوسرا اپنی قدر کفایت کے حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور فقیر کو زکوۃ دینگے گو اُسکا ذاتی گھر ہو
اور اُسکے پاس خدمتگار ہو اُسکی خدمت کو بلکہ اُسے خدمتگار اور گھر کی احتیاج ہو جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ علامہ علیہ الرحمہ نے کتاب تذکرۃ الفقہا مین لکھا ہے کہ اگر فقیر کے رہنے کا گھر
اُسکی حاجت سے بڑھکر ہو اور وہ اس زیادتی کو بیچنا او اُسکی قیمت اُسکے سال بھر کے خرچ کو کافی پڑتی
ہو تو ایسے فقیر کو زکوۃ سے محروم رکھنے مین مشکل ہے اور اگر اُسکا گھر بھاری قیمت کا ہو تو اُسے یہ
تکلیف نہ دینگے کہ اِسے بیچکر کوئی ہلکا سا رہنے کو مول لیلے بلکہ اُسے زکوٰۃ کے مال مین سے دیسکتے ہین
اور اسیطرح پر غلام اور گھوڑے کا ہونا اور پرتکلف لباس کا ہونا اُس شخص کے لیے کہ جو غلام کا اور
گھوڑے کا اور ایسے کپڑون کے رکھنے کا خوگر ہے کچھ زکوۃ دینے کا مانع نہین ہے ہان اگر ان
چیزون کا خوگر نہوتا اور پھر انھین رکھتا تو فقر سے خارج ہو جاتا اور ایک گھوڑے اور ایک خدمتگار
سے زیادہ کی اُسے احتیاج ہو تو اُسکا حکم ایک خدمتگار رکھنے والے کا حکم ہے اور جو شخص فقیر ہونے کا
دعویٰ کرے پھر اگر اُس شخص کا سچ یا جھوٹ معلوم ہو تو اپنے علم کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اگر
جھوٹ سچ کچھ نہ معلوم ہو تو اُسے زکوٰۃ مین سے دے اور اُس سے فقیر ہونے پر قسم نہ لے خواہ وہ
کمزور ہو خواہ طاقتدار ہو اور یوہین اُس سے قسم نہ لے اگر اُسکے پاس مال تھا اور اب وہ کہے کہ
ضایع ہو گیا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ضایع ہو جانے کے دعوے پر اُس سے قسم لین گے اور فقیر کو
یہ کچھ جتا دینا واجب نہین کہ یہ زکوۃ کا مال ہے پس اگر فقیر اُن لوگون مین سے ہو جو اپنا مرتبہ زکوٰۃ
لینے سے بلند جانتے ہون اور استحقاق رکھتا ہو تو اُسے زکوٰۃ کا مال ہدیہ اور صلے کے طور سے دینا
جائز ہے اور اگر کسی کو زکوۃ کا مال مستحق اور فقیر کے اعتبار سے دین پھر مالدار ہونا ظاہر ہو تو مقدور بھر
اُس سے پھروا منگائین اور اگر یہ پھیرنا دشوار ہو گا تو اُسکے ذمے مستحق کا دین رہیگا اور عطا کرنیوالا

ضامن اور تاوان دینے کا ذمہ دار نہین خواہ مالک ہو خواہ عامل امام علیہ السلام ہو خواہ خود امام علیہ السلام ہون اور یہی حکم ہے جبکہ ظاہر ہو جائے کہ استحقاق زکوٰۃ کا مدعی کافر ہے یا فاسق ہے یا مالک زکوٰۃ پر اسکا نفقہ واجب ہے یا ہاشمی یعنی سید ہے اور زکوٰۃ دینے والا غیر سید ہے یعنی مقدور بھر پھیرین گے اور مجبوری میں مستحق کا دین اسکے ذمے رہیگا اور عطا کرنیوالا ذمہ دار نہ ہو گا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دینے والے پر ضمان یعنی ذمہ داری تاوان کی نہونا اُس صورت مین ہے کہ زکوٰۃ کے لینے والے کے حال سے پوچھنے مین اجتہاد کر لیا ہو گو اُسنے لینے والے سے پوچھ لیا ہو اسلیے کہ محض اُسکی خبر پر اکتفا نہین کر سکتا ہے اور بے اجتہاد یعنی بید ریافت مین کوشش کے اگر دیدیگا اور ظاہر ہو گا کہ مستحق نتھا تو دینے والا ضامن اور ذمہ دار ہوگا دوسری قسم کے مستحق زکوٰۃ عامل ہین جو زکوٰۃ کو نیابت امام علیہ السلام سے جمع کرتے ہین انمین چار صفتون کا ہونا واجب ہے ایک مکلف ہونا یعنی بالغ اور عاقل ہونا دوسرے ایمان دار ہونا تیسرے عادل ہونا چوتھے فقیہ یعنی دینی مسائل کو جاننے والے ہونا ہے اور اگر دینی مسائل مین فقط زکوٰۃ کے مسائل کے جاننے والے پر کہ جنکی احتیاج پڑتی ہے اکتفا کرین تو یہ بھی جائز ہے اور ہاشمی یعنی سید نہونا اسلیے کہ غیر ہاشمی کی زکوٰۃ ہاشمی پر حرام ہے اور آزاد ہونے کے اعتبار مین تردد ہے اور امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ اُسکی محنت کا حق خواہ کام پر قرار دین خواہ مدت پر معین فرمائین اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ علمائے آزادی کی شرط عامل مین اعتبار کرنے کے باب مین اختلاف کیا ہے شیخ نے اِس شرط کے اعتبار کرنے کو اختیار کیا ہے اور کتاب معتبر مین اِسپر دلیل یہ بیان کی ہے کہ عامل زکوٰۃ مین سے کسی حصہ کا مستحق ہوتا ہے اور غلام کسی چیز کا شرع کی روسے مالک نہین ہوسکتا ہے رہا اُسکا آقا تو اُسنے عامل کا کچھ کام نہین کیا ہے پھر اِسکا جواب آپ ہی دیا ہے کہ غلام کا کام کرنا مثل اُسکے آقا کے کام کرنے کے ہے اور علامہ علیہ الرحمہ نے مختلف مین اِس شرط کے نہ اعتبار کرنے کو قوت دی ہے اِس سبب سے کہ غرض شرعی نکلتی ہے اور اِس سبب سے کہ عامل بننا بھی ایک طرح کا اجارہ ہے اور غلام اپنے آقا کی اجازت سے اِسکی صلاحیت رکھتا ہے اور معتبر مین مصنف کا بھی میلان اِیطرف ظاہر ہوتا ہے اور اِسمین کوئی مضائقہ نہین لیکن مکاتب غلام کے عامل ہونیکے جائز ہونے مین

توکوئی شک ہی نہین اسلیے کہ اُسے مالک ہونے کی اور کمانے کی مال کے شرع کی روسے صلاحیت ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زکوٰۃ کے مسائل کی معرفت عامل زکوٰۃ مین اُسوقت مین معتبر ہے کہ جسوقت اُسکے ساتھ کوئی عالم نہو اور جبکہ اُسکے ساتھ کوئی عالم ہو تو اُسکا جاننا کفایت کرتا ہے تیسری صنف کے مستحق زکوٰۃ مؤلفۃ القلوب ہین اور یہ وہ کافر ہین کہ جنکی استمالت اور تالیف اِس غرض سے کرتے ہین کہ وہ جہاد مین آوین اور مؤلفۃ القلوب مسلمانون مین معلوم نہین یعنی بعضے فقہا نے مؤلفۃ القلوب کی دو قسمین کی ہین اور کہتے ہین کہ ایک قسم بعضے کافرون کی ہے اور ایک قسم بعضے مسلمانون کی ہے اور محقق صاحب شرایع علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ مؤلفۃ القلوب وہی بعضے کفار ہین اور ہمپر ثابت نہین ہوا کہ مسلمان بھی مؤلفۃ القلوب ہوتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون مین مؤلفۃ القلوب کے ثابت نہونے کا محقق پر نہایت تعجب ہے کیونکہ اِسلام سے قلبی اسلام مراد لیتے ہین تو اُسکا عالم خدا ہے یا رسوؐل ہین اور وہ تھوڑے ہی ہونگے اور اگر اقرار زبانی اور تصدیق خیالی مقصود ہے تو اُسے خدا ہی اور اُسکے انبیا اور اولیا واقف ہین اور سب خلائق کے سامنے اسکا مدار بھی فقط اظہار زبانی پر ہے اور قطع نظر اِسکے عہد رسالت عہد مین کیا ایسے مسلمان نہ تھے کہ جو طمع سے اِسلام لائے تھے اور جہاد مین شریک ہے تھے اور حضرت غنیمت دیا کیے اور وہ حصے لیا کیے اور شدت پر ساتھ چھوڑ دیا کیے کہ آج تک اُنھین کچھ لوگ بُرا کہتے ہین اِسی سے یقین ہی کہ محقق علیہ الرحمہ بھی اُنھین بُرے سمجھنے والون مین پھر ممکن ہے کہ زکوٰۃ لینے والے مؤلفہ وہی لوگ یا اُنکے پیرو ہون اور ہوسکتا ہی کہ اتفاق دلی سے منافق اور طمع سے اور کافرونکی طرحکی ترغیب کے اعتبار سے مؤلفہ سے نامزد ہون پھر انکار ثبوت کا بغیر کی نظر کے معلوم نہوا ہی چوتھی صنف کے مستحق فی الرقاب یعنی تین طرح کے غلام ہین ایک مکاتب کہ جنکے آقانے انپر شرط کرکے لکھدیا ہی کہ اتنا مال اپنی کمائی سے حاصل کرکے دین تو آزاد ہو جائین دوسرے وہ غلام ہین کہ نہایت شدت مین اور سختی مین ہین کہ اُنکے آقا سخت محنت مشقت مین اُنھین رکھتے ہین تیسرے صرف غلام گو سختی مین نہون اُنکو بھی زکوٰۃ سے مول لیکر آزاد کرنا جائز ہے لیکن اِس شرط سے جب کوئی اور مستحق نہو اور روایت مین وارد ہوا ہی کہ چوتھی قسم اور بھی ہے اور یہ وہ ہے کہ جسپر کفارہ واجب ہوا ہے اور اُسے غلام میسر نہو کہ وہ کفارے مین آزاد کرے اُسکی طرف سے زکوٰۃ کے مال سے غلام مول لینگے

اور آزاد کرینگے اور آیتین مصنف علیہ الرحمہ کو تردد ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے
تردد کی وجہ مین فرمایا ہے کہ وہ کفارہ کو مخیر ہے یعنی اختیار ہے کہ چاہے غلام کو آزاد کرے یا تخییر
کی دوسری تیسری جو فردین ہین جسے چاہے انہین سے بجا لائے تو اس صورت مین عجز باقی
نہین رہنے کا اور اگر مرتب ہے تو بھی مجبوری اسکو نہ ہوگی اور بدلوادیگی تو اس صورت مین بھی احتیاج
نہ رہی اور نص اس صورت مین غلام اسکی طرف سے مال زکوٰۃ سے خرید کرکے آزاد کرنے کے
جائز ہونے مین وارد ہے اور بہت جید یہی ہے کہ کفارہ دینے والا خود مول لیکر آزاد کریگا اور
مکاتب کو فی الرقاب کے حصہ سے یعنی غلامون کے حصے مین سے اسوقت دینا چاہیئے کہ جب
اسکے پاس وجہ کتابت مین دینے کو نہو اور اگر مکاتب غلام زکوٰۃ کو مکاتب غلامون کے حصے مین
سے لیکر کتابت کی وجہ مین دینے کے سوا کسی اور کام مین صرف کرے تو اس سے پھیر لینا جائز ہی
اردو مترجم کہتا ہے کہ یہان جواز کے عام معنی مراد ہین پس اس صورت مین اسکا دینا کافی نہوگا
تو اس سے پھیرکر یا دوسرے کو دینا واجب ہوگا یا وجہ کتابت مین خرچ کرنا واجب ہوگا اور اگر یہ کہا جائے
کہ دینے والے کو اختیار ہے کہ خواہ اسی سے پھیرلے خواہ دوسری مرتبہ مکاتب کے مال مین سے
واجب نکال لے تو اس صورت مین جواز کو اسکے خاص معنون مین لینا جائز ہے اور بعضے فقہا
نے کہا ہی کہ اس سے پھیر لینا جائز نہین اردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ وغیرہ کو پھیر لینا نہ جائز ہونے کا
یقین اس سبب سے ہی کہ دینے والا اس حکم کا مامور تھا کہ مکاتب کو اسواسطے دے کہ وجہ کتابت مین
اپنے آقا کو پہونچا دے سو اسنے حکم کے موافق اسے دے دیا اور امتثال حکم کا ہوگیا اور یہ اجزاء
کو کافی ہے اور مصنف معتبر ہین یون اشکال لائے ہین کہ اسے دینے کی یہ وجہ ہے کہ اپنے
آقا کو وجہ کتابت مین پہونچا دے اب اس سے اس مخالفت کی وجہ سے پھیر لیا جائے گا
اور صاحب مدارک کہتے ہین کہ یہی بات جید ہے مگر یہ ہیچکارہ کہتا ہے کہ دو مکلف یعنی مالک
اور مکاتب دو حکمون کے مامور ہین مالک تو اس امر پر مامور ہے کہ مکاتب کو اسلیے دے کہ وہ
اپنے آقا کو پہونچا دے اور مکاتب اس امر کا کہ لیکر اپنے آقا کو دیدے اور مالک نے اسلیے مکاتب
کو دیا کہ اپنے آقا کو پہونچا دے اور مکاتب نے لیا اور اسے وجہ کتابت مین اپنے آقا کو ندیا تو اس صورت مین
مالک کیطرف سے تو امتثال ہوگیا البتہ مکاتب کیطرف سے امتثال نہین ہوا اسپر واجب ہے

کہ پہونچادے اور غیر مصرف مین صرف کرے کا گنہگار ہوا مالک کو سکا دینا کافی دینا انصاف کے خلاف ہے ہان اگر یہ حکم ہوتا کہ مالک مکاتب کا حصہ خود دیسکے آقا کو دیجا تا بت ہین پہونچادے تو اسکی طرف سے امتثال نہوتا اور جب یہ حکم ہے کہ مکاتب کو اسلئے دیے ہوا سنے اسلیے دیا اور اُسنے حکم کے موافق نکیا تو وہ گنہگار ہوا نہ مالک اور اگر یہی امر ہے تو مکاتب پر کیا حصر ہے جو مستحق زکوٰۃ کسی غیر مشروع امر مین صرف کرے تو اُسے روکے یا پھیرے کہ مخالفت امر شارع ہو لیکن نہ مکاتب اور کسی قسم کے مستحق پر اور مالک پر منحصر نہین ہر شخص کو بلکہ ہر شخص پر بُری بات سے روکنا جائز بلکہ مقدور بھر واجب ہے کیونکہ امر بالمعروف یعنی اچھے کام کے کرنے کو مقدور بھر کوشش سے کہنا اور النہی عن المنکر یعنی بُرے کامون سے امکان بھر روکنا واجب ہے کچھ تخصیص نادر ہے ہان مالک کی معطی ہونیسے انفاذ مین زیادہ دخل سے زیادہ قبول اثر کا محتمل ہو تو ہو اور اگر کوئی غلام مکاتب ہونے کا دعوی کرے تو قبول کر لیا جائیگا اور مکاتبون کے حصے مین سے اُسے بھی دیا جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ بے ثبوت یا قسم کے قبول نہین کر سکتے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر غلام مکاتب ہونیکا دعوی کرے اور اُسکا آقا اُسکی تصدیق کرے یا اُسے نہ جھٹلائے تو اُسکی تصدیق اور دعوی قبول کر لین گے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ جبتک مکاتب کو اُسکا آقا نہ جھٹلائے اُسوقتتک صحیح یہ ہے اُسکا سچا جاننا ہے اور اگر مالک اُسکی تصدیق کرے تو اُسکے سچے جاننے کا جواز اولی ہے اور اکثر کہا جاتا ہے کہ نہ مانین گے جبتک ثبوت نہ ہوگا یا پیشہ کرتے نہ سُن لین گے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپسمین اتفاق کر لیا ہو پانچوین قسم کے مستحق قرضدار ہین کہ جنھون نے قرض لیکر بُرے گناہ کے کامون مین خرچ نہین کیا ہے اور جنھون نے بدکاری مین خرچ کیا ہے اُنکا قرضہ مال زکوٰۃ سے ادا نہین کر سکتے ہان اگر قرضدار توبہ کرے تو اُسے مال زکوٰۃ کے فقیرون کے حصے مین سے دے سکتے ہین اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ قرض لیکر کس امر مین صرف کیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسے نہین دے سکتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ دیسکتے ہین اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ نہین دے سکتے ہین اور اصح یہ ہے کہ دے سکتے ہین اور یہی ابن ادریس و مصنف اور ایک جماعت کا مذہب مختار ہے اور اگر کسی فقیر کے ذمے مالک کا قرض ہو تو اُسے اُتنا زکوٰۃ مین سے

کاٹ لینا جائز ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ مراد کاٹ لینے سے یہان یہ ہے کہ مالک یعنی زکوٰۃ
دینے والا مال زکوٰۃ مین سے اپنے قرضے بھر کے گرا دینے کا قصد کرے اور فقیر سے مراد وہ ہے
کہ سال بھر کے قوت پر تو قدرت رکھتا ہو مگر اپنا قرضہ ادا نہ کر سکتا ہو — اور اسیطرح پر اگر فقیر
قرضدار مر جائے تو اُسکا قرضہ مال زکوٰۃ سے ادا کر دینا اور کاٹ لینا جائز ہے اور اسیطرح یہ
حکم اُن لوگون کا ہے جنکا نفقہ یعنی روٹی کپڑا مالک پر واجب ہے جب اُنمین سے کوئی قرضدار
ہو تو مالک اُسے مال زکوٰۃ مین سے ادا کر سکتا ہے خواہ وہ قرضدار جیتا ہو یا مر گیا ہو اور اسیطرح
اپنا قرضہ اُسکے ذمّے کا مال زکوٰۃ مین سے مجرا لے سکتا ہے اور اگر قرضدار اپنے قرضخواہون
کے حصّون کو جو اُسے پہونچا دینے کو ملتے ہین اُنھین نہ دے اور کہین خرچ کر ڈالے تو اُس سے
پھیر لین گے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ اِسکی تعلیل مصنف
نے کتاب معتبر مین یون کی ہے کہ اِسمین مالک کے قصد کی مخالفت ہے اِس سے پھیر لیگا اور
شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب مبسوط مین کہا ہے یہ اور اوپر کی صورتون مین کہین نہ پھیریگا اسلیے
کہ قبضہ دیکر مالک نے اُس مال کا مالک کر دیا ہے پھر اُسپر اُسے کچھ اختیار نہین رہا اور مصنف کہتے
ہین کہ اُسے مالک نے قرضخواہون کے دینے کے لیے مالک کیا ہے اُسے اُسکے سوا مین صرف
کرنا جائز نہین اور یہی قول اچھا ہے - اور جو قرضداری کا دعویٰ کرے اور قرضخواہ اُسکی تصدیق
کرے تو قبول کر لین گے اور اسی طرح پر قبول ہوگا کہ جب قرضخواہ جھوٹا سچا نہ کہتا ہوگا اور بعضے
کہتے ہین کہ جب دعوی قرضداری کا قرضخواہ کی تصدیق اور تکذیب سے عاری ہوگا تو قبول نہوگا
اور قبول کرنے کا قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علامہ علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ اگر کوئی قرضدار اپنے ذمے کے اپنے قرضے کے ادا کرنے بھر کی استطاعت تو رکھتا ہے
لیکن اپنے مال سے ادا کرنے پر فقیر ہوا جاتا ہے تو اقرب یہ ہے کہ اُسے بھی مال زکوٰۃ مین سے
قرضہ ادا کرنے کو دے سکتے ہین اِسلیے کہ وہ بھی مستحق کا حکم رکھتا ہے اور کچھ یہ شرط نہین کہ اپنا
مال دیکر فقیر بنکر زکوٰۃ کا مال لے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ قرضداری
کے دعوے مین قرضخواہ کی تصدیق تکذیب سے عاری ہونے پر اکثر نہ قبول کرنا اولیٰ ہے
اِسلیے کہ قرضخواہ تو اپنے قرضے پر دلیل قائم کرنیوالون مین سے ہے اور احتمال ہے کہ مصنف

اگر کوئی کسی بھی مراد عدم قبول ہو۔ اور مین نے اِس قبول کی تصریح کہیں نہین دیکھی اور کہا گیا ہے اگر کوئی شخص جسکا روٹی کپڑا زکوٰۃ نکالنے والے پر واجب ہو اور وہ شخص قرضدار ہو تو وہ ذاتے زکوٰۃ کے مال مین سے قرضخواہون کے دینے کو حصّہ دیسکتا ہے اور کتاب تذکرہ اور منتہی المطلب مین مذکور ہے کہ جو کوئی آپس کی اصلاح کی وجہ مین قرضدار ہو جائے اُسکا قرضہ بھی زکوٰۃ سے ادا کرسکتے ہین گو خود بھی مالدار ہو شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جائز ہے کہ قرضدار کے ذمّے بھر کا زکوٰۃ کے مال سے مجرا کرلین اور جائز ہے کہ اُسکے ذمّے کا قرضہ زکوٰۃ سے ادا کردین خواہ قرضدار جیتا ہو خواہ مرگیا ہو یا مالک پر اُسکا روٹی کپڑا واجب ہو اور قرضہ ادا کرنے مین قرضدار کی اجازت لینا شرط نہین اور بعضون نے کہا شرط یہ ہے کہ اُسکا ترکہ اُسکے قرضے کو وفا نکرتا ہو اور یہ شرط نہونا اقرب ہے چھٹی قسم فی سبیل اللہ یعنی راہ خدا مین اور وہ خاص جہاد ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اسمین خلق خدا کی مصلحتین کمثل پل مسجد بنانے کے اور حج کرنیوالے کی اور عتبات عالیات کے زائرون کی مساعدت کے داخل ہین اور یہی قول اشبہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ شیخ علیہ الرحمہ نے نہایہ مین فرمایا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی ہے کہ سبیل کا اطلاق اسی طرف پھرتا ہے اور کتاب طروف مین فرمایا ہے کہ اسمین غازیون کی حاجتون کی معونت اور قرضدار زندے مُردون کے قرضے کی ادا اور پلون کا اور مسجدونکا بنانا اور سب امور خیر اور مصالح اسمین داخل ہین اور یہی ابن ادریس اور سارے پچھلے فقہا کا مذہب ہے اور یہی مفید ہے۔ اور شیخ علیہ الرحمہ نے بھی یہی کہا ہے مگر یہ شرط لگائی ہے کہ سب امور خیر کہ جو قربت خدا کے موجب ہین اور اُنہین مالدارون کی معونت نہین اسمین داخل ہین اور انہین امور خیر مین سے محتاج مُردونکو کفن دینا ہے اور غازیون کو زکوٰۃ کے مال مین سے جسے اُنکے حال کے موافق اور اُنکے حاجتون کے کافی دینگے گو وہ خود بھی مالدار ہون اگر وہ خدا کی راہ مین لڑین اور اگر راہ خدا مین نہ لڑینگے تو پھیر لین گے اور جب امام علیہ السلام ظاہر مین تشریف نہ رکھتے ہون تو مجاہدون کا حصّہ ساقط کردینگے اور اُسے بھی امور خیر و مصالح مین صرف کرینگے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے امور خیر کے فی سبیل اللہ مین ہمارے مذہب سے داخل ہونے پر تو صرف کرنا ظاہر ہے اور فقط جہاد ہی سے مختص ہونے پر یہ حصہ یا تو ساقط ہو جائیگا یا پورا پورا صرف

کے وقت آنے تک جمع رکھا جائیگا اور کسی اور کام مین صرف نہ کیا جائیگا اور کبھی غیبت امامؑ
مین بھی جہاد کا وجوب ممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ کتاب الجہاد مین بیان ہو گا بس اس تقدیر پر
غازیون کا حصہ بھی باقی رہیگا اور یوہین غیبت کے زمانے مین عاملون کے اور مؤلفۃ القلوب کے
حصے ساقط ہو جاتین گے اور زکوٰۃ منحصر انھین باقی قسمون مین رہیگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ
صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ باقی رکھنا اور ساقط نہ کرنا اصح ہے اسلیے کہ
غیبت مین جہاد کے وجوب کے امکان سے تالیف کی احتیاج بھی ممکن ہے اور غازیون کے حقون کے سقوط پر جس امر
کو دلالت ہی اس سے ہم واقف نہین ہین اِسیواسطے شہید علیہ الرحمہ نے کتاب غنیہ مین باقی رکھنے کا
یقین کیا ہی ساتوین صنف ابن سبیل وہ راہ مین کا درماندہ مسافر ہی گو اپنے شہر مین مالدار ہو اور اسیطرح
مہمان مسافر اس شرط سے ہی کہ ضیافت کی احتیاج رکھتا ہو تو جائز ہی کہ مال زکوٰۃ سے اُسکی ضیافت کرین گو
وہ مسافر مہمان اپنے شہر مین مالدار بھی ہو اور فقہا نے کہا ہی کہ زکوٰۃ کی ادا کی نیت مہمان کے کھانا شروع کرنیکے وقت ہی اور جسقدر
کہ وہ کھائیگا اُسیقدر محسوب ہو گا اُردو مترجم کہتا ہی کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ انکا اپنے شہر مین مالدار ہونا شرط نہین
اسلیے کہ سبیل کے معنی فقط راہ کے ہین نہین تو قسیم شئے قسیم شئے ہو جائین گے اور آیا یہ بھی شرط ہی
کہ قرض لیکر اپنے شہر کی جائداد وغیرہ بیچکر دینے سے عاجز ہون یا نہین ظاہر یہی ہی کہ ہی تاکہ عجز بھی
پایا جائے اور مصنف علیہ الرحمہ نے معتبر مین اِس شرط کا اعتبار نہین کیا ہے اور اعتبار نہ کرنا
نص کے اطلاق پر عمل کرنے سے کچھ بعید نہین اور انکی کفایت بھر کھانا کپڑا سواری اُنکے حال
کے موافق معتبر ہے اور انھین اُنکے شہر کیطرف روانہ کرنے مین اُنکی مطلوب ضرورت کیوقت
سے پیشقدمی واجب نہین ہے۔ اور ضرور ہے کہ اِن دونون کا سفر مباح ہو اور اگر معصیت اللہ
سفر ہو گا تو انھین کچھ نہ دے سکین گے اور مسافر کو اُسکے شہر تک پہونچنے ہی کے موافق دینگے
اور جو کچھ خرچ سے بچ رہیگا وہ پھیر دیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ پھیر دینا واجب نہین اُردو مترجم
کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ یہ مسئلہ فی الرقاب والے مسئلے کی طرح ہے اور مصنف نے
معتبر مین کہا ہے کہ دینے والے کو حصر کرنے سے پھیر لینا ہی وجیہ ہے اور یہی بہتر ہے۔ دوسری
قسم مستحقون کی صفتون مین پہلی صفت ایمان ہے بس کافر کو اور ناحق پر اعتقاد رکھنے والے کو
کچھ نہین دیسکتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ ایمان سے یہان پر اُسکے خاص معنی مراد ہین اور

یعنی اہل بیت علیہم السلام کی محبت کے ساتھ کا اسلام ہے اور اس وصف کا اعتبار امامیہ مذہب
مین اجماعی ہے - اور فطرے کی زکوٰۃ مستضعف لوگون کو دے سکتے ہین اور مال کی زکوٰۃ نہین
دے سکتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ فطرے کی زکوٰۃ مین علماء کے کلام مین اختلاف واقع ہے
بہت سے اکثر علما کہ جیسے شیخ مفید اور سید مرتضی اور ابن جنید اور ابن ادریس علیہم الرحمہ ہین یہ
کہتے ہین کہ مال کی زکوٰۃ کی طرح فطرے کی زکوٰۃ بھی غیر مومن کو دینا مطلق جائز نہین اور شیخ رح
اور اُنکے پیرو کہتے ہین کہ مومن کے نہونے پر ایسے مستضعف کو جو اہل حق سے دشمنی نرکھتا ہو دینا
جائز ہے - اور مال کی زکوٰۃ مومنون کے بچون کو دیجائیگی اور غیر مومن کے بچون کو نہ دیجائیگی
اور کوئی مخالف اپنی زکوٰۃ اپنے مذہب والے کو دے اور پھر شیعہ ہو جائے تو اُس زکوٰۃ کا
اعادہ کریگا یعنی دوبارہ مستحق مومن کو دیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ ساری عبادتون مین فقط اسکے اعادہ
کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ ایک تو نص اسمین وارد ہے اور دوسرا یہ سبب ہے کہ زکوٰۃ مثل
قرض کے ہے اور اسنے اسکے حقدار کو نہین دیا اور غیر حقدار کو دیا ہے تو اگر اُسکے پاس وہ زکوٰۃ
کا دیا ہوا عین مال باقی ہو تو اِس تازہ مومن کو اُس غیر مستحق سے پھیر لینا جائز ہے دوسری
صفت عدالت ہے اور اِس صفت کو بہت سے عالمون نے اعتبار نہین کیا ہے اور بعضون
نے اعتبار بھی کیا ہے کہ کبیرہ گناہون سے مثل شرابخواری اور زنا مجتنب ہو نہ صغیرہ گناہون
سے مگر صغائر کے ارتکاب سے اور اُنپر اصرار سے فاسقون مین داخل ہو جائے اور پہلا قول
اقوی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے شیخ شہید کے کلام سے نقل کیا ہے کہ عدالت
وہ ایک ایسی مضبوط دائمی ہمت ہے کہ جسکے سبب سے ایسی نوع کی پرہیزگاری لازم ہوتی ہے کہ جس سے
کوئی کبیرہ گناہ صادر نہین ہوتا اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہین ہوتا اگر کبھی کبیرہ گناہ ہو جائے یا صغیرہ پر
اصرار ہو جائے تو توبہ سے اُسکا تدارک کرے اور یہ قید اسلیے ہے کہ عدالت مین مروت بھی
اور اور مقامون مین شرط ہے اور دونون ابن بابویہ اور سلار اور ابن جنید علیہم الرحمہ نے
زکوٰۃ کے استحقاق مین اکیلے ایمان کو شرط کیا ہے اور عدالت کو کسی معنی سے شرط نہین کیا ہے
اور یہی مصنف کا اور عموماً سارے متاخرین کا یہی مذہب ہے تیسری صفت یہ ہے کہ مستحق کا
روٹی کپڑا مالک یعنی زکوٰۃ نکالنے والے پر واجب نہو جیسے مان باپ گو کتنے ہی بلند ہون یعنی باپ کا

باپ وغیرہ اور جیسے اولاد کتنی ہی پست ہو یعنی اولاد کی اولاد وغیرہ اور جیسے جورو لونڈی غلام ہین کہ انھین زکوٰۃ نہین دیسکتے ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ واجب النفقہ کو اصل نفقے کے لیے مال زکوٰۃ کا دینا واجب نہین ہان اگر وجہی نفقے کے سوا توسعے کے لیے دین تو اقوی قول پر جائز ہے۔ اور انکے سو نسب مین کے قریب عزیزون کو گو کیسے ہی نزدیک ہون زکوٰۃ دینا جائز ہے جیسے بھائی چچا اور اگر واجب النفقہ امام علیہ السلام کی طرف سے عامل زکوٰۃ ہو تو اُسے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے اور اسی طرح غازی اور قرضدار اور مسافر اور مکاتب کہ مالک کے واجب النفقہ ہون زکوٰۃ مین سے اپنے نفقے سے زائد ضرورتون کے لیے مثل باربرداری وغیرہ کے لے سکتے ہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ مالک کے واجب النفقہ کے واجب النفقہ لوگونکو زکوٰۃ دینا جائز ہے جبکہ وہ واجب النفقہ لوگ انھین نفقہ نہ دیسکتے ہون جیسے بہو اور بیٹے کے لونڈی غلام اور سوتیلی مان اور باپ کے لونڈی غلام اسلیے کہ اِن کا نفقہ یعنی خرچ ضروری مالک پر واجب نہین چوتھی **صفت** یہ کہ ہاشمی یعنی سید نہو اسلیے کہ سید پر غیر سید کی زکوٰۃ حلال نہین اور اُسپر اُسکے ہم نسب یعنی سید کی زکوٰۃ حلال ہے اور اگر ہاشمی اُسپر قدرت رکھتا ہو کہ اپنے رفع حوائج خمس سے کرسکے تو زکوٰۃ لینا جائز ہے گو غیر ہاشمی کی بھی زکوٰۃ ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اِس صورت مین ضرورت بھر سے زیادہ نہین لیسکتا اور ہاشمی کو ہاشمی اور غیر ہاشمی کی سنت زکوٰۃ لینا جائز ہے اور جنپر واجب زکوٰۃ لینا حرام ہے وہ لوگ بنابر اظہر کے ہاشم کی اولاد ہین اور اسوقت مین ابوطالب اور عباس اور حارث اور ابولہب کی اولاد ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ اِس سنتی زکوٰۃ لینے سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ علیہم السلام مستثنیٰ ہین اسلیے کہ اِن حضرات پر مطلق صدقہ حرام ہے اور سنتی زکوٰۃ کے حکم مین اِن حضرات کے سوا اورون کے لیے منذور یعنی مانے ہوئے اور وصیت کیے ہوئے صدقے ہین اور کفارے مین دو وجہین ہین اصح جواز والی وجہ ہے فقط دو زکاتون سے تحریم مختص رہی اور ضرورت سے مراد آٹھ پہر کا قوت ہے نہ سال بھر کا اور یہ جو کہا ہے کہ اِسوقت مین اِس سے حضرت کے زمانے سے احتراز منظور ہے کیونکہ حضرت کے زمانے مین سیدمثل حضرت حمزہ وغیرہ کے بہت تھے کہ وہ باقی نہ رہے

تیسری قسم متولی زکوٰۃ میں متولی زکوٰۃ کے تین شخص ہین مالک اور امام علیہ السلام اور عامل مالک کو پہونچتا ہے کہ اپنے ذمے کی واجب زکوٰۃ کو خود تقسیم کرے یا اپنے وکیل سے تقسیم کروا دے اور بہتر یہ ہے کہ امام علیہ السلام کے تشریف رکھنے پر انھین کی خدمت مین بھیجدے اُردو مترجم کہتا ہے اسلیے بھیجدینا بہتر ہے کہ حضرت علیہ السلام مواقع اور مواضع سے خوب واقف ہین اور اسلیے کہ مالک مستحق کے محروم کرنے کی تہمت سے محفوظ رہیگا اور اپنی بشریہ طبیعت کے میلان سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے بچا رہیگا اور ابو صلاح ابن براج نے کہا ہے کہ حضرت کی خدمت مین ظہور کے وقت اور غیبت کے زمانے مین اپنی ولایت کے مامون فقیہ کے پاس زکوٰۃ کا بھیجدینا واجب ہے اور اصح یہ ہے کہ مستحب ہی اور ظاہر مالون کی زکوٰۃ مثل مویشی وغیرہ کے حضرت علیہ السلام کیخدمت مین بھیجدینا سنت موکدہ ہے اور اگر امام علیہ السلام مال زکوٰۃ طلب فرمائین تو بھیجدینا واجب ہی اور اگر مالک حضرت کے طلب فرمانے پر بھی تقسیم کر ڈالیگا تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کافی نہین ہے تاوان دیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ کافی تو ہے مگر بانٹنے والا گنہگار ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ پہلے قول کو جو مصنف علیہ الرحمہ نے اختیار کیا ہے یہ اجود ہے اسلیے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور اسکے امتثال مین حکم کے مقتضے کے خلاف عمل مین آیا ہے اور کسی شے کا حکم خلاف کی نہی کا مقتضی ہوتا ہے اور یہ خلاف عبادت کے فساد کو مستلزم ہے اور نابالغ کا ولی مثل مالک کے اسکی زکوٰۃ نکالنے کا متولی ہے اور امام علیہ السلام پر زکوٰۃ لینے کے لیے عامل مقرر کرنا واجب ہے اور عامل کے مطالبے کے وقت مال زکوٰۃ کا اُسکے پاس بھیجدینا واجب ہے اور اگر مالک کہے کہ مین نے مال زکوٰۃ بانٹ دیا ہے تو اُسکے قول کو قبول کرلینگے اور گواہ شاہدون کی اور قسم کھلانے کی اُسے تکلیف نہ دینگے اور عامل یعنے مال زکوٰۃ کے جمع کرنیوالے کو جائز نہین کہ مستحقون کو مال زکوٰۃ بانٹ دے مگر جب کہ امام علیہ السلام اُسکو حکم دیدین تو اُسے تقسیم کرنا اور اپنا حصہ لے لینا جائز ہے اور جب امام علیہ السلام غائب ہون تو زکوٰۃ کا مال امامیہ مذہب کے امین فقیہ کے پاس بھیجدین اسلیے کہ وہ مستحقون سے خوب واقف ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقیہ سے مراد وہ شخص ہے کہ جسمین فتوے کے شرائط پائے جاتے ہون اور مامون سے وہ شخص مقصود ہے جو کسی کے حقوق شرعی حیلون سے اپنے اوپر حلال نکرلیتا ہو ہرچند کہ حیلون پر عمل کرنا جائز ہے لیکن اس باب خاص مین کمی ہمت ہے اور

مستحقون کو ضرر پہونچا تا ہے بس ایسا شخص زکوٰۃ کے مال کو بہت سے مستحقوں پر بانٹنے کا سزاوار
نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ مترجم صاحب مدارک اس قول مین کی دو وجہین چھوڑ گئے ایک تو
یہ ہے کہ حیلہ بازفقیہ کے پاس بھیجنے مین شارع علیہ السلام کی غرض کے خلاف لازم آتا ہے کہ
جس امر کے لیے اُسے اہل کیا ہے اُسمین وہ کمی کرے اور دوسری یہ بات ہے کہ اُسکی اِس حیلہ
بازی سے خلاف غرض زکوٰۃ لازم آتی ہے کیونکہ جن حکمتون کے لیے زکوٰۃ شرع مین واجب ہوئی
ہے وہ اُسکے ہاتھون چلنے نہ پائین گی۔ اور بہتر یہ ہے کہ سب صنفون پر تقسیم کرین اور ہر صنف
مین سے ایک جماعت کو خاص کرلین اِسلیے کہ سب فرقون کے سب شخصون پر تقسیم محال ہے
اور اگر ایک فرقے مین بھی سب مال زکوٰۃ صرف کرین تو بھی جائز ہے اور اگر کسی صنف مین سے
ایک شخص کو بھی خاص کرلین تو بھی جائز ہے اور غیر موجود شخص کے لیے زکوٰۃ کا حصہ درکھ چھوڑنا جائز
نہین اور اُس شہر کے مستحق ہوتے ہوئے دوسرے شہر مین کسی مستحق کے لیے بھیجنا بھی جائز نہین
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ایک شہر مین مستحق نہونے پر
دوسرے شہر مین روانہ کرنا جائز ہے اور واجب ہے کہ جو زیادہ نزدیک ہو وہان بھیجے جب
وہان بھی نہو تو میانہ مسافت والے شہر مین بھیجے اور قدرت رکھنے پر مال زکوٰۃ کے ادا کرنے مین
دیر کرنا جائز نہین اور اگر ان باتون مین سے کوئی بات کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر مال زکوٰۃ تلف
ہو جائیگا تو تاوان دینا پڑیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ ضامن ہونا اور تاوان دینا اِس وجہ سے ہے
کہ مستحق موجود ہونے پر اور شہر مین بھیجا کہ تلف ہوا یا دینے مین اِتنی دیر کی کہ جاتا رہا اور اِس مسئلے
مین خلاف نہین اور قدرت پر دیر کا جائز نہونا یہ کئی قولون مین کا ایک قول ہے اور اصح یہ ہے
کہ مہینے دو مہینے کشایش کے اور افضل مستحق کے انتظار مین دیر کرسکتا ہے۔ اور یہی حکم اُس شخص کا
کہ جسکے پاس کسی کا کچھ مال ہو اور وہ طلب کرے اور وہ نہ دے اور تلف ہو جائے تو وہ تاوان
کا ضامن یعنی ذمہ دار ہے یا اُس سے کسی نے وصیت کی ہو کہ یہ چیز فلان امر مین صرف کرنا
اور اُسمین نہ صرف کرے یا اُسے مال دے کہ اِسے فلان تک پہونچا دے اور نہ پہونچائے
تو ان صورتون مین بھی ذمہ دار رہے گا اور اگر مستحق نہ ملے تو دوسرے شہر مین بھیجدینا جائز ہے
اور تلف ہونے پر ضامن نہین مگر جبکہ حفظ مین بے پروائی کی ہو اور اگر کسی کا مال کسی اَور شہر

ہو تو اُس مال کی زکوٰۃ کو اُسی شہر مین صرف کرنا بہتر ہے اور اگر اُسکے بدلے اپنے شہر مین دیدے
تو بھی جائز ہے اور اگر مال والے شہر سے اپنے شہر مین منگائے اور راہ مین تلف ہو جائے
تو تاوان دینے کا ضامن یعنی ذمہ دار ہے اور زکوٰۃ فطر مین بہتر یہی ہے کہ اپنے شہر مین ادا
کرے ہر چند اُسکا مال کسی اور شہر مین ہو اسلیے کہ فطرے کی زکوٰۃ ذمے سے متعلق ہوتی ہے
عین مال سے متعلق نہین ہوتی ہے اور اگر فطرے کی زکوٰۃ اُس مال مین سے جو اَور کسی شہر مین
ہے قرار دی ہو اور اُس شہر کے مستحق ہونے پر کہین اور نقل کرے اور تلف ہو جائے تو ضامن
یعنی تاوان کا ذمہ دار ہے چوتھی قسم لواحق مین۔ زکوٰۃ کے لواحق مین کئی مسئلے ہین پہلا
مسئلہ جبکہ امام علیہ السلام کا یا عامل کا مال زکوٰۃ پر قبضہ ہو جائیگا تو مالک بری الذمہ ہو جائیگا
ہر چند پھر تلف بھی ہو جائے تو ذمہ دار نہین دوسرا مسئلہ اگر مالک زکوٰۃ دینے کے لیے کوئی مستحق
نہ پائے تو بہتر یہی ہے کہ علیحدہ کرکے رکھ چھوڑے اور اگر وقت وفات آجائے تو وصیت
کردینا واجب ہے تیسرا مسئلہ وہ غلام کہ جسے مال زکوٰۃ سے خرید کرین اور وہ لاوارث مرجائے
تو اُسکے وارث زکوٰۃ کے مستحق لوگ ہونگے اِسلیے کہ اُسکے مولائے عتق وہی مستحق لوگ ہین اور
بعضے کہتے ہین کہ اُسکے وارث امام علیہ السلام ہین اور پہلا قول اظہر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ
صاحب مدارک فرماتے ہین کہ وارث کی نفی سے امام علیہ السلام کے سوا خاص وارث
کی نفی مراد ہے اور اِس بات پر اجماع ہے کہ اُسکے وارث یا مستحق زکوٰۃ یا امام علیہ السلام ہین اور
ارباب زکوٰۃ کے وارث ہونے کے اکثر علما قائل ہین اور امام علیہ السلام کے وارث ہونے کا قائل
قدما مین سے کوئی معلوم نہین ہوتا ہے اور متاخرین مین سے کتاب قواعد مین علّامہ علیہ الرحمہ اور
اُنکے صاحبزادے شرحین مین اور مصنف کتاب معتبر مین اسی قول کی طرف مائل ہوئے ہین۔ چوتھا
مسئلہ جب مال زکوٰۃ مین تولنے یا ناپنے کی احتیاج پڑے تو مزدوری اُسکی مالک کے ذمے ہے اور
بعضون نے کہا ہے کہ اجرت مال زکوٰۃ مین محسوب ہوگی اور پہلا قول اشبہ ہے پانچوان مسئلہ
جب فقیر مین کئی سبب استحقاق کے جمع ہون مثل فقر کے اور کتابت کے اور جہاد مین لڑنے کے
تو ہر سبب سے اُسے حصہ دینا جائز ہے چھٹا مسئلہ کم سے کم جو فقیر کو دیا جاتا ہے وہ مال زکوٰۃ مین
سے وہ قدر ہے جو پہلی نصاب مین واجب ہوتی ہے جیسے سونے مین دس قیراط اور چاندی مین

پانچ درہم ہین) اور بعضے فقہا نے کہا ہے وہ مقدار ہے جو دوسری نصاب مین واجب ہوتی ہے اور
وہ دو قیراط سونے مین یا ایک درہم چاندی مین ہے اور پہلا قول اکثر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ
اِس مسئلے مین علماء نے اختلاف کیا ہے بس شیخ مفید کتاب مقنعہ مین اور شیخ اپنی ساری کتابون مین
اور سید مرتضی انتصار مین فرماتے مین کہ فقراء کو کم اُس مقدار سے کہ جو پہلی نصاب مین واجب ہوتی
ہے نہ دیجائیگی کہ وہ پانچ درہم یا دس قیراط ہین اور سلّار اور ابن جنید کہتے ہین کہ دوسری نصاب
مین سے واجب مقدار پر اقتصار کرین گے کہ وہ ایک درہم اور دو قیراط ہین اور سید مرتضی جمل
مین اور ابن ادریس اور علماء مین سے ایک جماعت اسکے قائل ہین کہ فقیر کو تھوڑا بہت زکوٰۃ سے
دیا جائیگا اور کم کی کوئی حد نہین ہے کہ کافی نہو اور یہی قول معتمد ہے۔ ساتوان مسئلہ جب مالک مال
زکوٰۃ پر امام علیہ السلام کو قابض کر دیگا تو واجب ہے کہ حضرت اُسکے لیے دعائے خیر فرمائیں اور
بعضے فقہا نے کہا ہے کہ مستحب ہے اور یہی اشہر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلے مین اصل باریتعالےٰ
کا قول ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یعنی
اُنکے مالون مین سے ایسا صدقہ لے کہ وہ طاہر اور پاک اُنھین کر دیتا ہے اور دعا دے اُنھین کہ تیری
دعا اُنکے اور اُنکے نفسون کے لیے اطمینان ہے اور سبب یہ ہے کہ نبیؐ کی دعا کے قبول ہونیکا یقین
ہے اور یہ بحث کرنا کہ یہ نبی یا ائمہ علیہ السلام پر واجب ہے یا مستحب ہے فائدے سے خالی ہے اور
اصح واجب نہونا ہے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین اسیطرح فقیہ بھی دعائے خیر کرے اور کہے
آجَرَكَ اللّٰهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَبَارَكَ فِيْمَا اَبْقَيْتَ یعنی خدا تجھے اجر دے اس تیرے دینے کے بدلے مین اور
برکت دے خدا تیرے لیے اُس چیز مین کہ جو تو نے وبڑا لی ہے اور مالک اپنے لیے دعا مین یہ کہے
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مَغْنَمًا وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْرَمًا بار خدایا اسے میرے لیے منفعت بنا دے اور اسے میرے لیے تاوان
نہ بنا آٹھوان مسئلہ واجبی خواہ سنتی زکوٰۃ مین دی چیز کا اختیار سے پھر مالک بننا مکروہ ہے اور اگر
میراث اور شبہ میراث کی راہ سے مِلک مین آجائے تو کچھ ڈر نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین
کہ شبہ میراث سے مراد یہ ہے کہ جیسے مالک زکوٰۃ کا وکیل اُسکے لیے مول لیلے یا مستحق اپنے ذمّے کے قرض
مین مالک کو دیدے یا اسیطرح اور طریق ہین نوان مسئلہ یہ کہ داغ دین زکوٰۃ کے چوپایون کو ایسی جگہ پر
جو زیادہ ظاہر اور قوی ہو جیسے بکریون مین کان کی جڑ اور اونٹ گاۓ مین ران کا مقام ہے اور

دنوٹی پر جس وجہ مین لیا دیا ہو اُسکا نام جیسے زکوٰۃ یا تصدق یا جزیہ سے لکھا ہو **قول** دینے کے وقت مین جسوقت بارھوان چاند دکھائی دے تو زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اسمین دیر کرنا جائز نہین مگر یہ کہ کوئی مانع ہو یا کسی ایسے شخص کا انتظار ہو کہ جسکے قبضے مین دینا چاہیے جیسے عامل و مستحق ہین اور اگر علیحدہ کرکے رکھ چھوڑے تو ایکدو مہینے کی دیر کرنا جائز ہے اور اشبہ یہی ہے کہ اگر تاخیر کسی مجوز مانع یا سبب سے ہو تو جبتک وہ مانع یا سبب رہے گا تاخیر جائز رہیگی اور اسکی کوئی تعیین نہین اور اگر تاخیر کا کوئی مجوز مانع یا سبب نہو تو دیر کرنا جائز نہین اور اگر بے شرعی سبب کے دیر کریگا اور زکوٰۃ کا مال تلف ہو جائیگا تو مالک تاوان دینے کا ضامن اور ذمہ دار ہوگا اور وجوب کے وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادا جائز نہین اور اگر یہی دل چاہتا ہو تو زکوٰۃ بھر کا مال مستحق کو قرض کے طریق سے دیدے اور اسکا نام تعجیل زکوٰۃ نہوگا پھر جب زکوٰۃ کا وقت آئے تو اُس قرض کو اور فقیرون پر کے قرضے کی طرحسے زکوٰۃ مین جوڑ دے مگر اِس شرط سے کہ وہ فقیر اُسوقت تک استحقاق پر باقی رہے اور مال مین بھی زکوٰۃ واجب ہے اور اگر لوگون کے ذمے کے قرض حد نصاب کو پہونچین تو اشبہ پر اُسکی زکوٰۃ واجب نہین اسلیے کہ قرض مالک کے قبضے مین نہین خواہ عین مال قرض قرضدار کے پاس موجود ہو خواہ تلف ہو گیا ہو اور اگر مستحق قرض لینے کے بعد زکوٰۃ کے استحقاق سے نکلجائے تو اُس سے وہ قرضہ پھیر لینا چاہیے اور اور مستحق کو پہونچا دینا ضرور ہے اور اُس قرضدار کو پہونچتا ہے کہ عین مال کے پھیر دینے سے روکے گو وہ عین بھی موجود ہو اور اُسکے قرض لینے کے وقت کی قیمت قرضخواہ کو دیدے اور اگر اُس سے پھیر نا مشکل ہو اگر قرضدار استحقاق کی صفت پر نرہا ہو تو مالک پر واجب ہے کہ نئے سرے سے زکوٰۃ دے اور اگر قرضدار مستحق استحقاق کی صفت پر ہو اور مالک مین زکوٰۃ کی وجوب کی شرطین حاصل ہون تو مالک کو جائز ہے کہ اُس قرض کے مال کو پھیر لے اور اُسکے عوض مین اور زکوٰۃ مین دے اسلیے کہ وہ مال قرض کچھ زکوٰۃ کے لیے متعین نہین ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اُس قرضدار مستحق سے عدول کرکے اور مستحق کو دیدے **متفرعہ مسئلے پہلا مسئلہ** اگر مستحق کو زکوٰۃ کے وقت سے پہلے قرض کے طریق سے کوئی بکری دے اور زکوٰۃ کے مقررہ وقت تک کوئی متصل زیادتی جیسے موٹی ہو جائے تو قرضخواہ کو یہ نہین پہونچتا ہے کہ وہی بکری پھیر لے اسلیے کہ وہ زیادتی قرضدار کی ملک مین حاصل ہوئی ہے اور اُسی فقیر کا مال ہے فقط اُسکے ذمے فقر جاتے رہنے پر یہی ہے کہ قرض لینے کے وقت کی قیمت مالک کو دیدے

یا متصل زیادتی جیسے بچہ ہو تو وہ بھی اُسی فقیر کا مال ہے اور اگر وہی بکری وہ مالک کو پھیر دے تو اُسپر یہ واجب نہین کہ اُسکا بچہ بھی دیدے دوسرا مسئلہ اور اگر قیمت اُسکی کم ہو جائے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ عین وہی پھیر دے اور کچھ اُس فقیر پر نہین اور خوب یہی ہے کہ قرض لیتے وقت کی قیمت اُسکے ذمے لازم ہے تیسرا مسئلہ اگر مستحق اُسی قرضے کے عین مال سے مالدار ہو جائے اور مالک کے مال پر سال گزر جائے تو اُس قرض کو زکوۃ مین جوڑ دینا جائز ہے اور اگر اُس عین مال کے سواے مالدار ہو جائے تو اُس سے وہ قرض پھیر لینا اور دوسرے مستحق کو دیدینا چاہیے خواہ عین وہی مال دے یا اُسکے عوض مین اور دے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ قرضہ کا زکوۃ مین جوڑ دینا جائز ہونا عین قرض سے فقیر کے مالدار ہو جانے پر اسلیے ہے کہ اگر وہ قرض اُس سے پھیر لیا جائیگا تو وہ فقیر ہو جائیگا اور اُسکا مثل یا اُسکی قیمت اُسکے ذمے ثابت ہے تو وہ مالدار فقیر کی قوت مین ہے خلاف اِسکے کہ جب اِس قرض کے سوا اور چیز سے مالدار ہوا ہو تو اُسکے پھیر لینے سے وہ فقیر نہ ہو جائیگا۔ قول نیت مین ہے نیت کرنا اُس شخص کا معتبر ہے جو مستحق کے دینے کو نکالتا ہو اگر مالک نکالے تو وہ مستحق کو دیتے وقت نیت کرے اور اگر امام کی طرف سے عامل زکوۃ ہو یا امام علیہ السّلام یا اُنکا وکیل یا مالک کا وکیل ہو تو جائز ہے ہر ایک کو دینے والے اور مالک کیطرف سے مستحق کو دینے کے وقت نیت کا متولی ہو جائے اور اگر نابالغ اور دیوانے کی طرف سے زکوۃ نکالین تو ولی کو نیت کا متولی ہونا پہنچتا ہے یا نیت وہ کرے کہ جسے قبضہ کرنا زکوۃ کا پہنچتا ہے جیسے امام علیہ السلام اور اُنکے عامل ہین اور مال زکوۃ دیتے وقت نیت متعین ہے اور اگر دینے کے بعد نیت کرے تو مصنف اُسکے جواز کو بھی کچھ دور نہین جانتے ہین اور نیت کی حقیقت یہ ہے کہ حقتعالی کے تقرب کا قصد کرے اور اِس بات کا کہ واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور مال کی زکوۃ ہے یا فطرے کی زکوۃ ہے اور یہ احتیاج نہین کہ جس جنس سے زکوۃ نکالی ہے اُسکا بھی قصد کرے یعنی یہ قصد کرے کہ یہ واجب یا سنت زکوۃ مال کی یا فطرے کی اللہ کی قربت کیلیے نکالتا ہون اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ دینے والے سے مستحق کو دینے والا مراد ہے اور اِسمین کوئی شک نہین کہ جب مستحق کو دینے والا خود مالک ہو گا تو اُسکی نیت معتبر ہوگی اور بے نیت کے دینا کافی نہو گا اور اگر مستحق کو دینے والا عامل یا امام علیہ السلام یا وکیل مالک ہو

تو مالک کی طرف سے یا نہین ہے۔ ایک کی طرف سے نیت کافی ہو جائیگی اور یہ اطلاق وسط نہین
الکہ جب وسط والا امام علیہ السلام یا عامل ہوگا تو دونون مین سے ایک کی نیت کافی ہے یا
الک کی نیت کافی ہو لیکن مالک کی نیت تو اسلیے کافی ہے کہ وہی تو زکوٰۃ کا مامور ہے اور انھین
زکوٰۃ دینا فقیرون کو زکوٰۃ دینے کی منزلے مین ہے اسلیے کہ وہ مستحقون کے قائم مقام ہین اور لیکن عامل
اور امام علیہ السلام تو دونون مالک کے وکیل ہین کہ مالک اُنکے پاس زکوٰۃ بھیجدیتا ہے تو انکی
نیت فقیرون کے دیتے وقت مالک کی طرف سے معتبر ہے اور اگر مستحق کو دینے والا مالک کا
وکیل ہوگا تو اُسکی نیت فقیرون کے دیتے وقت معتبر ہوگی اسلیے کہ وہی تو زکوٰۃ کے خرچ کا وقت
ہے اور اگر وہ نیت نکرے اور مالک کی اُسی وقت کی نیت پر اکتفا کرے تو کافی نہین اسلیے
کہ وکیل کا قبضہ عین مالک کا قبضہ ہے تو اُسکی نیت وکیل کو دیتے وقت اُس نیت کی طرح
کی ہے کہ جو مال کے قبضے مین ہونے کے وقت خیال مین ہوتی ہے۔ مسئلہ عین اگر مالک
کہے کہ جو میرا مال کہ غائب ہے اگر وہ باقی ہو تو اُسکی یہ واجب زکوٰۃ ہے اور اگر تلف ہوگیا ہو تو یہ
سنت زکوٰۃ ہے تو یہ نیت صحیح ہے اور اسطرح نہین ہے اگر کہے کہ یہ زکوٰۃ غائب مال کی واجب
یا سنت ہے کہ اسطرح کی نیت صحیح نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین مال کی بقا کی تقدیر پر وجوب
کا یقین اور تلف ہو جانے کی تقدیر پر استحباب کا جزم ہے اور اس قسم کی تردید جائز ہے جیسا کہ
نماز کی نیت مین جائز رکھا ہے کہ جب کوئی نماز قضا ہو جائے اور بعینہ معلوم نہو تو اپنے ذمے والی
نماز کی نیت سے بجا لائیگا کہ اگر میرے ذمے ظہر ہے تو وہی اور اگر عصر ہے تو وہی بجا لاتا ہون مین
قضا واجب قربۃ الی اللہ برخلاف دوسری صورت کے کہ اُسمین وجوب اور استحباب اُس مال کی
سلامتی کی ایک ہی تقدیر پر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ پہلی صورت مین جزم یعنی یقین نیت مین اور تردید یعنی شک منوی مین ہے اور یہ جائز ہے اور
دوسری صورت مین نفس نیت مین تردید ہے اور یہ جائز نہین۔ اگر مالک کے دو برابر مال ہون
ایک غائب اور ایک حاضر ہو اور یون نیت کرے کہ اُن دو مالون مین سے یہ ایک مال کی زکوٰۃ
ہے تو کافی ہے اور اسیطرح کافی ہے اگر یون کہے کہ غائب مال کی زکوٰۃ ہے اگر سالم ہو اور نہین تو
حاضر یعنی موجود مال کی زکوٰۃ ہے اور اگر غائب مال کی زکوٰۃ نکالے اس شرط سے کہ سالم ہو پھر

ظاہر ہو جائے کہ تلف ہو گیا تو اشبہ یہ اُس نیت کی نقل اور مال کی طرف کرنا جائز ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ یہ مسئلہ اگلے مسئلہ کا تتمہ ہے اور مراد اِس سے یہ ہے کہ
اگر زکوٰۃ دینے والے کے دو مال ہون کہ ایک موجود اور دوسرا غائب ہو اور اُن دو مین سے ایک کی
زکوٰۃ نکالے تو درست ہے گو غائب کی سلامتی کی قید نہین لگا دی ہے اِسلیے کہ اُس مال کی سلامتی
واقع مین اُسکی زکوٰۃ ہونے کے لیے شرط ہے بس یہ ذکر مین مراد ہے گو بیان نہین کیا ہے اور محتمل
ہے کہ یہ خود علیحدہ ایک مسئلہ ہو اور مراد اپنے غائب مال کی زکوٰۃ کا نکالنا اُس مال کی سلامتی کی
شرط سے ہو تو اِس معنی سے جائز ہے کہ اگر سلامت ظاہر ہو گا تو یہ اُسکی زکوٰۃ پڑ جائیگی اور واقع
کی شرط لگانا کچھ مضرت کی بات نہین۔ اور اگر یون نیت کرے کہ یہ اُس مال کی زکوٰۃ ہے جس کے
حاصل ہونے کی مجھے امید ہے تو یہ جائز نہین گو وہ مال اُسے مل بھی جائے اور اگر صاحب مال نیت
نہ کرے اور عامل یا امام علیہ السلام مستحق کو دیتے وقت نیت کرین بس اگر وہ زکوٰۃ مالک پر جبر سے
یا ناخوشی سے ہے تو جائز ہے اور اگر مالک کی خواہش سے ہے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ کافی نہین
اور اشبہ یہی ہے کافی ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے عدم اجزاء کے قائل
شیخ ہین اور کہتے ہین کہ دوسری مرتبہ اسکا مطالبہ امام علیہ السلام اور عامل کو نہین پہونچتا ہے
اور کتاب منتہی مین اسپر یون استدلال کی ہے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہی بس نیت کی محتاج ہے
اور یون استدلال کی ہے کہ امام علیہ السلام فقیرون کے نائب ہین اور اُنھین زکوٰۃ دیتے وقت
نیت معتبر ہی بس یونہین اُنکے نائب کو دیتے وقت نیت معتبر ہے پھر کفایت کی تقویت مین کہا ہے
کہ امام علیہ السلام مثل وکیل کے ہین اور یہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور عبادت مین نیت درست
ہے بس حج کیطرح سے نیابت معتبر ہوگی اور اِس بحث مین کوئی فائدہ نہین نکلتا ہے جبکہ لینے والے
امام علیہ السلام ہین اور فقط اُسی وقت فائدہ ظاہر ہوگا جبکہ عامل لینے والا ہو اور غیبت مین عامل
کے منصوب ہونے کے جواز کے بھی قائل ہون اور زکوٰۃ خوشی سے دیدینے سے نیت کا ہو جانا ظاہر
ہے۔ دوسری قسم فطرے کی زکوٰۃ مین ہے اور اِسکے چار رکن ہین پہلا رکن اُس شخص مین جسپر واجب
ہو اور فطرے کی زکوٰۃ تین شرطون سے واجب ہوتی ہے پہلی شرط مکلف ہونا ہے بس فطرے کی زکوٰۃ
نابالغ پر اور دیوانے پر اور اُس شخص پر جو عید کا چاند دیکھتے وقت بیہوش ہو واجب نہین ہے

دوسری شرط حریت یعنی آزاد ہونا ہے۔ پس فطرے کی زکوۃ غلام پر واجب نہیں ہرچند اُسکے مالک ہونے کے بھی قائل ہوں اور نہ مدبر غلام پر اور یہ وہ غلام ہے جسکے آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہوگا اور ابھی اُسکا آقا جیتا ہو اور نہ ام ولد پر اور وہ ایسی لونڈی ہے کہ جسکی گود مین اُسکے آقا کا بچہ ہو کہ وہ بھی آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے جیسا کہ اپنے مقام مین بیان ہوگا اور آقا کی حیات مین کنیزی پر باقی ہے اور نہ مشروط مکاتب پر اور یہ وہ غلام ہے کہ جسپر اُسکے آقا نے کچھ مال مقرر کر دیا ہو کہ اُسے کما کر دیدے تو تو آزاد ہو جائیگا اور یہ شرط کر لی ہو کہ جب تک پورا مال ادا نہ کریگا صرف غلام رہیگا اور مطلق مکاتب پر کہ ابھی مال کتابت سے کچھ نہ پہونچایا ہو اور مطلق مکاتب وہ غلام ہے کہ جسپر جسکے آقا نے آزادی کے لیے کچھ مال مقرر کر دیا ہو اور شرط مذکور نہو بس جتنا جتنا اس مال سے ادا کرے گا اُتنا ہی اُسکے مقابلے مین خود بھی آزاد ہو جائیگا اور اگر اُسمین سے کچھ نہ پہونچایا ہوگا تو محض غلام ہوگا اور اُسپر بھی فطرے کی زکوۃ نہین ہے پھر جس قدر آزاد ہو جائیگا تو فطرے کی زکوۃ بھی اُس آزادی کے حصے کے موافق اُسپر واجب ہوگی اور اگر اپنے آقا کے عیال یعنی ذمے اور ساتھ ہوگا تو اُسکے آقا پر زکوۃ فطرہ واجب ہوگی تیسری شرط مالداری ہے بس فطرے کی زکوۃ نہ تو فقیر پر واجب ہے اور نہ اُس شخص پر جو مال کی زکوۃ مین کی معتبر نصابوں مین سے کسیکا مالک ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے کہ مال کی زکوۃ اُسے دیسکے اور اسکا ضابطہ یہ ہے کہ اپنے اور اپنے عیال کے سال بھر کے قوت کا مالک نہو اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ جو شخص کوئی کسب اور کار کرتا ہو کہ اُس سے سال بھر کما کر کھایا کرتا ہو تو وہ بھی سال بھر کے قوت کا مالک کا حکم زکوۃ کے واجب ہونے مین رکھتا ہے۔ اور فقیر کو بھی زکوۃ فطرے کا نکالنا سنت ہے اور کم سے کم ایک صاع کو ہاتھوں ہاتھ اپنے عیال اور اپنے درمیان مین پھرائے اور اُسے تصدق کر دے اور جبکہ فطرے کی زکوۃ کی شرطین پائی جائین تو اپنی طرف سے اور اپنے سب عیال کی طرف سے فرض کی نیت سے فطرے کی زکوۃ نکالے اور اگر وجوب کی شرطین نپائی جائین تو سنت کی نیت سے نکالے اور عیال جورو بچے اور جو اُنکے مثل مین لونڈی غلام وغیرہ ہین اور اُس مہمان کی طرف سے نکالے جو کچھ ماہ رمضان کی باقی رہنے پر عید کے چاند کے وقت آجائے اور جو کہ مہمان کی طرح ہین یہ وہ

عیال ہین جنھین روٹی کپڑا دینا اُسپر واجب ہو اگر چہ اُسے خواہ بچہ ہو خواہ بالغ ہو خواہ آزاد ہو خواہ غلام ہو خواہ مسلمان ہو خواہ کافر ہو اور فطرے کی ادا مین نیت بھی معتبر ہے اور فطرہ نکالنا کافر کا صحیح نہین گو واجب اُسپر بھی ہے اور اگر مسلمان ہو گا تو اگلا فطرہ اُسکے ذمّے سے ساقط ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ کتاب قواعد مین کہا ہے کہ اگر مالدار مرد کی عورت اپنا فطرہ اپنے مال مین سے اپنے شوہر کی اجازت لیکر دے تو کافی ہے اور شوہر کے ذمّے سے ساقط ہو جائیگا اور اگر شوہر کی بے اجازت دیگی تو اُسکے کافی ہونے مین شوہر کیطرف سے اشکال ہے۔ تین مسئلے پہلا مسئلہ جو عید کے چاند سے پہلے بالغ ہو یا مسلمان ہو یا جنون سے اچھا ہوا ہو یا کسی ایسی چیز کا مالک ہوا ہو کہ جس سے مالدار ہو جائے تو اُسپر فطرہ دینا واجب ہے اور اگر چاند کے بعد اور عید کی نماز کے بعد ہو تو اُسکو فطرہ دینا مستحب ہے اور یہی تفصیل ہے اگر مالک غلام کا ہو جائے یا کوئی بچہ اُسکے گھر پیدا ہوا ہو۔ دوسرا مسئلہ جورو غلام جبکہ اَور کے عیال نہون تو اُنکی طرف سے فطرہ دینا واجب ہے گو اُسکے عیال مین نہون اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ فطرہ اُس صورت مین ہے کہ اُسکے عیال ہون اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ منشا تردد کا یہ ہے کہ اسمین شک ہے کہ فطرے کا وجوب کا سبب یا عیال ہونا یا جورو ہونا اور مملوک ہونا ہے اور احادیث کے نصوص کا ظاہر یہی ہے کہ زوجیت اور مالکیت ہے پھر اُنکی طرف سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے گو اُنکی کفالت اُسکے سر نہو تیسرا مسئلہ جسکا فطرہ اَور پر واجب ہوتا ہو تو اُسکی ذات پر سے ساقط ہو جاتا ہے ہرچند کہ اگر تنہا ہوتا تو اُسی پر واجب ہوتا جیسے مہمان کہ مالدار ہو اور جورو کہ مالدار ہو اسلیے کہ مہمان کا فطرہ مہمان دار پر اور جورو کا اُسکے شوہر پر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب قواعد نے فرمایا ہے کہ اگر تنگدست مرد کی جورو مالدار ہو تو اُس عورت کا روٹی کپڑا اُسکے شوہر پر واجب ہے اور فطرہ اُس عورت کا اُسی پر واجب ہے اور نادار مرد پر واجب نہین ہے فرعی مسئلے پہلا مسئلہ اگر کسی کا کوئی غلام غائب ہو اور اُسکی زندگی کا اُسے علم ہو بس اگر وہ غلام اپنی ذات کا عیال اس معنی سے ہو کہ اپنے کسب سے اور اپنے کاروبار سے اپنی بسر کرتا ہو یا اپنے آقا کے عیال مین ہو تو فطرے کی زکوٰۃ اُسکے آقا پر واجب ہے اور اگر کسی اَور کے عیال مین ہو تو اُس عیالدار پر واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ اس حکم مین غلام مین اور اُن لوگون مین کہ جنکا نفقہ واجب ہے

مثل جورو بچون کے کوئی فرق نہین اور غلام کا ذکر مثل تمثیل کے ہے یا ذکر اس توہم کے دور کرنے کے لیے ہی کہ اُسکا فطرہ اُسکے رقبے سے عینیہ زکوٰۃ کی طرح سے متعلق ہے پھر جب کہ اُس تک پہونچنا ممکن نہو تو اُس زکوٰۃ کا اخراج واجب نہو گا برخلاف اورون کے اسلیے کہ اُنہین یہ توہم نہین ہوسکتا اور عبارت سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جب اُسکے جیتے ہونے کا علم نہو گا تو اُسکی زکوٰۃ بھی واجب نہو گی اور یہین پر اختلاف ہے اور واضح وجوب فطرہ ہے اسلیے کہ اُسکی زندگی اصل ہی جبتک شرع سے اُسکے مرنے کا حکم نہ کیا جائے اور علامہ نے اُسکے مرجانے کے ظن یعنی گمان پر اکتفا کیا ہے اور یہ قول وجہ رکھتا ہے۔ دوسرا مسئلہ اگر ایک غلام دو شریکون مین ہو تو اُسکی زکوٰۃ اُن دونون پر ہے اور اگر دوسرے کے عیال مین ہو تو اُسی عیال دار پر واجب ہے تیسرا مسئلہ اگر کسی غلام کا آقا مر جائے اور وہ قرضدار ہو بس اگر عید کا چاند نظر آنے کے بعد مرا ہو تو اُسکے مال سے اُس غلام کا فطرہ دینگے اور اگر اُسکا متروکہ قرض اور زکوٰۃ کی ادا کے موافق نہو گا تو اُنہین قرض اور زکوٰۃ کے رسدی حصے لگائین گے اور اگر چاند کے پہلے مرجائے گا تو اُس غلام کی زکوٰۃ کسی پر نہو گی مگر جو اُسکا عیالدار ہو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ کسی پر زکوٰۃ واجب نہونیکی بنا اس پر ہے کہ مُردے کا ترکہ اُسکا قرضہ ادا ہونے کے پہلے مُردے کے مال کے حکم مین ہے خواہ وہ قرضہ سارے ترکے پر حاوی ہو خواہ نہو اور اسی سبب سے دین متعلق ہو گیا اور اگر ہم ترکے کے وارث پر منتقل ہونے کے قائل ہون گو قرضہ دینے کے پہلے تصرف کرنے سے وارث ممنوع ہو جیسا کہ یہی قول اجود ہے تو زکوٰۃ وارث پر واجب ہے چوتھا مسئلہ جو وصیت کرے کہ میرا غلام میرے بعد فلان شخص کو دیدینا بعد اسکے موصی یعنی وصیت کرنے والا مر جائے بس موصی لہ یعنی جسکے لیے وصیت کی ہے وصیت کو چاند کے پہلے قبول کرے تو اُس غلام کے فطرے کی زکوٰۃ اُسپر واجب ہوگی اور اگر چاند کے بعد قبول کریگا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت مین وارثون پر زکوٰۃ ہوگی اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ تردد کا منشا اسبات کا شک ہے کہ وصیت کا قبول کرنا ملک کو موصی لہ کی طرف قبول کیوقت سے نقل کرتا ہے یا اگلی ملک کا موصی کے مرنے کے وقت سے کاشف ہوتا ہے تو پہلی شق پر زکوٰۃ وارثونسے

ساقط ہو جائیگی اِس بنا سے کہ مصنف کا مختار یہ ہے کہ ترکہ وصیت اور قرض کے ساتھ مُردے کے
مال کے حکم پر باقی رہتا ہے اور وارثون کی طرف منتقل نہین ہوتا ہے اور موصی لہ کے ذمّے سے
اسلیے ساقط ہو جائیگی کہ مال کی نقل کا سبب کہ وہی قبول ہے اُسکے نپائے جانے سے ملک
اُسکی طرف منتقل نہین ہوئی ہے۔ اور اگر کسی کو غلام دیدا اسے اور موہوب لہ یعنی جسے وہ غلام
دیا ہے اُسنے قبضہ نہین کیا تو اُس پر زکوۃ واجب نہین اور اگر ہبہ کرکے غلام کو مر جائے تو اُس غلام کی
زکوۃ اُسکے وارثون پر واجب ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر موہوب لہ یعنی جسے دیا ہے
وہ قبول کر چکے اور قبضہ کرنے کے پہلے مر جائے اور اُسکے وارث چاند کے پہلے قبضہ کر لین تو
اُنپر اُس غلام کی زکوۃ واجب ہے اور اِسمین تردد ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ وارثون پر زکوۃ
کے واجب ہونے کے شیخ کتاب مبسوط مین قائل ہین اور یہ قول اُنکے مذہب مختار کے مطابق
نہین اسلیے کہ اُنکے مذہب پر ہبہ کی صحت کی شرط قبضہ ہے اِس تقدیر پر موہوب یعنی غلام کی
ملک میت کی طرف منتقل ہی نہین ہوئی پھر اُسکے وارثون کی طرف بھی منتقل نہوگی اور یہ
قول اُسیوقت ٹھیک پڑیگا جب یہ کہین کہ ہبہ مین قبضہ ہبہ کی صحت کی شرط نہین ہے۔ اور
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ تردد کا منشا یہ ہے کہ ہبہ کے تمام ہو جانیکا احتمال اِسصورت مین موہوب لہ کے قبول
کے سبب سے ہے اور قبضے پر موقوف نہین اور جبکہ موہوب لہ کے وارثون نے چاند کے پہلے قبضہ کر لیا تو نہین اِس غلام کی
زکوۃ دینا چاہیے کہ اُنکا میراث سے ملوک ہو چکا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب قبضہ پایا نہین گیا تو محض قبول سے بغیر قبضے
کے ملک پائی نجائیگی کہ ہبہ قبضے پر موقوف ہوتی ہے۔ دوسرا رکن جنس زکوۃ مین اور اُسکی مقدار مین
ہے اور اُسکا ضابطہ یہ ہے کہ جو جنس اُس شہر مین زیادہ کھائی جاتی ہو وہی دین جیسے گیہون
اور جَو اور اُنکا آٹا اور اُنکی روٹی اور چھوارے اور منقّے اور چانول اور دودھ اور اقط ہے اور اگر کھانے
کے سوا دین تو بازار کی قیمت کے موافق دین اور بہتر یہی ہے کہ خرمے سوکھے یعنی چھوارے دے
پھر منقّے دے اور اُسکے بعد یہ ہے کہ آدمی جو خود زیادہ کھاتا ہو وہ دے اور فطرے کی مقدار سب
قوتون مین ایک صاع ہے کہ عراقی چار مد بھر کا ہوتا ہے اور مد عراقی نو رطل کا ہوتا ہے اور دو مد
دے تو چار رطل ہین اور ایک جماعت نے رطل کی تفسیر مدینہ کے رطل سے کی ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ مد کا وزن ہندوستانی چھوٹی گولی کے چھیانوے کے سیر سے چھٹانک کم تین پاؤ کا

اور صاع پونے تین سیر کا ہے اور انگریزی چہرے دار روپیے کے اسّی بھر کے سیر سے ڈھائی چھٹانک
تین سیر اور ایک چہرے دار اٹھانی بھر کا ایک صاع ہوتا ہے اور واجب جنسون کے بدلے کے
دینے مین شرع مین کوئی مقدار معین نہین بلکہ بازار کی قیمت کے موافق حساب کرنا چاہیے اور
علمار کی ایک جماعت نے ایک درہم کا اندازہ کیا ہے اور بعضون نے چار دانگ بھر چاندی کا
اندازہ کیا ہے اور یہ قول معتمد نہین ہے اور بعضے علمانے قیمتون کے اختلاف پر اسے گنا ہے
کہ کبھی مہنگی اور کبھی سستی ہوتی ہے کہ یہی اقوال کے مختلف ہونے کا سبب ہے تیسرا رکن فطرے
کی زکوٰۃ کے وقت مین فطرہ عید کا چاند نظر آنے کے وقت سے واجب ہوتا ہے اور وقت سے
پہلے دینا جائز نہین مگر بنا بر اظہر کے قرض کے طریق سے جائز ہے اور عید کا چاند نظر آئی دینے کے بعد
فطرہ نکالنا اور عید کی نماز کے قبل تک دیر کرنا جائز ہے اور اگر نماز کا وقت نکلجائے اور زکوٰۃ کو
علیحدہ کر چکا ہو تو اُس زکوٰۃ کو نکالے اور وجوب اور ادا کی نیت سے مستحق کو دیدے اور اگر عید
کی نماز سے پہلے جدا کر کے نہ رکھا ہوگا تو اُسکا وجوب ساقط ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ قضا کی
نیت سے دے اور بعضے کہتے ہین کہ ادا کی نیت سے دیدے اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ پہلے قول کے اشبہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ زکوٰۃ فطرہ ایک خاص وقت کی عبادت ہے
اور اُسکا وقت جاتا رہا تو قضا ہو جائیگی پھر اُسکا قضا بجا لانا کسی شرعی دلیل پر موقوف ہوگا۔
اور اگر جدا کرنے بعد امکان مستحق پر ادا کرنے مین دیر کریگا تو ضامن رہیگا اور تلف ہو جانے
تاوان کا ذمہ دار ہوگا اور قدرت نہونے پر دیدینے مین تاخیر ہو تو ضامن نہین ہے اور اُس شہر
مین مستحق نہونے پر اَور شہر مین بھیجدینا جائز ہے اور اِس صورت مین ضامن نہین جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ اُس شہر مین مستحق نہونے پر دوسرے شہر کے بھیجنے مین ضامن نہونا کئی شرطون سے
مشروط ہے ایک تو یہ کہ راستہ خطرناک نہو اور نزدیک کے شہر مین مستحق ہوتے دور کے شہر مین
نہ بھیجے اگر انہین سے ایک کے بھی خلاف ہوگا تو تلف ہونے پر تاوان دینا پڑیگا چوتھا رکن فطرے
کی زکوٰۃ کے مصرف مین ہے اِس فطرے کی زکوٰۃ کا مستحق وہی ہے جو مال کی زکوٰۃ کا حقدار ہے کہ پہلے بیان
ہو چکا ہے اور مالک کو خود ادا کا متولی ہونا جائز ہے اور بہتر یہی ہے کہ اُسے امام علیہ السلام
یا اُن حضرت کے نائب کے پاس بھیجدے اور اگر یہ دشوار ہو تو شیعہ مذہب کے فقیہون کے پاس

بھیجدے اور غیر مومن کو اور ضعیف اعتقاد والے کو مومن کے نہونے پر بھی فطرہ نہ دینگے اور مومنون
کے نابالغ بچون کو فطرہ دینگے گو اُنکے باپ فاسق ہون اور کسی فقیر کو صاع بھر سے کم نہ دیا جائیگا
مگر جبکہ بہت سے فقیر مجتمع ہو جائین اور پوری نہ پڑے اور ایک فقیر کو اتنا دینا جائز ہے کہ مالدار
ہو جائے اور سنت ہے کہ قریب کے رشتہ دار مستحق لوگون کو دے اور اگر وہ نہون تو ہمسایہ کے مستحقون کو

کتاب الخمس

یہ کتاب خمس کے بیان مین ہے اور اِسمین دو فصلین ہین

پہلی فصل اُن چیزون مین ہے کہ جنمین خمس واجب ہے اور وہ سات چیزین ہین پہلی چیز
غنیمت کا مال ہے کہ دار الحرب سے لشکر جسے جمع کر کے لاتے ہین اور جو وہ جمع کر کے نہین
لاتے ہین جیسے زمین وغیرہ جبتک کہ چھینی نہو مسلمان سے یا اُس کافر سے جو امان مین اور
مسلمانون کے ذمہ مین ہو اور یہ غنیمت یعنی لوٹ خواہ کم ہو خواہ بہت ہو دوسری چیز جو
کھانون سے نکلتی ہے خواہ منطبع ہو یعنی چاندی سونے کی قلعی کیطرح آگ سے پگھلتی ہو خواہ
یاقوت زبرجد کی طرح نہ پگھلتی ہو خواہ گندھک قیر نفط کی طرح بہتی ہو اِنمین مصارف کے بعد
خمس واجب ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جب تک بیس دینار کو نہ پہونچ لے واجب نہین
اور پہلا قول اکثر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ معدنون مین سے نمک اور نورہ اور
چونہ اور زمرد اور چکی کے پتھر اور لال مٹی اور کالی مٹی اور بیمارون کی دوا کی مٹی اور اُس ایک
زمین ہی کہ جسمین کوئی خصوصیت ہو کہ اُس سے عظیم انتفاع ہوتا ہو تیسری چیز خزانے ہین اور
یہ وہ مال ہے کہ جسے زمین کے نیچے جمع کیا ہو بس اگر قیمت بیس دینار پر پہونچے اور دار الحرب
کی زمین مین ہو یا دار الاسلام مین ہو اور اُسپر اسلام کا اثر نہو تو اُنمین خمس واجب ہے اور اگر
اُسے کسی ملک مین پائے کہ جسے خرید کیا ہو تو اُسے اُس ملک کے بیچنے والے کو پہچنوا دے پھر
اگر اُسے بیچنے والا پہچان لے اور اُسکے نشان بیان کرے تو وہی اُسکا زیادہ سزاوار ہے اور
اگر نہ پہچانے تو مشتری یعنی اُس ملک کے مول لینے والے سے متعلق ہے اور اُسپر خمس یعنی اُسکا
پانچواں حصہ واجب ہے اور اگر کوئی چوپایہ مول لے اور اُسکی پیٹ مین کوئی بھاری قیمت کی
چیز پائے اور اگر مچھلی مول لے اور اُسکے پیٹ مین کچھ پائے تو اُسمین سے بھی خمس نکالے اور

باقی مال مشتری کا ہے اور اسکے لیے پہنچوانا نہین ہے تفریع اگر دار الاسلام کی بے مالک کی زمین مین کوئی خزانہ پائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے اُسے لقطہ یعنی سر راہ کی اُٹھائی چیز کی طرح پر پہنچوانا چاہیے پھر اگر اُسپر سکہ اگلے کافرون کا عاد و ثمود وغیرہ کی قوم سے ہو تو بعضون نے کہا ہے کہ پانے والا اُس کا مالک ہوجائے گا اور پہلا قول اشبہ ہے چوتھی چیز وہ چیزین ہین جنہین غوطہ مار کر دریا سے نکالتے ہین اِس شرط سے کہ اُسکی قیمت ایک دینار یا زیادہ ہو اور اگر بے غوطہ کھائے دریا سے کوئی چیز لین تو اُسپر خمس واجب نہین تفریع اگر عنبر غوطہ لگا کر نکالین تو اُسکے خمس مین شرط ہے کہ اُسکی قیمت کی مقدار ایک دینار ہو اور اگر اُسے پانی پر سے یا دریا کے کنارے سے اُٹھالین تو اُسکا معدنیات یعنی کھان والی چیزون کا حکم ہے پانچوین چیز وہ ہے کہ جو تجارت اور کاریگریون اور کھیتیون کی منفعتون مین سے مالک اور اُسکے عیال کے سال بھر کے قوت سے بڑھے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عیال کے حکم مین وہ ہر ایک بھی داخل ہے کہ جسے وہ روٹی کپڑا دیتا ہو خواہ اُنکا نفقہ واجب ہو خواہ نہو اور مہمانون کی ضیافت اور تحفے اور تصدق اور جو ظالمون کو جان مال حرمت بچانے کو دیا جاتا ہو اور تاوان اور حقوق کہ نذر اور قسم وغیرہ سے لازم ہون اور خرچ حج کی راہ کا اور بیاہ شادی کا اور لونڈیان خریدنے کا خدمت کے لیے یا حرم بنانے کے لیے یا اُن چوپایون کے لیے کہ جنکی ضرورت پڑتی ہو مثل سواری وغیرہ کے اگر اُن لوگون مین سے ہو کہ جو اُنکے خوگر ہون لیکن شرط ہے کہ حصول نفع مین یہ خرچ پیش آئے ہون کہ اگر اُس سال مین خرچ نہو اور اُسکے نفع کو دوسرے سال مین صرف کرے تو خمس ساقط نہین ہوتی ہے اِسلیے کہ خمس پہلے استقرار پاچکی ہے اور چاہیے کہ یہ خرچ اپنے حال کے موافق ہون فضولخرچی اور کنجوسی نکرے فضول مؤنت مین داخل نہین اور تنگی کرنیکی وجہ سے اُسکا مال ہے کہ جس سے خمس متعلق ہے — چھٹی چیز وہ زمین ہے کہ جسے ذمی کافر مسلمان سے مول لے اُس زمین مین خمس واجب ہے خواہ اُسمین خمس پہلے سے ہو جیسے زمین غلبے سے مفتوح ہو خواہ نہو جیسے وہ زمین کہ جسکے لوگ آپ سے آپ مسلمان ہوگئے ہون جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زمین مفتوح عنوہ کے مول لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسے آثار اور عمارت کی تبعیت سے مول لین نہین تو علیحدہ مفتوحہ زمین کا بیچنا مول لینا

جائز نہین ساتوین چیز وہ حلال مال جسمین حرام مال ملجاے اور پہچان نہ پڑے تو اسمین بھی خمس واجب ہی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ملجانے کی چار صورتین ہین پہلی یہ کہ مال حرام کی مقدار اور مالک معلوم نہو اور اسکی مقدار پیچانے تو خمس واجب ہوتی ہے اور دو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ ظاہر یہ ہے کہ اسکا مصرف خمس مین خرچ کرنا ہی کہ اسسے باقی حلال ہو جاتا ہے اور حلت کو خمس دینا جبھی کافی ہوگا کہ اجمالاً یہ نہ جانتا ہو کہ مال حرام جو اسمین ملا ہے وہ خمس سے زیادہ ہے اور اگر یہ جانتا ہوگا تو گمان کے موافق نکالنا پڑیگا اور زیادہ کے مصرف مین تردد ہے اور اُس زائد کا تصدق کر دینا قوی ہے دوسری صورت یہ کہ مقدار اور مالک دونون معلوم ہون اس صورت مین مالک کو پھیر دینا واجب ہے تیسری صورت یہ کہ مالک معلوم ہو اور مقدار معلوم نہو اس صورت مین صلح کے طریق سے اُس سے فیصلہ کرنا واجب ہے چوتھی صورت یہ کہ مقدار معلوم ہو اور مالک معلوم نہو اس صورت مین مالک کا بہت تفحص کرے جب کسی صورت پتا نہ لگے تو اُسکی طرف سے تصدق کرے اور اگر اُس مال حلال مین کہ جو ملگیا ہے خمس واجب ہو تو چاہیے ہے کہ اُسکی خمس دے اور یہ خمس نہ ملجانے کے سبب سے واجب ہوئی ہے اُس پہلی خمس کی مسقط نہو گی۔ **تفریع پہلا مسئلہ** خمس خزانون مین واجب ہے خواہ پانے والا آزاد ہو خواہ بندہ ہو نابالغ ہو خواہ بالغ ہو اور یہی حکم ہے انہین جو کھانون سے نکلتا ہے یا دریا سے غوطے سے نکالین **دوسرا مسئلہ** سال کا گزرنا خمس کی قسمون مین سے کسی مین معتبر نہین لیکن تجارت کی نفعون مین کہ واجب خمس مین پونجی کی محافظت کو احتیاطاً سال گزرنے تک تاخیر چاہیے **تیسرا مسئلہ** جب گھر کا مالک اور مستاجر خزانے کی ملکیت مین اختلاف کرین تو معتبر قول قسم کے ساتھ اجارہ دینے والے مالک کا قول ہے اور اگر خزانے کی مقدار مین اختلاف ہو اسطرح پر کہ گھر کا مالک کہے زیادہ تھا اور گھر کا کرایہ دار کہے کہ کم تھا تو مقبول قول قسم کے ساتھ کرایہ دار کا قول ہے **چوتھا مسئلہ** کھان اور خزانے کی کھودوائی وغیرہ ضروری مصارف نکالنے کے بعد خمس واجب ہوتی ہے

دوسری فصل خمس کی تقسیم مین ہے خمس کے چھ حصے کرین خدا فرماتا ہے وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ یعنی اور

جو مال کہ تم غنیمت سے حاصل کرو یا جو تم کافرون سے تو بیشک اُسکی خمس اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور
قرابت دارون کے لیے اور یتیمون کے لیے اور محتاجون کے لیے اور مسافرون کے لیے ہے تین
حصے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہین کہ ایک خدا کا سہم اور ایک خود حضرت کا سہم اور ایک قرابتیونکا
سہم کہ سہم امام علیہ السلام ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد یہ تینون حصے امام علیہ السلام
تعلق رکھتے ہین کہ پیغمبر کے قائم مقام ہین اور جیسے پیغمبر یا امام نے لیا ہے اُنکے بعد اُنکے وارثون کی
میراث منتقل ہوگی اور باقی تین حصے یتیمون اور محتاجون کے اور مسافرون کے حقوق ہین اور بعضے
فقہا نے کہا ہے کہ پانچ حصے ہونگے اور خدا کا حصہ آیۂ کریمہ مین تیمن کیطور پر مذکور ہوا ہے اور پہلا
قول اشہر ہے اور یتیم اور محتاج مسافرون کے تینون حصون مین شرط ہے کہ باپ کی طرف سے
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے دادا عبد المطلب کی طرف منسوب ہون اور اگر فقط مان کی طرف سے
منسوب ہونگے تو اظہر کی بنا پر انھین خمس نہ دے سکین گے اور سید مرتضی اور ابن ادریس نے
فرمایا ہے کہ انھین بھی دے سکتے ہین اور تین طائفون کے سب شخصون کو دینا واجب نہین بلکہ
ہر گروہ مین سے ایک ایک شخص کو بھی دیدینا جائز ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین
کہ خمس کے چھ ہی حصے کرنا مشہور ہے اور صریح اسی پر آیۂ شریفہ کو بھی دلالت ہے اور اسیطرح یہ
روایتین بھی دلالت کرتی ہین اور پانچ حصون کا دوسرا قول شاذ ہونے پر ہے اُسکا قائل معلوم
نہین۔ اس مقام مین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** خمس کے مستحق مین ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو
عبد المطلب کی اولاد ہین اور اسوقت مین ابو طالب اور عباس اور حارث اور ابو لہب
کی اولاد مین خواہ مرد ہون خواہ عورت ہون اور مطلب بن عبد مناف کی اولاد کے استحقاق
مین تردد ہے اظہر یہ ہے کہ انھین نہ دے سکین گے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مطلب
ہاشم کا نام تھا اور اکثر حدیثون کو بھی اسی پر دلالت ہے اسی لیے شیخ علی الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اصح یہی ہے کہ مطلب کی اولاد کو دینگے اور عبد المطلب کی اولاد سے اختصاص نہین **دوسرا
مسئلہ** آیا جائز ہے کہ ان سب گروہون مین سے ایک گروہ کو ساری خمس دیدین بعضے فقہا نے
کہا ہے کہ ہان دے سکتے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین دیسکتے اور یہی احوط ہے اردو مترجم
کہتا ہے کہ منشاء خلاف کا وہ آدھی خمس ہے جو امام علیہ السلام سے مختص نہین ہے اور تخصیص کی منشاء

قول شیخ کا ہے کہ مبسوط مین انکا ظاہر کلام اِسے ظاہر کرتا ہے اور ابو صلاح بھی منع کے قائل ہین
اور جواز کا قول متاخرین علماء مین مشہور ہے اور اسمین کوئی شک نہین کہ اگر خمس چھؤن
قسمون مین پھیلائی جائے تو اولیٰ اور احوط ہے تقسیم ہونا امام علیہ السلام ان گروہونکے
لوگونمین تقسیم فرمائین گے اور ہرایک کو میانہ روی سے کفایت بھر دینگے پھر جو بڑھجائیگا وہ
امام کا مال ہے اور جو گھٹے گا اُسے اپنے حصے سے پورا کر دینگے چوتھا مسئلہ ابن سبیل یعنی
مسافر مین یہ شرط نہین کہ وہ محتاج ہو بلکہ جس شہر مین کہ ابن سبیل یعنی مسافر ہے وہان کا محتاج
ہونا کافی ہے گو اپنے شہر مین مالدار رہا ہو اور یتیم مین محتاجی شرط ہے بعضے فقہا نے کہا ہے کہ
ہان شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ نہین شرط ہے اور پہلا قول احوط ہے اُردو مترجم کہتا ہے
یتیم سے مراد وہ نابالغ ہے کہ جسکا باپ نہو اور اسمین فقر کی شرط لگانے کی وجہ ظاہر ہے اسلیے
کہ امام علیہ السلام کے حصے کے سوا خمس مین سے زکوٰۃ کا بدلا ہے اور وہ محتاجون سے مختص
ہے پھر اسیطرح عوض بھی مختص ہوگا اور محتاج نہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیہ مین یتیم قسیم یعنی مقابل
مسکین کا ہے اور یہ مغایرت کو مقتضی ہے نہین تو ایک دوسرے مین داخل ہو جائیگا۔ پانچوان
مسئلہ مستحق کے ہوتے ہوے ایک شہر سے دوسرے شہر مین خمس کا بھیجنا حلال نہین اور
اگر کوئی بھیجے اور تلف ہو جائے تو ضامن رہیگا یعنی تاوان دیگا اور مستحق نہونے کی صورت
مین بھیج سکتا ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ سادات ہونیکی صورتمین صحیح
مطلق بھیجدینا ہی جیسا کہ زکوٰۃ مین گزرچکا ہی مگر بھیجنے کا خرچ مالک کے ذمے ہے اور منع کے قول پر
جواز اقرب کے شہر پر پھر اقرب پر منحصر رہیگا اور یہ سب غیبت امام علیہ السلام مین ہو اور حضرت
کے وقت مین تو مطلق حضرت ہی کیخدمت مین بھیجی جائے گی۔ چھٹا مسئلہ مستحق مین ایمان
شرط ہے اور اسمین تردد ہے اور تردد کا منشا یہ ہے کہ آیہ کریمہ مین مؤمن کی تخصیص نہین پس
غیر مؤمن کو کہ وہ ذوی القربیٰ ہو دے سکتے ہین اور اگر یہ نظر کرین کہ مخالف حق سے دور ہے
اور رعایت سزاوار نہین تو ایمان شرط ٹھہریگا اور اظہر کی بنا پر عدالت شرط نہین خمس کے
ملحق احکام مین دو مقصد ہین پہلا مقصد انفال ہین اور یہ وہ چیز ہے کہ جسکے خاص مالک
امام علیہ السلام ہین جسطرح سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کیلیے انفال تھے اُردو مترجم کہتا ہے کہ

انفال تحریک اسے نفل کی جمع ہے اور نفل کے معنی لغت میں غنیمت اور ہبہ کے ہین اور ازہری
کہتے ہین کہ نفل وہ چیز ہے جو اصل سے زیادہ ہو اور غنیمتون کا نام انفال اسلیے ہوا کہ مسلمان
اس سے فضیلت دیئے گئے ساری ایسی امتون پر کہ جنھین غنیمتین حلال نتھین اور سنت نافلہ
نفل سے نامزد اسلیے ہوئین کہ فرض سے زائد ہین اور انفال یہان وہ چیزین ہین جو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے خاص ہون۔ اور انفال پانچ چیزین ہین پہلی چیز وہ زمین ہے جو بے لڑائی کے ہاتھ آئے
خواہ وہان کے رہنے والے جلاے وطن کر گئے ہون خواہ اپنی رضا و رغبت سے اُنھون نے
سپرد کردی ہو دوسری چیز لاوارث زمینین کہ جنکا کوئی وارث نہو خواہ اُنکے مالک ہلاک ہو گئے ہون
یا وہ کسی کی ملکیت مین آئی نہون جیسے جنگل دریا کے کنارے پہاڑون کی چوٹیان ہین اور اُن کی
چوٹیون مین کی چیزین مثل کھانون اور پتیون اور درختون کے اور اسیطرح رود خانون اور نیستانون مین
سے اور جبکہ دار الحرب مفتوح ہو بس جو کہ بادشاہون کی ملک سے ہے جیسے قریے اور کھیت اور
زمینین اور بادشاہی عمارتین وغیرہ خاص چیزین اور وہ چیزین کہ نقل کے اور تحویل کے قابل ہین
جیسے لونڈیان اور غلام ہین اور گھوڑے ہین یہ خاص امام علیہ السلام کا مال ہے جس صورت مین
کسی مسلمان سے کافر حربی نے غصب یعنی چھین نلی ہو یا اُن کافرون کی ملک سے نہو جو مسلمانون
کے عہد و امان مین ہین اور اسیطرح امام علیہ السلام کو پہونچتا ہے کہ مال غنیمت مین سے گھوڑے
لونڈیون کپڑون وغیرہ کے قبیل سے جسے چاہین اپنے لیے چن لین جبتک کہ اجحاف لازم نہ آئے یعنی
حد افراط کو نہ پہونچے کہ لشکر کے لیے کچھ کم نہ رہجاے اور جو مال کہ امام علیہ السلام کی بے اجازت
غنیمت مین دار الحرب سے غازی لوگ لے لین اور وہ مال بھی امام علیہ السلام سے تعلق رکھتا
ہے اور بعضے فقہا اسمین بھی خمس واجب جانتے ہین اور اسکی دلیلین قوی ہین دوسرا مقصد
مال امام کے تصرف کی کیفیت مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ امام علیہ السلام کے مخصوص
مال مین بے اجازت تصرف جائز نہین جبکہ امام ظاہر مین تشریف رکھتے ہون اور اگر اسمین تصرف
کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسمین کوئی منفعت حاصل ہو گی تو وہ بھی امامؑ کا مال ہے دوسرا مسئلہ
جبکہ امام علیہ السلام اپنے حقوق مین سے کسی کے ساتھ کسی چیز کا مقاطعہ کرین تو اُسپر حلال ہے
جو مقاطعے سے زیادہ حاصل ہو اور اس شخص پر واجب ہے کہ وجہ مقررہ کو پہونچا دے تیسرا مسئلہ

امامیہ مذہب مین مناکح اور مساکن اور متاجر کی اباحت امام علیہ السلام کی غیبت مین شیعہ امامیہ کے لیے ثابت ہے ہرچند کہ یہ سب امام علیہ السلام کا مال ہین یا امام کا بھی اُسمین حق ہو اور حصہ اِن چیزون سے نکالنا واجب نہین اور مناکح کی تفسیر اُن لونڈیون سے کی ہے جو غیبت کے حال مین حربی کافرون سے لی جائین ہرچند ایک قول پر بے اجازت امامؑ کے لیے ہوے ساری غنیمت امام ہی سے تعلق رکھتی ہے اور ایک قول پر امام علیہ السلام اُسکے خمس مین شریک ہین مگر غیبت امام علیہ السلام مین شیعون کے لیے اُسمین تصرف مباح ہے اور اسیطرح جو سال بھر کے خرچ سے تجارت اور زراعت وغیرہ کے نفعون سے بڑھے کہ اُسمین خمس ہے اور امامؑ کا بھی حق اُس خمس سے متعلق ہے غیبت کے حال مین اُن بڑھے ہوئے منافعون کو اپنی عورتون کا مہر کرین بغیر خمس نکالے جبتک کہ متصرف کے حال کی نسبت سے اسراف کی حد کو نہ پہونچے اِس فرقہ امامیہ پر حلال ہے نہ اِنکے سوا اورون پر اور مساکن کی تفسیر اُس زمین سے کی ہے جو انفال کی زمین مین سے مول لیجائے اور یہی حکم ہے جو مساکن کہ مول لیے جائین ایسے مال سے جنمین خمس واجب ہے اور نہ نکالی ہو یا وہ مساکن جو غیبت امامؑ مین بے اذن حضرتؑ حربی کافرون سے لے لیے ہون اور وہ سب ایک قول پر امام علیہ السلام کا مال ہین اور ایک قول پر امامؑ بھی اُسمین شریک ہین وہ بھی شیعہ امامیہ کے لیے مباح ہین اور واجب نہین کہ اسمین سے خمس نکالین اور متاجر کی تفسیر اُن مالون کے مول لینے سے کی ہے جنمین خمس ہوتی ہے اور واجب نہین خریدار پر کہ اُنکی خمس نکالے مگر جب اُنمین فائدہ حاصل ہو تو اُسمین خمس ہے اور تمام انفال جیسے اراضی موات یعنی لاوارث زمینین اور نیستان اور کھائین اور درخت اور پتیان امام علیہ السلام کا مال امامیہ شیعون کے لیے مباح ہے اور سند اِسکی صحیحہ مستفیضہ حدیثین ہین کہ حدیثونکی کتابون مین مفصل مذکور ہین چوتھا مسئلہ جو خمس مین واجب ہے کہ دیا جائے واجب ہے امامؑ کے ظہور وحضور کے وقت مین اُسے حضرت کی خدمت مین پہونچاوے اور غیبت کے وقت بعضے کہتے ہین کہ اُسمین تصرف مباح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اُسکی محافظت واجب ہو اور جب موت کی علامتین ظاہر ہون تو وصیت کردے کہ یہ مال امام علیہ السلام کا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اُسے زمین مین گاڑدے اور ایک جماعت فقیہون کی کہتی ہے کہ نصف مستحقون کو دیدے او

حفاظت کرے اُس دوسرے نصف کی جو امام علیہ السلام سے مختص ہے زمین مین دفن کرے یا وصیت سے موت کے وقت مین اور بعضے کہتے ہین کہ حضرت کا حصہ بھی مذکور صنفون کے موجود مستحقون کو دیدے اسلیے کہ امام علیہ السلام کو ضرور ہے کہ انھین کفایت بھر عطا فرمائیں جبکہ اُنکے حصے اُنھین کافی نہ پڑتے ہون جیسے یہی ظہور کیوقت مین واجب ہے اسیطرح غیبت مین بھی اُن حضرت پر واجب ہے اور یہی قول اشبہ ہے پانچوان مسئلہ امام علیہ السلام کے حصے کا صرف واجب ہے کہ مذکور صنفون مین ہو اور اسکی تقسیم وہ کرے جو نیابت کا محکوم اور وہی حاکم شرع ہے یعنی امامیہ مذہب کا عادل فقیہ فتوےٰ کی شرطون کا جمع رکھنے والا جس طرح سے غائب لوگونکے سر ونکے واجب حقوق کو بجا لاتا ہے

کتاب الصوم

یہ کتاب روزے کے بیان مین ہے اور نظر صوم کے ارکان اور اقسام اور لواحق مین ہے اور صوم کے ارکان چار ہین۔

پہلا رکن صوم کے لغت مین امساک کے معنی ہین یعنی باز رکھنا اور شرع کے عرف مین نیت کے ساتھ مفطر چیزون سے باز رکھنا ہے اور نیت یا روزے مین رکن ہے اور عمدہ جزء ہے کہ روزے کی ماہیت اُسی کی ساتھ پائی جاتی ہے یا روزے کی صحت کی شرط ہے اور روزے سے خارج ہے لیکن شرط ہونا اشبہ ہے اور کفایت کرتا ہے جو ماہ رمضان مین نیت کرے کہ اَصُومُ مُتَقَرِّبًا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی روزہ رکھتا ہون مین اس حال مین کہ تقرب چاہنے والا ہون اللہ تعالیٰ کا آیا یہی نیت معین نذر مین بھی کافی ہے یا نہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان کافی ہے اور بعضے کہتے ہین کافی نہین بلکہ معین کرنا چاہیے کہ نذر کا روزہ ہے اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ کافی ہونے کا قول سید مرتضیٰ اور ابن ادریس کا ہے اور اسکی تقویت کتاب منتہی مین کی ہے اور یہی معتمد ہے اور کافی نہونے کا اور تعیین ضرور ہونیکا قول شیخ کا ہے اور اسی کو کتاب مختلف مین قریب جانا ہے اور رمضان کے مہینے کے سوا نذر معین اور مطلق نذر اور کفارہ اور قضا روزے مین قصد تعیین کا ہے اور یہ مخصوص روزے کا قصد کرنا ہے اور اگر کوئی قربت کے قصد پر اقتصار کرے اور تعیین سے غافل ہو جائے تو صحیح نہین اور روزے کی نیت کا پہلے جزء مین

واقع کرنا ضرور ہے یعنی طلوع صبح کے نزدیک یا وہ لمبین لانا رات کو اُس حالت مین کہ اسی نیت
کے حکم پہ استمرار کرے اِس معنی سے کہ نیت مذکور کے خلاف کا قصد نکرے اور اگر رات کو نیت بھولجائے تو نیت
کی تجدید دنکو آفتاب کے زوال تک کرلے اور اگر آفتاب کو زوال ہو جائے تو نیت کا وقت
نہین خواہ واجب روزہ ہو خواہ سنت ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ سورج کے غروب کے وقت تک
بھی سنتی روزے مین نیت کرسکتا ہے اور پہلا قول اشہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ
نے کہا ہے کہ اصح یہی ہے کہ سُنتی روزے کی نیت کا وقت اُس زمانے تک ہے کہ کچھ دن غروب آفتاب
سے امساک کے لیے باقی رہجائے کہ جسے عرف مین امساک کہین ہرچند زمانہ کم ہی ہو۔ اور بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ ماہ رمضان مخصوص ہے اِس سے کہ جائز ہے داخل ہونے سے پہلے نیت کرے اگر رمضان
کے داخل ہونے کے وقت نیت بھولجائے اور روزہ رکھے تو پہلی نیت کافی ہے اسیطرح ماہ
رمضان کی پہلی نیت سارے مہینے کے روزون کو کافی ہے اور ماہ رمضان مین غیر ماہ رمضان کا
روزہ واقع نہین ہوتا اور اگر کوئی غیر رمضان کے روزے کی نیت ماہ رمضان مین کرے خواہ وہ روزہ
واجب ہو خواہ سنت ہو تو اُسے روزۂ رمضان کے لیے وہ نیت کافی ہے نہ اُس روزے کے لیے کہ
جسکی نیت کی ہے جو کہ ماہ رمضان کے سوا کا روزہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ غیر رمضان
کی نیت کا رمضان کو کافی ہونا مشروط اِس سے ہے کہ رمضان کے داخل ہونیکو نجانتا ہو یا بھولگیا
اور جان بوجھکر غیر رمضان کی نیت واجب یا سنت روزے کی روزۂ رمضان کیلیے کافی ہونے مین
اختلاف ہے اور مدارک مین کے بیان پر فساد جید ہے اور واجب سنت مین نیت کی تردید کرنا
جائز نہین بلکہ ضرور ہے کہ تعیین سے اِن دو مین سے ایک کا قصد کرے اور اگر شعبان کے آخیر
روز مین شک کی تقدیر پر واجب روزے کی نیت کرے تو روزہ نہ تو شعبان کے روزے سے اور نہ
رمضان کے روزے سے مجزی ہوگا اور اگر یوم شک مین نیت کرے کہ سُنتی روزہ بجالاتا ہے
اور پھر ظاہر ہو کہ وہ رمضان کی پہلی کا روزہ تھا تو وہی روزہ کافی ہے اور اگر شک کے دن روزہ
اِس قصد سے رکھے کہ اگر رمضان ہے تو روزہ واجب ہے اور اگر شعبان ہے تو سنتی ہے تو بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ ماہ رمضان تھا تو وہی روزہ کافی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اُسپر روزے کا
اعادہ ہے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ یہ دونون قول شیخ علیہ الرحمہ کے ہین پہلا مبسوط مین

اور خلاف مین ہے اور دوسرا قول اُنکی باقی کتابون مین ہے اور اسی کو ابن ادریس اور مصنف اور اکثر متاخرین نے اختیار کیاہے اور یہی معتمد ہے۔ اور اگر افطار کے قصد سے صبح کرے اور اسکے بعد ظاہر ہو کہ ماہ رمضان ہے تو نیت وجوب کی تجدید کرے اور اُسی پر اکتفا کرے اور زوال کے بعد ظاہر ہو کہ رمضان ہے تو باقی دن کا امساک کرے اور قضا کا روزہ رکھنا اُسپر واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس صورت مین کہ زوال کے بعد معلوم ہو کہ یہ دن رمضان کا ہے تو واجب ہے کہ باقی دن کی امساک قربت کی نیت سے کرے پھر اُس روزے کی قضا بجا لائے اور اگر امساک نکریگا اور افطار کریگا تو کفارہ بھی اُسپر لازم ہوگا اور اگر سنت کی نیت سے روزہ رکھا ہو تو نیت کو قصد وجوب کیطرف پھیر دے اور یہ روزہ کافی ہے خواہ زوال کے پہلے معلوم ہوا ہو اور نیت کو بدلا ہو خواہ بعد زوال سے فرعی تین مسئلے پہلا مسئلہ اگر رمضان کے دن مین افطار کا قصد کرے پھر زوال کے پہلے نیت کی تجدید کرے روزہ منعقد نہوگا اور قضا کا روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر کہا جائے کہ روزہ منعقد ہو جائیگا تو اشبہ ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ منعقد ہونا اصح ہے اگر جانتا ہو کہ ماہ رمضان کا روزہ ہے اور افطار کا قصد کرے اور اگر بھولجائے یہ کہ رمضان کا دن ہے اور فطار کا قصد کرے اور پھر یاد آجائے اور تجدید نیت کرے تو روزہ منعقد ہو جائیگا دوسرا مسئلہ اگر روزے کی نیت باندھے پھر توڑنے کا قصد کرے اور نتوڑے اور تجدید نیت کرے تو روزہ صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اس صورت مین صحیح نہونا اصح ہے اگر ماہ رمضان کا روزہ جانکر افطار کا قصد کریگا اور اس مسئلے مین اور اگلے مسئلے مین فرق یہ ہے کہ اُسمین روزے کی نیت افطار کے قصد سے پہلے نتھی اور اس مسئلے مین پہلے روزے کی نیت ہے تیسرا مسئلہ نابالغ تمیزدار لڑکے کی نیت صحیح ہے اور اُسکا روزہ شرعی ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ نابالغ لڑکے کی عبادت مین علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا کہ یہ عبادت شرعیہ اس معنون سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے حکم کی طرف مستند ہے اور اسپر ثواب کا استحقاق رکھیگا یا تمرنیہ عادت ڈلوانے کی ہے بس شیخ علیہ الرحمہ نے اور ایک جماعت نے کہ جنمین مصنف بھی ہین پہلی شق کو اختیار کیا ہے اور دلیل اسپر یہ ہے کہ کسی چیز کے حکم کرنے کا حکم دینے والا خود اس چیز کا حکم کرنیوالا اس معنی سے ہے کہ اس چیز کا ارادہ کرنا اُسکے حال سے ظاہر ہے اور علامہ علیہ الرحمہ نے

مختلف مین تمرینیہ ہونے کو قریب جاناہے اِسلیے کہ تکلیف بلوغ سے مشروط ہے اور شرط کے انتفاء سے
مشروط منتفی ہوتاہے اور اِس شرط کے مطلق معتبر ہونے مین مناقشہ ہوسکتاہے اِسلیے کہ ممیز لڑکے
کی طرف خطاب کے متوجہ ہونے کی عقل منکر نہین ہوتی اور شرع فقط واجب اور محرم تکلیف کے توقف
کو بلوغ پر مقتضی ہے لیکن سنتی وغیرہ تکلیف کا نہ عقلی کوئی مانع ہے اور نہ شرعی مانع ہے۔
دوسرا رکن اُسمین ہی جس سے صائم یعنی روزہ دار باز رہتاہے اور اُسمین کئی مقصد ہین پہلا مقصد امساک
واجب ہے ہر کھانے کی چیز سے خواہ اُسکا کھانا معتاد ہو جیسے روٹی میوے خواہ معتاد نہو جیسے سنگریزے اور ایسے ہین
اور ہر پینے کی چیز سے ہرچند اُسکا پینا معتاد نہو جیسے پھول درخت سے نچوڑا ہوا پانی ہے اور جماع سے عورت کے
آگے وار اجماعاً اور پیچھے وار سے بنا بر اظہر کے اور اُس سے عورت کا روزہ بھی ٹوٹ جاتاہے اور لونڈے کے
پیچھے وار دخول سے اور چوپایون کے دخول سے روزہ کے فساد مین تردد ہے ہرچند کہ فعل حرام ہے اور اسیطرح
قول ہے مدخول لونڈے کے روزے کے فساد مین اور اشبہ یہی ہے کہ غسل کے وجوب کے تابع ہے یعنی اگر لونڈے
کے پیچھے وار دخول سے غسل واجب ہوتاہے جیساکہ بعضے علما کا مذہب ہی تو روزہ بھی ٹوٹ جائیگا اُردو مترجم
کہتاہی کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ لونڈے کے پیچھے وار دخول سے غسل کا واجب ہونا اصح ہے تو وہ روزے
کو بھی ضرور توڑ ڈالیگا اور اِس قول پر کہ لڑکے کی بھی عبادت شرعیہ ہے تو اُسکے روزے کو بھی فاسد کردیگا
لیکن چوپاؤن کے دخول مین غسل کے وجوب پر کوئی دلیل نہین بس جب غسل احوط ہے تو روزے کے
ٹوٹنے کا قول بھی احوط ہے اور خدا پر اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر اور ائمہ علیہم السلام پر افترا باندھنے
سے امساک واجب ہی آیا اِس جھوٹ سے روزہ ٹوٹتاہے یا نہین بعضے کہتے ہین کہ ٹوٹجاتاہے اور بعضے
کہتے ہین کہ نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتاہے کہ خدا اور رسولؐ اور ائمہؑ پر جھوٹ بولنے سے
روزے کے ٹوٹنے مین علما نے جھوٹ کے مفسد نہونے کے اتفاق کے بعد اختلاف کیاہے بس شیخین نے
اور سید مرتضی نے انتصار مین فرمایاہی کہ اِس جھوٹ سے روزہ ٹوٹ جاتاہے اور قضا اور کفارہ واجب ہوجاتاہے
اور سید نے جمل مین اور ابن ادریس نے کہاہے کہ نہین ٹوٹتاہی اور یہی معتمد ہے۔ اور روزہ دار کو پانی کے
اندر سر ڈبونے سے اجتناب واجب ہی اور بعضے علماء نے کہاہے کہ حرام نہین ہے بلکہ مکروہ ہے اور پہلا قول
اشبہ ہے اور آیا اِس سے روزہ ٹوٹتاہے یا نہین اور اشبہ یہی ہے کہ روزہ نہین ٹوٹتاہی جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ سر پانی مین ڈبونے سے اجتناب واجب ہونا عام ہے وِس سے کہ باقی بدن پانی مین

یا سر فقط پانی مین لیگیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ سر فقط پانی کے اندر لیجا نا سر کے منافذ کے ساتھ حرام ہے
علماء نے کہا ہے کہ حرمت کے قول پر اگر غسل واجب ارتماس سے یعنی غوطہ مارکے کریگا تو وہ غسل کافی نہوگا
اسلیے کہ یہ فعل حرام ہے اور واجب نہین ہے بس صحیح نہوگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک کہتے ہین کہ
ارتماسی غسل کے حکم مین علمائے اختلاف کیا ہی بس اکثر علماء اور اُنھین مین سے شیخین ہین کتاب مقنعہ اور
کتاب نہایہ مین ارتماس سے روزہ ٹوٹ جانے کے قائل ہوئے ہین اور اسی کا یقین کیا ہے سید مرتضی نے
اور اسپر اجماع کا بھی دعوی کیا ہے اور ابن ادریس کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور شیخ استبصار مین کہتے ہین کہ ارتماس
روزے مین حرام ہے روزیکی قضا اور کفارہ اُس سے واجب نہین ہوتا اور یہی معتبر ہے اور حلق مین غبار
پہونچانیمین اختلاف ہی اور اظہر کے بنا بر حرام ہے اور روزہ ٹوٹ جاتا ہی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حلق
مین غبار پہونچانیمین بعضون نے مشروط کیا ہی کہ عمداً پہونچائے اور وہ غبار غلیظ ہو اور نہین تو مفسد صوم نہین اور اگر ایسے مکان
مین ہو کہ اُس سے بچاو ممکن ہو پھر اگر بھولجائے یا احتراز ممکن نہو تو روزے کا مفسد نہونا اوجہ ہے اور متاخرین
علماء نے اُس گاڑھے دھوئین کو ملحق کیا ہے کہ جسکے اجزا حلق مین جاتے ہین اور رونگ کے بخار کو اور اسی حقوین
کے مثل کو اسی غبار سے ملحق کیا ہے اور صاحب مدارک نے کہا ہے کہ یہ بعید ہے اور بغیر ضرورت طلوع فجر تک
جنابت پر باقی رہنے سے اشہر پر اجتناب واجب ہی اور اگر رات کو غسل جنابت کی احتیاج ہو جائے اور بے
ارادہ غسل کئے سورہے اور صبح کے طلوع تک نہ جاگے تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر غسل کی نیت رکھتا ہوگا
تو اُسکا روزہ صحیح ہے اور اگر جاگے اور پھر سورہے اور صبح کے طلوع تک نہ جاگے تو اُسکا روزہ فاسد ہوگا اور قضا
واجب ہوگی اور اگر استمنا کرے یعنی بے جماع کے منی نکالے یا عورت سے مساس کرے اور انزال ہو جائے تو
اُسکا روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر روزے کی نیت کے بعد دن کو نہانے کی حاجت سوتے مین ہو جائے تو اُسکا
روزہ فاسد نہوگا اور اسیطرح اگر کسی عورت کی طرف دیکھے اور انزال ہو جائے تو اظہر یہ ہے نہ ٹوٹیگا یا کسی عورت کی آواز سنے
اور انزال ہو جائے تو روزہ نہ ٹوٹیگا اور سوکھی دواؤن سے حقنہ یعنی عمل لینا جائز ہے اور تر بہتی دواؤن
سے حرام ہے اور اُس سے روزہ فاسد ہونے مین تردد ہی اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ یہ تردد پیدا ہوتا ہے اس امر سے کہ یہ حقنہ اُس چیز کے پیٹ مین پہونچانے پر مشتمل ہے کہ جسکا پہونچانا
ممنوع ہے جائز نہین بس مثل کھانے کے ہے اور اسکی ممانعت حدیث مین وارد ہے اور اس امر سے یہ تردد
ہوتا ہے کہ حرام ہونے کو روزے کا ٹوٹنا لازم نہین اور اصل برائۃ ہے اور کھانے سے مشابہت روزے کی

ٹوٹنے کو مقتضی نہین اور صحیح یہی ہی کہ ترپہتی دواؤن سے عمل لینا حرام ہے اور روزہ نہین ٹوٹتا۔ دو مسئلے
پہلا مسئلہ یہ جو کچھ روزے کے مفسد بیان ہوئے ہین جبھی مفسد ہین کہ عمداً اجتناب کے وجوبکو جانکر واقع کرلے اور
جاہل مین تردد ہے اور اگر بھولے سے یہ واقع ہون تو روزے کے مفسد نہین خواہ روزہ واجب ہو خواہ
سنت ہو اور اسیطرح روزہ نہین جاتا ہے اگر جبر سے توڑوایا جائے یا حلق مین کوئی مفطر چیز ڈالدیجائے۔
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار کے حلق مین جبر سے کوئی چیز مفطر یعنی روزہ توڑنیوالی چیز
ڈالدین تو وہ روزہ دار نتو گنہگار ہے اور نہ اسپر روزے کی قضا ہے اور اگر کسی روزہ دار پر روزہ توڑنے
کے لیے جبر کرین اسطرح پر کہ اُسے قتل سے ڈرائین یا ضرر پہونچانے سے ڈرائین کہ اُسے گمان غالب
ہوجائے کہ روزے کو نہ توڑیگا تو قتل ہوگا یا ضرر اُٹھائیگا تو اس صورت مین بھی افطار پر مامور ہے اور
بعضے علمانے کہا ہے کہ قضا روزہ رکھیگا اور بعضون نے قضا رکھنے کو واجب نہین جانا ہے مگر اس صورت
مین کم سے کم اتنے کھانے پینے پر اکتفا کرنا چاہیے جس سے وہ تکلیف دور ہوجائے اور اس سے زیادہ
مفطر کا استعمال نکرے نہین تو کفارہ لازم ہوگا اوسیطرح پر ہے کہ اگر کوئی جبر کھانے پر کرے اور وہ پانی وغیرہ
پیے اور پینے پر جبر کرے اور وہ کھائے اور آفتاب کے غروب سے پہلے افطار مین تقیہ واجب ہے اور
اسدن کے روزے کے افطار مین تقیہ کی رو سے جسکا روزہ واجب ہے یہی حکم ہے اور یہو ہین حکم ہے گناہ نہ ہونے مین
اور قضا بجالانے مین اختلاف ہے دوسرا مسئلہ پیاس رفع ہونے کے لیے انگوٹھے چوسنے مین اور بچے
کے لیے کھانا چبانے مین اور پرندے کو دانہ بھرانے مین کوئی سالن کو زبان پر رکھکر تھوک کر نمک چکھنے پر
کوئی ڈر نہین اور اگر بے اختیار کچھ حلق مین چلا جائے تو روزہ ٹوٹنے مین دو قول ہین اور روزہ نہ ٹوٹنے
کا قول بہتر ہے اور مردون کے لیے پانی مین بیٹھنے مین کچھ مضائقہ نہین اور نماز کے لیے مسواک کرنا مستحب ہے
خواہ گیلی لکڑی کی ہو خواہ سوکھی لکڑی کی ہو اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے کہا ہے کہ مردون
کے لیے پانی مین بیٹھنا مکروہ نہین جیسا کہ حدیث مین جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے
کہ حضرت سے روزہ دار کے پانی مین بیٹھنے کو پوچھا تو حضرت نے فرمایا کچھ ڈر نہین مگر سر کو پانی مین نہ ڈبوئے
اور عورت پانی مین نہ بیٹھے اسلیے کہ وہ اپنے آگے کی شرمگاہ سے پانی اُٹھالیگی یعنی پانی اندر وار چلا جائیگا
دوسرا مقصد روزہ توڑنے ہی کے حکمون مین اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ قضا کے ساتھ کفارہ ان
سات مین سے کسی کو عمل مین لانے سے واجب ہوتا ہے ایک کھانا خواہ معتاد ہو خواہ غیر معتاد ہو

دوسرے پینا خواہ معتاد ہو یا غیر معتاد ہو تیسرے جماع عورت سے آگے وار یا پیچھے وار کہ حشفہ داخل ہو جائے
چوتھے طلوع صبح تک عمداً جنابت پر باقی رہنا پانچوین بے غسل کے ارادے طلوع فجر تک سوتے رہنا
چھٹے انزال یعنی منی نکالنا ساتوین غبار حلق مین پہونچانا ہے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
اگر جنب عمداً فجر کے طلوع تک جنابت باقی رہے تو اُسپر قضا اور کفارہ لازم ہوتا ہے برخلاف حائض اور
مستحاضہ اور نفسا کے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ انپر کفارہ نہ واجب ہونے کا یقین کرنا چاہیے
اور فقط قضا پر اکتفا کرنا چاہیے دوسرا مسئلہ واجب نہین کفارہ مگر رمضان ہی کے روزون مین اور
قضاء رمضان کے روزون مین اگر زوال کے بعد توڑ ڈالے اور معین نذر کے روزون مین اور اعتکاف کے
روزون مین جبکہ اعتکاف واجب ہو اُنکے سوا اور روزون مین کفارہ واجب نہین جیسے غیر معین نذر کے
اور کفارے کے اور سنتی روزے ہین کہ انمین کفارہ نہین ہے گو ٹوٹ جائین تفریع جو کہ بھولے سے کچھ کھالے
اور گمان کرے کہ روزہ باطل ہو گیا اور بعد اسکے عمداً افطار کر ڈالے تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور قضا اُسپر
واجب ہو گی اور کفارہ کے وجوب مین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ کفارہ واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے
کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تردد اسوجہ سے ہے کہ عمداً کفارے کے موجب کو عمل مین لایا ہے تو کفارہ
لازم ہوگا اور اسوجہ سے ہے کہ حکم سے جاہل ہونے سے یہ فعل کیا ہے اور جاہل معذور ہے اور اصح یہی
ہے کہ اس مقام پر کفارہ واجب نہین اور بے حکم کے جانے جو کسی مفطر کو عمل مین لائیگا اُسپر کفارہ نہین
اسلیے کہ روایت زرارہ اور روایت ابی بصیر مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہے لیکن
قضا اُسکی کوتاہی کے سبب سے ہے تیسرا مسئلہ روزۂ رمضان کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا پیاپے
دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ محتاجون کا کھلانا ہے انمین سے جسے بجا لائیگا عہدۂ واجب سے خارج
ہو جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کفارہ مرتبہ اس معنی سے ہے کہ پہلے غلام کا آزاد کرنا ہے اور عجز کیصورت
مین دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینون کو کھلائے اور بعضون نے
کہا ہے کہ اگر حرام سے افطار کریگا تو تینون کفارے لازم ہونگے اور اگر حلال سے افطار کریگا تو ایک کفارہ ہے
اور پہلا قول اکثر ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ ان تینون کفارون مین تخییر کا قول شیخ علیہ الرحمہ کا اُنکی ساری
کتابون مین ہے اور سید مرتضیٰ کا ایک قول دو قولون مین سے ہے اور ابو صلاح اور سلار اور ابن ادریس وغیرہ
بھی تخییر ہی کے قائل ہین اور ترتیب یعنی پہلے عتق پھر صیام پھر اطعام کے قائل ابن ابی عقیل ہین اور مصنف نے

یعنی عمل لے اور ابن جنید کہتے ہین کہ روزہ دار کو حقنہ سے باز رہنا مستحب ہے اسلیے کہ وہ پیٹ مین پہونچتا
ہے اور علامہ نے مختلف مین مطلق حقنہ کے مفطر ہونے کو قریب جانا ہے اور اُسے خاص ثقنا کا موجب
کہاہے اور شیخ نے اپنی ساری کتابون مین اور ابن ادریس نے کہا ہے کہ حقنہ تر ہتا خاص حرام ہے اور اُس سے
قضا روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے نہ کفارہ اور مصنف نے معتبر مین تر اور خشک حقنہ کی تحریم کے روزے
توڑنے کے قول کی توجیہ کی ہے اور یہی معتمد ہے۔ آٹھوان مسئلہ جو کہ جنب ہوا ور غسل کی نیت سے تین مرتبہ
سوئے اور اُٹھے یہانتک کہ صبح ہو جائے تو قول مشہور پر اُسپر کفارہ دینا لازم ہے اور اُسمین تردد ہے اردو مترجم
کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اِس تردد کا منشاء اصل برائت اور ضعف تمسک ہے اور تیسری مرتبہ کا بھی
سو رہنا بمثل بے نیت غسل کے سو رہنا ہے اور علامہ نے منتہی مین کفارہ نہونے کو ترجیح دی ہے گو قضا
واجب جانا ہے اور قول مشہور پر کفارہ دینا اولی ہے۔ نوان مسئلہ واجب معین روزے کی قضا نو چیزون
سے ہوتی ہے پہلی چیز بے صبح کی رعایت کیے قدرت ہونے پر کسی مفطر کو عمل مین لائے پھر ظاہر ہو جائے
کہ فجر ہو گئی تھی دوسری چیز بے تحقیق قدرت دریافت پر رکھتے ہوے کسی کے خبر دینے پر کوئی مفطر عمل مین
لانا اور حال یہ ہو کہ صبح ہو چکی ہو تیسری چیز صبح ہو جانے کی خبر دینے والے کے قول پر عمل نہ کرنا اور خبر
دینے والے کے جھوٹ بولنے کے گمان پر کسی مفطر کا استعمال کرنا اور اِسی طرح کسی کی تقلید سے روزہ
کھول ڈالنا کہ وہ کہے کہ رات ہو گئی اور اسکے بعد اُسکی خبر کا جھوٹ ظاہر ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین
کہ اِس صورت مین قضا کا واجب ہونا مشروط ہے اِس امر سے کہ روزہ دار کو وقت کی خبر دینے والے کی
تقلید جائز نہو بلکہ تحقیق کرنا چاہیے ہو کیونکہ اُسے اگر تقلید کرنا جائز ہوگا اور خبر دینے والا عادل ہوگا تو کچھ بھی
اُسپر واجب نہوگا جیسا کہ فقہا نے تصریح کی ہے چوتھی چیز تاریکی کے سبب سے رات ہونے کے وہم پر
روزہ کھول ڈالنا ہے اور اگر رات ہو جانے کا گمان غالب ہو جائے تو روزہ صحیح ہے پانچوین چیز عمداً قے کرنا
اور اگر خود سے قے آ جائے تو روزہ باطل نہین ہوتا ہے چھٹی چیز بہتی تر چیز سے حقنہ یعنی عمل لینا ساتوین
چیز ٹھنڈک کے لیے کلی کرنا اگر محافظت کرنے پر پانی حلق مین پہونچ جائے تو قضا واجب ہے اور اگر عمداً
محافظت مین کوتاہی کرے اور پانی حلق مین پہونچ جائے تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے
اور اگر وضو کے لیے کلی کرے اور پانی بے اختیار حلق مین چلا جائے تو قضا واجب نہین جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ بعضون نے کہا ہے کہ سنتی نماز کا وضو ہے اور مضمضہ یعنی کلی مین پانی بے اختیار حلق مین چلا جائے

تو روزے کی قضا بجالانا چاہیے اور روایت مین اسیطرح ہے اور اسپر عمل کرنا احوط ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ محافظت مین کوتاہی نہ کرے اور اگر کوتاہی کریگا تو اُسپر قضا واجب ہے آٹھوین چیز دوبارہ سو رہنا اُس شخص کا کہ رات کو اُسے غسل جنابت کی حاجت ہوئی ہو اور جاگئے کی اور غسل کی نیت سے سو گیا ہو اور جاگے نہ نہائے اور پھر اُسی نیت سے سو رہے اور صبح ہو جائے نوین چیز جو کسی ایسی عورت کی طرف شہوت سے نظر کرے کہ اُسکا دیکھنا اُسے حرام ہو اور انزال ہو جائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسپر قضا واجب نہین اور یہی اشبہ ہے اور اسیطرح اگر حلال عورت پر شہوت کی نظر کرے اور انزال ہو جائے تو قضا نہین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شہوت کی نظر سے منی کا انزال موجب قضا نہین اس شرط سے کہ اُسکی یہ خو نہو کہ دیکھتے ہی انزال ہو جایا کرتا ہو اسلیے کہ اگر ایسی اُسکی عادت ہو اور پھر اختیار سے نظر کرے تو قضا اور کفارہ دونون واجب ہین جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے یہان کئی فرعین ہین پہلی فرع اگر کوئی غرغرہ مُنھ کے مرض کی دوا کے لیے کرے اور اُسمین مُہرہ کسی غرض سے ڈالے یا اسکے سوا ڈالے اور حلق مین پہونچ جائے تو روزہ باطل نہوگا اور اگر عبث عبث کرے تو بعضون نے کہا ہے کہ اُسپر قضا واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قضا واجب نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ جسوقت مین کسی مفطر کا مُنھ مین رکھنا کوئی صحیح غرض کے لیے ہے تو وہ روزے کا مفسد نہین اور اسمین کوئی شک نہین کہ اسکے لیے اذن بھی ہے اور تعمد نگلنے کا بھی نہین ہے مگر جبکہ کوئی ضرورت نہو تو بعضون نے کہا ہے کہ قضا واجب ہوگی اسلیے کہ جس دلیل سے ٹھنڈک کے لیے کلّی کرنے سے اور بغیر نماز کے وضو کے پانی جانے سے قضا واجب ہے اُسی کے نحوے کو یہان بھی قضا کے وجوب پر دلالت ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے جو ٹھنڈک کے لیے کلّی کے پانی جانے پر وجوب قضا کا یقین کر لیا ہے اور مُنھ مین ڈالنے پر بے ضرورت کے قضا نہ ہونے کو ترجیح دی ہے ہر چند عبث عبث کرنیوالا مواخذہ مین اولیٰ تھا سبب اسکا یہ ہے کہ پہلے کو نص سے اختصاص ہے یعنی اُسمین خاص وارد ہے اور یہان نہونے سے اولویت کا حکم نہین ہو سکتا ہے دوسری فرع جو دانتون مین کی باقی غذا نکلے اُسے روزہ دار کو نگلنا حرام ہے بس اگر عمداً نگلجائے تو قضا واجب ہے اور اشبہ یہی ہے کہ قضا اور کفارے مین سے کچھ اُس پر واجب نہین تیسری فرع حلق کے رستے کے سوا سے جو کچھ پیٹ مین جائیگا وہ روزہ نہین توڑیگا حقنہ کے سوا کہ اُسکا حکم گذر چکا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پیشاب کے مقام کے سوراخ مین دوا کا ڈالنا تاکہ اُسکے اندر جائے روزہ کو توڑتا ہے

اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ مصنف کے تردد کا منشا مفطر کا پیٹ کی طرف جانا ہے اور کھانے پینے وغیرہ کا کہ جسکا مفطر ہونا ثابت ہوا ہے صادق نہ آنا ہے اور اصل برائت ہے اور اس سے روزے کا فاسد نہونا صحیح ہے چوتھی فرع نخامہ یعنی سینہ پر کے بلغم کے نگلجانے سے روزہ نہین ٹوٹتا ہے اور مراد نخامہ سے یہ ہے کہ جو بلغم وغیرہ سینہ کی طرف سے آئے اور تھوک کے نگلنے سے روزہ نہین ٹوٹتا ہرچند کہ عمداً ہو جبتک کہ مُنھ سے الگ نہ ہوا اور جو فضلات کہ سر سے نیچے اُترتے ہین اگر آپ سے اُترین اور بے قصد حلق سے اُتر جائین تو مفسد صوم نہین ہین اور اگر عمداً حلق سے اُتار جائیگا تو روزہ باطل ہوجائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ محمد ابن خاتون نے جامع عباسی کے حواشی مین کہا ہے کہ بعضے مجتہدین مثل شیخ ابو القاسم اور علّامہ کے تذکرے مین دماغ اور سینہ کے بلغم کے نگلنے کو مطلق روزے کا مبطل نہین جانتے ہین جب تک وہن کی فضا سے باہر نہ آیا ہو کہ اُسوقت مین تو مبطل ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور مدارک مین سید نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور معتمد جانا ہے اور کئی دلیلین بیان کی ہین کہ اکثر قوت سے خالی نہین اور مصنف نے بھی یہی قول رسالہ صومیہ مین اظہر جانا ہے اور ابطال کی تقدیر پر اصح یہ ہے کہ کفارہ نہین ہے اور تنہا قضا کافی ہے اور بعضے قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم جانتے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ کفارہ جمع چاہیے اسواسطے کہ نگلنا اسکا روزہ دار پر حرام ہے اور حرام چیز کا حلق سے اُتارنا واجب روزے مین کفارہ جمع کا موجب ہے اور یہ قول نہایت ضعیف ہے اور اسکی حرمت بیروزہ دار پر منع کے معرض مین ہے اور دلیل حرمت پر قائم نہین ہوئی اور وہ حدیث کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ جو شخص مسجد مین کھنکھارے اور سینہ پر کا بلغم نگلجائے تو وہ بلغم پیٹ کے جس مرض پر ہو کر گزرے گا اُسے اچھا ہی کر دیگا یہ حرام نہونے پر صریح دلالت کرتی ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ محمد یعقوب کلینی کی کتاب کافی مین روزہ دار کے نخامہ یعنی بلغم کے نگلنے اور مکھی کے نگلجانے کے باب مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے لَا بَأسَ بِأَنْ يَزْدَرِدَ الصَّائِمُ نُخَامَتَهُ یعنی کوئی ڈر نہین اسمین کہ روزہ دار اپنے بلغم کو نگلجائے بس یہ حدیث سے صاف جواز نگلنا ہے پھر نتو حرمت رہی نہ قضا نہ کفارہ مگر جسوقت فضائے حلق سے خارج ہوجائے تو اُسوقت مبطل ہے۔ پانچوین فرع جس چیز کے لیے مزا ہو جیسے مصطگی ہے کہ اُسکے چبانے کو بعضون نے روزے کا مبطل کہا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مبطل نہین اور یہی اشبہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ

روزہ میں تھوک بلغم وغیرہ کا نگلنا

صاحب مسالک فرماتے ہین کہ جسکے لیے مزا ہو اُس سے مراد وہ چیز ہے کہ جسکے لیے مزا ہو جسوقت تھوک اُس سے متغیر ہو جائے اور اُس سے ریزے جدا ہون اور اُس مزے سے متغیر تھوک کو روزہ دار نگلجائے تو اُسکے روزے کے بطلان مین دو قول ہین ایک بطلان کا ہے اسلیے کہ مزا ایک عرض ہے کہ اُسکا جدا ہونا محل سے محال ہے بس مزے کا تھوک پائے جانا اُسکے ساتھ اُسکے محل کے اجزا کے تحلیل ہونے پر دلیل ہے اور اسکا جواب کبری کا نمانتا ہے یعنی ہم نہین مانتے کہ مزے کا پائے جانا تحلل اجزا پر دلیل ہے یا دونون صغری اور کبری کا نمانتا ہے یعنی ہم نہین مانتے کہ مزے کا اپنے محل سے جدا ہونا سر نہج پر محال ہے اور ہم نہین مانتے کہ مزے کا پائے جانا اجزا کے تحلل پر دلالت کرتا ہی بس دلیل ہی اثبات پر قائم کرنا ضرور ہے اور اسپر سند یہ ہے کہ تھوک مجاورۃ سے مزے دار چیز کا اثر قبول کرلیتا ہے جیسے کہ ہوا بو سے منفعل ہوتی ہے اور علامہ علیہ الرحمہ نے کتاب منتہی اور کتاب تذکرہ مین نقل فرمایا ہے کہ جو کوئی حنظل یعنی اندراین کو اپنے تلوون مین لگائے تو اُسکا مزا اُسے محسوس ہوگا اور اس مزے کے پائے جانے سے روزہ باطل نہین ہوتا ہے چھٹی فرع جس کسی کے مُنھ مین کھانا وغیرہ کوئی مفطر ہو اور صبح ہو جائے تو اُسے تھوک دے اور اگر نگلجائیگا تو اُسکا روزہ فاسد ہو جائیگا اور ٹوٹ جائیگا اور اُسپر قضا روزہ رکھنا اور کفارہ دینا واجب ہوگا اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ اس حکم پر علماء کا اتفاق ہے کسی نے اختلاف نہین کیا ۔ ساتوین فرع جو شخص اکیلا رمضان کا چاند دیکھے پھر جو وہ افطار کریگا اور روزہ نرکھیگا تو اُسے قضا روزہ رکھنا اور کفارہ دینا واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ اُسکے حق مین شہر یعنی رمضان کے ثبوت کی وجہ یعنی چاند دیکھنا ظاہر ہے تو اورون پر تکلیف نہونے سے اُسپر سے تکلیف ساقط نہوگی اور یہ اجماعی ہے اور مخالفین کے خلاف پر اسمین تنبیہ ہے اسلیے کہ وہ اس اکیلے کے چاند دیکھنے سے اُسپر روزہ واجب نہین جانتے ہین جبتک کہ شرعًا ثابت نہو اُردو مترجم کہتا ہے کہ معلوم نہین کہ شرعی ثبوت سے چاند کا ثبوت مراد لیتے ہین یا روزے کے وجوب کا ثبوت مراد لیتے ہین یا فقط اُس دیکھنے والے پر یا سب اور اُس دیکھنے والے کے روزے کے وجوب پر اور چاند کے ثبوت پر عقل اور نقل دونون کو دلالت ہی عقل تو یہ ہے کہ چاند کو اپنے انکھون سے دیکھا اسکا انکار بداہت کا انکار ہے اور روزے کا وجوب چاند کے دیکھنے ہی سے ہو دیکھ لیا اور نقل مین یہ آیت کافی ہی مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ یعنی جو رمضان کا چاند دیکھے تو اُسے واجب ہے کہ اُسکا روزہ رکھے ان دونون دلیلون سے اُس دیکھنے والے پر روزے کا وجوب ثابت ہوگیا

اور اُسکے سوا اور سب مین ہماری بحث نہین۔ دسوان مسئلہ جبتک صبح ہونے مین جماع اور نہا لینے
بھر کا وقت باقی ہو جماع کرنا جائز ہے اور اگر وقت کی تنگی کا یقین رکھتا ہو اور پھر مباشرت کرے تو اُسکا
روزہ باطل ہوگا اور اُسپر قضا اور کفارہ واجب ہوگا اور وقت کی وسعت کے گمان پر رعایت صبح کرلے
تو اُسپر قضا اور کفارہ کچھ نہین اور اگر مراعات نہین کی ہے تو قضا واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ
صاحب مدارک کہتے ہین کہ جماع اور نہانے بھر کے وقت تنگ ہونے کے یقین پر جماع کے حرام ہونے
مین اور روزے کے فساد مین کوئی شک نہین کلام فقط کفارے کے واجب ہونے مین ہے اور مخفی نرہے
کہ یہ مقید ہے اِس امر سے کہ مکلّف کو صبح کا روزہ رکھنا یاد ہو اور اگر یاد نہ ہو تو اُسپر کچھ بھی نہین۔
گیارھوان مسئلہ کفارہ مکرر ہوگا اگر کفارے کے موجب کو مکرر عمل مین لائیگا دو روزون مین ایسے
روزے سے کہ جسمین کفارہ ہوتا ہے اور اگر کفارے کے موجب کی تکرار ایکدن ہو تو بعضے فضلانے کہا
ہے کہ کفارہ مطلق مکرر ہوگا خواہ دو کفارون کے موجبون کے بیچ مین کفارہ دیچکا ہو خواہ نہ دیچکا ہو اور
بعضے کہتے ہین کہ اگر بیچمین کفارہ دیچکا ہے اور پھر اُسیدن کفارے کا موجب عمل مین لایا ہے تو پھر
کفارہ واجب ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ تکرار موجب سے تکرار کفارے مین نہین ہوتی ہے اور یہی اشبہ ہے
خواہ دونون موجب ایک جنس کے ہون یا مختلف ہون جیسے کھانا اور جماع کرنا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ
صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے اِس امر پر کہ دو دن یا زیادہ مین روزہ ار کفارے کے موجبون
کی تکرار کو عمل مین لائیگا تو کفارہ بھی مکرر دینا واجب ہوگا خواہ پہلے دن کا کفارہ دیا ہو خواہ نہ دیا ہو فقط اختلاف
اِسمین ہے کہ اگر ایکدن روزہ دار کفارے کے باعث اور موجب کئی امر کرے تو شیخ علیہ الرحمہ نے مبسوط کتاب مین
فرمایا ہے کہ اِسمین ہمارے علما کی کوئی نص نہین اور جس بات کو کہ ہمارا مذہب مقتضی ہے ہے کفارہ مین
تکرار نہونا ہے اور اِسی کو ابن حمزہ نے اور مصنف نے اپنی تین کتابون مین اختیار کیا ہے اور سید مرتضی کہتے
ہین کہ عورت سے دخول کی تکرار مین کفارہ متکرر ہوگا اور ابن جنید کہتے ہین کہ اگر پہلے کا کفارہ دیچکا
ہوگا تو دوسری بار بھی دیگا اور نہین تو ایک ہی کفارہ دونون کا دیگا اور علامہ علیہ الرحمہ کتاب مختلف مین
فرماتے ہین کہ اگر کفارے کی جنس متعدد ہوگی تو کفارہ بھی متعدد ہوگا اور اگر نہ متعدد ہوگی تو نہ متعدد ہوگا
اور محقق مطلق موجب کے تکرر سے کفارے کے تکرر کو ترجیح دیتے اگر پہلے سے اجماع نہوتا اور راجح یہی
ہے کہ ایکدن کسی سبب کے کفارے کے عمل مین لانے سے کفارہ متکرر نہوگا یعنی کئی بار نہ دینا پڑیگا۔ فرع

جو کوئی شخص ایسا کام کرے کہ جس سے کفارہ لازم ہو پھر سفر یا حیض وغیرہ کے سبب سے اُس روزے کا فرض
ساقط ہو جائے تو بعضون نے کہا ہے کہ کفارہ بھی اُس پر سے ساقط ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ وہ کفارہ
ساقط نہو گا، و یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ مطلق کفارے کا
ساقط نہونا صحیح ہے اسلیے کہ روزے مین وہ فعل ہوا ہے کہ جس سے یہ کفارہ واجب ہوتا ہے اس حالت
مین یعنی روزے کی حالت مین اور اسلیے کہ روزے کی حرمت کی ہتک کی ہے اور کفارے کے ساقط ہونیکا سبب
یہ ہے کہ اُسپر خدا کے علم مین یہ روزہ واجب ہی نتھا اور حال یہ ہے کہ عذر کے نئے پیدا ہو جانے سے منکشف
بھی ہو گیا بس کفارہ بھی واجب نہین جیسے کہ شوال کا دن منکشف ہو جاتا ہے اور ان دونون امرون
مین فرق واضح ہے اور بعضون نے یون فرق کیا ہے کہ اگر مسقط اختیاری ہو جیسے غیر ضروری سفر ہے
یا غیر اختیاری جیسے حیض اور ضروری سفر ہے تو دوسرے مین کفارہ ساقط ہو جائیگا اور پہلے مین ساقط
نہو گا- بارھوان مسئلہ جو کہ ماہ رمضان مین دن کو عمداً جانکر کہ یہ رمضان کا مہینا ہے کہ جسمین دن کو
افطار حرام ہے افطار کرے اُسے ایکمرتبہ مین تعزیر دیجائیگی اور پھر عود کریگا تو پھر تعزیر دیجائیگی اور پھر عود
کریگا تو اِس تیسری مرتبہ مین قتل واجب ہو جائیگا اور متاخرین نے کہا ہے کہ چوتھی بار مین قتل واجب
ہو گا- تیرھوان مسئلہ جو اپنی جورو سے زبردستی ماہ رمضان مین دونون کے روزہ دار ہونے پر
ہمبستر ہو تو اُسپر دو کفارے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی جورو کی طرف سے واجب ہے اور اُس عورت پر
کفارہ نہین ہے اور اگر عورت بھی موافقت کرے تو دونون کا روزہ فاسد ہو گا اور ہر ایک پر اپنا اپنا
کفارہ دینا واجب ہو گا اور ہر ایک کو پچیس پچیس دُرّون سے تعزیر دینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ
اِس صورت مین مرد اجنبیہ عورت کے کفارے کا متحمل نہو گا اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے
ہین کہ کوئی شخص روزہ دار اپنی روزہ دار بی بی سے زبردستی ہم بستر ہو تو نص کے موافق بی بی کے کفارے
کا بھی متحمل ہو گا - اور اگر اجنبیہ عورت سے زبردستی جماع کرے تو صحیح یہی ہے کہ اُس عورت کے کفارے کا
متحمل نہین ہو گا اور نہ اُس مجبورہ عورت پر کفارہ ہے اور اگر یہ کہین جب اپنی بی بی پر زبردستی سے ہمبستری
روزے مین کفارے کا موجب ہے تو اجنبیہ عورت مین کفارے کا موجب ہونا اولیٰ ہے تو اسکا جواب یہ
ہے کہ کفارہ گناہ کی تخفیف اور تدارک کے لیے ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ معصیت شدت کے سبب سے کفارہ
دینے کے قابل نہو جیسے احرام مین عمداً شکار مارنے کا کفارہ نہین اور خطا مین کفارہ ہے اور اجنبیہ عورت پر

زبردستی کرنے مین کوئی نص وارد نہین ہوئی ہے بس اقتصار موضع نص پر چاہیے یعنی اُس سے آگے نہ بڑھنا چاہیے چودھوان مسئلہ جسپر دو مہینے کے پاپے روزے واجب ہون اگر اُس سے عاجز ہو تو اٹھارہ دن کے روزے رکھے اور اگر مطلق روزے سے عاجز ہو تو درگاہ خدا مین استغفار کرے کہ یہی اُسکا کفارہ ہی پندرھوان مسئلہ اگر کسی کی طرف سے کوئی تبرعاً کفارہ دے تو جائز ہے لیکن کفارہ اگر روزے کا ہوگا تو صاحب کفارہ کے حین حیات مین دوسرے کو کفارہ دینا جائز نہین ہے مگر وفات کے بعد جائز ہے۔ اور ومترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ کفارہ دینے مین مطلق تبرع کا جائز ہونا اصح ہے اسلیے کہ کفارہ دینے کا حکم خطا کے فاعل کیطرف متوجہ ہوا ہے بس دوسرے کے بجا لانے سے اُسکا امتثال حاصل ہوگا اور شیخ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر زندہ کی طرف سے کفارہ تبرعاً دیا جائیگا تو کافی ہو جائیگا اور اُنکے کلام کا اقتضا روزے اور غیر روزے مین کچھ فرق نہین چاہتا ہے اور مصنف نے اسی کو بعض تصانیف مین اختیار کیا ہے اور مردے کی طرف سے تو تبرعاً کفارہ دینا مطلق جائز ہے کیونکہ روایتین مطلق دلالت کرتی ہین

تیسرا مقصد اُن چیزون کے بیان مین ہے جو روزہ دار پر مکروہ ہین اور وہ نو چیزین ہین ایک بوسہ لینا عورت کا اور مساس کرنا دوسرے آنکھ مین لگانا اُس چیز کا جسمین ایلوا یا مشک ہو تیسرے اتنا خون نکلوانا کہ جس سے ضعف ہو جائے چوتھے حمام کہ جس سے ضعف ہو پانچوین ناک مین ایسی چیز کا ڈالنا جو حلق مین نہ پہونچے چھٹے نرگس کے پھول کا سونگھنا ساتوین سوکھی دوا کا حقنہ یعنی عمل لینا آٹھوین کپڑے تر کرکے بدن پر ڈالنا نوین عورت کا پانی مین بیٹھنا۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو سعوط یعنی ناک مین ڈالنے والی چیز حلق مین پہونچے تو اُسکا عمداً استعمال بعضے فقہا کے نزدیک قضا اور کفارے کا موجب ہے اور بعضے اسے بھی مبطل نہین جانتے ہین اور مصنف کا یہ قول کہ ناک مین ڈالنا کسی چیز کا کہ حلق مین نہ پہونچے مشعر اس امر پر کہ اگر حلق مین پہونچیگی تو روزے کی مبطل ہوگی لیکن روزے کے مفسدات مین مصنف نے صریح کہین نہین بیان فرمایا

تیسرا رکن اُس زمانے کے بیان مین کہ جسمین روزہ رکھنا صحیح ہے اور وہ زمانہ دن کا ہے نہ رات کا اور اگر رات کو روزہ رکھنے کی نذر یعنی منت مانے تو وہ نذر منعقد نہوگی کہ رات کے روزے کی شرع مین کوئی عبادت نہین اسیطرح اگر کوئی ایک معین دن کا روزہ مانے اور اتفاق سے اُس دن

دونون عیدونمین سے کوئی عید پڑے تو اُسدن کا روزہ صحیح نہین ہے اور اُس روزے کی قضاء بجا لانا واجب
ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب ہی اور بعضے کہتے ہین کہ واجب نہین اور یہی اشبہ ہے اور یہی
حکم ہے تشریق کے دنون کے روزون کا اُس شخص کے لیے کہ جو منی نامے مقام مین ہو اور تشریق کے
دن گیارھوین بارھوین تیرھوین ہین اور جو شخص کہ منی مین ہو اُسپر ان دنون مین روزہ رکھنا حرام ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بعضے علماء نے جو شخص منی مین ہو اُسپر تشریق کے دنون مین روزے
کی حرمت پر اجماع کے تحقق کو نقل کیا ہے بسبب دن روزے کے حرام ہونے مین منی والے کے لیے
عیدین کا حکم رکھتے ہین اور بعضے علمانے یہ قید لگائی ہے کہ منی مین حج کے اعمال مین مشغول ہو نہین تو
ایام تشریق مین روزہ اُسپر حرام نہین لیکن روایت مطلق ہے ان اشغال سے مقید نہین ہے —
چوتھا رکن اُس شخص مین کہ جسکا روزہ رکھنا درست ہی اور وہ عاقل مسلمان ہے پھر کافر کا روزہ صحیح نہین
ہر چند اُسپر بھی واجب ہی اور نہ دیوانہ کا اور نہ بیہوش کا روزہ صحیح ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اگر بیہوش
نے بیہوشی سے پہلے نیت کی ہو گی تو وہ روزہ دار کے حکم مین ہو گا اور پہلا قول اصح ہے اور نابالغ ممیز لڑکے
کا روزہ اس معنی سے صحیح ہے کہ اُسپر ثواب مترتب ہوتا ہے اور وہ روزہ دار کے حکم مین ہوتا ہے اور صحیح ہی
روزہ اُس شخص کا جو سوتا ہو اور پہلے سونے سے نیت کر چکا ہو ہر چند کہ وہ خواب مین شام تک رہے اور اگر نیت
نہ باندھے اور روزہ واجب ہو اور صبح ہو جائے اور یونہین بے نیت ہونیکی حالت مین آفتاب کو زوال ہو جائے
تو قضا روزہ رکھنا واجب ہی اور حائض اور نفساء عورت کا روزہ درست نہین خواہ وہ عذر آفتاب کے
غروب سے حادث ہو یا صبح کے بعد منقطع ہو اور مستحاضہ عورت کا روزہ صحیح ہی جبکہ ایک غسل کرے یا جتنے
غسل اُسپر واجب ہون بجا لائے اور اُس مسافر کا روزہ صحیح نہین کہ جسے قصر نماز لازم ہو مگر تین روزے
ہدی کے بدلے اور اٹھارہ روزے اونٹ کی قربانی کے عوض کے جو آفتاب کے غروب سے پہلے عمداً
عرفات سے کوچ کرے جیسا کہ کتاب حج مین بیان ہو گا یا جسنے نذر کیا ہو تو وہ مشہور قول پر نذر کا روزہ
سفر اور حضر مین رکھیگا اور آیا سنتی روزہ سفر مین رکھ سکتا ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ درست
نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ درست ہے اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ اس طرح کا روزہ رکھنا
مکروہ ہے یعنی ثواب کم ہے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ سفر مین سنتی روزہ رکھنے مین علما
نے اختلاف کیا ہے شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ جائز نہین مگر حاجت کے لیے روضہ نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ کے وہان یا ائمہ علیہم السلام کے مشاہد مین سے کسی مشہد مین اور شیخ علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ سنتی روزہ
سفر مین ہر حال پر مکروہ ہے اور ابن بابویہ کہتے ہین کہ کوئی سنتی روزہ سفر مین نہین کہ جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام فرماتے ہین سفر مین روزہ رکھنا بھلائی سے نہین اور صاحب مدارک کہتے ہین کہ سفر مین
سنتی روزے کی منع اصح ہے مگر تین دن حاجت کے لیے روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر۔ اور سب
روزے خواہ واجبی خواہ سنتی سفر مین صحیح ہین اُس شخص کے جو مقیم کا حکم رکھتا ہو جیسے کثیر السفر ہے یعنی
زیادہ سفر مین رہتا ہو یا وہ شخص کہ جسکا سفر مباح نہو یا دس دن رہنے کی نیت کرچکا ہو جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ
کے بحث قصر مین بیان ہوچکا ہے اور روزہ جنب کا کہ عمداً غسل نہ کرے اور صبح ہو جائے صحیح نہین اور اگر
جاگے حالت جنب مین تو اُسکا روزہ رمضان کے روزے کی قضا کی نیت سے منعقد نہو گا اور بعضے کہتے
ہین کہ سُنّتی روزہ بھی منعقد نہین ہوگا اور اگر اسطرح کا جاگنا ماہ رمضان مین ہو گا تو اُسکا روزہ صحیح ہے
اور اسی طرح پر معین نذر کا بھی روزہ صحیح ہے اور روزہ مریض کا درست ہی جب تک مرض سے ضرر نہ اٹھائے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ خوف ضرر مرض کہ مصحح افطار ہے اُس سے عبارت خوف حدوث مرض
اور خوف طول مرض اور خوف اشتداد مرض ہے اور مشقت شدید کہ عادت سے اُسکا تحمل نہو سکے اور ان
سب کا مرجع مریض کی شناخت پر یا حکیم حاذق کے حکم پر ہے خواہ عادل ہو خواہ فاسق ہو خواہ کافر ہو۔
دو مسئلے پہلا مسئلہ بلوغ کہ جس سے عبادتین واجب ہوتی ہین ایک علامت اُسکی احتلام یعنی منی کا نکلنا
ہے دوسری موے زہار یعنی کالے بالون کا نکلنا ہے تیسری پندرہ برس کے سن پر مردون کا اور نو پر
عورتون کا پہونچنا ہے اور پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ پندرہ یا نو برس کا پورے بھرجانا ہے اور بعضون نے
پندرھوین اور نوین مین داخل ہونے کو کہا ہے اور بعضون نے مردون مین چودہ برس پر پہونچنے کو
کہا ہے اور بعضون نے تیرہ برس بھر کر چودھوین مین پانون رکھنے کو کہا ہے اور عورتون مین ایک قول
دس برس کا بھی ہے اور اللہ بڑھکر جاننے والا ہے دوسرا مسئلہ بلوغ سے پہلے لڑکا لڑکی کو روزہ رکھنے
کی عادت ڈالنی چاہیے اور سات برس کے سن مین اُنپر طاقت ہونے پر سختی اور شدت کرنا چاہیے۔
دوسری نظر روزے کی قسمون مین اور روزے کی چار قسمین ہین ایک واجب دوسری سنت تیسری
مکروہ چوتھی حرام اور واجب روزے کی چھ قسمین ہین پہلی قسم رمضان کے روزے دوسری قسم کفارون
کے روزے تیسری قسم حج تمتع مین ہے یعنی قربانی کے عوض کے روزے چوتھی قسم نذر یعنی منت عہد قسم کے

روزے پانچوین قسم اعتکاف کے روزے چھٹی قسم واجب روزون کے قضا کے روزے قول رمضان
مین اور اُسکی علامتون مین اور شرطون مین اور حکمون مین پہلی علامت رمضان ہلال یعنی رمضان کا
مہینا رمضان کا چاند دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور جو چاند دیکھیگا اُسپر روزہ رکھنا واجب ہوگا گو اُسی
اکیلے نے دیکھا ہو اور کسی اَور نے نہ دیکھا ہو اور یوہین خود روزہ رکھے گو حاکم اُسکو قبول نکرے اور یوہین
عید کا چاند دیکھنے والا روزہ کھول ڈالیگا گو اُسی اکیلے نے دیکھا ہو یا اُسنے گواہی دی ہو اور قبول نہ کی گئی ہو
اور جو رمضان کا چاند نہ دیکھے گا تو اُسپر روزہ واجب نہوگا مگر شعبان کے تیس دن گزر جائین یا اِسطرح چاند
نظر آئے کہ شایع کو پہونچ جائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ شایع
مین گمان غالب کے حصول کا علماء نے اعتبار کیا ہے اور کہا ہے کہ شایع اتنے لوگون کے خبر دینے
سے عبارت ہے کہ جنکی خبر سے گمان قریب علم کے حاصل ہو جائے اور علامہ علیہ الرحمہ نے یقین حاصل
ہونے کے اعتبار کی قید لگائی ہے اور صاحب مدارک نے بھی اسی قول کو معتبر جانا ہے بس اُنکے
نزدیک شائع خبر مین اور متواتر خبر مین کوئی فرق نہین۔ اور اگر اتفاق سے چاند دکھائی نہدے اور نہ
شایع ہو اور دو عادل گواہ گواہی دین بعضون نے کہا ہے کہ مطلق قبول نہوگی اور بعضے کہتے ہین کہ
اگر کوئی علت مثل ابر اور غبار کے اور بخارات کے ہوگی تو قبول ہوگی اور نہین تو نہین قبول ہوگی یعنی
اُن دو عادلون کی گواہی اور بعضے کہتے ہین کہ قبول کرنا چاہیے خواہ مطلع صاف ہو یا ابر ہو اور گواہ اُسی
شہر کے ہون یا باہر کے ہون اور یہی قول اظہر ہے اور جبکہ چاند نزدیک کے شہرون مین مثل کوفہ کے اور
بغداد کے دیکھا جائے تو وہان کے سارے شہرون کے رہنے والونپر روزہ واجب ہے اور اگر دور کے شہرون
مین مثل عراق اور خراسان کے دیکھا جائے تو خاص جہان دکھائی دیا ہے وہین کے رہنے والون پر
روزہ واجب ہوگا اور چاند ایک عادل کی گواہی سے ثابت نہین ہوتا ہے اور نہ عورتون کی گواہی سے ثابت
ہوتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ چاند نتوا کیلی عورتون کی گواہی اور نہ مردون
کے ساتھ ملکر گواہی دینے سے ثابت ہوتا ہے اور یہ حکم اجماعی ہے اور شرع مین نہ تو نجوم کی تقویم کو اعتبار
ہے اور نہ گنتی کو اِس معنی سے کہ ایک مہینے کو پورا لین اور ایک کو کم لین اور رمضان کو کبھی کم نشمار کرین
اور شعبان کو ہمیشہ کم لین جیسا کہ بعضے حشویہ اہل حدیث مین سے کہتے ہین اور نہ شفق کے بعد چاند کے
غائب ہونے کو اور نہ بعد زوال کے شعبان کی تیسوین مین چاند کے دیکھنے کو اور نہ چاند کے مطوق ہونے کو

اور نہ گذشتہ سال کے پہلے چاند کے پانچ روز گنتے کو اور اُن پانچ روز کی طرح سے چھٹے دن کو پہلے مہینے کے پہلا دن لینے مین اعتبار ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ منجم کے قول پر اعتبار شرع مین جائز نہین اور اُنکی غلطیان چاند کی رویت نکالنے پر واقع ہونے مین متحقق ہین اور گنتی کہ وہ اِس سے عبارت ہے کہ ایک مہینے کو پورا لینا اور ایک کو کم لینا اور شعبان پر ہمیشہ کم ہونے کا حکم کرنا اور رمضان کو ہمیشہ پورا لینا بھی معتبر نہین ہے اسلیے کہ اسکے خلاف دیکھنے مین آتا ہو اور مشہور اور معروف ہے اور جو روایت اِس کے مین ذکر کی ہے علمائے اُسکے شاذ ہونے کا حکم کیا ہے اور اُسے معتبر نہین جانتے ہین۔ اور شعبان کی تیسوین کو روزہ رکھنا سنت کی نیت سے مستحب ہو اگر وہ دن ماہ رمضان سے ظاہر ہوجائیگا تو وہی روزہ کافی ہوجائیگا اور اگر کوئی یوم الشک یعنی شعبان کی تیسوین کو کسی علامت سے رمضان کی نیت سے روزہ رکھے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر بعد مین ظاہر ہوجائے کہ وہ دن رمضان مین کا تھا تو وہی روزہ کافی ہے اور بعضون نے کہاہے کہ کافی نہین اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ علامت اور امارت سے مراد یہان ایک گواہ کی گواہی ہو کہ جس سے شیوع نہین ہوتا ہے اور کبھی مراد وہ چیز ہوتی ہے کہ جس سے ظن رمضان کے داخل ہونے کا حاصل ہو گو حساب اور اُسکے مثل ہو اور مطلق نہ کافی ہونا اصح ہے اور اگر اِس دن روزہ افطار کرے بعد اُسکے اُسی اُنتیسوین شب کو رمضان کی عید کا چاند دکھائی دے تو اُس پہلے دن کی قضا کا روزہ رکھے گا اسلیے کہ ہلالی مہینا اٹھائیس دن کا نہین ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر بینہ گواہی دے کہ چاند تیسوین کو ماہ شعبان کی دکھائی دیا ہے یعنی تیسواں دن شعبان مین حساب کیا جائے اور اُسدن روزہ نہ رکھا جائے اور پھر ثابت ہو کہ وہ دن شعبان کا تھا اور چاند کی رویت شعبان کی تیسوین شب یعنی اُنتیسوین تاریخ ہوئی ہے تو اِس صورت مین بھی ایک روزے کی قضا واجب ہے اور جس مہینے مین کہ چاند کی رویت مشتبہ ہو اُسکے اگلے کو تیس دن کا شمار کرنا چاہیے اور اگر اشتباہ سال بھر رہیگا تو ہر مہینا تیس دن کا لیا جائیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تیس دن سے کم بھی عادت کے حکم سے لینا چاہیے اسلیے کہ عادت جاری نہین ہوئی ہے کہ سال بھر کے مہینے پورے تیس تیس دن کے ہون بلکہ بعضے کم یعنی اُنتیس اُنتیس دن کے ہوتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ خمسہ والی روایت پر عمل کرنا چاہیے اور وہ یہ ہو کہ اگلے رمضان کے پہلی کا حساب کرنا چاہیے اُسدن اور پانچوین تک کو افطار کرے اور اُسکے بعد روزہ رکھے اور پہلا قول اشبہ ہو اور جو شخص قید ہی کی طرح جبراً ایسے مکان مین ہو

کہ جہاں مہینا معلوم نہوتا ہو تو وہ دن ازسے ایک مہینے کے روزے رکھیگا اور اگر اُسے یہی اشتباہ رہے
تو وہ بری الذمہ ہے اور اگر اتفاق سے کہ جس مہینے مین اُسنے روزے رکھے تھے وہی مہینا رمضان کا
تھا یا رمضان گزر گیا تھا تو اُسکے وہی روزے کافی ہین اور اگر وہ رمضان سے پہلے تھا تو قضا بجا لائیگا
اور مفطرات سے کف یعنی باز رہنے کا وقت دوسری صبح کے طلوع کا وقت ہے اور افطار کا وقت آفتاب
کے غروب کا وقت ہے اور اُسکی حد شرقی سرخی کا برطرف ہو جانا ہے اور سنت ہی کہ مغرب کی نماز پڑھکر
افطار کرے مگر جبکہ نفس افطار کی طرف کشش کرے یا کوئی شخص اُسکے افطار کا منتظر ہو جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ ماہ مبارک رمضان مین قرآن کی تلاوت بہت کرنا مستحب ہی اور ماثورہ دعائین اور تسبیحین
پڑھنا اور تصدق کرنا اور روزے افطار کروانا اور سحری یعنی پچھلے کو کھانا گو ایک گھونٹ پانی ہی کا ہو اور بہتر
ستو اور چھوارے ہین اور سحری کھانا واجب روزے مین سنت موکدہ ہے اور ماہ رمضان مین زیادہ موکد
ہے جتنا صبح سے زیادہ نزدیک ہو اُتنا ہی بہتر ہے اور مستحب ہی کہ گرم پانی سے یا میٹھی چیز سے مثل چھوارے
اور منقے کے افطار کرے اور بی بی سے ہمبستری پہلی شب مین ماہ رمضان کی مستحب ہی اور افطار کے وقت یہ
دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْنَا وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْنَا ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَبَقِیَ الْاَجْرُ یعنی بارخدایا
تیرے ہی تقرب کے لیے ہمنے روزہ رکھا ہے اور تیری ہی دی روزی سے ہمنے افطار کیا ہے پیاس
جاتی رہی اور رگین تر ہو گئین اور ثواب باقی رہ گیا اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا وَاَعِنَّا عَلَیْہِ وَسَلِّمْنَا فِیْہِ وَتَسَلَّمْہُ مِنَّا
یعنی بارخدایا ہمارے روزے کو قبول فرما اور ہمین روزہ رکھنے پر مدد دے اور ہمین روزے مین
سلامت رکھ اور ہماری کمی سے روزے کو سالم رکھ۔ دوسری روزے کی شرطین اور اُنکی دو قسمین ہین پہلی قسم
روزے کی وجوب کی شرطین اور وہ سات ہین۔ پہلی و دوسری بلوغ اور کمال عقل ہے بس نابالغ پر اور
دیوانے پر روزہ واجب نہین مگر یہ کہ نابالغ صبح ہونے کے پہلے بالغ ہو جائے اور دیوانہ اسوقت ہوش
مین آجائے اور اگر صبح کے بعد کامل ہون تو بنا بر اظہر کے اُسدن کا روزہ اُنپر واجب نہین اور یہی حکم
بیہوش کا ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر بیہوشی سے پہلے نیت روزے کی کر لی ہے تو اُسکا روزہ
صحیح ہے اور نہین تو اُسپر قضا واجب ہی اور پہلا قول اشبہ ہے۔ تیسری شرط مرض سے صحت ہے بس
زوال سے پہلے مرض جاتا رہے اور تندرست ہو جائے اور کچھ کھایا بھی نہو تو واجب ہی کہ روزہ رکھلے
اور اگر کچھ کھایا ہے یا زوال کے بعد صحت ہوئی ہے تو مستحب ہی کہ مفطرات سے امساک کرے یعنی باز رہے

اور قضا لازم ہی چوتھی اور پانچوین شرط اقامت یعنی مقیم ہونا یا مقیم کے حکم مین ہونا ہے پس مسافر پر روزہ
واجب نہین اگر وہ روزہ رکھے تو صحیح نہ ہوگا اور اُسپر قضا لازم ہوگی اُس صورت مین کہ سفر مین افطار
کے واجب ہونے سے اور قضا روزے رکھنے کی تعیین سے عالم ہو اور اگر اس سے جاہل ہوگا تو
اُسکا وہی روزہ کافی ہے اور اِس مسئلہ مین بھی جاہل مسئلہ معذور ہے اور اگر مسافر اپنے شہر مین پہونچے
یا ایسے شہر مین پہونچے کہ جہان دس دن مقیم ہونے کا ارادہ کرے تو اسکا اور مریض کا حکم روزے
کے واجب ہونے مین اور نہونے مین اِس معنی سے ایک ہی کہ اگر زوال کے پہلے اپنے شہر مین یا
اُس شہر مین کہ جہان دس روز اقامت کا ارادہ کرتا ہے پہونچے اور کچھ کھایا بھی نہو تو واجب ہے کہ
روزہ رکھے اور اگر ایک اِن دو امرونمین سے نہوگا تو وجوب نرہیگا اور مقیم کے حکم مین وہ شخص ہے جو کہ
کثیر السفر ہو مثل کرایہ والون اور ملّاحون وغیرہ کے جبتک کہ انھین دس دن اقامت کسی ایک مقام
پر نہو چھٹی اور ساتوین شرط حیض اور نفاس سے خالی ہونا ہی پس اُنکو روزہ واجب نہین اور اُنکا روزہ صحیح نہین
اور اِن پر قضا لازم ہے دوسری قسم وہ چیز ہے کہ جسکے اعتبار سے قضا واجب ہوتی ہے اور وہ تین
شرطین ہین بلوغ اور کمال عقل اور اسلام پس نابالغ پر قضا روزے کی واجب نہین مگر اُس روزے کی قضا
کہ جسکے دن صبح ہونے سے پہلے بالغ ہوا ہے اور یہی حکم دیوانے اور کافر کا ہے ہرچند کہ روزہ کافر پر بھی
واجب ہی مگر قضا واجب نہین لیکن اُسدن کی قضا واجب ہی کہ جس روزے کے صبح سے پہلے مسلمان
ہوا ہے اور اگر اثناے روزہ مین مسلمان ہو تو باقی مین کی امساک استحباب سے کریگا اور آگے کے دنونمین
روزے جو واجب ہونگے تو وجوبًا روزے رکھیگا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر زوال سے پہلے مسلمان
ہوگا تو روزہ رکھیگا اور اگر ترک کرے گا تو اُس روزے کی قضا بجا لائیگا اور پہلا قول اشبہ ہے تیسری
قسم ماہ رمضان کے ملحق احکام ہین جس کیلیے کہ سارے مہینے کے روزے یا کچھ دنون کے نابالغ ہونے
سے یا دیوانہ ہونے سے یا اصلی کافر ہونے سے فوت ہوگئے ہون تو اُسپر اُن روزون کی قضا واجب
نہین اور یہی حکم ہے جب روزہ فوت ہو جائے بیہوشی اور غشی سے بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر بیہوشی سے
پہلے نیّت نہین کی ہے تو جب ہوشمین آئیگا قضا بجا لائے گا اور پہلا قول اظہر ہے اور مرتد پر روزے کی
قضا واجب ہی خواہ مرتد فطری ہو اور یہ وہ ہے کہ جسکے ماں باپ مین سے کوئی یا دونون مسلمان ہون
اور پھر کافر ہو جائے خواہ مرتد ملی ہو اور یہ وہ ہے کہ جو اصلی کافر ہو اور نو مسلم ہوا ہو اور پھر کافر ہو گیا ہو

اور مرتد جب توبہ کرینگے تو اُنپر ارتداد کے دنون کی قضا واجب ہی اور اسیطرح حائض اور نفسا عورت کے روزون کی قضا واجب ہی جنھون نے روزون کے واجب ہونے کے بعد نہین رکھا ہے اور کچھ قضا اُن پر مقرر نہین کہ اگر بدل مقرر ہوگا تو روزہ اُنسے ساقط ہو جائیگا جیسے بہت بڈّھے مرد اور عورت اور پیاس کی تاب نہ رکھنے والے لوگ ہین اور جس شخص سے کہ بیماری کے سبب سے رمضان کے روزے چھوٹے ہون اور دوسرے سال کے رمضان تک مرض چلا آئے تو اُس پر ماہ رمضان کے روزون کے بدلے فدیہ قضا کے قائم مقام ہے ماہ رمضان کے قضا روزون مین احتیاط اور براءت ذمہ کے لیے پیاپے روزے رکھنا مستحب ہی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ تفریق سے رکھنا مستحب ہی کہ اصلی روزون مین اور قضا کے روزون مین فرق رہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگرچہ روزے کے ذمے مین ہون تو پیاپے رکھے اور اگر زیادہ یا کم ہون تو تفریق سے قضا بجا لائے اور انکا مستند روایت ہی اور پہلا قول اشبہ ہی اور اِس باب مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس سے کہ مرض کے سبب سے سارے ماہ رمضان کے یا کچھ روزے فوت ہو جائین پس اگر اُس مرض مین مر جائے تو اُن روزون کی اُسکی طرف سے قضا کروانا واجب نہین ہان مستحب ہی اور اگر دوسرے ماہ رمضان تک اُسکا مرض مستمر ہو تو بنابر اظہر کے قضا اُسپر سے ساقط ہے اور واجب ہے کہ ہر روزے کے بدل ایک مُد اناج کفارہ دے اور اگر دو رمضانون کے بیچ مین تندرست ہو جائے اور قضا ارادے کے ساتھ بجا لانے مین تاخیر کرے یہانتک کہ دوسرا ماہ رمضان آجائے تو قضا کریگا اور کفارہ نہین ہے اور اگر سہل انگاری اور غفلت سے ترک قضا کریگا تو ہر روزے کے بدلے مین ایک مد اناج کفارہ دیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اس کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ سہل انگاری کے عبادت مین معنے واقع کرنے پر عزم نرکھنا ہے خواہ ترک پر عزم ہو خواہ اُسپر بھی عزم نہو اور کہہ سکتے ہین کہ غیر متہاون سے مراد وہ شخص ہے جو قضا پر عزم رکھتا ہو اور وسعت وقت پر اعتماد کرکے تاخیر کرے اور جب وقت تنگ ہو جائے تو مانع پیش آئے کہ اُسکے سبب سے قضا اُس سال مین نہ بجا لا سکے اور یہی متداول روایتون کے مناسب معنی ہین دوسرا مسئلہ ولی پر واجب ہی قضا اُس روزے کی جو میت سے فوت ہو گیا ہو خواہ ماہ رمضان کا وہ روزہ واجب ہو یا غیر ماہ رمضان کا مثل کفارہ اور نذر کے ہو خواہ مرض کے سبب سے فوت ہوا ہو خواہ غیر مرض سے اور ولی قضا میت کے ذمہ کی اُنھین روزون کی کریگا کہ جنکی قضا پر میت کو قدرت ہو جائے اور اہمال کرے مگر جو روزے کہ سفر مین میت سے فوت

ہوئے ہون اُنکی قضا ولی بجا لائیگا گو وہ سفر ہی مین مرگیا ہو موافق ایک روایت کے اور ولی بڑا
بیٹا ہوتا ہے گو میت کی بیٹی اُس سے بڑی ہو تو اُس بڑی لڑکی پر قضا واجب نہین اور اگر میت
کے دو ولی سن مین برابر ہون تو سب روزے میت کے اُنپر برابر بانٹ کر قضا بجا لائین اور
اسمین تردد ہے اور اگر بعضے ادیا تبرع سے پورے اپنے اوپر کہ لین تو اَورون سے ساقط ہو جائینگے
آیا عورت کے ولی پر واجب ہے کہ اُس عورت کے روزے کی قضا کرے اسمین تردد ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ بعضے فقہانے کہا ہے کہ بڑی اولاد اگر بیٹی ہو تو اُسپر باپ کے روزے کی قضا
واجب نہین اور وہ بیٹا جو بیٹی سے چھوٹا اور بھائیون سے بڑا ہو اُسپر واجب ہے تیسرا مسئلہ جبکہ میت
کے لیے ولی نہو یا اولاد اکبر عورت ہو تو قضا ساقط ہوگی اور اُسکے ترکے سے ہر روزے کے عوض مین
ایک مداناج تصدق کیا جائیگا اور اگر میت پر دو مہینے کے پیاپے روزے ہون تو ایک مہینے کے
ولی رکھیگا اور ایک مہینے کے روزون کے عوض مین میت کے متروکہ مین سے تصدق دیگا اُردو مترجم
کہتا ہے کہ جناب شمس العلماء مفتی سید محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے بناء الاسلام مین فرمایا ہے اگر
از مردان وارثے نباشد فالاحوط لہا القضاء علیٰ ما فی الفقیہ یعنی اگر مردون مین سے کوئی وارث
نہو تو موافق اُس حکم کے جو من لا یحضرہ الفقیہ مین ہے احوط اُس ولیہ کو قضا بجا لانا ہے چوتھا مسئلہ
ماہ رمضان کے روزون کی قضا بجا لانے والے پر زوال کے پہلے افطار کسی عذر وغیرہ کے
سبب سے حرام نہین اور زوال کے بعد حرام ہو جائیگا اور اُسکے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا اور وہ
دس مسکینون کا اطعام ہے ہر مسکین کے لیے مد بھر بس اگر یہ نہو سکے تو تین روزے رکھے گا۔ پانچوان
مسئلہ جو غسل جنابت کو بھول جائے اور گزر جائین کچھ دن یا سارا مہینا تو بعضے فقہانے کہا ہے
کہ روزے نماز کی قضا بجا لائے اور بعضون نے کہا ہے کہ نماز کی قضا بجا لانا کافی ہے اور یہی اشبہ
ہے۔ چھٹا مسئلہ جب ماہ رمضان کی تیسوین تاریخ روزے سے ہوا اور ہلال کی رویت اُنتیسوین
کی ثابت ہو جائے تو روزہ افطار کر ڈالے اور عید کی نماز پڑھے اور اگر زوال کے بعد ثابت ہو تو
نماز عید کی فوت ہوگی **قول** کفارون کے روزون مین کفارے بارہ ہین اور چار قسمون پر منقسم ہوئے
ہین پہلی قسم جسمین روزہ اپنے غیر کے ساتھ ہوتا ہے وہ کیسکو عمداً مار ڈالنے کا کفارہ ہے کہ اُسکی تین خصلتین ہین اور وہ سبکی سب واجب
ہین اور یہ بندہ آزاد کرنا اور دو مہینے کے پیاپے روزے رکھنا اور ساٹھ مسکینون کا کھلانا ہے اور اسی سے ملحق کیا گیا ہے

ایک روایت سے وہ شخص کہ جو روزے کو کسی حرام چیز سے توڑ ڈالے دوسری قسم وہ ہے جسمین روزہ
اپنے سوا سے عاجز ہونے پر واجب ہوتا ہے اور وہ چھ طرح کے ہین قتل خطا کے کفارے کے روزے
ظہار کے کفارے کے روزے زوال کے بعد ماہ رمضان کی قضا کے افطار کے کفارے کے روزے
یمین یعنی قسم کے کفارے کے روزے عرفات سے غروب کے پہلے عمداً کوچ کرنیکے روزے اور جزائے صید کے
کفارے مین تردد ہے اور مرتبہ کفارہ مین اُسکا شمار کرنا اظہر ہے اور اسی سے ملحق کیا گیا ہے کفارہ
مرد کے کپڑے پھاڑنے کا جورو کے غم مین اور عورت کے خاوند کے غم مین مُنھ اور بال نوچنے کا کفارہ
اردو مترجم کہتا ہے کہ کفارہ کی تیرہ طرحین ہین چار قسمون کے تحت مین اور صاحب شرائع الاسلام
کا بارہ کہنا سہو سے خالی نہین پہلی قسم کفارہ جمع ہے کہ روزدن پر اور دو خصلتون پر مشتمل ہے اور
یہ قتل عمد کا کفارہ ہے کہ جسکی تین خصلتین ہین ایک بندہ آزاد کرنا دوسرے دو مہینے کے پیاپے روزے
رکھنا تیسرے ساٹھ مسکینون کو طعام دینا اور یہ تینون خصلتین اجماع سے واجب ہین اور اسکا مستند
ابن سنان اور ابن بکیر کی صحیح ہے اور بعض روایتون سے جو شخص حرام چیز سے اپنے روزے کو توڑے
اُسپر بھی یہی کفارہ واجب ہے جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے دوسری قسم کفارہ مرتبہ ہے کہ اُسمین روزہ
اور خصلتون سے عاجز ہونے پر واجب ہوتا ہے اور یہ چھ طرح پر ہے ایک طرح کفارہ قتل خطا کے روزے
ہین کہ جسپر آیت اور اخبار کو دلالت ہے اور یہ بندہ آزاد کرنے پر مشتمل ہے اور اگر اس سے عاجز ہو
تو دو مہینے کے روزے رکھے دوسری طرح کفارہ ظہار ہے یعنی نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ بندے کا
آزاد کرنا ہے اگر اس سے عاجز ہو تو دو مہینے کے روزے رکھے اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینون
کو طعام دے تیسری طرح زوال کے بعد ماہ رمضان کی قضا کے روزے کے افطار کا کفارہ ہے یعنی
دس مسکینون کو طعام دینا ہے اور نہو سکے تو تین روزے رکھے چوتھی طرح کفارہ قسم ہے یعنی نص قرآن
سے ثابت ہے اور وہ دس مسکینون کا اطعام یا کپڑا دینا ہے یا بندہ آزاد کرنا ہے اور نہو سکے تو تین دن
کے روزے رکھنا ہے پانچوین طرح کفارہ افاضہ یعنی عرفات سے عمداً غروب کے پہلے کوچ کرنے کا
کفارہ ہے یعنے اگر اونٹ قربانی کرنے پر قادر نہ ہو تو اٹھارہ دن کے روزے کفارے مین رکھیگا
چھٹی طرح دو قولون کے اجود قول پر کفارہ جزاء صید ہے یعنی جب شتر مرغ کو حج مین مارے تو ایک اونٹ
قربانی کرے اور اس سے عاجز ہو تو اُسکی قیمت سے گیہون ساٹھ مسکینون کو فی کس دو دو مد کے حساب سے

دے اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اٹھارہ دن کے روزے رکھے اور جنگلی گائے کے مارنے مین پالو گائے کی قربانی کرے اور اگر نہو سکے تو اسکی قیمت کے گیہون لیکر تیس مسکینون کو دو دو مد کے حساب سے دے اگر یہ بھی نہو سکے تو نو دن کے روزے رکھے اور ہرن کے مارنے مین بکرے کی قربانی کرے اگر نہ ہو سکے تو اسکی قیمت سے گیہون دس مسکینون کو دو دو مد کے حساب سے دے اگر نہو سکے تو ہر دو دو مد کے عوض مین ایک ایک روزہ رکھے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے تیسری قسم کفارہ مخیر ہے کہ جسمین روزے مین اور غیر روزے مین اختیار ہوتا ہے اور یہ پانچ طرح پر ہے پہلی طرح اُس کا کفارہ جو ماہ رمضان مین بے عذر شرعی کے افطار کرے اور خصلتین اِس کفارے کی اوپر گزر چکین دوسری تیسری طرح نذر اور عہد کے خلاف کرنیکے کفارے ہین اور یہ کفارہ ماہ رمضان کے کفارے کی طرح پر ہے چوتھی طرح واجب اعتکاف کے ترک کا کفارہ یعنی جبکہ اعتکاف مین روزہ شرط ہے تو جو چیز روزے کی مفطر ہے وہی اعتکاف کی مبطل ہو اور اسکا کفارہ ماہ رمضان کے کفارے کیطرح سے کفارہ مخیرہ ہے پانچوین طرح احرام مین سر مونڈوانے کا کفارہ ہے یعنی ایک بکری قربانی کرے یا دس مسکینون کو فی آدمی ایک ایک مد طعام دینا ہے یا تین دن کے روزے رکھنا ہے اور بعضون نے چھ مسکینون کو دو دو مد کے حساب سے دینے کو کہا ہے اور اس سے غم مین عورت کے سر کے بال نوچنے کا کفارہ ملحق ہوا ہے چوتھی قسم کفارہ مرتبہ ہے کہ روزے کے سوا اور مرتب ہے اور جسمین روزے اور اور کے کرنے مین اختیار ہے۔ یہ اُس شخص کا کفارہ ہے جو اپنی لونڈی سے کہ اُسکی اجازت سے احرام باندھے ہے ہمبستر ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اسکا کفارہ یہ ہے کہ اونٹ یا گائے قربانی کرے اگر اس سے عاجز ہو تو بکری قربانی کرے یا تین دنکے روزے رکھے پس اس کفارے مین روزہ اپنے سوا یعنی اونٹ یا گائے پر مرتب ہے اور روزہ ہی متعین نہین بلکہ اسمین اور بکری مین تخییر ہے پس یہ تیرہ طرح کے روزے کہ جنھین مصنف نے بھولے سے بارہ طرح کا کہا ہے یا تردد والی طرح کو کم کیا ہے تین طرح کے ملحقون سمیت ان چار قسمون مین داخل ہین اور اسی طرح پر تقسیم فقہ مین وارد ہے اور حدیث مین چند طرح کے روزے زائد ہین کہ وہ بھی انھین چار قسمون کی طرف عائد ہین ان سب روزون کو پیاپے بجا لانا واجب ہے مگر چار مین واجب نہین ایک نذر اور جو اسکی شکل قسم اور عہد مین سے ہو کہ اسمین تتابع نہین ہے دوسرے قضا کے روزے تیسرے جزاء صید کے کفارے کے روزے چوتھے ہدی یعنی حج کی قربانی کے عوض کے روزے ہین کہ انھین تتابع نہین ہے اور جنھین کہ تتابع مشروط ہے جب اُنکے بیچ مین کسی عذر سے افطار

کریگا تو وہین سے زوال عذر پر بنا رکھیگا اور اگر بے کسی عذر کے افطار کریگا تو نئے سرے سے شروع کریگا
مگر تین جگہ مین نہ کریگا ایک تو جسپر دو مہینے کے پیاپے روزے واجب ہین اور اُسنے مہینے بھر کے روزے
رکھے اور دوسرے مہینے مین سے بھی کچھ رکھ چکا ہے گو ایک ہی روزہ ہو وہ بیچ مین افطار کریگا تو وہین
سے بنا کریگا اور اگر اس سے پہلے افطار کریگا تو پھر نئے سرے سے شروع کریگا دوسرے وہ شخص جسپر ایک مہینے
کے روزے پیاپے نذر سے واجب ہین اور پندرہ دن کے رکھ چکا ہے پھر وہ افطار کرے تو اُسکے
روزے نہ باطل ہونگے اور وہین سے بنا رکھیگا اور اگر اس سے پہلے افطار کریگا تو نئے سرے سے شروع کریگا
تیسرے قربانی کے بدلے کے تین روزون مین اگر ترویہ یعنی ذیحجہ کی آٹھوین کو روزہ رکھا اور عرفہ یعنی
نوین کو رکھا پھر عید قربان کے دن افطار کیا تو اُسے جائز ہے کہ ایام تشریق یعنی گیارھوین بارھوین تیرھوین
گذر جانے کے بعد وہین سے بنا کرے اور اگر اس سے کم ہونگے تو نئے سرے سے رکھیگا اور اسی طرح پر اگر دو
دنون مین اور تیسرے دن کے روزے مین عید کے سوا فاصلہ افطار سے کریگا تو بھی نئے سرے سے رکھیگا
اور اسی پیاپے روزے رکھنے سے ملا یا گیا ہے قتل خطا کا کفارہ اور ظہار کا کفارہ کہ وہ بندہ ہو کیونکہ بندہ کا کفارہ آزاد
سے آدھا ہوتا ہے اور اسمین تردد ہے اور جسپر پیاپے روزے رکھنا واجب ہون تو وہ ایسے وقت مین شروع نکرے
کہ جسمین پیاپے ہونا سالم نرہے بس جسپر دو مہینے کے پیاپے روزے واجب ہین وہ شعبان کے مہینے مین بے پہلے کچھ رکھے
گو ایک ہی روزہ ہو نرکھیگا کیونکہ رمضان آجائیگا پھر ایک مہینا اور ایکروز پیاپے نہوگا مگر یہ کہ رجب مین سے ایکدن ملائے
اور اسیطرح نہ شوال مین ایکدن ذیقعدہ سے لیکر رکھے پھر افطار کرے کیونکہ وہ دن عید کے بدل کا ہے ایک مہینے ایکدن کے
روزے نہوئے اور تتابع دو مہینے کا نپایا گیا اور اسیطرح پر حکم ذیحجہ کا ہے دوسرے مہینے کے ایکدن کے ساتھ خواہ قبل کا ہو خواہ بعد
کا ہو بس ایسے ملانیسے روزہ صحیح نہوگا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ قاتل حرام مہینون یعنی جن مہینون مین لڑائی حرام ہے دو مہینے
کے روزے رکھیگا گو عید اور ایام تشریق ان دونون مہینون مین آجائین اور پہلا قول اشبہ ہے سنتی روزے کبھی معین وقت
سے مختص نہین ہوتے ہین جیسے سنت کے دنونکے روزے ہین یعنی جن دنونمین روزہ رکھنا نہ تو واجب ہے نہ حرام ہے
اسلیے کہ حدیث مین ہے کہ روزہ آتش جہنم کی سپر ہے اور کبھی معین وقت سے مختص ہوتا ہے اور موکد سنتی روزہ دن بیتا
چودہ قسم کے روزے ہین پہلی قسم ہر مہینے مین تین دن کے روزے ہین ایک تو پہلی جمعرات کا روزہ دوسرا
آخری جمعرات کا تیسرا مہینے کے دوسرے عشرے یعنی دوسرے دہے کی پہلے دن کا روزہ ہے اور جو انھین نہ رکھے
اُسے انکی قضا بجالانا مستحب ہے اور انکی تاخیر گرمی سے جاڑے تک جائز ہے یعنی جائز ہے کہ انھین گرمیون مین

نہ رکھے اور جائز نہین انکے عوض رکھے بس اگر عاجز ہو تو ہر روزے کے عوض ایک درہم یا ایک مد اناج تصدق کرے دوسری قسم ایام بیض یعنی چاندنی راتون کے دنون کے روزے ہین کہ وہ تیرھوین چودھوین پندرھوین چاند کی ہے تیسری قسم عید غدیر کا روزہ ہے یعنی اٹھارھوین تاریخ ذیحجہ کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے چوتھی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی پیدایش کے دن کا روزہ ہے یعنی سترھوین تاریخ ربیع الاول کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے پانچوین قسم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی بعثت کے دن کا روزہ ہے یعنی رجب کی ستائیسوین تاریخ کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے کہ اُسدن حضرت کو ظاہری نبوت ہوئی ہے چھٹی قسم دحو الارض کے دن کا روزہ ہے یعنی زمین کے پھیلانے اور بچھانے کے دنکا روزہ سنت موکدہ ہے اور وہ ذیقعدہ کی پچیسوین تاریخ ہے ساتوین قسم عرفہ کے دن کا روزہ ہے جسے دعامین روزے سے ضعف نہو اور چاند متحقق ہو یعنی ذیحجہ کی نوین تاریخ کا روزہ سنت موکدہ ہے کہ عرفہ مشتبہ ہو اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک فرماتے ہین کہ گو مصنف کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ عرفہ کے دن کے روزہ کا استحباب دو شرطون سے مشروط ہے پہلی شرط یہ ہے کہ روزہ رکھنے والے کو روزہ کے اپنے ارادے کے موافق دعا کی مقدار مین اور کیفیت مین ضعف مانع نہو بس اس سے یہ نکلتا ہے کہ اُسدن کی دعا روزے سے افضل ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ چاند کی ابتدا مین چاند کا ہونا ایسا ثابت ہو کہ کوئی شک اور التباس نرہے کہ اُسدن عید کا احتمال بالکل نہو آٹھوین قسم عاشورہ کے دن کا روزہ رنج کی راہ سے سنت موکدہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ محرم کی دسوین تاریخ کا روزہ مستحب روزہ نہین بلکہ فقط امساک بے روزے کی نیت کے مستحب ہے جیسا کہ روایت مین وارد ہوا ہے کہ عاشورے کے دن فقط کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنا رنج کے رو سے عصر کے بعد تک مستحب ہے پھر افطار کرے اور وارد ہوا ہے کہ اُسدن کا روزہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی خوشی مین بنی امیہ کا شعار ہے اور امامیہ مذہب مین متروک ہے اور سزاوار ہے کہ امساک مذکور عبادت کی نیت سے ہو نوین قسم عید مباہلہ کا روزہ ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ ذیحجہ کی چوبیسوین تاریخ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر اور جناب سیدہ اور جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کو ساتھ لیکر نصاری سے مباہلہ کو نکلے تھے اور اس دن کا روزہ سنت موکدہ ہے دسوین قسم ہر جمعرات کا روزہ یعنی ہر جمعرات کو روزہ رکھنا سنت موکدہ ہے گیارھوین قسم ہر جمعہ کا روزہ ہے یعنی ہر جمعہ کے دن روزہ رکھنا

سنت موکدہ ہے بارھوین قسم ذیحجہ کی پہلی تاریخ کا روزہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک نے
فرمایا ہے کہ پہلی تاریخ ذیحجہ کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے ہین اِس دن کا روزہ
سنت موکدہ ہے تیرھوین قسم ماہ رجب کے روزے ہین یعنی ماہ رجب کے مہینے بھر روزے رکھنا موکدہ
سنت ہے چودھوین قسم شعبان کے روزے ہین یعنی شعبان کے مہینے بھر کے روز کے روزے رکھنا
سنت موکدہ ہے اور سات مقامون مین مفطرات سے باز رہنا اور امساک کرنا روزہ نہونے پر مستحب ہے
ایک یہ کہ مسافرون کو ماہ رمضان مین اپنے گھر مین یا ایسے شہر مین کہ جہان دس دن یا زیادہ رہنے کا
قصد ہے پہونچنے پر یعنی اُس باقی دن کی امساک مستحب ہے اور یہ جب ہے کہ زوال کے بعد پہونچے یا کچھ کھا
پی لے اور اگر کچھ نہ کھایا ہوگا اور زوال کے پہلے پہونچیگا تو امساک واجب ہوگی اور وہ روزہ ہو جائیگا دوسرا
مریض ہے جب تندرست ہو جائے یعنی جب بیمار ماہ رمضان مین دن کو اچھا ہو جائے پھر اگر بعد زوال
کے صحت پائی ہے یا قبل زوال کے صحت پائی ہے مگر مفطرات کا استعمال کر چکا ہے تو اُسے اُتنے دن
کی امساک مستحب ہے نہین تو واجب روزہ رکھیگا تیسرا چوتھا حائض اور نفسا جب ماہ رمضان مین
دن کو طاہر ہو جائین تو اُنھین بھی باقی دن کی امساک مستحب ہے پانچوان کافر جب ماہ رمضان مین
صبح کے بعد مسلمان ہو تو اُسے بھی باقی دن کی امساک مستحب ہے چھٹا نابالغ جب بالغ ہو جائے یعنی
نابالغ جب ماہ رمضان مین صبح کے بعد کسی وقت بالغ ہو جائے تو اُسے بھی اُس باقی دن کی امساک
مستحب ہے ساتوان دیوانہ جب ہوش مین آئے یعنی جب دیوانہ ماہ رمضان مین دن کو کسیوقت ہوش مین
آئے اور مفطرات کا استعمال کر چکا ہے اور زوال ہو چکا ہے تو اُسے بھی باقی دن کی امساک مستحب ہے
اور بیہوشی اُسکا بھی حکم دیوانے کا ہے جب ہوش مین آئے اور سنت روزہ روزے مین داخل
ہونے سے واجب نہین ہو جاتا ہے اور سنت روزہ دار جب چاہے اُسے افطار کرنا جائز ہے اور زوال
بعد اُسے افطار کرنا مکروہ ہے اور چار روزے مکروہ ہین ایک عرفہ کا روزہ جب دعا سے ضعف ہو اور
چاند مین بھی شک ہو دوسرا سفر کا روزہ مدینہ منورہ کے حاجت والے تین روزون کے سوا مکروہ ہے
تیسرا مہمان کا سنت روزہ بے مہمان دار کی اجازت مکروہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شرع مین اُسکی مناہی
ہونے سے منعقد بھی نہین ہوتا ہے اور یونہین بیٹے کا روزہ باپ کے بے اذن مکروہ ہے چوتھا
سنت روزہ اُس شخص کو کہ جسے مومن کھانا کھانیکی دعوت دین مکروہ ہے۔ اور نو روزے محظور یعنی حرام ہین

ایک عیدین یعنی عید فطر اور عید قربان کا روزہ حرام ہے دوسرا منی والے شخص کے لیے ایام تشریق
کے روزے رکھنا حرام ہین تیسرا فرض کی نیت سے شعبان کی تیسوین کا روزہ حرام ہے چوتھا گناہ
کے کام پر مانا روزہ رکھنا حرام ہے پانچوان چپ کا روزہ رکھنا حرام ہے یعنی روزہ بھر چپ رہے اور
جب کھولے تو بولے یہ روزہ شرع مین حرام ہے چھٹا صوم وصال حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صبح
سے دوسری صبح تک کی نیت کرے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ وہ دو دن کا درمیان کی دونون
راتون کے ساتھ کا روزہ رکھنا ہے ساتوان جورو کا سنتی روزہ شوہر کی بے اجازت یا منع کرنے پر
حرام ہے آٹھوان مملوک یعنی بندہ کا سنتی روزہ مالک کی بے اجازت یا اُسکے منع کرنے پر حرام ہے
نوان سفر مین واجب روزہ اُن روزون کے سوا جو مستثنی ہین حرام ہے تیسری نظر لواحق مین ہے
اور اسمین مسائل ہین پہلا مسئلہ جس مرض مین کہ افطار واجب ہے یہ وہ مرض ہے کہ روزہ رکھنے
سے جسکے بڑھجانے کا ڈر ہوا اور اسمین مدار اپنے نفس کے علم یا گمان پر یا کسی ماہر کے کہنے پر کریگا اور اگر
ضرر پائے جانے پر تکلف کرکے روزہ رکھیگا تو قضا کا روزہ بجا لائیگا دوسرا مسئلہ مسافر مین جب قصر کے
آثار پائے جاوینگے تو قصر واجب ہوگا اور اگر قصر کا وجوب جانکر روزہ رکھیگا تو قضا بجا لائیگا اور اگر قصر کے
وجوب سے جاہل ہوگا اور روزہ رکھیگا تو قضا نکریگا تیسرا مسئلہ نماز کے قصر مین کی معتبر شرطین روزے
کے قصر مین بھی معتبر ہین اور اسپر زائد رات سے سفر کی نیت کرنا ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے
کہ یہ نیت بھی اعتبار نکیجائیگی بلکہ زوال سے پہلے نکل کھڑے ہونا اُسے کافی ہے اور بعضون نے کہا
ہے کہ زوال کا بھی اعتبار نکیا جائیگا بلکہ قصر واجب ہوگا گو غروب سے پہلے سفر کرے اور پہلا قول
اشبہ ہے اور جس سفر مین نماز کا قصر واجب ہی اُسمین روزے کا قصر واجب ہے اور عکس سے یعنی
جس سفر مین روزے کا قصر واجب ہے اُسمین نماز کا قصر واجب ہے مگر ایک قول پر شکار کی تجارت
کا سفر کہ اُسمین قصر نہین چوتھا مسئلہ جنھین سفر مین اتمام نماز لازم ہے اُنھین روزہ بھی لازم ہے
اور یہ لوگ وہ ہین کہ جن کا سفر اُنکے حضر سے زیادہ ہوتا ہے جبتک کہ اُنمین سے کسی کیلیے دس دن یا زیادہ
کا قیام اپنے شہر مین یا اور کسی شہر مین نہو سوا کرایہ والے لوگون کے پانچوان مسئلہ مسافر جب بھی
روزہ افطار کریگا جب اُسکے شہر کی دیوارین نظر نہ آئینگی اور اذان سنائی نہ دیگی پھر اگر اس سے پہلے
افطار کریگا تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا چھٹا مسئلہ بہت بڈھا اور بہت بڑھیا اور

بہت پیاس لگنے والا شخص ماہ رمضان مین افطار کرے گا اور ہر روزہ کے بدل ایک مد گیہون دیگا پھر اگر
اُنسے قضا ہوسکیگی تو قضا واجب ہوگی اور نہین تو ساقط ہوگی اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اگر بڈھے
بڈھیا ایک مد بھر دینے سے بھی عاجز ہونگے تو وہ کفارہ بھی اُنپر سے ساقط ہے جسطرح کہ روزہ ساقط
ہے اور اگر مشقت سے روزے کی طاقت رکھتے ہونگے تو ایک ایک مد گیہون کفارہ دینگے اور پہلا
قول اظہر ہے ساتوان حاملہ عورت جسکے پورے دن ہون اور دودھ پلانے والی عورت جسکے دودھ
کم ہو انھین ماہ رمضان مین افطار کرنا جائز ہے اور بعد مین قضا ادا کرین گی اور ایک مد گیہون ہر روز
تصدق دینگی جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ اُس صورت
مین ہے کہ جب لڑکے کو ضرر پہونچنے کا ڈر ہو اور اگر خود اپنے ضرر کا ڈر ہو تو اُنکا مریض کا حکم ہے کہ قضا
بجالائین گی اور کفارہ ندینگی آٹھوان مسئلہ جو شخص ماہ رمضان مین سوئے اور برابر اول صبح سے
شام تک سوتا رہے بس اگر اُسنے روزے کی نیت کر لی ہے تو اُسپر قضا نہین ہے اور اگر نیت نہین
کی ہے تو اُسپر قضا واجب ہے نوان مسئلہ جسے ماہ رمضان مین افطار کرنا جائز ہے اُسے پیٹ بھر کے
کھانا اور پیاس بھر کے پانی پینا مکروہ ہے اور اسی طرح جماع کرنا مکروہ ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ حرام
ہے اور پہلا قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم
اُس شخص کا ہے کہ جسے اصالۃً افطار جائز یا واجب ہو جیسے مسافر ہین لیکن بڈھا بڈھی اور بہت پیاس
والے لوگ احتمال ہے کہ اُنکا یہی حکم ہو اور اقرب یہی ہے کہ اُنکا یہ حکم نہین ہے یہ لوگ سیر کھا پی سکتے
ہین اسلیے کہ نص اُن لوگون سے مختص ہے کہ جنھین اصالتاً افطار کرنا جائز ہے۔

کتاب الاعتکاف

یہ کتاب اعتکاف کے بیان مین ہے اور لفظ اعتکاف کے معنون مین اور قسمون مین اور حکمون مین
ہے واضح ہو کہ اعتکاف لغت مین حبس یعنی قید کے معنون مین ہے اور شرع کے عرف مین وہ دراز
دیر ہے جو عبادت کے لیے کرتے ہین اور اعتکاف صحیح نہین مگر اُس شخص کا کہ جو مکلف اور مسلمان ہو
اور اعتکاف کی شرطین چھ ہین پہلی شرط نیت اور اُسمین قربت کا قصد واجب ہے بس اگر اعتکاف
نذر کیا ہو یعنی مانا ہو تو اُسکی نیت وجوب کے قصد سے کرے اور اگر سنت ہو تو سنت کا قصد کرے بس اُسپر
دو دن گزر جائین گے تو تیسرے دن اظہر کی بنا پر اُسپر اعتکاف واجب ہو جائیگا اور نئے سر لیسے وجوب کی

نیت کریگا دوسری شرط روزہ ہے پس اعتکاف اُسی وقت مین صحیح ہوگا کہ جسوقت مین روزہ
صحیح ہوگا اور اسی لئے اعتکاف صحیح ہوگا کہ جسکا روزہ صحیح ہوگا پس اگر عیدین مین اعتکاف کرے تو
صحیح نہین اور اسی طرح پر حائض اور نفسا عورت اعتکاف کرے تو صحیح نہین تیسری شرط اعتکاف
صحیح نہین مگر تین دن مین پس جو کہ مطلق اعتکاف نذر کرے تو اُسپر واجب ہے کہ تین دن معتکف رہے
اور اسی طرح جسپر اعتکاف کے ایک دن کی قضا واجب ہوگی وہ بھی تین روز اعتکاف کریگا تاکہ وہ
ایک روز اس سے صحیح ہوجائے اور جو سنتی اعتکاف شروع کرے وہ مختار ہے چاہے بجا لائے اور
چاہے فسخ نیت کرے اور جب دو دن اعتکاف کر چکیگا تو تیسرے دن اُسپر اعتکاف واجب ہو جائیگا
اور اسی طرح جب تین دن معتکف رہیگا اور بعد اسکے پھر دو دن اعتکاف کریگا تو چھٹا روز واجب
ہوگا اور اگر ساتوین اور آٹھوین دن نہ نکلے گا تو نوان دن واجب ہو جائیگا اور اسی قیاس پر ہے
اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے اعتکاف مین داخل ہو تو صحیح نہین اور اگر کوئی تین دنکا اعتکاف راتین
چھوڑ کر نذر کرے تو بعضے کہتے ہین کہ صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ راتون کا قید اعتکاف
سے نکلنا اُسدن کے اعتکاف کو باطل کرتا ہے اور جو تین دنسے زیادہ کا اعتکاف مانے تو اُسے
پیاپے بجا لانا واجب نہین بلکہ ضرور ہے کہ تین تین دن اعتکاف بجا لائے یا تین دن سے زیادہ مگر جب
نذر مین پیاپے بجا لانیکا طریق شرط کر لے خواہ اس شرط کا تلفظ کرے خواہ نہ کرے اور ایسے لفظ کہے
کہ جسسے پیاپے بجا لانے پر دلالت ہو جیسے ماہ رجب کا اعتکاف نذر کرے یا اُسکے پہلے عشرہ کا اعتکاف
نذر کرے چوتھی شرط مکان ہے پس اعتکاف صحیح نہین مگر جامع مسجد مین کہ جہان جمعہ کی نماز پڑھتے
ہون اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اعتکاف چار مسجدون سے خاص ہے مسجد مکہ مسجد پیغمبر صلی اللہ علیہ
و آلہ مسجد جامع کوفہ مسجد بصرہ اور فقہا مین سے ایک شخص نے مسجد مدائن کو بھی اعتکاف کیلیے بیان
کیا ہے اور کہا ہے کہ قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جس مسجد مین کسی پیغمبر یا وصی نے نماز جماعت پڑھی ہو اسمین
اعتکاف کرینگے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جسمین نماز جمعہ ہوا ہو اور ان شرطون مین عورت اور مرد کا
اعتکاف برابر ہے پانچوین شرط ولی کی اجازت اعتکاف کیواسطے مثل آقا کی اجازت کے بندے کے حق مین
اور شوہر کی اجازت کے زوجہ کے حق مین شرط ہے اور جبکہ اعتکاف کی اجازت دے وہ شخص کہ کسی پر ولی
ہو تو اُس ولی کو پہونچتا ہے کہ اُسے اعتکاف مین داخل ہونے سے پہلے اور بعد بھی جبتک دو دن نہ گزرین

روکدے اور جب دو دن گزر جائیں گے تو تیسرے دن واجب ہو جائیگا اور تیسین منع جائز نہین یا یہ کہ تیسرا نذر وغیرہ سے واجب ہو گو اس صورت مین بھی منع نہین کر سکتا ہے یہان دو فرعین ہین پہلی فرع جس بندے کو اُسکے آقا نے اُسکا کوئی حصہ ہبہ کیا ہو جیسے اُسکا نصف غلام ہو اور نصف آزاد ہو اور اُسکے آقا نے دنون کی تقسیم کرلی ہو تو اُسے اپنے حصے مین اعتکاف کرنا جائز ہے گو اُسکا آقا اُسے اجازت ندے اِس شرط سے کہ اُسکے دن تین دن سے کم نہون اور ہے اعتکاف سے ایسا ضعف نہو جائے کہ آقا کے حصے کے دنون مین اُسکی خدمت کا مانع ہو دوسری فرع جبکہ اُس اعتکاف کے اثنا مین جو اپنے آقا کی بے اجازت کر رہا ہے آزاد ہو جائے تو اُسے اُس اعتکاف کا پورا کرنا لازم نہین مگر اُسوقت مین کہ اپنے آقا کی اجازت سے شروع کیا ہو اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور جب نذر کیا ہو یا دو دن اعتکاف پر گزر گئے ہون کہ تیسرے دن واجب ہو جاتا ہے چھٹی شرط ہر وقت مسجد مین رہنا بس اگر بے سبب شرع کے نکلیگا تو اُسکا اعتکاف باطل ہو جائیگا خواہ اختیار سے نکلے یا جبر سے نکلے بس اگر بے تین دن گزرے مسجد سے نکلیگا تو اعتکاف باطل ہو جائیگا اور اگر تین دن گزر جائین گے تو اعتکاف نکلنے کے وقت تک صحیح ہوگا اور اگر کوئی کچھ معین دنون کا اعتکاف نذر کرے اور توالی یعنی پیاپے بجا لانا بھی شرط کرے پھر اُن دنون کے تمام کرنے سے پہلے نکل آئے تو وہ سارا اعتکاف باطل ہے پھر نئے سر سے اُس نذر کے اعتکاف کو بجا لائے اور مثل قضاے حاجت کے خواہ طبعی ہو جیسے جا ضرور جانے کو یا غیر طبعی ہو مثل اپنی اور ضرورتون کے یا اور مومنین کی ضرورت ہو جیسے نہانا اور نماز جنازہ اور بیمارون کی عیادت اور مومنون کی مشایعت اور گواہی دینا ہے ان ضروری امرون کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے اور جب انمین سے کسی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلے تو اُسے نہ تو بیٹھنا اور نہ سایہ مین رستہ چلنا اختیار سے نہ مسجد کے باہر نماز پڑھنا جائز ہے مگر مکہ مین کہ معتکف جہان چاہے مکہ مین نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر بھولے سے مسجد سے باہر نکل آئیگا تو اعتکاف باطل نہوگا

فرعیہ مسائل پہلا مسئلہ جو معین مہینے کا اعتکاف نذر کرے اور پیاپے بجا لانے کی شرط نکرے بس کچھ دن اعتکاف کرے اور باقی کو بجا نہ لائے بس صحیح ہے جتنا کہ کیا ہے اور قضا بجا لائے اُتنے کی جتنا کہ نہین کیا ہے اور اگر نذر مین اعتکاف کے توالی کا تلفظ کر لیا ہے تو نئے سر سے بجا لائیگا دوسرا مسئلہ جو کسی معین مہینے کا اعتکاف نذر کرے اور اُسے اُس مہینے کی خبر نہو جیسے کہ قید مین ہو یا بھول جائے

یہانتک کہ وہ مہینا گزر جائے تو اس صورت مین قضا بجا لائیگا تیسرا مسئلہ جو چار دن کا اعتکاف نذر
کرے اور ایکدن کم پر چھوڑ دے تو اُس دن کے اعتکاف کی قضا کرے مگر چاہیے کہ اُس ایکدن مین
دو دن اور ملا دے کہ اُسدن کا بجالانا درست ہو اسلیے کہ اعتکاف تین دن سے کم نہین ہوتا ہے
چوتھا مسئلہ جو ایک ہی دن کا اعتکاف نذر کرے نہ کچھ بڑھ کے تو وہ نذر منعقد نہین ہو گی اور اگر کسی
معین شخص کے سفر سے پھر آنیکے دوسرے دن کا اعتکاف نذر کرے تو یہ نذر صحیح ہے اور اسمین دو دن
اور بھی ملا کر اعتکاف کریگا اعتکاف کے اقسام پس اعتکاف کی دو قسمین ہین ایک واجب دوسرا
سنّت واجب اعتکاف وہ ہے جو نذر یا مثل نذر سے واجب ہو اور سنت اعتکاف وہ ہے جسے
تبرعًا بجالائین پس پہلی قسم اعتکاف کی بجالانیکی شروع سے واجب ہوتی ہے اور دوسری قسم اعتکاف
پر دو دن گزرنے کے بعد تیسرے دن واجب ہوتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب نہین ہوتی
ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر نذر مین یہ شرط کرلے کہ جب چاہے اعتکاف کو چھوڑ دے تو اُسے
پہونچتا ہے کہ جب چاہے اعتکاف کو چھوڑ دے یعنی اگر چاہے تو دو دن بعد ہی چھوڑ دے اور قضا
نہین ہے اور اگر یہ شرط نکرے اور اعتکاف کو قطع کرے تو واجب جو نذر کیا ہے اُسے پھر نئے سر سے
بجالائے لیکن اعتکاف کے احکام پس اعتکاف کے احکام کی دو قسمین ہین پہلی قسم معتکف پر
فقط چھ چیزین حرام ہین پہلی چیز معتکف کو عورتون کا چومنا اور اُنسے مساس کرنا اور جماع کرنا حرام ہے
اور اظہر کی بنا پر خشبو کا سونگھنا حرام ہے اور اسی طرح پھولون کا سونگھنا شیخ علی علیہ الرحمہ کے قول
پر حرام ہے اور منی نکلنے کی خواہش کرنا اور بیچنا اور مول لینا اور مجادلہ کرنا یعنی امور دنیا کے لیے حرام
ہے اور شیخ علی نے فرمایا ہے کہ مول لینے اور بیچنے کے حکم مین اجارہ لینا دینا ہے پس یہ بھی جائز نہین
اور کاریگریون کا اشتغال جیسا سینا بُننا وغیرہ ہے جائز نہین پس جبکہ ان چیزون کے بغیر کیے چارہ
نہو تو درست ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ معتکف پر حرام ہے جو کچھ کہ محرم پر حرام ہے اور یہ ثابت
نہین پس معتکف پر نہ تو سیے کپڑے کا پہننا حرام ہے اور نہ بال مُنڈوانا اور نہ شکار کا گوشت کھانا
اور نہ عقد نکاح حرام ہے اور جائز ہے اُسے فکر و غور امر معاش یعنی ضروریں نہ غیر ضروری مین اور
مباح امرون مین خوض کہ فائدہ رکھتے ہون وہ عاکے قبیل سے اور ذکر سے اور قراءت سے لیکن
پڑھنے اور پڑھانے مین اشتغال اور علم دینی کا مطالعہ تو سارے عملونسے بہتر ہے اور وہ سب جو کہ معتکف پر

دن کے حرام مذکور ہوئے ہین وہی اُسپر ایک افطار چھوڑکر رات کو بھی حرام ہین اور جو واجب اعتکاف کے ہو چکنے سے پہلے مرجائے تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُسکے بعد اُسکے ولی پر اُس اعتکاف مین قیام واجب ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُس اعتکاف کے لیے مزدوری پر ٹھہرالین گے اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ ولی پر واجب نہین ہے مستحب ہے۔ دوسری قسم اعتکاف کے مفسدات مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جس سے روزہ فاسد ہوتا ہے اُس سے اعتکاف بھی فاسد ہوتا ہے جیسے جماع کھانا پینا انزال منی ہے پس اگر پہلے یا دوسرے دن مین افطار کر ڈالے تو اُس سے کفارہ واجب نہین ہوتا ہے مگر جبکہ اعتکاف واجب ہوگا تو اُس سے کفارہ واجب ہوگا اور اگر تیسرے دن افطار کریگا تو اُس سے کفارہ واجب ہوگا اور بعضے علمانے فقط جماع ہی سے افطار کرنے پر کفارہ واجب ہونیکو کہا ہے اور اسکے سوا مفطرات کے استعمال مین فقط قضا بجالانے پر اقتصار کیا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر معتکف رات کو مجامعت کرے تو ایک کفارہ واجب ہوتا ہے اور اسی طرح پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اگر ماہ رمضان کے سوا دنکو مجامعت کریگا اور اگر ماہ رمضان مین دنکو مجامعت کریگا تو دو کفارے واجب ہونگے دوسرا مسئلہ ارتداد مسجد سے نکلنے کا موجب اور اعتکاف کا مبطل ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ مبطل نہین پس اگر توبہ کریگا تو بنا اُسی پہلے اعتکاف پر کریگا اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ علمانے کہا ہے کہ جو مرد ماہ رمضان مین دن کو اپنی عورت پر جماع کے لیے جبر کرے اور وہ دونون معتکف ہون اور اعتکاف پر دو روز گزر چکے ہون تو اُس مرد پر چار کفارے واجب ہین اور یہی قول اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ چار کفارون کی دلیل ظاہر ہے اسلیے کہ اپنے روزے کو اور اپنے اعتکاف کو اور اپنی عورت کے روزے کو اور اعتکاف کو باطل کیا ہے پس چار کفارے اُسپر لازم ہین اور دو کفارون کا مستند یہ ہے کہ دوسرے کے کفارے کا متحمل ہونا اصل کے خلاف ہے اور سند چاہتا ہے پھر اگر کہین کہ کتاب صوم مین کہا ہے کہ اگر مرد اپنی عورت پر روزے مین دنکو جماع کے لیے جبر کریگا تو عورت کے کفارے کا بھی متحمل ہوگا پس تین کفارے دینا چاہیے تو جواب مین کہا جائیگا کہ روزے کے خالی متحمل ہونے کی صورت مین ہے جیسا کہ بعضے فقہا کا مذہب ہے اور اغلب ہے کہ مصنف نے مجبورہ عورت کے کفارہ کے تحمل سے جیسا کہ پہلے قائل ہوئے تھے سند کے ضعف سے عدول کیا ہو اور خدا خوب جاننے والا ہے چوتھا مسئلہ جبکہ معتکفہ عورت رجعی طلاق سے مطلقہ ہو کہ بعد اسکے بیان ہوگی تو چاہیے

کہ وہ عورت اپنے گھر بیٹھی یا نہ بیٹھے کہ اُسپر واجب ہے کہ عدہ کے دن گذرنے تک اپنے گھر بیٹھے اور عدہ کے گذرنے کے بعد وجوب کی نیت سے اعتکاف کرے اگر اعتکاف واجب ہو یا اعتکاف پر دو دن گذر چکے ہون اور اگر واجب نہو تو سنت کی نیت سے قضا بجالائیگی - **پانچوان مسئلہ** جو خرید فروخت کریگا تو اُسکا اعتکاف باطل ہوجائیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ گنہگار ہوگا اور اعتکاف باطل نہوگا اور یہی اشبہ ہے **چھٹا مسئلہ** جو کہ تین دن تفرقے سے اعتکاف کرے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ صحیح ہے اسلیے کہ توالی یعنی پیاپے بجالانا لازم نہین مگر جبکہ شرط کرے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اور یہی قول اصح ہے

کتاب الحج

یہ کتاب حج کے مسائل مین ہے اور تین رکنون پر مشتمل ہے

پہلا رکن حج کے مقدمون مین ہے اور وہ چار مقدمے ہین **پہلا مقدمہ** حج لغت مین قصد کے معنون مین ہے اور عرف شرع مین اُس مجموع عبادت کا نام ہے جو اپنے خاص مقامون مین بجالائی جاتی ہے اور فرض ہے اُس شخص پر جسمین وہ شرطین جو آگے بیان ہونگی پائی جائین خواہ مردون مین سے ہو یا عورتون مین سے ہو یا خنثی ہو اور اصل شرع سے حج عمر بھر مین ایک ہی مرتبہ وجوبی شرطون کے پائے جانے پر فوری واجب ہوتا ہے اور حجۃ الاسلام کہلاتا ہے اور حج مین دیر کرنا گناہ کبیرہ اور سخت عذاب کا موجب ہے اور کبھی حج نذر اور مثل نذر یعنی عہد اور قسم سے اور واجب یا سنت حج کے فاسد کرنے کے سبب سے اور دوسرے کی نیابت کے اجارہ لینے کے سبب سے واجب ہوتا ہے اور وجوب و سنت کی تکرار سے حج کے وجوب مین تکرار ہوتی ہے اور جو حج ان مذکورہ قسمون کے سوا ہے وہ سنت ہے اور جسمین حج کے وجوب کی شرطین نپائی جاتی ہون اُسے حج کرنا سنت ہے جیسے کوئی راہ خرچ اور سواری نرکھتا ہو اور محنت مشقت سے ادا کرے خواہ راہ چلنا شاق ہو یا ایسا ہو جیسے کوئی آقا اپنے مملوک کو اجازت دے تو اُسپر بھی مستحب ہے - **دوسرا مقدمہ** حج کی شرطون مین ہے اور نظر حجۃ الاسلام مین اور اُس حج مین جو نذر اور عہد اور قسم سے واجب ہوتا ہے اور نیابت کے حکمون مین ہے **قول** حجۃ الاسلام مین ہے اور حجۃ الاسلام کی وجوب کی پانچ شرطین ہین **پہلی شرط** کمال عقل ہے بس نابالغ اور دیوانے پر حج واجب نہین اور اگر نابالغ حج کرے یا اُسکی طرف سے یا مجنون کی طرف سے حج کیا جائے تو حجۃ الاسلام سے کافی نہوگا اور اگر حج کے افعال مین ممیز لڑکا اور دیوانہ داخل ہو اور ہر ایک اُن دونون مین سے کامل ہو جائے اور مشعر الحرام کا ادراک عقل اور بلوغ کے

حال مین کرے تو وہ حج حجۃ الاسلام سے تردد پر کافی ہوجائیگا اور ممیز لڑکے کا احرام صحیح ہے گو حج واجب نہو
اور صحیح ہے کہ ولی غیر ممیز لڑکے کو اور دیوانے کو احرام بندھوائے اور جو فعل کہ اُنسے نہوسکین آپ بجا لاوے
خواہ خود بھی محرم ہو یا نہو اور جو فعل کفارے کا موجب اُنسے ہوا اور ہو تو اُنکے عوض کفارہ دے اور ولی وہ
شخص ہے جسے مال کی ولایت پہونچتی ہے جیسے باپ اور جد باپ کی طرف کا اور وصی ہے اور بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ چھوٹے لڑکے کے احرام باندھنے کی ولایت ماں کو بھی پہونچتی ہے اور جو نابالغ کے نفقہ مقرر سے
زیادہ خرچ پڑیگا وہ ولی کے مال سے ہے نہ لڑکے کے مال سے دوسری شرط آزادی ہے یعنی کسی کا لونڈی
غلام نہو بس بندے پر حج واجب نہین گو اُسکا آقا اُسے اجازت دے اور اگر مکلف بندہ آقا کی اجازت
سے حج بجا لائے تو وہ حج صحیح ہے لیکن حجۃ الاسلام سے محسوب نہوگا بلکہ جسوقت آزاد ہوگا اور استطاعت
پیدا کریگا تو اُسپر حجۃ الاسلام واجب ہوگا بس اگر آزادی کے عالم مین مشعر کے وقوف کو پا جائیگا تو اُسے حجۃ الاسلام
سے کافی ہوجائیگا اور اگر بندہ اپنے حج کو فاسد کر ڈالے اور مشعر الحرام کے وقوف کے پہلے آزاد ہوجائے
تو اُس فاسد حج کو پورا کرے اور کفارے مین اونٹ قربانی کرے اور دوسرے سال حج کی قضا بجا لائے تو حجۃ الاسلام
سے وہی کافی ہوجائیگا اور اگر عرفات اور مشعر الحرام کے دونون وقوفون کے بعد آزاد ہوجائے تو اُسے
واجب ہے کہ آیندہ سال مین حج فاسد کرنے کی عقوبت کے خیال سے قضا بجا لائے اور حجۃ الاسلام
وہ حج کافی نہین تیسری شرط زاد و راحلہ یعنی راہ خرچ اور سواری اور یہ دونون اُس شخص مین شرط ہین
جسے قطع مسافت کی ضرورت پڑتی ہو نہ مکہ کے لوگون مین اور مستعمل کپڑے اور خادم اور خادمہ اور رہنے کا
گھر حج کے لیے بیچے نہ جائینگے یعنی یہ چیزین بیچکر حج کرنا واجب نہین اور مراد راہ خرچ سے جو حج کے وجوب
کی شرط ہے کھانے اور پینے سے جانے آنے بھر کی ہے اور سواری سے مراد وہ سواری ہے کہ جو اُسکے
امثال کے حال کے لائق ہو اور استطاعت کی صورت مین سواری کا مول لینا واجب ہے ہرچند قیمت
بہت ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے اگر مثل کی قیمت سے بڑھجائے تو اُسکا مول لینا واجب نہین اور پہلا
قول اصح ہے اور اگر کسیکا قرض کسی پر ہو اور وہ اُس سے وصول کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اُسپر واجب ہے
کہ اُس سے اپنا قرض وصول کرلے اور حج بجا لائے اور اگر اُس قرض کے وصول کرنے مین کوئی مانع ہو اور
اِس دین کے سوا اُسے مقدور نہو تو اُسپر سے حج کا فرض ساقط ہوجائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قرض وصول کرنے کی قدرت یون متحقق ہوتی ہے کہ اپنی ذات سے یا اپنے

غلام وغیرہ سے وصول کر سکے اور یونہین ہے اگر حاکم شرع کی مدد کا محتاج ہو اور اگر اپنے حق کے لینے مین حاکم جور کی مدد کی احتیاج پڑے اور اسمین کوئی ضرر جانی یا مالی لازم نہ آتا ہو تو رجوع کرسکتا ہے اور اللہ سب سے بڑھکر جاننے والا ہے اور اگر اُسکے پاس کچھ مال ہو اور اُسیقدر اُسکے ذمے قرضہ ہو تو اُسپر حج واجب نہین مگر جبکہ قرض سے اتنا بڑھکر ہو کہ حج کو پورا پڑے تو اُسپر واجب ہو جائیگا اور حج کے لیے قرض کرنا واجب نہین مگر جبکہ کوئی غائب مال ہو یا کچھ جنس اتنی ہو کہ حج کے وجوب مین جسکی ضرورت ہے اور جن چیزون کو مستثنی کیا ہے اُنسے بڑھکر ہو کہ جنکا بیچنا واجب نہین پرانے کپڑے اور رہنے کا گھر اور خادم وغیرہ سے تو اس صورت مین نقد قرض اُس مال سے ادا کرنے کی امید پر لے لیگا اور اگر اُسکے پاس مال حج کے بجالانے کے موافق ہو اور دل نکاح کرنیکو چاہے تو اُسے اُسکا نکاح مین صرف کرنا جائز نہین ہر چند اُسپر ترک کرنا نکاح کا شاق ہو اور اُسپر واجب ہے کہ حج بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اگر ترک نکاح سے تکلیف اور مشقت بہت ہو کہ عادت اُسکی متحمل نہو یا زنا کے وقوع کا ڈر ہو تو نکاح مقدم ہے اور اگر کوئی زاد و راحلہ اُسکے لیے اور اُسکے عیال کے لیے بذل کرے تو اُسپر حج واجب ہوگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زاد و راحلہ کا دینا کہ جس سے حج واجب ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ اُس دینے کو اپنے ذمے نذر وغیرہ سے واجب کر لے اور یہی زاد و راحلہ کے بذل مین اور ہبہ مین فرق ہے کہ ہبہ مین دینا واجب نہین اور قبول کرنا بھی واجب نہین اور اسی لیے مصنف نے کہا ہے اگر کوئی اُسے کچھ مال بخشے کہ جس سے وہ حج کرنے کا مستطیع ہوتا ہو تو اُسے اُس ہبہ کا قبول کرنا واجب نہین اسلیے کہ قبول بھی کسب مال ہے اور حج کی استطاعت حاصل کرنے کے واسطے مال کمانا واجب نہین اور اگر قبول کر لیگا تو حج واجب ہوگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص کسی کے راہ خرچ اور سواری کا متکفل ہو جائے اور دیتا ہے تو اس صورت مین استطاعت کہ حج کی شرط ہے عمل مین آگئی اور شارحون نے کہا ہے کہ اس سے شرط ہے کہ اُسکے تکفل پر اعتماد اور وثوق ہو مثل اُسکے کہ نذر یا عہد کیا ہو کہ بذل کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ وجوب مین فقط بذل کافی ہے اور جب بذل یعنی خرچ دینا منقطع ہو جائیگا جیسے کہ اگر استطاعت منقطع ہو جائیگی تو وجوب ساقط ہو جائیگا اس شرط سے کہ استطاعت کے حاصل ہوتے ہی روانہ ہو جائے اور اختیار سے اہمال نہ کرے اور اگر کسی کو سفر مین مدد اور اعانت کے لیے اجارہ لین اور سارا راہ خرچ اور سواری یا کچھ اُسمین سے اُس سے شرط کر لین اور باقی کا اُسکے پاس موجود ہو یا اُسکے عیال کا نفقہ شرط کر لین تو اُسپر حج واجب

ہو جائیگا اور اگر اپنی طرف سے حج کریگا تو وہ حجۃ الاسلام سے کافی ہو جائیگا اور اگر خود حج سے عاجز ہو اور
دوسرے کی نیابت سے حج کرے تو وہ حج حج کے فرض سے کافی نہوگا اور جب مستطیع ہو جائیگی تو حج
واجب ہو جائیگا چوتھی شرط یہ ہے کہ آدمی کے پاس کچھ ایسا ہو کہ حج کے جانے سے اسقدر بچ رہے کہ اسکے عیال
کے بسر کو اور پھر آنے تک کو کافی ہو تو حج واجب ہے اور اگر کچھ کم ہو تو حج واجب نہیں۔ اور اگر کوئی ایسے
شخص کی طرف سے جو خود حج کرنے پر قدرت رکھتا ہو حج کرے تو اُس شخص کے ذمے سے حجۃ الاسلام ساقط نہوگا
خواہ اُسوقت وہ زاد و راحلہ موجود رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور اسیطرح پر غیر مستطیع شخص محنت اور مشقت سے
حج بجا لائے تو وہ بھی حجۃ الاسلام مین محسوب نہوگا بلکہ وجوب کی شرطون کے حصول کے بعد اُسپر واجب
ہے کہ حج کو بجا لائے۔ جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ زاد و راحلہ رکھنے والا اور حج پر مستطیع شخص
محنت سے حج بجا لائے تو حجۃ الاسلام سے کافی ہو جائیگا اور بیٹے پر باپ کو حج کے لیے اپنا مال دینا واجب
نہین اور اسیطرح باپ پر بیٹے کو حج کے لیے اپنا مال دینا واجب نہین پانچوین شرط امکان جانے کا
ہے اور یہ مرض سے صحت پر اور راہ کے موانع سے خالی ہونے پر اور سواری پر بیٹھنے کی قدرت پر اور
قطع مسافت کے لیے وسعت وقت پر مشتمل ہے بس اگر اتنا بیمار ہو کہ سواری پر بیٹھنے سے ضرر پائے تو اسپر
حج واجب نہین اور اگر ایسے مرض کے ہوتے ہوتے سوار ہو سکیگا تو اُس سے حج ساقط نہوگا اور اگر کوئی دشمن
مانع ہو یا لولا اپاہج ہو کہ سواری پر رک نسکے یا ضروری ساتھی نہ ملے تو اُس سے حجۃ الاسلام ساقط ہو جائیگا
اور مرض اور دشمن کے حج سے مانع ہونے پر آیا حج کے لیے نائب بھیجنا واجب ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین
کہ ہان واجب ہے اور یہی روایت مین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ واجب نہین اور اگر اُسکی طرف سے کوئی
نائب حج بجا لائے اور مانع دور نہو تو قضا نہین ہے اور اگر مانع جاتا رہے اور خود حرکت پر قادر ہو جائے تو اپنی
ذات سے حج کا بجا لانا واجب ہے اور اگر حج کے استقرار وجوب کے بعد مرجائے اور خود ادا نکیا ہو تو اُسکی
طرف سے قضا حج کروایا جائیگا اور اگر اُسکی پیدایش اسطرحکی ہو کہ سواری پر بیٹھ نسکے تو بعضے فقہا نے
کہا ہے کہ اُسکے نفس سے اور مال سے حج کا وجوب ساقط ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسے نائب بھیجنا
لازم ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر سفر مین کسی حرکت کی ضرورت پیچھے کے لوگون سے ملنے کی پڑے
یا دشمن سے بھاگ بچنے کے لیے ضرورت ہو اور یہ شخص اُسپر قادر نہو تو اُسپر سے اس سالمین حج کا وجوب ساقط
ہو جائیگا اور آیندہ زمانے مین قدرت پانے کا انتظار کریگا اگر قدرت نہ پہونچنے کے سال مین مرجائے گا تو

تو واجب نہین کہ اسکی طرف سے قضا حج کروایا جائے اور اگر ضروری سفر کی چیزون مین سے نہ ملین جیسے مشک
اور برتن وغیرہ جیسے تو نہ ملا اس سے حج کا فرض ساقط ہو جائیگا اور اگر وہ راہین حج کے جانے کی ہون اور
ایک راہ مین مانع ہو تو دوسرے رستے سے جانے مین مانع نہین ہے جائیگا اور دور راہ یا نزدیک ہو اور اگر رستے مین
ایسا دشمن ہو جو بے مال کے منع نہ ہوتا ہو تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ حج کا وجوب ساقط ہو جائیگا ہر چند وہ
مال تھوڑا ہی سا ہو اور اگر یہ کہین کہ اس مال کے دیدینے کا تحمل ہو سکے اور بذل کرنا واجب ہے تو بہتر ہوگا اور
اگر کوئی دوسرا اپنا مال اس دشمن کو اسکی طرف سے دیدے تو اس شخص پر حج واجب ہو جائیگا اس لیے
کہ مانع جاتا رہا ہان اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مال مین تمہین دیتا ہون یہ تم لو اور اس دشمن کو دیدو تو یہ قبول کرنا
واجب نہین اسلیے کہ یہ مال کا کسب کرنا ہے اور مال کا کسب کرنا حج کے لیے واجب نہین جیسا کہ بیان ہو چکا
اور دریا کی راہ بھی خشکی کی راہ کی طرح ہے اگر گمان غالب ہو کہ دریا مین سفر کرنے سے سلامت رہیگا تو
اسپر دریا کی راہ سے حج واجب ہے اور نہین تو ساقط ہے یعنی اگر سلامتی کا گمان غالب نہین ہے تو حج اس سے
ساقط ہو گا اور اگر خشکی اور دریا کی راہ سے پہونچنا ممکن ہو اور دونون راہین سلامتی کے غلبۂ گمان مین برابر ہون
تو جانے والے کو اختیار ہے جس راستے چاہے جائے اور اگر سلامتی کے غلبۂ گمان مین ایک ہی راہ
خاص ہو تو اسی راہ سے جانا متعین ہو جائیگا اور اگر دونون راہین ہلاکت کے گمان مین برابر ہونگی تو حج
کا فرض اسپر سے ساقط ہو جائیگا اور جو شخص احرام کے باندھنے اور حرم مین داخل ہونے کے بعد مر جائیگا
تو وہ حج سے بری الذمہ ہو گیا اور بعضون نے کہا ہے کہ فقط احرام باندھ لینا کافی ہے اور پہلا قول اظہر ہے
اور اگر احرام باندھنے اور حرم مین جانے سے پہلے مر جائیگا تو اسکی طرف سے حج کے وجوب کے مستقر ہونے
پر قضا حج کروایا جائیگا اور اگر وجوب مستقر نہین ہوا ہے تو حج کی قضا اسکے ذمے سے ساقط ہو گی اور حج ذمے پر
جب مستقر ہوتا ہے کہ حج کے وجوب کی ساری شرطین جو بیان ہوئی ہین پائی جائین اور یہ شخص بجا لائے
اور بے کسی شرعی مانع کے اہمال کرے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حج کی شرطون کا پورا پورا پائے جانا
مستطیع کے ذمے حج کے استقرار کا موجب ہے اس شرط سے کہ روانگی کے وقت سے سارے حج کے مناسک
کے ادا تک شرطین پائی جائین اسلیے کہ اگر سفر کے وقت سب شرطین پائی جائین اور پھر انمین کوئی شرط
جاتی رہے تو حج کا وجوب بھی ساقط ہو جائیگا اور کافر پر بھی حج واجب ہے اور اگر کفر کی حالت مین حج بجا لائے
تو صحیح نہین پس اگر کافر احرام باندھے اور پھر مسلمان ہو تو اسے نئے سر سے احرام باندھنا چاہیے اور اگر میقات

یعنی احرام کے باندھنے کے مقام تک جانے پر قدرت نہ ہو تو جہان مسلمان ہوا ہے وہین سے پھر احرام باندھے اور اگر کافر احرام باندھکر مشعر کے وقوف پر فائز ہو جائے تو وہ احرام کافی نہین مگر یہ کہ مسلمان ہونے کے بعد نئے سر سے احرام باندھے اور اگر وقت تنگ ہو تو بھی پھر احرام باندھے ہر چند عرفات مین پہونچ گیا ہو اور اگر مسلمان حج کرے اور پھر مرتد ہو جائے اور پھر توبہ کرے تو صحیح قول پر حج کا اعادہ نہ کریگا اور اگر کوئی شخص اسلام کے حال مین مستطیع نہو اور ارتداد کے حال مین استطاعت ہو جائے تو حج واجب ہوگا اور جب توبہ کریگا تو صحیح بھی ہوگا اور اگر حالت اسلام مین احرام باندھے اور پھر مرتد ہو جائے اور پھر توبہ کرے تو صحیح قول پر اُسکا احرام باطل نہوگا اور اگر مخالف مذہب ایمان لائیگا تو حج کا اعادہ نکریگا مگر جب کسی رکن مین خلل ڈالیگا تو اعادہ کریگا یعنی اگر مخالف مذہب نے اپنے ضلالت کے زمانے مین حج کیا ہو اور اہل حق کے نزدیک کسی رکن مین خلل نہ ڈالا ہو تو مذہب حق قبول کرنے کے وقت حج کا اعادہ نہ کریگا اور وہی پہلا حج کافی ہے اور اگر کسی رکن مین خلل ڈالا ہوگا تو حق پر پہونچنے کے بعد اعادہ حج کا کریگا خواہ وہ رکن حق کے مذہب کا ہو یا اُسکے اگلے باطل مذہب کا ہو اور رکن حج کے فعلون مین سے وہ فعل ہے کہ جسکے عمداً یا سہواً خلل پڑنے سے حج باطل ہو جاتا ہے اور اسکے بعد بیان ہونگے اور آیا پھرنیکے بعد تک کافی ہونا مال کا یا کاریگری کا یا پیشہ کا حج کے وجوب مین شرط ہے یعنی پھرنے کے بعد گھر پہونچنے پر کوئی ایسی چیز صناعت اور مال وغیرہ مین سے رکھتا ہو جو اُسکی بسر کو کافی ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ہان روایت ابوالربیع شامی کے مفاد سے شرط ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ آیہ شریفہ کے عموم پر عمل کرنے سے کہ وہ کسی سے مقید نہین شرط نہین ہے اور یہی اولی ہے اور جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صناعت اور حرفہ یعنی کاریگری اور پیشہ مین فرق ہے کہ صناعت اُس ملکہ کو یعنی قوت راسخہ کو کہتے ہین کہ جو کسی کام کے ممارست سے حاصل ہوتی ہے جیسے لکھائی اور سلائی ہے اور حرفہ اُس چیز کو کہتے ہین کہ جس سے کما سکین لکڑہارا تھا اور گھاس کاٹنا کہ اُسمین ملکہ اور ممارست کی ضرورت نہین اور جبکہ حج کے وجوب کی شرطین ہون لیکن اگر حج کو محنت اور مشقت سے یا پیدل یا دوسرے کے ساتھ کھانا پیتا بجا لائے تو وہی حج حجۃ الاسلام سے کافی ہو جائیگا اور جسپر حج واجب ہو اُسے سوار ہو کر جانے سے پیدل جانا بہتر ہے اگر پیدل چلنے سے ضعف نہوتا ہو اور ضعف ہونے کی صورت مین پیدل چلنے سے سواری پر جانا بہتر ہے۔ چار مسئلے۔ پہلا مسئلہ جب کسی کے ذمے حج مستقر ہو اور اسکے بعد وہ مرجائے تو اصل ترکیسے نہ ثلث مال سے اُسکی طرف سے حج ادا کر دیا جائیگا پھر اُسکے ذمے اگر قرض بھی ہو اور اُسکا

متروکہ حج اور قرضہ سے کمی کرتا ہو یعنی دونون کے ادا مین پورا نہ پڑتا ہو تو اُسکے ترکے کو قرضے اور حج پر رسدی
حصے سے تقسیم کرین گے اور جس جگہ سے حج کے حصہ مین حج کی ادا ہو سکتی ہو گی وہین سے نائب مقرر کرینگے
دوسرا مسئلہ متوفی کی نیابت سے زیادہ نزدیک مقام سے حج کرینگے یعنی مواقیت حج مین سے جو مقام زیادہ
قریب ہو گا وہان سے حج کروائینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ جس شہر مین متوفی کا گھر تھا وہانسے اُسکے
حج کے لیے نائب کو اجارہ دینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ اگر متوفی کے شہر سے نائب مقرر کرنے کی اُسکے
متروکہ مین گنجایش ہو گی تو وہین سے نہین جہان سے ہو سکے گا وہان سے نائب مقرر ہو گا اور پہلا قول اشبہ ہے
تیسرا مسئلہ جسپر حجۃ الاسلام واجب ہو وہ دوسرے کی نیابت سے حج اور سنتی حج نہین کر سکتا اور یہی حکم ہے اُس
شخص کا بھی کہ جسپر حج نذر وغیرہ سے یا حج کے فاسد ہونے سے واجب ہوا ہے۔ چوتھا مسئلہ عورتون
کے لیے محرم کی شرط نہین بلکہ سلامتی کا گمان کافی ہے اور سنتی حج عورت کا بے شوہر کے اذن کے صحیح نہین
اور اُسے ہر طرح پر واجبی حج بجالانا پہونچتا ہے خواہ شوہر اجازت دے یا نہ دے اور رجعیہ طلاق والی عورت کا بھی
جسکا عدہ منقضی نہین ہوا یہی حکم ہے اِسلیے کہ اُسمین ابھی زوجیت باقی ہے بس بے شوہر کی اجازت کے
سنتی حج نہین کر سکتی ہے اور واجبی حج کر سکتی ہے اور باین طلاق کے عدہ مین عورت بے اجازت
شوہر کی سنتی حج کر سکتی ہے **قول** اُس حج کی شرطون مین جو نذر اور قسم اور عہد سے واجب ہوتا ہے
اور شرطین اس حج کی دو ہین پہلی شرط کمال عقل ہے بس نذر نابالغ بچے کی اور دیوانے کی منعقد نہین
ہوتی دوسری شرط آزادی ہے بس آقا کی بے اجازت بندہ کی نذر صحیح نہین ہے اور اگر آقا بندہ کو
نذر کرنے کی اجازت دے تو حج اُسپر واجب ہو جائیگا اور اُسنے آقا کی بے اجازت اُس حج کا ادا کرنا جائز
ہے اور یہی شوہردار عورت کا حکم ہے اگر شوہر کی اجازت سے نذر کریگی تو نذر منعقد ہو جائیگی پھر شوہر کی بے
اجازت بجالا سکے گی مگر شوہر کی بے اجازت نذر صحیح نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بے شوہر کی
اجازت عورت کو نذر کرنا جائز نہین خواہ دائمی عقد مین ہو یا منقطع مین یعنی متعہ مین ہو اور یہی لڑکے کا حکم
ہے کہ باپ کی بے اجازت اُسکی نذر صحیح نہین اور عہد و قسم کا حکم بھی یہی ہے تین مسئلے۔ پہلا مسئلہ حج
مطلق یعنی بے تعیین وقت کے نذر کرے اور کوئی مانع پیش آ گئے تو مانع برطرف ہونے کے وقت تک تاخیر
کر سکتا ہے اور اگر اُس حج کے ادا کرنے پر قادر ہوا اور مر جائے تو اُسکے اصل ترکہ سے یہ حج قضا کروایا جائیگا
اور اگر اُسکی ادا پر اُسے قدرت بہم نہ پہونچی ہو تو یہ نذر حج اُس متوفی کی طرف سے نکروانا جائیگا اور اگر نذر کی

حج کے لیے کوئی وقت معین ہو اور قدرت رکھتے ہوئے بجا نہ لائے تو اُسکے مرنے کے بعد اس حج کی قضا خلف
نذر کے کفارہ کے ساتھ بجالائی جائیگی اور اگر کوئی مانع مثل مرض اور دشمن کے پیش آئے یہانتک کہ مرجائے
تو اُسکی قضا اُسکی طرف سے واجب نہیں اور اگر حج نذر کرے یا حج کو فاسد کر دے اس حال مین کہ لولا
اپاہج ہو یعنی ضعف سے یا اپاہج ہونے سے اُسکے بجالانے پر قادر نہو تو بعضے فقہانے کہاہے کہ نائب بھیجنا
واجب ہے اور یہی قول خوب ہے دوسرا مسئلہ جو کوئی حج نذر کرے اور حجۃ الاسلام کا قصد کرے اور حج بجا لائے
تو یہ دونون متداخل ہو جائینگے یعنی حجۃ الاسلام کے بجالانے سے نذر والا حج بھی ادا ہو جائیگا اور اگر حجۃ الاسلام
کے سوا کی نیت کریگا تو دوسرا تداخل نکریگا اور دو حج اُسپر واجب ہونگے اور اگر مطلق نذر کرے اور حجۃ الاسلام
کی قید نذر مین نہ لگائے تو بعضے فقہانے کہاہے کہ اگر نذر کی نیت سے حج کریگا تو وہی حج حجۃ الاسلام سے
بھی کافی ہو جائیگا اور اگر حجۃ الاسلام کی نیت کریگا تو نذر والے حج سے کافی نہوگا اور بعضے فقہانے کہاہے
کہ کوئی انمین کا دوسرے کے لیے کافی نہین یعنی ایک حج کی نیت سے بجالانا دوسرے حج کے لیے کافی نہوگا
اور یہی قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جو کوئی پیدل حج کرنا نذر کرے تو اُسپر واجب ہے کہ پیدل حج کو جائے اور
جہان کہ کشتی کی سواری ہو تو اُسپر کھڑا رہے اور اگر حج کے رستے مین سوار ہوگا تو حج کا اعادہ پیدل کریگا
اور اگر کچھ دور رستہ مین سوار گیا ہے تو بعضے فقہانے کہاہے کہ جہان رستے مین سوار گیا ہے حج کے اعادے
مین وہان پیدل جائیگا اور جن جن مقامون مین پیدل چل چکاہے وہان سوار ہوکر چل سکتا ہے اور بعضے
کہتے ہین کہ حج کا اعادہ کریگا اور ساری راہ پیدل چلیگا اِسلیے کہ جس صفت سے حج کو نذر کیا تھا اُس صفت
سے نہین بجالایا ہے اور یہ قول اشبہ ہے اور اگر پیدل چلنے سے عاجز ہوگا تو سوار ہوکر جائیگا اور منی مین ایک
اونٹ کفارہ کے لیے لیتا جائیگا اور اُسے منی مین قربانی کریگا اور بعضے کہتے ہین کہ سوار ہوکر بھی جائیگا اور کفارہ
نہ دیگا اور بعضے کہتے ہین کہ اگر نذر معین وقت کی نہین ہے اور مطلق ہے تو پیدل چلنے پر قدرت حاصل ہونیکا
منتظر رہیگا اور اگر نذر کسی معین وقت سے مقید ہے تو عجز سے اور قدرت نہونے سے پیدل چلنے کا فرض اُسپر
سے ساقط ہو جائیگا اور پہلا قول روایت مین وارد ہوا ہے اور اونٹ کفارے کے لیے لیجانا سنّت ہے

قول حج کی نیابت مین ہے۔ نائب کی شرطین تین ہین ایک اسلام دوسری کمال عقل تیسری اُسکے ذمے
کوئی واجب حج کا نہونا ہے بس کافر کا نائب ہونا صحیح نہین اسلیے کہ وہ قربت کی نیت سے عاجز ہے اور
مسلمان کا کافر کی طرف سے نائب حج ہونا درست نہین اور نہ مخالف کی طرف سے صحیح ہے مگر جبکہ مخالف

مومن نائب کا باپ ہو تو درست ہے اور دیوانے کی نیابت درست نہین اسلیے کہ اُسکی عقل مرحل کے سبب سے
کہ نیت کے حصول کا مانع ہے بجا نہین اور یہی حکم غیر ممیز لڑکے کی نیابت کا ہے اور آیا ممیز لڑکے کی نیابت
درست ہے یا نہین بعضے کہتے ہین کہ نہین اس سبب سے کہ اُس سے قلم مرفوع ہے یعنی وہ ایسی صفت سے
متصف ہے کہ اُس سے تکلیف مرتفع ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ہان درست ہے اسلیے کہ وہ سنتی حج بجالانے
پر قادر ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ نابالغ ممیز لڑکون کے افعال نیک کامون کی عادت پڑنے
کے لیے ہوتے ہین اور شرعی نہین ہین کیا واجب کیا سنت اور اصح یہی ہے کہ نابالغ کی نیابت مطلق درست
نہین - اور ضرور ہے کہ نائب نیابت کی نیت کرے اور منوب عنہ یعنی جسکی طرف سے نائب ہے اُسکی بھی
نیت مین تعیین کرلے اور بندہ کی نیابت اُسکے آقا کی اجازت سے درست ہے اور ایسے شخص کا نائب ہونا
کہ جسپر حج واجب ہوا اور حج کا وجوب اُسکے ذمے قرار پکڑ چکا ہو درست نہین مگر جبکہ وہ اپنے حج کے بجالانے
سے مطلق عاجز ہو گو پیدل ہی ہو تو ایسی صورت مین دوسرے کیطرف سے نائب ہو کر حج کو جانا اور حج کا بجالانا
درست ہے اور اسیطرح اُسنے سنتی حج کرنا درست نہین جبتک کہ واجب بجا نلائے اور اگر سنت کی نیت سے حج کریگا تو
بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ حجۃ الاسلام کے حساب مین محسوب ہوگا اور یہ دعوی اُنکا بیدلیل ہے اور جسپر کہ حج واجب اور وجوب مستقر
یعنی قرار پکڑ چکا ہو پھر وہ دوسرے کی نیابت سے حج کریگا تو یہ حج دونون شخصون مین سے کسیکے حساب مین محسوب نہوگا اور جسپر کہ
حج واجب ہے اُسے دوسرے کی طرف سے عمرہ حج بجالانا درست ہے اُس صورت مین کہ اُسپر عمرہ نذر وغیرہ سے واجب نہو اور اسیطرح سے جسپر عمرہ
واجب ہو اُسے دوسرے کیطرف سے حج کا بجالانا درست ہے اُس صورت مین کہ اُسپر حج واجب نہو اور ایسے شخص کا نائب ہونا سنت
ہے کہ جسمین حج کے وجوب کی ساری شرطین نہون ہرچند کہ وہ مرد ہو یعنی پہلے پہل حج کو چلا ہو اور جسنے اپنے
کوئی حج نکیا ہو اور جائز ہے کہ عورت مرد کی نیابت سے اور عورت کی نیابت سے حج کرے اور جسنے حج کیلیے
اجارہ کیا ہو اور وہ رستے مین مرجائے پس اگر احرام باندھکر اور حرم مین داخل ہو کر مرا ہے تو جسکی طرف سے
نائب ہے اُسکے حج کے لیے اتنا کافی ہو گیا اور اگر احرام باندھنے سے اور حرم مین داخل ہونے سے پہلے مرا
ہے تو کافی نہین اور اُسکی اجرت سے اتنی راہ کے جانے کی اور پورے پھر آنے کی پھیر لین گے اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ فقط احرام باندھ لینا کافی ہے نائب کا گو حرم مین داخل نہوا ہو اور پہلا قول اظہر ہے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ پھیر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اجرۃ مثل مشخص کرینگے اور چھوٹے ہوئے کامون کی اجرت
مثل نکال لین گے کہ چھوٹے ہوئے کامون کی اجرت کو نائب حج کی اجرت مثل سے کیا نسبت ہے پس اُسی

نسبت سے جو اُجرت کہ اجیر یعنی نائب نے لی ہے واپس لین گے جیسے نائب حج کی اجرۃ ایک ہزار اشرفی ہے اور چھوٹے ہوے کامون کی اُجرت پانسو اشرفی ہے اور پانسو کی نسبت ہزار سے آدھے کی ہے بس اُس اُجرت سے کہ نائب حج کو دی ہے جیسے وہ دو ہزار اشرفی ہے اُس سے ہزار پھیر لین گے اور کمی اور زیادتی مین بھی یہی قیاس کرنا چاہیے اور نائب کو جو اُسپر حج تمتع یا قران یا افراد سے شرط کیا ہے اُسی کا بجالانا واجب ہے اور روایتون مین وارد ہوا ہے کہ جو کہ حج قران یا افراد بجالانے کے لیے مامور ہوا اور وہ حج تمتع کرے تو جائز ہے اسلیے کہ اُنسے بہتر کی طرف اُسنے عدول کیا ہے اور اسوقت مین یہ صحیح ہے کہ جب حج سنتی ہو اور مستاجر یہ قصد کرے کہ اُس سے بہتر کو بجالائے نہ اُس صورت مین کہ کوئی خاص غرض حج قران اور افراد سے متعلق ہو تو ایسی صورت مین حج تمتع کا بجالانا جائز نہین اور اگر نائب سے یہ شرط کرین کہ حج کے لیے اُس معین رستے سے جائے تو اُسے دوسرے رستے سے جانا درست نہین اس صورت مین کہ اُس راہ مین کوئی دینی دنیوی غرض ہو دنیوی غرض جیسے تجارت ہے اور دینی غرض جیسے زیارت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ دوسری راہ سے جانا جائز ہے خواہ اُس راہ سے کوئی غرض متعلق ہو خواہ نہو اور جبکہ اجیر یعنی نائب حج بجالانے کے لیے اجارہ لے لیا جائے تو اپنا دوسرے کو اُسے اجارہ دینا جائز نہین جبتک کہ پہلی حج کو بجا نہ لائے اور امکان رکھتا ہے کہ ہم دوسرے اجارے کے جواز کے اس صورت مین قائل ہون کہ وہ دوسرے سال کے لیے ہو اور اس اجارہ والے سال کے سوا ہو اور اگر نائب احرام باندھنے سے اور حرم مین جانے سے پہلے روکا جائے تو جو کام کہ اُس سے رہگئے ہین اُسکی اُجرت اُس سے پھیر لے اور اگر اگلے سال بجالانے کا ذمہ کرے تو اُسکا قبول کرنا لازم نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ لازم ہے اور اگر کچھ معین روپیہ پر اجیر یعنی نائب اجارہ لے اور وہ روپیہ کم پڑتا ہو تو منوب عنہ یعنی جسکی طرفسے وہ نائب ہوا ہے اُسے عمل پورا کرنے کے موافق اور دینا لازم نہین اور اسیطرح اگر بڑھجائے تو اجیر سے پھیر لینا جائز نہین اور درست نہین کہ خانہ کعبہ کے طواف کے لیے وہ شخص نائب کرے جو وہین رہتا ہو مگر ایسی صورت مین کہ جب وہان کے رہنے والے کو مثل بیہوشی اور پیٹ چلنے کے طواف سے کوئی مانع ہو اور حج کرنے والے کو اپنی ذات سے طواف کرنا واجب ہے اور اگر کسیکو کوئی اُٹھا کر طواف مین کعبہ کے گرد پھرائے یعنی محمول کی عجز کیصورت مین تو ہوسکتا ہے کہ ہر حامل اور محمول اُس طواف کو اپنی اپنی طرف سے حساب کرے اور جو مُردے کی طرف سے تبرع کے طریق سے حج بجالائیگا تو وہ مردہ بری الذمہ ہو جائیگا اور جو کفارہ کہ نائب پر لازم آئیگا وہ

اُسی نائب کے مال سے تعلق رکھتا ہے اور اگر نائب حج کو فاسد کر ڈالے تو اُسے دوسرے سال مین حج عقوبت
بجالانا واجب ہو اور آیا اُس سے اُجرت حج فاسد کرنے کی وجہ سے پھیر لین گے یا نہین یہ مسئلہ دو قولون پر
مبنی ہے اور اسکا بیان اسطرح پر ہے کہ اگر اجارہ مطلق ہو اور حج بجا لانے کا سال معین نہو تو اس صورت مین
جبکہ پہلے سال اُسنے حج کو فاسد کر ڈالا تو جب دوسرے سال مین بجالایا عہدۂ اجارہ سے بری ہوگیا اور اُجرت
کا مستحق ہوا اور اگر اجارہ پہلے سال سے مقید ہے تو اگر ہم کہین کہ حج فاسد محسوب نہین اور دوسرے سال جو
بجالایا وہ اُسمین محسوب نہین جیسا کہ بعضے فقہا نے کہا ہے بس اُجرت کا پھیر لینا پہونچتا ہے اسلیے کہ اجیر نے
اجارے کے عقد کے موافق کام نہین کیا اور عمل مطلوب کو فاسد کر ڈالا بس اُجرت کا مستحق نہین اور دوسرے
سال جو حج کیا ہے وہ افساد حج کی عقوبت مین ہے نائب کرنیوالے کی طرف سے نہین ہے اور اگر اسکے
ہم قائل ہون کہ فاسد حج بھی درست ہے اور دوسرے سال کا حج فاسد کرنے کی عقوبت کا اور پہلے کے
نقصان کے اتمام کا حج ہے تو اجیر نے اپنے اجارے کے کام کو کیا اور اُجرت کا مستحق ہوگیا اور پھیرنا اُجرت
کا جائز نرہا اور جبکہ اجارہ مطلق دے اور کسی معین زمانے سے مقید نکرے تو اطلاق کام کی تعجیل کو مقتضی ہے
اسلیے کہ مطلق فرد اکمل کی طرف منصرف ہوتا ہے اور یہان فرد اکمل معجل ہے یعنی جب اسمین کوئی وقت
معین کی قید نہین تو یہ مطلق یعنی بے قید ہوا تو اس اجارے کا کام کسیوقت مخصوص اور مقید نہ ٹھیرا
اور جس جس وقت مین یہ کام ہو سکتا ہے سب اُسکی فردین ہین اور ان سب مین عمدہ اور کامل اُسی وقت
کی فرد ہے جو وقت قریب اور جلد آنیوالا ہے تو معجل اُس مطلق کی فرد اکمل ہوا اور مطلق کو اُسی فرد اکمل کے
معنون مین لینا یہ ایک اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ مطلق کو بے کسی مانع کے اکمل فرد کے معنون مین لیتے
ہین تو بس معجل موجل سے اکمل ہے اور نائب کو جلد اُسی سال حج کا بجالانا لازم ہے اور دو شخصون کی
ایک شخص کو ایک سال مین نیابت لینا درست نہین اور اگر ایک شخص کو دو شخصون نے ایک ہی سال مین
اجارہ لیا ہو تو پہلے اجارہ کرنیوالے کا اجارہ صحیح ہے اور دوسرے کا صحیح نہین اور اگر ایک ہی شخص سے
ایک ہی عبارت سے دونون اجارے ایک ہی وقت مین واقع ہوے ہون تو دونون اجارے باطل
ہین اور جبکہ نائب حج سے مرض وغیرہ کے سبب سے رُک جائے تو قربانی بھیجیگا اور دوسرے حج کی اد
اُسپر نہین جس صورت مین کہ اجارہ پہلے سال سے معین ہو اور باقی اعمال کے مقابلہ کی اُجرت اُس سے
پھیر لین گے اور نائب بھیجنے والے کے ذمے حج باقی رہیگا اور اگر اجارہ مطلق ہو یعنی کسی وقت سے مقید نہو

تو نائب پر لازم ہے کہ ایام حصر کے بعد یعنی زوال مانع کے بعد اگر حج کے ادا کا وقت باقی ہے تو اُسی سال مین حج بجا لائے نہین تو دوسرے سال مین حج کریگا اور جسپر دو مختلف حج واجب ہون جیسے حجۃ الاسلام اور حج نذر ہے اور کوئی مانع عارض ہو تو اُسے جائز ہے کہ دو نائب دو حجون کے لیے ایک سال مین اجارہ لے اور سنت ہے کہ نائب اپنے نائب کرنیوالے کے نام سے اپنی زبان پر ذکر لائے عبادت کے مکانون مین اور ہر کام مین حج وعمرہ کے کامون مین سے اور حج کے بعد پھیر دے جو کہ اُجرت مین سے بڑھ جائے اور مخالف کو مذہب حق پر پہونچنے کے بعد اپنے حج کا اعادہ کرنا سنت ہے گو پہلا حج اُسے کافی ہے اور مکروہ ہے کہ عورت حج بجا لانے کے لیے نائب ہو جبکہ صرورہ یعنی پہلے پہل چلی ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ متاخرین فقیہون نے حج کی نیابت مین عدالت بھی شرط کی ہے اور یہی روزہ نماز کی قضا کی نیابت مین بھی کہا ہے اور مصنف کے نزدیک اور قدما کے مسلک پر یہ شرط نہین اور جس جماعت نے کہ عدالت شرط کی ہے نہ اس سے کہ بدکار غیر عادل کا حج قبول نہین بلکہ اسلیے کہ اُسکے قول پر وثوق اور اعتماد نہین پس متوفی کے برادت ذمہ کا علم اُسکے خبر دینے سے نہوگا اور اگر بدکار بھی حج ادا کرے تو صحیح ہے اور حج کے افعال کا علم بھی نیابت مین شرط ہے یا کسی عالم کو ساتھ لیلے کہ اُسے تعلیم کرے علما نے کہا ہے کہ مذہب حق کے مخالف کو عبادتون سے اور طاعتون سے عقبیٰ مین کوئی نفع نہین اور اس قول کی مستند صحیح روایتین بھی ہین اس صورت مین مومن بیٹا جو مخالف باپ کی نیابت سے حج بجا لائے تو اُسکے لیے اُس سے کوئی ثواب اور اجر نہوگا لیکن حدیث صحیح مین اس نیابت کی صحت وارد ہوئی ہے اسلیے بعضے فقیہون نے اسکے جواز کا حکم کیا ہے اور مصنف بھی اُسکے تابع ہوے ہین اور ہوسکتا ہے کہ نائب کے درجے بلند کرنے کے لیے یہ تجویز ہوئے ہونگے خدا جانے اور جسپر حجۃ الاسلام واجب ہو اور وہ اُسکی ادا مین اہمال کرے بعد اسکے اُس سے استطاعت جاتی رہے تو اُسپر واجب ہے کہ جسطرح ہوسکے بجا لائے گو مشقت سے اور رنج سے اور پیدل چلنے سے ہو اور اگر پیدل چلنے پر قادر نہو اور سب طرح سے ادا سے واجب مین عاجز آجائے تو جائز ہے کہ دوسرے کو نائب کرے اور نیابت سے وہ واجبی حج بجا لائے اور نہین تو جائز نہین یعنی سب طرح سے جب تک عاجز آئے نائب بھیجنا جائز نہین آٹھ مسئلے۔ پہلا مسئلہ جبکہ کوئی اپنی طرف سے حج بجا لانے کی وصیت کرے اور اُسکی اُجرت مقرر نہ کرے تو اُسکی طرف سے اُجرت مثل سے حج کروایا جائیگا اور اگر حج واجب ہوگا تو اصل ترکے سے اُجرت دیجائیگی اور اگر سنتی ہوگا تو ثلث مال سے دیجائیگی اسلیے کہ ثلث مال یعنی

تہائی مین وصیت جائز ہے اور اجرت کا مالک اجیر اجارہ کے عقد کے سبب سے ہوتا ہے اور اس اجرت
کی ادا کام کے بعد واجب ہے اور اگر کوئی بے اجرت لیے راضی نہو تو حج سے پہلے بھی دیدینگے اور
اگر شرط کی مخالفت کرے جیسے حج شرط ہوا ہو اور عمرہ بجالائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اجرت مثل
اسے دینا چاہیے اور موجہی ہے کہ کچھ بھی اجرت کا مستحق نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
آدمی کی زندگی مین جو واجب کہ مال سے متعلق ہو جیسے کہ زکوٰۃ ہے اور خمس ہے اور کفارہ ہے اور حج ہے
تو وفات کے بعد واجب ہے کہ اسکا اخراج اصل متروکہ سے کرین اور مردے کی وصیت پر موقوف نہین اور
جو کہ مال سے متعلق نہو جیسے روزہ نماز ہے تو مرنے کے بعد اسے ثلث مال سے بجالائینگے اگر وصیت
کی ہوگی اور اسیطرح نذر کے اعمال ہین کہ مردے پر نذر سے واجب ہوئے ہون اور اگر مال سے متعلق
واجب کے لیے اجرت مثل سے زیادہ مال پر وصیت کرے تو اجرت مثل سے زیادہ اجرت کو ثلث مال سے
اعتبار کرینگے اور اجرت مثل کو اصل ترکہ سے دینگے دوسرا مسئلہ جو اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کرے
اور معین نہ کرے کہ کئے مرتبہ حج کرین پس اگر حج کی تکرار کا قصد معلوم نہو تو ایک مرتبہ سے نہ بڑھنا چاہیے
اور اگر معلوم ہو کہ حج کی تکرار کا قصد ہے تو اسکے مرنے کے بعد اسکی طرف سے اتنے حج کروانا چاہیے کہ
جتنون کو اسکے متروکہ کا تیسرا حصہ وفا کرے تیسرا مسئلہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میری طرف سے ہر سال
اتنے معین مال پر حج کروایا جائے اور وہ مقدار ایک سال کے حج کو کافی نہو تو دوسرے سال کی مقدار
اسمین ملا کر ایکسال کے حج کا اجارہ دینگے پھر بھی اگر کافی نہوگی تو تیسرے سال کی ملا دینگے چوتھا مسئلہ
اگر کسی کے پاس کسی شخص کی کچھ امانت ہو اور وہ مرجائے اور اسپر حجۃ الاسلام ہو اور امین جانتا ہو کہ وارث
حج کو ادا نکرینگے تو اس امانت کے مال سے حج کی اجرت کے موافق اسے نکال لینا جائز ہے پس اسکی
طرف سے نائب اجارہ کرینگے اور حج بجالانے کو بھیجینگے اسلیے کہ حج کی اجرت بھر کا مال وارثون کی
ملک نہین اور باقی مال وارثون کو پہونچادے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ شہید علیہ الرحمہ نے
کتاب دروس مین فرمایا ہے جیسا کہ مال امانت مین حج کی اجرت کا نکال لینا جائز ہے اسیطرح قرض مین
اور امانت مین اور غصب مین اور گرو مین بھی جائز ہے اور اگر کئی شخص ہون کہ جنکے پاس مردے کی
امانت ہو تو ہوسکتا ہے کہ ہم کہین کہ حج کی اجرت تقسیم کرکے سب دین اور ہوسکتا ہے کہ کہین کہ
کفائی واجب ہے ایک کے نکالنے سے اور سب بری ہوجائینگے اور احتمال ہے کہ یہی حکم نذر کے حج مین

اور عمرہ واجبہ مین اور قرضکی ادائین اور زکوۃ مین اور خمس مین بھی ہو اور جبکہ اُجرت مذکورہ کا نکالنا جائز ہے
تو واجب ہو جائیگی جیسا کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے **پانچوان مسئلہ** جو شخص کہ احرام باندھے نائب
کرنیوالے کی طرف سے حج کرنے کی نیت سے پھر اپنی طرف اُس نیت کو پھیر لے تو یہ نیت صحیح نہین اور جب
حج تمام ہو گا تو اُسی بھیجنے والے کی طرف سے واقع ہو گا اور اجرت کا نائب مالک ہو گا اور جو نیت کہ
اپنی طرف سے کی ہے لغو ہو گی اور مصنف کہتے ہین کہ میرے نزدیک یہی ظاہر ہے کہ یہ حج کسی کیطرف سے
واقع نہو گا لیکن نائب کی طرف سے اسلیے واقع نہو گا کہ نیت کا بدلنا جائز نہین اور نائب کرنیوالے کی
طرف سے اسلیے واقع نہو گا کہ باقی اعمال اُسکی نیابت کی نیت سے واقع نہین ہوئے **چھٹا مسئلہ** جو اپنی طرف سے
حج بجالانے کی وصیت کرے اور روپیہ کو معین کر دے بس اگر وہ روپیہ اُسکے ترکے کی تہائی کے برابر
ہو یا کم ہو تو وصیت صحیح ہے خواہ حج واجب ہو یا سنت ہو اور اگر وہ روپیہ ترکہ کے ثلث سے زیادہ ہو اور حج
واجبی ہو اور وارث اجازت نہ دیتے ہون تو اس صورت مین حج کی اجرت مثل اصل ترکہ سے نکالین گے
اور جتنی کہ اُس سے زیادہ ہو گی اُسے ثلث ترکہ سے نکالین گے اور اگر سنتی حج کی وصیت ہو گی تو اُسکے
وفات کے شہر سے حج کروائینگے اگر ثلث ترکہ اُسکے بھر کا ہو گا اور اگر ثلث مال اُسے وفا نکریگا تو جہان سے
وفا کریگا وہان سے حج کروائینگے گو میقات ہی کے پاس سے ہو اور اگر اتنی مقدار حج کو وفا نکرتی ہو اور کوئی اجیر
اُسپر راضی نہوتا ہو تو اُسے نیک کامون مین مثل مسجدین بنانے کے اور پل بنانیکے صرف کرینگے اور بعضے
فقہانے کہا ہے کہ میراث مین پھر جائیگا اور وارثونکو دیدینا چاہیے **ساتوان مسئلہ** اور جب کوئی وصیت
واجب حج اور کچھ کامون کے لیے کرے تو پہلے واجب حج بجالایا جائیگا بس اگر وہ کام اُسپر واجب ہین اور سبکے
ادا کو ترکہ وفا نہین کرتا ہے تو اُسکے ترکے کی تقسیم حج پر اور اُن کامون پر رسدی کرینگے جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ ترکے کی تقسیم سب واجبون پر رسدی حصون سے اُسوقت مین ہے جبکہ سارے واجب مثل
حج کے مالی ہون اور اگر بعضے غیر مالی مثل روزہ نماز کے ہونگے تو مالی غیر مالی پر مقدم ہونگے **آٹھوان مسئلہ**
جب حجۃ الاسلام ہو گا اور وہ دوسرا حج نذر کریگا اور دونون حجون کے استقرار کے بعد مر جائیگا تو اسکے اصل
ترکے سے حجۃ الاسلام نکالین گے اور ثلث سے حج نذر نکالین گے اور اگر فقط حجۃ الاسلام ہی کو مال کفایت کریگا
تو اُسی پر اقتصار کرینگے اور اُسکی طرف سے نذر کے حج کا بجالانا مستحب ہو گا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ حج نذر
بھی مثل حجۃ الاسلام کے ہے اُسے بھی اصل ترکے سے نکالنا چاہیے اور اگر ترکہ دونون کو وفا نہ کرے گا

تو دونوں پر پھیلا کر بمدی حصہ نکالیں گے اور یہی قول اشبہ ہے اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی نذر کرے کہ کسی کو حج کرنے کو بھیجیگا اور مر جائے اور اسپر حجۃ الاسلام بھی ہو تو خرچ حجۃ الاسلام کا اُسکے اصل ترکے سے نکالا جائیگا اور جو حج کہ نذر کیا ہے وہ ثلث سے نکالیں گے اور وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں اسلیے کہ مُردے پر دونوں دین ہیں اُردو مترجم کہتا ہے کہ یہ اصح ہے اور روایت غیر لازم نذر پر محمول ہوگی تیسرا مقدمہ حج کی قسموں میں ہے حج تمتع حج قرآن حج افراد پہلا حج تمتع صورت اُسکی یہ ہے کہ میقات سے یعنی اُس مقام سے کہ اُسکے مُلک کے لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ ہے عمرہ متمتع بہا کا احرام باندھے اور متمتع بہا اسے اسلیے کہتے ہیں کہ یا اِس سے تلذذ محل ہونے کا ہے یا اس عمرہ سے تمتع ثواب کی حج کے پہلے حاصل ہوتی ہے پھر احرام باندھنے کے بعد مکہ میں داخل ہو اور سات بار خانہ کعبہ کے گرد پھرے اور مقام ابراہیم میں طواف کی نماز کی دو رکعتیں پڑھے اسکے بعد صفا اور مروہ دونوں مقاموں کے درمیان میں سات بار سعی کرے یعنی دوڑے اور تقصیر کرے یعنی قینچی وغیرہ سے ناخن اور بال کٹوائے اور محل ہو جائیگا یعنی جو چیزیں کہ اُسپر حرام ہوئی تھیں ایک سر منڈوانے کے سوا سب اُسپر حلال ہوگئیں پھر مکہ سے ترویہ کے دن کہ ذیحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو حج کے لیے احرام باندھے اور اگر یہ دن نہو تو جسوقت جانے کہ ادراک وقوف کا کر سکیگا اُسوقت باندھے اسکے بعد عرفات مقام میں آئے اور اُسمیں آفتاب کے غروب تک ٹھہرے پھر مشعر الحرام کی طرف کوچ کرے اور وہاں صبح تک توقف کرے اور منی میں عید کے دن سر منڈوائے اور قربانی ذبح کرے اور جمرہ عقبہ کو پتھر مارے اسکے بعد اگر چاہے اُسی دن خواہ اُسکی صبح کو مکہ میں آئے اور حج کا طواف بجالائے اور نماز طواف کی دو رکعتیں پڑھے اور صفا اور مروہ میں دوڑے پھر طواف نساء کرے اور نماز طواف نساء کی دو رکعتیں پڑھے پھر وہاں سے منی کی طرف باقی جمروں کو کہ جنھیں پتھر نہیں مارے تھے پتھر مارنے کے لیے پھرے اور اگر چاہے منی میں قیام کرے یا تینوں جمروں کو گیارھویں کو پتھر مارے اور اسی طرح بارھویں کو پتھر مارے اور زوال آفتاب کے بعد کوچ کرے اور اگر چاہے منی میں دوسرے کوچ کے وقت تک کہ ذیحجہ کی تیرھویں ہے ٹھہرا رہے اور اسکے بعد مکہ کی طرف طواف حج اور طواف نساء اور صفا مروہ میں کی سعی کے ادا کرنے کے لیے پھر آئے اور یہ حج تمتع اُسپر واجب ہے کہ جسکے گھر اور مکہ معظمہ کے بیچ میں بارہ میل یا زیادہ کا ہر طرف سے فاصلہ ہو اور بعضوں نے اڑتالیس میل کے فاصلے کو کہا ہے پھر اُتنے فاصلہ رکھنے والے حج تمتع سے حجۃ الاسلام میں حج قرآن یا افراد کیطرف اختیار کے حال میں عدول کرینگے

تو کافی نہین اور اگر حالت اضطرار مین عدول کرین گے تو کافی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حالت
اضطرار کی مثال عورتون مین حیض آنے کا ڈر ہے کہ اگر عمرہ کے افعال بجا لائے تو بعد اسکے حیض آجائے اور
حج باقی رہجائے اور فوت ہو جائے یا اگر عمرہ کے افعال مین مشغول ہو تو ساتھی اسکے عرفات کو چلے جاینگے
اور انکے ساتھ ہونے کی احتیاج ہے بس ایسی صورتون مین حج تمتع کو حج افراد سے بدل سکتے ہین اور حج
تمتع کی چار شرطین ہین پہلی نیت ہے اور اسکا وقوع حج کے مہینون مین ہے اور حج کے مہینے شوال ذیقعد
ذیحجہ ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ ذیحجہ کی دسوین تک ہی اور بعضون نے کہا ہے کہ ذیحجہ کی نوین تک
ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ عید قربان کی صبح کے طلوع تک ہے اور احرام باندھنے کا قاعدہ یہ ہے
کہ مناسک کی ادا وقت مین ہو جانا یقینی ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ باری تعالی کے قول
اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ مین مفسرین نے مضاف کو مقدر کیا ہے یعنی وقت الحج بس معلوم ہوا کہ حج کا وقت
شوال اور ذیقعد اور ذیحجہ ان معنون سے ہے کہ حج کے بعضے فعلون کا شوال اور ذیقعدہ مین بجا لانا
کافی ہے ہرچند کہ بعضے فعل ذیحجہ کے سوا نہین کر سکتے ہین جیسے قربانی ہے کہ عید قربان کے دن سے مخصوص
ہے اور جو افعال کہ شوال اور ذیقعدہ مین بھی بجا لا سکتے ہین وہ مثل احرام اور تلبیہ اور اشعار اور تقلید
کے ہین - دوسرے چاہیے کہ حج اور عمرہ کو ایک ہی سال مین بجا لائے اور حج تمتع کا احرام کعبہ کے گھر مین سے
باندھے اور سب مقامون سے بہتر مسجد الحرام ہے اور اس سے بہتر مقام ابراہیم ہے جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ فضیلت مین اسکے متصل حجر مین احرام باندھنا ہے پھر میزاب کے نیچے سے - اگر حج کے
مہینون کے سوا مین عمرہ متمتع بہا کا احرام باندھے تو اس عمرہ کے ساتھ حج تمتع بجا لانا درست نہین اور یہی
حکم ہے کہ جب بعضے فعل عمرہ کے مہینون مین اور بعضے حج کے مہینون کے سوا مین بجا لائے تو اسکی اسے
ہدی یعنی قربانی لازم نہین اسلیے کہ جب صورت مذکور مین حج تمتع درست نہین تو ہدی کہ اسکے لوازم
مین سے ہے کیونکر لازم ہو گی اور اختیار کے حال مین عمرہ متمتع بہا کا احرام میقات سے باندھے اور
اضطرار کے حال مین حل کے نزدیک سے بھی باندھنا جائز ہے اور اگر حج تمتع کا احرام مکہ کے سوا باندھے تو
قول اشبہ پر کافی نہین ہرچند کہ احرام باندھے مکہ مین داخل ہو اور اس صورت مین واجب ہے کہ نئے
سر سے حج تمتع کا احرام مکہ سے باندھے اور اگر مکہ سے احرام باندھنا متعذر ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ وہی
احرام کافی ہے اور وجہ یہی ہے کہ مکہ کے اندر سے جہان سے ممکن ہو نئے سر سے احرام باندھے گو عرفات

مین سے ہو اگر عمداً مکہ سے احرام باندھنا ترک نہین کیا ہے اور جب بے تعمد کے مکہ سے احرام نہ باندھے
تو آیا قربانی ساقط ہو گی اسمین تردد ہے بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ساقط ہو جائے گی اسلیے کہ قربانی مکہ مین
احرام باندھنے کا کہ میقات سے حج تمتع کا احرام عمل مین نہ آیا جبر نقصان ہے اور اس کمی کے تدارک کے لیے
ہدی یعنی قربانی حج تمتع مین لازم ہوتی ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ اس
صورت مین حج تمتع کی قربانی کے سقوط مین تردد کی کوئی وجہ نہین اسلیے کہ فاسد حج مین قربانی واجب
نہین ہوتی اور اسکے ساتھ پھر بھی قربانی کے سقوط مین اُس شخص سے جسنے عذر کے سبب سے مکہ سے سوا
احرام باندھا ہے تردد کی کوئی وجہ نہین اسلیے کہ ہدی یعنی قربانی حج کے اور فعلون کی طرح سے نسک
یعنی عبادت ہے اُسے احرام سے کوئی تعلق نہین ہان عامہ یعنی اہل خلاف کا یہ مذہب ہے کہ وہ اِسے
میقات سے حج تمتع کا احرام نہ باندھنے کا جبر نقصان یعنی اس کمی کا تدارک جانتے ہین اور یہی مبسوط مین
اختیار شیخ کا ظاہر ہے اور اِس بنا پر مفروضہ مسئلہ مین قربانی کا سقوط جب ہو سکے گا کہ میقات سے اضطرار
کے حال مین احرام کے حصول کا یا احرام باندھے اُسپر گزرنے کا اتفاق پڑے اور مکہ کے سواے احرام
باندھنے والے پر سے قربانیکے سقوط کی اصلا کوئی وجہ نہین لیکن جبکہ مکے کے سوا کے احرام کا اطلاق میقات سے
احرام کے حاصل ہونے کو شامل ہو تو بعضے فردون کی نظر سے تردد کا اطلاق اسمین ممکن ہو گیا - اور جبکہ
صورت مذکورہ مین احرام مکہ مین نہین باندھا اور باہر سے باندھے تو قربانی لازم نہو گی اور بعضون نے کہا
ہے کہ قربانی بھی ایک علیحدہ نسک یعنی عبادت ہے تو بھولکر احرام مکہ مین نہ باندھنے اور باہر کے نہ باندھنے
سے ساقط نہو گی اور یہی قول شارحون کے کہنے پر اقوی ہے اور جبتک حج نہ بجا لائے حج تمتع کے کرنیوالے
کو مکہ کے باہر نکلنا جائز نہین اِسلیے کہ اُسکا حج عمرہ کے ساتھ مربوط ہو چکا ہے بس چاہیے کہ عمرہ کے بعد ہی
حج کو بجا لائے مگر اسطرح سے نکلے کہ عمرہ کی تجدید کی احتیاج نہ پڑے یعنی مہینے کے گزرنے سے پہلے پھر آئے
اور اگر حج کے مہینون مین عمرہ کی تجدید کرے تو حج تمتع کو اخیر عمرہ کے نزدیک بجا لائے اور اگر عمرہ تمتع
کی نیت سے مکہ مین داخل ہو اور ڈرے کہ اگر پہلے عمرہ کے افعال بجا لائیگا تو حج کا وقت نکلجائے گا تو
اُسے نیت کا حج افراد کیطرف پھیر دینا جائز ہے اور حج افراد کے بجا لانے کے بعد عمرہ مفردہ کرلے
اور اسی طرح پر حائض اور نفساء حج تمتع کی نیت کو حج افراد کی نیت کی طرف پھیر دالین گے جبکہ حیض
اور نفاس کے خون کے آنے کا خطرہ ہوگا اور اگر تنگی وقت کے سبب سے اسقدر فرصت نہ ہو کہ عمرہ کو

افعال تمام کرکے محل ہو جائین اور اسکے بعد حج تمتع کا احرام باندھین اور اگر طواف کعبہ کی چار شوط یعنی پھیرون کے بعد حائض اور نفسا کو خون دکھائی دے تو عمرہ تمتع صحیح ہوگیا اور صفا اور مروہ مقامون مین سعی کرے اور حج کے باقی مناسک بجا لائے اور پاک ہونے کے بعد باقی تین شوطون کو کعبہ کے گرد قضا بجا لائے اور نماز طواف کی دو رکعتین پڑھے اور جسوقت کہ حج تمتع صحیح ہوا عمرہ مفردہ ساقط ہوگیا اور حج افراد کی صورت یہ ہے کہ میقات سے یا جہان سے اُسے حج کا احرام باندھنا جائز ہے احرام باندھے یعنی اُسکا گھر اگر میقات سے بڑھکر مکہ کے نزدیک ہے تو اپنے گھر ہی سے احرام باندھے اور اسکے بعد عرفات مین جائے پھر وقوف عرفات کرے پھر مشعر الحرام مین جائے اور وہان توقف کرے پھر منی مین آئے اور منی مین کی عبادتون کو بجا لائے اور سعی کرے پھر خانہ کعبہ کا طواف کرے اور نماز طواف کی دو رکعتین بجا لائے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے پھر طواف نساء کرے اور نماز طواف نساء کی دو رکعتین بجا لائے اور اُسپر لازم ہے کہ حج کرنے کے اور محل ہونے کے بعد علیحدہ عمرہ بجا لائے اور ادنائے حل یعنی اُس جگہہ سے کہ جو حرم کے باہر سے زیادہ نزدیک ہے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ متمتع بہا کے برخلاف حج کے مہینون کے سوا مین عمرہ مفردہ کا واقع ہونا جائز ہے اور عمرہ متمتع بہا کو حج ہی کے مہینون مین بجا لانا ضرور ہے اور اگر ادنائے حل سے زیادہ نزدیک مقام سے عمرہ مفردہ کا احرام باندھے پھر ادنائے حل کیطرف آئے تو وہ احرام اُسے کافی نہین اور ادنائے حل سے دوسرے احرام باندھنے کی احتیاج ہے اور اہل مکہ پر اور اُن لوگون پر کہ جنکے مکانون مین اور مکہ مین ہر طرف سے وس میل سے کم کا فاصلہ ہے حج افراد اور حج قرآن واجب ہی بس اگر یہ لوگ اضطرار مین حج تمتع کیطرف عدول کرین تو جائز ہے اور اضطرار کی مثال یہ ہے کہ حیض کے دن نزدیک ہون اور ڈرے کہ حج افراد کریگی پھر اُسکے بعد حیض کا خون آجائیگا اور عمرہ مفردہ نکر سکے گی یا کسی دشمن سے کوئی ڈرے کہ لوگون کے کوچ کے بعد یا اُسکے ساتھیونکے جانیکے بعد وہ اُسپر ہجوم کریگا اور عمرہ مفردہ کے بجا لانے کی فرصت نہ دیگا اور آیا اہل مکہ کو حج افراد اور قرآن سے حج تمتع کیطرف حالت اختیار مین حجۃ الاسلام مین عدول کرنا جائز ہے یعنی جائز ہے کہ یہ لوگ اختیار رکھتے ہوئے حج تمتع بجا لائین بعضے فقہا نے کہا ہے کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی اکثر ہے اور اگر ہم کہین کہ جائز ہے تو اُسپر ہدی یعنی قربانی واجب نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شراح نے کہا ہے کہ ہدی حج تمتع کے لوازم مین سے ہے جیسا کہ باب ہدی مین مصنف نے کہا ہے بس جب کہ

حج تمتع کیطرف عدول کریگا تو ہدی بھی لازم ہوگی آگے خدا جانے اور حج افراد کی شرطین تین ہین پہلی نیت
دوسری حج کے مہینون مین واقع ہونا تیسری احرام کو میقات سے یا اپنے گھر کے اطرافسے باندھنا جبکہ وہ
میقات سے بڑھکر نزدیک ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو میقات سے احرام حج قران کی نیت
سے باندھے اور مکہ مین داخل ہو اُسے امامیہ مذہب کے علما کے نزدیک حج قران سے حج تمتع کی نیت کو
بدلنا جائز نہین اور احرام حج کو احرام عمرۂ تمتع ٹھہرانا جائز نہین اسلیے کہ حج قرآن مین قربانی کا لیجانا لازم ہے
کہ وہ تمتع کی منافی ہے برخلاف حج افراد کے کہ اگر حج افراد کا کرنیوالا میقات سے احرام باندھکر مکہ مین داخل
ہو اور نیت بدل کر اُسے عمرۂ تمتع کا احرام کرلے اور محل ہو جائے اور بعد اسکے حج تمتع بجا لائے تو جائز ہے
اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ مین آئے اور حج کا
احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہونے کے بعد فرمایا کہ لوگ عمرہ کا احرام کرڈالین اور محل ہو جائین اور اسکے
بعد حج تمتع کرین اور آپ محل نہوے اور فرمایا کہ مین قربانی لایا ہون اور مین نے حج قران کیا ہے مجھے محل
ہونا جائز نہین جب تک ہدی اپنے مقام پر نہ پہونچے گی جیسا کہ اسی پر آیۂ کریمہ بھی ناطق ہے اور ایسے تمتع کو
خلیفہ ثانی نے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ متعتان کانتا فی عہد رسول اللہ و انا احرمھما و اعاقب علیھما متعۃ الحج
و متعۃ النساء یعنی دو متعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے زمانے مین تھے اور مین اُن دونون کو
حرام کرتا ہون اور اُن دونون پر سزا دونگا اور وہ دونون متعۂ حج ہے اور متعہ عورتون کا ہے۔ حج
قران کے افعال اور اسکی شرطین حج افراد کے افعال اور اسکی شرطون کی طرح ہین مگر فرق یہ ہے
کہ حج قرآن مین میقات سے احرام باندھکر ہدی کا ہنکاتے چلنا ہے اور جبکہ احرام کے بعد تلبیہ کو شروع
کرے تو مستحب ہے کہ جس سے ہدی کو ہنکاتا ہے اُس سے اُسپر نشان کرے اگر اونٹ ہو تو اشعار کرے یعنی
اُسکے کوہان کو داہنی طرفسے چیرے اور اُسکے خون کو اُسکے منھ پر ملدے اور اگر کئی اونٹ ہون تو نین
سے کسی کے داہنے کوہان اور کسی کے بائین کوہان کو چیرے اور تقلید یہ ہے کہ جو قربانی کہ ساتھ لیچلا ہے اُسکی
گردن مین اپنی عربی جوتیان کہ جسمین نماز پڑھی ہے ڈالدے خواہ فریضہ نماز ان عربی جوتیون کو پہنکر پڑھی
ہو خواہ سنتی نماز پڑھی ہو اور اگر نماز اُسے پہنکر نہ پڑھی ہوگی تو کافی نہین اور اشعار اور تقلید دونون
اونٹون کے لیے ہے اور ہدی اگر گاے اور بکری ہوگی تو تقلید ہی سے مخصوص ہوگی اور اگر قارن یعنی
حج قران کرنیوالا یا مفرد یعنی حج افراد کرنیوالا مکہ مین داخل ہو اور طواف کا ارادہ کرے تو جائز ہے مگر

تلبیہ کی تجدید ہر طواف کیوقت کرتا رہے تاکہ ایک قول پر مُحِل نہو جائے اور بعضون نے کہا ہے کہ محل
نہوگا مگر وہ شخص کہ حج افراد کرتا ہوگا نہ وہ کہ جو حج قران کرے اسلیے کہ اُسکے ساتھ محرم ہونے کی علامت
تلبیہ کے سوا قربانی کا لیجانا ہے اور تحقیق یہی ہے کہ قارن اور مفرد کوئی محل نہوگا جبتک تحلیل کی نیت
نہ کریگا لیکن تلبیہ کی تجدید کرنا بہتر ہے اور مفرد کو مکہ مین داخل ہونیکے بعد حج تمتع کی طرف عدول کرنا جائز ہے
یعنی جس صورت مین اصل شرع سے یا نذر اور مثل نذر سے اُسپر حج افراد واجب نہو اور جو کہ حج قران
کرے اُسے حج تمتع کیطرف عدول کرنا جائز نہین اسلیے کہ حج قران مین قربانی لیجانا لازم ہے اور یہ تمتع
کی منافی ہے اور جو کہ مکہ کا رہنے والا ہو جب اپنے اہل وعیال سے دور جا پڑے اور حجۃ الاسلام کے
لیے میقات کی راہ آئے تو میقات سے وجوب کی نیت سے احرام باندھے اور جسپر کہ حج تمتع واجب ہے وہ
برس یا دو برس مکہ مین جا کر رہے تو اُسکا فرض تمتع سے حج قران اور افراد کی طرف منتقل نہوگا اور اُسپر واجب
ہے کہ حجۃ الاسلام کے لیے میقات پر حج تمتع کی نیت سے جائے اور اگر میقات جانے پر قادر نہو تو حرم
کے باہر احرام باندھنے کو نکلے اور اگر یہ بھی مشکل ہو تو اُسے اپنی جگہ سے احرام باندھ لینا کافی ہے اور اگر
تیسرا سال اُسے وہان رہتے آجائیگا تو مکہ کے رہنے والون کا حکم بہم پہونچائیگا اور اسکے بعد جو حجۃ الاسلام
بجالائیگا تو اُسکا فرض قران یا افراد کی طرف منتقل ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ تین
برسون کی اقامت مین مکہ کے رہنے والون کا حکم بہم پہونچائیگا بس چاہیے کہ دو طرح کے حجون مین سے
ایک کو حجۃ الاسلام مین بجالائے اور زاد و راحلہ کی استطاعت کی شرط بھی اُس سے نکلجائیگی اور اگر ایک ہی
شخص کے دو گھر ایک مکہ مین اور دوسرا مکہ کے سوا اور کسی شہر مین ہون تو اُسپر اُس مکان کی نسبت کا
فرض ہے جسمین زیادہ رہا کرتا ہے اور اگر دونون مکانون مین برابر رہتا ہی تو اُسے پہونچتا ہے کہ جس نوع کا چاہے
اُس نوع کا حج بجالائے اور قربانی کا وجوب اُس شخص سے ساقط ہے جو حج افراد یا قران کرے اور
استحباب کی نیت سے قربانی کرنا ساقط نہین اور قارن کہ ہدی لیجاتا ہے استحباب کی نیت سے نہ وجوب
کی نیت سے اور ایک نیت سے حج اور عمرہ مین جمع کرنا جائز نہین اسلیے کہ ہر ایک جدا جدا عبادت ہی
اور ایک کا دوسرے مین داخل کرنا اس معنی سے جائز نہین کہ دوسرے مین پہلے سے فراغت کرنیکے
پہلے شروع کرے جیسے حج کے احرام کی نیت عمرہ سے محل ہونے کے پہلے کرے یا اعمال حج سے فارغ
ہونے کے پہلے حج کا احرام باندھے اور اگر اسطرحسے کریگا تو دوسری عبادت فاسد ہو جائے گی

اور دو عمرہ اور دو حج کی نیت ایکسال میں صحیح نہیں اور اگر کریگا تو بعضوں نے کہا ہے کہ ایک کے لیے نیت منعقد ہوجائیگی اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس تردد کا منشا یہ ہے کہ یہ نیت دو امروں پر متضمن ہے کہ ایک اُنمین غیر مشروع ہے تو وہ باطل ہوگا اور دوسرا صحیح ہوگا اور صحت اور بطلان کی نسبت دونوں کی طرف برابر ہے بس ایک کو باطل کہنا اور دوسرے کو صحیح جاننا ترجیح بلا مرجح ہے یعنی ایسی ترجیح ہے کہ جسکی ترجیح والی وجہ نہیں ہے اور یہ امر عقلاً محال ہے تعین بطلان ہے چوتھا مقدمہ مواقیت کے بیان میں ہے۔ مواقیت میقات کی جمع ہے اور میقات وہ مقام ہے جسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے احرام باندھنے کو مقرر فرمایا ہے اور نظر میقاتوں کی قسموں میں ہے اور میقات چھ ہیں اہل عراق کا میقات عقیق نامے مقام ہے اور عقیق کے سب مقاموں سے بہتر مسلخ ہے اور اُسی کے قریب فضیلت میں غمرہ مقام ہے اور آخر میں ذات عراق نامے ہے اور اہل مدینہ کے لیے اختیار کے حال میں مسجد شجرہ نامے ہے اور حالت اضطرار میں جحفہ نامے ہے اور اہل شام کے لیے جحفہ ہے اور اہل یمن کے لیے یلملم نامے ہے اور اہل طائف کے لیے قرن المنازل نامے ہے اور اُس شخص کا میقات جسکا گھر میقات سے بڑھکر نزدیک ہے اُسی شخص کا وہی گھر ہے اور جو شخص کہ میقات کے رستے سے حج کرنے کو آئے اُسے لازم ہے کہ اُسی میقات سے احرام باندھ لے اور اگر ایسی راہ سے حج کرے کہ کوئی میقات راہ میں نہ پڑے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ وہ ایسے مقام سے اپنے احرام کا باندھنا عمل میں لائے کہ جسپر گمان غالب ہو کہ یہ سب میقاتوں سے بڑھکر مکہ سے نزدیک میقات کے برابر ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو دریا کی راہ سے حج کرے اور حج اور عمرہ دونوں میقات میں برابر ہیں اور چاہیے ہے کہ چھوٹے بچوں کے سیے ہوے کپڑے اُتار لیں یعنی فخ نامے کنوئیں سے وہاں سے اُنھیں احرام کے کپڑے پہنا دیں اور فخ نامے مشہور کنوان مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے اور میقات سے زیادہ مکہ سے قرب رکھتا ہے اور میقاتوں کے حکموں میں کئی مسئلے ہیں پہلا مسئلہ جو کہ میقات پہونچنے سے پہلے احرام باندھیگا اُسکا احرام منعقد نہوگا مگر جبکہ اُسنے نذر کر لی ہو کہ میقات سے پہلے احرام باندھے گا اس شرط سے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں واقع ہو یا اُس شخص کے لیے جو فضیلت کے ادراک کے واسطے ماہ رجب میں عمرہ مفردہ کا ارادہ کرے اور یہ ڈرتا ہو کہ میقات تک پہونچنے کا انتظار کرنے میں رجب کا مہینا گزر جائیگا دوسرا مسئلہ جو میقات کے پہلے احرام باندھیگا اُسکا احرام منعقد نہ ہوگا اور

احرام باندھے میقات پر ہو کر جانا کافی نہو گا جبتک کہ نئے سر سے احرام نہ باندھیگا اور اگر کسی مانع کے سبب سے احرام مین تاخیر کرے گا تو مانع کے برطرف ہونے کے بعد پھر احرام باندھنے کے لیے میقات کی طرف عود کریگا اور اگر میقات پر پھر کر آنا متعذر ہو گا تو جہان مانع کے برطرف ہونے کی خبر پائی ہے وہین سے احرام کی تجدید کریگا اور اگر مکہ مین داخل ہو جائیگا تو وہان سے پھر میقات کی طرف احرام باندھنے باہر آئے گا اور اگر میقات تک جانا متعذر ہو گا تو حرم سے باہر آکر تجدید احرام کریگا اور اگر یہ بھی متعذر ہو گا تو مکہ سے تجدید احرام کریگا اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو بھولے سے احرام نہ باندھے یا حج کے قصد سے نہ آیا ہو اور پھر حج کا قصد ہو جائے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے کہ جو مکہ مین مقیم ہو اور اُسکا فرض حج تمتع ہو وہ بھی احرام کے لیے میقات پر آئیگا اور اگر متعذر ہو گا تو دستور مذکور پر عمل کریگا لیکن جو عمداً احرام میقات سے نہ باندھیگا تو اُسکا احرام صحیح نہین جبتک میقات پہ جاکر احرام نہ باندھیگا گو پھر جانا متعذر ہو تیسرا مسئلہ جو احرام جو لجائے اور یاد نہ آئے یہانتک کہ سب حج کے مناسک بجا لائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر حج واجب ہے تو قضا بجا لائیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ کافی ہے اور یہی روایت ہے دوسرا رکن حج کے فعلو نمین ہے اور بارہ فعل واجب ہین ایک احرام ہے دوسرا عرفات مین وقوف ہے تیسرا واجب مشعر مین وقوف چوتھا واجب منی مین اُترنا پانچوان واجب رمی جمرہ یعنی جمرہ پر پتھر مارنا چھٹا واجب ذبح ہدی یعنی قربانی کو ذبح کرنا ساتوان واجب سر منڈوانا یا بال یا ناخن کتروانا آٹھوان واجب حج کا طواف کرنا نوان واجب نماز طواف کی دو رکعتین بجا لانا دسوان واجب صفا اور مروہ مین سعی یعنی دوڑنا گیارھوان واجب طواف نساء کرنا بارھوان واجب نماز طواف نساء کی دو رکعتین بجا لانا اور مستحب ہے کہ گھر سے بیت اللہ کو چلتے وقت کچھ تصدق کرے اور دو رکعت نماز بجا لائے اور اپنے دروازے پر کھڑا ہو کر اپنے مُنھ کے سامنے سورۂ فاتحہ پڑھے اور داہنے بائین کو آیۃ الکرسی پڑھے اور فرج کے کلمون سے دعا بجا لائے اور اہلبیت علیہم السلام سے مروی دعائین پڑھے اور جب پاؤن رکاب مین رکھے تو کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم و باللہ واللہ اکبر یعنی اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہون مین اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہون مین اور اللہ ہی ہر چیز سے بڑا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مخفی نرہے کہ نیت بھی واجبات مین سے ہے اور بے نیت کے کوئی عبادت صحیح نہین لیکن ظاہر یہی ہے کہ نیت عبادت کی شرط ہے اور عبادت کے کامون مین داخل نہین ہے اسلیے اُسے مصنف نے حج کے

کاموں مین وہ حج نہیں کیا اور صورت نیت کی یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف توجہ کے بعد یہ نیت مین لائے کہ مین بیت اللہ اور مشاعر عظام کی طرف جاتا ہون تاکہ عمرہ تمتع اسلام بجا لاؤن اسلیے کہ مجھپر واجب ہے قربۃً الی اللہ یعنی خدا کے تقرب کے واسطے اور تحت الحنک باندھے نکلے تاکہ سلامت پھر آنے اور روضہ کے ہو تاکہ حاجتین برآئین اور جبکہ سواری پر سیدھا اور درست ہو بیٹھے تو دعائے اثور پڑھے قول احرام مین ہے اور نظر احرام کے مقدمون مین اور کیفیت مین اور رکنون مین ہے اور احرام کے سارے مقدمے مستحب ہین اور وہ ذیقعدہ کی پہلی سے سر کے بالون کا بڑھانا ہے جبکہ حج تمتع کا قصد رکھتا ہو اور ذیحجہ کے چاند ہونے پر قول اشبہ پر سنت موکدہ ہے اور بدن کا پاک اور پاکیزہ کرنا اور ناخن کٹوانا اور لبین کھلوانا اور بغلوںکے اور بدن کے بال دور کرنا اور نورہ لگانا ہے اور اگر نورہ لگا چکا ہو تو وہی کافی ہے جب تک پندرہ دن اسپر نہ گذرے ہون اور احرام کے لیے غسل کرنا اور بعضون نے کہا ہے اگر پانی نہ ملے تو احرام کیلیے تیمم کرے اور اگر غسل کرے اور کھائے وہ چیز اور پہنے وہ کپڑا جسکا کھانا پہننا محرم یعنی احرام باندھنے والے کو جائز نہین تو غسل کا اعادہ استحباب کی نیت سے کرے اور میقات سے پہلے غسل کر لینا جائز ہے اگر میقات مین پانی نہ ملنے کا خطرہ ہو اور اگر پھر میقات مین پانی مل جائے تو سنت ہے کہ غسل کا اعادہ کرے اور احرام باندھنے کے دن اول دن کا غسل اخیر دن تک اور احرام باندھنے کی رات کو اول شب کا غسل ساری رات کو جبتک کہ غسل کے بعد سو نہ جائے کافی ہے پس اگر بے غسل اور بے نماز پڑھے احرام باندھ لے اور پھر یاد آئے تو غسل اور نماز بجا لائے اور احرام اعادہ کرے اور سنت ہے کہ احرام ظہر کے بعد یا کسی فریضہ کے بعد باندھے اور اگر کسی فریضہ کے وقت کا اتفاق نہو تو احرام باندھنے کے لیے چھ رکعتین تین سلامون سے پڑھے اور کم سے کم دو رکعتین بجا لائے کہ پہلی رکعت مین الحمد اور قل یا ایہا الکافرون اور دوسری مین الحمد اور قل ہو اللہ پڑھے اور اسمین اور روایت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلی رکعت مین قل ہو اللہ اور دوسری مین سورہ جحد سورہ فاتحہ کے بعد پڑھے اور دونون طرح جائز ہے اور احرام کا نافلہ احرام باندھنے کے بعد اسی کے مقارن بجا لائے ہر چند فریضہ کا بھی وقت آگیا ہو نافلہ کی تقدیم فریضہ پر کرے جبتک کہ فریضہ کا وقت تنگ نہو جائے نظر احرام کی کیفیت مین اور یہ واجب اور سنت پر مشتمل ہے اور واجبات تین ہین پہلا واجب نیت ہے اور یہ دلسے چار امرون کا قصد کرنا ہے ایک اس چیز کا قصد کرنا جسکے لیے احرام باندھتا ہے خواہ عمرہ ہو خواہ حج ہو

اور اللہ تعالی کے تقرب کا قصد اور حج کی نوع کا قصد کرنا کہ تمتع ہے یا قران ہے یا افراد ہے اور اسکی
صفت کا قصد کرنا واجب ہے یا سنت ہے اور اس چیز کا قصد کرنا جسکے لیے احرام باندھتا ہو وہ حج الاسلام
یا اور کوئی حج ہے بس اگر حج کی کسی نوع کا قصد کرے اور زبان سے دوسری نوع نکلے تو نیت پر عمل کریگا
اور اگر نیت مین عمداً یا سہواً خلل ڈالیگا تو اسکا احرام صحیح نہوگا اور اگر احرام حج اور عمرہ دونون کا باندھے
اور یہ احرام حج کے مہینون مین ہو تو اختیار ہے چاہے حج کا احرام کرے اور چاہے عمرہ کا قرار دے جبکہ
دونوںمین سے کوئی اُسپر واجب نہو اور اگر اس احرام کے بطلان کے قائل ہون تو شبہ ہی ہے کہ نئے سرسے
احرام کی نیت کرنا چاہیے اسلیے کہ دو کامون کے لیے ایک احرام شارع سے منقول نہین ہوا کہ اُس سے قصد
جائز ہو اور اگر اسطرح کا احرام حج کے مہینونمین نہوگا تو عمرہ مفردہ متعین ہو جائیگا جامع الرضوی کے مترجم
کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ ان دونون صورتون مین نیت نئے سرسے کرنا لازم ہے
اور اگر کوئی کہے کہ احرام میرا مثل فلان شخص کے احرام کے ہے اور یہ جانتا ہو کہ اُسنے کونسا احرام باندھا ہے
تو اُسکا احرام صحیح ہے اور اگر نجانتا ہو تو بعضون نے کہا ہے کہ اس صورت مین احتیاطاً حج تمتع کو بجا لائیگا
کہ وہ حجون کی سب قسمون سے بہتر ہے اور اگر بھول جائے کہ انمین کس ایک کے لیے احرام باندھا ہے بس اگر
اُسکے ذمے حج اور عمرہ مین سے کوئی واجب اور لازم نہین ہے تو ایسی صورت مین اُسے اختیار ہے کہ
چاہے حج کو بجا لائے اور چاہے عمرہ کرے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس صورت مین دوسرے
شخص کے احرام سے واقف نہو اور نیت کرے کہ میرا احرام اُسکے احرام کی طرح پر ہے تو بعضے فقہا نے اس
احرام کی صحت کا حکم دیا ہے اور اُنکی دلیل اسپر یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے یمن سے پھرتے وقت
اسی نیت سے احرام باندھا تھا اور حضرت کی نیت یہ تھی کہ میرا احرام مثل رسو لخدا صلی اللہ علیہ و آلہ
کے احرام کے ہے اور حضرت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ کے احرام کی نوع سے واقف نہ تھے اور بعضے
فقیہون نے عدم جواز کا حکم کیا ہے اور یہی احوط ہے دوسرا واجب چار تلبیہ ہین یعنی لبیکین کہنا ہین
اور کسی متمتع اور مفرد کا احرام منعقد نہین ہوتا مگر نیت کے نزدیک ہی تلبیات کے کہنے سے اور اگر گونگا ہو تو انگلی کا
اشارہ اور زبان کا ہلانا اور دل مین تلبیون کا قصد کرنا قائم مقام تلبیہ کہنے کے ہے اور اگر حج قران کرے
تو اُسے اختیار ہے چاہے تلبیہ کہکر احرام باندھے خواہ تقلید کرے یا اشعار کرے اظہر پر جیسا کہ اسکا بیان
گزر چکا اور انمین سے جس کسی سے ابتدا کریگا احرام اُس سے منعقد ہو جائیگا اور دوسرا مستحب ہو جائے گا

اور تلبیہ کی صورت یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ یعنی بارخدایا حاضر حاضر نگاہ روبرو
نہین ہے کوئی شریک تیرا مین حاضر ہون نگاہ روبرو اور بعضے اسپر یہ بڑھاتے ہین اَنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ
وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ یعنی یہ کہ تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہین
اور بعضے کہتے ہین بلکہ یہ کہنا چاہیے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ
لَبَّیْکَ یعنی حاضر نگاہ روبرو بارخدایا حاضر حاضر نگاہ روبرو یہ کہ حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے
تیرا کوئی شریک نہین مین حاضر ہون نگاہ روبرو اور پہلا ہی تلبیہ اظہر ہے اور اگر احرام کی نیت باندھے
اور دونون کپڑے احرام کے پہنے اور تلبیہ نہ کہے اور کوئی ایسا کام کرے جو محرم کو جائز نہین تو اُسپر کوئی
کفارہ لازم نہین آتا جبکہ حج تمتع یا افراد کا کرنیوالا ہو اور یہی حکم ہے اگر حج قران کرے اور اشعار اور تقلید
نکرے تیسرا واجب دو احرام کے کپڑون کا پہننا ہے اور یہ دونون کپڑے واجب ہین جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ احرام کے دونون کپڑون کا پہننا واجب ہے اسطرح پر
کہ ایک کی تہمت باندھے اور دوسرے کو چادر کی طرح سے دونون کندھون پر ڈالے یا توشیح کرے اور توشیح
ایک کندھے کے ڈھانکنے کو اور دوسرے کے کھلے رکھنے کو کہتے ہین اور ایسے کپڑے سے احرام باندھنا جائز
نہین کہ جسکا نماز مین پہننا درست نہین آیا نرے ریشمی کپڑے کا عورتون کو احرام باندھنا جائز ہے یا نہین بعضے
فقہانے کہا ہے کہ ہان اِسلیے کہ عورتون کو نماز مین نرے ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز
نہین اور یہی قول احوط ہے اور دو کپڑون سے زیادہ بھی محرم کو پہننا جائز ہے اور جائز ہے کہ احرام کے
کپڑے بدل ڈالے اور جب چاہے طواف کرے اور بہتر یہ ہے کہ انھین پہلے دونون کپڑون مین طواف کرے اور
جس کسی کے پاس احرام کے دو کپڑے نہون اور اُسکے پاس سیا کپڑا ہو تو جائز ہے کہ اُسکو اُلٹ کر پہنے اسطرح پر
کہ دامنون کو کندھون پر ڈالے اور آستینون کو دامنون کی جگہ لٹکائے یا اُلٹا کرکے پہنے مگر ہاتھونکو آستینون
مین سے نہ نکالے کہ سیے کپڑے کے پہننے کا کفارہ لازم ہوجائے اور احرام کے حکمون مین کئی مسئلے ہین
پہلا مسئلہ محرم کو جائز نہین کہ دوسرا نیا احرام باندھے یہانتک کہ پورے کام اُس چیز کے کہ جسکے لیے احرام
باندھا ہے بجا نہ لاچکے بس اگر عمرہ تمتع کا احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہو اور بھولکر حج کا احرام تقصیر کے
پہلے باندھ لے تو اُسپر کوئی کفارہ نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسے دنبہ ذبح کرنا چاہیے اور یہ قول
اظہر کے بنا بر استحباب پر محمول ہے اور اگر عمدًا ایسا کریگا تو حج تمتع کا عمرہ اور حج باطل ہوجائے گا اور

عمرہ سے جدا ہو کر حج مفرد ہو گا اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلا احرام باقی رہتا ہے اور دوسرا احرام باطل ہوتا
ہے اور پہلا قول مروی ہے **دوسرا مسئلہ** اگر حج افراد کی نیت کرے اور پھر مکہ مین داخل ہو تو جائز ہے
کہ طواف اور سعی اور تقصیر کرے اور حج تمتع کا عمرہ اُسے کرے جس صورت مین طواف اور سعی کے بعد
تلبیہ نکیا ہو اور اگر تلبیہ کریگا تو حج افراد کا احرام منعقد ہو جائیگا اور بعضون نے کہا ہے کہ اُس تلبیہ کا
اعتبار نہین اور قصد پر اعتبار ہے اور جسوقت کہ عمرہ تمتع کا قصد کر لیا تو جائز ہے کہ محل ہو جائے اور اسکے
بعد حج تمتع کا احرام باندھے **تیسرا مسئلہ** جبکہ ولی چھوٹے بچے کو احرام بندھوائے تو اُسے فخ نامے کنوئین
کے وہان سے جیسا کہ مذکور ہوا ہے ننگا کرے یعنی احرام بندھوائے اور جو کام کہ محرم پر واجب ہین وہ
اُس سے کرواتا ہے اور جو کام کہ محرم پر ناجائز ہین اُنسے روکتا رہے اور اگر وہ لڑکا کوئی کفارہ دینے کا
کام کرے تو اُسکے ولی کے مال سے دیا جائیگا نہ اُسکے مال سے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ ولی پر کفارے کا واجب ہونا مشروط ہے اِس سے کہ کفارے کا فعل
لڑکے سے عمداً صادر ہو اور اگر سہو سے یا مسئلے سے جاہل ہونے سے صادر ہو تو کوئی کفارہ نہین ہے۔ اور
شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ فعل مطلق کفارے کا موجب ہو خواہ محرم سے عمداً صادر ہو یا سہواً
صادر ہو مثل شکار کرنیکے اور ایسا فعل لڑکے سے خواہ عمداً یا سہواً صادر ہو تو اُسکا کفارہ ولی کے ذمہ
واجب ہوگا اور آگے خدا جانے۔ اور جس کام سے وہ لڑکا عاجز ہو تلبیہ اور طواف سعی وغیرہ مین سے اُسے
اُسکی طرف سے ولی بجا لائے اور ولی کو اپنے مال سے ہدی یعنی قربانی بھی واجب ہے اور روایت
مین وارد ہوا ہے کہ اگر لڑکا صاحب تمیز ہو اور قربانی سے عجز ہو تو اُسے ولی قربانیکے بدلے مین روزہ رکھنے
کو کہے اور اگر روزہ رکھنے پر وہ قادر نہو تو اُسکی طرف سے ولی روزہ رکھے **چوتھا مسئلہ** جبکہ کوئی اپنے
احرام مین یہ شرط کرلے کہ اُسے حق تعالی جہان وہ محصور ہو جائے یعنی عارضہ وغیرہ کے سبب سے حج
افعال بجا نہ لا سکے محل کر دے اور اسکے بعد محصور ہو جائے تو محل ہو جائیگا اور اپنے کو احرام سے خارج
کریگا آیا ایسی صورت مین ہدی یعنی قربانی اُس سے ساقط ہو گی یا نہ بعضون نے کہا ہے کہ ایسی
صورت مین ہدی بھیجنا لازم نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ہدی ساقط نہین ہوتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے
اور اگر کہین کہ جبکہ ہدی ساقط نہو گی تو شرط کا کیا فائدہ ہے تو جواب مین کہین گے کہ شرط کا فائدہ یہ ہے
کہ محرم اس صورت مین محصور رہنے کے وقت محل ہو سکتا ہے اور اگر شرط نکریگا تو تحلل جائز نہین

جبتک قربانی اپنے مقام پر پہونچ نہ لیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ بے شرط کے بھی تحلل جائز ہے اور
پہلا قول اظہر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ علماء نے اجماع کیا ہے اسپر کہ مستحب ہے اُس
شخص کے لیے کہ جو حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھے یہ کہ شرط کرے احرام باندھنے کے وقت اپنے
پروردگار سے کہ اُسے حق تعالی محل کردے اگر اُسے کسی جگہ پر حبس کرے اور صورت اُسکی یہ ہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنّی اُرِیْدُ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّةِ نَبِیِّکَ فَاِنْ عَرَضَ لِی شَیْءٌ یَحْبِسُنِی فَحُلَّنِی
حَیْثُ حَبَسْتَنِی لِقَدَرِکَ الَّذِی قَدَّرْتَ عَلَیَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ لَمْ تَکُنْ حَجَّةً فَعُمْرَةً یعنی بارالٰہا مین حجکا عمرہ تمتع کے ساتھ
تیری کتاب اور تیرے نبی کی سُنّت کے موافق قصد کرتا ہون پھر اگر مجھے ایسی چیز عارض ہوجائے
کہ وہ مجھے افعال سے روک رکھے تو مجھے محل فرمادے جہانکہ تونے مجھے روک رکھا ہے اپنے اپنے
حکم سے جسکا تونے مجھپر اندازہ فرمایا ہے بارخدایا اگر حج مقدر نہین نہوسکے تو عمرہ مفردہ ہی کی قدرت عطا
فرما پانچوان مسئلہ جبکہ محصور محل ہوگا تو آیندہ دوبرس مین اُس سے حج اگر واجب ہے تو ساقط نہوگا اور
اگر حج سنتی ہے تو اُس سے ساقط ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جب اُسکے ذمے حج کا وجوب
قرار پاچکا تو محصور ہونے سے ساقط نہوگا بلکہ سال آیندہ بجالانا واجب ہے اور اگر اُسکے ذمے حج کا وجوب
مستقر نہین اور اُسی سال اُسپر واجب ہوا ہے اور محصور ہوجائے بس اُسے استطاعت نہ رہی تو حج کا وجوب
ساقط ہوگیا پھر آیندہ سال مین استطاعت بہم پہونچائیگا تو پھر واجب ہوگا ایسی ہی شراح نے تصریح کی
ہے سنّتی کام مردون کو بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور سونے جاتے وقت اور جاگتے وقت تلبیہ کی تکرار کرنا
اور بلندیون پر چڑھتے وقت اور پستیون مین اُترتے وقت تلبیہ کی تکرار کرنا سنت ہے بس اگر حج کرنیوالا
ہے تو عرفے کے دن کے زوال تک تلبیہ کہے اور پھر قطع کرے اور اگر عمرہ تمتع کرنیوالا ہے تو کعبہ کے گھر کے
دکھائی دینے کے وقت تلبیہ قطع کرے یعنی نکہے اور اگر عمرہ مفردہ کا احرام باندھے ہو تو بعضون نے کہا ہے
کہ حرم مین داخل ہوتے وقت چاہے کعبہ کے نظر آنے کے وقت تلبیہ قطع کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ
اگر مکہ سے باہر آکر احرام باندھا ہے تو جسوقت کعبہ دکھائی دے تلبیہ قطع کرے اور اگر خارج حرم سے احرام
باندھا ہو تو جب حرم مین داخل ہو تلبیہ نہ کہے اور یہ سب جائز ہے اور اپنی آواز تلبیہ مین بلند کرے جبکہ مدینہ کی
راہ سے حج کو آیا ہو اور اُسکی سواری بیداء نامے زمین پر پہونچے اور اگر پیدل ہو تو جس جگہ سے احرام
باندھے اور جسکا عزم کیا ہے اُسکا زبان سے کہنا سنت ہے خواہ حج ہو یا عمرہ ہو یعنی تلبیہ مین تلفظ کرنا اُس چیز کا

کہ جسکا قصد کیا ہے سنت ہے جیسے سنتی تلبیہ مین کہے لَبَّیْکَ بِالْعُمْرَةِ الْمُتَمَتَّعِ بِهَا اِلَی الْحَجِّ لَبَّیْکَ یعنی حاضر
تیری نگاہ روبرو عمرہ متمتع بہا سے حج متع کیطرف تیری نگاہ روبرو حاضر اور اگر عمرہ کے سوا ہو تو اُسے ذکر
کرے اور شرط کرنے کا ذکر کرے کہ حقتعالی اُسے محل کردے جہان اُسے محبوس کرے اور اگر حج نہو سکے تو
عمرہ مفردہ ہی ہو جسطرح کہ بیان ہو چکا اور روئی کے بنے ہوے کپڑے سے احرام باندھنا اور سفید بہتر
ہے اور جبکہ مکہ سے حج کے لیے احرام باندھے تو منی اور مکہ کے ابطح مقام پر چڑھتے وقت اپنی آواز تلبیہ کہتے ہین
بلند کرے اور ملحق احرام سے وہ چیزین کہ جنھین نہ کرنا چاہیے اور اُنکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ جنکا کرنا حرام ہے
اور دوسری وہ کہ جنکا کرنا مکروہ ہے حرام ہیں چیزین ہین خشکی کے جانورون کا شکار کرنا جیسے چکور تیتر ہرن
ہین محرم پر حرام ہے انکا شکار کرنا اور انکے گوشت کا کھانا ہرچند کسی محل نے جو احرام نہ باندھے ہو شکار کیا
ہو اور شکار کی طرف اشارہ کرنا اور راہ بتانا صیاد کو اور اسپر دروازہ بند کرنا اور ذبح کرنا اور اگر ذبح کرے
تو مُردے کے حکم مین ہے اور ہر محل اور محرم پر حرام ہے اور اسی طرح خشکی کے جانورون کے بچے اور
انڈے حرام ہین اور ٹڈی کا پکڑنا اور کھانا یوہین حرام ہے اور دریائی جانورون کا شکار محرم پر حرام نہین
اور یہ وہ حیوان ہین کہ جو دریا ہی مین انڈے دیتے ہین اور دریا ہی مین بچے نکلتے ہین جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ جو جانور خشکی مین انڈے دیتے ہین اور دریا مین رہتے ہین مانند بط کے خشکی کے جانور کا
حکم رکھتے ہین اور اگر ایسا جانور ہو کہ جسکے بعضے اقسام خشکی کے اور بعضے دریائی ہوتے ہین جیسے کچھوا ہے
تو ہر ایک اپنا اپنا حکم رکھتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ حبشی مُرغیان ہمارے نزدیک شکار نہین اور جو جانور
خشکی کے اور دریا کے جانورون سے ملکر پیدا ہو تو جسکے نام کا اطلاق اُسپر ہوگا اُسی کے حکم مین ہوگا
اور اگر مان باپ مین سے کسی کے نام کا اطلاق اُسپر نہوتا ہو تو اگر رم کرنے والا ہو یعنے بھاگتا ہو تو شکار
کا حکم رکھتا ہے اور اگر نہ بھاگتا ہو تو شکار نہین اور حرام ہین محرم پر عورتین یعنی اُنسے جماع کرنا اور عقد نکاح
کرنا اُنسے اپنے لیے یا اور کے لیے اور عقد کا گواہ ہونا اور نکاح کی گواہی دینا ہرچند گواہی کا تحمل احرام سے
پہلے کیا ہو اور محل ہونے کے بعد اگر نکاح کی گواہی دے تو کوئی ڈر نہین اور عورتون کے بوسے لینا اور
اُنکی طرف شہوت کی نظر کرنا اور منی نکلنے کی خواہش کرنا حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
فقہا نے کہا ہے کہ محرم کو نکاح پر شاہد کھڑے کرنا حرام ہے اور اگر زنا مین پڑنے کا ڈر ہو تو حاکم کو جتا دے
کہ میرے پاس گواہی ہے محل ہونے کے بعد اُسے ادا کردیگا تاکہ اُسوقت تک حکم کو حاکم موقوف رکھیگا

تفریع پہلی فرع جبکہ مرد وعورت نکاح مین نزاع کرین ایک اُنمین سے کہے کہ یہ عقد نکاح احرام مین واقع ہوا ہے اور دوسرا منکر ہو تو قول قبول کرنے کا اُسی کا قول ہے کہ جو حلال ہونے کے وقت مین نکاح کے وقوع کا دعوی کرتا ہے اسلیے کہ وہ عقد کی صحت کا مدعی ہے اور مسلمانون کے افعال صحت پر محمول ہین جبتک کہ فساد ثابت نہو مگر بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ اگر منکر عورت ہو تو اُسے آدھا مہر پہونچتا ہے اسلیے کہ شوہر نے احرام مین نکاح کے واقع ہونے کا اقرار کیا ہے اور وہ حرام ہے اور ہمبستری واقع ہونے کا مانع ہے اور جب شوہر اور زوجہ مین جدائی بے ہمبستری کے ہوتی ہے تو زوجہ کو آدھا مہر پہونچتا ہے اور مصنفؒ کہتے ہین کہ اگر اُسکے ہم قائل ہون کہ پورا مہر اُسے پہونچتا ہے تو بہتر ہے اسلیے کہ وہ عقد کے فاسد ہونے کا انکار کرتی ہے پس اُسکے نزدیک عقد صحیح ہے اور عقد سے پورے مہر کی مستحق ہے اور جب طلاق بے ہمبستری کے واقع ہوتی ہے تو آدھے مہر سے زیادہ نہین پہونچتا ہے اور یہان تفریق طلاق سے نہین ہے بلکہ اگر شوہر ثبوت کو پہونچا دے کہ عقد احرام کے حال مین ہوا تھا تو تفریق زوجہ اور شوہر مین نکاح کے صحیح نہونے سے ہوگی کچھ طلاق سے نہوگی تو اس صورت مین زوجہ کو کچھ استحقاق نہین اور اگر مرد ثابت کرنے سے عاجز ہو تو عورت قسم کھائے اور اس صورت مین ظاہر شرع کے موافق ثبوت عقد کا حکم کرنا چاہیے ہی اور عورت کو پورے مہر کا مطالبہ پہونچتا ہے مگر دونون پر واجب ہے کہ جو کچھ واقعی امر ہو عند اللہ اُس سے تجاوز نکرین اور ظاہر شرع کے حکم پر اکتفا نکرین دوسری فرع جبکہ محرم کسیکو وکیل تزویج کے لیے کرے اور وکیل نکاح کے عقد کو واقع کرے پس اگر یہ عقد موکل کے محل ہونیسے پہلے وکیل نے واقع کیا ہے تو باطل ہے اور اگر محل ہونے کے بعد واقع ہوا ہے تو صحیح ہے اور محرم کو طلاق رجعی مین طلاق دی ہوئی عورت کی طرف رجوع کرنا اور لونڈیان مول لینا حالت احرام مین جائز ہے اور محرم پر خلوق کعبہ نامے خشبو کے سوا سب خشبوئین لگانا سونگھنا حرام ہے اور خلوق کعبہ وہ خشبو ہے کہ جسے کعبہ پر ملتے ہین گو اُسے کھانے مین بھی ڈالین اور اگر ایسی چیز کے کھانے کی طرف مضطر ہو کہ جسمین خشبو پڑی ہے اور یا چھونے کیطرف مضطر ہو تو اپنی ناک بند کرلے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ محرم پر حرام نہین مگر مشک اور عنبر اور زعفران اور عود اور کافور اور ورس اور یہ ایک سرخ رنگ کی گھاس ہے کہ یمن کے بعضے درخت کے پوست پر ملتی ہے اور بعضے فقیہون نے اقتصار چار خشبوؤن کی حرمت پر کیا ہے کہ وہ مشک اور زعفران اور ورس ہین اور پہلا قول اظہر ہی اور سیے ہوے کپڑے کا پہننا

مردون پر حرام ہے اور عورتون مین اختلاف ہے اور اظہر جواز ہے چاہے حالت اختیار مین پہنے چاہے حالت
اضطرار مین پہنے اور غلالہ غین کے زبر سے کہ ایک کرتہ ہے جسے عورتین کپڑون کے نیچے پہنتی ہین حائض
عورت کو اُسکا پہننا اجماع علما سے جائز ہے اور تہمت نہ ملنے پر مرد کو پاجامہ کا پہننا جائز ہے اور اسی طرح
طیلسانکا کہ جسمین بند اور تکمے ہوتے ہین اُوڑھنا جائز ہے مگر اُسکے بند نہ باندھے اور طیلسان کی تعریف مین
کہا ہے کہ وہ ایک ایسا کپڑا بنا ہوا ہے کہ بے سیے سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اور کالا سرمہ بھی لگانا
ایک قول پر حرام ہے اور آنکھ مین ایسی دوا کا لگانا جسمین خشبو ہو حرام ہے اور اس حکم مین مرد اور عورت
برابر ہین اور قول اشہر پر محرم کو آئینہ دیکھنا حرام ہے اور موزہ پہننا اور جو چیز کہ پشت قدم کو چھپا لے اُسکا
پہننا حرام ہے پس اضطرار ہو جائے تو جائز ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسے چیر دے اور اس قول پر
عمل متروک ہے اور محرم پر فسوق یعنی جھوٹ بولنا حرام ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ سباب بھی فسوق
مین داخل ہے یعنی طعن کرنا اور جدال اور یہ کہنا لا واللہ اور بل واللہ کا ہے اور بدن کے کپڑون کی مثل
جوؤن اور کلیون کے مارنا حرام ہے اور جائز ہے کہ بدن کی ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھدین اور
قراد کا کہ وہ بڑی کلی ہے اور حلم کا کہ وہ میانہ کلی ہے دور پھینکدینا جائز ہے اور محرم کو زینت کے لیے انگوٹھی
پہننا جائز نہین اور سنت کے قصد سے جائز ہے اور عورت کو بھی زینت کے لیے گہنے پہننا جائز نہین اور
جس زیور کے پہننے کی عادت نہو اُسکا پہننا اولی طریق سے حرام ہے اور جس عورت کو جس گہنے کی عادت ہو اُسکے
پہننے مین کوئی مضائقہ نہین مگر احرام کے حال مین اُس گہنے کا اپنے شوہر کو دکھانا حرام ہے اور محرم کو
خشبودار تیل لگانا حرام ہے اور جبکہ بو احرام تک باقی رہے تو احرام کے پہلے بھی ایسے تیل کا استعمال حرام
ہے اور محرم پر بالون کا دور کرنا خواہ تھوڑے ہون خواہ بہت ہون حرام ہے اور اگر مضطر ہو تو کوئی گناہ
نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جو بال آنکھ مین نکلتا ہے محرم پر اُسکا نکالنا حرام نہین اور اسیطرح
اگر اُسکے پنڈے پر بال بہت ہون اور ہوا سخت گرمیون کی ہو اور بال اذیت دیتے ہون تو انکا بھی دور
کرنا جائز رکھا ہے اور اگر جوئین پڑگئی ہون اور اُن بالون کو موذی کا مکان جانکر دور کرے تو چاہیے کہ
فدیہ دے اسلیے کہ بال موذی نہ تھے اور اسیطرح اگر بھوؤن کے بال بڑھجائین اور دیکھنے کے مانع ہون
تو اُنکا دور کرنا بھی جائز جانا ہے اسلیے کہ موذی ہین جیسے کہ کوئی ایسا جانور محرم پر حملہ کرے کہ جسکا شکار کرنا اختیار
کے حال مین حرام ہے تو ایسے وقت مین اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اُسکا مارنا جائز ہوتا ہے اور محرم پر

سر ڈھانکنا بھی حرام ہے اور اسی کے معنون ہین پانی مین غوطہ اسطرحپر لگانا ہے کہ سر پانی کے اندر چھپ جائے
اور اگر سر کو ڈھانک لے تو واجب ہے کہ اُس پر دے کو دور پھینک دے اور تلبیہ کہنے کی تجدید استحباب کی
قصد سے کرے اور جائز ہے سر ڈھانکنا عورتونکو مگر منھ کھلا رکھنا واجب ہے اور اگر اپنے سر سے مقنع کو لٹکائے
تو ناک تک لٹکانا جائز ہے اور سر پر سایہ کر کے رستہ چلنا حرام ہے اور اگر مضطر ہو جائے تو حرام نہین اور اگر
بیمار کے یا عورت کے ساتھ ایک کجاوے مین ہو تو بیمار اور عورت کو سایہ کی طرف سے مخصوص کر دے جامع الرضوی
کے مترجم کہتے ہین کہ مخصوص تظلیل کی حرمت محرم پر راہ چلنے کے وقت مین ہے اور نہ محرمہ پر جس صورت
مین کہ سایہ اُسکے سر پر ہو اور اضطرار نہو اور گھر مین اور خیمہ مین اُترنے کے وقت مین حرام نہین۔ اور
بدن سے خون کا نکلوانا بھی حرام ہے مگر ضرورت کے وقت مین اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ مکروہ ہے
اور اسیطرحپر حرام کہا ہے بدن کے کھجانے کو کہ خون نکلنے کا باعث ہو اور مسواک کرنے کو کہ دانتون کی
جڑون سے خون نکلنے کا سبب ہو اور اظہر کراہت ہے اور ناخن کاٹنا اور درخت اور گھانس کا کاٹنا حرام
ہے مگر جبکہ محرم کی ملک مین اُگے اور جائز ہے میوہ دار درخت کا کاٹنا اور اذخر نامے گھانس یعنی جرانکس کا
اور کھجور کا کاٹنا اور حرم کی لکڑی کاٹنا کنوئین کی لکڑیان پانی کھینچنے کو بنانے کے لیے بنا بر ایک روایت
کے اور حرام ہے محرم کے مُردے کو کافور سے غسل دینا اور حرام ہے بیضرورت محرمکو ہتیار باندھنا اور بعضون
نے مکروہ کہا ہے اور یہی اشبہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ ہری گھانس کے درخت
کا کاٹنا محرم پر حرام ہے اور سوکھی کا حرام نہین اور جائز ہے کہ چوپایہ کو چھوڑ دے کہ وہ اپنے منھ سے حرم کی
گھانس چر لے اور اُسکی جڑون کا کھودنا جائز نہین اسلیے کہ ہری ہونے کی امید ہے اور حرم کے اُس
درخت اور گھانس کا کاٹنا حرام ہے جو خدا کی طرفسے اُگی ہے اور جو ترکاریان اور درخت کہ آدمیون
نے بوئے ہین اُنکا کاٹنا حرام نہین مکروہات احرام دس ہین۔ رنگین سرخ اور سیاہ رنگ کے اور مثل
اِسکے رنگون کے کپڑون کا احرام باندھنا اور سیاہ پہننے مین کراہت موکدہ ہے اور رنگین بچھونون مین
سونا اور زینت کے لیے مردون اور عورتونکو مہندی ملنا گو احرام سے پہلے ہو اور نزدیک ہو اور عورت کو
تردد والے قول پر منھ پر نقاب ڈالنا اور حمام مین جانا اور وہان بدن ملنا اور جو پکارے اُسے لبیک کہنا
اور پھولون کا استعمال کرنا اور بعضون نے حرام جانا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جمہور فقہا
کے نزدیک عورتون کو احرام مین منھ پر نقاب ڈالنا حرام ہے اور مصنف نے سابق مین کہا ہے کہ اپنا منھ

کھلا رکھنا عورت پر لازم ہے اور یہان تردد کیا ہے اور اگر نقاب سے مراد یہ ہے مقنعہ کا لٹکانا ناک کے دونون طرف ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ آگے بیان کیا ہے بس اس کلام مین اشکال ہے آگے خدا جانے خاتمہ جو کہ مکہ مین داخل ہو اُسے واجب ہی کہ احرام باندھے ہو مگر یہ کہ پہلے احرام باندھے داخل ہو چکا ہو اور جب سے اُسوقت تک ایک مہینا نہوا ہو یا یہ کہ اُسکی آمد و رفت ہمیشہ رہتی ہو جیسے لکڑہارے اور گھسیارے مین اور بعضون نے کہا ہے کہ جو دشمن سے لڑنے جائے اُسے جائز ہے کہ بے احرام کے داخل ہو جیسا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مکہ کی فتح کے سال مین داخل ہوئے تھے اور حضرت کے سر اقدس پر خُود تھا اور عورتون کا احرام مردون کے احرام کی طرح ہے مگر جن امرون مین کہ ہم مستثنیٰ کر چکے ہین اور وہ سیے کپڑے کا عورتون کو پہننے کا جواز ہے اور سر اور پانؤن کا ڈھانکنا اور سر پر سایہ کرنا ہو اور مُنھ کھلا رکھنے کا واجب ہونا ہے اور اگر عورت میقات مین حاضر ہو تو اُسے احرام باندھنا جائز ہے گو حائض ہو نماز احرام نہ پڑھیگی اور اگر احرام اِس گمان سے چھوڑ جائیگی کہ اُسے احرام باندھنا جائز نہین پھر اگر وہان سے میقات تک پھر آنے کا کوئی مانع نہو گا تو پھر میقات پر اگر احرام باندھیگی نہین تو اُسی مقام سے احرام باندھ لیگی اور مکہ مین جا چکے گی تو باہر اپنے مقام پر آئے گی جو حل سے نزدیک ہے اور وہان سے احرام باندھیگی اگر اس پھرنے سے بھی کوئی مانع نہو گا نہین تو مکہ ہی سے احرام باندھ لیگی **قول عرفات** کے وقوف مین ہے اور کلام اُسکے مقدمہ مین اور کیفیت مین اور لواحق مین ہے **مقدمہ** حج تمتع کرنیوالے کو ترویہ یعنی آٹھوین ذیحجہ کو نماز ظہرین کے بعد عرفات کی طرف جانا مستحب ہے مگر جو شخص کہ مضطر ہو مثل بہت بڈھے کے اور بیمار کے اور جو کہ خلائق کے ازدحام سے ڈرے یہ ظہرین کے پہلے ایک دو دن مکہ سے نکل سکتے ہین اور رات کو عرفے کی صبح تک منٰی مین رہین گے اور وادی محسر آگے نہ بڑھین گے مگر آفتاب نکلنے کے بعد اور عرفات سے صبح کے پہلے نکلنا مکروہ ہے مگر کسی ضرورت سے مثل بیمار کے اور جو کہ ڈرتا ہو اور پیشنماز کو طلوع آفتاب تک عرفات مین ٹھہرنا سنت ہے اور عرفات سے نکلتے وقت ماثورہ دعائین پڑھنا مستحب ہی اور عرفات مین وقوف کے لیے غسل کرنا مستحب ہے اور اس غسل کا وقت عرفے کے دن آفتاب کے زوال کے بعد ہے اور کیفیت وقوف کے واجبی اور سنتی امرون پر مشتمل ہے اور واجب عرفات مین غروب آفتاب تک ٹھہرنے کی نیت کرنا ہے بس اگر نمرہ مین یا عرنہ مین یا ثویہ مین یا ذوالمجاز مین یا درخت اراک کے نیچے کہ یہ پانچون مقام عرفات کی

طرفین مین ٹھہرے تو کافی نہین اور اگر عرفات سے آفتاب کے غروب کے پہلے نادانی یا بھول کر
چل کھڑا ہو تو اسپر کچھ نہین ہے اور اگر عمداً کوچ کریگا تو کفارے مین ایک اونٹ قربانی کریگا اور اگر اسکا
مقدور نہو گا تو اٹھارہ روزے رکھیگا اور اگر آفتاب کے غروب کے پہلے واپس آجائیگا تو کوئی کفارہ
نہین اور عرفات کے **وقوف** کے احکام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ عرفات کا وقوف حج کے رکنون
مین کا ایک رکن ہے جو اسے عمداً ترک کریگا اسکا حج فاسد ہو جائیگا اور جو کہ بھولے سے اسے چھوڑیگا
تو جبتک وقت باقی رہیگا بجا لائیگا اور اگر وقت نکل جائیگا تو مشعر الحرام کے وقوف پر اکتفا کرے گا
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ عرفات کا وقوف حج مین رکن ہے اگر بھولے سے چھٹ جائیگا
اور مشعر کا وقوف بجا لائیگا تو حج فاسد نہو گا مگر جبکہ دونون وقوفون کو بھولے گا تو حج فاسد ہو گا اور
حج کے رکنون مین بھولے سے ترک مطلق موجب ابطال نہین ہے جسطرح کہ ارکان نماز مین مبطل ہے
اور جاہل عامد کا حکم رکھتا ہے دوسرا مسئلہ عرفات مین اختیاری وقوف کا وقت ذیحجہ کی نوین تاریخ
زوال آفتاب سے اسیدن کے غروب تک ہے جو عمداً ترک کریگا اسکا حج فاسد ہو جائیگا اور اضطراری
وقت عید کے دن کی صبح کے طلوع تک ہے تیسرا مسئلہ جو عرفات کے وقوف کو بھولجائے تو پھر آکے
اور توقف کرے ہرچند کہ صبح عید کے طلوع تک ہو جبتک کہ جانے کہ مشعر مین سورج کے نکلنے سے پہلے
پہونچیگا اور اگر یہ گمان غالب ہو کہ عرفاتمین ٹھہریگا تو اتنا وقت باقی نرہیگا کہ صبح کے طلوع سے پہلے مشعر مین پہونچے
مشعر کے وقوف پر آفتاب کے نکلنے سے پہلے اکتفا کریگا اور اسکا حج صحیح ہو گا اور یہی حکم ہے اگر عرفات کے وقوف کو غروب سے پہلے
بھولجائے اور یاد نہ آئے مگر مشعر کے وقوف کے ابتدا اور آفتاب کے طلوع کے پہلے یعنی اس صورتمین بھی اکتفا مشعر کے
وقوف پر ہو گا اور حج صحیح ہو جائیگا چوتھا مسئلہ جو کہ عرفات مین عرفہ کے دن آفتاب کے غروب سے
وقوف کرے اور مشعر کے وقوف کے ادراک کا اتفاق آفتاب کے زوال تک نہو تو حج اسکا صحیح رہیگا
پانچوان مسئلہ جس سے عرفات مین دن کا وقوف فوت ہو جائے اور عید کی رات کو وہان وقوف کرے
اور مشعر مین آفتاب نکلنے سے پہلے نہ پہونچے بلکہ طلوع کے بعد پہونچے اس صورت مین اسکا حج فاسد ہے
اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر عید کے دن زوال سے پہلے مشعر مین پہونچ جائے گا تو حج کا ادراک کریگا
اور یہی قول خوب ہے **عرفات کے وقوف** کے مستحبات مکہ سے آنے والے کو بائین طرف پہاڑ کے سفح
جبل مین یعنی پہاڑ کے نیچے ٹھہرنا مستحب ہے اور دعا کا اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہے اسکا پڑھنا یا اسکے سوا

اور دعامین پڑھنا اور اپنے لیے اور اپنے ماباپ اور مومنونکے لیے دعا کرنا اور خیمہ نمرہ میں کھڑا کرنا اور برابر زمین پر ٹھہرنا اور سامان جمع کرنا اور اپنے اسباب سے اور اپنے نفس سے سد خلل کرنا یعنی اگر بھوکا ہو تو کھالے اور پیاسا ہو تو پانی پی لے تاکہ خوب دعا مین متوجہ ہو سکے اور اسیطرح اپنے سواری کے جانور کو سیر کر لے اور بعضون نے یون تفسیر کی ہے کہ اپنے سے اپنے اسباب کو جسپیدہ کرلے کہ دوسرا بیچ مین نہ آسکے کہ دل کو تشویش کا سبب ہو اور دوسرے معنے بھی حدیث سے مستفاد ہوتے ہین اور کھڑے ہو کر دعا کرنا مستحب ہے اور مکروہ ہے پہاڑ کے اوپر سوار ٹھہرنا اور بیٹھکر وقوف کرنا مکروہ ہے - کلام مقدمہ مین اور مشعر کے وقوف مین اور اُسکی کیفیت مین ہے مقدمہ مشعر کو آتے وقت راہ مین درمیانی چال مستحب ہے اور جسوقت کہ کثیب احمر پر یعنی سُرخ ریت کے ٹیلے جو عرفات سے مشعر کو آنیوالے کی راہ سے داہنی طرف مین پہونچے تو یہ کہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ مَوْقِفِیْ وَزِدْ فِیْ عَمَلِیْ وَسَلِّمْ لِیْ دِیْنِیْ وَتَقَبَّلْ مَنَاسِکِیْ یعنی بارخدایا رحم کر میرے ٹھہرنے پر اور میرے عملین زیادتی کر اور میرے لیے میرے دین کو سلامت رکھ اور قبول کر میری عبادتون کو اور مستحب ہے کہ مغرب و عشا مین اتنی دیر کرے کہ مزدلفہ یعنی مشعر تک پہونچ جائے گو اُس تاخیر مین پاو رات گزر جائے بس اگر کوئی مانع پاو شب تک مشعر مین پہونچنے سے ہو تو سفر بین مین جمع کرے اور ایک اذان اور دو اقامتون سے بجالائے اور اُنکے بیچ مین نوافل نہ پڑھے بلکہ مغرب کے نوافل کی تاخیر عشا کے بعد تک کرے اور کیفیت بس واجب نیت ہے اور مشعر کا وقوف ہے اور اُسکی حد مازمین کے حیاض تک ہے اور وادی محسر تک ہے اور مازم زبر دار میم اور ساکن ہمزہ اور نقطہ دار زے کی زیر سے دو پہاڑون مین کی تنگ راہ کو کہتے ہین اور اسی سے یہ موضع نامزد ہوا ہے اور توقف نکرے مگر مشعر مین اور ازدحام کے وقت پہاڑ پر چڑھ جانا جائز ہے اور اگر مشعر کے وقوف کی نیت کرے اور پھر دیوانہ یا بیہوش ہو جائے تو اُسکا وقوف صحیح ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ صحیح نہین اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صحت اقوی ہے اسلیے کہ رکن وقوف سے وقوف کا مسما ہے اور وہ نیت کے بعد حاصل ہو گیا اور سارے وقت کے استیعاب کو رکنیت مین دخل نہین تو بے سارے وقت کے وقوف پورا ہو جائے گا - اور صبح کے بعد وقوف کرے بس اگر اس سے پہلے عمداً کوچ کریگا بعد اسکے کہ وہان رات کو رہ چکا ہے گو تھوڑی دیر رات کو رہا ہو تو اُسکا حج باطل نہوگا اگر عرفات مین وقوف کیا ہوگا اور دنبہ کے فدیہ سے تدارک کریگا اور صبح سے پہلے بھی کوچ کرنا عورتون کے لیے اور جسے اپنی جان کا ڈر ہو بے کفارے کے جائز ہے اور اگر بھولے سے

صبح سے پہلے کوچ کرے تو اُسپر کچھ نہین ہے اور مستحب ہے کہ نماز صبح کے بعد توقف کرے اور اہلبیت علیہم السلام سے ماثور دعا یا جو دعائین کہ حمد و ثنائے الٰہی پر مشتمل ہون پڑھے اور درود پیغمبر اور آل پیغمبر علیہم السلام پر بھیجے اور بنا حج کرنیوالا پیدل مشعر الحرام کو طے کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ سنّت ہے کہ مزدلفہ مین سے قزح نامے پہاڑ پر چڑھے اور ذکر خدا اُس پہاڑ پر کرے پانچ مسئلے ہین۔ پہلا مسئلہ مشعر کے وقوف کا وقت عید کی صبح کے طلوع سے آفتاب کے طلوع تک حالت اختیار مین ہے اور اضطرار کی حالت مین زوال آفتاب تک ہے دوسرا مسئلہ جو کہ مشعر مین عمداً نہ تورات کو توقف کرے اور نہ صبح کو تو اُسکا حج باطل ہو جائیگا اور اگر بھولے سے ترک کریگا اور عرفے مین توقف کر چکا ہوگا تو اُسکا حج باطل نہوگا اور اگر دونون توقفون کو عمداً یا سہواً ترک کریگا تو اُسکا حج باطل ہو جائے گا تیسرا مسئلہ جو کہ عرفات مین توقف کرے اور آفتاب کے طلوع سے پہلے مشعر کے وقوف کا ادراک کرلے تو اُسکا حج صحیح ہے اور اگر صبح کے طلوع سے پہلے مشعر کا وقوف نکرے تو اُسکا حج باطل ہو جائیگا اور اگر عرفات مین وقوف کر چکا ہو اور مشعر کا وقوف آفتاب کے طلوع سے پہلے نہین کیا ہے تو جائز ہے کہ مشعر کے وقوف کا تدارک عید کے دن کے زوال سے پہلے کرلے چوتھا مسئلہ جس کسی سے حج فوت ہو جائے یعنی احرام باندھنے اور مکہ مین داخل ہونے کے بعد عمرہ مفردہ کے قصد سے محل ہو جائے تو اسکے بعد دوسرے سال اگر حج واجب ہی جس صفت سے اُسی صفت سے بجا لائے خواہ حج تمتع ہو خواہ حج قران ہو خواہ حج افراد ہو پانچوان مسئلہ جس کسی سے حج فوت ہو جائے گا اُس سے اُسکے افعال بھی ساقط ہو جائین گے اور اُسے مستحب ہے کہ منی مین ایام تشریق کے گزرنے تک کہ وہ گیارھوین بارھوین تیرھوین ہین ٹھہرا رہے اور اسکے بعد عمرہ کے افعال بجا لائے اور محل ہو جائے خاتمہ جبکہ مشعر مین وارد ہو تو مستحب ہے کہ مشعر سے پتھریان رمی کے لیے چُنے اور وہ ستر پتھریان ہین اور اگر مشعر کے سوا سے بھی لے تو جائز ہے مگر حرم سے مساجد کے سوا لینا بہتر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مسجد الحرام اور مسجد خیف کی نہون اور ان ٹھیکریون مین تین شرطین واجب ہین ایک وہ ایسی ہون کہ جنھین پتھر کہہ سکین دوسری حرم کی ہون تیسری رمی مین بے استعمال کی ہون جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اُن پتھریون کا صحیح استعمال نکیا ہو اور اگر غیر صحیح استعمال کیا ہو تو وہ کوری ہوئی سے نکل نہ جائین گی جیسے جمرہ پر نہ پہونچی ہون یا بے نیت کے رمی کی ہو اور مستحب ہے کہ وہ پتھریان رنگدار ہون اور نرم ہون

اور انگلی کی پور کے برابر ہون سیاہ رنگ نقطہ دار چنی ہوئی ہون اور مکروہ ہے کہ سخت ہون اور ٹوٹی ہوئی ہون اور طلوع آفتاب سے کچھ دیر پہلے پیشنماز کے سوا کوچ کرنا مستحب ہے مگر وادی محسر سے نہ بڑھے مگر آفتاب کے طلوع کے بعد اور پیشنماز آفتاب کے طلوع کے وقت تک تاخیر کرے اور وادی محسر مین سو گز شرعی یا سو قدم سعی کرے یعنی دوڑے اور یہ پڑھتا جائے اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَھْدِیْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ فِیْمَنْ تَرَکْتُ بَعْدِیْ یعنی بارخدایا سالم رکھ میرے عہد کو اور میرے توبہ کو قبول کر اور میری دعاؤن کو قبول فرما اور مجھے آنیوالا کر انمین کہ جسے مین نے اپنے بعد چھوڑا ہے اور وادی محسر مین سعی نکریگا تو پھر آئے گا اور استحباباً بجا لائے گا قول منیٰ کے اُترنے مین اور اُس عبادت مین جو وہان بجا لانا چاہیے بس جبکہ منی مین اُترے تو مستحب ہے کہ ماثورہ دعائین پڑھے اور منی مین عید کے دن عبادت کی تین چیزین ہین ایک پتھریان جمرہ عقبہ پر مارنا دوسری قربانی ذبح کرنا تیسری سر منڈوانا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ منی تمنی سے مشتق ہے یعنی آرزو کرنے کے معنون مین اور اس مقام کا نام منی اس سبب سے ہوا کہ یہان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالی سے یہ تمنا کی تھی کہ حق تعالی اُنکے صاحبزادے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بدلے مین ایک دنبہ عطا فرمائے کہ اُسے وہ اُنکے بدلے قربانی کرین حقتعالی نے یہ آرزو اُنکی قبول فرمائی اسلیے اس مقام کا نام منی ہوا اور اور وجہین بھی مذکور ہوئی ہین پہلی عبادت رمی یعنی پتھریان مارنا اسمین نیت کرنا واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ رمی کی نیت مین معتبر ہے تعیین فعل کی کہ وہ پتھریون کا مارنا ہے اور جہت اُسکی کہ واجب ہے یا سنت ہے اور یہ کہ حجۃ الاسلام مین ہے یا اُسکے سوا مین ہے اور قصد قربت کا پہلی ہی پتھری مارنے کے نزدیک اور ہمیشہ فراغت پانے تک نیت کے حکم مین رہنا اور سات پتھریان اسطرح سے مارنا واجب ہے کہ جسے مارنا کہین اور اپنی تحریک سے جمرہ تک پہونچانا بس کسی چیز پر پڑے اور اُس سے اُچٹ کر جمرہ پر جا لگے تو جائز ہے اور اگر جمرہ تک پہونچنے سے بیچ مین کوتاہی ہوا اور اُسے کوئی جانور یا آدمی اپنی تحریک سے جمرہ تک پہونچا دے تو کافی نہین اور یہی حکم ہے اگر شک کرے اور نجانے کہ جمرہ تک پہنچی یا نہین اور اگر جمرہ پر بے مارنے چھوڑ دے تو کافی نہین اور رمی مین چھ چیزین مستحب ہین طہارت اور ارادہ رمی کے وقت دعا پڑھنا اور رمی اور جمرہ کے بیچ مین دس یا پندرہ شرعی گز کا فاصلہ ہونا اور خذف کے طریق سے پتھریان مارنا

اور خذف خ کے زبر سے اور دال نقطہ دار سے اور ف سے ڈالنے کے معنون مین اور صحاح اور صراح
مین کہا ہے کہ خذف خ سے پتھریان انگلیون سے مارنے کے معنون مین ہے اور بعضے فقہانے
کہا ہے کہ پتھر کو انگوٹھے کے پور کی پیٹ یعنی گدی پر رکھے اور کلمے کی انگلی کے ناخن سے حرکت دیکر
مارے اور بعضے فقیہون نے کہا ہے کہ بیچ کی انگلی کے ناخن سے حرکت دیکر لگائے اور ہر پتھری مارنے
کے ساتھ دعا پڑھنا اور پیدل ہونا اور اگر سوار ہو تو بھی جائز ہے اور جمرہ عقبہ کی رمی مین جمرہ کیطرف
منھ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا اور اور جمرات مین قبلہ رو ہونا دوسری عبادت قربانی ہے اور
اسمین کئی طرفین ہین پہلی طرف ہدی مین یعنی قربانی کرنے مین ہے اور حج متع کرنیوالے پر قربانی
واجب ہے دوسرے پر واجب نہین خواہ وہ حج متع واجب ہو خواہ سنت ہو اور اگر مکہ کا رہنے والا
حج متع کریگا تو اسپر بھی قربانی واجب ہوگی اور اگر بندہ ہو اور اسکا آقا حج متع کی اسے اجازت دے
تو اسکے آقا کو اختیار ہے خواہ اسکی طرف سے قربانی کرے یا قربانی کے بدلے مین اسے روزے رکھنے
کا حکم کرے اور اگر بندہ آزادی کے حال مین عرفات یا مشعر کے وقوف کا ادراک کریگا تو قدرت رکھنے
پر اسے قربانی کرنا لازم ہو جائیگا نہین تو قربانی کے بدلے روزے رکھیگا اور قربانی کے ذبح مین
نیت شرط ہے اور جائز ہے کہ حاجی کی طرف سے قربانی کا ذبح کرنیوالا نیت کرلے اور منی ذبح ہدی
کو ذبح کرنا واجب ہے اور حج واجب مین ایک ہدی ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہوگی اور بعضے
فقہانے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت مین پانچ سات شخصون مین بھی ایک قربانی جائز ہے جب کہ
ایک دسترخوان پر کے کھانے والے ہون اور آپسمین مخلوط اور مربوط ہون اور پہلا قول اشبہ ہے
اور یہ شراکت قربانی کی حج کے سوا اور سنت قربانی مین جائز ہے اور حج مین خواہ واجب ہو یا سنت
ہو ایک ہی شخص کے لیے ایک قربانی چاہیے ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ایک دسترخوان
کے لوگون سے مراد وہ لوگ ہین کہ ایک گھر کے ہون اور اصح یہ ہے کہ ایک قربانی دو شخصونکو مطلق
کافی نہین اور ایک مستحب قربانی پانچ سات شخصون کو جائز ہونے کے معنے یہ ہین کہ سنتی حج مین نہو
اسلیے کہ سنتی حج بھی شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ فقہانے کہا ہے بس یہ قربانی مستحب
نہوگی اور علامہ نے تذکرے مین فرمایا ہے کہ مستحب قربانی کا ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری متعدد
شخصونکی طرف سے شرکت مین جائز ہے اور واجب نہین کہ عید وغیرہ کے لیے تجمل کے بنائے ہوئے کپڑے بیچ کر

قربانی مول سے بلکہ ممکن نہونے پر روزے رکھے اور اگر وہ جانور جو قربانی کے لیے کوئی لایا ہو گم ہو جائے
اور اُسکے مالک کے سوا اور شخص اُسے ذبح کرے تو وہ قربانی اُسکے مالک کی طرف سے کافی نہین
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ غیر مالک کا گم ہوئے قربانیکی جانور کا ذبح کرنا مالک کے لیے کافی نہونا اسوجہ
سے ہے کہ ہدی مول لینے سے واجب کے ادا کے لیے متعین نہین ہوتی ہے بلکہ مالک یا وکیل کی ذبح کی
نیت سے متعین ہوتی ہے اور جبکہ غیر مالک ذبح کرے اور مالک کی طرف سے نیت متحقق نہو تو وہ
قربانی کافی نہین اور صحیح یہی ہے کہ اگر اُسے غیر مالک ذبح کی نیّت مین اُسکے مالک کی طرف سے قصد
کرے کہ اُسکے مالک کی طرف سے مین ذبح کرتا ہون تو کافی ہو جائیگی جیسا کہ صاحب مدارک نے فرمایا
ہے ۔ اور منی مین کی ذبح کی قربانی مین کا کچھ منی سے باہر لیجانا جائز نہین بلکہ منی ہی مین اُسے خرچ
کرڈالین اور عید کے دن سر منڈوانے سے پہلے ہدی کا ذبح کرنا واجب ہے اور اگر سر منڈوانے کے
بعد قربانی کریگا تو گنہگار ہوگا اور قربانی کافی ہے اور یہی حکم ہے اگر ہدی کو ذبح کرکے باقی دونین بھی ذبح
کرے تو جائز ہے **دوسری طرف** قربانی کی صفتون مین ہے اور اُنمین تین واجب ہین پہلی واجب
صفت ہدی کی جنس ہے اور واجب ہے کہ چوپاؤن مین سے اونٹ یا گائے یا بھیڑ ہو اور بکری بھی بھیڑ
کی جنس ہے **دوسری واجب** صفت اُس قربانی کا سن ہے پس کافی نہین اونٹ مین سے مگر ثنی
اور یہ وہ اونٹ ہے کہ جسنے پانچ سال پورے کرکے چھٹے سال مین پاؤن رکھا ہو اور گائے بکری سے وہ ہے جو
ایک سال کو تمام کرکے دوسرے سال مین داخل ہو اور بھیڑ بکری مین جذع بھی کافی ہے
اور جذع وہ ہے جو سات مہینے سے آٹھوین مین داخل ہو اور بعضون نے چھ مہینے بھی کہے ہین **تیسری
واجب** صفت ہدی پیدائش مین کامل ہونا ناقص نہو پس ظاہر کا لنگڑا جانور کافی نہین اور نہ جسکا سینگ
اندر سے ٹوٹا ہوا اور نہ جس کا کان کٹا ہو اور نہ نر جانورون مین سے خصی کافی ہے اور نہ دُبلا کافی ہے
کہ جسکے گُردون پر چربی نہو اور اگر اُسے دُبلا مول لے اور ذبح کے بعد بھی دُبلا نکلے تو کافی نہین ہے
اور اگر موٹا نکل آئے تو کافی ہے اور اگر موٹا دیکھکر لے پھر دُبلا نکل آئے تو وہ بھی کافی ہے اور اگر بےعیب
جانکر لے اور عیب دار ظاہر ہو تو کافی نہین اور سنت ہے کہ بہت تیار ہو کہ سوادہی مین سوئے اور
سوادہی مین رستہ چلے اور یہ حدیث سے مستفاد ہے اور اسکی تین طرح سے تفسیر ہوئی ہے ایک
یہ کہ اُس جانور کے لیے سایہ ہو کہ اُسمین چلے یعنی بڑا سایہ رکھتا ہو نہ مطلق سایہ کہ ہر جسم کثیف کو لازم ہے

اور ظاہر مراد اس سے یہ ہے کہ بیٹھنے مین اور راہ چلنے مین اور زمین پر سونے مین اُس سے بڑا سایہ
زمین پر پڑتا ہو دوسری تفسیر یہ ہے کہ موضع نگاہ یعنی اُسکی آنکھ اور اُسکے سارے بدن کے اجزا کہ بیٹھنے
اور سونے کے وقت اور اُسکے پاؤن رستہ چلنے کے وقت کہ زمین پر پڑنے مین سیاہ ہون اور علماء نے
تفسیر تیسری یون کی ہے کہ سواد سے مراد سبزہ ہے یعنی سبزہ مین ملا ہو اور جب اسطرح پر ہوگا تو ضرور
وہ جانور موٹا ہوگا اور سنت ہے کہ قربانی کو عرفات مین بھی لائے ہون اور قربانی کے لیے اونٹ اور
گائے مین سے مادین بہتر ہے اور بھیڑ بکری مین سے نر بہتر ہے اور سنت ہے کہ اونٹ کا نحر کرنے والا اس
حال مین کھڑا ہو کہ اونٹ کے پاؤن اور زانو بندھے ہون اور پاؤن اور زانو کے درمیان کھڑے
رہکر داہنی طرف سے اونٹ کے نحر مقام مین چھری یا نیزہ چبھوئے اور قربانیکے ذبح کے وقت
درگاہ الٰہی مین دعا کرے اور اپنے ہاتھ کو ذبح کرنیوالے کے ہاتھ پر رکھے اور بہتر یہی ہے کہ اگر خود
خوب ذبح کر جانتا ہو تو آپ ہی ذبح کا متولی ہو اور سنت ہے کہ قربانی کے تین حصے کرے ایک
حصہ کھائے اور دوسرا حصہ تصدق کرے اور تیسرا حصہ ہدیہ بھیجے اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی
مین سے چکھنا واجب ہے اور یہی اظہر ہے اور مکروہ ہے یعنی کم ثواب ہے قربانی کرنا بھینس اور
بیل کا اور خصی جانور کا تیسری طرف ہدی یعنی قربانی کے بدل مین ہے جو کوئی کہ قربانی نرکھتا
ہو اور قیمت رکھتا ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ کسی کے پاس رکھوا دے کہ وہ ذیحجہ بھر مین خرید
لیگا اور بعضے کہتے ہین کہ اُسکا فرض روزون کی طرف منتقل ہو جائیگا اور یہی اشبہ ہے اور جبکہ
نہ تو ہدی ہو اور نہ قیمت ہو تو دس دن کے روزے رکھیگا ایک دن ترویہ یعنی آٹھوین سے پہلے
اور ایک ترویہ کے دن یعنی آٹھوین اور ایک عرفہ کے دن یعنی نوین کو روزہ رکھیگا اور اگر ان تین
دنین روزہ رکھنے کا اتفاق نہو تو ترویہ کے دن پر اور عرفہ کے دن پر اقتصار کریگا اور اسکے بعد عید کے
دن اور تشریق کے دنونمین افطار کریگا اور تیسرے دن کا روزہ کوچ کے بعد رکھیگا اور جبکہ اس سے ترویہ کے دنکا روزہ
فوت ہو جاے تو کوچ کے بعد تک ان روزونمین تاخیر کریگا اور جائز ہی کہ ان تین روزونکو ذیحجہ کی پہلی سے رکھے
بشرطیکہ حج تمتع مین تلبس ہو اور جائز ہی کہ ان تین روزونکو ذیحجہ بھر مین رکھے اور اگر دو دن روزہ رکھے اور تیسرے
دن افطار کرے یعنے روزہ نہ رکھے تو کافی نہین اور پھر سرے سے شروع کرے اور اگر تیسرے دن
عید ہو تو افطار کرے اور تیسرے دن کا روزہ کوچ کے بعد رکھے اور صحیح نہین قربانی کے بدل کے ان

تین روزون کا رکھنا اگر ذیحجہ ہی مین حج تمتع مین شروع کے بعد اور اگر ذیحجہ کا مہینا نکلجائے اور ان تین روزون کو نہ رکھا ہو تو ہدی متعین ہوگی کہ دوسرے سال بجا لائے اور اگر تین دن کے روزے رکھ چکے اور اسکے بعد قربانی بہم ہو جائے گو یہ سات دن کے روزون مین شروع کے پہلے ہو تو اُسپر ہدی واجب نہین اور اُسے انھین روزون کا تمام کرنا پہونچتا ہے اور اگر قربانی کی طرف رجوع کریگا تو بہتر ہوگا اور سات دن کے روزے اپنے اہل و عیال مین پہونچنے کے بعد مین اور اُنمین پیاپے رکھنا اصح قول پر شرط نہین بس اگر مکہ مین اقامت کرلے تو اِتنے زمانے کے گزرنے کا انتظار کرے جسمین اپنے اہل تک پہونچ جاتا جب تک کہ ایک مہینے سے زیادہ نہو اور اگر ایک مہینے پر زیادہ ہو تو مہینے بھر کا انتظار کافی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ مکہ مین انتظار کرے اور اگر کسی اَور شہر مین توقف کریگا گو ایک مہینے سے زیادہ ہو جائے تو وہان یہ سات روزے جائز نہین جبتک کے اپنے اہل تک پہونچنے کی مدت گزر نہ لے۔ اور اگر حاجی مرجائے اور اُسکے ذمے یہ واجب روزے رہجائین اور اُسنے نہ رکھے ہون تو واجب ہے کہ اُسکی طرف سے ولی تین دن کے روزے رکھے نہ سات دن کے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ پورے دس دن کے روزے رکھیگا اور یہی قول اشبہ ہے اور جسپر نذر یا کفارے مین اونٹ واجب ہو اور وہ نہ ملے تو اُسپر سات بکریان وجب ہین اور جسپر قربانی واجب ہو اور مرجائے تو اُسے اُسکے اصل ترکے سے نکالین گے چوتھی طرف حج قران کی ہدی مین ہے کہ حج قران کرنے والا ہدی کو ہنکاتا ہے اور ہدی اپنے مالک کی ملک سے نہ نکلیگی اور اُسے پہونچتا ہے کہ اُس ہدی کے بدلے دوسری ہدی لیجائے اور جو چاہے اُسمین تصرف کرے گو اشعار اور تقلید کرچکا ہو مگر جبکہ اُسے ہنکا چکے گا تو ضرور ہے کہ اُسے منی مین نحر کرے اگر حج کا احرام باندھے ہو اور اگر عمرہ کا احرام باندھے ہو تو کعبہ کے پاس حزورہ مین ذبح کرنا چاہیے اور حزورہ حاے مہملہ کے زیر سے اور زاے منقوطہ کے سکون اور تخفیف اور واو کے زبر سے بعد اسکے راے مہملہ اور ہاے ہوز ہے یہ باہر مسجد کے ایک بلند مکان ہے کہ صفا اور مروہ کے بیچ مین ہے کہ ذبح کے سارے مکانون سے مکہ ہی بہتر ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مراد اِس سے یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد حج قران کرنیوالا میقات سے ہدی کو ساتھ لائیگا یا جس مقام سے

کہ اُسے احرام باندھنا جائز ہوگا اور اُسکی ملک سے نہ نکلجائیگی جس صورت مین اشعار اور تقلید بھی
کرچکا ہو مگر جبکہ اُسنے اشعار اور تقلید سے احرام باندھا یا احرام کی تاکید اُس سے کی ہو اس طرح سے
کہ احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہا ہو اور اشعار اور تقلید کو اُسکا موکد کیا ہو اسلیے کہ اگر ایسا کرچکیگا
تو پھر اُس ہدی کا بدل ڈالنا جائز نہین اور واجب ہے کہ نحر یا ذبح کرے اور ہدی مرجائے تو اُسکے
بدلے اور ہدی لانا واجب نہین اسلیے کہ ہنکانے اور لانیوالا ضامن اور ذمہ دار نہین ہے اور نہ وہ
ہدی مضمون ہے یعنی نہ ذمہ داری رکھی گئی ہے مثل اسکے کہ کفارے کی بدل ہو تو واجب ہے کہ اُسکے
بدل کو اُسکی جگہ پر لین اور اگر وہ ہدی ہنکائے سے ذبح کے مقام تک نہ پہونچ سکے تو جائز ہے کہ
جہانتک وہ پہونچی ہے اوسی مقام پر ذبح یا نحر کرڈالے اور کوئی پہچان اُسپر کردے کہ وہ اسپر
دلالت کرے کہ یہ ہدی ہے جیسے اُسکے پانؤن کو اُسکے خون کے اندر کردین یا اُس مقام پر لکھکے
چھوڑدین کہ یہ ہدی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جب ہدی ہنکانے سے ذبح کے مقام
نہ پہونچ سکے تو جہان تک کہ پہونچی ہے وہین اُسے ذبح کرڈالے اور ہدیون کے ذبح کے مقام تک
پہونچانا واجب نہین - اور اگر ہدی کو کوئی شکستگی پہونچے جیسے پانؤن یا ہاتھ ٹوٹ جائے تو جائز ہے
کہ اُسے بیچڈالے اور بہتر یہ ہے کہ اُسکی قیمت کو تصدق کردے اور اُسکی جگہ دوسری ہدی مول
لے لے اور ہدی ہنکانے سے صدقہ کے لیے اس معنی سے معین نہین کہ اُسکے گوشت کو تصدق ہی کرنا
چاہیے بلکہ اُسکا ذبح کرنا واجب ہے بعد اُسکے اُسکے گوشت کو جو چاہے کرے مگر جبکہ مانا ہو کہ اُسکے
گوشت کو تصدق کردیگا اور اگر کوئی ہدی کو چرالے اور اُسنے محافظت مین بے پروائی نہ کی ہو
تو لیجانیوالا ذمہ دار نہین کہ اُسکے بدلے مین اور لائے اور اگر گم ہوجائے اور جسنے کہ پائی ہے وہ
اُسے ذبح کرے تو اُسکے اصل مالک کے لیے کافی ہے اور اگر گم ہوجائے اور اُسکی جگہ اُسکے بدلے
مین لائے اور اسکے بعد وہ گم ہوئی ملجائے تو اُسی کو ذبح کرے اور اس نو خرید بدل کا ذبح کرنا
واجب نہین اور اگر دوسری نو خرید کو ذبح کرے تو مستحب ہی کہ پہلی کو ذبح کرے مگر جبکہ اُسکے ذبح کی
نذر کی ہو تو اس صورت مین اُسی کا ذبح کرنا واجب ہے اور ہدی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز ہے
جس صورت مین اُسے سواری مضر نہو اور اُسکے دودھ کا کھانا جائز ہے جبتک کہ اُسکے بچے کو کہ وہ ہدی
نہین مضر نہو اور جو ہدی کہ واجب ہو مثل کفارون کی قربانیون کے تو جائز نہین کہ قصاب کو

اُسمین سے کچھ دین اور کچھ پوست مین سے اسکے لیجانیوالے کو لینا جائز نہین اور اُسکے گوشت کا بھی
کھانا کفارہ کرنیوالے کو جائز نہین بس اگر اُسمین سے کچھ لیا ہے تو اُتنے کی قیمت تصدق کرے
اور جو کہ اونٹ کے نحر کرنے کی نذر کرے بس اگر نحر کے لیے کوئی مقام نذر مین معین کرے تو اُسی
مقام مین نحر کرنا واجب ہی اور اگر معین نکرے اور مطلق چھوڑ دے تو چاہیے کہ اُسے مکہ مین نحر
کرے اور سنت ہی کہ لیگئی ہوئی ہدی مین سے کچھ کھاوے اور تیسرے حصے کو صدقہ کرے اور دوسرے
تہائی حصے کو ہدیہ بھیجے جسطرح کہ حج تمتع مین کرتا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہانے کہا ہے
کہ سیاق یعنی ہنکائی قربانی کہ حج قران مین عمل مین آتی ہے واجب نہین کہ اُسکے گوشت کو
تصدق کرین بلکہ نحر یا ذبح واجب ہے اور اُسکے گوشت کو جو چاہے کرے یعنی آپ کھائے اور
دوستون کو ہدیہ بھیجے یا تصدق کرے مگر جسنے نذر کیا ہو کہ مستحقون کو دیدیگا تو اُس صورت مین تصدق
کرڈالنا واجب ہوگا اور شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اسکے ہدی تمتع کی طرح تین حصے کرنا چاہیے
جسطرح کہ بیان ہوچکا۔ اور یہی مستحب قربانی کے گوشت کا حکم ہے پانچوین طرف قربانی کے
باب مین ہے۔ قربانی کا وقت منی مین چار دن تک ہی اور اُسکا پہلا دن عید کا دن ہی اور اور شہرون
مین تین دن ہین اور مستحب ہی کہ قربانی کے گوشت مین سے کچھ کھائین اور اُسکے گوشت کے جمع
کرکے رکھنے مین کوئی ڈر نہین اور مکروہ ہے کہ اُسکے گوشت کو منی کے باہر نکالین اور کوئی ڈر نہین
اگر دوسریکے گوشت کو برابر وہین سے بدل لائین اور جو کہ واجب ہدی کو ذبح کریگا قربانی مین بھی محسوب
ہوگا اور اگر دونون قربانیان کرے تو بہتر ہے اور جسے جانور قربانی کا نہ ملے وہ اُسکی قیمت تصدق کردے
اور اگر اُسکی قیمت مختلف ہو تو اعلی اور اوسط اور ادنی قیمتون کو جمع کرے اور اُسکی تہائی کو
تصدق کرے اور مستحب ہی کہ اُس جانور کی قربانی کرین کہ جسے مول لیا ہو اور مکروہ ہے کہ اپنے پالو
جانور کی قربانی کرے اور مکروہ ہی کہ قربانی کی کھال مین سے خود لے یا قصاب کو دے اور بہتر یہ ہے کہ
اُسے بھی تصدق کردے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ قصاب کو دینے مین کراہت ذبح کی
اُجرت مین دینے سے مشروط ہے اور اگر قصاب فقیر ہو تو فقرا کے حصہ مین سے اُسے دینا جائز ہے
تیسری عبادت حلق اور تقصیر ہے اور جب ذبح سے فارغ ہو تو مختار ہی خواہ حلق کرے یعنی سر منڈوائے
یا تقصیر کرے یعنی ناخن کٹوائے یا بال کم کرے اور حلق بہتر ہے خصوصاً نئے حج کرنے والے کو اور اُسکو جو

شہد اور گوند جوئون کی محافظت کے لیے سر پر ملے ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ انھین کافی نہین
مگر حلق اور پہلا قول اظہر ہے اور سر منڈوانا عورتون پر نہین اور انکے حق مین تقصیر متعین ہے
اور عورتین حلق سے تقصیر پر اکتفا کرینگی کو کم کرنا بالون کا انگلی کے پور ہی بھر ہو اور تقصیر کی تقدیم
خانہ کعبہ کی زیارت پر طواف اور سعی کے لیے واجب ہے بس اگر کوئی زیارت کعبہ کو تقصیر پر عمداً
مقدم کریگا تو بکری سے تدارک کریگا اور اگر بھولے سے مقدم کر دیگا تو اوسپر کچھ نہین اور اوسپر طواف
کا اعادہ تقصیر کے بعد بنا بر اظہر کے واجب ہے اور منی مین سر منڈوانا واجب ہے اور وہان
سے کوچ کر چکے تو پھر آئے اور وہین حلق کرے اور جسکے سر پر بال نہون اوسے سر پر استرا پھروا لینا
کافی ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے جس کے سر پر بال نہون وہ داڑھی
ہی کے بالون کو کتروائیگا اور اگر وہ بھی نہو تو ناخن کٹوائے گا اسلیے کہ یہ حلق کے اختیاری
بدل ہین اور اگر داڑھی کے بال اور ناخن بھی نہون تو استرا سر پر پھروائے کہ یہ اضطراری
بدل ہے اور یوہین مسالک مین ہے اور ان عبادتون مین ترتیب واجب ہے اور عید کے
دن پہلے رمی ہے پھر ذبح ہے پھر حلق ہے پھر انہین سے اگر کسی کام کو کسی پر مقدم کرے گا تو گنہگار
ہوگا اور اعادہ نہین ہے یہان تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ محرم کے محل ہونے کے تین مقام ہین
پہلا سر منڈوانے یا ناخن یا بال کتروانے بعد محرم سب کامون سے محل ہو جاتا ہے مگر خوشبو لگانے
کے لیے محل نہین ہوتا ہے دوسرا جبکہ طواف زیارت کر لیتا ہے تو اوسپر خشبو کا استعمال حلال
ہو جاتا ہے تیسرا جب محرم طواف نساء کرتا ہے تو اوسپر عورتین حلال ہو جاتی ہین اور مکروہ ہیگا
سیے کپڑے کا پہننا یہانتک کے طواف زیارت سے فارغ ہو اور یوہین مکروہ ہے خشبو کا استعمال جبتک
طواف نساء سے فارغ ہو دوسرا مسئلہ جبکہ حاجی عید کے دن اپنی عبادتین بجا لا چکے بس بہتر
ہے کہ مکہ کو اوسی دن طواف اور سعی کے لیے جائے اور اگر تاخیر کرے تو دوسرے دن جائے اور یہ
حکم متمتع کے حق مین موکد ہے اور اگر اوس سے بھی تاخیر کریگا تو گنہگار ہوگا اور طواف اور سعی صحیح
رہیگی اور حج قران اور افراد کرنیوالے کو ان کامون مین تاخیر ماہ ذیحجہ کے پورے ہونے تک کراہت
پر جائز ہے تیسرا مسئلہ مکہ مین طواف اور سعی کو جانیوالے کے لیے بہتر ہے کہ غسل کرے اور ناخن
کٹوائے اور لبین کٹوائے اور دعا پڑھنا اور اپنے مطلب کو مانگنا جبکہ دروازہ مسجد پر متوقف ہو

قول طواف مین اور اسمین تین مقصد ہین پہلا مقصد طواف کے مقدمون مین بعضے اونمین سے واجب ہین اور بعضے سنت ہین بس واجبات مین طہارت ہے اور کپڑون سے اور بدن سے نجاست کا دور کرنا ہے اور ختنہ کیے ہونا ہے اور عورتون مین ختون ہونا معتبر نہین اور مستحبات آٹھ امر ہین مکہ مین داخل ہونے کو نہانا اور اگر کوئی عذر بہم پہونچے تو مکہ مین داخل ہونے کے بعد نہالے اور بہتر ہے کہ میمون نامے کنوئین کے پانی سے یا فخ نامے کنوئین کے پانی سے نہائے اور نہین تو اپنے گھر مین نہالے اور چبانا اذخر نامے گھانس کا اور اونچی طرف سے مکہ مین داخل ہونا اور ننگے پانون اور تمکین اور وقار سے اور مسجد الحرام مین داخل ہونے کے لیے نہانا اور بنی شیبہ کے دروازے سے وہان توقف کرنے کے بعد داخل ہونا اور سلام پیغمبر صلی اللہ علیہ پر بھیجنا اور ماثورہ دعا مین پڑھنا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہائے کہا ہے کہ بنی شیبہ کے دروازے سے داخل ہونے کے استحباب کا سبب یہ ہے کہ کعبہ کے بہت بڑے بت کو کہ ہبل نام تھا اسکی چوکھٹ کی مٹی کے نیچے دفن کیا ہے جو کہ اس دروازے سے آتا ہے اسے ٹھکراتا ہے اور اس زمانے مین باب بنی شیبہ مسجد مین داخل ہے اور باب السلام کے برابر ہے اور جو شخص کہ باب السلام سے داخل ہوتا ہے اور سیدھا جاتا ہے تو مسجد کے ستونون سے تجاوز کرنے تک ہبل اسکے پانؤن کے تلے آتا ہے دوسرا مقصد طواف کی کیفیت مین ہے اور وہ واجب اور سنت امرون پر مشتمل ہے بس واجب سات ہین نیت اور حجر اسود سے طواف کی ابتدا کرنا اور حجر اسود ہی پر ختم کرنا اور اپنی بائین طرف پر طواف کرنا یعنی خانہ کعبہ کو طواف مین بائین طرف لینا اور حجر اسمعیل کو اپنے طواف مین داخل کر لینا اور حجر اسمعیل ایک معین جگہ ہے اسے اپنے طواف کے دورے کے اندر لے یعنی اسکے باہر باہر سے دورہ کرے کہ حجر طواف مین داخل ہو جائے اور سات پھیرون مین طواف کو پورا کرنا اور طائف یعنی طواف کرنیوالے کا خانہ کعبہ اور مقام ابراہیم کے اندر ہونا ہے اور اگر طواف مین کعبہ کی نیو پر یا دیوار حجر پر جائے تو کافی نہین اور طواف کے لوازم مین سے یعنی واجبات مین کے واجب سے نماز طواف کی دو رکعتین ہین کہ یہ دونون واجب مین واجب ہین اور اگر ان دونون رکعتون کو بھول جائے تو اسی مقام پر پھر آنا واجب ہو اور اگر پھرنا شاق ہو تو انھین جہان کہ یاد آئین وہین بجا لائے اور اگر بے پڑھے مر جائے تو اسکا ولی ان دونون رکعتون کو قضا بجا لائے

چھہ مسئلے۔ پہلا مسئلہ واجب طواف مین سات پھیرون سے سوا بنا بر اظہر کے حرام ہین اور سنت طواف مین مکروہ ہین دوسرا مسئلہ طہارت واجب طواف مین شرط ہے نہ سنتی طواف مین یہانتک کہ مسنون طواف مین ابتدا کرنا بے طہارت کے جائز ہے ہرچند کہ طہارت بہتر ہے تیسرا مسئلہ نماز طواف کی دو رکعتون کا مقام ابراہیم علیہ السلام مین پڑھنا واجب ہے یعنی اُس مکان مین کہ جہان مقام ابراہیم اب ہے اور اُسکے سوا مین پڑھنا جائز نہین اور اگر لوگون کی کثرت سے وہانتک نہ پہونچ سکے تو عقب مین یا ایک طرف مین دو طرفون مین سے نماز طواف پڑھلے چوتھا مسئلہ جبکہ نجس کپڑے مین نجاست کا علم رکھتے ہوئے طواف کرے تو اُسکا طواف صحیح نہین اور اگر معلوم نہو کہ نجس ہے اور اگر اثنائے طواف مین معلوم ہو جائے تو اُسے بدن پر سے گرا دے اور طواف کو پورا کرے اور اگر طواف سے فارغ ہونے تک معلوم نہو تو اُسکا طواف صحیح ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر نجس کپڑے مین طواف کرے اور طواف کے اثنا مین معلوم ہو جائے کہ یہ کپڑا نجس تھا پس اگر آدھے پھیرون سے تجاوز کر چکا ہے تو اُس نجس کپڑے کو اپنے بدن پر سے گرا دے اور طواف کو پورا کرے اور نہین تو نئے سرے سے طواف کرے پانچوان مسئلہ نماز طواف کی واجب دو رکعتون کا پڑھنا جائز ہے ہرچند کہ ایسے وقتون مین ہون کہ جن مین نوافل پڑھنا مکروہ ہے چھٹا مسئلہ جو اپنے طواف مین کچھ کم کرے پھر اگر آدھے طواف سے بڑھگیا ہے جیسے چار پھیرے سات مین سے کر چکا ہے تو وہین سے پھر پڑیگا اور باقی کو بجا لائیگا اور اگر عود کرکے اپنے اہل مین پہونچ گیا ہے اور یاد آئے کہ کمی کر گیا ہے تو کسی سے کہدے کہ اُسکی طرف سے باقی پھیرے بجا لائے اور آدھے سے کم کیا ہو تو پھر آکر نئے سرے سے طواف کرے اور یہی حکم ہے جو کہ واجب طواف کو خانہ کعبہ مین جانے کے لیے یا کسی حاجت مین کوشش کے لیے توڑ ڈالے اور یہی حکم ہے اگر طواف کے اثنا مین بیمار ہو جائے اور بیماری استمرار کرے اس وجہ پر کہ اُسے کندھون پر اُٹھا کر یا پاؤن زمین پر گھسٹتے ہوئے طواف کروانا ممکن نہو تو اُسکی طرف سے طواف کروایا جائیگا اور یہی حکم ہے اگر اثنائے طواف واجب مین حدث یعنی طہارت توڑنے والی چیز صادر ہو اور اگر سعی مین داخل ہو جائے اور یاد آئے کہ طواف پورا نہین کیا تو پھر آئے اور باقی کو بجا لائے اگر آدھے سے تجاوز کر چکا ہو اور اسکے بعد سعی کو بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مصنف علیہ الرحمہ نے

طواف میں قید واجبی طواف سے دی ہے اسلیے کہ اگر سنتی طواف کعبہ میں داخل ہونے کے لیے یا اور کسی حاجت کے لیے توڑ ڈالیگا خواہ آدھے سے تجاوز کیا ہو یا نکیا ہو بنا دہین پر کریگا اور حاجت اس سے عام ہے کہ اپنی ہو یا اور کسی مومن کی ہو اور اگر طواف کے اثنا مین کوئی نجاست اُسے عارض ہو تو اُسکا ازالہ کرے اور اگر آدھے سے تجاوز نہین کیا ہے تو نئے سرے سے طواف بجالائے اور اگر آدھے سے تجاوز کرچکا ہے تو اُسی پر بنا کرکے باقی کو بجا لائیگا اور فقہا نے کہا ہے کہ قضائے حاجت مین یا ازالۂ نجاست مین معتاد بھر توقف چاہیے اور واجب نہین کہ معتاد سے کم توقف ہو اور اگر معتاد پر زیادہ توقف کریگا بے عذر کے تو قطع طواف کا حکم رکھتا ہے نئے سرے سے طواف کرنا چاہیے طواف کے سنتی امر چند رہ ہین حجر اسود کے پاس کھڑے ہونا اور حمد وثنائے الٰہی بجالانا اور صلوات نبی پر اور آل نبی پر بھیجنا اور دعا کے لیے دونون ہاتھون کو اُٹھانا اور اصح قول پر حجر اسود کو ہر پھیرے مین چھونا اور حجر اسود کو چومنا اور اگر اُسکے چومنے پر قادر نہو تو ہاتھ حجر کو چھوا کر ہاتھ کو چومے اور اگر ہاتھ کٹا ہو تو جائے قطع کو حجر تک پہونچائے اور اگر ہاتھ ہی نرکھتا ہو تو اشارے ہی پر اقتصار کرے اور یہ دعا پڑھے اَمَانَتِیْ اَدَّیْتُھَا وَ مِیْثَاقِیْ تَعَاھَدْتُہٗ لِتَشْھَدَ لِیْ بِالْمُوَافَاۃِ اَللّٰھُمَّ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ آخر تک اور طواف مین دعا کرے اور خدا کا ذکر اطمینان اور وقار سے کرے اور اپنی چال مین میانہ روی اختیار کرے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ تین پھیرون مین تیز اور چار مین بیچ کی چال چلے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ یُمْشٰی بِہٖ عَلٰی ظُلَلِ الْمَاءِ آخیر تک کہ عبادت کی کتابون مین مذکور ہے اور ساتوین پھیرے مین مستجار کو کہ وہ کعبہ کی دیوار کا ایک حصہ ہے پکڑلے کہ کعبہ کے دروازے کے برابر رکن یمانی کے نزدیک اور اپنے دونون ہاتھ کعبہ کی دیوار پر پھیلا دے اور لپٹا دے اپنے پیٹ کو اور منھ کو اور دعائے ماثور پڑھے اور اگر مستجار سے رکن تک بڑھ جائیگا تو نہ پڑھے گا اور لپٹے سارے رکنون سے اور سنت موکدہ ہے کہ جہان حجر اسود ہے اور رکن یمانی ہے اور مستحب ہے کہ تین سو ساٹھ طواف کرے اور اگر نہو سکین تو تین سو ساٹھ پھیرے اس مین کرے اور جو کچھ سات سے اس عدد مین زیادہ ہین اُسے اخیر کے طواف مین ملا دے اور اس صورت مین سات سے زیادہ پھیرے کی کراہت اس اعتبار سے ساقط ہو گی اور نماز طواف کی دو رکعتون مین کی پہلی رکعت مین الحمد قل ھو اللہ کے ساتھ اور

دوسری مین قل یا ایہا الکافرون کے ساتھ پڑھے اور جو کہ واجب طواف مین سات پھیرو نپر بھولے سے بڑھا دے تو انھین پورے چودہ کرکے دو طواف بجا لائے اور فریضہ طواف کے پہلے پڑھے اور نماز سعی سے فراغ کے بعد پڑھے اور خانہ کعبہ کے نزدیک طواف کرے اور دعا اور قرآن کے پڑھنے کے سوا طواف مین بولنا مکروہ ہے تیسرا مقصد طواف کے حکمون مین ہے اور اسمین بارہ مسئلے مین پہلا مسئلہ طواف حج کا رکن ہے جو اسے عمداً ترک کریگا اسکا حج باطل ہوجائے گا اور اگر بھولے سے ترک کریگا تو قضا بجا لائیگا گو حج کے افعال کے بعد ہو اور اگر مکہ مین پھر آنا متعذر ہو تو دوسرے کو طواف کے لیے نائب کرے جو طواف سے فارغ ہونے کے بعد گنتی مین شک کرے تو اُس شک کی طرف التفات نکرے اور اگر طواف کے اثنا مین شک ہو کہ سات سے زیادہ ہوگئے تو طواف کو قطع کرے اور اسپر کچھ نہین ہے اور اگر سات سے کم ہونے مین شک ہو پس اگر طواف واجب ہے تو نئے سر سے طواف بجا لائے اور اگر سنت ہو تو زیادہ کم پر بنا کرکے پورا کرے دوسرا مسئلہ جو کہ بھول کر سات پھیرون سے زیادہ طواف مین کرے اور حجراسود والے رکن پر پہونچنے سے پہلے یاد آئے تو وہین سے قطع کر دے اور اُسپر کچھ نہین تیسرا مسئلہ جو کہ طواف کرے اور یاد آئے کہ طہارت نہین کی تھی پس اگر طواف واجب ہے تو اعادہ کریگا اور اگر سنتی ہے تو اعادہ نکریگا اور نماز طواف کا اعادہ کریگا اگر واجب ہو تو واجب کی نیت سے اور اگر سنت ہے تو سنت کی نیت سے چوتھا مسئلہ جو طواف زیارت کو بھولجائے اور یہانتک یاد نہ آئے کہ گھر پہونچ جائے اور اپنی زوجہ سے ہمبستر ہو تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُسپر اونٹ کی قربانی اور طواف کی قضا کے لیے مکہ مین پھر آنا واجب ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُسپر کفارہ نہین اور یہی اصح قول ہے اور پہلے قول کو اسپر حمل کیا ہے کہ جب طواف بھول آنے کو یاد کرے اور زوجہ سے ہم بستر ہو اور اگر طواف نساء کو بھول آئے تو جائز ہے اُسے کہ نائب بھیجدے اور اگر مر جائے تو اُسکا ولی اُسکی نیابت سے قضا بجا لائے پانچوان مسئلہ جو طواف کر چکے تو اُسے سعی کی تاخیر مین دوسرے دن کی صبح تک اختیار ہے اور اسکے بعد قدرت رکھنے پر تاخیر جائز نہین چھٹا مسئلہ حج تمتع کرنیوالے کو طواف اور سعی مین اتنی تاخیر کرنا واجب ہے کہ عرفات اور مشعر مین وقوف کرے اور عید کے متعلقہ اعمال کو بجا لائے اور اس سے پہلے طواف کرنا

جائز نہین ہے مگر جو کہ بیمار ہو یا وہ عورت جو حیض آنے سے ڈرتی ہو یا عاجز بڈھا ہو اور کراہت سے
تقدیم طواف اور سعی کی حج قران اور افراد کرنے والے کو جائز ہے ساتوان مسئلہ کسی
حج تمتع کرنیوالے کو نہ غیر تمتع کرنیوالے کو سعی پر طواف نساء کی تقدیم اختیار سے جائز نہین اور
اضطرار اور حیض آنے سے دیر کی صورت مین جائز ہے آٹھوان مسئلہ جو کہ بھولے سے طواف
نساء کو سعی پر مقدم کرے تو اُسکا طواف کافی ہے اور اگر عمداً مقدم کرے تو کافی نہین
نوان مسئلہ بعضے فقہانے کہا ہے کہ طواف کرنا اس حال مین جائز نہین کہ طائف کے سر
برطلّہ ہو اور یہ ایک لنبی ٹوپی ہے کہ جسے اگلے زمانے مین پہنتے تھے اور مروی ہے کہ یہودیونکا
لباس تھا اور سب علماء مین سے وہ شخص ہین کہ جنھون نے اسے عمرہ کے طواف سے مختص
کیا ہے کہ عمرہ کے طواف مین سر کا ڈھانکنا حرام ہے اور طواف حج مین سر مُنڈوانے سے
اُسے محل ہو جاتا ہے اور حرام نہین جیسا کہ گزر چکا دسوان مسئلہ جو نذر کرے کہ چارون
ہاتھ پانؤن سے طواف کرونگا تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُسپر دو طواف بجا لانا واجب ہین
اور بعضے کہتے ہین کہ یہ نذر منعقد نہوگی اور بعضون نے کہا ہے کہ دو طوافون کا وجوب جب ہوگا
جب نذر کرنیوالا عورت ہو اسلیے کہ روایت عورت کے باب مین وارد ہوئی ہے اُسی پر اقتصار
کرنا چاہیے گیارھوان مسئلہ کوئی مضائقہ نہین اگر آدمی دوسرے پر طواف کے پھیرون کی
گنتی کرنے مین اعتماد کرے اسلیے کہ دوسرے کا شمار بھی گنتی مین مثل علامت رکھنے کے ہے اور اگر
دونون کو گنتی مین شک پڑے تو اگلے حکمون پر جو مذکور ہو چکے ہین اعتماد کرین بارھوان مسئلہ
عمرہ مفردہ مین اور حج مین طواف نساء واجب ہے اور عمرہ متمتع بہا مین واجب نہین اور یہ طواف
نساء مردون پر اور عورتون پر اور لڑکون پر اور خنثی پر اور خواجہ سراؤن پر بھی واجب ہے قول
صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی مین ہے اور سعی کے مقدمے دس ہین سب کے سب سنت ہین
طہارت اور استلام حجر یعنی چھونا ہے اور آب زمزم پینا اور بدن پر اُس ڈول سے جو حجر کے مقابل
ہے زمزم کا پانی ڈالنا اور حجر کے سامنے کے دروازے سے نکلنا اور صفا کے اوپر چڑھنا اور رکن
عراقی کے مقابل ہونا اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لانا اور صفا پر کے وقوف مین دیر کرنا اور تکبیر خدا تعالیٰ
سات بار کہنا اور سات بار تہلیل کہنا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ

وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہین اسحال
مین کہ وہ یکتا ہے کوئی اُسکا شریک نہین اُسی کے لیے ملک کی بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے
ساری تعریفین ہین وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہی ایسا زندہ ہے کہ جسے موت نہین
اُسی کے اختیار مین نیکی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے - اور تین مرتبہ ماثور دعا جو عبادت کی
کتابون مین مذکور ہے پڑھے اور سعی مین چار امر واجب ہین نیتؔ اور صفا سے شروع کرنا اور مروہ
پر ختم کرنا اور سات مرتبہ سعی کرنا اور جانیکو ایک اور آنے کو دوسرا پھیرا گننا چاہیے اس طریق سے
جبکہ صفا سے نکلے تو ایڑی صفا کی پہلی سیڑھی پر لگائے اور جب مروہ پر پہونچے تو اپنے پیرون کو مروے
پہلے زینے پر لگائے اور سعی مین چار چیزین مستحب ہین پیدل جانا اور اگر سوار ہو کر بھی جائے تو جائز ہے
اور اُسکے دونون طرف پیدل جانا اور منارہ اور کوچۂ عطار مین ہرولہ یعنی پوئی دوڑنا خواہ پیدل ہو
یا سوار ہو اور فقہا نے کہا ہے کہ پوئی جانا مردون کے لیے اور لڑکون کے لیے مستحب ہے نہ عورتون
کے لیے اور نہ چھوٹی لڑکیون کے لیے اور ہرولہ ایک قسم کی رفتار ہے کہ فارسی زبان مین لوک لوک
دوڑنے کو کہتے ہین اور اہل لغت کہتے ہین کہ ہرولہ تیز دوڑنے اور قدم قدم چلنے کے درمیان کی
حرکت ہے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ ہرولہ سے تیز چلنا مراد ہے اور بس اسی سرعت سے
قدم ایک دوسرے پر رکھے - اور اگر پویہ دوڑنے کو بھولجائے تو اُلٹے پاؤن پھرے اور پیچھے پھر کر
نہ دیکھے پھر وہان تک جائے اور ہرولہ بجا لائے اور دوڑنے کے وقت دعا پڑھے اور سعی کے بیچ مین دم
لینے کے لیے بیٹھنے مین کوئی مضائقہ نہین اور اِس باب سے کئی مسئلے ملحق ہین پہلا مسئلہ سعی حج
مین رکن ہے جو اسے عمداً چھوڑ دیگا اُسکا حج باطل ہوگا اور اگر بھولکر چھوڑ دے تو بجا لانا واجب ہے
اور اگر مکہ سے نکل آئے تو سعی کے لیے پھر جائے اور اگر سعی کے لیے پھر کر جانا مشکل ہو تو سعی بجا لانے کو
اپنی طرف سے نائب بھیجے دوسرا مسئلہ جائز نہین کہ سات پھیرون سے زیادہ کرے اور اگر عمداً
سات سے زیادہ کریگا تو سعی باطل ہو جائیگی اور اگر بھولے سے زیادہ کر جائیگا تو سعی باطل نہ ہوگی
اور جسے پھیرون کی گنتی کا تو یقین ہو اور شک اس امر مین ہو کہ شروع صفا سے کی ہے یا مروہ سے
کی ہے بس اگر عدد کے جوڑے مین صفا پر ہو تو بیشک اُسکی سعی صحیح ہے اِسلیے ابتدا اُسنے پہاڑ سے
کی تھی اور اگر جبٹ عدد مین مروہ پر ہو تو سعی کا اعادہ کرے اسلیے کہ معلوم ہوگیا کہ صفا سے شروع

نہین ہوئی ہے مروہ سے شروع ہوئی ہے اور اگر اسکے عکس سے ہے یعنی اگر طاق کے عدد مین مروہ پڑے توسعی صحیح ہے اور اگر صفا پڑے تو باطل ہے تیسرا مسئلہ جسے نہ معلوم ہو کہ کتنے پھیرے کیے ہین وہ اعادہ کرے گا اور جسے پھیرون کی گنتی مین کمی کا یقین ہو وہ کمی کو بجا لائیگا اور اگر عمرہ تمتع کی سعی مین کمی کرے اور گمان کرے کہ پورے پھیرے کرچکا ہے اور محل ہوجاے اور عورتون سے ہمبستری کرے اور اسکے بعد یاد آئے کہ سعی کے پھیرون مین کمی ہوئی ہے تو اُسپر ایک گاے کی قربانی اور سعی کی کمی کا پورا کرنا ایک روایت کے موافق واجب ہے اور یونہین حکم ہے اُس شخص کا کہ جو ناخن یا بال کتروائے اور پھر یاد آئے کہ سعی کے پھیرون مین کمی واقع ہوئی ہے چوتھا مسئلہ اگر سعی کرنے کے حال مین نماز فریضہ کا وقت داخل ہوجائے توسعی توڑکر فریضہ کو بجا لائے اور نماز کے بعد باقی سعی کو پورا کرے اور یونہین پورا کریگا جو اپنی کسی حاجت کے لیے یا اورکسی برادر مومن کی حاجت کے لیے سعی قطع کریگا **پانچوان مسئلہ** سعی کو طواف پر مقدم کرنا جائز نہین پھر اگر کوئی سعی کو طواف پر مقدم کریگا تو طواف کے بعد پھر سعی کو بجا لائیگا اور اگر سعی کے اثنا مین یاد آئے کہ طواف مین سے کچھ رہگیا ہے توسعی کو توڑکر طواف کو پورا کریگا پھر سعی کو پورا کریگا **قول منی مین پھر کر آنے کے حکمون مین** جبکہ حاجی مکہ کے متعلق طواف زیارت اور سعی اور طواف نساء بجا لاچکے تو اُسے رات کو رہنے کے لیے منی مین پھر آنا واجب ہے اور اُسپر واجب ہے کہ گیارھوین اور بارھوین رات کو منی مین رہے اور اگر ان دو راتون کو کہین اور منی کے سوا گزرانے گا تو ہر رات کے کفارے مین ایک ایک دنبہ قربانی کرنا واجب ہوگا مگر مکہ مین ان راتون مین رہے اور ساری رات خدا کی عبادت کرے یا آدھی رات کے بعد منی سے نکلے تو اُسپر کچھ نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ آدھی رات کے بعد نکلنا مشروط ہے اِس سے کہ مکہ مین داخل نہو مگر صبح کے بعد اور بعضون نے کہا ہے کہ تشریق کی راتونکو جو منے کے سوا کہین گزرانیگا اُسپر تین دنبے قربانی کرنا لازم ہونگے اور یہ قول اِسپر محمول ہے کہ تیسری رات کو آفتاب کا غروب اِس حال سے ہو کہ منی مین ہوا اور وہان رات کو رہے اسلیے کہ اگر آفتاب کے غروب کے پہلے کوچ کریگا تو تیسری رات کا رہنا اُسپر واجب نہین یا جسنے کہ خشکی کے شکار اور عورتون کی ہمبستری سے پرہیز نکیا ہو کہ اِس صورت مین واجب ہے کہ تین راتین منی مین رہے اور واجب ہے کہ تشریق کے دنون

اور ہر دن تینوں جمروں کی رمی کرے اور ہر جمرہ کو سات سات پتھریاں مارے اور پہلے اس رمی کی [illegible]
جو بیان ہوئی ہیں یا دو ترتیب [illegible] پہلے جمرے کی رمی سے ابتدا کرے اور پھر جمرۂ وسطی [illegible]
درمیان کے جمرے کی رمی کرے [illegible] اور اگر برعکس کریگا تو جمرۂ وسطیٰ اور [illegible] کی
رمی کا اعادہ کریگا کہ ترتیب [illegible] رمی کا وقت طلوع [illegible]
اور رات کو رمی کرنا جائز نہیں مگر [illegible] جیسے کسی دشمن سے ڈرتا ہو یا بیمار ہو کہ دن کو رمی [illegible]
طاقت نہ رکھتا ہو یا چرواہا ہو کہ [illegible] بکری چراتا ہو اور فرصت نہ رکھتا ہو یا بندہ ہو اور جو
کہ چار پتھریاں ایک جمرہ کی [illegible] پھر دوسرے جمرے کی رمی کرنے لگے تو پہلے جمرے کی
باقی رمی پوری کریگا پھر [illegible] کہ ترتیب حاصل ہو جائے اور اگر ایکدن کی رمی بھول جائے
تو اسکی قضا دوسرے دن ترتیب سے بجا لائے کہ پہلے گزرے دن کی رمی کی قضا کرے پھر [illegible]
دن کی رمی کرے اور سنت ہے کہ گزشتہ دن کی رمی اول دن کرے اور اس دن کی رمی زوال
کے وقت کرے اور اگر جمروں کی رمی بھول جائے یہانتک کہ مکہ میں پہونچ جائے تو پھر آئے اور رمی
بجا لائے اور اگر مکہ سے باہر چلا گیا ہو اور یاد آئے اور رمی کا زمانہ بھی گزر گیا ہو تو [illegible]
بس اگر دوسرے سال پھر آئے تو اس قضا رمی کو بھی بجا لائے اور اگر معذور ہو اور رمی کی [illegible]
نہ رکھتا ہو جیسے بیمار ہو تو نائب کرنا بھی جائز ہے کہ وہ اسکی طرف سے رمی بجا لائے اور سنت ہے
کہ آدمی منی میں تشریق کے دنوں میں اقامت کرے اور پہلے جمرے کی رمی اپنے [illegible]
کہ بائیں طرف جمرہ ہو گا کرے بسطرح کہ روایت میں وارد ہوا ہے اور کتاب کے بعض نسخوں میں
عن یمینہا یعنی جمرہ کے داہنے سے شروع کرے واقع ہوا ہے اور یہی قواعد علامہ کی عبارت
کے موافق ہے اور یہی بعضے فقہا کی کتابوں میں ہے اور کھڑا ہو اور دعا پڑھے اور [illegible]
دوسرے اور تیسرے جمروں کی رمی کرے اس حال سے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ اور جمرے کی طرف
منہ ہو اور تیسرے جمرے کے پاس توقف نکرے اور منی میں تکبیر کہنا مستحب ہے اور بعضے واجب
کہتے ہیں اور اسکی صورت یہ ہے اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر علیٰ ما ہدانا والحمد للّٰہ علیٰ ما اولانا
ورزقنا من بہیمۃ الانعام یعنی اللہ بڑا ہے ہر چیز سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور اللہ
سب سے بڑا ہے اوپر اس بات کے کہ ہمیں سیدھی راہ پر پہونچا دیا ہے اور سب تعریفیں [illegible]

کہ ایسے ہین اِس بات پر کہ ہمین نعمت دی کہ [illegible] چوپائے جانورون سے رزق عطا
فرمایا ہے۔ اور یہی سبسے پہلے کوچ کے دن کہ وہ بارھوین ذیحجہ کی ہے اُس شخص کو جسنے عورتون کی
ہمبستری سے اور خشکی کے شکار سے اپنے احرام مین پرہیز کیا ہو کوچ کرنا جائز ہے اور دوسرا کوچ
ذیحجہ کی تیرھوین ہے اور جو پہلے دن کوچ کرے تو اُسے زوال کے بعد ہی کوچ جائز ہے اور
دوسرے کوچ مین زوال کے پہلے بھی کوچ جائز ہے اور سنت ہے پیش نماز کو خطبہ پڑھنا اور
اِس مسئلے سے لوگون کو خبردار کرنا اور جسنے کہ اپنے حج کے اعمال مکہ مین ادا کیے ہون تو تینون
جمرون کی رمی کے بعد اُسے کوچ کرنا جائز ہے اور جہان چاہے چلا جائے اور جسے کچھ مکہ کے
اعمال مین سے باقی رہگیا ہو تو اُسے اُس باقی کے بجا لانے کو پھر مکہ مین جانا واجب ہے
کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کوئی شرعی حد یا تعزیر یا قصاص کا موجب کوئی کام کرے
اور حرم مین پناہ لے تو اُسے کھانے پینے مین ایسا تنگ کرین کہ خود حرم سے نکل آئے اور اگر
نامشروع کام تعزیر اور حد یا قصاص کا موجب حرم مین کرے تو اُسکے گناہ کی پاداش وہین
حرم مین کرینگے دوسرا مسئلہ مکہ کے گھرون مین سے کسی گھر مین کسیکو رہنے سے روکنا مکروہ ہے
اور بعضے فقہا نے حرام کہا ہے اور پہلا قول اصح ہے تیسرا مسئلہ خانہ کعبہ سے ہر کسی کو اپنے گھر کا
بلند کرنا حرام ہے اور بعضے مکروہ کہتے ہین اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ کراہت ہی اقوی
ہے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث اسی کراہت مین ظاہر ہے چوتھا مسئلہ حرم مین سے
کسی کی گری پڑی چیز اُٹھانے سے حلال نہین ہوتی ہے تھوڑی ہو یا بہت ہو اور ایک سال تک پہچنوا مین
جسطرح سے کہ لقطہ مین یعنی پڑی چیز پانے مین بیان ہوگا اور اسکے بعد اگر چاہے اُسکے مالک کی طرف
سے تصدق کردے اور اگر مالک پیدا بھی ہو تو اُسپر اُسکا تاوان دینا لازم نہین اور اگر چاہے اپنے
پاس امانت رکھے جب اُسکا مالک ملجائے اُسے دیدے پانچوان مسئلہ جو لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی زیارت ترک کرین تو حکام کو چاہیے کہ اُنپر جبر کرین کہ حضرت کی زیارت کرین اسلیے کہ
حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نہین کی اُسنے مجھپر جفا کی اور پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ پر جفا کرنا حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مخفی نرہے کہ زیارت حضرت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مین سنت ہے اور حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی پر واجب

اسلیے کہ اسکا ترک حضرت پر جفا کا موجب ہی اور یہ حرام ہے اور سنت کا ترک حرام نہین اسلیے بعضے فقہا نے حدیث کی صحت کا حکم کیا ہے مگر اکثر فقہا حدیث کی صحت کے قائل ہوے ہین اور کہا ہے کہ سنتین بھی استحباب کی تاکید مین اس پایہ پر پہونچی ہین کہ انکا تارک عقوبت کا مستحق ہو جاتا ہے جیسے اذان کہنا ہے کہ اگر شہر کے سبکے سب اتفاق کر کے چھوڑ دین تو حاکم کو واجب ہے کہ اذان کہنے کے لیے انپر جبر کرے اور اگر پھر ترک کرین تو انسے قتال کرے مگر یہ دلیل عقوبت دنیوی کی مستحب کے ترک پر ہے نہ عقوبت اخروی کے مستحب کے ترک پر دلیل ہے کہ پیغمبر پر جفا کرنیکو لازم ہے۔ اور سنت ہے کہ منی کے اعمال بجا لانے کے بعد کعبہ معظمہ کے وداع کے لیے پھر مکہ مشرفہ مین جائے اور مراجعت کے پہلے چھ رکعت نماز مسجد خیف مین بجا لائے اور موکد سنت ہے کہ منارے کے پاس کہ وسط مسجد مین ہے پڑھے اور منارے کے پاس بلند زمین پر کہ تیس گز شرعی قبلہ رخ اور اسیطرح داہنے اور بائین ہے اور سنت ہے تحصیب یعنی حصبا مسجد مین آنا اس شخص کو جو اخیر یعنی تیرھوین کو کوچ کرے اور اس مسجد مین چت لیٹنا اور فقہا نے کہا ہے کہ مسجد حصبا اس زمانہ مین معلوم نہین کہ کہان ہے اور مندرس ہوگئی اسکا کوئی نشان باقی نہین رہا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اس مسجد مین تشریف فرما ہوتے تھے اور اس زمانے مین محصب نام ایک مشہور مقام جو کہ مکہ اور عقبہ کے درمیان ہے اسمین نزول ہوتا ہے اور جب مکہ کی طرف عود کرے تو سنت ہے کہ کعبہ مین داخل ہو اور نئے حج کرنیوالے کے حق مین موکدہ سنت ہے اور مکہ مین داخل ہونے کے لیے غسل کرے اور دو رکعت دو اسطوانون کے بیچ مین سنگ سرخ ہے کہ مولد جناب امیر علیہ السلام ہے پڑھے اور پہلی رکعت مین سورہ الحمد اور حم سجدہ اور دوسری رکعت مین حم سجدہ کی آیتون کی گنتی کے برابر قرآن کی آیتین پڑھے اور وہ چون یا ترپن آیتین ہین اور خانہ کعبہ کے ہر ہر کنج مین دو دو رکعت نماز پڑھے اور اسکے بعد ماثور دعا پڑھے اور استلام یعنی لمس ارکان کرے خصوصا رکن یمانی کا اور اسکے بعد خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرون سے کرے اسکے بعد پھر استلام ارکان کرے اور مستجار کا استلام کرے یعنی اپنے پیٹ کو اس سے چپکا دے اور دعا ئونمین سے جسے چاہے اختیار کرے اور اسکے بعد چاہ زمزم آئے اور اسکا پانی پیے بس باہر دعا پڑھتا ہوا نکلے اور سنت ہے کہ حناطین یعنی گیہون والون کے دروازے سے نکلے اور شیخ شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ دروازہ رکن شامی کے برابر ہے اور

شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس وقت وہان اُسکا کوئی نشان ظاہر نہین اسلیے کہ مسجد کو وسیع کیا ہے اور سجدہ کرے اور قبلہ کی طرف منھ کرے اور دعا کرے اور ایک درہم سکے خرمے سے اور احرام کی احتیاط کے واسطے تصدق کرتے ہے یعنی جو فعل کہ منافی احرام سہواً عمل مین آیا ہو تو اُسکا تدارک کرے اور حج مین نجاست خوار اونٹ پر سوار ہونا مکروہ ہے اور حج کرکے جانیوالے کو پھر آنیکا قصد کرنا مستحب ہے اور مکے کے باہر سے آنیوالے مجاوروں کو کعبہ مین نماز پڑھنے سے طواف بہتر ہے اور مکہ کے رہنے والوں کو طواف کرنے سے نماز پڑھنا بہتر ہے اور مکہ کا مجاور ہونا مکروہ ہے اور اسکی وجہ مین یون بیان کیا ہے کہ مبادا مجاورت کے سبب سے کوئی ملال دل مین مکان مقدس کیطرف سے آجائے کہ بزرگی کعبہ کی اُسکی نظر مین کم ہو جائے یا اُس سے کوئی معصیت وہان ہو جائے کیونکہ عذاب وہان کی معصیت کا اور جگہ سے بڑھکر ہے اور سنت ہے جو کہ مدینہ منورہ کیطرف سے آئے معرس مین کہ میم کے پیش اور عین مہملہ کے زبر اور زبر و اور رے کی تشدید اور سین سے ایک مسجد کا نام ہے کہ مسجد شجرہ کے پاس ہے اُترے کہ مدینہ منورہ کی سر راہ ہے اور دو رکعت نماز وہان بجا لائے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ بعضی روایتون مین مکہ معظمہ کی مجاورت کا استحباب بھی وارد ہوا ہے اور کہا ہے کہ یہ استحباب اُس شخص کے لیے ہے جو اِن محذورون مین پڑنے سے کہ کراہت کا سبب ہین مطمئن ہو اور جب کراہت کا سبب روایت مین وارد ہو چکا ہے تو کہہ سکتے ہین اور مشرف مکانون مین بھی انھین سببون سے اقامت کرتا رہیگا اور یہ قیاس اُس قبیل سے ہے کہ جسکی علت منصوص ہو چکی ہو نہ مطلق قیاس کہ باطل ہے۔ تین مسئلے۔ پہلا مسئلہ مدینۂ منورہ کے لیے بھی حرم ہے کہ اُسکی حد عایر سے وعیر تک ہے اور یہ دو پہاڑون کے نام ہین جو مدینہ طیبہ مین واقع ہین کہ اُسکے درختون کو نہ کاٹ سکین گے اور اِس حرم مین شکار کرنے مین کوئی ڈر نہین مگر حرمین یعنی دو حرمون مین کہ وہ دو مقام ہین کہ دونون پہاڑون کے بیچ مین واقع ہین کہ اُسمین شکار کھیلنا موکد مکروہ ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حرم مکہ مین اور حرم مدینہ مین کئی وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ حرم کعبہ مین بے احرام کے داخل ہونا جائز نہین خلاف مدینہ منورہ کے دوسرے حرم مکہ مین شکار کھیلنا کفارے کا سبب ہے اور حرم مدینہ مین کفارے کا سبب نہین تیسری جب حرم مکہ مین داخل ہو تو جو شکار کہ ساتھ ہو اُسے چھوڑ دینا واجب ہے اور حرم مدینہ مین یہ حکم نہین۔

دوسرا مسئلہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت حاجی کے لیے موکد استحباب سے مستحب ہے
تیسرا مسئلہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی زیارت روضۂ اقدس مین اور ائمہ علیہم السلام
کی زیارت بقیع مین مستحب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا
کی زیارت تین مقامون مین مستحب ہے ایک روضہ مین دوسرے اُن حضرت علیہا الصلوٰۃ والسلام
کے گھر مین تیسرے بقیع مین اور اصح یہی ہے کہ اُن حضرت کو گھر ہی مین مدفون کیا ہے اور بنی امیہ
نے جب مسجد کو وسیع کیا تو مقام دفن مسجد مین داخل ہو گیا اور مدفن شریف کے اخفا کا سبب موافق
و مخالف کے قول پر یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے وصیت فرمائی تھی کہ جسد مطہر معصومہ
کو شب کو دفن کرین کہ ناگوار تھا اُن لوگون کا آنا اور شریک ہونا جنھون نے اُن معصومہ کو
اذیت دی تھی اور اُنکے حق کو چھین لیا تھا خاتمہ مدینۂ منورہ مین مجاور رہنا سنت ہے اور مدینہ
مین داخل ہوتے وقت غسل سنت ہے اور قبر مطہر اور ممبر کے بیچ مین کہ وہی روضہ ہے نماز پڑھنا
سنت ہے اور حاجت بر آنے کے لیے مدینۂ منورہ مین تین روزے رکھنا اور شب چہارشنبہ کو
ستون ابی لبابہ کے پاس اور شب پنجشنبہ کو اُس ستون کے پاس جو متصل مقام پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ ہے نماز پڑھنا سنت ہے اور مدینۂ منورہ کی اور مسجدون مین جانا جیسے مسجد احزاب ہے
اور مسجد فتح ہے اور مسجد فضیخ ہے اور احد کے شہیدون کی قبرون پر جانا خصوصاً قبر حضرت حمزہ
علیہ السلام پر سنت ہے اور مسجدون مین سونا مکروہ ہے خصوصاً مسجد پیغمبر مین سونا کراہت شدید
رکھتا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے کہ جو مسجد کہ جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین بنی ہے اُسمین سونا مکروہ ہے اور ہر مسجد مین سونا مکروہ
نہین اور اس باب مین ایک حدیث صحیح جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
اور فضیخ فے کے زبر ضاد اور خے نقطہ دارون کے بیچ مین یے سے ایک گھر کا نام ہے کہ جس مین
جاہلیت کے زمانے مین کچے خرمون کی شراب بناتے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا
کہ اسے ویران کر ڈالین اور مسجد بنالین اور اسی مسجد مین جناب امیر علیہ السلام کے لیے رد شمس
ہوا تھا یعنے سورج پھرا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین ابو لبابہ بشیر بن
عبد المنذر ایک انصاری تھے کہ انھون نے بعضی لڑائیون مین حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اسکے بعد انھون نے

آپ اپنے کو اس ستون مین باندھا تھا اور قرار دیا تھا کہ کوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا انھین نہ کھولے حضرت نے جہاد سے مراجعت کے بعد اُنکی توبہ کو قبول فرمایا اور انھین اُس ستون سے کھول دیا

تیسرا رکن ملحقات مین ہے اور اسمین کئی مقصد ہین پہلا مقصد احصار اور صد کے حکمون مین ہے اور صد وہ ہے کہ کوئی دشمن احرام کے بعد حج کے سارے کامون سے حائل ہو اور احصار وہ ہے کہ مرض کے سبب سے حج کے کامون پر قدرت نہ ہے اور جبکہ احرام سے متلبس ہو اور اسکے بعد اُسے دشمن مانع ہو جس سے کہ محرم ہوا تھا محل ہو جائیگا اگر کوئی راہ سوا اُس راہ کے کہ جسمین دشمن ہے نہو یا اور راہ تو ہو مگر اُس راہ بھر کا خرچ نہو اور اپنے حال پر احرام باقی رہے گا اگر دشمن والی راہ کے سوا کوئی اور راہ اور خرچ راہ ہو ہر چند وہ دوسری راہ کتنی ہی دور ہو اور اگر حج کے فوت ہو جانے کا بھی ڈر ہو تو بھی محل نہو گا جب تک کہ حج کے فوت کا یقین نہو گا اور اسکے بعد عمرہ مفردہ کر کے محل ہو گا اور دوسرے سال مین حج کو اگر واجب ہے تو وجوب کی نیت سے اور اگر مستحب ہے تو مستحب کی نیت سے بجا لائیگا اور محل نہو گا مگر قربانی کرنے سے قربانی کے مکان مین یا مکان صد مین اور محل ہونے کی نیت سے اور یہی حکم معتمر مین بھی ہے کہ جب مکہ پہونچنے سے ممنوع ہو جائے اور اگر قربانی کو اپنے ساتھ لیگیا ہو تو بعضے فقہانے کہا ہے کہ اُس قربانی کے سوا محل ہونیکے لیے اور قربانی کی حاجت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اُسی قربانی کو ذبح کرے اور یہی قول اشبہ ہے اور محل ہونے کے لیے جو قربانی کرنا مصدود کو واجب ہے اُسکے لیے بدل نہین بس اگر اُس سے اور اُسکی قیمت سے عجز ہو گا تو اپنے احرام پر باقی رہیگا اور فقط محل ہونیکی نیت سے محل نہو گا اور متحقق ہوتا ہے صد جس صورت مین موقف عرفات سے اور مشعر سے ممنوع ہو جائے اور اسی طرح صد مکہ پہونچنے مین ممنوع ہونے سے ثابت ہوتا ہے اور تینون جمرون کی رمی اور شب باشی کے لیے منی مین پھر آنے کے رکجانے سے صد متحقق نہین ہوتا بلکہ اس صورت مین حج کی صحت کا حکم کرین گے اور جمرون کی رمی کے لیے نائب بھیجدیگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ محل ہونے کی نیت قربانی کے ذبح کے بعد ہوتی ہے اور فقہانے کہا ہے کہ اصح یہی ہے کہ ذبح کے بعد تقصیر بھی کرنا چاہیے کر بے اُس کے محل نہو گا اور قربانی کے ذبح کا وہی مقام ہے جہان مصدود ہوا ہے اسمین کرے

جو مقام کہ ہو اور اسی سے احرام کے سارے محرمات سے مصدود محل ہو جاتا ہے یہانتک کہ عورتوں سے بھی محل ہوتا ہے اور طواف نساء پر حلت اُٹھ نہین رہتی بر خلاف محصور کے کہ جبتک طواف نساء بجا نہ لائیگا عورتین اُسپر حلال نہونگی اوپر کی بیان کی اصلونکی فرعین پہلی فرع جبکہ حاجی اپنے ذمے کے قرضے کے سبب سے قید ہو جاوے اور قرضخواہ اُسے روکتا ہو بس اگر اُس قرضے کے ادا کرنیکی قدرت رکھتا ہو گا تو اُسے ادا کر دیگا اور محل نہوگا اور اگر عاجز ہوگا تو محل ہو جائیگا اور یہی حکم ہے جب کسی ظالم کے ظلم سے محبوس ہو جائے دوسری فرع جبکہ مصدود صد کی وجہ مین صبر کرے اور قربانی سے اپنے کو محل نکرے اور حج فوت ہو جائے پھر اُسے قربانی کے ذبح سے محل ہونا جائز نہین بلکہ عمرہ بجا لائے تو محل ہو اور دوسرے سال اگر حج واجب تھا تو اُسے اُسکی قضا بجا لاویگا تیسری فرع جبکہ گمان غالب ہو جائے کہ دشمن دفع ہو گیا اور ابھی حج کا وقت باقی ہے پھر بھی قربانی سے محل ہونا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ احرام پر باقی رہے بس جبکہ دشمن کا دفع ہو جانا تحقیق ہو جائے تو حج کو پورا کرے اور اگر اتفاق سے حج کا زمانہ جاتا رہے تو عمرہ بجا لا کر محل ہو جائے چوتھی فرع اگر کوئی اپنے حج کو فاسد کر ڈالے اور اسکے بعد مصدود ہو جائے تو اُسپر ایک اونٹ کفارے مین قربانی کرنا واجب ہے اور ایک قربانی تحلل کے لیے کرنا چاہیے اور سال آیندہ مین حج کرنا واجب ہے اور اگر دشمن ایسے وقت مین برطرف ہو جائے کہ جسمین نئے سرے سے حج کی قضا بجا لانے کی گنجایش ہو تو واجب ہو کہ قضا بجا لائے اور یہ وہ حج ہے جو فاسد ہوا اور اُسی سال مین اُسکی قضا بجا لائے اور جو کچھ کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اُسکے موافق حج عقوبت اسپر باقی ہے کہ اگلے سال بجا لائیگا اور اگر محل نہوا ہو تو اُسی حج کو پورا کرے اور دوسرے سال مین اُسکی قضا بجا لائے پانچوین فرع اگر دشمن بے لڑے دفع نہو سکے تو لڑنا واجب نہین خواہ اپنی سلامتی اور دشمن پر غالب آنے کا گمان غالب ہو یا ہلاکت کا گمان غالب ہو اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اگر دشمن لڑائی کی ابتدا کرے تو اُسکا دفع کرنا واجب ہے گو سلامتی کا گمان بھی غالب نہو اور اِس صورت مین اگر اُسکے صد پر صبر کریگا تو فدیہ دیگا اور اگر دشمن کی لڑائی مین کچھ مال تلف کریگا یا کوئی جان کو مار ڈالیگا تو اُسکا ضامن نہین ہے اور اگر کوئی ایسا شکار مارے گا کہ جسکے لیے کفارہ ہے تو اُسکا کفارہ دیگا اور اگر دشمن کچھ مال مانگتا ہو اور اُسکے دیدینے سے اُسکی ممانعت جاتی رہتی ہو تو مال دینا واجب نہین ہے اور اگر کہین کہ اگر ایسی زیادہ طلبی

نکرے جو اسوقت مین مضر پڑے یعنی اس صورت مین دیدینا واجب ہی تو بہتر ہو گا اور محصور وہ شخص ہے جو مرض کے سبب سے مکہ مین یا دونون موقفون مین نہ پہونچ سکے تو یہ شخص جو قربانی کہ ساتھ لائیگا بھیجدیگا اور اگر قربانی ساتھ نہین لایا ہے تو دوسری قربانی یا اُسکی قیمت بھیجدیگا کہ مول لیکر منی مین ذبح کردینگے اور اگر عمرہ کرنیوالا تھا تو مکہ مین ذبح کردینگے اور جبکہ ہدی یعنی قربانی اپنے محل مین یعنی منی مین یا مکہ مین پہونچ جائے تو تقصیر کریگا یعنی یا ناخن یا بال کتروائے گا اور محل ہو جائیگا مگر عورتون سے محرم باقی رہیگا جب تک کہ اگلے سال اگر واجبی تھا حج نہ کرلیگا اور اگر سنتی حج تھا تو اُسکی طرف سے طواف نساء نہولے گا اور اگر ظاہر ہو جائے کہ اُسکی ہدی ذبح نہین ہوئی تو بھی اُسکا محل ہونا باطل نہوگا اور اُسپر اگلے سال قربانی کرنا واجب ہی اور اگر ہدی بھیج چکے پھر مانع برطرف ہو جائے تو حاجیون سے ملجائیگا بس اگر دو موقفون مین سے ایک کو بھی وقت پہ پا جائے گا تو حج کو پا گیا اور نہین عمرہ مفردہ بجا لائیگا اور محل ہو جائے گا اور اگلے سال اگر حج واجب ہی تو وجوباً قضا اور اگر سنّت ہے تو استحباباً بجا لائیگا اور جو عمرہ کرتا ہو اور حصر کے سبب سے محل ہو جائے تو عذر کے زوال کے وقت عمرہ کی قضا بجا لائے گا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُس مہینے کی اگلے مہینے مین قضا بجا لائیگا نہ اُسی مہینے مین اور اگر حج قران کرنیوالا محصور ہو گا تو محل ہو جائیگا اگلے سال اُسے حج قران بجا لانا چاہیے اور بعضون نے کہا ہے کہ جو حج اُسپر واجب ہے اُسی کو بجا لائیگا خواہ قران ہو یا افراد ہو یا تمتع ہو اور اگر سنتی ہو گا تو اگلے سال جس نوع کا چاہے گا بجا لائیگا ہر چند بہتر یہی ہے کہ جس نوع کا سابق مین تھا اُسی نوع کا بجا لائے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ جو سنّت حج کی ہدی بھیجے تو لیجانے والون سے ذبح یا نحر کا وقت مقرر کر لے اسکے بعد جس جس سے محرم پرہیز کرتا ہے پرہیز کرے اور جب وعدہ کا وقت پہونچیگا تو محل ہو گا لیکن تلبیہ نہ کریگا اور اگر اُس مدت مین وہ کام کریگا جو محرم پر حرام ہی تو اُسے مستحب ہی کہ اُسکا کفارہ دیدے دوسرا مقصد محرم کے شکار کرنے کے حکمون مین اور شکار وہ جانور ہی جسسے انتفاع حرام نہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ شرط ہے کہ حلال ہو اور اسمین کلام کرنا کئی فصلون کا مقتضی ہے۔

پہلی فصل شکار کی دو قسمین ہین پہلی قسم شکار کی وہ ہے کہ جسمین کفارہ نہو اور وہ دریائی جانور ہین جو پانی مین انڈے بچے دیتے ہین اور اسی کی مثل مین حبشی مرغ ہے کہ یہ خاکی رنگ کا پرندہ خانگی مرغ

کے برابر ہوتا ہو کہ اُنکی اصل دریائی ہے اور اسی طرح پر کفارہ نہین رکھتا ہے چوپاؤن کا ذبح کرنا جیسے
گائے بکری ہے اور اونٹ کا نحر کرنا گو یہ جانور وحشی بھی ہو جائین اور درندے جانورون کے
مارنے مین کوئی کفارہ نہین جیسے ریچھ یا بھیڑیا یا باز ہے خواہ چرندے ہون خواہ پرندے ہون سوا
شیر کے اگر محرم پر اُسکے اپنے اوپر حملہ کرنے کے مارڈالیگا تو ایک دنبہ کفارے مین دیگا اور اگر شیر محرم پر
حملہ کیگا اور وہ دفع کے قصد مین مارڈالیگا تو کچھ کفارہ نہین اور یہ قول موافق ایک ایسی روایت
کے ہے کہ جسمین ضعف ہے اور نہین اُس جانور کے مارنے مین کفارہ نہین ہے جو پالو اور جنگلی جانور
سے ملکر پیدا ہوا ہو اور اُس حلال جانور سے پیدا ہوا ہو کہ جسکا شکار محرم پر حلال ہو اور اُس جانور سے کہ جس کا
شکار محرم پر حرام ہو ملکر پیدا ہوا ہو اور اگر کہین کہ اسمین یہ لحاظ کرینگے کہ اگر عرفین اُسپر محلل جانور کے نام کا اطلاق ہو
تو اُسکا حکم رکھتا ہے اور اگر محرم کے نام کا اطلاق ہو تو اُس کا حکم رکھتا ہے تو یہ بہتر ہو گا اور سانپ اور
بچھو اور چوہے کے مارنے مین اور چیل اور کوے کو ایک پتھر مارنے مین کوئی مضائقہ نہین اور پسو کے
مارنے مین کوئی مضائقہ نہین اور بھڑ کے مارنے مین تردد ہے اور منع موجہ ہے اور اگر دھوکے سے
بھڑ کو مارڈالے تو کوئی کفارہ نہین اور اگر عمداً مارڈالے گا تو صدقہ دیگا گو ایک ہی انجل گیہون ہون
اور محرم کو فاختہ کا مول لینا اور قُسبی کا کہ ایک پرندہ کالے رنگ کا سرخی مارتے فاختہ کے برابر
ہوتا ہے مول لینا اور ان دونون کا مکہ سے باہر لیجانا ایک روایت پر جائز ہے اور انکا مارنا اور
کھانا محرم کو جائز نہین دوسری قسم شکار کے وہ جانور ہین جو کفارہ رکھتے ہین اور یہ بھی دو قسم
ہین پہلی قسم وہ جانور ہین کہ جنکے کفارے کا بدلا ہو اور یہ وہ ہین کہ جنکے لیے پانون چوپائے جانور
کی مثل ہون اور یہ پانچ طرح کے ہین پہلی شترمرغ ہے کہ اُسکا نظیر چوپاؤن مین اونٹ ہو کہ اُسکے
مارنے مین ایک اونٹ دے اور اگر اونٹ نہ ملے تو اُسکے دامون کے گیہون لیکر محتاجون کو تصدق
فی آدمی دو دو مد بانٹدے اور اگر اُسکی قیمت ساٹھ محتاجون سے زیادہ ہو تو ساٹھ کو دینا واجب ہے اور زیادہ واجب
نہین اور اگر ساٹھ سے کم ہو تو اُسیقدر کو دے گو ساٹھ محتاجون کو نہ پہونچے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو
تو ہر دو دو مد کے بدلے مین ایک ایک دن کا روزہ رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اٹھارہ دن
کے روزے رکھے اور شترمرغ کے بچے کے مارنے مین دو روایتین ہین ایک مین بڑے شترمرغ کیطرح
اونٹ کفارہ ہے اور دوسری مین اونٹ کا بچہ ہے اور یہی اشبہ ہے دوسری نیل گاے اور

گورخر ہین کہ انہین سے کسی ایک کے مارنے کے کفارے مین پالوگائے ہے اور اگر نمل سکے تو اسکی
قیمت کے گیہون لیکر ہر محتاج کو دو دو مد کے حساب سے صدقہ دے اور تیس محتاجون سے زیادہ کا
دینا واجب نہین اور اس سے بھی عاجز ہو تو ہر ایک دو دو مد کے بدلے مین ایک ایک دن کا روزہ
رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو نو دن کے روزے رکھے تیسری ہرن ہین ایک ہرن کے مارنے مین
ایک دنبہ ہے اگر اس سے عاجز ہو تو اسکے دامون کے گیہون خرید کرکے فی محتاج دو دو مد کے
حساب سے صدقہ دے اور دس محتاجون سے زیادہ کا دینا واجب نہین اور اگر اس سے بھی عاجز
ہو تو ہر دو دو مد کے بدلے ایک ایک دن کا روزہ رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو تین دن
کے روزے رکھے اور لومڑی اور خرگوش کے مارنے مین ایک دنبہ ہے اور یہی روایت ہے
اور بعضون نے کہا ہے کہ اسکا کفارہ وہی ہرن کے مارنے کا کفارہ ہے اور یہ جو تینون کفارون
کے بدلے لکھے گئے ہین بعضے فقہا کے نزدیک اختیاری بدل ہین خواہ مبدل منہ یعنی جسکے بدل
ہین اُسے کرے یا بدل کرے اور بعضے فقہا ترتیبی کہتے ہین کہ جب مبدل منہ سے عجز ہو گا تب بدل
کو کریگا اور یہی اظہر ہے چوتھی قسم شتر مرغ کے انڈے توڑنے مین جبکہ اسمین بچہ ہلتا ہو تو اُسکے
کفارے مین ہر انڈے کے لیے ایک ایک اونٹ کا بچہ ہے جسنے ایک سال بھر کر دوسرے سال
مین پانون رکھا ہو اور اگر بچے کے ہلنے سے پہلے توڑا ہو تو اُسکا کفارہ یہ ہے کہ ہر انڈے کے عوض
مین اونٹ کو اونٹنی پر چھوڑے اور اس سے جو پیدا ہو اُسے ہدی کرے اور اگر اس سے عاجز ہو تو
ہر انڈے کے عوض مین ایک دنبہ دے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو دس محتاجونکو طعام دے اور اگر
اس سے عاجز ہو تو تین دن کے روزے رکھے پانچوین قسم مرغ سنگ خوار اور چکور کے انڈے توڑنے
مین جبکہ بچہ ہلتا ہو تو ہین سے ہر ایک کے ہر انڈے کے توڑنے مین ایک بکری کا بچہ ہے اور بعضے فقہا
نے کہا ہے کہ ہر انڈے کے عوض مین ایک دودھ والی دنبی یا بکری ہے اور ہلنے سے پہلے توڑنے
مین اُنکی گنتی کے برابر بکرے کو بکری پر چھوڑے بس جو پیدا ہو اُسے ہدی کرے اور اگر اس سے
عاجز ہو تو شتر مرغ کے انڈے توڑنے کا کفارہ جسطرح کہ مذکور ہوا ہے دے دوسری قسم اُن جانورون
کی ہے کہ جنکے کفارے کے لیے کوئی مخصوص بدلا نہین اور وہ پانچ طرح کے ہین پہلی طرح حمام
ہین اور یہ وہ جانور ہین جو مُنھ سے پیاپے آوازین نکالتے ہین اور پانی پر مُنھ رکھکے پانی پیتے ہین

جیسے کبوتر اور فاختہ ہے نہ مثل مرغ کے اور نہ چڑیا کے کہ یہ پانی کو اُٹھا لیتے ہین اور چونچ کو اونچا کرکے
پانی اُتارتے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ حمام نام ہر اُس ایک جانور کا ہے کہ جسکے طوق ہو اُگتا ہے اُسکے
مارنے مین ایک دنبہ ہے اگر محرم حل مین مارے اور اگر محل حرم مین مارے تو ایکدرہم ہے اور اگر اُنکے
بچے کو حل مین مارے تو ایک بکری کا بچہ دے اور اگر محل حرم مین مارے تو آدھی درہم دے اور
اگر محرم حرم مین مارے تو اُسپر دو کفارے جمع ہونگے اور کبوتر کے بچے کے ہلتے انڈے کے توڑنے مین
ایک بکری کا بچہ ہے اور بچہ ہلنے سے پہلے اگر محرم حل مین توڑیگا تو ایکدرہم دیگا اور اگر محل حرم مین
توڑیگا تو پاؤ درہم دیگا اور اگر محرم حرم مین توڑیگا تو اُسپر ایک درہم اور پاؤ درہم لازم ہے اور پالتو
کبوتر اور حرم کے کبوتر قیمت مین برابر ہین اگر اُنھین حرم مین مارے مگر حرم کے کبوتر کی قیمت مین شرط
یہ ہے کہ اُسکا دانہ حرم کے کبوترون کیلیے مول لے دوسری فرع ہر ایک مین مرغ سنگ خوار اور چکور اور
تیتر کے وہ بکری کا بچہ ہے کہ جو دودھ چھوڑ کر چرنے لگا ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ دودھ
چھوڑنے سے دودھ چھوڑنے کا سن مراد ہے اور وہ چار مہینے کا ہے خواہ دودھ چھوڑا ہو یا نچھوڑا ہو
تیسری ساہی اور سوسمار اور جنگلی چوہے مین سے ہر ایک کے مارنے مین ایک بزغالہ ہے چوتھی
چڑیا اور چکاوک اور صعوہ دم ہلانے پرندون مین سے ہر ایک کے مارنے مین ایک مد گیہون ہین
پانچوین ٹڈی کے مارنے مین ایک چھوارہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ انجل بھر گیہون دے اور یہی حکم جون
اپنے بدن سے گرا دینے مین ہے اور بہت سی ٹڈیان مارنے مین ایک بکری قربانی کرے اور اگر
بچانا ممکن نہو اسطرح سے کہ راہ پر ہون تو کوئی گناہ نہین ہے اور اُسپر کوئی کفارہ بھی نہین ہے
اور مراد حفاظت نہ ممکن ہونے سے یہ ہے کہ اپنے اُنکے مارنے سے بچانے مین بڑی مشقت ہو کہ
عادت اُس مشقت کی متحمل نہو اور جس جانور کے مارنے مین شرع مین کوئی فدیہ مقرر نہو تو اُس کے
مارنے مین فدیہ اُسکی قیمت ہے یعنی اگر محرم حل مین اور محل حرم مین اُسے مارے تو اُسکے کفارے مین
اُسی کی قیمت دے اور اگر محرم حرم مین مارے تو کفارہ دو چند دیگا اور یہی حکم اُن انڈون مین ہے
کہ جنمین فدیہ مقرر نہین تو اُسکا بھی کفارہ اُسکی قیمت ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اروک اور قاز
اور کلنگ کے مارنے مین کفارہ ایک دنبہ ہے اور یہ دعوی بے دلیل کے ہے یہان پانچ فرعین ہین
پہلی فرع جو عیب دار جانور جیسے ہاتھ ٹوٹے پانون ٹوٹے کانے کو مارے تو اُسکے فدیہ مین صحیح دے

اور اگر اسی کی طرح کا دے تو بھی جائز ہے اور نر کے فدیہ مین مادین اور نر دونون جائز ہین اور اسیطرح
پرندون کے فدیہ مین مادین اور نر دونون جائز ہین اور اگر مادین کے فدیہ مین نر دیوے اور نر کے
فدیہ مین مادہ تو جائز ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ فدیہ کے جانور کے
عیب دار جانور کے دینے کے جواز کیواسطے عیب مین تساوی شرط ہے پس کانے کے بدل لنگڑا نہین دیسکتا ہے
اور اگر کانے کے بدل کانا دین تو جائز ہو گو ایک کی داہنی آنکھ اور دوسرے کی بائین آنکھ نہو اور اسیطرح لنگڑے کے
بدل لنگڑا دیسکتا ہو کہ ایک کا داہنا اور دوسرے کا بائیان لنگڑا ہو دوسری فرع جس جانور کو صید کے عوض مین
دین اسکی قیمت کا اعتبار اسکے نکالنے کے وقت کا ہے یعنی جو کچھ کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ بعضے
جانورون کے بدلے مین انکی مثل ہین اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت سے مراد اسکے اخراج کے وقت کی ہے
اور جس جانور کا مثل نہین ہے تو اسکا فدیہ اسکی قیمت اسکے تلف کرنے کے وقت کی ہے تیسری
فرع جو ایسے جانور کو مارے جو گابھن ہو اور شتر مین مثل کفارہ ہو تو چاہیے کہ وہ مثل بھی گابھن ہو اور
اگر بہم نہ پہونچے تو گابھن کی قیمت دے چوتھی فرع جبکہ کسی گابھن شکار کو مارے پس وہ زندہ
بچہ ڈالدے اور دونون مرجائین تو مان کا فدیہ مثل اسکے دے جیسا کہ مذکور ہوا اور چھوٹے بچہ کا
فدیہ چھوٹا بچہ دے اور اگر دونون زندہ رہین اور کوئی عیب مارنے سے انمین نہو گیا ہو تو کچھ فدیہ نہین
اور اگر معیوب ہو جائے تو اسکی قیمت کا تفاوت دے اور اگر ایک مرجائے اور ایک زندہ رہے تو مردے کا
فدیہ دے اور زندے کا فدیہ نہ دے اور اگر مارنے سے مردہ بچہ ڈالدے تو اسکی قیمت لازم ہے یعنی قیمت کا
تفاوت اسطرحپر کہ حامل کی قیمت اور بیحامل کی قیمت کرینگے اور دونون قیمتون کے تفاوت کو فدیہ دین کے
پانچوین فرع جو کہ محرم کسی جانور کو مارے اور شک کرے اسمین کہ یہ شکار تھا یا نہ تھا تو اسکا ضامن یعنی ذمہ دار نہین

دوسری فصل ضمان یعنی ذمہ داری کے موجبون مین ہے یعنی ان امرون مین ہے کہ جنکے سبب سے
شکار کا کفارہ لازم ہوتا ہے اور وہ تین چیزین ہین ایک شکار کے تلف کی مباشرت یعنی کام کرنا دوسرے دست تصرف
کرنا تیسرے سبب بننا پس تلف کرنا مارنا شکار کا ہے کہ اسکے فدیہ کا موجب ہے پس اگر اسمین سے کھالے
تو دوسرا فدیہ بھی لازم ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ فدیہ اسکا دے کہ جسے مارا ہے اور جسے کھایا ہے اسکی
قیمت بھی دے اور یہی قول موجہ ہے اور اگر کوئی تیر یا پتھر یا اسکی طرحکی کوئی چیز کسی شکار کو مارے
اور وہ اسمے لگے مگر کچھ اثر نکرے تو کچھ فدیہ نہین ہے اور اگر اسے زخمی کردے اور اسکے بعد اسے

اچھا ہو دیکھے تو اُسکی قیمت کے تفاوت کا ذمہ دار ہو گا اسطرحپر کہ اُسکے صحیح کی قیمت کرینگے اور مجروح کی بھی قیمت کرینگے اور دونون قیمتون کے تفاوت کو تصدق کردیگا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ صحیح کی قیمت کی چوتھائی دیگا اور اگر اُس شکار کا حال معلوم نہو کہ صحیح سالم ہے یا نہین تو اُسے پورا فدیہ دینا لازم ہے اور یہی حکم ہے اگر نہ معلوم ہو کہ ضرب نے اُسمین اثر کیا ہے یا نہین اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ اگر ہرن کے دونون سینگون کو توڑ ڈالے تو ہرن کی آدھی قیمت دے اور اسی طرحپر دونون سینگون مین سے ہر ایک کے لیے چوتھائی قیمت دے اور اسیطرح پر دونون پانوٗن مین سے ہر ایک کے لیے حکم ہے اور اس روایت مین ضعف ہے اور اگر ایک جماعت محرمون کی ملکر شکار کرے تو اُنمین سے ہر ایک پورا فدیہ دیگا اور جو شخص کسی جانور کو پکڑے اور زمین پر دے مارے یعنی اسطرح دے مارے کہ وہ جانور مرجائے تو اُسپر ایک بکری اور اُس جانور کی قیمت دینا واجب ہے دنبہ اس سبب سے کہ حرم مین مار ڈالا ہے اور قیمت اس سبب سے کہ اُس پرندے کو حقیر کرکے زمین پر مارا ہے اور جو شخص کہ ہرن کا دودھ حرم مین پیے تو اُسسے ایک بکری اور دودھ کی قیمت دینا لازم ہے یعنی جس صورت مین کہ محرم ہو اور اگر محل ہونیکے حال مین کسی شکار کو تیر مارے اور احرام کے حال مین اُسکے لگے تو اُسکا ذمہ دار نہین اور اگر اپنے سر پر کچھ رکھے کہ وہ جوئُون کو مارے اور اسکے بعد احرام باندھے اور یہ چیز جوئُون کو مارے تو ذمہ دار نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس حکم کو اس سے مقید کرنا سزاوار ہے کہ جسکا دور کرنا احرام کے بعد ممکن نہو اسلیے کہ اگر دور کرنا ممکن ہو گا تو اُسکا دور کرنا واجب ہے اور نہین تو کفارہ لازم آئیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر محل ہونے کے حال مین شکار کے لیے جال بنائے اور لگائے اور اُسکے بعد احرام باندھے اور اگر پانی کے واسطے کنوان کھودے تو ظاہرا اُسکا بند کرنا اُسپر واجب نہین اور اگر شکار کے لیے کھودے اور پھر محرم ہو تو شبکہ کا حکم رکھتا ہے دوسرا موجب دست تصرف ہے جو شخص کہ اُسکے پاس کوئی شکار ہو اور وہ احرام باندھے تو اُسکی ملکیت اُس شکار پر سے اُٹھ گئی اور اُسپر واجب ہے کہ اُسے چھوڑ دے اور اگر چھوڑ دینے سے پہلے مرجائے گا تو اُسپر اُسکا تاوان دینا لازم آئیگا اور اگر وہ شکار اُس سے دور ہو یعنی اُسکے ساتھ نہو بلکہ اُسکے اہل کے پاس ہو تو اُسپر سے اُسکی ملکیت نجائیگی اور اگر ایک محرم ایک شکار پکڑے اور دوسرا

محرم اُسے ذبح کرے تو ہرایک پورے پورے فدیہ کا ذمہ دار ہے اور اگر یہ کام حرم مین کرینگے تو دونا فدیہ دینگے جبتک کہ فدیہ اونٹ نہوگا اسلیے کہ اگر فدیہ اونٹ ہے تو اُسکے لیے دوچند نہین ہے اور اگر دونون محل ہون اور حرم مین شکار کرین تو فدیہ دونا نہوگا اور اگر ایک محرم ہو اور دوسرا محل ہو تو محرم پر دونا اور محل پر اکہرا فدیہ دینا واجب ہے اور اگر محرم شکار کو حل مین پکڑے اور اُسے محل ذبح کرے تو محرم فدیہ کا ذمہ دار ہوگا اور محل نہوگا اور اگر محرم کسی شکار کے انڈے کو اُسکی جگہ سے اُٹھالے اور وہ انڈا ضایع ہوجائے تو اُسکا ذمہ دار ہے اور اگر انڈے کے نکالنے کے بعد پھر اُسی جانور کے نیچے رکھدے اور بچہ سالم نکلے تو ذمہ دار نہین ہے اور اگر محرم کسی شکار کو ذبح کرے تو حکم آپ سے مرے جانور کا رکھتا ہے اور محل پر بھی حرام ہے اور اگر محرم شکار کرے اور محل ذبح کرے تو ایسا حکم نہین ہے تیسرا موجب سبب ہے اور وہ کئی مسئلون پر مشتمل ہے پہلا مسئلہ جو کہ حرم کے کبوتر پر اور اُسکے بچے پر اور اُسکے انڈے پر دروازہ بند کرلے تو دروازہ بند کرنے سے اُسکا ضامن یعنی ذمہ دار ہوجائیگا بس اگر یہ سبب جاتا رہے اور اُسے صحیح سلامت چھوڑدے تو ضامنی ساقط ہوجائے گی اور اگر مرجائیگا تو ایک کبوتر کے بدلے ایک بکری دیگا اور بچہ کے بدلے بچہ بکری کا دیگا اور ہر انڈے کے بدلے ایکدرہم دیگا اگر یہ کام محرم کریگا اور اگر محل کریگا تو کبوتر کے بدلے ایک درہم اور بچہ مین آدھی درہم اور انڈے مین پاؤ درہم دیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ضمان اُسی دروازہ بند کرنے سے قرار پاجاتا ہے خواہ ہلاک ہو یا نہو ظاہر حدیث پر نظر کرنے سے مگر پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ کہا گیا ہے کہ اگر حرم کے کبوترون کو کوئی اُڑا دے بس اگر پھر کر چلے آئین تو ایک بکری دے اور اگر پھر کر نہ آئین تو فی کبوتر ایک بکری دے تیسرا مسئلہ جبکہ دو شخص تیر پھینکین اور اُن تیرون مین سے ایک تیر لگے اور دوسرا خطا کرے تو اُس تیر انداز پر کہ جسکا تیر لگ گیا ہے جنایت کا کفارہ لازم ہے اور مخطی یعنی جسکے تیر نے خطا کی ہے اور نہین پہونچا ہے اُسپر بھی یہی کفارہ واجب ہے اسلیے کہ اُسنے بھی مدد کی ہے چوتھا مسئلہ جبکہ چند لوگ آگ جلائین اور اُس آگ مین کوئی شکار گر پڑے تو اُن مین سے ہرایک پر اُس شکار کا فدیہ لازم ہے اگر شکار کے قصد سے آگ جلائی ہے اور نہین تو ایک فدیہ ہے پانچوان مسئلہ اگر کوئی کسی جانور کو تیر مارے اور وہ جانور تڑپے اور بچہ کو یا دوسرے شکار کو مارڈالے تو اُسپر سب کا فدیہ دینا واجب ہے اِس لیے کہ وہی ان سب کے تلف ہونے کا سبب ہے

چھٹا مسئلہ جو کسی چوپائے جانور کو ہنکائے اگر وہ جانور کسی شکار کو مار ڈالے تو وہ ہنکانے والا اُسکا ضامن یعنی ذمہ دار ہے اور یہی حکم سواری کے جانور کا بھی ہے جو اُسے ٹھہرائے اور اُسوقت وہ چوپایہ کسی جانور کے ہلاک کا باعث ہو اور اگر راہ چلنے مین بھی وہ جانور کسی کو ہلاک کریگا تو جو ہاتھون سے اُسکے ہلاک ہونگے اُنکا سوار ذمہ دار ہے اور پاؤن سے جو ہلاک ہونگے اُنکا ذمہ دار نہین ہے ساتوان مسئلہ کسی جانور کو پکڑے اور اُسکے پکڑنے کے سبب سے اُسکا بچہ مرجائے تو اُسکا ضامن ہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی محل ایسے شکار کو پکڑے کہ جسکا بچہ حرم مین ہے آٹھوان مسئلہ اگر کوئی محرم اپنے کسی کُتّے کو کسی شکار پر چھوڑ دے اور وہ کتا اُسے مار ڈالے تو وہ شخص اُسکا ذمہ دار ہے خواہ حرم مین چھوڑا ہو خواہ حل مین اگر حرم مین چھوڑیگا تو دونا فدیہ دیگا نوان مسئلہ جو کسی شکار کو بھگائے بعد اسکے وہ شکار اُس صدمہ سے مرجائے یا اُسے کوئی شکاری جانور پکڑ لے تو اُسکے فدیہ کے دینے کا ذمہ دار ہے دسوان مسئلہ جو کوئی شکار کسی جال مین پھنس جائے اور کوئی اُسکے چھڑانے کا ارادہ کرے اور اُس سے وہ ہلاک یا عیب دار ہو جائے تو ذمہ دار ہے گیارھوان مسئلہ جو کسی کے شکار پر رہنمائی کرے اور وہ اُسے مار ڈالے تو وہ اُسکا ذمہ دار ہے۔

تیسری فصل حرم کے شکار کے حکمون مین ہے اور شکار مین محل پر حرم مین وہی حرام ہے جو محرم پر حل مین حرام ہے اور جس تفصیل سے کہ مذکور ہو چکا ہے بس جو کہ حرم مین شکار مارے تو اُسکے ذمے اُس شکار کا فدیہ ہے اور اگر کئی شخص اُسکے مارنے مین شریک ہون تو اُنمین سے ہر ایک پر اُسکا فدیہ ہے اور اِسمین تردد ہے آیا اُس شکار کا جو کہ حرم کیطرف جاتا ہو مارنا حرام ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حرام ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور یہی اشبہ ہے لیکن اگر اُس جانور کے زخم لگجائے اور حرم مین چلا جائے اور وہان مرجائے تو ذمہ دار ہوگا اور اِسمین تردد ہے اور حرم مین اور بریدہ مین شکار کرنا مکروہ ہے اور بریدہ کہ وہ حرم سے کہ چار فرسخ کے فاصلے سے حرم کے باہر اشبہ پر ہے اور اگر کسی شکار کو بریدہ مین کچھ مارے کہ اُسکی آنکھ پھوٹ جائے یا سینگ ٹوٹ جائے تو اُسے صدقہ دینا مستحب ہے اور اگر حل مین کوئی شکار کو بند کرے اور حرم مین داخل ہو تو اُسکا حرم سے باہر لانا جائز نہین اور اگر حل مین ہو اور کسی ایسے شکار کے تیر مارے کہ وہ حرم مین ہو اور وہ تیر اُسے ہلاک کرے تو اُسکا فدیہ دیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر حرم مین ہو اور اِس شکار کو تیر مارے جو حل مین ہو اور

وہ تیر اُسے ہلاک کرے اور اگر کوئی حصہ اُس شکار کے اعضا کا حرم میں اور کوئی حصہ حل مین ہو بس اگر
تیر اُسکے اُس عضو پر مارے جو حل مین ہے یا حرم مین ہے اور اُس سے وہ مر جائے تو اُسکا ضامن ہے
اور اگر شکار کسی درخت کی شاخ پر ہو کہ وہ حل مین ہے اور اُسے تیر مارے تو اُسکے فدیہ کا ضامن ہے
جبکہ اُس درخت کی جڑ حرم مین ہو گی اور جو کوئی شکار لیکر حرم مین داخل ہو تو اُسپر اُسکا چھوڑ دینا واجب ہے
اور اگر اُسے حرم کے باہر لائیگا اور وہ تلف ہو جائیگا تو اُسکا ذمہ دار ہے خواہ وہ شکار اُسکے سبب سے
تلف ہو یا اور کے سبب سے تلف ہوا اور اگر کسی شکار کے پر اُکھڑے ہوئے ہون تو اُسکی حفاظت
اُس وقت تک واجب ہے کہ اُسکے پورے پر نکل آئین اور اُڑ سکے اور اسکے بعد اُسے چھوڑ دے آیا
حرم کے کبوترون کا شکار کرنا حل مین جائز ہے بعضون نے کہا ہے کہ ہان جائز ہے اور بعضے کہتے
ہین کہ نہین جائز ہے اور یہی احوط ہے اور جو حرم کے کبوتر کا کوئی پر اُکھیڑ ڈالے تو اُسکو واجب ہے کہ ایک
انجل گیہون صدقہ اُسی ہاتھ سے دے کہ جس سے اُسکا پر اُکھیڑا تھا اور جو کسی جانور کو حرم سے نکالدے
تو اُسے اُسکا وہان پھیر لانا واجب ہے اور اگر پھیر لانے سے پہلے تلف ہو جائے گا تو ذمہ دار ہے اور
اگر کوئی تیر حل سے مارے اور وہ تیر حرم مین جائے اور وہان سے اُچٹکر حل مین آئے اور کسی شکار
کو ہلاک کرے تو اُسکا فدیہ واجب نہین اور اگر محل حرم مین کوئی شکار کو حلال کرے تو وہ شکار
آپسے مرے ہوئے جانور کا حکم رکھتا ہے اور اگر محل حل مین اُسے ذبح کرے پھر حرم مین لیجائے تو وہ
محل پر حرام نہین اور محرم پر حرام ہے اور محرم کی ملک مین کوئی شکار قول اشبہ پر داخل نہین ہوتا ہے اور
بعضے فقہا کہتے ہین کہ ملک مین تو داخل ہوتا ہے مگر اُسپر اُسکا چھوڑ دینا واجب ہے اگر وہ شکار اُس کے
پاس موجود بھی ہو

چوتھی فصل شکار کے توابع کے حکمون مین ہے جو شکار کا کفارہ محرم پر حل مین لازم آتا ہے یا محل پر
حرم مین لازم آتا ہے اِن دونون کفارون کا مجموعہ محرم پر حرم مین شکار سے واجب ہوتا ہے یہانتک کہ
انتہا اونٹ کے کفارے تک پہونچے کہ اسصورت مین دونا نہوگا اور وہی ایک اونٹ کا دینا رہیگا اور جبکہ محرم
سے بھولکر کئی بار شکار ہو تو اُسپر اُنمین سے ہر ایک کا فدیہ ہے اور اگر عمداً کریگا تو پہلی مرتبہ مین کفارہ
دیگا اور پھر جو عمداً کریگا تو اُسکا کفارہ نہین ہے بلکہ یہ وہ گناہ ہے کہ جسکا بدلا منتقم حقیقی لیگا اور بعضون
نے کہا ہے کہ کفارہ مکرر ہوگا اور پہلا قول اشہد ہے اور شکار کے عمداً یا سہواً مارنے سے اُسکا ذمہ دار رہتا ہے

اور جو کہ تیر کسی شکار کو مارے اور وہ تیر اُس شکار کو توڑ کر دوسرے شکار کے لگے تو اُس شخص پر دو فدیہ واجب ہین اور یہی حکم ہے اگر تیر کسی نشانے پر مارے اور وہ کسی شکار کے لگے تو وہ ذمہ دار ہے اور اگر کوئی محل شتر مرغ کا انڈا کسی محرم کے لیے مول لے اور وہ محرم اُسے کھائے تو اُس محرم پر انڈے کے بدلے ایک دنبہ اور اُس محل پر ہر انڈے کے عوض ایکدرہم کفارہ واجب ہے اور محرم کی ملک مین شکار نہ تو شکار کرنے سے اور نہ مول لینے سے اور نہ کسی کے بخشنے سے اور نہ میراث سے پہونچتا ہے اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ شکار محرم کے پاس ہو اور اگر اُسکے شہر مین ہو تو اسمین تردد ہے اور اشبہ یہی ہے کہ اُسکی ملکیت سے باہر نہین ہوتا اور اگر محرم شکار کے گوشت کے کھانے کی طرف مضطر ہو تو کھالے اور فدیہ دیدے اور اگر محرم کے سامنے مُردہ اور شکار دونون ہون اور اُسے اضطرار ہو اگر فدیہ پر قادر ہو تو شکار کو کھائے اور اگر نہو تو مُردہ کو کھائے اور اگر شکار کسی اَور کی ملک مین ہو تو اُسکا فدیہ اُسکے مالک کو دے اور اگر شکار کسی کی ملک مین نہو تو اُسکے فدیہ کو تصدق کرے اور جو فدیہ کہ محرم پر لازم ہو تو اُسے چاہیے کہ ذبح کرے اگر اونٹ ہے تو نحر کرے اگر عمرہ کے احرام مین واجب ہوا ہے تو مکہ مین اور اگر حج کے احرام مین واجب ہوا ہے تو منی مین ذبح یا نحر کرے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ جسپر دنبہ شکار کے کفارے مین واجب ہوا ہے اور اُس سے وہ عاجز ہو تو دس محتاجون کو طعام دے اور اگر اِس سے بھی عاجز ہو تو حج مین تین روزے رکھے اور اگر اِس سے بھی عاجز ہو تو درگاہ الٰہی مین استغفار کرے تیسرا مقصد احرام کی باقی ممنوع چیزون مین ہے اور ممنوع سات چیزین ہین پہلی عورتون سے متمتع ہونا بس جو اپنی عورت سے آگے دو ریا پیچھے وار عمداً احرام ہونے سے واقف ہوکر ہمبستری کریگا تو اُسکا حج فاسد ہو جائیگا اور اُسپر واجب ہے کہ اِس فاسد حج کو پورا کرے اور ایک اونٹ کفارے مین دے اور اگلے سال حج کو بجا لائے خواہ یہ فاسد فرض ہو یا سنت ہو اور یہی حکم ہے اگر لونڈی سے احرام کے حال مین ہمبستر ہو اور اگر اُسکی عورت بھی احرام مین ہو اور اُس سے موافقت کرے تو اُس عورت پر بھی واجب ہے جو اُس مرد پر واجب ہے اور اِس عورت پر اور اِس مرد پر واجب ہے کہ جب اُس جگہ پر کہ جہان ہمبستر ہوئے تھے پہونچین تو افتراق کرین جب تک حج کے کامون سے فارغ نہون جسوقت کہ اُسی رستہ حج کو آئین افتراق کے معنی اِس مقام مین یہ ہین کہ وہ دونون اکیلے مقام مین نہون کہ جہان تیسرا نہو اور اگر مرد نے

عورت پر ہمبستری کے لیے جبر کیا ہے تو عورت کا حج صحیح ہے اور مرد پر دو کفارے ایک اپنی طرف سے
ایک اپنی عورت کی طرف سے دینا واجب ہین اور مرد عورت کی طرف سے کفارے کے سوا کسی
اَور چیز کا متحمل نہوگا اور اگر مشعر کے وقوف کے پہلے ہمبستر ہو گو طواف نساء سے پہلے ہو یا طواف نساء کے
تین پھیرے یا اُس سے کم کیے ہون یا وقوف سے پہلے عورت کے آگے وا کے سوا ہمبستری کرے تو ان
دونون صورتون مین اُسکا حج صحیح ہے اور ایک اونٹ کفارہ دینا واجب ہی اور اسپر کچھ اور نہین ہے
تفریع جبکہ حج فاسد کرنے کے سبب سے دوسرے سال حج کرے پھر اُسے بھی فاسد کر ڈالے
تو بھی اُسپر وہی واجب ہے جو پہلے واجب ہوا تھا اور بے ہمبستر ہونے کے منی کے انزال مین ایک
اونٹ کفارہ دینا واجب ہے اور آیا اِس سے اُسکا حج فاسد ہوگا اور دوسرے سال مین حج
کی قضا واجب ہوگی بعضے فقہانے کہا ہے کہ ہان اور بعضے کہتے ہین نہین اور یہی قول اشبہ ہے اور
اگر اپنی لونڈی سے جو اُسکے اذن سے احرام باندھے ہے جبر سے ہمبستر ہو اور خود محل ہو تو اُس لونڈی
کی طرف سے اونٹ یا گائے یا دُنبہ کفارے مین دینے کا متحمل ہوگا اور اگر تنگدست ہوگا تو ایک دُنبہ
دیگا یا تین دن کے روزے رکھیگا اور اگر محرم طواف زیارت کے پہلے اپنی عورت سے ہمبستر ہوگا تو اُسپر
ایک اونٹ لازم ہے اور اگر اُس سے عاجز ہو تو ایک بکری دینا لازم ہے اور اگر محرم طواف نساء کے
پانچ پھیرے کر چکے اور پھر ہمبستری کرے تو اُسپر کچھ نہین ہے تمام کرنا باقی شوط یعنی پھیرے پھر لیگا اور بعضے
فقہانے کہا ہے کہ اسقاط مین اور اتمام مین آدھے پھیرون سے بڑھ جانا کافی ہے اور جو کہ پہلے بیان ہوا
ہے وہی روایت مین وارد ہوا ہے اور اگر کوئی محرم کسی محرم کا کسی عورت سے عقد نکاح کرے اور اُسی
نکاح سے وہ محرم اُس عورت سے ہمبستر ہو تو اِن دونون محرمون مین سے ہر ایک پر مذکور کفارہ ہے اُردو مترجم
کہتا ہے کہ یہ دونون ایک ایک اونٹ کفارہ دینگے اور اپنے حج فاسد کو پورا کرینگے اور اگلے سال مین
قضا حج کی بجا لاوینگے۔ اور یہی حکم ہے اگر عقد کرنیوالا محل ہو تو موافق روایت سماعہ کے اُسپر بھی
کفارہ واجب ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے یہان عمل روایت پر ہے
اسلیے کہ اُسکا مضمون علما مین مشہور ہے اور اسی طرح اُس محلہ عورت پر واجب ہے جو اپنے شوہر کے
احرام باندھنے سے خبردار ہے موافق اِسی روایت کے جو عمرہ مفردہ مین سعی سے پہلے ہمبستری کریگا تو حج
اُسکا فاسد ہوگا اور ایک اونٹ کفارہ دینا واجب ہوگا اور اُس عمرہ کی قضا بجا لانا واجب ہوگا ۱۲

بہتر یہی ہے اس سے کہ اگلے ہی مہینے مین قضا بجا لائے اور اگر اپنی عورت کے سوا اَور عورت کی طرف
دیکھے اور انزال ہو تو اُسپر مالدار ہونے پر ایک اونٹ اور متوسط ہونے پر ایک گاے اور تنگدستی پر ایک
بکری دینا واجب ہے اور اگر اپنی عورت کیطرف بے شہوت کی نظر سے دیکھے اور انزال ہو جاے تو اُسپر کچھ
کفارہ نہین اور اگر شہوت کی نظر سے دیکھے اور انزال ہو جاے تو ایک اونٹ کفارہ دینا واجب ہے
اور اگر ملامست بے شہوت کے کرے تو اُسپر کچھ نہین گو انزال بھی ہو جائے اور اگر شہوت سے اپنی
عورت سے مساس کرے تو اُسپر ایک دُنبہ واجب ہے مگر انزال نہو اور جو اپنی عورت کا بوسہ لے تو
اُسپر بھی ایک دُنبہ واجب ہے اور اگر شہوت سے بوسہ لے تو ایک جزور اُسپر واجب ہے اور جزور وہ
اونٹ ہے جو پانچ برس بھر کر چھٹے مین داخل ہوا ہو اور یہی حکم ہے اگر دست بازی سے انزال ہو جائے
اور اگر سُنے کسی کو ہمبستری کرتے ہوے اور انزال ہو جائے تو بے دیکھے اُسپر کچھ لازم نہین **تفریع** اگر
سنّت کی نیت سے حج کرے اور اُسے فاسد کر ڈالے اور اسکے بعد مرض کے سبب سے محصور ہو جائے
تو اُسپر حج فاسد کرنے کا ایک اونٹ کفارے مین ہے اور ایک اونٹ محصور ہونے کے لیے ہے
پھر اُسے اگلے سال ایک قضا بجا لانا کافی ہے **دوسری منع چیز** خشبو کا استعمال ہے بس جو کہ خشبو کا
استعمال کرے اُسپر ایک دُنبہ واجب ہے خواہ اُس خشبو سے کپڑے رنگے ہون یا ملا ہوا احرام کے بعد
یا احرام کے پہلے کہ وہ خشبو احرام مین بھی ہو یا خشبو کو جلایا ہو یا کھانے مین ڈالا ہو اور کعبہ کی خشبو
مین کوئی مضائقہ نہین اگر وہ محرم کے کپڑون مین لگجائے اور اُسکا ازالہ واجب نہین گو اُسمین زعفران
بھی ہو اور اسیطرح خشبو دار میوون مین بھی کوئی مضائقہ نہین مثل ترنج اور سیب کے اور پھولون
کے مثل نیلوفر اور گلاب کے **تیسری منع چیز** ناخن کٹوانا ہے اور ہر ناخن کٹوانے کے کفارے مین
ایک مد گیہون دینا ہے بس اگر سارے ناخن دونون ہاتھ اور پانؤن کے ایک جلسہ مین کٹوائے
تو ایک دُنبہ دے اور اگر دو جلسون مین اسطرحپر کہ ایک مین دونون ہاتھون کے اور دوسرے
مین دونون پانؤن کے کٹوائے تو اُسپر واجب ہے کہ دو دُنبہ دے اور اگر اُسے کوئی ناخن کٹوانے
کا فتویٰ دے اور اُسکے فتوے پر وہ ناخن کٹوائے اور اُس سے خون نکل آئے تو مفتی پر ایک دُنبہ
کفارے کا لازم ہے **چوتھی منع چیز** سیے کپڑے کا پہننا محرم پر حرام ہے اور اگر پہن لے تو ایک دُنبہ کفارہ
دے اور اگر گرمی یا سردی کے بچاوے کے لیے سیے کپڑے پہننے کی طرف مضطر ہو تو جائز ہے اور ایکدُنبہ

کفارہ اُسپر لازم ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سیے کپڑے کو ایک مجلس مین پہننے سے ایک
کفارہ ہے اور دو مین پہننے سے دو کفارے ہین اور یہی حکم ہے اگر کئی سیونون کے سیے کپڑے
پہنے تو اُسپر لازم ہے کہ ہر سیون کے مقابل مین کفارہ دے پانچوین منع چیز سر مُنڈوانا ہے اور
سر مُنڈوانے مین کفارہ ایک دنبہ ہے یا دس مسکینون کو ایک ایک مد گیہون دینا ہے اور
بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُنمین چھ فقیرون کو دو دو مد گیہون دے یا تین دن کے روزے رکھے
اور اگر اپنی داڑھی پر یا سر پر ہاتھ پھیرے اور کوئی بال گرے تو ایک انجل گیہون دے اور اگر نماز
کے لیے وضو مین ہاتھ پھیرے اور بال گر پڑے تو اُسپر کچھ لازم نہین اور اگر دونون بغلون مین سے
ایک بغل کے بال لے تو تین فقیرون کو گیہون دے اور اگر دونو نکے لے تو ایک دنبہ لازم ہے اور
اگر رستہ چلتے مین اپنے اوپر سایہ کرے تو ایک دنبہ اور یہی حکم ہے اگر کپڑے سے سر کو ڈھانکے
یا مٹی لگا کر سر کو چھپائے یا پانی کے اندر سر کو لیجائے یا سر پر ایسی چیز اُٹھائے جو اُسے چھپالے تو اُسپر
ایک دنبہ واجب ہے چھٹی منع چیز جدال ہے اور وہ قسم کھانا ہے اور جھوٹی قسم ایکبار کھائے تو ایکدنبہ
اور اگر دو مرتبہ کھائے تو ایک گائے دے اور اگر تین مرتبہ کھائے تو ایک اونٹ دے اور اگر سچ
ہو اور تین مرتبہ کھائے تو ایک دنبہ ہے اور اِس سے کم مین کچھ کفارہ نہین جامع الرضوی کے
مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جھوٹی قسم مین قسم کے تعدد کی صورت مین
کفارے کے تعدد کا اختلاف مشروط ہے اِس سے کہ پہلی قسم کا کفارہ نہ دیا ہو اسلیے کہ اگر پہلی قسم
کا کفارہ دے دیا ہوگا اور اسکے بعد دوسری قسم کھائیگا تو ہر ایک قسم کے لیے ایک ایک دنبہ
دیگا ۔ ساتوین منع چیز حرم کے بڑے درخت کا اُکھاڑنا ہے پس اگر بڑے درخت کو اُکھاڑے
تو ایک گائے دے گو محل ہو اور چھوٹے درختون مین ایک دنبہ ہے اور اگر کوئی ٹکڑا اُن درختون مین سے
کسی کا توڑے تو اُسکی قیمت دے اور صاحب شرائع فرماتے ہین اور میرے نزدیک اِن سب مین
تردد ہے اور اگر کوئی درخت حرم کا اُکھاڑے اور پھر لا کر وہین لگا دے اور وہ سوکھ جائے تو بعضے
فقہا نے کہا ہے کہ اُسکا ضامن یعنی ذمہ دار ہے اور گھانس اُکھیڑنے مین کوئی کفارہ نہین ہر چند کہ
گنہگار ہوتا ہے اور جو شخص کہ خشبودار تیل کا احرام مین استعمال کرے گو ضرورت سے استعمال کیا ہو
تو بعض کے قول پر اُسپر ایک دنبہ ہے اور یہی حکم اُس شخص کا ہے جو اپنے دانت لو اُکھاڑ ڈالے اور

ان سب مین تردد ہی اور جائز ہے اُس چیز کا کھانا کہ جس مین خشبو نہو روغنون سے جیسے گاے کا گھی اور تلی کا تیل ہے اور تیل ملنا جائز نہین خاتمہ اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ مختلف اسباب کفارے کے وجوب کے جمع ہون جیسے سیے کپڑے کا پہننا اور ناخن کٹوانا اور خشبو کا استعمال کرنا ہے تو ہر ایک کا کفارہ لازم ہو خواہ ایک وقت مین دے خواہ دو وقتون مین دے خواہ پہلے فعل کا دیا خواہ نہ دیا ہو دوسرا مسئلہ جبکہ کئی مرتبہ عورت سے ہمبستر ہو تو ہر مرتبہ کے لیے کفارہ دیگا اور اگر کئی مرتبہ سر منڈوائے بس اگر ایک وقت مین ہے تو کفارہ مکرر نہوگا اور اگر دو وقتون مین ہے تو کفارہ مکرر ہوگا اور اگر محرم کئی بار سیا کپڑا پہنے یا خشبو کا استعمال کرے تو اگر ایک مجلس مین یہ تکرار ہوئی ہے تو کفارہ مکرر نہوگا اور اگر کئی جلسو نمین یہ تکرار استعمال وغیرہ کی ہوئی ہے تو کفارہ بھی مکرر ہو جائیگا تیسرا مسئلہ اگر محرم پہنے یا کھائے وہ چیز کہ جسکا پہننا یا کھانا اُسے جائز نہین تو اُسے ایک دنبہ کفارہ دینا واجب ہے چوتھا مسئلہ کفارہ ساقط ہو جاتا ہو اُس شخص پر سے جو مسئلہ کو نجانتا ہو یا بھولے سے اُسنے کیا ہو یا دیوانہ ہو مگر شکار کا کہ وہ لازم ہی ہے ہر چند کہ وہ سہو سے بھی کرے

کتاب العمرہ

یہ کتاب عمرہ کے بیان مین ہے اور عمرہ کے معنی لغت مین زیارت کے ہین اسلیے کہ زائر اپنی زیارت کے سبب سے تعمیر مکان کرتا ہے اور شرع مین اُن مخصوصہ عبادتون کو کہتے ہین کہ جنھین میقات اور مکہ مین بجالاتے ہین اور یہ بھی اُسپر واجب ہوتا ہی کہ جسپر حج واجب ہوتا ہی اور صورت عمرہ کی یون ہے کہ پہلے اُس میقات سے کہ جس سے احرام باندھنا جائز ہے احرام باندھے اور اسکے بعد مکہ مین داخل ہو پھر طواف کرے اور نماز طواف کے بعد دو رکعتین پڑھے پھر صفا اور مروہ مین سعی کرے اور تقصیر کرے یعنی ناخن اور بال کتروائے اور عمرہ کے وجوب کی بھی وہی شرطین ہین جو حج کے وجوب کی شرطین ہین اور جب شرطین متحقق ہونگی تو عمر بھر مین ایک مرتبہ واجب ہوگا اور کبھی عمرہ نذر سے اور شبہ نذر سے کہ عہد و قسم ہے واجب ہوتا ہے اور کبھی اجارہ کرنے سے اور عمرہ کے فاسد کرنے سے اور حج کے فوت ہونے سے جو حج کا احرام باندھے ہو واجب ہوتا ہے اسلیے کہ اُسپر واجب ہے کہ عمرہ مفردہ سے مکہ مین داخل ہونے کے سبب سے محل ہو جائے اس شرط سے کہ کوئی شرعی عذر نہ رکھتا ہو جیسے آقا کی بے اجازت کا

بند ہو یا لڑائی کے لیے داخل ہو یا لکڑہارون کی طرح جسے بہت آمد و رفت نہ رکھتا ہو اور عمرہ کے اسباب
کے کئی بار پائے جانیسے عمرہ کئی بار واجب ہوتا ہے اور عمرہ کے آٹھ فعل ہین نیت اور احرام باندھنا
اور طواف اور دو رکعت نماز طواف اور سعی اور تقصیر اور طواف نساء اور طواف نساء کی دو رکعت
نماز اور عمرہ کی دو قسمین ہین ایک عمرہ متمتع بہا دوسرا عمرہ مفردہ اور پہلی قسم اُن لوگون پر واجب ہے
جو مکہ کے رہنے والے نہون اور عمرہ کا بجالانا حج ہی کے مہینون مین صحیح ہے اور حج کے مہینے شوال
اور ذیقعدہ اور ذیحجہ ہین اور عمرہ متمتع سے عمرہ مفردہ ساقط ہو جاتا ہے اور اسمین تقصیر یعنی بالونکا
کم کرنا یا ناخن کتروانا لازم ہے اور سر منڈوانا جائز نہین اور جو عمرہ تمتع مین سر منڈوائیگا اُسے ایک
دنبہ کفارہ دینا لازم ہے اور اسمین طواف نساء واجب نہین اور جو لوگ مکہ کے رہنے والے ہین
اُنکو عمرہ مفردہ واجب ہی اور سال کے سب دنون مین درست ہی اور سال بھر کے عمرہ مفردہ سے
بہتر ہے جسے ماہ رجب مین بجالائین اور جو کہ عمرہ مفردہ کا احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہو تو
اُسے اسکی نیت کا عمرہ تمتع کی نیت سے بدلنا جائز ہے اور قربانی لازم ہو جائیگی اور اگر عمرہ مفردہ حج
کے مہینون کے سوا کا ہو گا تو اسکی نیت کا عمرہ تمتع کی نیت سے بدلنا جائز نہین اور جو عمرہ تمتع
کی نیت سے مکہ مین داخل ہو تو اُسے بے حج کیے مکہ سے باہر نکلنا جائز نہین اسلیے کہ اُسکا احرام
حج سے مربوط ہے اور ایک دوسرے پر مترتب اور ایک دوسرے کا مثل جزء کے ہے ہان اگر اسطرح
سے نکلے کہ جس سے نئے احرام باندھنے کی ضرورت نہ پڑتی ہو تو نکلنا جائز ہے اُردو مترجم کہتا ہے
کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اسطرح سے باہر نکلے اور پھر آئے کہ اُسکے محل ہونے کا مہینا
نگزرنے پائے۔ اور اگر نکلے اور نئے سرے سے عمرہ تمتع کرے تو حج تمتع اخیر عمرہ کے مقارن بجالائے
اور ہر مہینے مین عمرہ مفردہ مستحب ہے اور دو عمرون کے بیچ مین کم سے کم دس دن کا فاصلہ کرنا چاہیے
اور جن دو عمرون کے بیچ مین دس دن سے کم کا فاصلہ ہو وہ مکروہ ہین اور بعضے فقہانے حرام کہا
ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور عمرہ مفردہ سے محل ہو جاتا ہے ناخن کٹوانے سے یا بال کتروانے
سے اور اس مین سر کا منڈوانا افضل ہے بس جبکہ تقصیر یعنی ناخن یا بال کٹوا چکے گا یا حلق
یعنی سر منڈوا لے گا تو جو جو چیزین اُسپر احرام باندھنے سے حرام ہوئی ہین حلال ہو جائین گی مگر
عورتین حلال نہونگی پھر اسکے بعد طواف نساء کرے کہ عورتین بھی حلال ہو جائین اور طواف نساء

سعی کے بعد ہر عمرہ کرنیوالے پر عمرہ مفردہ مین واجب ہے خواہ عمرہ کرنیوالا مرد ہو یا عورت ہی ہو
اور خواجہ سرا ہو اور بچہ ہو اور عمرہ بھی واجب فوری ہے تاخیر اس مین جائز نہین

کتاب الجہاد

یہ کتاب جہاد کے بیان مین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ صاحب تنقیح نے فرمایا ہے
کہ جہاد مین ایسی دو خاصیتین ہین کہ وہ اور عبادتون مین نہین ہین ایک یہ کہ نیابت زندہ ہی
کی طرف سے قبول کرتی ہے مردہ کیطرف سے جہاد مین نیابت نہین ہوتی ہے دوسری خاصیت
یہ ہے کہ جب جہاد جائز ہوتی ہے تو اُسکا بجالانا واجب ہوتا ہے اسکا جواز وجوب سے جدا نہین ہے
اُردو مترجم کہتا ہے کہ جہاد جیم کے زبر دار جہد سے فعال ہے اور اسکے معنی لغت مین مشقت کے
ہین یا اُس جہد سے ہے کہ جسکے جیم کو پیش اور زیر ساتھ ہی ہے اور اُسکے معنی وسعت اور طاقت
کے ہین اور شرع مین مشرک اور باغیون کی لڑائی مین وجہ خاص پہ جان اور مال وغیرہ سے
کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہین اور شیخ شہید علیہ الرحمہ نے جہاد کی یون تعریف کی ہے کہ کلمہ اسلام
کے بلند کرنے مین اور ایمان کے شعار قائم کرنے مین جان اور مال کا صرف جہاد ہے تو پہلے
کلمۂ اسلام کے بلند کرنے مین مشرکون کی جہاد داخل ہوتی ہے اور ایمانکے شعارون کے قائم کرنے مین باغیون
کی جہاد شامل ہوتی ہے۔ اور جہاد کے رکن چار ہین۔

پہلا رکن اُن لوگون مین ہے جنپر جہاد واجب ہوتی ہے اور جہاد ہر بالغ عاقل آزاد مرد بہت
بڈھے کے سوا پر واجب ہے بس جہاد نہ تو نابالغ لڑکے پر اور نہ دیوانے پر اور نہ عورتون پر اور نہ
بندے پر واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بندے
کو ہرچند آقا جہاد کی تکلیف دے اُسے جہاد کرنا واجب نہین اسلیے کہ آقا بندے کی شرعیہ تکلیفون
کا مالک نہین مگر بندے پر بھی دو مقامون مین جہاد واجب ہے ایک اُس جگہ پہ جہان مسلمانون پر
ایسی جماعت غالب آجائے کہ جس سے فریضۂ اسلام پر پہونچے تو ایسی صورت مین بندون پر بلکہ
عورتون پر بھی جہاد واجب ہو جاتی ہے دوسرے جس مقام مین اپنی جان کا ڈر ہو تو ایسی صورتین
جان بچانے کے لیے واجب ہے کہ جہاد کرے گو اُسکا آقا منع بھی کرتا ہو۔ اور جہاد کفائی واجب

اِن معنون سے ہے کہ جب بعض جہاد پر اقدام کرینگے تو بعضون سے ساقط ہو جائیگی اور جہاد کی صحت مین امام علیہ السلام کا وجود یا اُن حضرت کے نائب کا وجود کہ جسے حضرت نے جہاد کے لیے مقرر فرمایا ہو شرط ہے اور امام علیہ السلام کے وجود سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت ظاہر ہون اور امامت کے امور مین تصرف پر قادر ہون اور جہاد واجب عینی کسی پر نہین ہوتی ہے مگر جسے امام علیہ السلام خاص جہاد کی کسی مصلحت سے دشمنون کے مقابلہ مین جہاد کرنیوالون کی کوتاہی سے اور بے اجتماع کے انکی دفع دشوار ہونیسے طلب فرمائین یا خود وہی نذر اور شبہہ نذر یعنی عہد اور قسم سے اپنے اوپر واجب کرے اور کبھی دشمنون سے لڑنا شر کے دفع کرنے کے واسطے واجب ہوتا ہے جیسے کوئی مسلمان حربی کافرون مین ہو اور انپر کوئی دشمن چڑھے اور یہ ڈرے کہ مبادا مجھے بھی جانی یا مالی اذیت پہونچائے تو ایسے وقت مین یہ مسلمان اُس دشمن کو اپنے سر سے دفع کرنے کے لیے اُن حربی کافرونکی مدد کرے تو یہ جہاد نہین کہلاتا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ یہان دشمن سے کافر دشمن مراد ہے اسلیئے کہ اگر مسلمان دشمن حربی کافر پر آئے اور ایک مسلمان اُنہین ہو تو اُسے ان حربی کافرون کی مدد کرنا جائز نہین اور اگر کافر اُن کافرون پر غلبہ کرین تو اُس مسلمان کو اپنے نفس سے شر دور کرنے کے لیے اُس کافر کی لڑائی مین اُن کافرون سے موافقت کرنی جائز ہے اور یہ اِن معنون کی جہاد نہین کہ ایسی لڑائی سے بھاگنا جائز نہو یا مقتول کا غسل دینا اور کفن دینا جائز نہو اور ایسی لڑائی مین اپنے نفس سے دفع کرنے کی نیت کرے اور کافرون کی مدد کی نیت نکرے اسیطرحپر جو شخص جسے اپنی جان کا ڈر ہو تو اُسے دشمن سے محاربہ کرنا واجب ہے خواہ غلبہ کا گمان ہو یا نہو یا مال کا ڈر ہو تو اس صورت مین اس شرط سے لڑیگا جب کہ اپنے اور اپنے مال کے سلامت رہنے کا گمان غالب ہوگا اور جہاد کا وجوب چار عذرون سے ساقط ہوتا ہے ایک نابینائی ہے کیونکہ اندھون پر جہاد واجب نہین دوسرا زمین گیر ہونا یعنی زمین سے ہل نسکنا اور زمین پر کھڑے نہوسکنا ہے تیسرا وہ مرض ہے کہ جسکے سبب سے سوار ہونے پر اور دوڑنے پر قدرت نہو چوتھا وہ فقر ہے کہ جس سے راہ جہاد مین اپنے اور عیال کے قوت سے اور ہتھیا بہم کرنے سے عاجز ہو اور یہ عجز اشخاص کے احوال کے اختلاف کے موافق مختلف ہوا کرتا ہے تین فرعین - **پہلی فرع** جبکہ کسی مجاہد پر کسیکا قرضہ ہو کہ جسکی ادا کا وعدہ نہ پہونچا ہو تو اُس قرضخواہ کو ایسے قرضدار مجاہد کا جہاد سے روکنا نہین پہونچتا ہے اور اگر قرض کی میعاد پوری ہوگئی ہو اور اس

قرضدار کو اُسکے ادا کرنے کی قدرت نہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اُسی قرضخواہ کو اُس قرضدار کا جہاد
کیے جانے سے روکنا پہونچتا ہے اور اپنے قرض کے ادا کرنے کی تکلیف دے سکتا ہے مگر یہ قول شرع
کے قواعد سے بعید ہے دوسری فرع ماں باپ کو جہاد مین جانے سے اپنے بیٹے کا روکنا پہونچتا ہے
جبتک کہ اُسپر جہاد واجب عینی نہوئی ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مسلمان ماں باپ کو اپنے
بیٹے کو جہاد مین جانے سے منع کرنا اِس شرط پر پہونچتا ہے کہ اُسپر خاص وہ جہاد واجب نہوئی ہو اور
اگر ماں باپ کافر ہون تو اُنکی اطاعت اور اجازت واجب نہین اور دادا دادی بھی اقوی قول کی
ماں باپ کے حکم مین ہین اور سارے مباح سفر و نین خواہ سنت یا واجب کفائے ہون ماں باپ کی اجازت
بھی شرط ہے پس عینیہ واجبات کے علم کی تحصیل کے لیے جیسے عقائد ایمان کا جاننا ہے اور روزہ اور
نماز کے آداب کا سیکھنا ہے کہ ہر مکلف پر انکا جاننا واجب ہے اور اُس شہر مین کوئی معلم نہو تو ماں
باپ کی بے اجازت سفر کر سکتا ہے اور کفائی واجبون کے لیے جیسے فقہ کا سیکھنا اور فقاہت کی
تحصیل ہے کہ ہر مکلف پر واجب نہین بلکہ کفائی واجب ہے تو سفر کے اختیار کرنے مین ماں باپ
کی اجازت ضرور ہے تیسری فرع لڑائی کی کشش کے وقت نئے عذر کے پیدا ہونے سے لڑائی کا
فرض ساقط نہوگا اور اسمین تردد ہے مگر جبکہ لڑائی مین قیام سے عجز طاری ہو اور جبکہ محتاج کو اُسکی
احتیاج کی چیزین دینگے تو اُسپر دشمنون سے جہاد مین محاربہ کرنا واجب ہو جائیگا اور اگر اُجرت
کے طور پر دین تو قبول کرنا اُسپر واجب نہین اور جو کہ اپنی ذات سے جہاد کرنے مین عاجز ہو اور
وہ مالدار ہو تو اُسپر دوسرے شخص کو اُجرت دیکر بھیجنا واجب ہے اور بعضون نے سنّت کہا ہے
اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر خود جہاد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور دوسرے کو بھیجدے تو جبتک
اُسپر جہاد عینی واجب نہوگی جہاد اُس سے ساقط رہیگی اور حرام مہینون مین جہاد کرنا حرام ہے اور یہ
چار مہینے ذیقعدہ ذیحجہ محرم رجب ہین مگر جبکہ دشمن اپنی طرف سے اِن مہینون مین پہل کرین یا
دشمن اِن مہینون کی حرمت کا اعتقاد نرکھتے ہون اور حرم کعبہ مین بھی دشمنون سے مقابلہ جائز
ہے اور ابتداے اسلام مین حرام تھا پھر منسوخ ہو گیا اور جو شخص جس شہر مین اپنے اسلام کے
شعار کو ظاہر نکر سکے اُسے اُس سے نکلنا واجب ہو جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جس شہر مین ایمان کے شعار ظاہر نکر سکے اُس شہر سے بھی مہاجرت ہین

یہی حکم ہے اور اس قول کو شیخ شہید علیہ الرحمہ نے نقل کرکے فرمایا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم امام
علیہ السلام کے ظہور کے وقت کا ہے کہ اُس وقت مین تقیہ کا حکم بالکل برطرف ہوجائیگا اگر امام کی
غیبت کے زمانے مین سارے مقام تقیہ کے واجب ہوئے ہین برابر ہین اور ایسا ہی اُنکے احکام چھپانے کی کیفیت
جاری ہوتی ہین ہرچند کہ شہرون کے تفاوت سے چھپانے مین تفاوت ہوا کرتا ہے۔ اور یہ مہاجرت
کی قدرت کی صورت مین ہے اور شرک کے شہر سے نکلنے کے وجوب کا حکم باقی ہے جبتک کہ اُس شہر
مین کفر باقی رہیگا اور جہاد کے اس رکن کے لواحق مین سے مرابطہ کا حکم ہے اور مرابطہ سرحدون کی
حفاظت کو منتظر اور آمادہ رہنا ہے کہ دین کے دشمن اُن طرفون سے گھُس نہ آئین اور مرابطہ مستحب ہے ہرچند
کہ امام علیہ السلام غائب ہون اسلیے کہ مرابطہ محاربہ پر اور مقاتلہ پر مشتمل نہین ہے بلکہ محافظت کے
لیے ہے اور اہل شہر کو دشمنون کی آمد سے خبردار کرنے کے واسطے ہے جو اپنی ذات سے مرابطہ مین
قادر نہو تو اُسے مستحب ہے کہ اپنے گھوڑے کو اُس سرحد مین مرابطہ کرنیوالون کے لیے بندھوا دے
اور جو کوئی مرابطہ کرنیکو نذر کریگا تو اُسپر مرابطہ واجب ہوجائیگا خواہ امام علیہ السلام ظاہر ہون یا
غائب ہون اور یونہین جو کوئی مرابطہ کرنیوالون کی احتیاجون مین کچھ مال صرف کرنیکی نذر کریگا
تو وہ بھی اصح قول پر واجب ہوجائیگا اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ یہ نذر منعقد نہو گی اور اس مال کو
مرابطہ کرنیوالون مین صرف کرنا حرام ہے بلکہ اس مال کو نیک کامون مین صرف کرے مگر جب کہ
مخالفون کے بُرا کہنے کا ڈر ہو یعنی مخالف مذہب کو اس نذر سے آگاہی ہوا اور ڈرے کہ اگر نذر کے
خلاف کریگا تو اُس مخالف کے نزدیک مطعون ہوگا اور پہلا قول اصح ہے اور اگر اپنی ذات پر
مرابطہ کا ٹھیکہ لے تو اُسکا بجالانا واجب ہے گو امام علیہ السلام غائب ہون اور بعضے فقہانے کہا
ہے کہ یہ ٹھیکہ صحیح نہین اور اگر ٹھیکہ دینے والے کو یا اُسکے وارثون کو پائے تو اُس اُجرت کو پھیر دے
اور اگر نپائے تو مرابطہ کو بجالائے اور اولی یہی ہے کہ ٹھیکہ لینے پر مرابطہ واجب ہے اور یہ تفصیل
جو بیان ہوئی معتبر نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ غیبت
کے زمانے مین مرابطہ بھی ساقط ہے بس نذر اُس سے متعلق نہین ہوتی ہے اور نہ منعقد ہوتی ہے
اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو مال مرابطون کے لیے نذر کرے اُسے نیک کامون مین صرف کرنا چاہیے
اور جو کوئی مرابطہ کا ٹھیکہ لے اُسے اُجرت پھیر دینا چاہیے اور مصنف کے نزدیک مرابطہ بھی ایک

عبادت ہی بس اُسکی نذر منعقد ہو گی اور اجارہ دینا لینا صحیح ہو گا اور فقہا کے نزدیک یہی قول معتبر ہے
دوسرا رکن اُن لوگون کے بیان مین جن سے جہاد واجب ہے اور جہاد کی کیفیت مین اور اس
رکن مین کئی طرفین ہین پہلی طرف اُن لوگون کے بیان مین جنسے جہاد کرنا واجب ہے اور
وہ تین فرقے ہین ایک فرقہ باغی جو امام وقت پر خروج کرین گو مسلمان ہون دوسرا فرقہ اہل ذمہ
ہین کہ وہ یہود اور نصاری اور مجوس ہین جبکہ ذمے کی شرطون کے خلاف کرین تیسرا فرقہ اِن
تین فرقون کے سوا ہر قسم کے کافر ہین اور جن لوگونسے جہاد کرنا واجب ہے مسلمانون کو اُنکی طرف
اگر امام پر باغی ہین تو اُنکے روکنے کے لیے اور اگر ان تین فرقون کے سوا کافر ہین تو اُنھین دین
اسلام کی طرف منتقل کرنے کے لیے اور اگر یہود اور نصاری اور مجوس ہین تو اسلام اور جزیہ قبول
کروانے کے لیے جانا واجب ہے اور اگر اُدھر سے محاربے کی ابتدا کرین تو اِدھر سے بھی اُسے لڑنا
واجب ہے اور اگر وہ لوگ نہ لڑین تو اِدھر والون کو اُنسے مقدور بھر لڑنا واجب ہے اور کم سے کم یہ
ہے کہ ہر سال مین ایک مرتبہ لڑا کرین اور اگر اُنسے مصالحہ کرنے کی مصلحت مقتضی ہو تو اُنسے مصالحہ
کرنا جائز ہے لیکن صلح کے متولی نہونگے مگر امام علیہ السلام یا وہ شخص جو اُن حضرت کی طرف مصالحہ
کرنے مین اجازت پا چکا ہو دوسری طرف اہل حرب سے مقابلہ کی کیفیت مین اور مقاتلہ مین
ابتدا اُن لوگون سے کرنا بہتر ہے جو زیادہ نزدیک ہون مگر جسوقت مین بہت دُور کے لوگونسے
خطرہ زیادہ ہو تو پہل اُنھین سے کرنا چاہیے اور انتظار کرنا واجب ہے جبکہ دشمن بہت سے ہون
اور مسلمان تھوڑے سے ہون یہانتک کہ کثرت بہم ہو جائے اور دشمنون کا مقابلہ ہو سکے پھر لڑائی مین
پیشدستی اور جنگ مین ابتدا کرے مگر دونون شہادتون کے اقرار اور مسلمانی کے شعارون کے تکفل
کی طرف کہ اسلام کی نیک چیزین ہین دعوت کرنے کی ابتدا کرین اور دعوت کرنیوالا چاہیے کہ امام ع یا
جسے حضرت نے اِس کام کے لیے مامور فرمایا ہو وہ ہو اور دعوت کا اعتبار اُن لوگون کے حق مین
ساقط ہے جو اسلام کی خوبیون کو جان چکے ہین کیونکہ جان بوجھ کر اُنھون نے اسلام کو قبول نہین
کیا ہے اور مسلمانون سے دشمن دونے یا کم ہونے پر لڑائی کے میدان سے بھاگنا حرام ہے مگر کسی
مصلحت سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل کرے جیسی کہ لڑائی کے مکان کی وسعت
مطلوب ہو یا پانی کی جگہ کی خواہش ہو یا منھ سورج کے سامنے پڑتا ہو اور دوسرا مکان ٹھنڈا ہو

کہ سورج کیطرف پیٹھ پڑتی ہو یا ہتھیارون کی درستی کے لیے یا دوسرے لشکر سے خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو
ملنے کے لیے اور اگر مارے بھی جانے کا گمان غالب ہو تو بھی بھاگنا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ جائز ہے اسلیے کہ حق تعالی نے فرمایا ہے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی اپنے ہاتھون سے
اپنے کو ہلاکت مین نہ ڈالو اور پہلا قول اظہر ہے اسلیے کہ حق تعالی نے فرمایا ہے إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا
یعنی جبکہ لڑائی مین تم کسی گروہ کے سامنے پر جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اگر اہل اسلام کافرون
کے نصف سے بھی کم ہون تو ثابت قدمی واجب نہین اور اس صورت مین جیتنے کا گمان
غالب ہو تو لڑنا مستحب ہے اور اگر ہلاکت کا گمان غالب ہو تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پھر آنا واجب
ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مستحب ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر دو یا تین کافر ایک مسلمان
کو پکڑین تو مسلمان کو ثابت رہنا واجب نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ واجب ہے اور یہی
روایت مین وارد ہوا ہے اور جائز ہے دشمنون سے لڑنا گھیر کر اور رسد بند کرکے اور اُنکے قلعہ مین پتھر مارنے
سے اور قلعہ اور گھر کے کھودنے سے اور اس طرح سے کہ جس سے فتح کی امید ہو اور آگ لگانا اور درختون کا
کاٹنا اور اُنپر پانی چھوڑ دینا مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت مین جائز ہے اور زہر ڈالنے سے جہاد کرنا حرام
ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر بے اسکے ممکن نہو تو جائز ہے
اور اگر کافر اپنی سپر عورتون کو اور لڑکون کو بنائین تو اُنسے ہاتھ روک لینا جائز ہے مگر لڑائی کی شدت
کے وقت مین اور یہی حکم ہے اگر مسلمان قیدیون کو اپنی سپر کافر بنائین تو مسلمان قیدی بھی مارا جائیگا
اگر بے اسکے اُنسے جہاد ممکن نہوگی اور اس صورت مین قاتل پر دیت واجب نہین اور اسپر قتل کا
کفارہ ہے اور احادیث مین وارد ہوا ہے کہ کفارہ نہین ہے اور اگر قیدی مسلمان کے مارنے
سے بچاؤ ممکن ہونے پر عمداً قتل کریگا تو قاتل پر قصاص اور کفارہ دونون لازم ہین اور نہ تو دیوانون
کا اور نہ بچون کا اور نہ اُنکی عورتون کا مارنا جائز ہے گو یہ اُنکی مدد بھی کرین مگر اضطرار کی صورت مین
اور مثلہ کرنا یعنی ناک کان کاٹنا جائز نہین اور اسیطرح امان دینے کے بعد اُنسے بیوفائی کرنا جائز
نہین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس طرح سے اُنکی عورتون کا قتل کرنا جائز نہین اسی طرح
اُنکے خنثون کا اور بہت بڈھون کا قتل کرنا جائز نہین مگر جب یہ کافرون کی مدد کرین تو اس صورت
مین اُنسے بھی جہاد واجب ہوگی۔ اور سنت ہے کہ زوال آفتاب کے بعد مقابلہ ہو اور اُنپر شبخون مارا

اور زوال سے پہلے مقابلہ کرنا مکروہ ہے مگر کسی حاجت کے لیے جائز ہے اور غازی کو اپنے چوپائے
کے کوچے کاٹنا مکروہ ہے گو وہ چلنے سے عاجز ہو اور بے حکم امام علیہ السلام کے لڑنے کو نکلنا مکروہ ہے
اور بعضے کہتے ہین کہ حرام ہے اور سنت ہے لڑنیکو نکلنا جب امام علیہ السلام عام طور سے طلب کرین
اور واجب ہوگا جب خاص طلب کرین گے دو فرعین ہین۔ پہلی فرع جبکہ مشرک مسلمان مبارز
کو طلب کرے اور یہ شرط نکرے کہ کوئی اور اُسکی مدد نکرے تو جب وہ دونون لڑنے لگین تو مبارز
مسلمان کی مدد کرنا جائز ہے اور اگر شرط ہو کہ کوئی دوسرا مدد نکرے تو شرط پوفا کرنا واجب ہے بس
مسلمان بھاگ جائے اور حربی اُسے طلب کرے تو اُس حربی کا دفع کرنا جائز ہے اور اگر حربی آگے
طلب نکرے تو جائز نہین کہ اُس سے محاربہ کرے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے مگر جبکہ اُس حربی
نے شرط کرلی ہو کہ اُسے امان دیے رہین یہانتک کہ اپنی قوم مین پہونچ لے دوسری فرع اگر حربی
اس شرط سے طلب مبارزی کرے کہ اُس سے وہی لڑیگا پھر اُسکے بعد دونون آپسمین لڑین اور
کافر اپنے ساتھیون کو پکارے تو بیشک اُسنے اپنی امان کو توڑ ڈالا اور اگر اُسکے مددگار بے بلائے
آئین اور وہ اُنکو منع کرے تو اپنی شرط باقی ہے اور اگر نہ روکے تو اور اہل اسلام کو بھی جائز ہے
کہ اُس سے اور اُسکے مددگار کافرون سے محاربہ کرین تیسری طرف امان کے بیان مین ہے
اور کلام اُس شخص مین ہے جو عقد امان کرتا ہے اور امان کے کیا معنے ہین اور امان کا وقت
کونسا ہے لیکن جو کہ امانکا عقد کرے اُسے واجب ہے کہ مسلمان بالغ عاقل مختار ہو نہ مجبور خواہ
امان دینے والا آزاد ہو یا بندہ ہو مرد ہو یا عورت ہو اگر کوئی لڑکا جو بلوغ سے نزدیک ہو اور ابھی
بالغ نہو یا دیوانہ امان دے تو اُسکی امان منعقد نہوگی مگر جو اُنکی امان سے حربی کافرون مین کا
شہر اسلام مین آجائے اُسے اُسکے مقام تک پھیر دینا چاہیے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ
جو حربی کافر نابالغ یا دیوانے کی امان سے شہر اسلام مین آجائے اور دعا کرے کہ اس امان کو
صحیح جانکر آیا ہے تو اُسے پھیر دینا چاہیے اور اگر اس امان کو نادرست جانتا ہو اور ایسی جانی ہوئی
فاسد امان پہ بھروسا کرکے شہر اسلام مین آئے تو اُسے اُس مقام تک پہونچا دینا لازم نہین اور
مصنف کا مقصود بیان پہلی شق سے۔ اور یہی حکم ہے کہ اگر کافر حربی دار اسلام مین امان
کے شبہہ سے آجائے جیسے کوئی لفظ سُنے اور جان لے کہ وہ بھی امان ہے یا مسلمان ساتھ ہونگے

ساتھ ہولے اور توہم کرے کہ یہ بھی امان ہے اور عام مسلمانون مین سے ہر ایک کیلیے حربی کافرونکے
احاد کو امان دینا جائز ہے اور شارحون نے لکھا ہے کہ احاد سے تھوڑی گنتی کے لوگ مراد ہین
جیسے دس شخص ہین یا تھوڑا سا قافلہ یا چھوٹا قلعہ ہے اور عام حربی کافرون کو اور نہ ایک قلعہ
کے لوگون کو ایک مسلمان امان دیسکتا ہے اور آیا عام مسلمانون مین سے کسی ایک شخص کا
کفار مین سے ایک گانون کے لوگون کو یا ایک قلعہ کے لوگونکو امان دینا جائز ہے بعض فقہا نے
کہا ہے کہ ہان جائز ہے جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے ایک قلعہ کے لوگون کو مسلمانون مین
سے ایک شخص کے امان دینے کو قبول فرما لیا ہے اور بعض کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی قول اشبہ
ہے اور جو کچھ کہ جناب امیر علیہ السلام نے کیا ہے وہ معاویہ کے واقعون مین کی ایک حکایت ہے
اُسکا حکم اور واقعون مین سرایت نہین کرتا ہے اور اگر امام علیہ السلام چاہین تو سارے اہل حرب
کو عام امان دیدین اور خاص بعضون کو چاہین خاص امان دین اور یہی حکم ہے اُس شخص کا جسے
امام علیہ السلام کسی طرف مین حکومت کیلیے مقرر فرمائین اور وہ اُس طرف کے سارے لوگون کو
امان دیدے تو دیسکتا ہے اور جب تک کوئی امر شرع کے خلاف پر متضمن نہو اُسوقت تک امان
کی وفا کرنا واجب ہے جیسے اُنھین امان دین اور وہ برملا شراب پیا کرین یا نئے بتخانے بنائین اور اگر جبر
سے امان لین تو امان منعقد نہو گی اور امان کی عبارت اور صیغہ یہ ہے اَمَنْتُکَ وَاَجَرْتُکَ وَاَنْتَ
فِیْ ذِمَّۃِ الْاِسْلَامِ یعنی مین نے تجھے امان دی اور مین نے تجھے اپنی پناہ مین لیا اور تو اسلام کی امان
مین ہے اور اسیطرح جو لفظ اِن معنون پر صریحاً دلالت کرے اور اسیطرح جو عبارت کنایہ سے
دلالت کرے اور معلوم ہو جائے کہ امان کے عقد کرنیوالے یعنی امان کے دینے والے نے اس عبارت
سے امان دینے کا قصد کیا ہے اور اگر کہے کہ کچھ ڈر نہین یا نہ ڈر تو یہ امان نہین ہے جبتک کہ اسمین
کوئی اور عبارت نہ ملے کہ جو امان پر دلالت کرتی ہو اور امان کا وقت اُس کافر کے قید ہونے کے
پہلے ہے اور اگر لشکر اسلام فتحیاب ہو اور دشمن امان مانگے اور امان دینے مین مصلحت ہو تو
امان دینا جائز ہے اور اگر اسیر ہونے کے بعد امان مانگین اور انھین امان دین تو صحیح نہین اور کسی کافر
کو امان دینے کا مسلمان اقرار کرے اور وہ اقرار ایسے وقت پر ہو کہ جسوقت مین امان دینا صحیح ہے
تو اسکا کہنا قبول کرینگے اور اگر بیوقت ہے تو قبول نکرینگے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ امانکی صحت کے

وقت سے یہ مراد ہے کہ امان کا دینے والا امان کے عقد مین کی معتبر صفتون کا جامع ہو اور یہ اقرار
کافر کے گرفتار ہونے کے بعد ہو ہرچند کہ پکڑے جانے کے پہلے سے اسے نسبت دیتا ہو۔ اور اگر حربی
مسلمان پر دعوی کرے کہ اُسنے امان دی اور مسلمان منکر ہو تو قول مسلمان ہی کا قول ہے —
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ قول مسلمان کا قول ہے اِس مقام مین اِس سے مراد یہ ہے کہ
امان نہ حاصل ہونے کا حکم جاری ہوگا مسلمان کی طرف قسم کی تکلیف راجع ہوگی اِسلیے کہ قید اور
قتل کہ یہ دونون حکم حربی کافر پر جاری ہین اور امان کے فقط دعوی کرنے سے یہ حکم اُسپر سے ساقط نہونگے
اور اگر مسلمان حربی کے دعوی کرنے کے بعد اور جواب دینے سے پہلے مرجائے یا بیہوش ہوجائے
تو اِن دونون صورتون مین اُسے اُسکے اصحاب پاس بھیجدینگے اور اسکے بعد حربی کافر کا حکم رکھیگا
اور اگر وہ (حربی) اپنے لیے امان حاصل کرے کہ شہر اسلام مین سکونت اختیار کرے تو اس حربی کی تبعیت
مین اُسکا مال بھی آجائیگا اور اگر دار الحرب مین سکونت کے لیے ملحق ہو تو جو امان کہ اپنی جان کیلیے
حاصل کی تھی وہ جاتی رہیگی مگر جو مال اُسکا شہر اسلام مین رہ گیا ہے وہ امن مین رہیگا اور اگر وہ
حربی دار الحرب مین وطن اختیار کرنے کے بعد مرجائے پھر اگر وارث مسلمان رکھتا ہے تو وہ مال
اُسی سے متعلق ہوگا اور اگر اُسکا وارث حربی ہوگا تو امان ٹوٹ جائیگی اور اُسکا مال غنیمت کا حکم
رکھیگا اور امام علیہ السلام سے مختص ہوجائیگا اِسلیے کہ بے لڑائی کے ہاتھ آیا ہے اور اگر دار الاسلام مین
بھی مرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسلمان لوگ اُسی حربی کو جسکا مال دار الاسلام مین ہے گرفتار
کر لیوین تو اُسکی تبعیت مین اُسکا مال بھی مملوک ہوگا یعنی امام علیہ السلام کا مملوک ہوجائیگا اور غازیونکا
مملوک نہوگا جیسے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے اور اگر مسلمان امان کے طریق پر دار الحرب
مین داخل ہو اور وہان چوری کرے تو اُس چوری کے مال کو اُسکے مالک کو پھیر دینا اُس مسلمان پر
واجب ہے خواہ وہ مالک دار الاسلام مین ہو یا دار الحرب مین ہو اور اگر کسی مسلمان کو کافر گرفتار
کر لیوین اور اُسے اِس شرط سے چھوڑ دین کہ دار الحرب مین امن سے رہے تو اُسے دار الحرب مین
رہنا واجب نہین اور اُس مسلمان پر امن کی شرط کے ساتھ اُن حربیون کا مال لینا حرام ہے اور
اگر اُسے کچھ مال پہونچانے کی شرط سے رہا کرین تو اُس شرط پر وفا کرنا اُس مسلمان پر واجب نہین
اور اگر کوئی حربی مسلمان ہوجائے اور اُسکی جورو کا اُسکے ذمہ مہر ہو تو اُسکی عورت کو اُس سے

مہر کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے اور اُس عورت کے وارث کو بھی مطالبہ مہر کا نہین پہونچتا ہے اور اگر عورت پہلے مرجائے پھر اُسکا شوہر کافر حربی مسلمان ہو یا مسلمان ہوجائے عورت اپنے شوہر سے پہلے اور اُسکے بعد وہ عورت مرجائے تو اُس عورت کے مہر کا مطالبہ اُس عورت کے مسلمان وارث کرین گے اور حربی وارث نکرسکین گے خاتمہ اوراسمین دو فصلین ہین

پہلی فصل حربی کافرون سے امام علیہ السّلام کے حکم پر یا غیر امام علیہ السّلام کے حکم پراُن سے صلح کے عقد کا باندھے جانا جائز ہے یعنی جوکچھ امام علیہ السلام کہین اُسپر صلح کیجائے یا غیر جو امامؑ کے حکم سے حکومت کے لیے منصوب ہو تو اُس صلح کو قبول کرین اِس شرط سے کہ وہ حکم ایسے حاکم کا ہو کہ جسکی عقل کامل ہو اور عادل مسلمان ہو اور آیا مرد اُسکا ہونا اور آزاد ہونا بھی شرط ہے یا نہین بعضے فقہانے کہا ہے کہ وہ بھی شرط ہے اور اسمین تردد ہے اور اُس حاکم کے حکم پر جسے امام علیہ السلام نے پسند فرمایا ہے صلح کرنا جائز ہے نہ اُس شخص کے کہنے پر کہ جسے اہل حرب پسند کرین مگر یہ کہ وہ لوگ حکم کرنے کے لیے ایسے شخص کو مقرر کرین جسے شرع کی رو سے حکم کرنے کی لیاقت ہو اور اگر حاکم حکم دینے کے پہلے مرجائے تو امان جاتی رہے گی اور اُن حربی کافرون کو اُنکے لوگون مین بھیجدینگے اور دو شخصون کو یا زیادہ کو مصالحہ کرنے کے لیے حاکم کرنا جائز ہے اور اگر اُنمین سے ایک مرجائے تو سب کا حکم باطل ہوجائیگا اور حاکم کے حکم کی پیروی کرینگے مگر جبکہ اُسکا حکم شرع کے منافی ہو اور اگر حاکم حکم دے کہ اہل حرب کو قتل کردو اور اسیر کردو اور انکا مال لیلو اور اِسکے بعد کافر مسلمان ہوجائین تو اُنسے قتل کا حکم ساقط ہوجائیگا اور وہ حکم کہ جو اُنکے مال کے لوٹ لینے اور اُنکے بندہ کرنے مین ہوچکا ہے وہ ساقط نہوگا اور اگر مسلمان قیدیون کے بارے مین مشرک لوگ کچھ فدیہ مقرر کرین تو اُسپر وفا کرنا واجب نہین اسلیے کہ آزاد کے لیے کوئی عوض نہین ہوتا ہے۔

دوسری فصل کسی مصلحت پر رہنمائی کرنے والے کے لیے لشکر اسلام کے سردار کو اُجرت مقرر کرنا جائز ہے جیسے چھپی چیزون کو دکھا دینا اور قلعۂ کفار کے اور شہر کے پوشیدہ رستونکو بتانا ہے بس اگر وہ اُجرت اپنے مال مین سے مقرر کرے اور وہ عین مال موجود نہو اور قرض قرار دے اور اپنے ذمہ پر لیلے تو شرط ہے کہ اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہو اور اگر عین ہو تو چاہیے کہ اُسے دکھادین

یا اسطرح سے اُسکی صفت بیان کرین کہ اُس سے نادانستگی جاتی رہے اور اگر غنیمت کے مال مین سے سردار کچھ اُجرت مقرر کرے تو نامعلوم ہونا جائز ہے جیسے کوئی لونڈی یا کپڑا مقرر کرے تفریع اگر جعالہ یعنی اُجرت جو کچھ سردار لشکر نے مقرر کی ہے عین ہو اور شہر کی فتح امان کے طور پر ہو اور وہ اُجرت اُن چیزون مین داخل ہو کہ جو اُن کے مالکون پر چھوڑ دی گئی ہون پس اگر اُن چیزون کے مالک اور وہ اُجرت پانے والا اِس امر پر اتفاق کرین کہ اُسکا عوض اُسے دیدین یا وہی عین چیزین اُسے حوالہ کردین تو جائز ہے کہ تو بھین کرین اور اگر آپس مین تنازع ہو اور تراضی نہوتی ہو تو اُن کافرونکو جو اِس صلح کے بھروسے پہ آئے ہین اُنکی قوم کیطرف پھیر دینگے اور صلح کو فسخ کردین گے اور اگر وہ اُجرت کوئی ایسی لونڈی ہوگی کہ فتح کے پہلے مسلمان ہو چکی ہوگی تو وہ اُس اُجرت پانے والے کو ندین گے خواہ کافر ہو خواہ مسلمان ہو اِسلیے کہ اسلام کے پہلے ہونے کے سبب سے لونڈی بننے کی صلاحیت سے نکل گئی ہے اور اُسکے عوض مین اُسکی قیمت دیدینگے اور یہی حکم ہے اگر فتح کے بعد بھی مسلمان ہوئی ہو اور اگر اجرت پانیوالا کافر ہو اور وہ لونڈی فتح کے پہلے یا فتح کے بعد مرجائے تو اُسکا عوض دینا واجب نہین چوتھی طرف اسیرون کے حکمو مین اور اسیر لوگ مرد اور عورتین اور چھوٹے بچے ہین پس عورتین گرفتار ہونے کے سبب سے اور ہاتھ آجانے سے مملوک ہوجاتی ہین گو ابھی لڑائی برپا ہو اور یہی حکم کم سن لڑکون کا ہے اور اگر لڑکا بالغ سے مشتبہ ہوجائے تو اُسکی ناف کے تلے کے بالون سے امتیاز کرین گے پس جسکے بالون کا اثبات نہو اور اُسکا سن معلوم نہو تو اُسے لڑکون مین ملحق کردینگے اور اُنکے بالغ مردون کو اگر لڑائی ہو رہی ہوگی اور اسلام قبول نہ کرتے ہونگے تو قتل کرین گے اور امام علیہ السلام کو اختیار ہے اُمین کہ چاہین اُنھین گردن مارین یا اُنکے ہاتھ پانؤن کاٹ کر چھوڑ دین کہ خون اُنمین سے بہتا رہے یہان تک کہ مرجائین اور اگر لڑائی تمام ہونے کے بعد گرفتار ہونگے تو اُنھین قتل نہ کرینگے اور امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ چاہین اُنپر منت یعنی احسان رکھین اور چھوڑ دین یا فدیہ لین یا بندہ بنائین اور اگر گرفتار ہونے کے بعد مسلمان بھی ہوجائین گے تو بھی یہی حکم ہے اور جو قیدی چلنے سے عاجز ہو تو اُسکا قتل کرنا واجب نہین اسلیے کہ معلوم نہین کہ اُسکے حق مین امام علیہ السلام کیا حکم دینگے اور اگر مسلمان پیشدستی کرکے اُسے مار ڈالیگا تو خون اُسکا ہدر یعنی ماذون ہوگا واجب ہے کہ قیدی کو کھانا پینا دین ہرچند کہ اُسکا قتل منظور ہو اور مکروہ ہے کہ کافر قیدی کہ بھوک مین اور پیاس مین قتل کرین

یا اُسکا سر معرکہ جہاد سے کاٹ کر لیجائیں جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اگر کافر قیدی کے سر کاٹ کر معرکہ سے باہر لیجاتے ہین کافرون کی ذلت ہوتی ہو تو بے کراہت
کے جائز ہے اور شہید کا دفن کرنا جائز ہے نہ حربی کا اگر اہل اسلام کے مقتول کافرون کے کشتون
سے ملجائین اور پہچان نہ پڑین تو اُسے دفن کرین کہ جسکے پیشاب کرنے کا عضو چھوٹا ہو اور بچے قیدی
کا حکم اُسکے مان باپ کا حکم ہے بس اگر دونون مسلمان ہون یا ایک مسلمان ہو تو لڑکا اُسی کا تابع ہے
اور اگر تنہا بے مان باپ کے پکڑا جائے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ پکڑنے والے کا اسلام مین تابع ہے
تفریع جب کسی عورت کا مرد گرفتار ہو تو اُسکا نکاح فسخ نہوگا اور اگر اُسے بندہ بنائین تو نکاح ٹوٹ جائیگا
اسلیے کہ ملکیت کا حادث ہوجانا فسخ نکاح کا موجب ہے اور اگر قیدی لڑکا یا عورت ہوگی تو اُسکا نکاح ٹوٹ جائیگا
اسلیے کہ وہ قید ہوتے ہی بندے ہوجاتے ہین اور بندہ ہونیکا پائے جانا اگلے نکاح کے فسخ کا موجب ہے اور یونہین
ہے اگر عورت مرد دونون قید ہون اور اگر عورت مرد دونون دارالحرب کے مملوک ہون اور پکڑے جائین
تو انکا نکاح نہ ٹوٹیگا اسلیے کہ انکا نیا بندہ ہونا نہین ہوا ہے بلکہ پہلے سے ہے اور اگر کہین کہ غازی کو اختیار
ہے کہ چاہے انکا نکاح فسخ کرے اور چاہے بحال رکھے تو یہ کتنا خوب ہوگا اور اگر کسی عورت کو گرفتار
کرین پھر اُسکی قوم سے مصالحہ ہوجائے اِس بات پر کہ اپنے پاس کے مسلمان قیدیون کو چھوڑ دین
اور وہ چھوڑ دین تو بھی اس عورت کا پھیر دینا واجب نہین اور اگر کسی عوض کے بدلے آزاد کیجائے
تو جبتک جائز ہے کہ مسلمان سے اُسکے یہان لڑکا نہین ہوا ہے اور اس طرف سے دو مسئلے ملائے
جاتے ہین پہلا مسئلہ جب حربی دارالحرب مین مسلمان ہوجائیگا تو اُسکی جان اور منقولہ مال محفوظ
رکھا جائیگا نہ غیر منقولہ مثل زمین اور املاک کے اِسلیے کہ وہ مسلمانون کے لیے ہے اور اُس سے اُسکے
چھوٹے بچے ملحق کیے جائین گے ہرچند کہ اُنہین اُنکا پیٹ بھی ہو اور اگر ایسے حمل والی پکڑی جائیگی تو وہ
عورت لونڈی ہوگی اور بچہ اُسکا غلام نہوگا اور یہی حکم ہے اگر حربیہ کافرہ عورت مسلمان مرد سے
مباح طور پر حاملہ ہوگی اور اگر کوئی مسلمان ذمی غلام کو نذر سے آزاد کرے اور وہ دارالحرب مین جائے
پھر اُسے مسلمان پکڑین تو اُسکا بندہ بنانا جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ نہین جائز ہے اسلیے کہ اُس سے
مسلمان کی ولا تعلق رکھتی ہے اور اگر اُسکا آزاد کرنے والا ذمی کافر ہو تو اجماع علما سے اُس آزاد
کیے بندے کا دارالحرب مین جاملنے پر پکڑنیوالے کو غلام بنانا جائز ہے دوسرا مسئلہ جبکہ اپنے آقا سے پہلے

حربی کافر کا غلام مسلمان ہو جائے تو اپنے نفس کا مالک اور اُسکی ملک سے باہر اس شرط سے ہے کہ اپنے آقا کے پہلے دارالحرب سے نکل کھڑا ہوا ور اگر اُسکے بعد نکلیگا تو اُسکے غلام ہونے پر باقی رہیگا اور فقہا مین سے وہ ہی جو نکلنے کو شرط نہین لیتا ہے اور پہلا قول اصح ہے پانچوین طرف غنیمت یعنی لوٹ کے مال کے حکمون مین اور کلام اُسکی قسمون مین ہے اور غنیمت کی زمین کے حکمون مین اور اُسکے بانٹنے کی کیفیت مین ہے لیکن پہلی غنیمت بس وہ حاصل کیا ہوا فائدہ ہے خواہ مال کی پونجی سے کما یا جائے جیسے تجارت کے نفعے ہین یا تجارت کے سوا سے ہو جیسا کہ مثل اُن چیزون کے جنکا حصول دارالحرب سے ہوتا ہے اور نظر بیان قسم اخیر سے متعلق ہوتی ہے اور یہ غنیمت اخیر قسم کے معنون سے تین طرح ہے ایک منقولہ جیسے سونا چاندی وغیرہ دوسری غیر منقولہ جیسے زمین اور املاک تیسری بندی جیسے عورتین اور بچے اور منقولہ غنیمت کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ جسکی ملکیت مسلمان کو درست ہوتی ہے اور غنیمت مین داخل ہوتی ہے اور یہ قسم خمس اور اُجرتین دینے کے بعد غازیون سے مختص ہے اور ان لوگون کو اسمین تقسیم اور اختصاص سے پہلے کوئی تصرف جائز نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ انھین ضروری چیزون کا لے لینا جائز ہے جیسے جانورون کا چارہ اور کھانے کا کھا لینا ہے دوسری قسم وہ کہ جسکی ملکیت مسلمان کو نہین پہونچتی ہے جیسے شراب اور سوٗر ہے اور یہ غنیمت مین داخل نہین بلکہ اسکا تلف کرڈالنا چاہیے جیسے سوٗر ہے یا تلف کرنا اور باقی رکھنا چاہیے جیسے شراب سرکہ کا بنانے کو فرعین - پہلی فرع جبکہ کوئی غازی غنیمت پانے والا دوسرے غازی غنیمت پانے والے کے ہاتھ کوئی چیز غنیمت کی بیچے یا اُسے ہبہ کرے تو درست نہین اور ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ اُسکے حصہ کے موافق مین درست ہے اور ایک قول پر یہ ہے کہ خریدار یا ہبہ لینے والا اُس دینے والے سے بڑھ کر اُس چیز کا حقدار ہوگا اور اگر یہ شخص دارالحرب کو جانے لگے تو اُس چیز کو غنیمت مین داخل کردیگا اور دینے والے کو نہ پھیرے گا اور اگر قابض غنیمت پانے والا غازیون مین سے نہو تو اُسکا قبضہ اُسپر قرار نپائیگا دوسری فرع اصل مین کی مباح چیزین مثل شکار اور درختون کے کسی مسلمان سے مختص نہین اور ہر مسلمان کو اُسپر قبضہ کرنا پہونچتا ہے اور اگر اُسپر ملک کی کوئی علامت ہو اور وہ دارالحرب مین ہو تو بنا بر ظاہر کے یہ چیز غنیمت مین داخل ہوگی جیسے پر کٹے پرندے اور کٹے ہوے درخت ہین تیسری فرع جبکہ دارالحرب مین کوئی چیز

مثل خیمہ اور ہتھیارون کے ملے اور احتمال ہو اکہ مسلمانون کا مال ہے یا اہل حرب کا مال ہے تو اُسکا حکم
لقطہ یعنی پڑی چیز پانے کا حکم ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ایکسال تک پہنچوائی جاے گی اور مالک کی
تلاش کیجائیگی پھر غنیمت مین داخل کیجائیگی اور یہ تحکم ہے اسلیے کہ حقیقت مین یہ لقطہ ہے بس لقطہ کا حکم
اسکا حکم ہونا چاہیے پھر کیونکر غنیمت مین داخل ہو جائیگی چوتھی فرع جب کہ غنیمت مین ایسے لوگ ہون
کہ جنکا آزاد ہونا بعضے غنیمت پانے والون پر لازم ہو تو بعضون نے کہا ہے کہ اُسکے حصے بھر کا آزاد ہو گا
اور باقی غازیون کے حصون کا مول لینا اُسپر واجب نہین اور بعضے کہتے ہین کہ آزاد نہونگے مگر جبکہ امام
اُنھین اُسی غازی کا حصہ قرار دین یا ایسے لوگون کے حصے مین دین کہ اُنمین یہ شخص بھی داخل ہو اور وہ اِس
تقسیم پر بھی راضی ہو تو مالدار ہونے پر باقی لوگون کے حصون کا مول لینا اُسے لازم ہو گا اور غیر منقولہ
غنیمت تو سارے مسلمانون ہی کے لیے ہے اور اسمین خمس ہے اور امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ چاہین
خمس اُسکے مستحقون کے لیے جدا کر دین اور چاہین باقی رہنے دین اور اُسکی آمدنی سے خمس نکالین اور
عورتین اور بچے غنیمتون مین داخل ہین اور غازی غنیمت پانے والے ان سے مختص ہین اور اِنمین
خمس کے مستحقون کے لیے خمس ہے دوسری نظر زمینون کے حکمون مین - جو زمین کہ غلبہ سے فتح کیجاے
اور آباد ہو تو وہ سارے مسلمان اور غنیمت پانیوالون کے لیے ہے اور اسمین امام علیہ السلام کا بھی حصہ
ہے اور متصرف خاص اسکا مالک نہو گا اور اُسکا بیچنا اور ہبہ کرنا اور وقف کرنا درست نہین اور اِسکے
حاصل کو امام علیہ السلام مسلمانون کے مصالح مین جیسے خوف کے مقامون کے بند کرنے مین اور غازیون
کے مدد خرچ مین اور پلون کے بنانے مین صرف فرمائین گے اور جو زمین کہ فتح کے وقت افتادہ ہو گی تو وہ
خاص امام علیہ السلام ہی کے لیے ہے اور بے اذن امام علیہ السلام کے ظاہر ہونے کے وقت مین آباد کرنا
درست نہین اور اگر بے اذن اُسمین کوئی تصرف کریگا تو اُسکا خراج متصرف کے ذمے ہے اور بے اذن
اُسکا آباد کرنے والا امام علیہ السلام کی غیبت مین اُسکا مالک رہیگا اور جو زمین کہ صلح سے مفتوح ہو تو وہ
وہ اُسکے مالکون ہی کیلیے ہے اور اُنپر اُس چیز کا ادا کرنا ہے کہ جسپر اُنسے امام علیہ السلام نے صلح فرمائی ہے
اور اسپر خاص ملکیت ہو گی اور اسکی بیع اور اُسمین ہر طرح کا تصرف درست ہے اور اگر اُسے اُسکا مالک
کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے تو بیع درست ہے اور اُسپر کا جزیہ اُسکے اُسی بائع کے ذمے منتقل ہو گا اور
یہ سب اُسوقت مین ہے کہ جب اسطرح صلح کیجائے کہ زمین اُنھین لوگون سے متعلق رہیگی اور اگر یون

صلح کیجائے کہ زمین مسلمانون کے لیے ہے اور وہ فقط آباد رہین اور اُنکے سر پر جزیہ رہے تو اِس زمین
کا حکم اور غلبہ سے فتح کی ہوئی زمین کا حکم ایک ہی تو اُسکی آباد زمین مسلمانون کے لیے ہے اور اُفتادہ
امام علیہ السلام کے لیے ہے اور اگر ذمی مسلمان ہو جائے تو اُسکی زمین پر کا لگان ساقط ہو جائیگا اور
خاص وہی اُس زمین کا مالک ہوگا اور جو زمین کہ جسکے لوگ اُسی سرزمین پر مسلمان ہو جائیں گے تو وہ
زمین اُنھین سے مختص ہوگی اور اُنکے ذمّے سوا زکوٰۃ کی شرطون کے پائے جانے پر کچھ اور نہ ہوگا۔
خاتمہ جو زمین کہ اُسکے رہنے والے اُسے چھوڑ کر چلے جائین تو امام علیہ السلام کو ایسے شخص کو جو اُسکا
انتظام کرسکے اُس زمین کا اجارہ دینا جائز ہے اور اُس اجارہ لینے والے کے ذمّے اُسکا خراج ہے
اور اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر سے کوئی گھر ٹھیکے پھر زمین مفتوح ہو جائے تو یہ اجارہ باطل ہوگا
ہرچند کہ مسلمان اُس گھر کے مالک ہو جائین تیسری نظر غنیمت کی تقسیم مین اور غنیمت کی تقسیم مین ابتدا
اُس چیز سے کرنا واجب ہے کہ جس سے شرط امام علیہ السلام نے کرلی ہے جیسے اُجرتین ہین اور مقتول کا
سامان ہے جبکہ قاتل کے لیے مشروط ہے اور اگر شرط ہو تو کسی سے مختص نہین پھر ابتدا اُس چیز سے
ہوگی کہ جسکی ضرورت اُس غنیمت کی تقسیم کے لیے باقی رہنے کی مدت مین پڑتی ہے جیسے نگہبان ہین
اور چرواہے اور اُٹھانیوالے ہین اور اُس چیز سے ابتدا ہوگی جو عورتون کو اور غلامون کو اور کافرون کو
قلیل سا دیا جاتا ہے اگر اِن لوگون نے امام علیہ السّلام کے اذن سے قتال کی ہے اِسلیے کہ اِن
تینون کے لیے کوئی حصہ نہین ہے پھر خمس نکالی جائیگی اور بعضے کہتے ہین بلکہ خمس آیت پر عمل کرنے
کے سبب سب سے پہلے نکالی جائیگی اور پہلا قول اشبہ ہے پھر چار خمس غازیون پر جو لڑائی مین موجود
تھے تقسیم ہونگے ہرچند لڑا بھی ہو اور یہانتک کہ بچہ ہو گو غنیمت جمع ہو جانے کے بعد اور تقسیم کے پہلے
پیدا ہوا ہو اور یہی حکم ہے اُس شخص کا جو لڑائی مین مدد کے لیے آملا ہو ہرچند کہ غنیمت کے جمع ہو جانے
کے بعد اور تقسیم کے پہلے آملا ہو پھر پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دوہرا حصّہ دینگے اور بعضے تہرا حصہ
کہتے ہین اور پہلا قول اظہر ہے اور جسکے دو گھوڑے یا زیادہ ہون تو اُسے دو گھوڑون کا حصّہ دینگے
اور دو سے زیادہ کا حصہ نہ دینگے اور یہی حکم ہے اگر کشتیون مین لڑین گو گھوڑون سے اُسوقت مین
بے پروائی ہے اور اونٹون اور خچرون اور گدھون کا حصّہ نہ لگیگا فقط گھوڑے ہی کا حصّہ دیا جائیگا گو گھوڑا
عربی بھی نہو اور بہت بڈھے اور دُبلے اور نکمّے گھوڑے کا حصہ نہ رکھا جائیگا اِسلیے کہ لڑائی مین اُنسے

کوئی فائدہ نہین اور بعضے کہتے ہین کہ نام کی رعایت سے حصہ لگایا جائیگا اور یہی خوب ہے اور اپاہج گھوڑیکا حصہ نہ
لگایا جائیگا جبکہ اُسکا مالک موجود نہوگا اور جبکہ اُسکا مالک موجود ہوگا تو اُسکے مالک کو اُسکا حصہ دینگے
اور اُجرت پر اور مانگے لیے گھوڑے کا حصہ لگایا جائیگا اور حصہ مقاتل یعنی لڑنے والے کو ملیگا اور گھوڑے
کے مالک کو جس سے اُسنے مانگے یا اُجرت پر لیا ہے نہین ملیگا اور غنیمت کے جمع ہونے کے وقت سوار
ہونے کا اعتبار ہے معرکہ مین داخل ہونے کے وقت سوار کا ہونا ضرور نہین اور جس لشکر مین سے فوج
کے ٹکڑی جنکو بھیجین گے تو اُسکی غنیمت مین لشکر شریک رہیگا اور یہی حکم غنیمت مین لشکر کے شریک رہنے کا
ہے جبکہ وہ ٹکڑیان اُس لشکر سے بھیجی جائین گی مگر جب وہ لشکر ایک شہر سے دو طرف بھیجے جائین گے
تو ایک لشکر دوسرے لشکر کی غنیمت مین شریک نہوگا اور جب شہر کے لشکر مین سے ایک ٹکڑی فوج
کی بھیجی جائیگی تو وہ لشکر اُسکی غنیمت مین شریک نہوگا اسلیے کہ وہ لشکر مجاہد نہین اور دار الحرب مین
غنیمت کی تقسیم مین دیر کرنا مکروہ ہے مگر کسی عذر سے اور اسیطرح دار الحرب مین حدونکا قائم کرنا مکروہ ہے اردو مترجم کہتا
ہے کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ کراہت کا سبب یہ ہے کہ محدود غیرت کھا کر دار الحرب مین نہ چلا
جائے اور اگر عمداً قتل کا فعل واقع ہوگا تو اُسکا قصاص اُسی دار الحرب مین ہوگا چار مسئلے۔ پہلا مسئلہ
جہاد کا مستعد منتظر شخص اپنے وظیفہ کا مالک بیت المال یعنی خزانے سے قبضہ پانے پر ہوگا بس اگر
دینے کا وقت آجائے اور مر جائے تو اُسکے وارثونکو اُسکا مطالبہ پہونچتا ہے اور اسمین تردد ہے اردو مترجم
کہتا ہے کہ اِس تردد کا منشا یہ ہے کہ اُس متوفی کو اُس وظیفہ کا مطالبہ پہونچتا ہے اور جبکہ قبضہ پانے ہی
پر ملکیت مین آتا ہے تو اُسکے حق مین اُسکی ملکیت ممتنع ہوگی اور اصح یہی ہے کہ اُسے مطالبہ نہین پہونچتا
ہے کہ خزانہ سے وظیفہ اُسکے مصرف سے زیادہ نہ ملیگا اور نہ زکوٰۃ کی نسبت مین فقیر کی طرح پر تھا۔
دوسرا مسئلہ جنگلی عربون کے لیے غنیمت مین سے کچھ نہین ہے گو مہاجرون کے ساتھ ہو کر لڑین بلکہ
انھین کچھ تھوڑا سا دیدیا جائیگا اور اُن عربون سے وہ لوگ مراد ہین جو اسلام کے مظہر ہون اور اُسکے معنی
نجانتے ہون اور دار الاسلام کیطرف کی مہاجرت سے باز رہنے پر اور حصہ چھوڑ دینے پر اُنسے صلح کر لی گئی ہے تیسرا مسئلہ
کسی اُجرت کا غنیمت مین سے اور نہ کسی مقتول کے بدلے کے سامانکا جہاد کو آنے اور پھر جانیوالونمین کوئی مستحق ہوگا
مگر جبکہ امام علیہ السلام اُسکے لیے شرط فرمادین چوتھا مسئلہ کافر حربی مسلمانون کا مال لوٹ لیجانے سے
مالک نہوگا اور اگر مشرک مسلمانون کے مال اور عورتین اور بچے لوٹ لیجائین پھر مسلمان انھین پھیر لائین

تو انمین سے آزاد لوگون پر کسی کو کوئی اختیار نہین اور مال اور بندی تقسیم سے پہلے اُنکے مالکون کے واسطے ہین اور اگر تقسیم کے بعد پہچانے جائین گے تو اُنکے مالکون کے لیے خزانہ امام علیہ السلام سے ملنا چاہیے اور تقسیم مین ایک روایت ہے کہ اُنکے مالکون کو اُنکی قیمت پھیر دیجائیگی اور موجہ یہی ہے کہ مالکون کو وہی پھیر ملین گے اور غازی غنیمت پانیوالا مستفرق ہو جانے پر اُنکی قیمت امام علیہ السلام سے لے لے گا تیسرا رکن ذمی لوگون کے حکمون مین اور کئی امرون مین نظر ہے پہلا امر انمین جس سے جزیہ لیا جاتا ہے جزیہ اُس شخص سے لیا جاتا ہے جو اپنے دین پر برقرار رہتا ہے اور یہ یہود اور نصاری ہین اور وہ لوگ ہین کہ جنکے لیے کتاب سماوی کے آنے کا شبہہ پڑتا ہے اور وہ مجوس لوگ ہین اور ان لوگون کے سوا اور کسی کافر سے مسلمان ہونے کے سوا جزیہ قبول نہ کیا جائیگا اور یہ تینون فرقے جبکہ ذمے کی شرطون کی پابندی کرین تو اپنے حال پر چھوڑ دیے جائینگے خواہ وہ اہل عرب ہون خواہ اہل عجم ہون اور اگر اہل حرب ادعا کرین کہ یہ لوگ اُنھین مین کے ہین اور یہ جزیہ دیے جاتے ہون تو ثبوت کی تکلیف اُنھین نہ دیجائیگی اور اپنے حال پر چھوٹے رہین گے اور اگر اہل حرب کا دعوی ثابت ہو جائے تو عہد ٹوٹ جائے گا اور لڑکون سے اور سودائیون سے اور عورتون سے جزیہ نہ لیا جائیگا اور آیا بہت بڈھے شخص سے جزیہ ساقط ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان ساقط ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ساقط نہین اور بعضے کہتے ہین کہ بندون سے جزیہ ساقط ہے اور ان لوگون کے سوا سب سے جزیہ لیا جائیگا گو رہبان یعنی تارک دنیا اور گوشہ نشین ہون اور فقیر پر بھی جزیہ واجب ہے اور اُسے کشایش کے وقت تک مہلت دیجائیگی اور اگر اُنپر جزیہ لگایا جائے اور عورتون پر بھی جزیہ لگانے کی شرط کرلین تو یہ صلح درست نہین اور اگر جزیہ بندھنے کے پہلے مرد مار ڈالے جائین اور عورتین جزیہ دینے سے اپنے دین پر برقرار رہنے کی درخواست کرین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اور یہی قول اصح ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ مصنف کا مختار اقوی ہے اسلیے کہ عورتون پر جزیہ نہین ہے۔ اور اگر یہ درخواست عورتون کی جزیہ بندھنے کے بعد ہوگی تو استصحاب یعنی جزیہ کا باقی رہنا خوب ہے اور اگر ذمی اپنے غلام کو آزاد کرے تو اُس غلام کو بے جزیہ قبول کیے دار الاسلام مین رہنے نہ دینگے اور دائمی سڑی پر جزیہ نہین ہے اور اگر کسی زمانے مین افاقہ ہو جاتا ہو تو بعضے کہتے ہین اُسکے اغلب حال پر عمل کیا جائیگا اور اگر ایک سال افاقہ پائے رہیگا تو اُسپر جزیہ واجب ہے ہر چند اُسکے بعد مجنون بھی ہو جائے اور جو اُنکے لڑکون مین سے بالغ ہو جائیگا اُسے اسلام قبول

کرینگا یا جزیہ دینے کا حکم کیا جائیگا پھر اگر نمانیگا تو حربی ہو جائیگا دوسرا قول جزیہ کی مقدار مین ہے اور جزیہ کی کوئی حد نہین بلکہ اُسکی مقدار مقرر کرنیکا امام کو مصلحت کے موافق اختیار ہے اور جو مقدار کہ جناب امیر نے مقرر فرمائی تھی فقیر پر بارہ درہم اور متوسط پر چوبیس اور غنی پر اڑتالیس تھے وہ اُسحالت کی مصلحت کے مقتضا پر محمول ہے اور جب اندازے کا مقتضی امر نہو تو مطرح کرین اور جو کچھ کہ مصلحت حال کے موافق اُنکی خواہش کا موجب ہو وہ لینا بہتر ہے اور سر پر ذمی کے اور زمین پر جزیہ لگانا جائز ہے اور دونون امر نہین جمع نکرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شروع مین دونون پر مقرر کرنا جائز ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اُنپر جزیہ سے زیادہ اُدھر سے ہو کر نکلنے والے لشکرون کی ضیافت کا بڑھانا جائز ہے اور خوراک کی مقدار معلوم ہونا ضرور ہے اور اگر شرط ہی پر اقتصار کر لیا جائے تو خرچ ضیافت چھوٹے جزیہ سے بڑھکر ہونا جائز ہے اور اگر ذمی سال گزرنے سے پہلے یا بعد مسلمان ہو جائے اور جزیہ ادا نکیا ہو تو بنا بر اظہر کے جزیہ ساقط ہو جائیگا اور اگر سال گزرنے کے بعد ذمی مرجائیگا تو جزیہ ساقط نہوگا اور اُسکے متروکہ سے قرضہ کی طرح سے وصول کر لیا جائیگا تیسرا قول ذمہ کی شرطون مین اور اسکی چھ شرطین ہین پہلی شرط جزیہ کا قبول کرنا ہے دوسری شرط امان کے منافی امر کا نکرنا ہے جیسے مسلمانون سے لڑنے کا قصد کرنا یا مشرکون کی مدد کرنا ہے اور اِن دونون شرطون کے خلاف کرنے سے ذمے یعنی امان سے نکل جائینگے تیسری شرط مسلمانون کو نہ ستانا جیسے اُنکی عورتون سے زنا کرنا یا لڑکون سے اغلام کرنا اور اُنکے مال چرانا اور مشرکون کے مخبرون کا چھپانا اور مشرکون کی مخبری کرنا ہے پھر اگر کوئی بات ایسی کرینگے کہ جسکے نکرنے کی اُنسے صلح مین شرط کر لی گئی ہے تو عہد ٹوٹ جائیگا اور اگر صلح مین شرط نہین کر لی گئی ہے تو اپنے عہد پر رہین گے اور جس حد اور تعزیر کا فعل اُنھون نے کیا ہے اُسکی سزا دیجائیگی چوتھی شرط یہ ہے کہ علانیہ بُرے کام نکرین جیسے شراب پینا ہے اور زناکاری ہے اور سُوئر کے گوشت کا کھانا ہے اور حرام عورتون سے نکاح کرنا ہے اور اگر یہ کام علانیہ کرین گے تو عہد ٹوٹ جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عہد نہ ٹوٹیگا بلکہ اُنھین وہ حد اور سزا دیجائیگی جو شرع اسلام کا مقتضی ہے پانچوین شرط یہ ہے کہ نئے معبد نہ بنائین اور نہ اپنی نماز کے وقت گھنٹا بجائین اور بڑے بڑے مکان نہ بنائین اور اگر اِسکے خلاف کرینگے تو سزا پائینگے اور اگر اِن باتون کے نکرنے کی عہد مین شرط ہوگی تو عہد ٹوٹ جائیگا چھٹی شرط یہ ہے کہ اُنپر مسلمانون کے حکم جاری کیے جائین اور یہان کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کہ مخالف شروط کرین دار الاسلام مین تو امام علیہ السلام کو جائز ہے کہ

انھین اُنکے حفظ کے مقام مین بھیجدین اور آیا امام علیہ السّلام کو اُنکا قتل کرنا اور غلام بنانا اور اُنسے فدیہ
لینا جائز ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان جائز ہے اور اسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ تردد کا منشا
یہ ہے کہ دارالاسلام مین امان کے ساتھ آئے ہین تو اُنکی پناہ کی جگہ مین اُنکا پھیر بھیجنا واجب ہے اور
اُنھون نے امان کو توڑ ڈالا ہے تو اُنکے لیے نہ امان ہے اور نہ امان کا شبہہ رہا اور امام علیہ السلام کو
اُنکے پھیر بھیجنے مین اور قتل اور بندی بنانے مین اور فدیہ لینے مین اختیار ہے اور یہی اصح ہے۔ دوسرا مسئلہ
جبکہ ذمی ذمہ توڑنے کے بعد حکم قتل وغیرہ کے پہلے مسلمان ہو جائے تو اُسپر کے قتل وغیرہ کے سارے
حکم قصاص اور حد سے مال کے پھیر دینے کے سوا ساقط ہو جائینگے اور اگر بندہ بنانے اور فدیہ لینے کے
بعد مسلمان ہوگا تو اُس سے یہ حکم مرتفع نہوگا تیسرا مسئلہ جبکہ امام علیہ السّلام انتقال فرمائین اور جزیہ کے
کے لیے ایک معین مدت قرار دیچکے ہون یا ہمیشہ کی شرط کرلی ہو تو اُنکے بعد کے امام کو اِس امر کا جاری کرنا
واجب ہے اور اگر اگلے امام نے مطلق چھوڑا ہو یعنی کوئی مدت معین نفرمائی ہو تو بعد کے امام کو اُسکا بدل دینا
مصلحت وقت کے موافق جائز ہے اور ذمی کو سلام کرنا مکروہ ہے اور راہون مین سے تنگ راہ سے چلنے
پر ذمی کو مجبور کرنا مستحب ہے۔ چوتھا قول عمارتون کے ملکون مین ہے اور گرجون اور گھرون اور مسجدون
کے بیان مین ہے انھین کنیسون کا اور گرجون کا دارالاسلام مین بنانا جائز نہین اور اگر نئے بنائے جائین
تو اُنکا نکال ڈالنا واجب ہے برابر ہے کہ وہ شہر نیا مسلمانون نے بسایا ہو یا لڑائی سے وہ زمین مسلمانون کی
ملک ہوئی ہو یا صلح سے فتح ہوا ہو اور فتح کے پہلے بنانے مین کچھ مضائقہ نہین یا اُس زمین مین کہ وہ اُنکی ملک
مین رہنے پر صلح ہوئی ہو اُسمین نیا کنیسا گرجا بنا لینے مین کوئی مضائقہ نہین اور اگر وہ کنیسا کہ جسکا ہمیشہ
رکھنا انھین چاہیے گر پڑے تو اُسکا پھر انھین بنا لینا جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اور جو مکان
ذمی نیا بنائیگا تو اُسے یہ جائز نہین کہ اپنے ہمسایہ کے مسلمانون کے مکانونسے اونچا بنائے اور اُن کے
مکانون کے برابر بنانا جائز ہے اور جتنا بلند مکان کسی مسلمان سے مول لیگا وہ برقرار رکھا جائیگا اور اگر وہ
گر پڑیگا تو مسلمانون کے مکانون سے اونچا بنانا اُسے جائز نہوگا اور برابر یا اونچا بنانے اور نیچا بنانے پر
اقتصار کریگا اور مسجدون مین سے مسجد الحرام مین اجماع اہل اسلام سے ذمیونکو جانا جائز نہین اور ہمارا یہ
مذہب ہے کسی مسجد مین جانا جائز نہین اور اگر کوئی مسلمان اُنھین اجازت دے تو مسجد مین رہنے کی اور
ہر کر نکلجانے کی اور اناج بیچنے جانے کی اجازت درست نہین اور ذمیونکو حجاز مین متوطن ہونا مشہور قول کے

جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حجاز سے مکہ اور مدینہ مرادہین اور رہو کر نکلجانے مین اور اناج بیچنے اور
مول لینے جانے مین تردد ہے اور جسنے جائز رکھا ہے اُسنے تین دن کی حد کردی ہے یعنی تین دن
سے زیادہ نرہے اور جزیرۂ عرب کو بھی وطن نہ بنائین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جزیرۂ عرب سے مکہ اور مدینہ
اور یمن اور اُسکے گانون اور قصبے مراد ہین اور بعضے کہتے ہین کہ عدن سے عبادان کے کھیتون کی
زمین تک لنبان مین مراد ہے اور تہامہ اور اُسکے قرب وجوار سے شام تک عرض مین مقصود ہے پانچوان
قول مہادنت مین یعنی ایک مدت تک لڑائی بند کرنے کے معاہدے اور صلح مین اور اسطرح کی صلح
مسلمان کے لیے اصلح ہونے پر یا انکا مقابلہ سخت ہونے کے سبب سے یا قوت حاصل کرنے کو یا انتظار
مین مسلمان ہوجانے کی امید پر جائز ہے اور جبکہ یہ امر نہ پائے جائین اور مسلمانون کو دشمنون پر قوت
ہو تو جائز نہین اور چار مہینے تک کی صلح جائز ہے اور قول مشہور پر سال بھر سے زیادہ کی صلح جائز نہین
اور آیا چار مہینے سے زیادہ کی صلح جائز ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین جائز ہے اسلیے کہ خدا نے فرمایا ہے
قرآن مین کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ جہان مشرکون کو تم پاؤ قتل کرڈالو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان جائز ہے
اسلیے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کفار صلح پر میل کرین تو تو بھی صلح پر مائل ہو اور
مسلمانون کے حقکی اور بہتر بات کی رعایت کرنا موجہ ہے اور نامعلوم مدت تک اور بے کسی مدت
کی قید کے صلح درست نہین مگر یہ کہ امام علیہ السّلام اپنی ذات کے لیے صلح کے توڑنے کے اختیار
کو شرط فرمالین اور اگر صلح ایسے کام پر واقع ہو کہ جس کام کا کرنا درست نہو تو اُسکی وفا جائز نہین
جیسے علانیہ بُرے کامون کا کرنا اور دارالحرب سے نکل آئی عورت کا پھیر دینا ہے پس اگر کوئی عورت
دارالحرب کو چھوڑکر چلی آئے گی اور اُسکا مسلمان ہونا ثابت ہو جائیگا تو پھیر کر نہ دیجائیگی مگر اُسکے
شوہر کو خاص وہی جو اُسنے اُسے مہر مین دیا ہے اور وہ اُسپر مباح بھی تھا پھیر دیا جائیگا اور اگر وہ
اُسپر حرام تھا تو نہ پھیرا جائیگا اور نہ اُسکی قیمت دیجائیگی۔ تفریع۔ پہلی فرع جب کوئی عورت دارالحرب
سے دارالاسلام مین مسلمہ ہوکر آئے پھر مرتدہ ہو جائے تو کافرون کو پھیر کر نہ دیجائیگی اسلیے کہ مسلمان عورت
کے حکم مین ہے دوسری فرع اگر دارالحرب سے مسلمہ ہوکر آنیوالی عورت کا شوہر آئے اور مہر کا مطالبہ
کرے اور بعد اُس مطالبہ کے وہ عورت مرجائے تو مہر دے دیا جائیگا اور اگر مطالبہ سے پہلے وہ عورت
مرجائیگی تو اِس صورت مین وہ مہر نہ دیا جائیگا اور اِس مسئلہ مین تردد ہے ا۔ہ و مترجم کہتا ہے کہ

شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اصح یہی ہے کہ اُسے کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر عورت مسلمہ ہو کر دار الاسلام
مین آئے اور اُسکا شوہر باین طلاق کہ کتاب الطلاق مین ہو اگر دے تو اُس عورت کے مہر کا مطالبہ اُسکے
شوہر کو پہونچتا ہے اور اگر وہ مرد اُسکی عدۂ رجعی مین مسلمان ہو جائے تو اُسکا زیادہ مستحق وہی مرد ہے
اگر وہ مرد چاہے تو اُسکے جورو ہونے کو بحال رکھے اور عورت کو اُسکا قبول نہ کرنا نہین پہونچتا ہے لیکن
دار الحرب سے دار الاسلام مین آئے کافرون کا پھیر بھیجنا ایسی صورت مین جائز ہے کہ جس مین اُنکی
فتنہ پردازی اور فساد برپا کرنے سے بخنتی ہو خواہ اِس سبب سے کہ اُنکے کنبے قبیلے کے لوگ بہت سے
اسلام کے ملکون مین ہون اور وہ کافر اِس سے مسلمانون سے بداندیشی نکر سکتے ہون یا اور کسی
وجہ سے قوت اسلام وغیرہ سے اطمینان ہو اور نہین تو اُنھین حربی کافرون مین جا کر ملنے سے روکینگے
اور اگر صلح کے وقت یہ شرط قرار پائے کہ مطلق کافر مردون کو چھوڑ دین کہ دار الحرب مین چلے جائین
یعنی خواہ اُنکی فتنہ انگیزی سے بخنتی ہو خواہ نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی صلح باطل ہے اِسلیے کہ
یہ صلح جنکے فساد سے بخنتی اور جنکے فساد سے بخنتی نہین اُن سب کے پھیر بھیجنے کو شامل ہے اور کافرون
مین سے جس شخص کا پھیر بھیجنا دار الحرب مین واجب ہے تو دار الحرب مین اُسکا پہونچا دینا واجب
نہین بلکہ اُسے رہا کر دینگے یعنی چھوڑ دینگے اور اُسکے درمیان سے کافرون سے ملنے والی روکون کو
اُٹھا لین گے اور عموماً یا کسی خاص شہر کے کافرون سے صلح کے متولی امام ہی علیہ السلام یا اُن کے
قائم مقام ہونگے اور اِس طرف کے لواحق مین سے کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو ذمی کافر اپنے دین کو چھوڑ کر
ایسے کافرون کے دین کو اختیار کرے کہ جنپر جزیہ مقرر نہو اور اُنھین امام علیہ السلام اُنکے حال پر رہنے
دیتے ہون تو اُس ذمی کا یہ دین مقبول نہوگا بلکہ اُسے مسلمان ہونے کی تکلیف دینگے اور اگر قبول
اسلام نہ کریگا تو اُسے قتل کرینگے اور اگر ذمی اپنے دین کو چھوڑ کر ایسے دین مین آئے کہ اُس دین
کے لوگون سے محاربہ نکرتے ہون تو اُس ذمی کا اُسکے حال پر چھوڑنا جزیہ دینے کے شرط سے جائز ہے
جیسے یہودی نصرانی یا مجوسی ہو جائے ور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا اپنے پہلے دین بدلنا مقبول
ہوگا اِسلیے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قبول نہ کرینگے اِسلیے کہ حق تعالی قرآن مین
فرماتا ہے وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ یعنی جو کہ اسلام کے سوا کسی دین کا اتباع کریگا تو
وہ اُس کا دین ہرگز مقبول نہوگا اور اگر وہ کافر پھر اپنے دین کی طرف رجوع کریگا تو بعضے فقہا کہتے ہین

کہ اُسکی رجوع اپنے پہلے دین کی طرف مقبول ہوگی اور بعضے کہتے ہین کہ قبول نہو گی اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ قبول نکرنا زیادہ قوی ہے اِسلیے کہ آیت عام ہے اور اُس دین کے دائم رہنے دینے کے جائز ہونے سے اُسکے نئے سرے سے شروع جائز ہونا لازم نہین اسلیے کہ آیت معارض ہے اور اِس سبب سے کہ دائم اُسکی حالت پر رہنے دینا ابتدا سے زیادہ قوی ہے بس اقرار مین قوی کے اثر کرنے سے ضعیف کا اثر کرنا لازم نہین۔ اور اگر وہ کافر اسلام کے نہ قبول کرنے پر اصرار کرے اور قتل کیا جاے تو آیا اُسکے بچون کے مسلمان مالک ہونگے یا نہونگے بعضے فقہا کہتے ہین کہ حکم استصحاب سے مالک نہونگے یعنی اگلے حال پر چھوڑے رکھنے کو بحال رکھنے سے ملکیت نہ پہونچے گی جب تک کوئی حجت اِس لاحق حکم پر بہم پہونچی دوسرا مسئلہ جبکہ کوئی ذمی ایسا کوئی کام کرے جو اُنکے مذہب مین جائز ہے اور ملت اسلام مین جائز نہین تو اُس سے تعرض نکرینگے کہ ایسا تونے کیون کیا ہے اور آشکارا کوئی گناہ کا کام کریگا تو اُسے شرع کے موافق حد اور سزا دینگے اور اگر ایسا کام کرے کہ اُسکے مذہب مین جائز نہین جیسے لواطہ یعنی اغلام وسحق اور جیسے زنا ہے تو اُسمین حکم سزا کا یہ ہے کہ جو سزا مسلمانون کو دینگے وہی اُسے بھی دینگے اور اگر حاکم شرع چاہے تو اُسکی ملت کے لوگون کو حوالے کردے کہ وہ لوگ اپنے آئین کے موافق اُسپر سزا جاری کرین جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اُسکی ملت کے لوگون کو پھیر دینے کا جواز اس سے مشروط ہے کہ مواخذہ کے واجب کرنے مین اُنکی ملت اسلام کی ملت کے برابر ہو گو مواخذہ کی مقدار اور کیفیت مین تفاوت ہو نہین تو اسلام کی حد جاری کرنا اُسپر واجب ہو اور حق تعالی کی حد کا معطل رکھنا جائز نہین تیسرا مسئلہ جب کافر کوئی قرآن مول لے تو وہ بیع صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع تو صحیح ہے مگر اُس کافر کو اُس قرآن پر تصرف نکرنے دین گے اور پہلا قول قرآن کی تعظیم سے زیادہ مناسب ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثون کی کتابون کا بھی یہی حکم ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ذمی کا قرآن مول لینا کراہیت پر جائز ہے اور یہی اشبہ ہے چوتھا مسئلہ اگر ذمی وصیت کرے کہ اُسکے مال سے کنیسہ یا گرجا اُسکے مرنے کے بعد بنائین تو جائز نہین اسلیے کہ یہ گناہ کا کام ہے اور یہی حکم ہے اگر وصیت کرے توریت اور انجیل لکھوانے مین اُسکے مال کو خرچ کرین تو جائز نہین اسلیے کہ اُنھون نے اُنمین تحریف کی ہے اور اگر وصیت کرے کہ اُسکے مال کو اُسکے مذہب کے پارسا اور علما کو دین تو جائز ہے جیسے کہ اُنھین صدقہ دینا جائز ہے پانچوان مسئلہ مسلمانون کو ذمیون کے کنیسون کی اور گرجون کی مرمت کی مزدوری لینا

مکروہ ہے خواہ تھوڑی گرمی ہو یا بڑھی گرمی وغیرہ ہو۔

چوتھا رکن باغیون کے مقاتلہ مین ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مصنف کی عبارت باغی کی تعریف مین اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو برحق امام پر خروج کرے خواہ تن تنہا ہو یا بہت سے ہون وہی باغی ہے اور باغی سے لڑنا واجب ہے اور خروج سے تلوار پکڑ کے خروج کرنا مراد ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر باغی اکیلا ہوگا تو رہزنون کا حکم رکھتا ہے اور بغاوت مین یہ بھی شرط کی ہے کہ امام علیہ السلام کے قبضے سے خارج ہو یعنی کسی دوسرے شہر یا جنگل مین رہتا ہو کیونکہ اگر قبضے مین ہوگا تو وہ باغی نہین ہے اور جو امام عادل پر خروج کرے اُس سے لڑنا واجب ہے جب امام علیہ السلام یا اُن کے نائب عام یا خاص طلبی سے طلب کرین اور جانے مین دیر لگانا کبیرہ گناہ ہے اور اگر کافی جماعت باغیون کی لڑائی مین مشغول ہو تو باقی لوگون سے وجوب اُتر جائیگا اور جبتک امام علیہ السلام کسی کو خاص طرح طلب نفرمائین گے جانا واجب نہوگا اور باغیون کی لڑائی مین سے بھاگنے کا حکم مشرکین کی لڑائی سے بھاگنے کی طرح ہے اور باغیون سے ہاتھ نہ روکنا جب تک واجب ہے جبتک وہ بغاوت کو نچھوڑین یا سب کے سب مارے نجائین اور جو شخص باغیون مین سے زخمی ہو اور وہ جماعت نرکھتا ہو اور اُسے بلسکتا ہو تو اُسے پورا مار ڈالنا جائز ہے اور اسی طرح جو باغی بھاگے یا گرفتار ہو اگر مددگار رکھتا ہو اور اُسے مل سکتا ہو اور فتنہ پیدا کرنے کا اُس سے خطرہ ہو تو ایسے کا پیچھا کرنا اور ایسے قیدی کا مار ڈالنا جائز ہے اور جو لوگ اسطرح کے ہون کہ جنکے پاس جماعت نہو کہ جنکی پناہ مین جاسکتے ہون تو اُنکی لڑائی سے مقصود یہ ہے کہ اُنکی جماعت پریشان ہو جائے بس ایسے لوگون مین سے بھاگے کا پیچھا نہ کرینگے اور زخمی کو پورا نہ مارینگے اور قیدیون کو قتل نکرینگے یہان کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ باغیون کے بچون کا لونڈی غلام بنانا جائز نہین اور اجماعی حکم سے اُنکی عورتون پر ملکیت نہین کرسکتے ہین دوسرا مسئلہ اُنکے ایسے مال کی ملکیت کرنا جائز نہین جسے لشکر نے جمع نہ کیا ہو خواہ وہ منقولہ مال ہو جیسے کپڑے وغیرہ یا غیر منقولہ ہو جیسے املاک اسلیئے کہ اُنکا اسلام اُنکی جان اور مال کی حفاظت کا مقتضی ہے اور جو منقولہ مال کہ لشکر نے اکٹھا کیا ہے آیا اُسمین تصرف جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ سبب مذکور سے جائز نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ہان جائز ہے اسلیے کہ جناب امیر علیہ السلام نے باغیون کے ساتھ اسیطرح کیا ہے اور یہی اظہر ہے تیسرا مسئلہ جو کچھ باغیون کے مال مین سے لشکر اکٹھا کریگا وہ غازی یعنی لڑنے والونکا حق ہے

سوار کا دوہرا حصہ اور دو گھوڑے والے اور تین گھوڑے والے کا تہرا حصہ ہوگا خاتمہ جو مال کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو اور زکوٰۃ دینے کو حلال نجانتا ہو وہ مرتد نہیں اور اس سے زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لیے لڑنا جائز ہے اور جو شخص کوئی بیہودہ کلمہ امام عادل کو کہ وہ صاحب الزمان اور ائمہ معصومین علیہم السلام مین کہے تو سننے والے کو امن کی حالت مین اسکا مار ڈالنا واجب ہے اور اگر ذمی باغیون کا شریک لڑائی مین ہو جائے تو وہ مسلمانون کی پناہ سے نکل جائیگا اور باغیون کی لڑائی مین امام علیہ السلام کو اہل ذمہ سے مدد طلب فرمانا جائز ہے اور اگر باغی مال یا جان کسی مطیع امام علیہ السلام کی اہل ذمہ وغیرہ مین سے لڑائی کے وقت تلف کریگا تو اسکا ذمہ دار رہیگا اور جو باغیون مین کوئی حد کے قابل کام کر کے اور کفار حربی کے پاس جا چھپے تو فتح کے وقت اسپر حد شرعی جاری کرینگے۔

کتاب امر معروف و نہی منکر

یہ کتاب امر معروف و نہی منکر کے بیان مین ہے معروف وہ مامور بہ کام ہے یعنی جسکے بجالانے کا حکم کیا گیا ہے جبکہ اسکا کرنیوالا جان لے یا بتایا جائے تو اسمین اچھا کام ہونے کے سوا کوئی صفت وجوب اور نیت کیطرح کی ہوتی ہے اور منکر وہ منہی عنہ یعنی وہ منع کیا ہوا برا کام ہے کہ جسکی برائی کو اسکا کرنیوالا خود یا بتانے سے جان لیتا ہے اور امر معروف اور نہی منکر علما کے اجماع سے واجب ہے اور انکا وجوب کفائی ہے کہ جب کوئی انپر اقدام کرے اور دوسرے کی مدد کی احتیاج نہو تو اورون سے انکا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ انکا وجوب عینی ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور معروف کی دو قسمین ہین ایک واجب دوسری سنت اور اس معروف مین مباح داخل نہین اور واجب امرون کا امر یعنی حکم کرنا واجب ہے اور سنت کا سنت ہے اور منکر حرام کام ہے اور اسکی قسمین نہین نکلتی ہین بس نہی یعنی منع کرنا اور روکنا واجب ہی مین منحصر ہے اور نہی یعنی روکنا منکر یعنی بد کام سے جبتک چار شرطین نپائی جائین واجب نہین پہلی شرط یہ ہے کہ اسکے منکر ہونے کو جانتا ہو کہ اسکے منکر ہونے مین غلطی نہ پڑے دوسری شرط یہ ہے کہ اسکے روکنے مین اور منع کرنے مین تاثیر کا امکان ہو بس اگر تاثیر نہونے کا گمان غالب یا یقین ہو تو واجب نہین تیسری شرط یہ ہے کہ کرنیوالا اسپر مصر ہو یعنی کیے جاتا ہو بس اگر چھوڑ دینے کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بھی انکار یعنی روکنا

واجب نہین چوتھی شرط یہ ہے کہ انکار مین کوئی مفسدہ نہو بس اگر گمان ہو کہ امر معروف اور نہی بعنے منع
منکر کے سبب سے خود کو یا اور کسی مسلمان کو کوئی مالی یا جانی ضرر پہونچیگا تو اس صورت مین وجوب
ساقط ہو جائیگا اور منکر کے انکار یعنی منع کرنے کے تین مرتبے ہین پہلا مرتبہ یہ ہے کہ نہی کرنے والا اُس
کام سے دل سے بیزار اور متنفر ہو اور یہ مطلق واجب ہے اور کسی شرط سے مشروط نہین ہے دوسرا مرتبہ
زبان سے نہی کرنے کا ہے تیسرا مرتبہ ہاتھ سے نہی کرنے کا ہے پہلے منکر یعنی بد کام کا دل سے دور کرنا
ہے اور یہ اُسوقت مین ہے کہ جان لین کہ منکر کام کا کرنیوالا اُس شخص کی ناخوشی ظاہر کرنے سے اس
کام سے باز رہیگا تو یونہین کرنا واجب ہے اور اسی طرح پر اگر جان لے کہ ناخوشی ظاہر کرنا کفایت نہین کرتا
اور جانتا ہو کہ تھوڑے سے اعراض سے منزجر ہو جائیگا جیسے جدا ہو جانا تو واجب ہے کہ یونہین کرے اور
اس سے زیادہ کرے اور اگر یہ جان لے کہ اس سے وہ منکر نہ چھوٹے گا تو ترتیب سے انکار پہلے زبان کی طرف منتقل
ہوگا یعنی پہلے نرمیسے منع کرے پھر سختی کرے اور اسی قیاس پر اور اگر منکر کا دور ہونا ہاتھ ہی پر منحصر ہو مارنے
وغیرہ کی طرح پر تو ایسا ہی کرنا جائز ہے اور اگر زخم لگانے یا مار ڈالنے کی احتیاج پڑے تو آیا واجب ہی یا نہین
بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ امام علیہ السلام کی بے اجازت کے جائز نہین
اور یہی اظہر ہے اور امام علیہ السلام کے ظاہر ہونے کی صورت مین یا نائب امام کے ہونے پر جسے امامؑ نے
مقرر فرمایا ہے کسی کو شرعی حد کا جاری کرنا جائز نہین اور اگر امام علیہ السلام نہون یا نائب بھی نہو تو مالک
کو اپنے بندے پر حد لگانا جائز ہے آیا آدمی اپنی اولاد کو اور بی بی کو حد لگا سکتا ہے یا نہین اسمین تردد ہے
جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ امام کے نہونے سے ظاہر نہونا مراد ہے اور وہ غیبت کا زمانہ ہے اور
مملوک پر حد قائم کرنے کا جواز مشہور ہے بلکہ کہ سکتے ہین کہ اجماعی ہے اور مالک کو نائب امام علیہ السلام ہونے
کی شرطون کا رکھنا شرط نہین مگر اتنا لازم ہے کہ شرع کے حکمون کو جانتا ہو اور یہ شرط ہے کہ اُس منکر کو کہ مالک
نے مملوک سے صادر ہوتے خود اپنی آنکھون سے دیکھا ہو کیونکہ گواہی سے ثبوت پر حد لگانا جائز نہین اسلیے
گواہی لینا حاکم شرع کا کام ہے اور اگر ایسا شخص بادشاہ کی طرف سے حاکم ہو کہ جسمین امام علیہ السلام کے
نائب ہونے کی شرطین موجود ہون اور حد لگانے پر قدرت رکھتا ہو تو آیا وہ حد جاری کرسکتا ہے یا نہین
بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ہان جاری کرسکتا ہے اس اعتقاد سے کہ امامؑ کے اذن سے حد لگاتا ہے اور
بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور یہی احوط ہے اور اگر جابر بادشاہ کسی کو حد لگانے پر مجبور کرے تو اُسے حد کا

جاری کرنا یہانتک جائز ہے کہ کسی کے ناحق قتل کرنے پر نہ پہونچتا ہو اسلیے کہ لوگون کے خون مین تقیہ نہیں ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بادشاہون کی ضرر رسانی سے مطمئن ہونے پر مسائل کے جاننے والونکو مقدمات کی طرح سے حد لگانا بھی جائز ہے اور لوگون پر اُنکی مدد کرنا فیصلون مین واجب ہے اور حد کے جاری کرنے مین اور فیصلہ مقدمات مین کسی کو اُنکا متعرض ہونا جائز نہین مگر جو شخص کہ احکام سے ماہر اور دلائل سے واقف ہو اُسے البتہ تعرض پہونچتا ہے اور جو شخص کہ ان صفتون سے متصف ہو اُس کیطرف لوگون کو رجوع کرنا جائز ہے اور مدعا علیہ کو اُس حاکم کے طلب کرنے پر مدعی کے مقدمے کے انفصال کے لیے جواب دینا واجب ہے اور اگر اُسکے یہان حاضر نہوا اور حکام جور کی طرف رجوع کرے تو امر قبیح اور بدکام مرتکب ٹھہریگا جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ حکام جور کی طرف رجوع کرنے سے روکنا قدرت پر زبان سے یا ہاتھ سے ہر مکلف پر واجب ہے اور قاضی حق کیطرف مدعا علیہ کے رجوع کرنے کو مدد کرنا واجب ہے اور اگر بادشاہ جابر اہل حق مین سے کسی کو زبردستی کہین کا قاضی بنایا چاہے تو اُسے مجبوری کے ساتھ اپنے ضرر کے دفع کرنے کو اُس خدمت کا قبول کر لینا جائز ہے مگر امکان بھر حق احکام پر عمل کرنا اور اعتماد کرنا واجب ہے اور اگر حق کے مخالفون کے قولون پر بھی عمل کرنے مین مجبوری ہو اور چھٹکارا ممکن نہو تو وہ بھی جائز ہے یہانتک کہ قتل ناحق پر منجر نہو اور اُس شخص پر مقدور بھر حق کے پیروی واجب ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ مجبوری کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بے اسکے جائز نہین اور تحقیق وہی ہے جو شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قضا کے علم کی قابلیت رکھتا ہو اور احکام کے اجرا پر قادر ہو اور امر معروف اور نہی منکر کرسکتا ہو اُسے جابر حاکم کی حکومت قبول کرنا اور مانگنا جائز ہے اور اسکے بغیر قبول کرنا جائز نہین اسلیے کہ اپنے کو حرام کامون کے کرنے کے اور گناہون کے فعلون کی مدد دینے کے مفسدہ مین ڈالنا لازم آتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنائے بے منتہا مختص ذات خدا ہے کہ جسنے طرح طرح کی نعمتین دی ہین اور حلال و حرام سے واقفیتین دی ہین اور صلوٰت مقرب درگاہ خدا یعنی محمد مصطفےٰ اور اُنکی عترت مجتبیٰ ائمہ ہدیٰ پر نازل ہو کہ جنکی ہدایت سے چراغ دین کا شمع طور ہے اور جسے کفر و بدعت کی ظلمت دور ہے اور اسکے بعد مخفی نرہے کہ جامع الرضوی ترجمہ شرائع کے ترجمہ کی پہلی قسم جسمین مسائل عبادات تھے تمام ہوئی اور

مفید عام ہوئی اب یہان سے دوسری قسم آغاز ہوتی ہے علم فقہ کی دوسری قسم کہ جس مین عقود کا بیان ہے اور اُسمین پندرہ کتابین ہین

پہلی کتاب تجارت

اِس کتاب مین تجارت کے مسئلون کا بیان ہے اور اِسکی بنا کئی فصلون پر ہے -

پہلی فصل اُن چیزون کے بیان مین ہے کہ جن سے معیشت پیدا ہوسکتی ہے اور یہ تین طرح کی ہین مباح حرام مکروہ اور حرام کی کئی قسمین ہین پہلی قسم انگور چھوارے وغیرہ کی شراب کی طرح کی نجس چیز کا مول لینا اور بیچنا حرام ہے اور ہر ایک نجس چیز کی تیل کے سوا خرید فروخت حرام ہے کہ تیل کا آسمان کے نیچے چراغ جلانے کے لیے مول لینا بیچنا جائز ہے اور چھت کے نیچے جلانے کے لیے جائز نہین اور اِس سبب سے عدم جواز نہین ہے کہ چھت کے نیچے نجس تیل کے جلانے سے چھت نجس ہوجائیگی اِسلیے کہ نجس تیل کا دھوان نجس نہین ہوتا ہے بلکہ یہ حکم محض تعبدی ہے اور شارع کی طرف سے منصوص ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ جس طرح سے کہ آسمان کے تلے چراغ جلانے کے لیے نجس تیل کا مول لینا اور بیچنا جائز ہے اسیطرح اور اور انتفاع کے لیے سوا چھت کے نیچے جلانیکے اور سوا کھانے پینے کو خرید فروخت جائز ہے جیسے صابون بنانے کو اور جانورون کے پنڈے پر ملنے کو لین دین اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ تیل مین نجاست عارض ہوگئی ہو اور اصلی نجاست نہو اور اگر نجاست اصلی ہوگی جیسے مُردہ بکری کی چربی ہو تو اُس سے کوئی طرح کا فائدہ لینا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ خود اصلی نجس کے سوا مرے جانورون کی وہ چیزین کہ جسمین حیات نے حلول نہین کیا ہے جیسے پشم ہین اور ناخن اور سینگ ہین نجس نہین اور اِسکی خرید و فروخت کرسکتے ہین اور حلال گوشت جانور کا پیشاب اگر کوئی فائدہ رکھتا ہو تو اقوی یہی ہے کہ اُسکی بھی خرید و فروخت جائز ہے مگر لید کہ کھیتی وغیرہ کی منفعت پر مشتمل ہے اُسکا مول لینا اور بیچنا بھی جائز ہونا قوی ہے اور حرام گوشت جانور کی لید اور پیشاب نجس ہے گو اُسمین منفعت بھی ہو اُسکی بیع جائز نہین اور کُتون کی بعضی قسمون کی خرید و فروخت جیسے شکاری اور رکھوالے ہین جائز ہے اور کُتے کے گوشت اور پوست وغیرہ کا مطلق مول لینا اور بیچنا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ سارے پیشابون کی خرید و فروخت حرام ہے

خواہ حلال گوشت کا پیشاب ہو یا حرام گوشت کا ہو مگر اونٹ کے پیشاب کی خاص استسقے کی بیماری کے لیے خرید فروخت جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اسی طرح سور اور کتے کے پوست اور اجزا کا بیچنا حرام ہے دوسری قسم اُن چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے کہ جنکی غایت حرام ہے جیسے کھیل کود کی چیزین اور باجے اور بدعت کی عبادتوں کی صورتین ہین جیسے صلیب کہ جسے نصاری پوجتے ہین اور گلوئین ڈالے رہتے ہین اور بت اور مورتین اور جوے کھیلنے کی چیزین جیسے گوٹین اور شطرنج کہ ان چیزون کی خرید فروخت حرام ہے اور اُن چیزون کا بیچنا حرام ہے کہ جنسے فعل حرام کی مدد لازم آتی ہو جیسے دین کے دشمنون کے ہاتھ ہتیارون کا بیچنا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دین کے دشمنون کے ہاتھ ہتیارون کے بیچنے کی حرمت لڑائی کے زمانے سے مختص ہے اور اگر اُنسے صلح ہو اور کافرون کے دفع کرنے مین مسلمانون کے مددگار ہون تو اُنکے ہاتھ ہتھیارون کا بیچنا حرام نہین اور دین کے دشمنون سے رہزن ڈاکو ملحق ہین کہ اُنکے ہاتھ ہتھیار بیچنا حرام ہے اور کہا گیا ہے کہ خود اور زرہ ہتیارون مین داخل نہین اُنکا اُن لوگون کے ہاتھ ہر حال مین بیچنا جائز ہے آگے خدا خوب واقف ہے۔ اور حرام کاری کے لیے گھر اور ناوین کرایہ پر دینا حرام ہے اور انگور شراب بنانے کے لیے اور لکڑی بت بنانے کے لیے بیچنا حرام ہے اور جو لوگ اِن چیزون کا کام کرتے ہون اُنکے ہاتھ اِن چیزون کا حرام چیزونکے بنانے کا یقین نہ ہونے پر بیچنا مکروہ ہے اور یقین کی صورت مین حرام ہے تیسری قسم خرید فروخت اُس چیز کی کہ جس سے کچھ انتفاع نہو حرام ہے جیسے مسخ جانور خواہ خشکی کے ہون جیسے بندر اور ریچھ ہین اور ہاتھی مین تردد ہے اسلیے کہ اُسکی ہڈی سے کنگھی وغیرہ بنانے کا انتفاع جائز ہے خواہ تری کے ہون جیسے مارماہی اور مینڈک اور کچھوا ہے اور پانی کی مری مچھلی کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح سارے درندون کی خرید فروخت جائز نہین مگر بلی کی خرید فروخت جائز ہے اور یونہین شکاری پنجہ دار جانورونکا بیچنا مول لینا جائز نہین خواہ وہ چرند ہون جیسے چیتا ہے یا پرند ہون جیسے باز ہے اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ سارے درندون کی خرید فروخت کرسکتے ہین اسلیے کہ اُنکی کھالون سے اور پرون سے انتفاع جائز ہے اور یہی قول اشبہ ہے چوتھی قسم وہ کام جو اصل مین حرام ہین جیسے سایہ رکھنے والی تصویر جانور اور پھول وغیرہ کی بنانا ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ سایہ دار کی تصویر سے وہ جسم مراد ہین کہ جب اُنپر روشنی پڑے تو اُنسے سایہ ظاہر ہو اگر وہ جاندار کی تصویر ہو تو بیشک اُسکا بنانا حرام ہے

اور اگر اسکی صورت دیوار اور صفحۂ کاغذ پہ کھینچین تو بعضے فقہا اس فعل کو بھی حرام جانتے ہین اور بعضی حدیثون سے بھی کراہت معلوم ہوتی ہے مگر جاندار کی صورت ہونے پر حرام جاننا احوط ہے اور بعضے فقہا نے جاندار کی صورت ہونے سے مخصوص کیا ہے اور اگر بیجان والی چیزون کی صورتین کھینچین تو حرام نہونے کو زیادہ قوت ہے اور گانے کا پیشہ بھی حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب حق الیقین مین فرمایا ہے کہ گانے کی حرمت یقینی ہے اور گناہ کبیرہ ہونے مین اختلاف ہے اور بہت سی حدیثین دلالت کرتی ہین کہ گانا حرام ہے اور گانا سننا حرام ہے اور غنا یعنی گانا آواز کے گلے مین تکرار کرنے کو یعنی گٹکری کو کہتے ہین کہ خوشی یا رنج کا سبب ہوتی ہے اور مشہور یہی ہے اور قرآن اور دعا اور ذکر وغیرہ مین سے کسی مین غنا جائز نہین اور اکثر علما نے حرام غنا سے اونٹ کے تیز کرنے کے لیے عرب جو پڑھتے ہین اُسے نکال ڈالا ہے اور بعضون نے مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا بھی استثنا کیا ہے اگر عرب کی طرح پر نوحہ خوانی کرین تو ایک طرح کی قوت سے خالی نہین اور بعضون نے شادیون مین عورتون کے گانے کو اس شرط سے کہ مرد وہان نہ آتے ہون غنا سے نکال ڈالا ہے اور عورتون کے نوحہ کو ماتمون مین اگر جھوٹ پر مشتمل نہو تو جائز جانا ہے اور یہ استثنا بھی قوت سے خالی نہین اسلیے کہ معتبر حدیثین اسمین وارد ہوئی ہین اور ابن ادریس اور بعضے عالم اِن سب کو حرام جانتے ہین اور ان سب کا ترک احوط ہے اور گانا بجانا اور ظالمون کی مدد حرام کامون مین حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ ظلم مین ظالمون کی مدد کرنا حرام ہے گو قلم بنا دینا بھی ہو اور اگر معاونت ظلم مین نہو جیسے کپڑا سینا وغیرہ ہے تو صاحب مسالک نے جائز کہا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جائز کامون مین ظالمون کی معاونت تو جائز ہے مگر اُجرت لینا مکروہ ہے کیونکہ ظالمون سے معاملہ کرنا ہے۔ اور جھوٹ باتون سے بین کرکے جو رونیوالیان کماتی ہین وہ بھی حرام ہے اور اہل ضلالت کی کتابون کی حفظ بے قصد رد حرام ہے جامع الرضوی کے مترجم کہتے ہین کہ اہل ضلالت کی کتابون کی حفظ سے مراد یا تلف ہونے سے بچانا ہے یا یاد کر لینا ہو اور یہ دونون امر حرام ہین مگر یہ کہ رد اور ابطال کے لیے حفظ ہو تو اس شرط سے جائز ہی کہ حافظ کو رد اور ابطال کی قدرت بھی ہو۔ اور اسی طرح سے ایسی کتابون کا لکھنا اور بیچنا اور انکی تجارت کرنا حرام ہے اور تقیہ کے لیے ایسی کتابون کی حفظ کرنا اور لکھنا اور لکھانا بھی جائز ہے اور یونہین حرام ہے مومنون کی ہجو کرنا اور

جادو کے علم کا سیکھنا مترجم کہتے ہین کہ سحر وہ کلام یا نوشتہ یا عزائم وغیرہ ہے کہ جس سے کسی کو ضرر
پہونچتا ہے اور اسی قبیل سے مرد کا اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونے سے باندھ دینا ہے اور زوجہ اور شوہر
مین دشمنی ڈلوا دینا ہے اور جن اور ملائکہ کو تابع کرنا اور شیطانون کو بلانا غائب باتون کے اور خرق
عادت کے ظاہر کرنے کے لیے ہے اور حاضرات سے جن وغیرہ کا اُتارنا ہے اور لڑکے یا عورت کے
بدن پر غائب چیزین اُسکی کہوانے کو کسی چیز کا چپکانا ہے اور سیکھنا اور سکھانا سحر کا سب حرام ہے
اور اس سے کمانا بھی حرام ہے اور جو اسے حلال سمجھے اُسکا قتل کرنا واجب ہے اور اگر سحر کو رد سحر کے
قصد سے کہ جھوٹے دعوے کرنیوالے کے دعوے کو جو سحر سے ثابت کرتا ہے دفع کر سکے سیکھے تو ظاہر
یہی ہے کہ جائز ہے اور بعضون نے اسلیے سیکھنے کو واجب کفائی جانا ہے جیسا کہ شہید علیہ الرحمہ نے دروس
مین فرمایا ہے اور سحر کا دفع کرنا قرآن اور دعا سے جائز ہے۔ اور کہانت کے علم کا سیکھنا حرام ہے مترجم
کہتے ہین کہ کہانت کاف کے زیر سے وہ علم ہے کہ جسکے سبب سے بعضے شیطان اسطرح کی اطاعت
کرتے ہین کہ اُس سے غائب چیزین کہتے ہین اور یہ بھی سحر ہی کے قریب ہے اور شرعین قیافہ کا علم بھی
سیکھنا سکھانا حرام ہے مترجم کہتے ہین کہ قیافہ اُن علامتون اور مقدارون کا جاننا ہے کہ جنکے سبب
سے بعضے آدمی کو بعضے سے ملحق کرتے ہین جیسے کسی کی صورت دیکھنے سے یہ حکم کردیتے ہین کہ یہ فلان
شخص کا بیٹا یا باپ ہے اور صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اسکی حرمت اس سے مشروط ہے کہ جزم اور
یقین سے کہے اور اس پر کسی حرام امر کو مرتب کرے۔ اور شعبدہ اور جُوا حرام ہے مترجم کہتے ہین کہ جُوا
معدود چیزون سے کھیلنا ہے جیسے گوٹ اور شطرنج وغیرہ ہے اور اسی قبیل سے انگوٹھی اور چار مغز سے
کہ لڑکے کھیلتے ہین کھیلنا ہے۔ اور میل کرنا چیزون مین اسطرح کہ وہ کھوٹی ملائی چیز چھپ جائے حرام ہے
جیسے دودھ مین پانی ملانا اور مشاطہ کا عورت کو اسطرح آراستہ کرنا کہ اُسکا عیب اُس مرد سے چھپ جائے
جو اُس سے نکاح کی خواہش رکھتا ہے اور اسیطرح مردون کو اپنے اوپر کی حرام چیزون سے زینت کرنا
حرام ہے جیسے سونا پہننا ہے پانچوین قسم جن کا بجالانا واجب ہے اُنسے کمانا حرام ہے جیسے مُردون کا
نہلانا اور کفن پہنانا اور دفن کرنا ہے اور کتنی اور واجب چیزون پر مزدوری لینا حرام ہے کہ جنکا ذکر اُنکے
مقامون مین انشاء اللہ تعالی ہوگا مسئلہ اذان کہنے پر مزدوری لینا حرام ہے اور اسمین کچھ مضائقہ
نہین کہ اگر موذن بیت المال یعنی خزانہ حاکم شرع سے اپنا قوت لے لیا کرے اور اسیطرح پیش نمازی کرنے پر

اور قاضی بننے پر اُجرت لینا جس تفصیل سے کہ آگے بیان ہوگا حرام ہے اور عقد نکاح پر اُجرت لینے مین
کوئی ڈر نہین مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ جواز اُس صورت مین ہے کہ عورت
مرد نکاح کرنیوالون کی طرف سے وکیل ہو مگر نکاح کے صیغے یا اور عقود کے صیغے سکھانے پر اجماع سے
اُجرت لینا جائز نہین اسلیے کہ واجب کفائی ہے مکروہ چیزین بھی تین ہین ایک وہ مکروہ کام ہے کہ جسکا انجام
غالباً کسی حرام یا مکروہ کام کی طرف ہو جیسے صرافی ہے یعنی سونے چاندی کا ایک دوسرے سے بیچنا ہے
کہ بیاز پر پہونچتا ہے اور مُردون کے کفنون کا بیچنا ہے کہ وبا کی خواہش پر پہونچتا ہے اور جیسے غلہ کا بیچنا ہے
کہ احتکار یعنی ضرورت پر لوگون کی نہ بیچنے کی رغبت پیدا کرتا ہے اور بردہ فروشی کرنا ہے اور جانور ذبح کرنیکے
ذبح اور نحر کا پیشہ کرنا ہے کہ قساوت قلبی کا موجب ہے دوسرے وہ مکروہ کام ہے جسکے حرفہ مین خساست
ہی جیسے کپڑا بننا ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جولاہے کی اولاد
نجیب نہین ہوتی ہے مگر سات پشت کے بعد اور حجامت ہے مگر جبکہ اُسپر اُجرت ملے اور اگر بے شرط
اُجرت کے ہو تو مکروہ نہین گو بعد مین اجرت بھی اُسے دین اور اسیطرح مکروہ ہے کہ جسمین شبہہ کو راہ ہو
جیسے چھوٹے بچون کی کمائی ہے اسلیے کہ وہ اکثر کمانے کی شرطون پر قائم نہین رہتے بس جو یہ بہم پہونچاتے
ہین اُسے انکے ولیون سے مول لینا اور صرف کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح کسب اُس شخص کا ہے کہ جو حرام
سے کارہ نہو جس صورت مین یہ نجانتا ہو کہ یہ خاص چیز حرام سے بہم پہونچائی ہے اور بعضی چیزین انکے سوا
اور بھی مکروہ ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر بیان ہونگی اور ان مکاسب کے سوا اور مباح ہین۔

متفرق مسائل۔ پہلا مسئلہ کُتّے کی قسمون مین سے کسی کُتّے کا بیچنا جائز نہین مگر شکاری کتے کا بیچنا
جائز ہے اور کھیت اور گلہ اور گھر کے نگہبانی کرنیوالے کُتّون کے بیچنے مین تردد ہے اور بیچنا جائز ہونا
اشبہ ہے گو ایسے کُتّون کا اجارہ دینا جائز ہے اور ان چارون قسمون کے کُتّون مین خونبہا بھی ثابت
ہے جب کوئی مالک کے سوا انھین مار ڈالیگا تو اُسے چاہیے کہ مالک کو خونبہا دے دوسرا مسئلہ
رشوت حرام ہے اور رشوت وہ چیز ہے کہ جو کچھ کوئی فریقین مین سے حاکم اور قاضی کو اپنے موافق حکم لینے
کے لیے دے خواہ وہ حاکم اُسکے موافق حق یا ناموافق حق یا ناحق حکم دے اور حدیث مین وارد ہوا ہے
کہ رشوت دینا لینا حق تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا ہے تیسرا مسئلہ جو کسیکو کچھ مال دے کہ وہ اُسے ایک جماعت کے
دینے مین صرف کرے اور وہ شخص بھی اُسی جماعت مین سے ہو بس اگر مالک نے اُسکے لیے کوئی حصہ

مقرر کردیا ہو یا اُسے اُسمین سے لینے کو منع کردیا ہو تو اُس شخص کو چاہیے کہ موافق اُسکے کہنے کے عمل کرے
اور اگر اُسنے مطلق چھوڑ دیا ہو اور معین نکیا ہو تو اُسے جائز ہے کہ اُس جماعت کے اشخاص کے
حصہ کے برابر ایک حصہ آپ بھی لےلے اور زیادہ کسی کے حصے سے نلے مگر اسمین شرط یہ ہے کہ قرینہ
حالی یا مقالی اِسپر دلالت کرتا ہو کہ اِسکا لینا مالک کو نامنظور نہین ہے اور فقہانے کہا ہے کہ اِس
صورت مین اُسے جائز ہے کہ اپنے عیال کو بھی حصہ دے مگر غلام کو نہ دیسکیگا چوتھا مسئلہ عادل
بادشاہ کہ وہ امام علیہ السلام ہین اُنکی طرف سے حکومت لینا جائز ہے اور کبھی واجب ہو جاتا ہے
جسوقت کہ امام علیہ السلام اُسے حکومت کے لیے معین فرما دین یا دفع منکر اور معروف بے اُسکے
نہو سکتا ہو اور ظالم بادشاہ کی طرف سے حکومت کرنا حرام ہے جبکہ حرام کامون مین پڑ جانے سے امین
نہو اور اگر اِس سے بچنتی ہو اور ظالم کی نیابت مین امر معروف اور نہی منکر پر قادر ہو تو ایسی حکومت
کا قبول کرنا مستحب ہے اور اگر ظالم بادشاہ حکومت لینے پر جبر کرے اور نہ لینے کی صورت مین تھوڑے
ضرر کا گمان ہو تو اُسے قبول کر لینا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر بہت سے ضرر کا ڈر ہو جیسے جان جانے
کا ڈر ہو یا مال چھن جانے کا خوف ہو یا اور کسی مؤمن کو ضرر پہونچنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت مین
کراہت بھی نہین پانچوان مسئلہ جبکہ جابر حاکم کسی پر حکومت لینے کے لیے جبر کرے تو اُسے لے لینا
جائز ہے اور اُسکے حکم کے موافق عمل کرنا بھی جائز ہے جسوقت مین کہ اُس مہلکہ سے رہائی ممکن نہو
مگر ناحق خون کرنے مین تقیہ نہین ہے چھٹا مسئلہ ظالمون کا عطیہ اگر معلوم ہو کہ اُسے اُنھون نے وجہ حرام سے
لیا ہے تو حرام ہے اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہے بس اگر حرام مال کو ظالم کے عطیہ مین لیا ہے تو
لینے والے پر واجب ہے کہ اُسے اُسکے مالک کو پہونچا دے اور اگر مالک معلوم نہو یا قدرت نہو تو اُس مال کو
اُسکے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے اور قدرت رکھنے پر جائز نہین کہ مالک کے سوا اور کسیکو پھیر دے
ساتوان مسئلہ جو کچھ بادشاہ جابر غلہ بٹائی کے نام سے اور روپیہ خراج زمین کے نام سے اور چوپایون
مین سے زکوۃ کے نام سے لیتے ہین تو اُسکا مول لینا اور اگر مفت دے تو قبول کر لینا بھی جائز ہے
اور اُسکے مالک کو پھیر دینا واجب نہین گو اُن لوگون کو جانتا بھی ہو مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ
نے فرمایا ہے کہ بٹائی ایک معین مقدار زمین کے حاصل مین سے لیجاتی ہے کہ اُسکے حاصل کا کوئی
جز ہوتی ہے جیسے آدھا یا تہائی ہے اور خراج وہ معین مقدار ہے کہ جو جزیہ وغیرہ کے حساب سے معین ہے

لیتے ہین اور اُسکا لینا جابر کے دینے پر خواہ اُسکے نوکرون نے مالکون سے لیا ہو یا جابر نے کسی اہل حق کے حوالہ کر دیا ہو علما کے اجماع سے اور متواتر ائمہ علیہم السّلام کی احادیث سے جائز ہے گویہ لینا امام علیہ السلام کا کام ہے مگر اُن حضرات علیہم السّلام کا اذن متواتر اہل حق کو پہونچا ہے اور نہین تو حرج عظیم لازم ہوتا اور بے جابر کے حکم کے اُسکا لینا یقین سے جائز نہین اور مقرر سے بھی زیادہ لینا حرام ہے اور مصنّف علیہ الرحمہ نے چوپایون کا ذکر زکوٰۃ مین کیا ہے اور غلہ اور مال کی زکوٰۃ کا بھی یہی حکم ہے اور شیخ علی رح نے بھی شرح قواعد مین فرمایا ہے کہ فقہا کی عبارتون کے ظاہر کی اور روایتون کی دلالت اسی امر پر ہے کہ اِسے ہر شخص لے سکتا ہے گو مالدار بھی ہو

دوسری فصل عقد بیع اور اُسکے شرائط اور آداب مین ہے عقد بیع ایک ایسا لفظ ہے جو ایک معلوم عوض پر کسی ملک کے ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف نقل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دونون بدلون پر قابض کا قبضہ بے اُس لفظ کے کہے کفایت نہین کرتا ہے گو علامتون سے ظاہر ہوتا ہو کہ اِس تقابض سے بیع مقصود ہے خواہ بڑے مال مین ہو خواہ چھوٹے مال مین ہو اور جو اُسکے تلفّظ پر قدرت نرکھتا ہو تو اُسکا اشارہ کرنا بھی تلفظ کے قائم مقام ہے اور بیع منعقد نہین ہوتی ہے مگر ماضی کے صیغہ سے جیسے بایع یعنی بیچنے والا کہے عربی مین بعت اور فارسی مین فروختم اور ہندی مین بیچا مین نے اور مشتری یعنی خریدار کہے کہ اشتریت وخریدم یعنی مول لیا مین نے پس اگر بایع کہے کہ مول لے اِس چیز کو اور مشتری کہے کہ بیچ ہے اور بایع کہے کہ بیچتا ہون مین تو ایسی عبارتون سے بیع صحیح نہین گو قبول متحقق ہو جاتا ہے اور اسی طرح سے قبول کی طرف بھی ماضی کا صیغہ چاہیے اور اگر کہے کہ میرے ہاتھ بیچ یا تو بیچ میرے ہاتھ تو اِس سے قبول نپایا جائیگا اسلیے کہ یہ عبارتین بیچنے کی درخواست اور استعلام پر اشبہ ہین اور بیع کے واقع ہونے اور واقع کرنے پر دال نہین ہین اور آیا بیع مین ایجاب کا قبول پر مقدم ہونا شرط ہے یا نہین اسمین تردد ہے اور یہی اشبہ ہے کہ شرط نہین اور اگر کوئی خریدار کوئی مال فاسد عقد کے طریق سے قبضہ کریگا تو پھیر دینے کا ذمہ دار ہے مترجم کہتے ہین کہ شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ علما مین مشہور ہے بلکہ کہہ سکتے ہین کہ اجماعی ہے کہ معاطاۃ یعنی قیمت دیدینا اور چیز لے لینا بے عقد بیع کے الفاظ کے کہے ہوئے اور بے ایجاب قبول کیے ہوئے بیع نہین ہے گو اسمین عوض پر تصرف کی اباحت مین ہر ایک کے لیے بیع کا فائدہ ہے مگر معاطاۃ یعنی ایسے لین دین مین جبتک وہ عین باقی ہین ہر ایک اپنے عوض کو پھیر لیسکتا ہے

اور جبکہ عوض تلف ہو جائیگا تو اُسوقت مین پھیر مانگنا جائز نہین اور اُسکا لزوم ہو جائیگا اور ظاہر یہی ہے کہ دونون بدلون مین کسی کا ضایع ہو جانا لزوم مین کفایت کرتا ہے اور ملک کا منتقل ہو جانا ضایع ہونے کے حکم مین ہے اور اسطرح کا مل جانا کہ جدا ہی نہو سکے اور صفت کا بدل جانا جیسے کپڑے کا سی جانا اور رنگ ڈالنا بھی یہی حکم رکھتا ہے اور باقی تصرفات مثل استعمال کے پھیر لینے کے جائز ہونے مین قدح نہین کرتے ہین شرائط بیع مین بعضی شرطین جو متعاقدین یعنی بیچنے مول لینے والون سے متعلق ہین وہ بلوغ اور عقل اور اختیار ہین بس بیچنا اور مول لینا نابالغ لڑکے کا درست نہین گو اُسے اُسکے ولی نے اجازت دی ہو اور اسی طرح ہے اگر دس برس کے سن کا لڑکا عاقل ہو تو اُسکی بھی خرید فروخت اظہر یہ درست نہین اور یونہین ہے خرید فروخت دیوانے اور بیہوش کی اور ایسے مست کی کہ جو تمیز نکر سکتا ہو اور اُس شخص کی کہ جسپر بیچنے کے لیے جبر کرین اور مجبور کرین گو یہ لوگ عذر کے زائل ہو جانے پر راضی بھی ہو جائین سوا مجبور کے کہ وہ اگر بعد مین راضی ہو جائے تو بیع صحیح ہے اسلیے کہ اُسکی عبارت معتبر ہے مترجم کہتے ہین مجبور کی بیع کا جائز نہونا اُس صورت سے مخصوص ہے کہ جبر شرعی نہو اور اگر جبر شرعی ہوگا تو بیع بھی شرعی ہوگی جیسے قرضدار کے قرضے ادا کرنے کے لیے اُسکی چیزون کی بیع ہوتی ہے اور محتکر یعنی غلہ بند کر رکھنے والے کے غلہ کی بیع ہے اور جیسے واجب نفقہ نہ دینے والے کی چیزونکی نفقہ دینے کے لیے ہے اور جیسے مول لینا آزاد کرنیوالے کا غلام کے حصّہ کو ہے جسوقت مین آزادی اور مالکون کے حصون مین بھی سرایت کرتی ہو کہ اس صورت مین سارا غلام اُسکے ہاتھ بکیگا اور شریک معتق سے اپنے اپنے حصّون کی قیمتین لیلین گے گو وہ راضی نہو اور اگر لونڈی غلام بے مالک کی اجازت خرید فروخت کرینگے تو صحیح نہوگی اور اگر مالک اجازت دیدے تو صحیح ہے اور اگر کوئی شخص کسی غلام سے کہے کہ تو اپنے کو اپنے مالک سے میرے لیے مول لیلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی خرید فروخت صحیح نہین اور جواز اشبہ ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ بیچنے والا اُس مال کا مالک ہو یا مالک کی طرف سے اُسے اُس مال کا بیچنا جائز ہو جیسے وکیل ہو یا باپ ہو یا دادا ہو یا وصی ہو یا حاکم شرع ہو یا حاکم شرع کا امین یتیمون کے مالون مین ہو اور اگر کوئی شخص کسی کے مال کو بیع ڈالے تو مالک کی اجازت پر یا بنا بر اظہر کے ولی کی اجازت پر بیع کی صحت موقوف رہیگی اور مالک کا چپ ہو رہنا بیع کے علم کے وقت کافی نہین بلکہ صریح اجازت معتبر ہے اور اسی طرح مالک کا سکوت بیع کے وقت موجود ہونے پر بھی

کافی نہین پس اگر مالک اجازت نہ دے تو اُسے خریدار سے چھین لینا پہونچتا ہے اور خریدار قیمت بیچنے والے سے پھیر لیگا اور اسی طرح جو اُسے حرج پہونچا ہوگا اُسے بھی بایع ہی سے لیگا مثل نفقہ کے اور کرایہ کے کہ جو اُس سے مالک نے پھیر لیا ہے اور جو نما یعنی بڑھوتی اُس مال مین ہوئی ہوگی اُسے بھی مالک لیجائیگا اور تاوان بایع کے ذمے ہے اُس صورت مین کہ خریدار کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مال بایع کا نہین ہے یا بایع نے دعوی اِس بات کا کیا ہو کہ مین مالک کی اجازت سے بیچتا ہون اور اگر اِسطرح پر نہو بلکہ اِس بات کو خریدار جانتا ہو کہ غیر مالک نے بیچا ہے اور مالک کی بے اجازت بیع کیا ہے تو اُسی صورت مین بایع سے اصل قیمت پھیر لیگا اور جو تاوان کہ پڑے ہین وہ اُسی خریدار کے ذمے ہین اسلیے کہ اُسنے جان بوجھکر فاسد بیع اختیار کی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ غصب ہونے کے علم رکھنے پر قیمت بھی بایع سے نہین لے سکتا ہے اور یہی حکم ہے جو اپنا مال اور دوسرے کا مال ملا کر بیچے تو اُسکے مال مین بیع جاری ہو جائیگی اور دوسرے کے مال مین اُسکی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر مالک اجازت نہ دیگا تو اُس صورت مین خریدار دوسرے کے مال کے موافق کی قیمت بایع سے یون پھیر لیگا کہ دونون مالون کی اکٹھا قیمت وقت کو مشخص کریگا پھر اُسکے بعد دوسرے کے مال کی الگ قیمت کی تشخیص کریگا پھر جو تفاوت دونون قیمتون مین ہوگا اُسی کے موافق معین قیمت سے کہ جسپر بیع ہوئی ہے پھیر لیگا اور اِسکی مثال اِسطرح ہے کہ جیسے کسی شخص نے دو غلام ایک معین قیمت پر بیچے پھر ظاہر ہوا کہ ایک غلام بایع کا مال ہے اور دوسرا غلام دوسرے کا مال ہے کہ وہ بیع پر راضی نہین تو اِس صورت مین بیع ایک غلام مین جو بایع کا مال ہے جاری ہوگی اور دوسرے مین جاری نہوگی اور اُسوقت کی دونون غلامون کی اکٹھا قیمت تجویز کرینگے کہ وہ قیمت مثلاً دو سو اشرفیان ہین پھر تنہا اُس غلام کی جو دوسرے کا مال ہے قیمت تشخیص کرینگے اور وہ قیمت جیسے سو اشرفیان ہین اور دیکھین گے کہ ایکسو کو دوسو سے کیا نسبت ہے اور وہ نسبت آدھے کی ہے پس آدھا اُسکا جو بایع کو دیا ہے پھیر لین گے خواہ بیع دوسو اشرفی پر ہوئی ہو خواہ اِس سے کم ہے یا زیادہ پر ہوئی ہو اور اِس صورت مین اگر خریدار چاہے تو دونون کو پھیر دے اور اُسے جائز ہے کہ اپنی پورا پور قیمت بایع سے بھر لے اور یہی حکم ہے اگر مسلمان ایسی چیز کو کہ جسکا مالک ہوسکتا ہے ایسی چیز مین ملا کر بیچے کہ جسکا مالک نہین ہوسکتا ہے یا ایسی چیز کے ساتھ بیچے کہ جسکا کوئی مالک

نہین ہو سکتا ہے جیسے کسی غلام کو کسی آزاد شخص کے ساتھ یا بکری کو سؤر کے ساتھ یا سرکہ شراب کے
ساتھ بیچے تو اِس صورت مین بھی بیع اُس چیز مین جاری ہو گی کہ جسکا مسلمان مالک ہو سکتا ہے
اور اُس چیز مین نہ جاری ہو گی کہ جسکا مسلمان مالک نہین ہو سکتا ہے اور اکٹھا دونون کی قیمت
مشخص کرینگے پھر تنہا سؤر یا شراب کی قیمت اُسکے حلال جاننے والون کے نزدیک کی تشخیص کرینگے
پھر اُسی قاعدے سے دونون کی نسبت دریافت کرینگے اور اُسی نسبت سے اُس روپیہ مین سے
کہ جسپر بیع واقع ہوئی ہے خریدار بائع سے پھیر لیگا اور باپ دادا چھوٹے لڑکے غیر رشید والے کے
مال مین تصرف کر سکتا ہے جبتک کہ وہ لڑکا رشد اور بلوغ کو نہ پہونچے اور رشد اور بلوغ کے بعد اُنہین
تصرف جائز نہین اور باپ دادے کو چھوٹے لڑکے کے مال مین خرید فروخت کرنا اور عقد کا دو طرفون
سے متولی ہونا جائز ہے کہ وہی اُس لڑکے کے ولی ہین اور وکیل کے بھی تصرفات موکل کی طرف سے
جبتک کہ اُسکا موکل زندہ ہے اور اُسکا تصرف جائز ہے جاری رہین گے یعنی دیوانہ یا مفلس نہو جائے
اور آیا جائز ہے کہ وکیل عقد کی دونون طرفون کا اسطرح پر متولی ہو کہ اپنے مال کو اپنے متولی کیلیے
خریدے اور موکل کے مال کو اپنے ہاتھ بیچے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور
تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر موکل کی اطلاع سے ایسا کرے تو جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہی
قول اشبہ ہے بس اگر اسطرح کا عقد کوئی وکیل واقع کریگا تو موکل کی اجازت پر موقوف رہیگا اور
وصی یتیم کے مال مین تصرف نہین کر سکتا ہے مگر موصی کے مرنے کے بعد اور جسطرح کہ عقد کے دونون
طرفون کی وکیل کی تولیت مین تردد ہے وصی مین بھی تردد ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وصی
مالدار ہو تو وہ چھوٹے بچے کے مال کو اپنے ہاتھ بیچ سکتا ہے اور اُس مال سے تجارت کر سکتا ہے مگر حاکم
شرع اور وہ امین کہ جو حاکم کی طرف سے محافظت کے لیے ہوتا ہے اُنھین ولایت نہین مگر اُن لوگون پر
کہ جو شرع سے تصرف مین ممنوع ہین کم سنی سے یا سفاہت سے یا افلاس سے یا یہ کہ غائب کا مال ہو
اور خریدار کا مسلمان ہونا شرط ہے جبکہ کسی مسلمان غلام کو مول لے اسلیے کہ حق تعالی قرآن مین فرماتا
ہے لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا یعنی کافرون کے لیے ایماندارون پر حق تعالی زنہار
کبھی کوئی راہ نہ نکالیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے کہ کافر مسلمان غلام کو مول لے لے مگر اُس
کافر پر جبر کرینگے کہ اِس مسلمان غلام کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر

کافر اپنے باپ کو کہ وہ مسلمان ہو اور کسی مسلمان کا غلام ہے مول لے آیا درست ہے یا نہین اشبہ یہی ہے
کہ درست ہے اسلیے کہ مول لینے کے ساتھ ہی آزاد ہو جائیگا کیونکہ باپ بیٹے کا مملوک نہین ہو سکتا ہی
بس کافر کو مسلمان پر حکومت کی کوئی راہ نہو گی بعضی شرطین کہ مبیع یعنی بکری کی چیز سے متعلق ہین اور
بعضی شرطین اِسکے پہلے باب مین ذکر ہو چکی ہین اور باقی شرطین یہان بیع کی صحت کے لیے زیادہ
ہوتی ہین پہلی شرط یہ ہے کہ بکری کی چیز مملوک ہو بس آزاد کا بیچنا درست نہین اور اسی طرح اُس چیز
بیچنا درست نہین کہ جسمین کچھ منفعت نہو اور اُسے شرع مین اور عرف مین مال نکتے ہون جیسے گوبر کا
کیڑا اور کیڑے اور بچھو اور وہ فضلے جو آدمی کے بدن سے نکلتے ہین جیسے بال اور ناخن اور طوبتین
ہین سوا اُسکے دودھ کے کہ اُس سے بچّون کی پرورش ہوتی ہے بس اُسکی خرید فروخت جائز ہے اور
یونہین جائز نہین بیچنا ایسی چیز کا کہ جسمین سارے مسلمان شریک ہون جیسے غیر مملوک جنگلونکی گھاسین ہین
اس سے پہلے کہ کسی نے اُسے جمع کر لیا ہو یا دریاؤن کی مچھلیان اور وحشی جانور شکار کرنے سے پہلے ہین اور
یونہین اُس زمین کا بیچنا جائز نہین جو کافرون سے لڑائی مین مسلمانون کے تصرف مین آئی ہے اسلیے
کہ ایسی زمین کا کوئی خاص شخص مالک نہین بلکہ سارے مسلمان اُسمین شریک ہین اور بعضے فقہا نے
کہا ہے کہ ایسی زمین کو آثار اور عمارہ کی تبعیت کے ساتھ کہ جنھین متصرف نے اُسپر بنایا ہے خرید فروخت
کر سکتے ہین اور مکہ معظمہ کے گھرون کے بیچنے مین تردد ہے اور روایت مین ممانعت وارد ہوئی ہے اور
کنوئین کا پانی اُس شخص کی ملک مین ہے جسنے اُس کنوئین کو کھودا ہے اور نہر کا پانی اُسکی ملک ہے
جسنے اُس نہر کو نکالا ہے اور یہی حکم زمین سے نکلنے والی چیزون کا ہے جیسے کھانون کی چیزین ہین کہ یہ اُس
زمین کے مالک کی ملک مین اُس زمین کی تبعیت سے ہین دوسری شرط یہ ہے کہ طلق یعنی چھوٹی ہوئی ہو
یعنی محبوس نہو مثل ایسی چیز کے کہ جسے کسی جماعت پر وقف کیا ہو اور اگر وقف کا باقی رکھنا موقوف علیہم
کی مخالفت کے سبب سے خرابی کا باعث ہو اور اُن کے حق مین اُسکا بیچنا انفع ہو تو ایسی صورت مین
اظہر کے بنا پر یعنی فتوے کے موافق ایسی موقوفہ چیزون کا بیچ ڈالنا جائز ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ تین مقامون مین موقوف کی بیع جائز ہے ایک ایسی جگہ
کہ جب خراب اور مضمحل اِسطرح پر ہو کہ انتفاع سے ساقط ہو جائے جیسے مسجد کی پرانی چٹائیان اور ٹوٹی
پھوٹی لکڑیان ہین دوسرے جہان موقوف علیہم مین ایسی نزاع پڑ جائے کہ جسمین مال و نکے اور جانو نکے

جانے کا خطرہ ہو اور ان دونوں مقاموں مین اُسکی قیمت سے کوئی چیز خرید لین گے اور وہ وقف رہیگی اور اُسکا ناظر بیع کا ناظر یا حاکم شرع رہیگا تیسرے اُس جگہ جہان ارباب وقف کو ایسی سخت حاجت ہو اور کچھ اُنکے پاس ایسا نہو کہ جو اُنکی کفایت غلہ وغیرہ سے کرے اور اِس جواز کو صحیحہ و اتین سے مستند کیا ہے۔ اور ایسے ہی اُم ولد کا بیچنا جائز نہین اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک سے بچہ جنی ہو جبتک کہ وہ لڑکا زندہ ہے اُسکا بیچنا جائز نہین اور اگر کوئی شخص کوئی لونڈی مول لے اور اُس سے ہم بستر ہو اور لڑکا پیدا ہو اور ابھی قیمت نہ دی ہو اور بایع اُسکے دام مانگے اور خریدار کو اُسکے دینے پر قدرت نہو تو جائز ہے کہ اُس اُم ولد کو اُسکی قیمت ادا کرنے کے لیے بیچ ڈالے اور اِس صورت مین آیا شرط ہے کہ اُسکا مالک مر چکا ہو یا اُسکے حین حیات مین بھی اُسکا بیچنا جائز ہے اِسمین تردد ہے بعضے شراح نے کہا ہے کہ اس شرط کے نہ لگانے کو زیادہ قوت ہے اور یونہین گروی چیز کا بیچنا بے چھڑائے ہوئے جائز نہین مگر جبکہ مرتہن اجازت دیدے اور اگر کسی غلام نے کوئی شرعی قصور کیا ہو جیسے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو یا کسی کو مار ڈالا ہو تو اِس صورت مین دیت اُسپر لازم ہوگی اور اُسکا مالک اُسے بیچ سکتا ہے اور آزاد کر سکتا ہے خواہ وہ قصور قصد سے کیا ہو یا دھوکے سے واقع ہوا ہو اِسمین تردد ہے یعنی قصد سے قصور کے ہونے پر بیع اور عتق کے جائز ہونے مین تردد ہے اسلیے کہ جسکا اُسنے قصور کیا ہے اُسکے حق نے اُسکی گردن سے تعلق کیا ہے بس طلق یعنی چھٹا نہوگا خلاف دھوکے والے قصور کے کہ اِس مین دیت لازم ہوتی ہے اور قصاص لازم نہین ہوتا ہے تیسری شرط یہ ہے کہ بایع مبیع خریدار کے حوالے کر سکتا ہو بس بھاگے ہوئے غلام کا تنہا بیچنا جائز نہین اور اگر اُسے کسی ایسے دوسرے مال کے ساتھ ملا کر کہ جسکا بیچنا درست ہے بیچین تو جائز ہے اور اگر اِس صورت مین وہ بھاگا ہوا غلام نہ ہاتھ لگے تو پوری قیمت اُس ضمیمے کے مقابل مین پڑ جائیگی اور خریدار کو اُس بھاگے ہوئے غلام کے حصے بھر کی قیمت کی طلب بایع سے جائز نہین اور صحیح ہے اُن چیزون کا بیچنا کہ جن کے پھر آنے کی عادت جاری ہوتی ہے جیسے اڑتے کبوترون کا بیچنا ہے اور محصور حوض کی دکھائی دیتی مچھلیون کا بیچنا کہ جسمین باہر نکلجانے کا راستہ نہو جائز ہے اور اگر کوئی ایسی چیز کو بیچے کہ جسکا حاصل کرنا مشکل ہو مگر ایک مدت کے بعد تو اِسمین تردد ہے اور اگر اِسکے قائل ہون کہ ایسی بیع تو جائز ہے اور خریدار کو حقیقت حال کے جاننے کے بعد اختیار ہے کہ خواہ بیع کو درست رکھے یا فسخ کرے تو یہ قول قوی ہوگا

چوتھی شرط یہ ہے کہ قیمت کی قدر اور جنس اور صفت معلوم ہو بس اگر کسی مال کو بیچے اور قیمت معین نہ کرے بلکہ خریدار کے یا اپنے اختیار مین رکھے تو یہ بیع فاسد ہے اور ایسی صورت مین اگر خریدار اُس مال کو ایسی بیع سے لے اور وہ مال ضایع ہو جائے تو اُسکے بھر دینے کا ضامن اور ذمہ دار ہے یعنی قبضے کے دن کی قیمت کا تاوان دے دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قبضہ کے وقت سے تلف کے وقت تک کی قیمت بھر دیگا اور اگر قیمت مین کمی اور زیادتی ہوگی تو اعلی قیمت دیگا اور اگر کوئی کمی اُسکی قیمت مین ہو جائے تو بایع کو پہنچتا ہے کہ قیمت کے تفاوت کو خریدار سے پھیر لے اور اگر کسی کام کے سبب سے جسے خریدار نے اُسمین کیا ہے اُسکی قیمت بڑھجائے تو وہ زیادتی خریدار کا مال ہے گو وہ زیادتی مین نہ بلکہ وصف ہو تو جو کچھ کہ اُس وصف کے مقابل بڑھوتی پائے وہ اُسی خریدار کو دیدینا چاہیے یعنی اس شرط سے کہ خریدار بیع کے فساد سے واقف نہو اور اگر بیع کے فساد کو جانتا ہو تو غاصب کا حکم رکھتا ہے۔

پانچوین شرط یہ ہے کہ بکری کی چیز کی مقدار معلوم ہو بس ناپ اور تول اور گنتی کی چیزون کا اندازے اور تخمین کے طور پر بیچنا جائز نہین گو دکھائی دیتی ہو جیسے غلہ کا ڈھیر ہے اور یونہین ناپ کی چیزونکا نامعلوم قدر کے پیمانے سے بیچنا جائز نہین اور معلوم مال مین سے ایک مشترک جز کو بے جُدا کیے مول لینا جائز ہے جیسے تہائی اور چوتھائی اور ادھوا ڑ ہے خواہ اُسکے اجزا برابر ایک دوسرے کے ہون جیسے گیہون مین یا تفاوت رکھتے ہون جیسے کپڑا اور زمین ہے اور کسی معین مقدار کا مول لینا ایسے مال مین سے جسکے اجزا برابر نہون جائز نہین جیسے ایک گز کپڑے مین سے یا ایک جریب ایسی زمین مین سے جسکے اجزا برابر نہون یا ایک غلام دو غلامون یا زیادہ مین سے یا ایک بکری گلّے مین سے اور یونہین جائز نہین ہے کہ گلّے کو بیچے اور اُسمین ایک نامعلوم بکری کا استثنا کرے یا کئی نامعلوم بکریون کا استثنا بے اُنکی طرف کے اشارے سے تعیین کیے کرے اور ایسی بیع اور استثنا اُن چیزون مین جائز ہے کہ جنکے اجزا برابر ہین جیسے ایک من گیہون مین سے اور یونہین جائز ہے مول لینا مقدار معین کا برابر اجزا والے مال مین سے گو اُس مال کی پوری مقدار بھی معلوم نہو جیسے ایک من یا کئی من خریدنا ایسے کھریان مین سے جسکی قدر معلوم نہو اور جبکہ گنتی کی چیزون کا گننا دشوار ہو تو جائز ہے کہ پیمانہ بنالین اور گنتی کی چیز کو گن کر اُسمین اتنا بھرین کہ وہ پیمانہ بھر جائے اور اِسی پیمانے کے شمار سے اُس گنتی کی چیز کا حساب کرلین اور زمین اور کپڑے کا بیچنا دکھانے کے طریق سے جائز ہے گو اُسے ناپا نہو اور اگر

ناپ بھی لین تو احوط ہے کہ کپڑے کی مقدار کے سبب سے غرض مین تفاوت پڑجاتا ہے اور دیکھنے سے مقدار معلوم نہین ہوتی ہے اور اگر خریدار نے کسی مال کو دیکھا ہوا اور اُسے بایع سے مول لے ہرچند کہ بیع کے وقت وہ مال موجود نہو اور بایع نے اُسکی توصیف نکی ہو تو یہ بیع جائز ہے مگر یہ کہ دیکھے کو ایک ایسی مدت گزر گئی ہے کہ جسمین عادت سے بیع متغیر ہو جاتا ہے اور اگر تغیر کا احتمال ہو تو بھی اگلے دیکھنے کے اعتماد پر خریدنا جائز ہے اور خریدنے کے بعد اگر تغیر ظاہر ہو تو خریدار کو اختیار ہے چاہے بیع درست رکھے اور چاہے توڑ ڈالے اور اگر بایع اور مشتری دونوں مال کے متغیر ہو جانے نہو جانے مین جھگڑا کرین بس معتبر قول مشتری یعنی خریدار کا قول ہے اسلیے کہ اس صورت مین بایع دعوی کرتا ہے کہ بیع اُسی صفت پر ہے کہ جسپر خریدار نے اُسے دیکھا تھا اور مشتری منکر یعنی انکار کرتا ہے کہ اُس صفت پر نہین ہے بس اُسے قسم کھانا پہونچتا ہے اور اِس صورت مین بایع پر ثبوت دعوی کا لازم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قابل قبول بایع کا قول ہے اسلیے کہ مشتری تغیر حادث ہونے کا دعوی کرتا ہے اور بایع منکر ہے اور اِس مسئلہ مین تردد ہے اور اگر بیع سے مطلوب مزا یا بو ہو تو ضرور ہے کہ خرید فروخت کے وقت چکھنے اور سونگھنے سے آزمایش کر لین اور جائز ہے کہ بے آزمایش کے بھی اُسکی صفت کو بیان کر کے بیچین جسطرح اندھا دیکھنے کی چیزین مول لیا کرتا ہے اور آیا بے آزمایش اور وصف کے جائز ہے مول لینا اُن چیزون کا کہ جن سے مزا اور بو مطلوب ہے فقط آنکھ سے دیکھ لینے پر اِس نظر سے کہ اصل یہی ہے کہ کھری ہو گی اور کھوٹی نہو گی اسمین تردد ہے اور جواز اولی ہے پھر بعد مین اگر کھوٹی نکلے گی تو خریدار کو پھیر دینے کا اور قیمت کا تفاوت لے لینے کا اختیار ہو گا اور اگر خریدار اُسمین کچھ تصرف کریگا تو پھیرنا جائز نہین اور قیمت کا تفاوت بایع پر دینا لازم ہو گا خواہ خریدار اندھا ہو یا آنکھون والا ہو اور اسی طرح جو مال کہ امتحان کے سبب سے فاسد ہو جاتا ہے جیسے چار مغز اور انڈا ہے تو اُسکی خرید فروخت بے اندر کے حال کے جانے جائز ہے پھر اگر توڑنے کے بعد بیان کے خلاف ناقص نکلے تو قیمت کا تفاوت بایع سے پھیر لیگا اور پھیر دینا جائز نہین اور اگر وہ کچھ قیمت بھی نرکھتا ہو تو پوری قیمت بایع سے خریدار پھیر لیگا اور جائز نہین ہے بیچنا نیستانون کی مچھلیونکا ہرچند وہ نیستان بیچنے والے کے مملوک بھی ہون کیونکہ نامعلوم چیز کی بیع ہے گو اُن مچھلیون کے ساتھ اُن نیستانون کے نیزے بھی ضم کر کے بیچین یا نیزون کے سوا اور کچھ چیزین ضم کر کے بیچین تو بھی بقول

جائز نہین اور یونہین جانورون کی چھاتیون مین دودھ کا بیچنا جائز نہین گو اُسکے ساتھ دوہا ہوا دودھ بھی ملا کر بیچین اور اسیطرح سے کھالون کا اور اونون کا اور روئن کا اور بالون کا جانورون کے پیٹھون پر بیچنا جائز نہین اسلیے یہ بھی نامعلوم چیز کی بیع ہے ہرچند انھین دوسری چیزین بھی ملا کر بیچین تو بھی جائز نہین اور یونہین جو مادین پر نر چھوڑتے سے گابھ وغیرہ ہوتا ہے بے پیدا ہوئے اُسکا بھی بیچنا جائز نہین اور شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اقوی یہی ہے کہ اصلی مقصد بیان سے یا دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا اور تبعی مقصد نامعلوم رہیگا تو بیع دونون کی ایک مین جائز ہے۔ دو مسئلے۔ پہلا مسئلہ مُشک پاک ہے اور اُسکا نافے مین بیچنا جائز ہے اور نافہ وہ کھال ہے کہ جسمین مُشک ہوتا ہے گو اُسکی کھال چاک کرکے دیکھا بھی نہو اور اگر چاک کر دیکھ لین تو احوط ہے دوسرا مسئلہ جائز ہے کہ کسی چیز کو اُسکے برتن کے ساتھ بیچین اور برتن کی بابت کوئی مقدار اُسکے وزن مین سے کم کر لین گو اُسمین زیادتی کمی کا احتمال رہے اور جائز نہین کہ برتن کے حصے مین سے اتنا کم کرین کہ جس سے زیادتی یقینی ہو مگر اُس صورت مین جب بیچنے والا راضی ہو اور جائز ہے کہ چیز کو اُسکے برتن کے ساتھ بے برتنکے حصے کے موافق کم کیے مول لین آداب تجارت سنت ہے کہ فقہ کو حاصل کرے یعنی اپنی مخصوص تجارت کے متعلقہ مسائل سیکھ لے اور سب خریدارون مین برابری رکھے اور فرق نکرے اِس امر مین کہ بعضے خریدارون سے زیادہ قیمت لے اور بعضون سے کم لے بلکہ انصاف کی راہ چلے اور اگر کوئی چیز کوئی پھیرے تو پھیر لے اور خرید فروخت کے وقت کلمہ پڑھے اور جب کسی چیز کو مول لے تو تکبیر کہے اور جب چیز کو خریدے تو بیچنے والے سے ناپ اور تول مین حق سے کم لے اور بایع ہونیکی صورت مین حق سے زیادہ دے اور بایع کو مکروہ ہے کہ اپنی چیز کی آپ تعریف کرے اور خریدار کا مذمت کرنا مکروہ ہے اور خرید فروخت پر سچی قسم کھانا مکروہ ہے اور جھوٹی حرام ہے اور ایسے مکان مین کہ جہان چیز کا عیب نظر نہ آئے بیچنا مکروہ ہے اور بایع کو مومن سے نفع لینا مکروہ ہے مگر اضطرار کی حالت مین اور شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مومن سو درم کی خرید کرے یا اپنی تجارت کے لیے لے تو اُس سے نفع لینا مکروہ نہین اور روایتین اِس باب مین بیان کی ہین اور اسیطرح اُس خریدار سے نفع لینا مکروہ ہے کہ جس سے احسان کرنے کا وعدہ فروخت مین کر چکا ہے اور طلوع صبح سے آفتاب کے نکلنے تک سودا کرنا مکروہ ہے اور سب سے پہلے بازار مین آنا مکروہ ہے اور دنی لوگون سے سودا کرنا مکروہ ہے

اور دنی وہ لوگ ہین جو کسی کے اپنے کو برا کہنے سے پروا نہین کرتے اور اپنی بات چیت مین بھی بری باتین کہنے کا لحاظ نہین کرتے ہین مترجم کہتے ہین کہ فقہائے کہا ہے کہ دنی لوگون کی تفسیر مین طنبورہ بجانیوالے اور وہ لوگ بھی جو محسنون کے احسانون سے خوش نہون اور بدی سے ناخوش نہون داخل ہین اور یونہین اُن لوگون سے سودا کرنا مکروہ ہے کہ جنکے بدن نہین ہالیے کوئی کمی ہوا و رپہاڑ والون سے معاملہ کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ جنون کے قبیلے سے ہین کہ پردہ اُنسے اٹھالیا گیا ہے اور آدمیون مین آگئے ہین اور یونہین ناپ تول کے اچھی طرح نجاننے پر ناپ تول کا متعرض ہونا مکروہ ہے اور عقد بیع کی قیمت سے تخفیف مکروہ ہے اور نیلام کی بولی بولنے والے کے پکارتے وقت خریدار کا قیمت بڑھانا مکروہ ہے اور اُس کے چپ ہونے کے وقت جائز ہے اور ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کے معاملے مین داخل ہونا مکروہ ہے اور یہ یہ ہے اگر کوئی مؤمن کسی چیز کے خریدنے کا قصد کرے اور بایع سے تشخیص قیمت کی کرچکا ہو اور دوسرا اُسکے بیچ مین آجائے اور اُس چیز کو مول لے تو یہ بنا بر اظہر کے بھی مکروہ ہے اور یونہین شہر کے رہنے والے کو باہر کے رہنے والون کا وکیل ہونا مکروہ ہے یعنی کوئی مسافر کوئی چیز کسی شہر مین لائے اور وہ اُسکے نرخ سے واقف نہو اور کوئی اُس شہر کے رہنے والون مین سے اُس سے کہے کہ تو اسکے بیچنے کو میرے سپرد کردے اور مجھے وکیل کردے نہین تو دھوکا کھائیگا پھر وہ بیچنے کے لیے وکیل بنجائے بے اسکے کہ اُسے بازار کے نرخ سے وقفیت ہو اور یہ کام مکروہ ہے اور بعضے فقیہ اِس کام کی حرمت کے قائل ہوئے ہین اسلیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس کام سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ چھوڑ دو تم لوگون کو کہ بعضے بعضون سے فائدہ اُٹھائین اور پہلا قول یعنی کراہت اشبہ ہے اِس مسئلے کے لواحق دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ تلقی رکبان یعنی سوداگرون کا استقبال چار فرسخ تک چیزون کے مول لینے کے لیے مکروہ ہے اِس شرط سے کہ چار فرسخ یا زیادہ کے قصد سے جائے اور اگر مسافت مذکور کے بقصد کیے روانہ ہوا در اتفاق سے اُتنی مسافت طے ہوجائے تو مکروہ نہین اور اگر قصد سے جائے اور کچھ سوداگرون سے شہر کے باہر خرید کرے تو بیع صحیح ہے اور بایع کو بیع کا توڑنا نہین پہونچتا ہے لیکن مکروہ ہے مگر جبکہ ایسی بڑی غبن ہو کہ عادت سے سوداگر اُس غبن کے متحمل نہوتے ہون تو ایسی صورت مین بایع کو بیع کے توڑ ڈالنے کا

اختیار ہے اور یہ فوری قدرت کی صورت مین ہے اور اگر فوراً بیع کو فسخ نکریگا تو اسکے بعد بیع لازم ہوجائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بڑے غبن کے کھلنے پر فسخ کا اختیار ساقط نہین ہوتا ہے مگر خریدار یا بایع سے بلکہ ساقط کرڈالے اور یہی اشبہ ہے اور یہی حکم نجش کا ہے اور نجش نون کے زبر جیم کے سکون اور نقطہ دار شین سے اس معنون مین ہے کہ بایع کسی شخص سے ساز کرے اور کہے کہ قیمت کی تشخیص کے وقت تو خریدار کے پاس کھڑا ہوکر کہہ کہ مین اس چیز کو اس قیمت پر خریدتا ہون یعنی خریدار کی کہی ہوئی قیمت سے زیادہ دیتا ہون تا خریدار بھی اُس سے بڑھائے یہ بات بھی بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اور بعضون کے نزدیک حرام ہے اور بڑا غبن کھلنے پر خریدار کو بیع کے فسخ کا اختیار ہے دوسرا مسئلہ احتکار یعنی روک رکھنا اور نہ بیچنا مکروہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ حرام ہے مگر پہلا قول اشبہ ہے اور احتکار نص کے موافق گیہون اور جو اور منقے اور کھجور اور چکنائی مین ہوتا ہے اور بعضون نے نمک مین بھی کہا ہے اور احتکار اس شرط سے منع ہے کہ قیمت بڑھانے کے لیے روک رکھے اور کوئی دوسرا بیچنے والا نہو کہ وہ بیچے یا کوئی اون دینے والا نہو کہ دیڈالے اور بعضے فقہا گرانی مین تین دن اور ارزانی مین چالیس دن روک رکھنے کی شرط کرتے ہین اور محتکر یعنی بھڑسالی پر جبر کرین گے کہ بیچے اور قیمت معین نکرینگے اور بعضے کہتے ہین کہ حاکم نرخ ٹھہرا دیگا اور پہلا قول اظہر ہے۔

تیسری فصل بیع کے فسخ کے اختیارون مین ہے اور بحث اُسکی قسمون مین اور حکمون مین ہے اور اُسکی قسمین پانچ ہین پہلی قسم خیارِ مجلس ہے جبکہ ایجاب اور قبول بایع اور مشتری مین ہوجاتا ہے تو بیع واقع ہوجاتی ہے لیکن ہر ایک کو اِن دونون مین سے پہونچتا ہے کہ جبتک اُس مجلس مین ہین اِس بیع کو توڑ ڈالے اور اُس مجلس سے اُٹھ جانے کے بعد فسخ بیع کا اختیار نہین ہے اور اگر بایع مشتری کے بیچ مین پردہ ڈالدیا ہو تو یہ امر اِس اختیار کا کچھ مانع نہین پڑتا اور اگر اُنھین زبردستی اور جبر سے اُٹھادین اور متفرق کردین اور فسخ بیع پر قادر نہ ہون تو بھی اِس اختیار مین برہمی نہین ہوتی ہے اور اجتماع کے بعد فسخ کا اختیار رہتا ہے اور اگر عقد کے وقت خیار مجلس کے ساقط ہونے کی شرط کرلین یا کوئی دونون مین سے اِس اختیار کو ساقط کرلے تو اِس صورت مین فسخ نہین کرسکتے ہین اور بیع لازم ہوجاتی ہے یا دونون کی طرف سے یا ایک کی طرف سے جسنے

جسنے اِس خیار کو ساقط کرلیا ہے اور جبکہ دونون جُدا ہو جاتے ہین تو یہ اختیار جاتا رہتا ہے گو ایک پیر
کی جدائی بھی ہو اور یونہین یہ اختیار جب بھی جاتا رہتا ہے کہ جسوقت یین کہ بایع مشتری نے بیع کو لازم
کرلیا ہے یا ایک نے اِن دونون مین سے لازم کیا ہے اور دوسرا اُسپر راضی ہو گیا ہے اور اگر ایک اِن
دونون مین سے بیع کا لزوم کرے تو اُسکی طرف سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور دوسرے کیطرف سے
لازم نہین ہوتی ہے بلکہ وہ بیع کو فسخ کرسکتا ہے اور اگر خریدار اور بایع دونون مین سے ایک دوسرے
سے کہے کہ اِس بیع کو لازم کرے اور وہ چپ ہو رہے اور کچھ نہ بولے تو اِس چپ ہو رہنے سے عقد بیع
لازم نہین ہوتا ہے بلکہ اُسے فسخ کا اختیار باقی رہتا ہے اور اسیطرحپر جو شخص کہے کہ لازم کرلے تو اُس سے
فسخ کا اختیار سلب نہین ہوتا ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ایسے کلام سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور
فسخ جائز نہوگا مگر پہلا قول اشبہ ہے اور اگر ایک ہی شخص خریدار اور بایع کی طرف سے عقد بیع واقع
کرے جیسے باپ دادا ایک چھوٹے بچے کے مال کو دوسرے چھوٹے بچے کے ہاتھ بیچے اور ولایت کے
سبب سے دونون طرفون کا ایجاب اور قبول واقع کرے تو فسخ کا اختیار باقی ہے بعض کے قول پر
جبتک اُس مجلس سے نہ اُٹھ جائیگا یا خیار مجلس کے سقوط کی شرط نہ کرلیگا یا عقد کے بعد دونون طرفسے
بیع کو لازم نکریگا دوسری قسم خیار حیوان ہے یعنی جاندار کی بیع کے فسخ کا اختیار ہے جو شخص کوئی
جاندار چیز خریدے تو تین روزتک خریدار کو پہونچتا ہے کہ بیع کو توڑ ڈالے اور بایع کو اظہر یہ اختیار نہین
اور خیار مجلس اور خیار حیوان جاتے رہتے ہین جبکہ عقد بیع مین اِنھین ساقط کر ڈالین یا عقد کے بعد
لازم کرلین یا یہ کہ بیع مین خریدار کوئی تصرف کرلے جیسے لونڈی لی ہے تو اُس سے ہمبستر ہو جائے
یا کپڑے کو قطع کر ڈالے خواہ وہ تصرف لازم ہو مثل بیچ ڈالنے کے خیار ساقط کرنیکی شرط سے یا لازم ہو جیسے
دے ڈالنا بیع کا قبضہ کرنے سے پہلے اور وصیت کردینا کہ اسے میرے بعد فلان شخص کو دے ڈالین
تیسری قسم خیار شرط ہے کہ بایع مشتری عقد مین شرط کرلین اور یہ اختیار پھیر دینے لینے کا اُس مدت
تک رہتا ہے کہ جسے معین کرلین خواہ ایک طرف سے خواہ دونون طرفون سے ہو اور واجب ہے کہ
مدت کو اسطرحپر معین کرین کہ جسمین کمی زیادتی کا احتمال نہ رہے اور جائز نہین ہے کہ فسخ کے اختیار کی
شرط نامعلوم مدت تک کرین کہ کمی اور زیادتی کا احتمال رہے جیسے یہ شرط کرین کہ حاجیون کے پھر آنے
تک اسلیے کہ اِنکے پھر آنے کا کوئی وقت معین نہین ہے اور اگر ایسی شرط کرینگے تو بیع باطل ہو جائیگی اور ہر بایع

مشتری کو جائز ہے کہ فسخ کا اختیار اپنے اوپر رکھے یا دوسرے اجنبی شخص پر رکھے جیسے اسطرح پر کہدے کہ یہ بیع موقوف ہے اِس امر پر کہ فلان شخص راضی ہو یا اپنے کو بھی اُس اجنبی کا شریک کرلے اور جائز ہے کہ بیع مین مشورے کی شرط کرلین جیسے کہین کہ یہ بیع مشروط ہے اِسپر کہ فلان شخص سے ہم مشورہ کرینگے اگر وہ صلاح دیگا تو بیچین گے نہین تو پھیرلین گے اور جائز ہے کہ کسی چیز کو بیچین اور یہ شرط کرلین کہ اگر فلان مدت تک بایع قیمت پھیر دیگا تو بیع فسخ ہو جائیگی اور اگر نہ دیگا تو بیع لازم ہو جائیگی چوتھی قسم خیارِ غبن ہے جو شخص کوئی چیز خریدے اور اُس متاع کے رائج نرخ سے بیع کے وقت واقف نہو اور بیع کے بعد کھلے کہ اِس قیمت مین اِتنا بڑا غبن پڑا ہے کہ عادت کے خلاف ہے کہ ایسے غبن کا تحمل خرید فروخت مین کوئی نکرے تو خریدار کو پہونچتا ہے کہ جب چاہے اِس بیع کو فسخ کر ڈالے اور یہ اختیار بیع مین خریدار کے تصرف کرنے سے نہین جاتا ہے بلکہ تصرف کرنے کے بعد بھی غبن کے کھلتے ہی فسخ جائز ہے اُس صورت مین کہ خریدار نے اُس چیز کو اپنی ملک سے باہر نہ کردیا ہو یا وہ تصرف پھیرنے کا مانع نہو جیسے لونڈی کو اُم ولد کر دیا ہو یا غلام آزاد کر دیا ہو اور اگر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو یا لونڈی کو حاملہ کردیا ہو تو اِس صورت مین غبن کھلنے پر پھیر نہین سکتا ہے اور غبن کھلنے پر پھیر دینا اور قیمت کا تفاوت بھر لینا ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ خریدار اُسی قیمت پر کہ جسپر بیچا ہے قبول کریگا یا پھیر دیگا مترجم کہتے ہین کہ خیارِ فسخ یعنی بیع توڑنے کا اختیار غبن کے کھلنے پر بایع کو بھی ہوتا ہے اور خریدار کا تصرف اُسکا مانع نہین جیسا کہ صاحب مسالک نے تصریح سے فرما دیا ہے پانچوین قسم خیارِ تاخیر جو شخص کوئی چیز بیچے اور اُسکے دام نپائے اور اُس چیز کو بھی خریدار کو ندے بلکہ ایجاب قبول واقع ہوا ہو اور یہ شرط بھی نہین کی ہے کہ دام فلان مدت کے بعد لیگا تو وہ بیع تین دن تک لازم رہے گی اگر خریدار اِس زمانے مین دام لاوے اور دیوے تو بیع لازم ہو گئی اور اگر خریدار دام نہ لایا تو بایع اپنے مال سے اولیٰ ہے اور اگر وہ مبیع اِس تین دن مین تلف ہو جائے تو قول اشبہ پر بایع کا مال ہے کہ تلف ہوا ہے اور اگر خریدار نے ایسی چیز کو مول لیا ہے کہ وہ ایک دن مین ضایع ہو جاتی ہے پھر اگر خریدار داموں کو رات کے آنے سے پہلے دے دیگا تو اُسکا مال ہے نہین تو بیع منعقد نہین ہوئی اور خیارِ عیب بھی خرید فروخت مین متحقق ہے کہ اگر مبیع مین کوئی عیب بیع کے بعد ظاہر ہو تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو جاری

رکھے اور چاہے توڑ ڈالے اور اسکی تفصیل اسکے بعد اپنی جگہ پر بیان ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ
لیکن احکام تو کئی مسئلون پر مشتمل ہین پہلا مسئلہ خرید فروخت سے خیار مجلس مخصوص ہے اور
مثل اجارے کے اور نکاح وغیرہ کے اور عقدون مین نہین ہے اور خیار شرط کہ بیان ہوچکا ہے
ہر عقد مین نکاح اور وقف اور ابرا اور طلاق اور عتق کے سوا جائز ہے مگر عتق مین ایک شاذ روایت
آگئی ہے مخفی نرہے کہ وقف اور طلاق کا خیار شرط کے نہونے مین عقود سے مصنف کا استثنا
منقطع کے طور پر ہے اسلیے کہ یہ عقود مین داخل نہین بلکہ ایقاعین سے ہین اور یہ بھی احتمال ہے کہ عقد
سے مراد اس مقام مین عام معنی ہون کہ مجاز سے ایقاع کو بھی شامل رہین تو اس صورت مین استثنا
متصل ہوجائیگا دوسرا مسئلہ مبیع مین تصرف خیار شرط کو کھو دیتا ہے جسطرح کہ جاندار کے تین دن
والے خیار کو کھو دیتا ہے اور اگر خریدار بایع دونون کو خیار ہو اور ایک اُن دونون مین سے تصرف
مبیع مین کر بیٹھے تو تصرف کرنے والے کا خیار جاتا رہیگا اور نکرنیوالے کا خیار باقی رہیگا اور اگر ایک
ان دونون مین سے دوسرے کو تصرف کی اجازت دے اور وہ مبیع مین تصرف کرے تو دونو کا
خیار جاتا رہیگا تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی ایسا شخص مرجائے کہ اُسے کسی بیع کے فسخ مین اختیار تھا تو اُسکا
خیار اُسکے وارثون کیطرف منتقل ہوگا جس نوع کا خیار ہوگا اُسی نوع کا منتقل ہوگا یعنی خواہ خیار
مجلس ہوگا یا خیار شرط ہوگا یا خیار عیب ہوگا جیسا کہ گزرچکا اور اگر بایع مشتری مین سے کوئی دیوانہ
ہوجائے تو خیار کے سارے حکمون مین اُسکا ولی قائم مقام ہوگا اور اگر ولی کے تصرف کے بعد
اُسکا جنون جاتا رہے تو ولی کا تصرف درہم برہم نہوگا اور اگر بایع مشتری مین سے کوئی ایک غلام
اجازت خرید فروخت کی لیے ہوئے ہو اور عقد بیع کے بعد غلام ماذون مرجائے تو اُسکا خیار اُسکے
آقا سے متعلق ہوگا چوتھا مسئلہ فقط عقد بیع کے واقع ہوتے ہی مبیع خریدار کا مال ہوجاتا ہے اور
بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد بیع کے بعد اور خیار فسخ کے گزر جانے پر خریدار کا مملوک ہوتا ہے اور پہلا
قول اظہر ہے بس اگر مبیع کے عقد کے بعد مبیع سے کوئی منفعت حاصل ہو جیسے گائے دودھ دینے
لگے اور درخت مین پھل لگ آئے تو یہ مال خریدار کا ہے اور اگر بیع فسخ ہوجائے گی تو خریدار مبیع
کی قیمت بایع سے پھیر لیگا اور بایع کو یہ نہین پہونچتا ہے کہ مبیع کی منفعت خریدار سے طلب کرے
پانچوان مسئلہ جو مبیع یعنی بکی چیز بایع سے خریدار کو سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوجائے تو وہ مال بایع کا

تلف ہوا ہے اور اگر خریدار کے قبضے کے اور خیار فسخ کے زمانے کے بعد تلف ہو تو وہ مال خریدار کا ضایع ہوا ہے اور اگر فسخ کے خیار کے زمانے مین تلف ہوا ور تفریط یعنی بے پروائی بھی نہین ہوئی تھی اور خیار بایع کا ہے تو وہ مال خریدار کا تلف ہوا ہے اور نقصان اُسی کیطرف عائد ہوگا اور اگر خریدار کے خیار کے زمانے مین بے تفریط کے تلف ہو تو مال بایع کا تلف ہوا ہے اور نقصان اُسی کی طرف ہے دو متفرعہ مسئلے۔ پہلا مسئلہ علما نے اختلاف کیا ہے کہ خیار شرط مین جو مدت مقرر کرتے ہین اُس مدت کی شروع کا وقت عقد بیع کے وقت سے ہے یا تفرق مجلس کے وقت سے ہے بعضے کہتے ہین کہ ابدان کے تفرق کے وقت سے یعنی مجلس سے اُٹھکر متفرق ہو جانے کے وقت سے ہے اور بعضے کہتے ہین کہ عقد بیع کے واقع ہونے کے وقت سے ہے اور یہی قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص دو چیزین ایک ساتھ ایک عقد بیع مین مول لے اور ایک معین چیز مین خیار شرط کرے تو اسمین صحیح ہے اور اگر مبہم چھوڑ دے اِسطرح کہ ایک چیز مین بیع جاری رکھنے نرکھنے کا مجھے اختیار ہے اور اُس چیز کو معین نکرے تو اسصورت یہ خیار باطل ہے اور ملحق اِس سے خیار رویت ہے اور یہ بے دکھائی چیز کا بیچنا ہے اور اِسمین ایک تو جنس کے بیان کی احتیاج ہے یعنی حقیقت کی فردون مین کی قدر مشترک کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے گیہون اور جو اور چانول اور ریشم ہے کہ انمین سے ہر ایک کی فردین اِن نامون سے مشترک ہین اور دوسرے اِس بیع مین وصف کے بیان کی ضرورت پڑتی ہے اور وصف ایسی لفظ ہے کہ جس سے نوعی فردین ایک دوسرے سے جدا ہوا کرتی ہین جیسے صرابت گیہون مین ہے اور یہ پاک اور صاف ہوتا ہے دوسری جنس کے ملنے سے او جیسے پتلا اور موٹا ہونا گیہون کا ہے اور واجب ہے کہ ہر ایک ایسے وصف کو بیان کرین کہ جس سے بیع کا نامعلوم ہونا جاتا رہتا ہو اور اگر بیان نکریگا تو بیع کے نامعلوم رہنے کا موجب ہو جائے گا اور جب تین جنس اور وصف بیان نکریگا تو بے دکھائی چیز کی بیع درست نہوگی اور اگر ذکر اِن دونون امر دن کا کردے تو عقد بیع صحیح ہے ہر چند مبیع کو خریدار بایع دونون نے ندیکھا ہو اور تیسرے شخص نے بیان کیا ہو یا ایک نے دیکھا ہو اور دوسرے نے ندیکھا ہو پھر اگر مبیع اُس بیان کے موافق نکلے تو عقد بیع لازم ہوگا اور اگر اُس صفت سے نہ نکلے گا تو خریدار کو اختیار ہے خواہ فسخ کر ڈالے یا لازم کرلے اور اگر خریدار نے دیکھا ہو اور بایع نے نہ دیکھا ہو تو دیکھنے کے بعد بایع کو بیع کے جاری رکھنے نرکھنے مین اختیار ہے اور

اگر دونون نے نہ دیکھا ہو تو اُن دونون مین سے ہر ایک کو بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر ایسی چیز مول لے کہ کچھ اُسمین کی دیکھی ہو اور کچھ نہ دیکھی ہو اور نہ دیکھے کی توصیف بائع نے کی ہو اور دیکھی سب بے دیکھی کو ایک ہی عقد مین لیا ہو اور بعد اسکے وہ اُس صفت پر نہ نکلے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ پوری لے لے یا پورا پورا پھیر دے

چوتھی فصل عقود کے بیان مین ہے اور نظر چھ امرون مین ہے پہلی نظر نقد اور نسیہ یعنی نقد اور قرض مین ہے جو شخص کچھ خرید کرے اور نقد اور قرض کچھ ذکر نکرے یا دام مین تعجیل کی شرط کر لے تو اُسکی قیمت حال ہی مین دینی پڑیگی اور چاہیے کہ خریدار دام اُسی وقت اُسے دیدے اور اگر عقد بیع مین قیمت دینے کی شرط کسی مدت پر کر لے تو یہ بیع بھی اِس شرط سے صحیح ہے کہ اُس مدت مین کوئی ابہام نہو کہ کمی زیادتی کا احتمال ہوتا ہو اور اگر مدت قیمت دینے مین شرط کرے اور معین نکرے یا اسطرح معین کرے کہ جسمین پوری جہالت بجاتی ہو جیسے حاجیون کے حج کے پھر آنے کی مدت کرے تو ایسی بیع باطل ہو اور اگر کوئی شخص کسی چیز کو کسی معین قیمت پر اِس شرط سے بیچے کہ خریدار ابھی قیمت دے اور زیادہ اُس معین قیمت سے اِس شرط پر بیچے کہ ایک معین مدت کے بعد خریدار قیمت ادا کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسطرح کی بیع باطل ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ بیع مؤجل ہوگی یعنی روپیہ تو مدت کے بعد ملیگا اور وہی کم قیمت دینا لازم ہوگا اور یہ روایت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے منقول ہے اور اِسکی سند مین جہالت اور ضعف ہے اور اِسی لیے اکثر فقہا نے اسپر عمل نہین کیا ہے اور اگر اِس طریق سے دو مدتون پر بیچے جیسے کہے کہ یہ کپڑا مین نے تیرے ہاتھ دس روپیہ کو بیچا ہے اس شرط سے کہ قیمت تو ایک مہینے کے بعد دیدے اور بارہ روپیہ کو بیچا ہے اس شرط سے کہ تو روپیہ دو مہینے کے بعد دے تو یہ عقد باطل ہے اور اگر قیمت دینے مین ایک معین مدت شرط کر لین اور اُس کے پہونچنے سے پہلے بایع خریدار سے اُسی چیز کو مول لے لے تو اُسے جائز ہے خواہ اُسی قیمت پر یا کم زیادہ کر کے خریدے خواہ نقد لے خواہ قرض لے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ پہلے عقد بیع مین اِس دوسری بیع کی شرط نہو چکی ہو اور اگر مدت گزر جائے اور اُسکا مشتری اُسے بیچے اور بایع مول لے اُسی جنس اور وصف کی پہلی قیمت پر بے زیادتی کمی کے تو جائز ہے اور اگر پہلی قیمت کی غیر جنس سے خرید کرے تو بھی جائز ہے خواہ پہلی قیمت

سے زیادہ ہو یا کم ہو خواہ نقد ہو یا قرض ہو اور اگر اُسے پہلی قیمت کی جنس سے خرید کرے اور قیمت مین کچھ زیادتی کمی ہو تو اِسمین دو روایتین ہین اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کوئی کسی چیز کو قرض خرید کرے ایک معین مدت کی شرط سے تو اُسپر واجب نہین کہ مدت گزرنے سے پہلے قیمت ادا کر دے گو وہ اُس سے مطالبہ بھی کرے اور اگر تبرع کے طور پر مدت سے پہلے دیدے تو بایع پر لینا واجب نہین بلکہ لینے نہ لینے مین اختیار ہے اور اگر مدت گزر جائے اور خریدار قیمت لائے تو بایع پر اُسے لینا واجب ہے پھر اگر نہ لے اور خریدار کے پاس سے بے کسی بے پروائی کے ضایع ہو جائے اور خریدار نے اُسمین کوئی تصرف نکیا ہو تو یہ بایع کا مال ضایع ہوا ہے اور خریدار کے ذمے اظہر کی بنا پر تاوان نہین ہے مترجم کہتے ہین کہ بعضے فقہا نے فرمایا ہے کہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار نہونا اُس صورت مین ہے کہ حاکم سے نالش کر چکا ہو اسلیے کہ مدت گزرنے کے بعد اور خریدار کے قدرت دینے پر اگر بایع قیمت لینے سے انکار کرے تو خریدار پر واجب ہے کہ حاکم شرع کی طرف رجوع کرے اور اُسکے بعد حکم حاکم سے بھی نہ لے یا حاکم کیطرف رجوع کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت مین ذمہ داری ساقط ہو گی اور خریدار کے ذمے تاوان بھرنا نہین ہے اور یہی حکم بایع کی طرف بھی بیع سلم مین ہے کہ اگر کوئی کچھ بیچے اور قیمت اُسیوقت لے لے اور ایک معین مدت کا وعدہ اُس چیز کے دینے مین کرلے اور اُس مدت کے بعد وہی چیز لا کر موجود کر دے تو خریدار پر واجب ہے کہ اُسے لیلے اور اسیطرح پر ہے کہ جس کسی کے ذمے کسی کا کوئی حق ہو، اور اُس کے ذمے کے حق کی ادا کا وقت پہونچ جائے اور وہ دے اور صاحب حق نہ لے اور اُسکے بعد بے کسی تفریط کے ضایع ہو جائے تو وہ ذمہ دار تاوان دینے کا نہین ہے اسلیے کہ خود مالک نے نہین لیا اور اِس صورت مین ضایع ہونیکا وہ موجب ہوا اور جائز ہے کہ کوئی شخص کچھ مال نقد یا قرض، رائج قیمت سے زیادہ پر بیچے جبکہ خریدار جان بوجھکر مول لیتا ہو اور اگر خریدار رائج قیمت سے ناواقف نہو اور رائج قیمت سے زیادہ پر بیع ہوئی ہو تو ایسی صورت مین خریدار کو اُس بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے اور بایع کو جائز نہین کہ مدت کے حلول کے بعد قیمت کی ادائی کی مہلت کے عوض مین کچھ بڑھا لے اور یونہین حکم اُن باقی مال کے حقوق مین ہے جو کسی کے ذمے ہون اور ادائی کے مطالبے کی مہلت کے عوض مین کچھ بڑھایا جائے اور جائز ہے کہ کسی مدت پر کی ادائی والی قیمت یا چیز مدت گزرنیکے پہلے

لے لین اور کچھ اُنمین سے کم کر دین اور جو شخص کوئی چیز ایک معین مدت کے وعدے قرض مول لے
اور اُسکے بعد چاہے کہ اُسی چیز کو مرابحہ کے طریقے سے بیچڈالے اور بیع مرابحہ وہ بیع ہے کہ بایع اصل
قیمت کو خریدار سے کہدے اور معین نفع کی توقع کرے تو اِس صورت مین اگر کسی مدت پر لی ہے
تو چاہیے کہ اصل قیمت کی تعیین کر دے اور یہ بھی کہدے کہ اِس مدت پر مین نے اِسے خرید کیا ہے
اور اب اِتنا نفع لیکر بیچتا ہون اور اگر قیمت بیان کر دے اور مدت نکہے اور پھر خریدار کو معلوم ہو جائے
تو خریدار کو اُس بیع کے فسخ مین اور امضاء مین اختیار ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے
کہ خریدار کو بھی اُتنی مدت تک قیمت کا ادا کرنا پہونچتا ہے جتنی مدت تک بایع نے قیمت نہین دی
ہے دوسری نظر اُس چیز مین ہے جو بیع مین داخل ہوتی ہے اور اُسکا قاعدہ یہ ہے کہ بیع کا لفظ
لغت اور عرف کی رو سے جس چیز پر بولا جائیگا بیع اُسکو شامل ہوگی پس جو شخص کہ کوئی باغ
خریدے تو درخت اور اُنمین کے مکانات اُسی باغ مین داخل ہونگے اور اسیطرح جو کوئی گھر خریدے
تو اُسکی زمین اور دیوار اور اوپر کے درجے اور نیچے کے درجے سب اُسمین داخل ہونگے مگر جبکہ اوپر
کا درجہ الگ ہو اور اُنمین علیحدہ جماعت رہتی ہو کہ عادت سے اُس گھر کی ملک کے توابع مین سے
نہو تو اِس صورت مین اُس گھر کے لفظ سے وہ اوپر کا درجہ نکل جائیگا اور گھر کی بیع مین دروازے
اور بند کرنے کی چیزین جو اُسمین جڑی ہون اور بیع کے وقت علیحدہ نہ کر لی گئی ہون اور اسیطرح
لکڑیان بنا مین کی اور کیلین اور کھونٹیان جو گڑی اور جڑی ہین اور سیڑھیان جو درجون کے
مقابلے مین ہین اِس شرط سے کہ اُس گھر مین بند کر دی ہون داخل ہین اور بعضون نے کہا ہے
کہ کنجیان کہ جن سے وہ بند شین کھلتی ہین وہ بھی گھر کی بیع مین داخل ہین اور اِسمین تردد ہے
اسلیے کہ گھر مین جڑی نہین ہین اور قفلون کی کنجیون کی قبیل سے ہین کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل
ہوتی ہین جسطرح کہ قفل کی بیع گھر کی بیع مین داخل نہین کنجی کی بیع بھی گھر کی بیع مین داخل نہین
اور اشبہ یہی ہے کہ کنجی وغیرہ گھر کی بیع مین داخل ہے کہ تلی وغیرہ کے جزو کے منزلے مین ہے اور
گھر کے توابع مین سے ہے جبکہ قفل گھر کی بیع مین داخل ہوتے ہین تو اُنکی کنجیان بھی داخل ہون گی
اور جو چکی کہ گھر مین گڑی ہو وہ گھر کی بیع مین داخل نہین اسلیے کہ چکی گھر کا جز نہین ہے مگر یہ کہ چکی
سمیت یا چکی کی شرط سے گھر کوئی مول لے اور اگر گھر مین کوئی درخت ہو اور اُس گھر کو بیچے

تو وہ درخت بیع مین داخل نہین اور اگر یہ کہے کہ اِس گھر کے سارے حقوق کے ساتھ مین نے بیچا ہے
تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین درخت بھی مبیع مین داخل ہو جائیگا اور مصنف علیہ الرحمہ
فرماتے ہین کہ یہ بات معقول نہین ہے بلکہ اگر یہ کہے کہ اِس گھر کو مین نے اُن سب چیزون کے ساتھ
جو اِس گھر کی دیوارون کے اندر ہین بیچا ہے یا مثل اِسی عبارت کے تلفظ کرے تو درخت بھی داخل
ہو جائیگا اور اگر کو سارے درختون سمیت بیچے اور اُسمین سے ایک درخت کا استثنا کرے بس وہ درخت
و رانے جانے کی راہ بھر کی زمین اُس درخت تک کی اور درخت بھر کی زمین اور میوہ جو اُس درخت کی
شاخون پر ہے بایع کی ملک سے ہے اور اگر کسی زمین کو بیچے اور اُسمین درخت ہون تو بھی یہی حکم ہے
کہ درخت اور اُن تک آنے جانے کی راہ بھر کی زمین بایع کی ملک ہیگی اور اگر اُس زمین مین کوئی
کھیت ہو تو وہ بھی بایع کا مال ہے اور بیع مین داخل نہین خواہ اُس کھیت کی جڑین مضبوط ہون
کہ پیداواری کاٹ لینے پر بھی باقی رہتی ہون یا نہون لیکن واجب ہے کہ اُس کھیتی کو کاٹنے کے
وقت تک باقی رکھین اور کھجور کے درخت کہ اُسکی تابیر کر چکے ہون اور تابیر نر کے شگوفے کی گرد مادین
کے شگوفے کو چیر کر اُسمین ڈالنا ہے تو اُسکا میوہ بایع کی ملک ہے اسلیے کہ پھل اُس درخت کے نام
مین داخل نہین اور اُس سے باہر ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے من باع نخلا موبرا فالثمرة
للبایع الا ان یشترط المشتری یعنی جو درخت خرمے کا تابیر کیا ہوا بیچے تو خرمے اُسکے بایع کی ملک ہین مگر یہ کہ
خریدار شرط کرلے کہ خرمے بھی اُسی کی ملک مین ہون اور شرط نکرنے کی صورت مین خریدار پر واجب
ہے کہ عرف اور عادت سے اُسے توڑنے کے وقت تک چھوڑ رکھے اور اِسی طرح جو شخص کسی درخت
کے ایسے میوے کو خریدے جو ابھی پک نچکا ہو تو خریدار کو پہونچتا ہے کہ اُس میوے کو اُس درخت پر
اُسوقت تک باقی رکھے جبتک کہ اُس درخت پر باقی رکھنے کی عادت ہو اور اگر کوئی خرمے کا درخت
بے تابیر کیا بیچے تو اُسکا میوہ عالمون کے فتوے پر خریدار کا مال ہے اور اگر کوئی خرمے کا درخت بے
عقد بیع کے کسی شخص کی ملک سے دوسرے کیطرف منتقل ہو تو اُسکے خرمے پہلے مالک کی ملک مین ہین
خواہ تابیر کر چکا تھا یا نکر چکا تھا خواہ عقد معاوضہ سے ملک کا انتقال ہوا ہو جیسے اجارہ اور نکاح ہے
یا غیر معاوضے سے ہوا ہو جیسے ہبہ ہے اسلیے کہ ہبہ نے خرمے کے درخت سے تعلق کیا ہے نہ خرمون سے
اور بے تابیر کیے خرمے کے درخت کی بیع مین جو خرمون کے ملک کے انتقال کا حکم کیا ہے یہ حکم نص سے ہے

استفادہ ہو اور قیاس ہمارے مذہب مین باطل ہے اور خرمے کے درخت کی تابیر یون پائی جاتی ہے
کہ درخت نر کی گرد مادہ تک پہونچ جائے خواہ مادین کے شگوفے کو چیر کر گرد اسمین ڈالدین یا وہ آپ
سے پھٹ جائے اور گرد اُس تک پہونچ جائے اور تابیر خرمے کی مادین درخت مین معتبر ہے نہ نرمین
اور نہ اسکے سوا اور درختون مین اسلیے کہ خرمے کے درخت مین عالمون کا اتفاق ہے کہ بیع مین تابیر کے
ہونے اور نہونے سے حکم بدلجاتا ہے بس اگر کوئی دوسرا درخت بیچے تو اُسکے پھل بایع کا مال ہین اگر
بیع کے وقت نکل چکے ہون وہ پھل خواہ غلاف مین ہون مثل روئی وغیرہ کے یا غلاف مین نہون مثل
سیب اور انار کے اور بایع کو پہونچتا ہے کہ پکنے کے اور توڑنے کے وقت تک اُنھین اُسی درخت پر
رکھ چھوڑے اور خریدار کو اُنکا نکال ڈالنا جائز نہین مگر جبکہ خریدار نے شرط کر لیا ہو کہ پھل بھی اُسی کی
مِلک سے ہو جائین اور اگر بیع کے وقت مین پھل نہ نکلے ہون اور پھر نکلین تو وہ پھل خریدار کا مال
ہین اور یہی حکم ہے جبکہ درخت سے مقصود پھول یا پتے ہون اور بیع کے وقت نکل چکے ہون گو
کلیان بھی ہون تو وہ بایع کا مال ہین اور اگر بیع کے بعد نکلین تو خریدار کا مال ہین مترجم کہتے ہین کہ
صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ اگر کچھ نکلے ہون اور کچھ بعد نکلین تو جو نکل چکے تھے وہ بایع کا مال
ہین اور جو بعد نکلے ہین وہ خریدار کا مال ہین اور جبکہ بایع اور خریدار کے مالون مین خلط ہو گیا ہو اور
تمیز نہو سکتا ہو تو اُسوقت صلح سے فیصلہ کر لینا چاہیے۔ **فرعین۔ پہلی فرع** جسکے پاس خرمے کے
درخت تابیر کیے اور بے تابیر کیے ہون اور سب کو اکٹھا بیچے تو خرمے تابیر کیے درختون کے بایع کے
ہین اور بے تابیر والون کے خریدار کے ہین اور یہی حکم ہے اگر تابیر کیے کو ایک کے ہاتھ اور بے تابیر
کیے کو دوسرے کے ہاتھ بیچے **دوسری فرع** باقی رکھنا میوے کا درخت پر عادت سے تعلق رکھتا ہے
کہ اُس میوے کو کسوقت مین توڑتے ہین بس جس درخت کے پھل عادت مین ادھ کچے ٹوٹتے ہین
تو اُنھین اُسوقت تک درخت پر رہنے دینا چاہیے اور جن درختون کے پھل پکے توڑتے ہین اُنھین
اُسوقت تک اُن پر رہنے دینگے **تیسری فرع** جبکہ پھل بایع کے اور درخت خریدار کا ہو تو پھل یا درخت
کے فائدے کے لیے کسی کو مضر نہونے کی صورت مین اُسے پانی دین اور اگر ایک اُن دونون مین سے
منع کرے تو اُسے مجبور کرنا چاہیے اور اگر پانی دینا ایک کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہو
تو مصنف کے نزدیک خریدار کی مصلحت کو ترجیح دینا چاہیے اسلیے کہ بایع نے خود اپنے اوپر اصل

درخت کو بیچکر ضرر کو داخل کریا ہے اور خریدار کو اپنے اوپر تسلط دیدیا ہے مگر ضرورت سے بڑھ کر
سینچنا جائز نہین اور قدر ضروری پر اکتفا کرنا چاہیے اور اگر ضرورت کی مقدار مین اختلاف پڑے
تو اُس کام کے واقف کے حکم کیطرف رجوع کرینگے چوتھی فرع جو پتھر کہ زمین مین پیدا ہو چکے ہون
وہ اُس زمین کے بیع مین تابع ہین اور یہی کھانون کا حکم ہے کہ جب زمین بیچ ڈالین گے تو بیع
کھان کو بھی شامل ہو جائیگی اسلیے کہ وہ بھی زمین کے جز ہین اور اسمین تردد ہے تیسری نظر دام
اور مال کے حوالے کرنے مین ہے جب بیع کا عقد مطلق ہو اور مدت مین یا حال مین دام اور مال یا
ایک کے دینے کی تصریح نہو تو دام اور مال دونون کے دینے کو مقتضی ہے کہ بایع مال دیدے
اور خریدار دام دے دے جبکہ طلب کرین اور جبکہ دونون ٹال مٹول کرین اور ندین تو جبر سے
لین گے اور اگر ایک اُن دونون مین سے اپنے ذمے کے واجبی حق کو ادا نکرے تو اُسپر جبر کرنا
چاہیے خواہ خریدار ہو یا بایع ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے بایع پر جبر کرین گے کہ مبیع یعنی مال
بیچا ہوا خریدار کے حوالے کردے پھر خریدار پر دام دیدینے کے لیے جبر کرین گے اور پہلا قول اشبہ
ہے خواہ دام نقد موجود ہون یا خریدار نے اپنے ذمے کر لیے ہون اور اگر بایع شرط کرلے کہ مبیع کو
کسی معین مدت کے بعد حوالے کریگا تو جائز ہے جیسا کہ خریدار دامون کے دینے مین ایک معین مدت
کی شرط کرلے اور اسی طرحپر اگر بایع عقد بیع مین گھر مین رہنے کی اور چوپایون مین سوار ہونیکی
ایک معین مدت تک شرط کرلے تو بھی جائز ہے اور دام اور مال پر قبضہ دینے سے مطلب یہ ہے
کہ اُسے چھوڑ دین اور اُسپر سے اپنے تصرف کو اُٹھالین خواہ وہ مال غیر منقول ہو جیسے گھر اور کھیت
وغیرہ ہین یا منقول ہو جیسے کپڑا اور جواہرا اور چوپائے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ منقولہ چیزون
کے قبضہ دینے مین یون ہے کہ دوسرے کے ہاتھ مین دیدین یا ناپ دین اگر وہ چیز نپتی ہے اور اگر
چوپایہ ہو تو اُسے گھر کے باہر نکال کر سپرد کر دین اور پہلا قول اشبہ ہے اور جبکہ خریدار کے حوالے کرنے
سے پہلے مبیع تلف ہو جائے تو بایع کے مال سے تلف ہوا ہے اور اسیطرحپر ہے اگر مبیع کی قیمت
مین کچھ کمی آجائے کسی امر کے سبب سے جو اُسمین پیدا ہو گیا ہے خریدار کے حوالے کرنے سے
پہلے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ وہ قبول کرلے خواہ پھیر دے اور بعضے کہتے ہین کہ قیمت کے تفاوت
کے کاٹ لینے مین بھی خریدار کو اختیار ہے اور اسمین تردد ہے متعلقات اسباب کے کئی مسئلے ہین

پہلا مسئلہ جبکہ مبیع مین کچھ بڑھوتی عقد بیع کے بعد اور قبضہ دینے کے پہلے حاصل ہو جیسے جانور بچہ دیدیا
درخت پھلے یا غلام کچھ پڑا پائے کہ اُسکا مالک اُسکا آقا ہوسکتا ہو تو سب خریدار سے متعلق ہے اسلیے کہ یہ
بڑھوتی اُسی کی ملک مین حاصل ہوئی ہے پھر اگر مبیع قبضہ دینے سے پہلے ضایع ہو جائے تو اُسکی قیمت
خریدار کیجانب سے ساقط ہوگی اور جو بڑھوتی کہ ہوئی ہے وہی اُسکا مال ہے اور اگر وہ بڑھوتی بایع کی بے
تفریط سے ضایع ہو جائے گی تو بایع کے ذمے اُسکا تاوان بھرنا نہین دوسرا مسئلہ جبکہ بایع کے پاس
خریدار کو قبضہ دینے سے پہلے بکا مال بے بکے مال سے اسطرح ملجائے کہ الگ نہو سکے تو اگر بایع اُس سب
کے سب کو بھی خریدار کو دیدے تو جائز ہے اور اگر سب کے سب دینے سے انکار رکھے تو بعضے فقہا
کہتے ہین کہ بیع فسخ ہو جائے گی اسلیے کہ مبیع کا حوالے کرنا ممکن نہین اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ
میرے نزدیک یہ امر ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے فسخ کرے یا چاہے بایع اُس مین شریک ہو جائے
جیسا کہ اگر قبضہ دینے کے بعد ملجائین گے تو دونون شریک ہونگے تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی شخص جز رکھنے
والا مال بیچے اور خریدار کے قبضے سے پہلے کچھ اُس مال مین سے ضایع ہو جائے بس اگر اُس ضایع ہوئے
کو کوئی حصہ قیمت مین سے ہے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ بیع فسخ کر ڈالے یا اِس بات پر راضی ہو جائے
کہ موجود لیلے اور جو اُسکی قیمت کا حصہ ہے وہ لیلے جیسے دو غلام مول لیے ہین اور ایک ضایع ہو گیا
یا ایک خرمے کا درخت مول لیا ہے کہ جسمین بے تابیر کیے خرمے ہین اور اگر ضایع ہوئے کی کوئی قیمت
نہو تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے اُس مبیع کو پھیر دے یا ضایع ہونے سے پہلے جس قیمت پر لیا تھا لیلے
جیسے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے چوتھا مسئلہ مبیع کا سپرد کرنا اِس حال سے چاہیے کہ مفرغ یعنی خالی
کیا ہوا ہو بس اگر اُسمین کوئی چیز رکھی ہوئی ہو تو واجب ہے اُسے اُسمین سے نکال لے اور اگر کوئی کھیتی
ہو کہ جسے کاٹ چکے ہون تو اُسے بھی اُٹھالے اور اگر بایع کی کھیتی کی جڑین اور شاخین ہون کہ اگلے
بونے کو مضر ہون جیسے روئی اور باجرہ ہے یا زمین مین پتھر گاڑ دیے ہون اور مثل اسی کے تو بایع پر
واجب ہے کہ اِن سب کو دُور کرکے زمین برابر کرکے خریدار کے حوالے کردے اور یہی حکم ہے اگر گھر مین
کوئی چوپایہ چھوڑ رکھا ہو یا ایسی چیز رکھی ہو کہ جسکا نکالنا بنائے کے توڑنے پھوڑنے پر موقوف ہو تو بایع پر
واجب ہے کہ اُسے نکال لے اور خرابی کی اصلاح کردے پانچوان مسئلہ اگر کوئی شخص کوئی چیز بیچے اور
اور خریدار کے قبضے مین دینے سے پہلے کوئی غاصب بایع کے ہاتھ سے چھین لے بس اگر تھوڑے زمانے مین

غاصب کے ہاتھ سے پھیر لینا ممکن ہو تو خریدار کو بیع کا فسخ کرنا نہین پہونچتا ہے اور نہین تو فسخ جائز ہے اور
غاصب کے تصرف کی مدت بھر کا کرایہ بائع کو بھرنا لازم نہین مگر جبکہ بائع مبیع کے حوالے کرنے مین
خود دیر کرے اور ایک مدت کے بعد اُسپر قبضہ دے تو خریدار کو پہونچتا ہے کہ تاخیر کی مدت بھر کی اُجرت
مثل بائع سے مانگے اور ملحق اِسکے غیر مقبوض کے بیچنے کا بیان ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کوئی
چیز مول لے اور ابھی اُسپر قبضہ نکیا ہو اور دوسرے کے ہاتھ بیچنے کا ارادہ کرے اور وہ پیتی یا تلتی ہو
یعنی ناپ اور تول سے اُسکی خرید فروخت ہوتی ہو تو یہ بیع مکروہ ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر غلہ ہو
تو جائز نہین اور حرام ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ غیر مقبوض چیز کی
بیع نفعے کے ساتھ حرام ہے اور اگر بے نفعے کے اُسے خرید کی قیمت پر بیچ ڈالے تو حرام نہین ہے اور اگر کسی
چیز کی ملکیت بے بیع کے پہونچے جیسے میراث سے یا خلع سے کہ خلع کا بیان اِسکے بعد کتاب طلاق مین
آنے کو ہے تو قبضہ پانے سے پہلے ایسی چیز کا بیچ ڈالنا جائز ہے دوسرا مسئلہ اگر خریدار کا غلہ بیع سلم کی
رو سے کسی دوسرے شخص کے پاس ہو اور اُسیقدر کسی دوسرے شخص کا اُسکے ذمے ہو اور خریدار اپنے
قرضخواہ سے کہے کہ تو اپنے قرض مین اُس شخص سے یہ غلہ لے لے تو یہ مصنف علیہ الرحمہ کے قول پر
مکروہ ہے اور دوسرے فقہا کے قول پر حرام ہے اِسلیے کہ اپنے مال کے عوض مین دوسرے سے
ایسی چیز کو لیا ہے کہ وہ چیز ابھی اُس شخص کے قبضے مین نہین آئی ہے جیسا کہ اگلے مسئلے مین ہم کہ چکے ہین اور اِسیطرح ہے اگر قرضخواہ
کسی کو کچھ مال دے اور کہے کہ اِس سے غلہ خرید کر پھر اگر کہے کہ میرے لیے خرید کر اور اِسکے بعد وہ اُسے اپنے قرضے کے
عوض مین لے لے تو خریدار کی طرف سے خرید کرنا درست ہے اور اپنے لیے قبضہ کرنا درست نہین ہے
اِسلیے کہ ایک شخص کو دو طرفوں کا متولی بننا جائز نہین اور اِسمین تردد ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز
ہے اور اگر یہ کہے کہ اِس مال سے اپنے لیے مول لے تو خرید کرنا بھی درست نہین اور فقط قبضہ کر لینے
سے اُسکی ملک نہو جائیگا اِسلیے کہ دوسرے کے مال سے اپنے لیے کسی چیز کا مول لینا جائز نہین —
مترجم کہتے ہین کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ کوئی قرینہ صحیح قصد پر دلالت نہ کرتا ہو اور اگر کوئی
قرینہ ایسا ہو کہ یہ دلالت کرتا ہو کہ کہنے والے کی مراد اپنے لیے اس مال سے غلہ خرید کر کہنے سے اُس
مال کا اُسے قرض دینا مطلوب ہے کہ اُس سے غلہ مول لے اور میرے ذمے کے غلے کے بدلے مین
اُسپر تصرف کر لے تو اِس صورت مین کہہ سکتے ہین کہ یہ معاملہ مسالک مین کے بیان کے موافق صحیح ہے

تیسرا مسئلہ اگر کسی کے ذمے کسی کا کچھ قرض ہو اور اُس دیندار کا کسی اَور کے ذمے قرضہ ہو اور ایک
اپنے ذمے کے قرضے کو دوسرے دیندار پر اُتروا دے تو یقین سے صحیح ہے اور بہیطرح اگر اُتروانیوالا
قرضدار نہو اور جسپر اُتروایا ہو وہ قرضدار ہو تو بھی جائز ہے چوتھا مسئلہ جبکہ خریدار کسی مول لی چیز
پر قبضہ کرلے اور اُسکے بعد بایع پہ دعوی کرے کہ کم دی ہے بس اگر ناپ یا تول کے وقت خریدار
موجود نتھا تو قبول کے قابل خریدار کا قول ہے اِس معنی سے کہ بایع سے دو گواہ مبطل پورا دیدینے
کے ثابت کرنے کے لیے طلب کرین گے اگر بایع گواہ دینے سے عاجز آئیگا تو خریدار سے پورا حق وصول
نپانے پر قسم لین گے اور اگر ناپ یا تول کے وقت خریدار موجود ہوگا تو قبول کے قابل بایع کا قول
ہے اور جسوقت مین خریدار ثبوت دینے سے عاجز ہوگا تو بایع سے قسم لین گے مترجم کہتے ہین کہ اِس
مسئلے مین خریدار گوکہ حق کے پورا وصول ہونے کا منکر ہے اور اصل منکر سے قسم لینا ہے مگر جب
ناپ تول کے وقت موجود تھا تو ظاہر ہے کہ اُسنے اپنا حق پورا پورا وصول کرلیا ہوگا اور اِس مسئلے
مین بھی ظاہر کو اصل پر غالب کردیا ہے پانچوان مسئلہ جبکہ کوئی غلّے کی بیع سلم عراق مین ہو اور
بعد اِسکے خریدار اُس غلے کو بایع سے مدینے مین طلب کرے تو اُسے یہان ادا کرنا واجب نہین
اور اگر اُس غلے کی قیمت کا اُس سے مطالبہ کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے کہ غلّے کی
بیع قبضہ پانے سے پہلے ہوئی جاتی ہے اور مصنف علیہ الرحمہ کے قول پر جیسا کہ پہلے کہہ چکے ہین مکروہ
ہے اور اگر کسی کے ذمے غلہ قرض کے طریق پر ہو کہ عراق مین قرض لیا تھا تو جائز ہے کہ اُس سے
عراق کے نرخ سے قیمت کا مطالبہ کرے اور اگر غصب سے غلّہ لے لیا ہو تو واجب نہین کہ مثل اُسی کے
دے اور جائز ہے کہ غصب کرنے کے مقام کی رائج قیمت دیدے اور راشبہ یہی ہے کہ مالک کو اُس
غلّے کے مثل کا مطالبہ جہان ہو پہونچتا ہے اور اگر اُسکا مثل نملتا ہو تو مطالبے کے وقت کے نرخ سے
قیمت لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ غصب کے وقت سے دینے کے وقت تک جو اعلٰی قیمت ہے اُسکا
مطالبہ مالک کو پہونچتا ہے چھٹا مسئلہ اگر کوئی چیز کسی چیز سے خرید کرے اور ایک شخص اُن دونوں مین سے
اپنے بدل پر قبضہ دیدے اور قابض اُسے بیچڈالے اور دوسری چیز بایع کے قبضے مین ضایع ہوجائے
تو پہلی بیع باطل ہوگی اور دوسری بیع سے جو قابضنے اپنی قبضہ پائی چیز کو بیچڈالا ہے اُسے پھیر نہین
سکتا ہے بلکہ اُس بایع پر لازم ہے کہ اُسکے دام جو ہین وہ اُسکے مالک کو دیدے مترجم کہتے ہین کہ

غین اُس چیز کے نہ پھیرنے کا سبب یہی ہے کہ بایع نے اپنے ایسے مال کو کہ جسپر صحیح طور سے قبضہ کیا تھا بیچا ہے اور اُسوقت مین وہ پہلا عقد بیع فاسد نہوا تھا اور اس عقد کا فساد دوسری چیز کے ضایع ہو جانے کے سبب سے اسکے بعد عارض ہوا ہے اور دوسرے عقد کے بطلان کا موجب نہین ہے کہ قیمت پھیر دینا لازم ہو چوتھی نظر تنازع مین ہے جب خریدار کسی نقد کو معین کر دے تو اُسپر واجب ہے کہ وہی نقد دے اور اگر مطلق چھوڑ دے اور تعیین نقد کی نہو تو نقد شہر کی طرف راجع ہوگی پھر اگر اُس شہر مین کوئی نقد اکثر چلتی ہوگی تو بیع درست ہوگی نہین تو باطل ہو جائے گی اور یہی حکم تول مین بھی ہے اگر ایک من گیہون کوئی ایک روپیہ پر بیچے اگر من کو معین کر دے کہ فلان من ہے تو اُسی من سے دینا چاہیے اور نہین تو جو من اُس شہر مین بہت چلتا ہو اُس سے دیگا اور اگر اسطرح کا کوئی من اُس شہر مین نہوگا تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر اسمین خریدار بایع اختلاف کرین تو اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ دامون کی مقدار مین اختلاف کرین جیسے بایع کہے کہ مین نے دو روپیہ کو بیچا ہے اور خریدار کہے کہ مین نے ایک روپیہ پر مول لیا ہے پس اگر مبیع باقی ہو اور ضایع نہوا ہو تو قبول کے قابل قسم کے ساتھ بایع کا قول ہے یعنی خریدار کے ثبوت دینے سے عاجز آنے پر بایع سے قسم لیلین گے اور اگر مبیع ضایع ہو چکا ہے تو قبول کے قابل قسم کے ساتھ خریدار کا قول ہے یعنی بایع کے ثبوت دینے سے عاجز ہونے پر خریدار سے قسم لین گے دوسرا مسئلہ اگر بایع اور خریدار نقد اور قرض دامون مین یا مدت کی مقدار مین تنازع کرین یا اس امر مین اختلاف کرین کہ بایع نے اس چیز کو اس شرط سے بیچا ہے کہ کوئی چیز خریدار کے پاس گرو رکھدیگا کہ اگر مبیع دوسرے کا مال نکلے گا تو خریدار اپنے دام اُس گرو سے وصول کریگا یا کوئی ضامن بایع دیگا پس اس صورت مین قول قبول کے قابل قسم کے ساتھ بایع کا قول ہے اور اثبات خریدار کے ذمے ہے تیسرا مسئلہ اگر مبیع مین تنازع کرین پس بایع کہے کہ ایک ٹکڑا کپڑے کا مین نے تیرے ہاتھ بیچا ہے اور خریدار کہے کہ دو ٹکڑے بیچے ہین اس صورتمین بھی مقبول بایع کا قول قسم کے ساتھ ہے اور تکلیف ثابت کرنے کی خریدار کو دینگے اور عجز کی صورت مین بایع سے قسم لے لین گے اور اگر بایع کہے کہ یہ کپڑا مین نے بیچا ہے اور خریدار کہے بلکہ تو نے اُس کپڑے کو بیچا ہے اس صورت مین دو دعوے ہین اور دونون سے قسم لین گے اور دونون کے دعوے باطل ہونگے اور اگر بایع مشتری دونون مر جائین اور دونونکے وارثونمین تنازع پڑے پس اگر مبیع مین نزاع ہوگی تو قول بایع کے وارثونکا مقبول ہوگا

اور انھین قسم دینا پہونچتا ہے اور اگر اختلاف مبیع کی قیمت مین ہے تو قول خریدار کے وارثون کا قول ہے چوتھا مسئلہ جبکہ کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ یہ چیز مین نے تیرے ہاتھ اِس غلام کے عوض مین بیچی ہے اور خریدار کہے کہ تو نے آزاد شخص کے عوض بیچی ہے یا کہے کہ مین نے سرکے کے بدل بیچی ہے اور دوسرا کہے کہ شراب کے بدل بیچی ہے یا کہے کہ مجلس کے متفرق ہونے سے پہلے مین بیع کو فسخ کر چکا ہون اور دوسرا انکار کرے تو ان ساری صورتون مین اعتبار کے قابل عقد کی صحت کے مدعی کا قول قسم کے ساتھ ہے اور دوسرے کے ذمے ثبوت ہے پانچوین نظر بیع کی شرطون مین ہے اور ضابطہ شرط کا یہ ہے کہ کوئی شرط دام یا مبیع کی جہالت کی موجب اور خدا کی کتاب سے اور سنّت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہو اور جائز ہے کہ خرید فروخت مین ایسی شرط کرین جو شرع شریف مین جائز ہو اور وہ ممکن اور مقدور ہو مثل کپڑے کے دھونے اور سینے کے اور جائز نہین کہ ایسی شرط کرین کہ جو آدمی کی قدرت سے باہر ہو جیسے کھیت کو اِس شرط سے بیچین کہ اُسمین بالیان نکال دین یا کچے خرمے کو اِس شرط سے بیچین کہ اُسے پکا دین اور معین مدت تک درخت پر باقی رہنے دینے کی شرط سے بیچنا جائز ہے اور جائز ہے کہ غلام کو اِس شرط سے مول لین کہ اُسے آزاد کر دینگے یا مدبر کر دینگے اور تدبیر یہ ہے کہ کہدے کہ میرے مر جانے کے بعد تو آزاد ہے یا کتابت کی شرط سے لین تو جائز ہے اور کتابت کسی قدر روپیہ کا معین کر دینا ہے کہ اُسے غلام کما کر اپنے آقا کو دیدے تو آزاد ہو جائے اور اگر بیع مین شرط کرے کہ بیچتے وقت نقصان نہ پڑے یا لونڈی خرید لین شرط کرے کہ ہمبستر نہو یا آزاد نکرے تو بعضے فقہا نے کہا ہے کہ بیع صحیح ہے شرط باطل ہے اور اگر بیع مین یہ شرط کرے کہ کوئی شخص پوری قیمت کا یا کچھ حصۂ قیمت کا ضامن ہو تو بیع اور شرط دونون صحیح ہین تفریع جب کسی غلام کی بیع مین آزاد کرنے کی شرط کرے پھر اگر آزاد کر دیگا تو بیع صحیح اور لازم ہو گی اور اگر آزاد نکرے تو بایع کو جائز ہے کہ بیع کو فسخ کر ڈالے اور اگر وہ غلام آزاد کرنے سے پہلے مر جائے تو پھر بھی بایع کو بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے چھٹی نظر عقود کے احکام کے لواحق مین ہے غلے کے ڈھیر کا بیچنا بے ناپ یا پیمانے سے معلوم ہوئے جائز نہین پھر اگر اُس ڈھیر کو بیچے یا کچھ جز اُسمین کہ جو مشترک ہو یعنی معین نہو مثل ادھوا اڑ اور تہائی اور چوتھائی کے تو اُسکی مقدار نہ معلوم ہونیکی صورت مین جائز نہین اور اگر کہے کہ تیرے ہاتھ مین نے فی من اِس ڈھیر مین سے ایک روپیہ پر بیچا ہے

یا تیرے ہاتھ اس ڈھیر کو روپیہ من کے حساب سے مین نے بیچا تو بھی جائز نہین اسلیے کہ دونون صورتون
مین مبیع وہی ڈھیر ہے اور اسکی مقدار نامعلوم ہے اور اگر یہ کہے کہ اس ڈھیر مین سے ایک من یا دو
من تیرے ہاتھ اتنے دامون پہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور جس چیز کی شناخت مین آنکھ سے دیکھ لینا کافی
ہے تو اس چیز کا بیچنا فقط نظر سے دیکھ لینے پہ جائز ہے جیسے کہے کہ اس زمین کو تیرے ہاتھ یا اس انگور
کو یا اسکے کسی مشترک جز کو مین نے بیچا اور اگر یہ کہے کہ تیرے ہاتھ مین نے ہر ایک گز
پہ بیچی تو صحیح نہین مگر اسکے مشترک جز کی بیع صحیح ہے مگر جبکہ گزون کی مقدار معلوم ہو جائے اور اگر کہے
کہ دس گز اس زمین سے مین نے تیرے ہاتھ اتنے پہ بیچی اور جگہ کو بھی معین کر دے تو جائز ہے اور اگر
مبہم چھوڑ دے تو جائز نہین اسلیے کہ مبیع نامعلوم ہوا جاتا ہے اور زمین کے اجزا اور اطراف مین تفاوت
ہوا کرتا ہے برخلاف غلّے کے ڈھیر کے کہ اسکے اجزا مین تفاوت نہین ہوتا ہے اور اگر کسیکے ہاتھ اس
اقرار سے کوئی زمین بیچے کہ مثلاً ناپ کی دو جریبین ہین اور اس سے کم نکلے تو خریدار کو اختیار ہے خواہ بیع کو
فسخ کر ڈالے یا بیع کو درست رکھے اور کمی کے موافق اسکے دامون سے قیمت کو کاٹ لے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ بیع کے فسخ مین اور پوری قیمت پہ قبول کرنے مین اختیار ہے اور پہلا قول اشبہ ہے
اور اگر وہ زیادہ نکلے تو بائع اس زمین کا مختار ہے خواہ بیع کو فسخ کرے یا اسی قیمت پر اس سب مین
کو جاری رکھے اور یہی حکم سب مبیعہ چیزون مین جنکے اجزا برابر نہین جاری ہے کچھ زمین ہی سے
مخصوص نہین اور اگر مبیع کے اجزا برابر ہون اور بائع اسے بیچے اور اسکی مقدار معین کر دے اور
دام معین کر دے اور ناپنے تولنے کے بعد کم نکلے تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے پھیر دے اور چاہے
بیع کو جاری رکھے اور اتنے حصے کے موافق دام دامون مین سے وضع کر لے اور اگر دو مختلف چیزونکو
جمع کرکے ایک دامون پر ایک عقد بیع مین بیچے جیسے ایک چیز کو بیچے اور دوسری کو بیع سلم کرے
یا ایک چیز کو اجارے دے اور دوسری بیچے یا کسی عورت کا نکاح کرے اور گھر کو کرایہ معین پہ بیچ
دے تو یہ عقد صحیح ہے اور دامون کو حصے اور رسدی کر دیگا بیع کی قیمت کے لحاظ سے اور اجرت
مثل اجارے اور مہر مثل نکاح کے انضمام مین رسدی حصہ قرار دیگا اور اسکی مثال اسطرح ہے کہ
کوئی شخص کہے کہ اس غلام کو مین نے تیرے ہاتھ بیچا اور اس گھر کو ایک سال کی مدت کو تجھے اجارے
دیا مین نے سو اشرفی پر تو ایسی صورت مین دیکھین گے کہ رائج قیمت غلام کی کیا تھی مثلاً

سوا اشرفیان ہین اور حال کے موافق گھر کا کرایہ پچاس اشرفیان ہین اور نسبت غلام کی قیمت اور کرایہ مکان مین ایک تہائی اور دو تہائی کی ہے بس سوا اشرفیون کو جسپر غلام کا عقد بیع اور مکان کا اجارہ ہوا تہا تین حصون پر بانٹین گے تو دو حصے غلام کی قیمت ٹھہرینگے اور ایک حصہ گھر کا کرایہ ہوگا اور اسی قیاس پر باقی دو صورتون مین بھی عمل ہوگا اور اسی طرح پر چکنائی کا اُسکے برتن سمیت بیچنا ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ چکنائی اسکے برتن سمیت روپیہ سیر بیچی تو یہ بھی جائز ہے

پانچوین فصل عیبون کے حکمون مین ہے جو کوئی چیز مطلق یا عیب سے سالم ہونے کی شرط سے مول لے بس اسکا اقتضا یہ ہے کہ اُسنے عیب سے سالم چیز خریدی ہے پھر اگر اُس چیز مین عقد بیع سے پہلے کا کوئی عیب نکل آئے تو خریدار کو اختیار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے یا عیب کی بابت کی کمی کو دامون مین سے لے لے اور اگر بایع کو بری الذمہ سارے عیبون کے دعوے سے عقد بیع کے وقت پہلے عقد کے عیب سے واقف ہوکر یا بعد بیع کے عیوبکے دعوی کو ساقط کرکے کردیا ہو تو ان سب صورتون مین خریدار کو نہ تو فسخ بیع کا پہونچتا ہے اور نہ عیب کی کمی لینا پہونچتا ہے اور اگر خریدار قبضہ کرنے کے بعد مبیع مین کوئی تصرف کر ڈالے جیسے غلام کو آزاد کردے اور کپڑے کو بیونت ڈالے خواہ عیب سے واقف ہونے کے پہلے یہ تصرف ہو یا بعد ہو تو اُس مبیع کا پھیر دینا نہین پہونچتا ہے اور اسیطرح پر اگر اُس مبیع مین کوئی دوسرا عیب قبضے کے بعد پیدا ہو جائے تو اگلے عیب کے ظاہر ہونے سے اُسکا پھیر دینا جائز نہین بس جسے عیب دار چیز کے بیچنے کی خواہش ہو تو بہتر اُسے یہی ہے کہ اُس عیب کو خریدار کو جتا دے یا اُس سے اُس معین عیب کے دعوے سے براءت ذمہ طلب کرے اور اگر مجمل بھی براءت ذمہ طلب کرلے تو بھی جائز ہے اور اگر دو چیزین ایک عقد بیع مین مول لے اور اُسکے بعد ایک مین عیب نکل آئے تو اُس عیب دار کا تنہا پھیر دینا اور بے عیب کا رکھ لینا جائز نہین بلکہ یا دونون کو پھیر دیگا یا تفاوت قیمت کا لے لیگا اور یہی حکم ہے اگر دو شخص ایک چیز خریدین کہ اُسمین عیب نکلے تو دونون کو پہونچتا ہے کہ اُس چیز کو پھیر دین یا تفاوت قیمت کا لے لین اور یہ جائز نہین کہ ایک شخص اپنا حصہ پھیر دے اور دوسرا نہ پھیرے اور اگر کوئی لونڈی مول لے اور اُس سے ہمبستر ہو اور اُسکے بعد عیب دار نکلے تو اُس لونڈی کا پھیر دینا جائز نہین اور اگر حمل کا عیب نکلے تو اُس لونڈی کا ہمبستر ہونے کے بعد بھی پھیر دینا جائز ہے اور اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ بایع کو دیدے کیونکہ اُس لونڈی سے ہمبستر ہوا ہے اور ہمبستر ہونے پر کسی عیب کے

نکلنے سے پھیر نہین سکتا ہے مگر حاملہ نکلنے سے پھیر سکتا ہے **کلام** عیبون کے قسمون مین اور قاعدہ یہ ہے
کہ جو آدمی کی اصل پیدایش ہے اگر اُس سے کچھ زیادہ ہو یا کم ہو تو وہی عیب ہے مثال زیادتی کے
جیسے اُنگلی کا زیادہ ہونا ہے اور کمی کی مثال جیسے کوئی عضو اعضا مین سے نہوا اور کمی صفتون کی
جیسے مزاج کا طبیعی حالت سے خارج ہونا ہی خواہ ہمیشہ کو ہو جیسے دائم المرض ہو یا عارض ہوتا ہو اور زائل
ہو جاتا ہو جیسے باری کا بخار ہے اور جو شرط کہ بایع اور مشتری کرین اور وہ شرط شرع شریف مین جائز ہو
تو بایع پر لازم ہوگا کہ بیع اُسی شرط پر ہو اور اگر اُس شرط پر نہو تو خریدار کو رد و قبول مین اختیار ہے
گو اُس شرط کا نہونا کوئی عیب مین نہ گنا جاتا ہو جیسے کوئی لونڈی بیچے اِس شرط سے کہ اُسکے گھونگھروالے
بال ہون یا اُسکے دانت نکیلے اور تیز ہون یا اُسکی بھنوین باریک اور لمبی ہون اور اِس مقام پر
کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جانور کی چھاتیون مین دودھ کا جمع کرنا تدلیس ہے یعنی اُسکے عیب کا چھپانا
ہے اِسکے ساتھ بھی خریدار کو پھیر دینے مین اور رکھ لینے مین اختیار ہے مگر پھیر دینے کی صورت مین
جسقدر دودھ اُس جانور کا لیا ہے اُتنا دودھ دیدے اور اگر دودھ بہم نہ پہونچے تو اُسکے دام دیدے
اور بعضے فقہانے کہا ہے کہ تین مُد گیہون دیدے اور تدلیس مذکور کا امتحان تین روز تک رہتا ہے
اور اِسطرح کی تدلیس بکری مین یقینی ہوتی ہے اور اونٹنی مین اور گائے مین بھی ہوتی ہے مگر اُسمین
تردد ہے اور اگر لونڈی مین اسطرح کی تدلیس کیجائے اِس صورت مین اگر عقد بیع مین اُسکے دودھ
کی زیادتی اور کمی شرط نہو تو خریدار کو فسخ کا اختیار نہین ہے اور اِسی طرح اگر بایع گدھی کی چھاتیون مین
دودھ جمع کرے تو اِسمین بھی خریدار کے لیے فسخ کا اختیار ثابت نہین ہوتا ہے اور اگر بکری کی
چھاتیون مین دودھ جمع کرنے کے بعد حاجت جمع کرنے کی نہ پڑے بلکہ اُتنا ہی دودھ دینے کی عادت
اُسے تین دن گزرنے سے پہلے ہو جائے تو خریدار کو فسخ کا اختیار نہین پہونچتا ہے اور اگر تین دن کے
بعد دودھ کی کمی برطرف ہو اور جمع کرنے کی حاجت نہ پڑے تو پھر فسخ کا اختیار خریدار کو ہے اور یہ
اختیار ساقط نہین ہوتا ہے اِسلیے کہ یہ اختیار پہلے سے تین دن مین مستقر ہوا ہے اور دودھ کی
زیادتی بعد ہوئی ہے اِس بعد کی زیادتی سے وہ اختیار جاتا نرہیگا **دوسرا مسئلہ** باکرہ نہونا عورت
کا عیب نہین ہے لیکن اگر مشتری لونڈی خریدے اور باکرہ ہونے کی شرط کرلے پھر ثابت ہو جائے
کہ بیع کے وقت باکرہ نہ تھی تو جائز ہے کہ اُسے پھیر دے اور اگر معلوم نہوا و مجہول رہے کہ بیع کیوقت

باکرہ تھی یا نتھی تو اُسکا پھیر دینا جائز نہین اِسلیے کہ بکارت کبھی کودنے سے اور رستہ چلنے سے جاتی رہتی ہے
تیسرا مسئلہ غلام کا بھاگ جانا خریدار کے پاس سے کوئی عیب نہین کہ موجب پھیرنے کے جائز ہونیکا
ہو اگر بایع کے پاس سے بھاگا ہو تو وہ عیب ہے کہ خریدار اُسکے سبب سے پھیر سکتا ہے چوتھا مسئلہ
اگر ایسی لونڈی مول لے کہ جسے چھ مہینے تک حیض کا خون نہ آئے اور دوسری لونڈیون کو اُس سن
مین حیض کا خون آتا ہو تو یہ اُس لونڈی کا عیب ہے کہ اُسکے سبب سے خریدار کو فسخ جائز ہے اسلیے
کہ یہ بات بے کسی مرض کے نہین ہوتی ہے پانچوان مسئلہ اگر زیت یا السی کا تیل خریدے اور اسمین
کیٹ ہو اگر عادت مین اُتنی کیٹ رہتی ہو تو خریدار کو نہین پہونچتا ہے کہ اِس سبب سے پھیر دے
یا تفاوت قیمت کا کاٹ لے اور یونہین اگر کیٹ بہت ہو اور خریدار کو اُس سے وقفیت ہو تو بھی
اُسکے سبب سے پھیرنا جائز نہین چھٹا مسئلہ مُنھ پر غازہ ملنا اور دوسرے کے بال لونڈی کے چپکا دینا
اور مثل اِسکے تدلیس ہے کہ اُسکے سبب سے خریدار کو فسخ بیع جائز ہے اور تفاوت قیمت لینا جائز
نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ تدلیس نہین اور اِسکے سبب سے خیار ثابت نہین ہوتا ہے اور
پہلا قول اشبہ ہے **کلام** فصل مذکور کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ
بایع کہے کہ مین نے اِس چیز کو عیب کے دعوے سے ابرا کی شرط سے بیچا ہے اور خریدار انکار کرے تو
اِس صورت مین اعتبار کے قابل قول خریدار کا قسم کے ساتھ ہے جسوقت بایع دو گواہ نہ دے اور
ثابت کرنے سے عاجز ہو جائے دوسرا مسئلہ جبکہ خریدار کہے کہ اِس مبیع مین یہ عیب بایع کے پاس
سے ہے مجھے پہونچتا ہے کہ اِس گلے عیب کے سبب سے پھیر دون اور بایع انکار کرے تو قبول کے
قابل قول بایع کا قول قسم کے ساتھ ہے جبکہ خریدار اپنے دعوے کے ثبوت پر دو گواہ نہ دے سکے
اور حالی قرینون سے بھی صدق مشتری کا معلوم نہو مثل اُنگلی کے زیادہ ہونے کے اور باوجود زمان
بیع کے کم ہونے کے زخم بھر آنے پر کہ اُتنی مدت مین بھر نہ سکتا ہو تیسرا مسئلہ مبیع مین عیب نکلنے کی صورت
مین ارش یعنی تفاوت قیمت جو لینا جائز ہے اُسکی تعیین اسطرحپر کرین گے کہ اُس مبیع کی بےعیب ہونیکے
حال کی قیمت کرینگے اور اُس عیب وار کی قیمت جانچین گے اور عیب دار اور بے عیب کی قیمتون
کے تفاوت کو دیکھین گے کہ عیب دار مبیع مین بےعیب سے کسقدر کمی ہے اُسی نسبت سے اُس
مبیع کی قیمت سے جسپر عقد بیع واقع ہوا ہے کم کر دینگے اور اگر واقف کار آنکنے والے قیمت مین اختلاف

کرین تو ورمیانی قیمت معتبر ہوگی چوتھا مسئلہ جبکہ معلوم ہو جائے کہ مبیع عیب دار ہے اور خریدار نہ پھیرے تو اِس نہ پھیرنے سے فسخ کا اختیار باطل نہین ہوتا ہے گو بہت عرصہ بھی گزر جائے مگر جب کہ خریدار خیار کے ساقط کرنے کی تصریح کر دے اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ مبیع مین عیب نکلتے ہی عقد بیع کو فسخ کر ڈالے خواہ بایع موجود ہو خواہ غائب ہو پانچوان مسئلہ جبکہ مبیع مین عقد بیع کے بعد نیا عیب مشتری کے قبضے مین دینے سے پہلے پیدا ہو جائے تو مشتری کو اُسکا پھیر دینا جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ تفاوت قیمت کم کر دے اور اِسمین تردد ہے اور اگر مشتری مبیع مین سے کچھ قابض ہو جائے اور باقی غیر مقبوض مین بایع کے قبضے مین کوئی نیا عیب پیدا ہو جائے پھر بھی اُس غیر مقبوض مین وہی حکم ہے بعضون کے قول سے اُسے پھیر سکتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے یعنی اگر مبیع کے کچھ مین نیا عیب پیدا ہو جائے تو خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے سارے مقبوض اور غیر مقبوض عیب دار اور بے عیب مبیع کو پھیر دے اور چاہے تفاوت قیمت لیلے اور فقط عیب دار کو پھیرنا صحیح قول پر جائز نہین گو ظاہر عبارت سے یہی نکلتا ہے۔ اور جو نیا عیب جاندار مبیع مین خریدار کے قبضے کے بعد اور خیار حیوان والے تین دن کے پہلے پیدا ہو جائے تو یہ امر پھیر دینے کا مانع نہین بلکہ اُسی دن پھیر سکتا ہے جبکہ یہ نیا عیب خریدار کے کسی فعل سے پیدا نہوا ہو چھٹا مسئلہ ابو حمام نے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ لونڈی غلام کو جنون یا جذام یا برص حادث ہو تو ایک سال تک پھیر سکتا ہے اور اسے احداث سنہ کہتے ہین اور علی ابن اسباط کی روایت مین اُنھین حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ چار چیزین احداث سنہ ہین کہ بندہ کے مول لینے کے وقت سے سال بھر تک اگر مبیع مین حادث ہون تو اُس مبیع کو خریدار بایع کو پھیر سکتا ہے اور تین امر انھین کے بیان ہو چکے اور چوتھا قرن ہے اور قرن وہ ہڈی ہے جو عورت کی شرمگاہ مین نکلا کرتی ہے اور ہمبستر ہونے سے مانع آتی ہے اور اِسی مرضمین اُنھین حضرت علیہ السلام سے محمد ابن علی والی روایت ہو فرع اِس مسئلے کی یہ حکم مملوک مین اِس شرط سے ہو کہ خریدار مبیع مین کوئی تصرف نکرے کہ عین مملوک مین تغیر کر دے یا اُسکی صفتون مین سے کوئی صفت بدل ڈالے جیسے اُسکے کان کو کاٹ ڈالے یا ازالۂ بکارت کر دے اگر ایسا کوئی تصرف کریگا تو پھیر دینے کا حکم ساقط ہو جائیگا مگر تفاوت قیمت وضع کر سکتا ہے

چھٹی فصل بیع مرابحہ اور بیع مواضعہ اور بیع تولیت مین ہے مرابحہ وہ بیع ہے کہ بایع اپنے مال کو خریدار کے ہاتھ اِس اقرار سے بیچے کہ اصل قیمت سے اسقدر زیادہ لیگا اور مواضعہ وہ ہے کہ جسمین بایع کہے کہ اصل قیمت سے اِسقدر کم پر بیچتا ہون اور تولیت وہ بیع ہے کہ جسمین بایع کہے کہ جس قیمت پر مین نے مول لیا ہے اُسی پر بیچتا ہون اور کلام اِن تینون بیعون کی عبارتون مین اور حکمون مین ہے لیکن عبارت مرابحے کی تو اسطرح ہے کہ خرید بتا دے اور کہے کہ اِس مال کو اتنی نفع پر مین نے بیچا اور اِس مین ضرور ہے کہ خرید معلوم ہو اور نفع معین کر دے اور اگر روپیہ اشرفی دو قسم کے ہون تو اُن کی قسم بھی بیان کر دے اور اگر اُنکی تول مین تفاوت ہو تو تول کی بھی تعیین کر دینا چاہیے اور اگر بایع نے یا دوسرے شخص نے اُس مال مین کوئی کام نہ کیا ہو تو قیمت کا بیان اِسطرح کرے کہ اِس مال کو مین نے اتنے روپیہ کو مول لیا ہے یا یہ کہے کہ اِس مال مین میری اصل خرید یہ ہے یا یہ کہے کہ یہ مال مجھے اتنے کو پڑا ہے اور اتنا روپیہ اسپر نفع ہے اور اگر بایع نے خود اُسمین کوئی کام کیا ہے کہ اُسکے سبب سے اُسکی قیمت مین زیادتی کرنا چاہے تو یہ کہے کہ اصل خرید کے دس روپیہ ہین اور اپنی مزدوری کے اسمین پانچ روپیہ بڑھاتا ہون اور اگر کسی دوسرے نے اُسمین کوئی کام کیا ہے تو درست ہے کہ کہے کہ یہ مال مجھے اِس قیمت پر یا اِن دامون پر پڑا ہے یا اِس مال پر یہ میری لاگت لگی ہے اور اگر کوئی مال کسی قیمت پر لیا ہو اور اُسمین کوئی عیب نکلا ہو اور تفاوت قیمت بایع سے کم کر دیا ہو تو قیمت کے بیان کے وقت اُس تفاوت کو بھی کم کر دے پھر جو کچھ باقی رہے اُسے بیان کرے اور اگر غلام کسی کا شرعی قصور کرے اور مالک کچھ مال دیکر اُسے چھڑائے تو اُس مال کو اُسکی اصل قیمت پر بڑھانا جائز نہین اور اگر غلام کا کوئی شرعی قصور کرے اور مالک اُس گناہگار سے تفاوت قیمت غلام لے تو اُسے اُس غلام کی اصل قیمت سے کم نہ کریگا مگر اُس قصور کے سبب سے اگر غلام کی قیمت مین کچھ کمی ہو گئی ہو تو اُس حال کو خریدار سے بیان کر دینا واجب ہے اور اِسیطرح اگر اُس بیع کو کوئی حاصل بایع کے لیے ہوا ہو مثل اِسکے کہ چوپائے نے بچہ دیا ہو یا درخت سے میوہ حاصل ہوا ہو تو اُسکی قیمت اصل خرید سے کچھ کم نہوگی اور بیع مرابحہ مین اصل مال سے نفع کو نسبت دینا مکروہ ہے جیسے کہے کہ دہ یک وغیرہ نفع پر مین بیچتا ہون بلکہ یہ کہے کہ اصل خرید میری سو اشرفیان ہین اور دس اشرفیان نفع کی لونگا اور مرابحہ کے حکمون مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شخص کسیکے ہاتھ

کوئی چیز بیچے تو اُسے جائز ہے کہ پھر اُسی چیز کو خریدار سے قیمت کم زیادہ کر کے مول لے لے خواہ قیمت
نقد ہو خواہ قرض ہو مگر شرط یہ ہے کہ اُس مبیع پر خریدار کو قبضہ دیدیا ہو اور اگر عقد بیع ہو گیا ہو اور
ابھی خریدار کو قبضہ ندیا ہو تو اِس صورت مین اگر مبیع ناپنے تولنے والی جنس مین سے ہے تو بیع
مکروہ ہے اور نہین تو بنا بر اظہر کے جائز ہے اور اگر بیع کے حال مین یہ شرط کر لے کہ مین اس
مال کو تیرے ہاتھ اِس شرط سے بیچتا ہون کہ پھر تو میرے ہاتھ اِسے بیچے تو یہ بیع جائز نہین اور اگر
اِس شرط کو بیان نہ کرے تو بیع جائز ہے گو دلون مین ہو کہ پھر خریدار بایع کے ہاتھ اِسے بیچے گا
مگر مکروہ ہے جبکہ یہ قاعدہ معلوم ہو چکا تو جاننا ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے خادم کے ہاتھ کوئی
چیز بیچے پھر قیمت بڑھا کر اُسے خود مول لے پھر اُس مال کو دوسرے کے ہاتھ بیع مرابحہ سے بیچے تو جائز
ہے کہ خریدار کو وہ دوسری قیمت بتائے اِسلیے کہ اُسوقت کی اُس مال کی اصل خرید یہی ہے اور
یہ اُس صورت مین ہے کہ بیچتے وقت خادم سے یہ شرط نہ کر لے کہ یہ مال پھر میرے ہاتھ تو بیچڈالنا
اور اگر یہ شرط ہو گئی ہو تو پھر جائز نہین کہ اِس دوسری قیمت پر بڑھا کر بیع مرابحہ کرے اِسلیے کہ یہ
فریب اور دھوکا دینا اور خیانت کرنا ہے **دوسرا مسئلہ** اگر کسی مال کو بیع مرابحہ کر کے بیچے پھر کھلے کہ
بایع کی اصل خرید کم تھی اور اُسنے زیادہ بیان کی ہے تو ایسی صورت مین خریدار کو اختیار ہے چاہے
اُس مال کو پھیر دے یا چاہے اُسی قیمت پر کہ جسپر لے چکا ہے رہنے دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ
جو کچھ اُسنے اصل خرید پر بڑھا لیا ہے اُسے کم کر دیگا اور اگر بایع کہے کہ اصل خرید میری اِس مال مین زیادہ
تھی اور مین نے کم بیان کی ہے تو اِس بات کو اُسکی نہ سُنین گے ہرچند ثبوت بھی دے اور خریدار
سے بھی قسم لینا نہین پہونچتا ہے مگر جبکہ بایع خریدار پر اُسکے واقف ہونے کا دعوی کرے اور کہے
کہ خریدار جانتا ہے کہ اصل خرید میری زیادہ تھی غلطی سے مین نے کم کہدیا ہے تو اسصورت مین قسم
واقف نہونے کی خریدار پر عائد ہو گی **تیسرا مسئلہ** اگر بایع قیمت مین سے کچھ خریدار کو بخشدے پھر
خریدار اُسی مال کو بیع مرابحہ پر بیچے تو اُسے جائز ہے کہ اُسکی اصل قیمت کے بیان مین وہی پہلی قیمت
بے کمی کے بیان کرے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وہ بخشش اُس بیع کے لزوم سے پہلے ہوئی ہو
اسطرح کہ فسخ بیع کے اختیار کا نہ گزرا ہو تو اِس صورت مین یہ ہبہ بھی اصل قیمت سے تعلق رکھتی
ہے اور اُس ہبہ کے کم کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا اُسے خرید مین بیان کرنا پڑیگا اور اگر عقد بیع کے

لزوم کے بعد وہ ہبہ واقع ہوئی تو وہ ہبہ تازہ ہی قیمت سے کچھ تعلق نہین رکھتی ہے پھر اُسے جائز ہی کہ خریدار کو اصل خرید کی جو اُس قیمت سے دے **چوتھا مسئلہ** جو شخص اکٹھا کئی چیزین کسی قیمت پر خرید کرے تو اُسے جائز نہین ہے کہ اُسمین سے کچھ چیزین نکالکر بیع کرے اِسلیے کہ اُن بعضی چیزون کی جداگانہ قیمت نہوئی تھی خواہ وہ سب چیزین ایک ہی جنس کی ہون یا مختلف جنسون کی ہون خواہ اُن چیزونکی اپنے مقام مین جدا جدا قیمت آنک لے یا ساری قیمت کو اُن سب چیزون پر برابر تقسیم کرلے اور اچھی کو بیع مرابحہ سے بیچے کیون اِن سب صورتون مین اصل قیمت اُن بعضی چیزون کی متحقق نہین ہوئی مگر یہ کہ خریدار سے حقیقت حال کی اطلاع کردے اور اسیطرح اگر کوئی جانور مول لے اور وہ حاملہ ہو اور بعد اسکے بچہ دے پھر اُس حیوان کے بیچنے کا قصد بیع مرابحہ سے بے بچے کے کرے تو جائز نہین **پانچوان مسئلہ** جب کسی مال کی قیمت مشخص کرکے کوئی سوداگر دلال کو دے خواہ اُس مال پر سوداگر نے کچھ نفع رکھ لیا ہو یا رکھا ہو اور دلال کے ہاتھ بیع لازم نہ کی ہو کہ دلال خریدار ہو جائے تو ایسی صورت مین دلال کو جائز نہین کہ اُس مال کو بیع مرابحہ پر بیچے اِسلیے کہ وہ مال کچھ دلال کا مال نہین کہ اُسنے اُسے خرید کیا ہے کہ کچھ اُسپر بڑھا کر بیع مرابحہ کرتا ہے مگر خریدار سے یہ بیان کرسکتا ہے کہ مالک کے پاس سے اِس صورت سے لایا ہے اور اگر دلال کچھ زیادہ کرکے بیچے گا تو وہ مال سوداگر کا مال ہے اور سوداگر کو واجب نہین کہ اُسے دلال کو دیدے اور دلال کو اُجرت مثل دلالی کے دیدے گا خواہ سوداگر نے خود اُس دلال کو بُلا کر وہ مال بیچنے کے لیے دیا ہو خواہ وہ دلال آپ سے سوداگر کے پاس آیا ہو اور **بیع تولیت** اور وہ یہ ہے کہ مال کو اصل خرید پر بیچے اور کچھ اُسپر نفع نہ بڑھائے بس کہے کہ ولیتک یعنی تیرے ہاتھ یہ مال مین نے بیع تولیت سے بیچا یا بیع کیا یا مثل اسکے جو الفاظ ہون کہ انتقال ملک پر دلالت کرتے ہون اور **بیع مواضعت** مواضعت مفاعلت کا صیغہ ہے وضع سے کہ اصل قیمت سے کم کرنے اور گرا دینے کے معنون مین سے مشتق ہے بس جبکہ کہے کہ اِس مال کو مین نے سو روپیہ پر بیچا اور ہر دہائی سے مین نے ایک روپیہ گرا دیا ہے تو قیمت نوے روپیہ ہونگے اور اسیطرح ہے اگر کہے کہ مین نے دس روپیہ کی مواضعت کی ہے تو بھی قیمت نوے روپیہ ہونگے اور اگر کہے کہ مین نے سو روپیہ کو بیچا ہے کہ ہر گیارہ روپیہ مین سے ایک روپیہ کی مواضعت کی ہے تو قیمت اکانوے روپیہ ہوگی اور ۱/۱۱ ۸ روپے کم ہونگے

ساتوین **فصل** ربا یعنی بیاز کے بیان مین ہے اور بیاز قرض مین ثابت ہوتا ہے اور بیع مین دو صفتون کے سبب سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ وہ بیع ناپنے یا تولنے کی جنس کی ہو دوسری یہ کہ اُسی جنس سے اُسکی خرید فروخت کرین یعنی ایک جنس کی دو فردون کا مبادلہ کرین اور ایک کو کم اور دوسرے کو زیادہ لین اور قرض مین بیاز اسطرح پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی جنس کو قرض دین اور نفع کی شرط کرلین مگر قرض کے احکام انشاء اللہ تعالی آگے بیان ہونگے لیکن بیع کا بیان کئی امرون پر موقوف ہے۔

پہلا امر جنس کے بیان مین ہے اور ضابطہ اُس کا یہ ہے کہ وہ دونون جنسین ایک نام کی ہون کہ وہ ایک نام اُن دونون جنسون کو شامل ہو جیسے گیہون اور چانول دو جنسین ہین کہ اِنکی فردون کو برابر بیچنا چاہیے اور اگر ایک من گیہون ڈیڑھ من پر یا ایک من گیہون اور ایک روپیہ پر نقد بیچے گا تو یہ بیاز ہے کہ حرام ہے بلکہ ایک من کو ایک ہی من پر بیچنا چاہیے اور زیادہ نہ لینا چاہیے خواہ ایک طرح کی ہون یا دو طرح کی ہون اور اِسیطرح ایک من گیہون کو ایک ہی من گیہون پر بیچے اور ٹھہرائے کہ ایک مہینے بعد وہ من بھر دونگا تو یہ بھی جائز نہین اِسلیے کہ مدت زیادہ ہے بس خرید فروخت جنس کی جنس سے برابر نہ ٹھہری اور بیاز لازم آیا اور اِسے حکمیہ زیادتی کہتے ہین اور یہ بھی اظہر یہ حرام ہے اور جنس کو جنس سے بیچنے مین یہ شرط نہین کہ قبضہ دونون عوضون کا اُسی جلسے مین ہو اُس مجلس کے ختم ہونے سے پہلے مگر صرف مین یعنی چاندی سونے کی خرید فروخت مین شرط ہے بس اگر سیر بھر چانول کو سیر بھر چانولون سے بیچے تو صحیح ہے گو قبضہ اُس جلسۂ بیع کے گزر جانے کے بعد ہو اور اگر دو مختلف جنسین ہون تو نقد ایک کو دوسری سے برابر یا کم یا زیادہ کرکے بیچنا جائز ہے اور قرض کے طریق پر اگر ایک جنس کو دوسری جنس کے بدل سے بیع کرین اور ایک کو کم اور دوسرے کو زیادہ لین تو اِسے بعضے علما نے جائز جانا ہے اور بعضے جائز نہین جانتے ہین اور احوط یہی ہے کہ ممنوع ہے اور اکثر فقہا نے اِس منع کو کراہت پر محمول کیا ہے اور گیہون اور جو شرع کی رو سے بیاز مین ایک جنس ہین اِسلیے کہ اسم طعام کا دونون پر بولا جاتا ہے بس اِن دونونکی بیع زیادتی کے ساتھ جائز نہین کہ اظہر یہ بیاز ہے اور خرمے کے درخت کے میوے ایک جنس ہین گو بعضے اچھے اور بعضے بُرے ہوتے ہین اور اِسیطرح پر انگور بھی ایک ہی جنس ہین اور جو کچھ ایک جنس سے بنائین اُسے اُسی جنس سے بیچین تو برابر بیچین اور زیادتی حرام ہے جیسے گیہون کو اُسکے آٹے کے ساتھ اور جو کو ستو ونکے ساتھ

اور خرمے کے شیرے کو خرمے کے ساتھ برابر ہی لین دین کرین اور اسیطرح جو انگور سے بنائین اُسے
انگور کے ساتھ برابر ہی خرید فروخت کرنا چاہیے اور اسیطرح جو چیز دو جنسون سے بنائین تو جائز ہے
اُسے اُنھین دونون جنسون سے بیچین یا ایک جنس سے بیچین اس شرط سے کہ جو ایک جنس کی قیمت
دو جنسون کی ہے اُنمین اپنے مقابل کی جنس سے کچھ زیادتی ہو تاکہ جنس جنس کے برابر ہو جائے
اور وہ زیادتی دوسری جنس کے بدلے مین پڑے جیسے ایک من گیہون کا آٹا اور ایک من چانول
کا آٹا ایک من گیہون اور ایک من چانول پر یا ڈیڑھ من چانول پر بیچین کہ ایک من چانول
ایک من چانول کے آٹے کے برابر ہین اور آدھ من چانول ایک من گیہون کے آٹے کی قیمت
پڑی اور جانورون کے نامون کے اختلاف کے موافق گوشت بھی مختلف ہین پس گائے اور
بھینس کا گوشت ایک جنس ہے اسلیے کہ دونون کو بقر کہتے ہین اور گوشت بھیڑ بکری کا ایک جنس ہے
کیونکہ دونون کو غنم کہتے ہین اور عربی اور خراسانی اونٹ دونون ایک جنس ہین اور کبوتر سب
ایک جنس ہین اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ میرے نزدیک قوی یہی ہے کہ جو حمام کی جنس
مین سے جدا جدا نام رکھتے ہین وہ ایک جنس نہین ہین جیسے فاختہ اور قمری گو حمام کے ساتھ ایک
جنس ہین مگر علیحدہ نام رکھنے سے اُسکی جنس سے نکل گئے اور یونہین سب مچھلیان ایک جنس
ہین اور پالو اور جنگلی جانور جنس مین علیحدہ ہین جیسے پہاڑی گائے اور پالو گائے پھر اگر پالو گائے
کا من بھر گوشت پہاڑی گائے کے دو من گوشت سے بیچین تو بیاز نہین اور دودھ والے جانورونکے
دودھ اُنکے گوشتونکے ایک جنس ہونے مین تابع ہین اور جو کچھ دودھ سے حاصل کرین اُسے دودھ
کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہین جیسے سیر بھر مسکہ دودھ سے یا دہی سے یا پنیر سے بیچین اور
ایک کو کم اور دوسرے کو زیادہ لین اسلیے کہ یہ دونون ایک جنس ہین مترجم کہتے ہین کہ یہ چیزین
نامون مین مختلف ہین مگر ان مین علماء کے اجماع سے بیاز ثابت ہو چکا ہے اور اگر اُسپر اجماع
نہوتا تو ہم کہدیتے کہ انہین زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہے جیساکہ مسالک مین ہے اور چکنائیان
اُن جنسون کی تابع ہین کہ جنسے حاصل کیجاتی ہین پس تلی کا تیل ایک جنس ہے اور اسیطرح اُس
چیز کے حکم کا تابع ہے کہ جسمین ملایا گیا ہے جیسے بنفشہ کا تیل اور نیلوفر کا تیل ہے کہ دو جنس ہو گئے
ہین اور السی کا تیل ایک جنس ہے اور سرکہ اُس چیز کا تابع ہے جس سے اُسے بناتے ہین پس

انگور کا سرکہ خرمے کے شیرے کے سرکے کے مخالف ہے کہ اگر نقد بیچین اور ایک کم دین اور دوسیر کو
زیادہ لین تو اسمین بیاز نہین اور قرض بیچنے مین زیادتی کے ساتھ ان سب کی بیع مین اختلاف ہی
اور اسمین تردد ہے دوسرا امر ناپ اور تول سے ہونیکا وصف ہے یعنی بیع اور قیمت دونون
ناپے اور تولے جاتے ہون پھر اگر برابر مبادلے مین یہ ہون تو حرام نہین اور جو ناپے یا تولے نجاتے
ہون تو انکی خرید و فروخت زیادتی کے ساتھ کرنا جائز ہے جیسے ایک ٹکڑے کپڑے کو دو ٹکڑے کپڑون
سے یا زیادہ سے بیچین تو جائز ہے اور ایک انڈے کو دو انڈون سے نقد بیچنا جائز ہے اور قرض مین
تردد ہے اور نکرنا احوط ہے اور پانی مین بیاز نہین اسلیے کہ اُسکی بیع کی خرید و فروخت مین ناپ تول
شرط نہین اور اُس مٹی مین بیاز قول اشبہ پر ثابت ہوتا ہے جسے تولکر بیچتے ہین جیسے گیرو وغیرہ ہی
اور ناپ تول مین شرع کی عادت معتبر ہے یعنی جو جناب ستمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے
مین نپ کر یا تُل کر بکتا تھا وہ ناپ تول کی چیز ہے اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ اُسوقت مین اِس چیز کا
معاملہ کسطرح ہوتا تھا تو شہر کی عادت معتبر ہے اور اگر بعضے شہر مین ایک چیز نپ کر یا تُل کر اور بعضے
شہرون مین وہی گن کر بکتی ہو تو ہر شہر مین اُسی شہر کا حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ناپ تول
کی جانب کی رعایت گنتی کیجانب پر غالب کیجاتی ہے اور حرمت کا حکم عام کر دینا چاہیے اور
خرید فروخت کے وقت برابر ہونا معتبر ہے بس اگر گیلے گوشت کو سوکھے گوشت سے بیچین تو چاہیے کہ
دونون برابر ہون اور کم اور زیادہ ہونا جائز نہین اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ جائز ہی اور اِسیطرح
اگر گیلے گیہون سوکھے گیہون سے بیچین تو چاہیے کہ برابر ہون اِسلیے کہ دونون ایک جنس
ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع جائز نہین اِسلیے کہ جب گیلے گیہون سوکھین گے تو گھٹین گے
اور تری کے اجزا معلوم نہین کہ کسقدر ہین اور گیلے خرمون کو سوکھے خرمون سے بیچنے مین تردد
ہے اور دو روایتون مین کی مشہور روایت پر عمل کرنے سے اظہر یہی ہے کہ منع اسی بیع سے مخصوص
ہے اور دوسرے سوکھے میوون کی بیع تر میوون سے جائز ہے اور صاحب مسالک نے فرمایا ہے
کہ تر خرمون سے سوکھے خرمون کے بیچنے کی ممانعت کی علت تر کا سوکھکر گھٹ جانا وارد ہوا ہی
بس یہ علت منصوص ہے پھر اور میوون مین اسطرح کی بیع کی حرمت کا حکم کرنا چاہیے اور منقی کو
تر انگور سے بیچنا جائز نہوگا اِسلیے کہ اسمین بھی وہی نقصان ہے اور یہ مسئلہ اصول فقہ سے

تعلق رکھتا ہے اِن مسئلون کی فرعین - پہلی فرع جبکہ مبیع اور قیمت دونون ایک جنس کے حکم مین
ہون کہ ایک تُلتی ہو اور دوسری نپتی ہو جیسے گیہون اور آٹا ہے کہ گیہون کو پیمانے سے ناپتے ہین
اور آٹے کو تولتے ہین تو انہین سے ایک کی بیع دوسرے سے جائز ہے اور آیا آٹے کو بھی ناپنا
چاہیے اور گیہون کی ناپ کے برابر دینا چاہیے اِسمین تردد ہے اور احتیاط یہی ہے کہ دونون کو
برابر تولین گے اسلیے کہ وزن مین فرق نہین پڑتا ہے اور ناپ سے آٹے اور گیہون مین تفاوت
پڑتا ہے دوسری فرع انگور کا منقون سے بیچنا جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے
کہ تر خرمون کو سوکھے خرمون سے بیچنے کی مناہی کی علت سوکھنے کے بعد گھٹ جانا ہے اور یہی
منقون مین اور انگور مین بھی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور یہی بحث ہر سوکھی چیز کو تر چیز سے بیچنے
مین ہے تیسری فرع آٹونکو ایکدوسرے سے برابر بیچنا جائز ہے اور یہی حکم روٹیونکا ہے اور یونہین سرکونکو سرکونکے برابر
بیچنا جائز ہے گو یہ معلوم نہو کہ کسمین کسقدر رطوبت ہے اسلیے کہ مبیع کا نام اور قیمت کا نام ایک ہی ہے پھر زیادتی جائز
نہین تتمہ اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ صلبی باپ بیٹے مین بیاز نہین بلکہ جائز ہے کہ ہر ایک دوسرے کے
ساتھ ایک جنس کی دو فرد مین زیادتی سے بیچین یا قرض نفع کی شرط سے دین لیکن بیٹے کا بیٹا حقیقت مین
بیٹا نہین اسلیے فقہانے مورد نص پر حصر کرنے کو کہا ہے کہ اِس حکم مین وہ صلبی بیٹے کا شریک نہین اور
اسی طرح پر آقا اور اُسکے مملوک مین بیاز نہین اِس شرط سے کہ وہ مملوک خاص اُسی کا مملوک
ہو اور اگر دوسرے مین مشترک ہو تو یہ حکم نہین یونہین صاحب مسالک نے بیان فرمایا ہے اور جورو
اور خاوند مین بھی بیاز حرام نہین خواہ دائمی نکاح ہو یا متعہ ہو اور مسلمان مین اور حربی کافر مین
بھی بیاز نہین اِس شرط سے کہ مسلمان کافر سے منتفع ہو نہ کافر مسلمان سے بیاز لے اور فقہا کہتے
ہین کہ کافر حربی سے بیاز لینے کے جواز مین اسبات کا کچھ فرق نہین کہ وہ کافر دارالحرب مین ہو یا
دارالاسلام مین ہو اور اُسکے ساتھ امان کا عہد ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر کافر ذمی ہو اور ذمے کی
شرطین بجالاتا ہو تو مشہور قول پر اُس سے نفع لینا بیاز کے طریق پر جائز نہین دوسرا مسئلہ کسی
جانور کے گوشت کو اُسی جنس کے جانور سے بیچنا جائز نہین جیسے بکری کا گوشت بکری کے عوض مین
بیچین تو جائز نہین اگر دوسری جنس کے حیوان کے بدلے مین بیچین تو جائز ہے جیسے بکری کے
گوشت کو گائے کے بدلے مین بیچین تو جائز ہے مگر یہ اِس سے مشروط ہے کہ وہ گوشت موجود ہو

تیسرا مسئلہ ایسی مرغی کو کہ جسکے پیٹ مین انڈا ہے دوسری مرغی کے عوض مین کہ جسکے پیٹ مین انڈا نہین بیچنا جائز ہے اور جو بکری دودھ دیتی ہے اُسے بے دودھیل کے عوض مین بیچنا جائز ہے اور فقط دودھ کے عوض مین بھی بیچنا جائز ہے گو وہ دودھ اُسی جنس کی بکری کا ہو اسلیے کہ مرغی اور بکری زندگی کے حال مین تُل کر نہین بکتی ہے کہ بیاز کا توہم ہو اور یہی حکم ہے اگر دودھیل بکری کو صرف دودھ کے عوض مین بیع کرین اسلیے کہ وہ بکری جبتک جیتی رہتی ہے تُلکر نہین بکتی ہے اور اُسکی خرید فروخت مین بھی بیاز کا توہم نہین چوتھا مسئلہ شریکون پر مشترک چیزون کی تقسیم بیع نہین ہوتی بلکہ ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کرنا ہے پھر اگر ایسی چیز کو تقسیم کرین کہ جسمین بیاز ہوتا ہے اور ایک زیادہ لے اور دوسرا کم لے تو وہ تقسیم حرام نہین اور جائز ہے کہ دو شریک مشترک مال کو پیمانے سے اور اٹکل سے تقسیم کرین اور دو شخص تر خرمون مین اور سوکھے خرمون مین شریک ہون اور دونون آپس مین برابر کے حصے دار ہون اور ایک سوکھے لے لے اور دوسرا تر لے تو یہ بھی جائز ہے پانچوان مسئلہ کئی پیمانے گیہون کے اُتنے ہی پیمانون پر گیہون کے برابر بیچنا جائز ہے ہرچند ایک مین جڑین اور تنکے گھانس کے ہون اور دوسرے مین نہون اور اسیطرح پر ایک مین کنکر ہون اور کچھ مٹی ہو اسلیے کہ عادت سے غلّے مین ان چیزون کے ہونیکا دستور ہے چھٹا مسئلہ ایک اشرفی اور ایک روپیہ کو دو اشرفیون اور دو روپیون پر یا زیادہ پر بیچنا جائز ہے اور یہ بیاز نہین اسلیے کہ دو اشرفیان بدلے مین دو روپیون کے ہین اور دو روپیہ عوض مین ایک اشرفی کے ہین جبکہ اختلاف ثابت ہے تو زیادتی بیاز نہ ٹھہری اور اسی طرح پر اشرفی اور روپیہ کی جگہ پر دوسری جنس ہو جیسے ایک من گیہون اور ایک من چانولونکو دو من گیہون اور دو من چانولون پر بیچین تو بھی جائز ہے اور اسیطرح پر سیر بھر خرمے اور ایک روپیہ کو کئی سیر خرمے اور دو روپیہ پر یا دو روپیہ سے زیادہ پر بیچنا جائز ہے اور کبھی بیاز سے اس طریق سے چھٹکارا ملتا ہے کہ دونون بایع مشتری مین سے ایک کسی چیز کو دوسرے کے ہاتھ غیر جنس چیز کے عوض پر بیچے پھر اُسکے بعد اُسکی قیمت سے اُسی پہلی جنس کو خرید کرے اس صورت مین برابری جنس کی ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ ایک جنس کی دو چیزون مین مبادلہ نہین ہے بلکہ ایک مثل کو ایک قیمت پر بیچا ہے اور دوسرے مثل کو اُس مثل کی قیمت سے مول لیا ہے اور اس صورت مین بیاز نہین ہوتا

جیسے ایک من گیہون ایک روپیہ کو بیچے اور بعد اسکے دو من گیہون اُسی خریدار سے اُسی ایک روپیہ
سے مول لے تو جائز ہے اور اسیطرح پر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو ایک جنس دے ڈالے
اور بعد اسکے وہ اُسے اُسی قدر وہی جنس دیڈالے اور دو حصے اَور دے تو اس صورت مین
بھی کمی اور زیادتی سے بیاز نہین ہوتا ہے اسلیے کہ بیع نہین ہوئی اور ہبہ مین بیاز نہین ہوتا ہے
اور اسیطرح پر اگر ایک شخص دوسرے شخص کو من بھر گیہون قرض دے اور دوسرا اُسے بھی ڈیڑھ من
قرض دے اور اسکے بعد دونون آپسمین زیادتی سے براءت ذمہ کرلین تو بھی جائز ہے اور نہین
جائز ہے کہ ایک جنس کو دوسری جنس سے برابر بیچین اور جو زیادتی کہ ہو اُسے ایک دوسرے کو
بخشدے تو بھی بیاز نہین مگر ان سب امرون مین ضرور ہے کہ یہ عقد مین شرط نکرین کہ اگر اثنائے
عقد مین ان امرون کی شرط ہوگی تو بیع صحیح نہین ہوگی مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے
فرمایا ہے کہ بیاز سے چھٹکارے کےلیے خرید فروخت مین دو مختلف جنسون کا ہونا جن طریقون سے
کہ بیان ہوچکا ہے کفایت کرتا ہے ہرچند یہ امر ذاتسے مقصود نہون اور عقد مقصود کے تابع ہوتے
ہین اسلیے کہ بیاز سے چھٹکارا پورا نہین ہوتا ہے مگر جبکہ صحیح بیع کا قصد کرے یا قرض وغیرہ کا اُن
مقاصد مین سے جو بیان ہوئے قصد کرے اور اسی قدر بیع کی صحت کےلیے اور بیاز سے چھٹکارے
کےلیے کافی ہے اسلیے کہ کسی عقد کے قصد مین یہ شرط نہین ہے کہ اُسپر کی مرتب ہونیوالی ساری
غایتون کا بھی قصد کرے بلکہ اُسکی غایتون مین سے صحیح غایت کا قصد کافی ہے اسواسطے کہ
اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ ایک مکان مول لے کہ اُسے کرائے پر چلائے اور اُس سے
منفعت حاصل کرے اس عقد کی صحت مین اسی قدر کافی ہے گو گھر لینے کی منفعتین اور بھی ہون
کہ اُس سے بہتر ہون اور بہت بڑی ہون اور عاقلون کے نزدیک ظاہر ہون اور اسی طرح کا
حال اور عقدون مین بھی ہے اور حدیثون مین بہت کچھ وارد ہوا ہے جو اسطرح کے قصدون کے
حلیت کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے یہانسے صاحب مسالک کا کلام ہوچکا تیسرا امر صرف مین ہے اور یہ
وہ چاندی سونے کی چاندی سونے سے خرید فروخت کرنا ہے اور اسے صرافی کہتے ہین اور بیاز والی
بیعون مین جو شرطین کہ بیان ہوئی ہین وہی شرطین صرافی مین بھی معتبر ہین اور اُن شرطون کے
سوا اس صرافی مین اُسی جلسۂ بیع مین بایع مشتری کا اپنے اپنے مال پر قبضہ کرلینا شرط ہے

بس اگر سکہ دار نقدون کی خرید و فروخت کرین اور قبضہ دونون معاوضون پر اُسی مجلس بیع مین نہو تو مشہور
قول پر صرف باطل ہے اور اگر کچھ پر قبضہ ہوجائے اور کچھ پر نہو تو جسپر قبضہ ہوچکا ہے اُسمین صحیح ہے
اور جو قبضے مین نہین آیا ہے اُسمین صحیح نہین اور اگر بایع مشتری ساتھ ہی مجلس سے اُٹھین اور ساتھ ہی
راہ بھر رہین تو صرف باطل نہوگا اِسلیے کہ تفارق بایع مشتری مین واقع نہین ہوا اور اگر ان دونون
مین سے ایک کسی اور کو وکیل کردے کہ اُسکی طرف سے وہ مال پر قبضہ کرلے بس اگر وکیل اِن
دونون کے تفرقے سے پہلے قبضہ کرلے تو خرید فروخت یعنی صرف اور صرافی صحیح ہے اور اگر ان دونون
کے مجلس سے اُٹھکر متفرق ہوجانے کے بعد وکیل قبضہ کرے تو صرف باطل ہوجائیگا اور اگر ایک
شخص دوسرے شخص سے کچھ روپیہ خرید کرے اور اُس روپیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسی روپیے سے کچھ
اشرفیان خرید کرے تو یہ دوسری خرید و فروخت صحیح نہین اور اگر اُسی اثنا مین ایک دوسرے سے جدا
ہوجائے اور قبضہ کرنے سے پہلے تفرق مجلس ہوجائے تو پہلا عقد بھی صحیح نہین اور اگر کسی شخص کے ذمے
کسی شخص کے کچھ روپیہ ہون اور انھین روپیون سے وہ قرضخواہ اپنے دیندار کے پاس سے کچھ اشرفیان
خرید کرے تو یہ صحیح ہے ہرچند کہ قبضہ دونون معاوضون پر نہوا ہو اور اِسی طرح پر اگر کسی کے ذمے
کسی کی کچھ اشرفیان ہون اور اُسکے عوض مین یہ قرضخواہ اُس دیندار سے کچھ روپیہ خرید کرے تو
یہ معاملہ بھی صحیح ہے اِسلیے کہ دونون نقدین ایک ہی شخص کی ہین ایک کے بدلے دوسری دینے مین
کوئی قصور نہین اور روپے کو روپئے کے بدلے پر یا اشرفیون کو اشرفیون کے بدلے بیچنے مین زیادتی
جائز نہین ہرچند کہ دونون معاوضون پر قبضہ بھی ہوجائے کیونکہ یہ بیاز ہوا جاتا ہے اور دو غیر جنسونکی
بیع مین زیادہ لینا جائز ہے جیسے روپیون کو اشرفیون سے بیچین اور ایک جنس کی دو چیزون کے
مبادلے مین واجب ہے کہ مبیع اور قیمت برابر ہو گو ایک ٹوٹی پھوٹی بھی ہو اور دوسری مین سناری
کام کیا ہوا ہو اور ایک اچھی ہو اور دوسری بری ہو اِس شرط سے کہ میل نہو اور جس چاندی مین
کہ میل ہو اور میل کی مقدار معلوم نہو اُسے چاندی سے بیچ نہین سکتے ہین بلکہ اُسے سونے سے یا
چاندی کے سوا اور کسی جنس سے بیچنا چاہیے اور یہی حکم میل کے سونے کا ہے کہ جسمین میل کی
مقدار معلوم نہو تو اُسے چاندی سے بیچنا چاہیے اور سونے سے نہ بیچین اور اگر میل کی مقدار معلوم ہو
تو اُس جنس کو اُسی جنس سے یون بیچنا جائز ہے کہ سونے کے برابر لین اور میل کی مقدار کے عوض مین

کچھ زیادہ دیدین کہ بیاز لازم نہ آئے اور چاندی کی کھان کی مٹی کو چاندی سے بیچنا احتیاطاً جائز نہین
اسلیے کہ بیاز ہو جانے کا ڈر ہے اور اُسے سونے سے بیچ سکتے ہین اور یہی حکم سونے کی بھی کھان کا ہے
کہ اُسے بھی سونے سے نہین بیچنا چاہیے بلکہ چاندی سے بیچنا چاہیے اور اگر سونے کی کھان کی مٹی
اور چاندی کی کھان کی مٹی ایک جا کرکے ایک عقد بیع مین بیچین تو جائز ہے اور مبادلے مین سونا
چاندی دونون ہون کہ سونے کے مقابلے مین چاندی اور چاندی کے مقابلے مین سونا ہو جائیگا
اور رانگے اور کانسے کا چاندی سونے کے بدلے مین بیچنا جائز ہے ہرچند کہ اُنکے جوہرون مین بھی
کچھ کچھ چاندی سونے سے ملا ہوا ہے اسلیے کہ وہ اجزا ناپید ہو گئے ہین اور غالب انہین اور اجزا ہین
اور کھوٹے ہونے پر روپیون کا خرچ کرنا جائز ہے جس صورت مین میل کی مقدار نہ معلوم ہو اور لوگون
مین چلتے ہون اور اگر یہ بات معلوم نہو کہ ایسے روپئے چلا کرتے ہین تو اُنکا خرچ کرنا جائز نہین مگر یہ
کہ جتا دین کہ انہین میل ہے۔ دس مسئلے پہلا مسئلہ جو کوئی کسی چیز کو کسی معین روپئے اشرفی سے مول
لے تو اُسی معین روپئے اور اشرفی کے سوا اور دینا جائز نہین ہرچند عوض بھی وہی وصف اور قیمت
رکھتا ہو دوسرا مسئلہ جب کوئی شخص کچھ معین روپئے کچھ معین روپئے سے برابر خرید کرے اور اُسکو
معلوم ہو کہ وہ روپئے نہین بلکہ رانگے سے یا کسی اور چیز سے بنائے ہوئے ہین تو یہ بیع باطل ہے
اور یہی حکم ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ کچھ کپڑا اس اظہار سے بیچے کہ کتان کا کپڑا ہے پھر پشمینہ کا
ظاہر ہو اور اگر کچھ اسمین سے اُسی جنس کا اور کچھ اور جنس کا ہو تو اس صورت مین غیر جنس بھر کی
بیع باطل ہے اور جنس بھر کی بیع جائز ہے اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ سبکے سب کو پھیر دے اسلیے کہ
صفقہ کی تبعیض ہو گئی یعنی اکٹھا سب خرید کیا تھا اور جبکہ کچھ اور جنس کا نکلا تو سب کو پھیر سکتا ہے
اور یہ بھی پہونچتا ہے کہ اُسی غیر جنس کو پھیر دے اور اُس کی قیمت لیلے اور اُسکے بدل کا مطالبہ
نہین پہونچتا ہے کیونکہ عقد بیع نے بدلے سے تعلق نہین کیا ہے اور اگر سب ایک ہی جنس ہون مگر
کچھ مین کوئی عیب ہو اور کچھ مین نہو یعنی جوہر سخت ہو یا سکے کے حرف کھلے نہون تو اس صورت
مین سب کے سب کا پھیر دینا اور رکھ لینا جائز ہے اور یہ جائز نہین کہ عیب دار کو پھیر دے اور
بیعیب کو رکھلے اور عیب دار کے بدلے مین اچھے کا مطالبہ کرے کیونکہ عقد بیع نے بدل سے
تعلق نہین کیا ہے تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی شخص کچھ روپیون کو کسی کے ذمّے پر کچھ روپیون سے مول لے

یعنی بیع کے وقت مین روپئے موجود نہون کہ خاص اُنہین پر عقد بیع واقع ہو بلکہ کچھ روپئے مطلق
ہون اُسکے بعد اُسی مجلس مین بایع روپئے لے آئے اور خریدار کو دیدے اور ظاہر ہو کہ وہ چاندی کی
نہین تو تفرق مجلس کے پہلے خریدار کو بدل مانگنا جائز ہے اور اگر تفرق مجلس کے بعد بایع روپئے
لائے تو صرف اور صرافی نہین اسلیے کہ صرافی مین قبضے کا ہونا تفرق کے پہلے شرط ہے اور اگر کچھ روپئے
چاندی کے ہون اور کچھ نہون تو چاندی والون مین صحیح ہے اور جو چاندی کے نہین ہین اُنمین
باطل ہے اور اگر عیب دار عیب کے سبب سے چاندی نہونے سے خارج نہوئے ہون تو خریدار کو
اختیار ہے کہ چاہے لیلے اور چاہے پھیر دے اور بٹا لینا جائز نہین اسلیے کہ بیاز ہو جائیگا اور خریدار
کو پہونچتا ہے کہ عیب دار روپئون کے بدلے اچھے مانگے تفرق مجلس سے پہلے مین تو یقین ہے
اور بعد مین جائز ہے مگر تردد ہے **چوتھا مسئلہ** جبکہ کوئی اشرفی کو بدلے اشرفی کے خرید کرے
اور اِس سے مراد یہ ہے کہ ذمے پر خرید کرے اور قیمت کی اشرفی بایع کو دیدے پھر معلوم ہو کہ وہ
اشرفی اتنی زیادہ ہے کہ جسے نہین دیتے ہین مگر بھول کر یا تبرع اور چھوڑ دینے کی راہ سے
بس وہ زیادتی بایع کے پاس خریدار کا مال امانت کے طور پر ہے اُسے خریدار کو پھیر دینا چاہیے
اور خریدار کی اُس اشرفی مین بایع حصہ دار ہے مترجم کہتے ہین کہ کم وزن اشرفی کی بیع زیادہ
وزن کی اشرفی کے بدلے مین جبکہ دونون معاوضے موجود ہون اور کوئی ذمہ داری پر نہ ہو
باطل ہے اِسلیے کہ بیاز ہوا جاتا ہے اِسلیے ذمہ داری کی خرید کی تفسیر کردی ہے **پانچوان مسئلہ**
ایک روایت مین آگیا ہے کہ ایک روپئے کو ایک روپئے کے عوض اِس شرط سے بیع کرنا جائز ہے
کہ بایع اُس روپئے کی انگوٹھی بنا کر دیدے اور آیا انگوٹھی کے سوا مین بھی یہی حکم جاری ہوگا یا
اشبہ یہی ہے کہ جاری نہوگا اِسلیے کہ بیع مثل کی مثل سے زیادتی کے ساتھ ہے ہر چند کہ یہ زیادتی
عینی نہین ہے اور حکمی زیادتی مین بھی بیاز متحقق ہو جاتا ہے اور جتنا کہ روایت سے مستثنیٰ ہوا ہے
اُتنے ہی پر اکتفا کرنا ضرور ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے اس بیع کے جواز کا قول
شیخ سے نقل کیا ہے کہ اِس جواز پر سند شیخ کی ایک روایت ہے کہ آگئی ہے اور اِسکے بعد
روایت کی تاویل اُنھون نے کی ہے اور صحیح جائز نہونا ہے **چھٹا مسئلہ** جن برتنون کو چاندی سونے
سے بنایا ہو یعنی اُنمین چاندی بھی اور سونا بھی ہو اگر اُنمین کے سونے کی مقدار اور چاندی کی مقدار

معلوم ہو تو انھین اُتنے ہی سونے اور اُتنی ہی چاندی کے بدلے مین بیچنا جائز ہے اور اگر سونے اور
چاندی کے سوا اور جنس سے بیچین جیسے پیسون سے اور غلّے سے تو ہرچند زیادہ بھی ہو جائز ہی اور
اگر ہر ایک کی مقدار معلوم نہو اور سونے چاندی کا چاندی سونے سے جدا کرنا ممکن ہو تو انھین محض
سونے کے بدلے اور نہ محض چاندی کے بدلے بیچین گے بلکہ دونون کو دونون کے بدلے مین
مثل مثل کے برابر کرکے بیچین گے یا اِن دونون جنسون کے سوا اور جنس کے بدلے مین بیع کرینگے
اور اگر چاندی کا سونے اور سونے کا چاندی سے جدا کرنا ممکن نہو اور انمین ایک جنس زیادہ ہو اور ایک
کم ہو تو جو جنس کہ اُن برتنون مین کم ہو اُسی کے بدلے مین اُنکے مول کرینگے اور کچھ اُسپر زیادہ دے
دینگے کہ زیادتی اُس دوسری جنس کے مقابل مین پڑ جائے اور اگر گمان غالب مین دونون جنسین
برابر ہون تو انھین اُنھین دونون جنسون کے بدلے مین مثل مثل کے برابر کرکے بیچین گے یعنے
چاندی کے برابر چاندی اور سونے کے برابر سونا لین دینگے ساتوان مسئلہ سونے چاندی لگی ہوئی
زینون مین اگر سونے چاندی کی مقدار معلوم ہو تو سونے چاندی کی جنسون کے بدلے مثل کی مثل
سے برابری کرکے لین دین اِس شرط سے کہ اُسپر کچھ زیادہ لین دین کہ وہ زیادتی مقابلے مین زین کے
پڑ جائے یا اُسے ہبہ کر دین اِس شرط سے کہ عقد بیع مین یہ مشروط نہو اور چاندی سونے کی غیر جنسون
سے بھی بیچ سکتے ہین خواہ کم ہون یا زیادہ ہون اور اگر اُنمین کی چاندی سونے کی مقدار معلوم نہو
اور جدا کرنا بھی ممکن نہو مگر نقصان سے تو اُسے چاندی سونے کی غیر جنس کے بدلے مین بیع کرینگے
اور اگر اُسی جنس کے بدلے مین بیچین تو اُسکے ساتھ کوئی چیز بھی زیادہ کرکے اُسی چاندی سونے سے
دین کہ جتنا اٹکل سے اُنمین ہے کہ وہ زین وغیرہ کے مقابلے مین پڑ جائے اور نقصان توڑنے کا نہ پڑے
آٹھوان مسئلہ اگر کسی کپڑے کو ایسے بیس روپئون پر بیچین کہ جسکے بدلے مین ایک اشرفی آتی ہے
یہ بیع صحیح نہین اِسلیے کہ یہ روپئے نامعلوم ہین اور اشرفی کی قیمت بھی مختلف ہوتی ہے نوان مسئلہ اگر
سو درم کو ایک درم کم ایک اشرفی پر بیچین تو صحیح نہین اِسلیے کہ معلوم نہین کہ ایک درم کم ایک اشرفی
کی کتنی مقدار ہوتی ہے کیونکہ اشرفی کا نرخ مختلف ہے اور اِسیطرح اگر ایک اشرفی ایک روپئے کم قیمت
کسی دوسری جنس کی اُن جنسون مین سے کہ جنمین بیاز نہین ہوتا ہے مثل کپڑے وغیرہ کے قرار دین
تو جائز نہین اور اگر روپئے کی مقدار اشرفی سے اِسطرح معین کر دین کہ یہ روپیہ اشرفی کا فلان حصہ ہی

تو اِس صورت مین یہ بیع جائز ہے اسلیے کہ جہالت جاتی رہتی ہے دسوان مسئلہ اگر کوئی پانچ درم کو آدھی اشرفی پر بیع کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ خریدار کو پہونچتا ہے کہ اشرفی کو توڑ کر دو حصے کرے آدھا ٹکڑا بایع کو دیدے اور خریدار پر لازم نہین کہ آدھی اشرفی سکہ دار دے مگر یہ کہ آدھے مثقال کا ارادہ کیا ہو مشہور متعارف اعتبار کے موافق کہ آدھی اشرفی سے مراد آدھے مثقال سکہ دار رکھا ہو اور یہی غیر مسکوک کے بیچنے کا بھی حکم ہے مثل اسکے کہ کپڑے کو آدھے درم پر بیع کرے اور سنارونکی دُکانون کی خاک کو سونے چاندی دونون سے بیچنا چاہیے اسلیے کہ اُسمین سونے چاندی کے ریزے ہوتے ہین بس سونا چاندی کے مقابلے مین اور چاندی سونے کے مقابلے مین پڑیگی یا اِن دونون کے سوا اور جنس کے بدلے مین بیع کرین اور اگر تنہا سونے یا تنہا چاندی کے مقابلے مین بیچین گے تو بیاز لازم آجائے گا اور اِسکے بیچنے کے بعد اِس خاک کے دامونکو اُنکے مالکون کی طرف سے تصدق کرنا چاہیے اسلیے کہ اُنکے مالک متمایز نہین

آٹھوین فصل میوون کی بیع مین ہے اور نظر خرمے کے درخت کے پھلون مین اور میوون مین اور ترکاریون مین اور ساگون مین اور اُنکے لواحق مین ہے۔ خرمے کے درخت کا میوہ بے نکلے ایکسال کو بیچنا جائز نہین اور دو سالہ اور زیادہ کو بے نکلے جائز ہے مگر اِس جواز مین تردد ہے اور روایت مین آگیا ہے کہ جائز ہے اور اِسیطرح خرمے کے درخت کا میوہ نکلنے کے بعد اور صلاح ظاہر ہونے کے بعد یعنی آفت قبول کرنے کے درجے سے نکل آنے کے بعد اِک سالہ اور دو سالہ قطع کی شرط سے کہ خریدار توڑ لیجائے اور بے اِس شرط کے بھی خواہ تنہا یا ساتھ مین اور کسی چیز کو ملا کر بیچنا جائز ہے اور ظہور صلاح سے پہلے اِک سالہ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ اُسکے ساتھ کوئی ایسی چیز ملادے کہ جسکا بیچنا درست ہو یا اُس میوے کو اِس شرط سے بیچے کہ خریدار اُسے اُسیوقت مین توڑ لے یا دو سالہ اور زیادہ کو بیچے اور یکسالہ بے اِن تینون شرطون کے بیچے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع صحیح نہین اور بعضے کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگر آفت سے بچ جائے تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر خرمے کے درخت کے میوے کو درخت کے ساتھ ظہور صلاح کے پہلے یا بعد بیچین تو جائز ہے اور خرمے کی صلاح کا ظہور اُسوقت ہوتا ہے کہ جب خرما زرد یا سرخ ہو جاتا ہے یا ایسے درجے پہونچے کہ آفت سے محفوظ ہو جائے اور جبکہ خرمے کے باغ کے کچھ میوے پک گئے ہون اور کچھ کچے ہون

توسب کا ایک جگہ بیچنا جائز ہے اور اگر خرمے کے ایک باغ کے میوے پک گئے ہون تو دوسرے
باغ کے میوے کے ساتھ اکٹھا بیع کرنا جائز نہین ہرچند اِن دونون باغون کو ملاکر اکٹھا بھی کرلین
اور اِسمین تردد ہے اور درختون کے پھلون کا بے صلاح کے ظاہر ہوئے بیچنا جائز نہین اور ظہور
صلاح کی حد یہ ہے کہ گولیان بندھ جائین اور اِس سے زیادہ شرط نہین ہے اور یہی اشہر ہے اور
میوون کے نکلنے سے پہلے دوسالہ بیچنا آیا جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان جائز ہے
اور اولی جائز نہونا ہے اِسلیے کہ نامعلوم چیز کی بیع ہوتی ہے اور اِسیطرح گولی بندھنے سے پہلے
کسی اور چیز کو جسکی بیع درست ہے اُسکے ساتھ ملاکر بیچنا جائز نہین اور خرمے مین اِس بیع کا جواز جیسا
کہ پہلے بیان ہوچکا ہے نص سے مستند ہے اور ہمارے مذہب مین قیاس جائز نہین اور جبکہ گولی بندھ
جائے تو اُسے درخت کے ساتھ اور تنہا بیچنا جائز ہے خواہ میوہ نمودار ہو جیسے سیب زردآلو انگور
وغیرہ ہے خواہ کسی پوست مین ہو جیسے کہ اخروٹ وغیرہ پر ہے خواہ وہ پوست ایسا ہو کہ جسمین رہنے کے
لیے اور پکنے کے لیے محتاج ہو خواہ ایسا ہو کہ جسکی احتیاج نہو جیسے اخروٹ کے اندر کا مغز اور اوپر کا
پوست ہے کہ اوپر کا پوست دُور ہو جاتا ہے اور یہی حکم بادام کا بھی ہے اور ہرے باقلے اور مسور کا اور
ہرطمان کا ہے کہ ایک اناج ہے کہ مسور سے بڑا اور چنے سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعضون نے جو اور گیہون
کے درمیان مین کہا ہے اور اِسیطرح بالی ہے خواہ دانہ اُسکا ظاہر ہو مثل جَو کے یا چھپا ہو مثل گیہون کے
خواہ اُن بالیون کو علیحدہ بیچین خواہ اُنکی کھڑی گھانس کے ساتھ بیچین یا کاٹ کر بیچین اور ساگون
وغیرہ پتیون کو نکلنے سے پہلے بیچنا جائز نہین اور منعقد ہونے کے بعد ایسی حد پر کہ ایکبار دو بار اور کئی بار
تور سکین بیچنا جائز ہے اور یہی حکم ہے اُن چیزون کا جنھین ہنسیا سے کاٹتے ہین جیسے ہری گھانس کہ
گھوڑے وغیرہ کو کھلاتے ہین اور مثل اور ساگون کے جیسے پالک اور میتھی وغیرہ ہین کہ ایک ہنسیا
یا زیادہ کے ہو جائین تو بیچنا جائز ہے اور یہی حکم اُن پتیون کا ہے جو ہاتھ سے سوتی جاتی ہین جیسے
شہتوت وغیرہ ہے اور اِن چیزون کا درختون سے علیحدہ اور اُنکے درختون کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور
اگر اِن درختون کو پھلون کے انعقاد کے بعد بیچین تو اُنکے پھل بیع مین داخل نہونگے مگر جب شرط کرلین گے
تو وہ بھی داخل ہو جائین گے اور جو شخص کہ اِن چیزون کے درختون کو مول لے اُسے واجب ہے کہ پھلونکو
پکنے کے وقت تک درختون پر رہنے دے کہ بایع کا نقصان نہو اور جو پھل کہ مول لینے کے بعد نئے

لیکن وہ خریدار کا مال ہے **لواحق** مین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جو شخص باغ کے درختون کے میوے کو بیچے اور کچھ معین درختون کا میوہ یا کئی معین درخت خرمے کے استثنا کرلے تو یہ جائز ہے اور اگر اُسکی پیداوار کے کسی حصے کو مثل تہائی چوتھائی وغیرہ کے یا کسی معین وزن کو مثل سیر دو سیر وغیرہ کے استثنا کرلے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر اُس میوے مین مول لینے کے بعد کچھ گھٹی ہو تو وہ گھٹی بایع اور مشتری پر رسدی حصے سے پھیلے گی یعنی کُل پیداوار کی گھٹی کا رسدی حصہ مشتری اور بایع کے حصے مین سے بھی کم ہوگا **دوسرا مسئلہ** جس میوے کی صلاح کا ظہور ہو چکا ہو اور اُسے اُسکا مالک بیچے تو قبضے سے پہلے اگر ضایع ہوگا تو بایع کا مال ضایع ہوگا اور یہی حکم ہے اگر بایع خود اُس میوے کو ضایع کرڈالے اور اگر کچھ میوے کو آفت پہونچے اور کچھ سالم رہے تو خریدار سالم بھر کو اُسکے حصے سے لے گا اور اگر اُس میوے کو کوئی بیگانہ ضایع کرڈالے قبضے سے پہلے تو خریدار کو اختیار ہے کہ خواہ بیع کو فسخ کرڈالے خواہ ضایع کرنے والے سے بھرلے اور اگر خریدار کے قبضے کے بعد ضایع ہوجائے اور قبضہ اِس سے عبارت ہے کہ بایع ہاتھ اُس سے اُٹھالے اور چھوڑدے تو بایع پر تاوان بھرنا نہین ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر اُسے خریدار بایع کے قبضے مین ضایع کرڈالے تو عقد بیع تمام ہوگا اور خریدار کا ضایع کرنا بھی اُسکے قبضے کے حکم مین ہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص لونڈی یا غلام مول لے اور اُسے قبضے سے پہلے آزاد کردے **تیسرا مسئلہ** درخت پر کے پھلون کو نقد روپئے سے اور کپڑے سے بیچنا جائز ہے اور کسی میوے کو اُسکے درخت کے میوے کے بدلے مین بیچنا جائز نہین اور اِسے بیع مزابنہ کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر کے خرمون کو خرمون سے بیچین ہرچند کہ یہ خرمے زمین پر ہی ہون اور یہی اظہر ہے اور آیا ایسی بیع اور درختون کے میوون مین جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین کہ بیاز کا خطرہ ہے اور اِس سے بخشی نہین ہے اور ساری بالی کو اُسکے دانون کی تعداد کے موافق اُسی کے دانون سے بیچنا جائز نہین اور اِسے بیع محاقلہ کہتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ بیع محاقلہ بالی کو اُسکی جنس کے دانون سے بیچنا ہے جس جگہ پر کہ ہون ہرچند کہ وہ جنس زمین پر رکھی ہوئی ہو اور یہی اظہر ہے **چوتھا مسئلہ** ایک درخت پر کے خرمونکو کہ درخت گھر مین ہو یا باغ مین ہو اٹکل کے طور سے اُسی جنس کے خرمون کے بدلے مین کہ دوسرے درخت کے ہین بیچنا جائز ہے اور یہ بیع مزابنہ ممنوع بیعون سے نص کے

سبب سے مستثنیٰ ہے جیساکہ اگلے مسئلے مین بیان ہوچکا ہے اور آیا جائز ہے کہ ایک درخت پکے خرمے اٹکل سے اُسی درخت کے خرمون سے بیچین اظہر یہی ہے کہ جائز نہین اور اسیطرح جائز نہین ایسی بیع بہت سے درختون کے خرمون پر کہ ایک سے بڑھکر ہون موضع نص پر حصر کرنے کی رو سے مگر جبکہ ہر گھر مین ایک ایک درخت ہو اور اُنھین درختون کو الگ الگ اِسی طریق سے بیچین تو جائز ہے اور اِس بیع مین شرط نہین ہے کہ خرمون پر قبضہ اُسی مجلس مین تفرق سے پہلے ہو بلکہ تعجیل شرط ہے یعنی بیع سلم اِس صورت مین جائز نہین اور واجب نہین کہ اُس مبیع کے خرمے اور قیمت کے خرمے سوکھنے پر برابر ہون بلکہ اگر متفاوت بھی ہون تو بھی ظاہر حدیث پر نظر کرنے سے جائز ہے اور اِس بیع کو اصطلاح فقہا مین عریہ کہتے ہین اور عریہ خرمے کے درخت کے سوا اور درختون مین جائز نہین **فرع** اگر کوئی کہے کہ یہ ڈھیر خرمے کا یا غلّے کا مین نے تیرے ہاتھ اِس ڈھیر کے بدلے بیچا کہ اُسی جنس سے برابر ہے صحیح نہین اِسلیے کہ معلوم نہین کہ دونون برابر ہین ہرچند تولنے پر دونون برابر نکل آئین کیونکہ بیع کے وقت یہ نہین معلوم تھا کہ دونون برابر ہین مگر جبکہ خرید فروخت کے وقت دونون کی مساوات کا علم ہو تو جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے ہرچند کہ معلوم نہو جبکہ بعد وزن کے برابر نکلین تو بیع صحیح ہے اور نہین تو باطل ہے اور اگر وہ دونون ڈھیر دو مختلف جنسون کے ہون تو جائز ہے خواہ دونون برابر ہون یا نہون اور ایک دوسرے سے درگزرے تو جائز ہے اور نہین تو بیع فسخ ہوجائے گی اور یہی اشبہ ہے کہ اگر بیچنے کے وقت مقدار نامعلوم ہو تو نامعلوم کی بیع ہوگی اور یہ جائز نہین **پانچوان مسئلہ** جائز ہے کہ کھیت کو کچّا کاٹ لینے کی شرط سے بیچین یعنی بالیان نکلنے اور پکنے سے پہلے کاٹ لینے کی شرط سے گھوڑے وغیرہ کے کھلانے کے لیے بیچین تو جائز ہے اگر خریدار اُسے کاٹ نہ لے تو بائع کو پہونچتا ہے کہ خود کاٹ ڈالے اور زمین خالی کرلے یا رہنے دے اور زمین کا کرایہ کٹنے کے وقت تک کا خریدار سے مانگ لے اور یہی حکم ہے جب کسی درخت کے میوے کو توڑ لینے کی شرط سے مول لے **چھٹا مسئلہ** درخت کے خریدنے میوے کو خرید کی قیمت سے کم زیادہ پر بیچ لینا جائز ہے خواہ اُس میوے پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو **ساتوان مسئلہ** جب کہ کوئی درخت خرمے کا یا اَور کسی کا دو شریکون مین مشترک ہو اور ایک دوسرے شریک سے اُسکے حصے کو معین معلوم قیمت پر

مول لیوے تو جائز ہے آٹھوان مسئلہ جو کسی درخت باردار یا کھیت پر اتفاق سے ہو کر نکلے تو جائز ہے کہ اُسمین سے کچھ ایسا تھوڑا سا کھا لے جو اُسکے خراب کرنیکا باعث نہو اور کچھ اُٹھا کر لے آنا جائز نہین

نوین فصل حیوان کی بیع مین ہے اور نظر اُس حیوان کے بیان مین ہے کہ جسکا مالک ہونا صحیح ہے اور اُسکے خریدنے کے حکمون مین اور لواحق مین ہے پہلی نظر اُس حیوان کے بیان مین ہے کہ جسکے مالک ہوسکتے ہین جان لینا چاہیے کہ اصلی کفر سبب اسکا ہے کہ مسلمان اُنکے سبب سے کافر کے اور اُسکی ذریات کے مالک ہوسکتے ہین اِس شرط سے کہ وہ کافر حربی ہو تو اُسکی اولاد مین بھی لونڈی غلام ہونا سرایت کرتا ہے ہر چند کہ وہ اصلی کافر لونڈی غلام بننے کے بعد مسلمان بھی ہو جائین جبتک کہ آزادی کا سبب بہم نہ پہونچے کہ کتاب العتق مین انشاء اللہ تعالی بیان آئے گا اور اگر دار الحرب مین لڑکے کو راہ سے اُٹھا لین تو مسلمان کا مملوک ہو جاتا ہے یعنی اُس صورت مین کہ اُس مقام مین کوئی مسلمان نہو کہ وہ لڑکا اُس سے منتسب ہوسکے گو وہ مسلمان وہان تیمی ہی ہو اور اگر دار الاسلام سے اُٹھا لین تو مملوک نہین ہوتا ہے اور اگر وہ اُٹھایا لڑکا بلوغ کے بعد غلام ہونے کا ادعا کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے اِس دعوے کو قبول نہ کرین گے اور بعضے کہتے ہین کہ قبول کرینگے کہ عاقلون کا اپنے ضرر پر اقرار کرنا مسموع اور مقبول ہوتا ہے اور یہی اشبہ ہے اور صحیح ہے کہ اپنے قرابت دارون کا مالک ہو قرابت سے اِن گیارہ جنس کے سوا مین اور وہ گیارہ جنس یہ ہین باپ اور مان اور جد اور جدہ ہین کتنا ہی اوپر جائین یعنی دادی کا دادا وغیرہ اور اولاد اور اولاد اولاد ہین خواہ مرد ہون خواہ عورت ہون اور کتنا ہی نیچے جائین یعنی بیٹے کا بیٹا وغیرہ اور بہنین ہین اور پھپھیان ہین اور خالائین ہین اور بھتیجیان ہین اور بھانجیان ہین اور اگر یہ لوگ دودھ شریک ہون جیسے انادادا اور دودھ شریک بہن وغیرہ تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِنکا مالک نہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ مالک ہو جائے گا اور مالک نہونے کا قول علما مین بہت مشہور ہے اِس لیے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الرضاع لحمۃ کلحمۃ النسب یعنی دودھ بھی نسب کے رشتے کیطرح کا ایک رشتہ ہے اور اگر کسی کو اِن لوگون مین سے کوئی مول لیگا تو مول لینے کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا اور اگر میراث سے کسی کے حصے مین اِنمین کا کوئی پڑیگا تو بھی آزاد ہو جائیگا اور اُسکا مملوک نہوگا اور آدمی کو اِن لوگون کے سوا اور عزیزون کا مالک ہونا مکروہ ہے جیسے بھائی

اوپر چچا ماموں اور انکی اور اولاد ہے اور عورت ہر شخص کی مالک ہوسکتی ہے اپنے آبا کے سوا کتنا ہی اوپر کو جائین اور سوا اولاد کے کتنا ہی نیچے کی طرف جائے نسب کی رو سے اور اگر دودھ کے سبب ہون تو اسمین تردد ہے اسلیے کہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ عورتین رضاعی مان باپ اور اولاد رضاعی کی مالک ہوسکتی ہین اور بعضے کہتے ہین کہ نہین مالک ہوسکتی ہین اور جائز ہونا زیادہ علما ہین مشہور ہے اور اگر کوئی آزاد عورت غلام کے عقد مین ہو اور وہ عورت اپنے شوہر کو مول لے لے تو شوہر غلام اپنی جورو کا ہو جائے گا مگر زوجیت کا عقد منفسخ ہو جائیگا اور یونہین اسکے برعکس بھی ہے یعنی کوئی آزاد مرد کی زوجہ لونڈی ہو اور وہ اُسے مول لے لے تو وہ عورت اسکی لونڈی ہو جائے گی مگر شوہر ہونے کا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر کوئی کافر کوئی غلام رکھتا ہو اور وہ غلام مسلمان ہو جائے تو اُس کافر پر جبر کرکے تکلیف دینگے کہ اس مسلمان غلام کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور دام اُسکے لے لے اور اگر نہ مانے گا تو اُسپر اس امر کا جبر کرین گے اور اگر کوئی شخص کہ جس کا آزاد ہونا اور اُسکا نسب معلوم نہ ہو اور وہ اپنے نفس پر کسی کے غلام ہونے کا اقرار کرے تو اُسکے غلام ہونے کا حکم کیا جائے گا پھر اگر بعد مین انکار کریگا تو اس انکار کا اعتبار نہوگا ہر چند کہ مقر لہ یعنی جس کسی کے غلام ہونے کا اقرار کیا ہے وہ کافر ہو اور اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی غلام لے اور بعد مول لینے کے وہ غلام آزاد ہونے کا دعوی کرے تو قبول نہ کرین گے مگر جب دعوے کو ثابت کرے تو قبول کرین گے دوسری نظر حیوان کی خرید فروخت کے حکمون مین۔ جب کوئی حیوان مول لین اور عقد بیع کے بعد اور اُسپر خریدار کے قبضے سے پہلے اُس حیوان مین کوئی عیب بہم ہو جائے تو خریدار کو اختیار ہے کہ خواہ اُسے لے لے خواہ پھیر دے اور صحیح اور عیب دار کی قیمتون کا تفاوت لے سکتا ہے یا نہین اس مین تردد ہے اور اگر خریدار اُسپر قبضہ کر چکا ہو اور اسکے بعد وہ حیوان خیار حیوان کے تین دن گزرنے کے پہلے ضایع ہو جائے یا اُسمین کوئی نیا عیب پیدا ہو جائے تو بایع کے مال سے ہے جس صورت مین خریدار نے اُسمین کوئی تصرف نہ کیا ہو اور اگر کوئی عیب اُسمین بے خریدار کی تفریط کے پیدا ہو تو وہ عیب اس امر کا مانع نہین کہ خریدار اُسے تین دن کے خیار کے حنا نطے کے سبب سے پھیر دے آیا بایع کو لازم ہے کہ تفاوت قیمت کا کم کر دے اس مین تردد ہے ظاہر

یہی ہے کہ تفاوت قیمت لازم نہین ہوتا ہے اور اگر تین روز گزرنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے
اور اسکے بعد ظاہر ہو کہ دوسرا عیب بھی اگلا اُس حیوان مین ہے تو اُس اگلے عیب سے اُس
حیوان کو پھیر نہین سکتا ہے اور جبکہ کوئی شخص کسی حاملہ لونڈی کو خریدے تو جو بچہ کہ اسکے پیٹ مین
ہے اپنی ماں کی بیع مین داخل نہین ہوتا ہے اور وہ اظہر بایع کا مال ہے مگر جب کہ خریدار شرط
کرے کہ بچہ بھی مال میرا ہو گا اور اگر اُسے بچے سمیت مول لین اور بچہ خریدار کے قبضے کے پہلے
ماں کے پیٹ سے گر پڑے تو بچے کی قیمت کا حصہ خریدار بایع کو دیگا اور اس حصے کی وضع کا
طریقہ یہ ہے کہ اُس لونڈی کا حمل کے ساتھ بازار کا نرخ معلوم کرین گے اور بے حمل کی قیمت
معلوم کرین گے اور جو تفاوت کہ ان دونون قیمتون مین ہو گا جسپر خرید فروخت ہوئی ہے وضع
کرلین گے خواہ خرید فروخت والی قیمت بازار کے نرخ کے برابر ہو یا کم زیادہ ہو مثلاً ایک حاملہ
لونڈی دو سو روپے کو مول لی اور قبضے کے پہلے حمل گر پڑے اور بازاری نرخ اُس لونڈی کا حمل
کے ساتھ سو روپے کا ہو اور بے حمل کے اسی کا ہے اور اسی اور سو مین تفاوت خمس یعنی پانچوین حصے
کا ہے بس وہی پانچوان حصہ دوسو روپیون مین سے کم کرینگے کہ وہ چالیس روپے ہوتے ہین کہ
اور اگر کسی حیوان مین سے حصہ مشاع یعنی مشترک کہ معین اور ممتاز نہین جیسے تہائی وغیرہ ہے
نہ یہ کہ سر اور پیر اور سارے عضو ہون خرید کرے تو جائز ہے اور اگر سارے حیوان کو بیچے اور اُسکے
سر اور کھال کا استثنا کرے تو جائز ہے اور کھال اور سر کی قیمت کے موافق اُس حیوان مین شریک
رہے گا اور یہ حکم سکونی کی روایت کے موافق ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف
ہے اور متاخرین نے اس روایت پر عمل نہین کیا ہے اس لیے کہ نامعلوم چیز کی بیع لازم آتی
ہے اور یہی قول وجہ دار ہے مگر جب کہ حیوان ذبح کیا ہو یا ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہون
تو اقوی صحت ہے ایسا ہی مسالک مین ہے اور اسی طرح اگر دو شخص یا زیادہ ملکر ایک حیوان
خرید کرین اور ایک شخص اُنمین سے اُس حیوان کے سر اور کھال کی اپنے لیے شرط کرے تو ان
دونون چیزون کی قیمت کے موافق اُس حیوان مین شریک ہو جائے گا اور اگر یہ کہے کہ اس
حیوان کو میری شرکت مین مول لے تو صحیح ہے اور یہ دونون اُس حیوان مین آدھے آدھے
کے شریک ہون گے اور ہر ایک کو آدھی آدھی قیمت دینی لازم ہو گی اور اگر ایک شریک

دوسرے شریک سے کہے کہ میرے حصے کی بھی قیمت اپنے پاس سے دیدے تو بھی صحیح ہے اور اگر وہ
حیوان ضایع ہو جائیگا تو نقصان اُٹھانے مین دونون شریک ہونگے اور اُسے پہونچتا ہے
کہ شریک کے حصے کی قیمت جو اُسکے کہنے سے دی ہے پھیر لے اور اگر ایک شریک دوسرے
شریک سے کہے کہ جو منفعت بیع مین حاصل ہوگی میرے تیرے درمیان مین مشترک ہوگی اور
اگر کچھ نقصان ہوگا تو تجھپر ہوگا اِسمین تردد ہے اور ایک روایت مین آگیا ہے کہ جائز ہے اور جو چاہے
کہ لونڈی مول لے تو اُسے مول لینے سے پہلے اُسکے مُنھ کا دیکھنا اور زینت کے مقامون کو مثل
ہاتھون کی ہتھیلیون اور پاؤن اور تلوون کے دیکھ لینا جائز ہے خواہ اُس لونڈی کا مالک
اجازت دے خواہ نہ دے اور جو شخص کوئی غلام مول لے اُسے سنت ہے کہ اُسکا نام بدل ڈالے
اور کچھ مٹھاس اُسے کھلائے اور کچھ تصدق کرے اور اُس عورت سے ہمبستر ہونا مکروہ ہے جو زنا سے
پیدا ہوئی ہو خواہ مالک سے ہمبستر ہو خواہ عقد سے اور یہی اظہر ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ مملوک اپنی قیمت
کو دیکھے کہ ترازو مین تولتے ہین کیونکہ نص مین وارد ہوا ہے اذا راہ فی المیزان لا یفلح یعنی جبکہ اُسے
ترازو مین دیکھیگا تو موجب فلاح نہوگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ ترازو کا ذکر نص مین اسواسطے واقع
ہوا ہے کہ قیمتونکا ترازو مین تولنا متعارف ہے نہین تو ترازو کے سوا مین اگر قیمت ہوگی تو بھی دیکھنا مکروہ
ہے اور اِس امر مین نظر ہے تیسری نظر اِس باب کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ
بندہ کسی چیز کا مالک نہین ہوتا جو کچھ کماتا ہے وہ اُسکے آقا کا مال ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین اگر آقا
بندے پر کوئی مقدار مقرر اور معین کرے کہ وہ اپنے کسب اور کام سے بہم پہونچا کے آقا کو دیدے تو جو کچھ اُس سے
زیادہ حاصل کریگا وہ اُسکا مالک ہوگا اور یہ مروی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے اوپر کی جنایت کی
دیت کا مالک ہوتا ہے یعنی اگر کوئی اُسپر ایسی خیانت کرے جو دیت دینے کی موجب ہو مثل ناک یا کان
کاٹنے وغیرہ کے تو اُس دیت کا بندہ مالک ہوتا ہے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر ہم کہین کہ
غلام ہر چیز کا مالک ہوتا ہے لیکن بندہ ہونے کے سبب سے بے اپنے آقا کی اجازت اپنے مال
مین تصرف سے ممنوع ہے تو یہ قول اچھا ہے دوسرا مسئلہ جو کہ بندہ مول لے اور اُس بندے کے
پاس کچھ مال ہو تو اُسکا مال اُسکے پہلے آقا کا مال ہے کہ جو اُسکا بایع ہے مگر یہ کہ خریدار بایع سے شرط
کرلے کہ وہ مال بھی میری ملک مین ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر بایع اُس مال سے

واقف نہو تو وہ مال بایع کا ہے اور اگر واقف ہے تو وہ خریدار کا مال ہے اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اگر کوئی مملوک خریدار سے کہے کہ تو مجھے خرید لے یہ روپیہ تیرا میرے ذمّے ہے تو وہ روپیہ بسبب اسکے لازم نہوگا گو اُسے وہ مول لے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کہنے کے وقت اگر کچھ مال رکھتا ہوگا تو لازم ہوگا اور اگر نہ رکھتا ہوگا تو لازم نہوگا اور یہی مروی ہے تیسرا مسئلہ جب کوئی شخص کسی غلام کو اُسکے پاس کے مال کے ساتھ خرید کرے بس اگر قیمت اُس مال کی غیر جنس ہو تو یہ خرید و فروخت مطلق یعنے خواہ زیادتی کے ساتھ ہو یا برابر ہو جائز ہے اور اسی طرح پر جائز ہے کہ اُسی مال کی جنس سے خریدے جس صورتین کہ ربوی نہ ہو یعنے مال ایسا ہو کہ زیادتی کے سبب سے ربا یعنے بیاز تحقق نہ ہو اس طرح سے کہ تول ناپ کی جنس سے نہ ہو اور اگر وہ مال ایسا ہو کہ جسمین زیادتی سے بیاز ہو جاتا ہو اور اُسی جنس سے خرید فروخت ہو تو ضرور ہے کہ اصل مال کی نسبت سے کچھ بڑھا کر دیدے کہ غلام کے مقابلے مین پڑ جائے اور بیاز لازم نہ آئے چوتھا مسئلہ بایع پر واجب ہے کہ اگر لونڈی بیچے تو اُسکا استبرا اُسکے بیچنے سے پہلے کرے یعنے دیکھ لے کہ پیٹ سے تو نہین ہے اگر اُس سے ہم بستر ہوا ہو اور یہ استبرا ایک حیض مین ہوتا ہے یا پینتالیس دن مین ہوگا اگر حیض نہ آتا ہو اور حائض کا سن رکھتی ہوگی اور اسی طرح پر خریدار کو بھی استبرا کر لینا چاہیے اگر لونڈی کے حال سے واقف نہو اور اگر کوئی عادل خریدار کو خبر دے کہ استبرا اِس لونڈی کا کر لیا ہے یا اُس لونڈی کی آقا عورت ہو یا لونڈی کم سن ہو کہ اُس سن سال مین حیض نہین ہوتا ہے یا حیض کے زمانے سے اُس کی عمر بڑھ گئی ہو یا پیٹ سے ہو یا حیض مین اُسے مول لے تو ان سب صورتون مین واجب نہین اور اُس سے ہمبستر ہو سکتا ہے مگر حیض کے ایام مین اگر حاملہ لونڈی خریدی ہے تو اُس سے آگے کی طرف سے ہمبستر ہونا چار مہینے دس دن ایام حمل کے گزرنے کے پہلے جائز نہین اور اِتنے دنون کے بعد ہمبستر ہونا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر ہمبستر ہو تو عزل منی کرے اور اگر عزل منی نکرے تو جو لڑکا کہ اُس لونڈی کے یہان پیدا ہوگا اُسے بیچنا مکروہ ہوگا اور سنّت ہے کہ اُسکے لیے کوئی حصہ اپنی میراث مین قرار دے پانچوان مسئلہ اگر ایسی بچے والیان لونڈیان خرید کرے کہ اُنکے بچے اپنی ماؤن سے مستغنی نہ ہوئے ہون تو اُن بچّون کو

اُنکی ماؤن سے جدا کرنا حرام ہے اور بعضے مکروہ کہتے ہین اور یہی اظہر ہے اور لڑکے کو مان سے سات برس کے سن مین استغنا ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ رضاع سے استغنا تفرقے کے جواز مین کافی ہے کہ رضاع پورے دو سال ہین اور پہلا قول اظہر ہے چھٹا مسئلہ جو لونڈی خریدے اور اُس سے لڑکا جنوائے اور اُسکے بعد ظاہر ہو کہ اِس لونڈی کو غیر مالک نے بیچا ہے اور یہ دوسرے شخص کا مال ہے اور مالک اُسے خریدار سے چھین لے تو ہمبستر ہونیوالے کو لازم ہے کہ اگر لونڈی باکرہ تھی تو اُسکی قیمت کا دسوان حصہ اور اگر باکرہ نتھی تو اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ مالک کو دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے ذمے پر مہر مثل ہے اور پہلا قول مروی ہے اور وہ لڑکا جو اُس لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے آزاد ہے غلام نہین ہے اِسلیے کہ آزاد سے حاصل ہوا ہے اور اُسکے باپ پر واجب ہے کہ اُس لڑکے کی قیمت اگر لونڈی کے پیٹ سے جیتا پیدا ہوا ہے اُس لونڈی کے مالک کو دیدے اِسلیے کہ یہ نما یعنی بڑھوتری اُسکی مِلک مین ہوئی ہے اور اُسکے حق نے لڑکے سے تعلق کیا ہے اور اُسکا تاوان بایع سے بھرے گا اور آیا مہر مثل یا اُجرت ہمبستری کا تاوان جیسا کہ بیان ہوا ہے بایع سے لیگا یا نہ لیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ لے لیگا اِسلیے کہ بایع نے اُس لونڈی کو بیچا تھا اور ہمبستری کی اباحت بے عوض کے کی تھی بس اِس ہمبستری کا کوئی عوض نتھا تاوان کا متکفل بایع کو ہونا پڑیگا اور بعضے کہتے ہین کہ جب مہر مثل یا اُجرت ہمبستری کے مقابلے مین ہمبستری متحقق ہے پھر تاوان بھرنا بایع پر نہین ہے ساتوان مسئلہ جو لونڈی غلام دارالحرب سے زمان غیبت امام علیہ السلام مین بے اذن حضرت لیے جاتے ہین اُنکی ملکیت اور لونڈیون سے ہمبستر ہونا جائز ہے خواہ اُنھین مسلمان دارالحرب سے لائے ہون یا کافر لائے ہون ہرچند کہ اُسمین امام علیہ السلام کا بھی حق ہے اور بعضے قول پر پورا حق حضرت ہی کا ہے جیسا کہ اپنے مقام مین بیان ہوگا آٹھوان مسئلہ جب کوئی شخص ماذون غلام کو جسے اُسکے آقا کی طرف سے خرید فروخت کی اجازت ہے کچھ مال دے کہ اُسمین کے کچھ مال سے غلام خرید کرکے آزاد کرے اور باقی مال سے حج کرے پھر وہ ماذون غلام اپنے باپ کو اُس مال سے خرید کرکے آزاد کرے اور باقی مال بھی اپنے باپ کو دے کہ مالک کی طرف سے حج ادا کرے پھر اُسکے بعد ماذون غلام کا آقا اور اُسکے غلام باپ کا آقا اور صاحب مال کے ورثہ آپسمین تنازع کرین اور ہرایک دعویٰ کرے کہ اِس ماذون غلام نے میرے مال سے اُسے خرید کیا ہے

تو غلام کو اُسی غلام کے آقا کے حوالے کرینگے اور دونون مدعیون سے ثبوت مانگین گے جو ثبوت
دیدیگا اُسکے دعوے کے ثبوت پر حکم کرینگے اور یہ قول روایت ابن اشیم کے موافق ہے کہ جناب امام
محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور بعضون نے اِس روایت کے ضعف کا حکم کیا ہے کہ راوی
غالی تھا اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہے کہ اُسے ماذون غلام کے آقا کے حوالے کرینگے اگر مدعیون کے
پاس ثبوت نہوگا اور یہی قول اشبہ ہے نوان مسئلہ جب کسی غلام کو ذمہ داری پر مول لے یعنی وہ
غلام خرید فروخت کے وقت موجود نہو اور بایع اُسکے پاس دو غلام لائے اور کہے کہ اِن دونون مین سے
جسے چاہے لے اور خریدار کے پسند کرنے سے پہلے ایک غلام بھاگ جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ وہ غلام بھاگا ہوا دونون کا مال ہے اور خریدار آدھا روپیہ قیمت کا بایع سے مانگ لیگا اور اگر وہ
بھاگا غلام چلا آئے تو اُسے لے اور اگر نہ آئے تو اِس موجود غلام مین بایع مشتری دونون آدھے
آدھے کے شریک ہین اور یہ قول خریدار کے حق کے اِن دو غلامون مین منحصر ہونے کے سبب سے ہے
اور اگر ہم یہ کہین کہ وہ غلام خریدار کے پاس سے بھاگ گیا ہے تو خریدار اُسکی قیمت بایع کو پھیر دینے کا ضامن
ہے اور خریدار کو پہونچتا ہے کہ اُسکا غلام جو بایع کے ذمے ہے اُس سے اُسے مانگے تو یہ قول خوب ہے
اور اگر ایک غلام کو دو غلامون مین سے خرید کرے تو عقد بیع صحیح نہین اِسلیے کہ بیع مجہول ہوئی جاتی ہے
اِس مسئلے مین دوسرا قول موہوم ہے کہ کوئی دلیل نہین رکھتا ہے اور وہ قول اِس بیع کے جواز کا
اُس صورت مین ہے کہ دونون غلام صفتون مین برابر ہون دسوان مسئلہ جب کوئی لونڈی کئی
شریکون مین مشترک ہو اور ایک شریک اُس سے ہمبستر ہو اگر حرمت سے وہ ناواقف ہو تو اُسے حد
لگانا نہین پہونچتا ہے اور اگر حرام ہونے سے واقف ہو تو اُسے زنا کی حد سو کوڑے لگانا چاہیے
اور اِس صورت مین قتل حد زنائے محصن کی نہین ہے اِسلیے کہ اُس لونڈی کے کسی حصے کا مالک تھا
مگر حد سے اُس حصے کے موافق حصہ کم ہوگا اگر آدھے کا شریک ہوگا تو آدھی حد اور چوتھائی کا شریک
ہوگا تو چوتھائی حد ساقط ہو جائے گی اور باقی اسی قیاس پر ہوگا بعض ہمبستر ہونے سے اور شریکون کے
حصون کی قیمت اُس سے لین گے اور اگر لونڈی کو پیٹ رہجائیگا تو اُسکی قیمت کرینگے اور حصہ قیمت
کا لیکر شریکون کو دیدینگے اور اگر لڑکا زندہ پیدا ہوگا تو اُسکی بھی قیمت کرکے جتنا اُن شریکون کا حصہ
ٹھہریگا اُسمین بھی اُنھین دیدینگے اور لڑکا آزاد ہوگا اِسلیے کہ آزاد سے حاصل ہوا ہے گیارھوان مسئلہ

دو غلام کہ اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت مین ماذون ہین اگر ان مین سے ہر ایک دوسرے کو اُسکے مالک سے مول لیلے تو پہلے عقد کی صحت کا حکم کرین گے اسلیے کہ دوسرا عقد دوسرے غلام سے اُسکے آقا کی طرف سے اُسوقت مین واقع ہوا ہے کہ وہ اُسکی غلامی سے نکل آیا تھا اور دوسرے آقا کا غلام ہو گیا تھا بس صحیح نہین ہے اور اگر دونون عقد ایک ہی زمانے مین ہون تو اُنکے بطلان کا حکم کرین گے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ قرعے سے فیصلہ کرنا چاہیے اور دوسری روایت مین وارد ہوا ہے کہ جتنی مسافت پر کہ دونون غلام گئے ہین اُسکی پیمایش کرنا چاہیے جس غلام کی مسافت کم ہو گی اُسکے عقد کی صحت کا حکم کرنا چاہیے اور پہلا قول اظہر ہے بارھوان مسئلہ جو شخص ایسی لونڈی کو مول لے کہ صلح کی زمین سے چرا لائے ہین اُسے پہونچتا ہے کہ اُسے پھیر دے اور بایع سے قیمت لے لے اور اگر بایع مر گیا ہو گا تو اُسکے وارثون سے لیگا اور اگر بایع کا کوئی وارث نہوگا تو وہی لونڈی کما کر اپنی قیمت بھر خریدار کو دیگی اور بعضے کہتے ہین کہ یہ لونڈی لقطہ کا حکم رکھتی ہے کہ راہ سے اُٹھا لیا ہو اور اپنے مقام مین لقطہ مذکور ہو گا اور اگر اسکے قائل ہون کہ اُسے حاکم شرع کے سپرد کرین اور قیمت کما کر بھرنے کی تکلیف ندین تو اشبہ ہے

دسوین فصل بیع سلف مین ہے اور اِسے بیع سلم بھی کہتے ہین اور اِسمین کئی مقصد ہین — پہلا مقصد بیع سلم اُسے کہتے ہین کہ کوئی مال بایع کے ذمے معلوم مدت پر موجود مال یا حکمی موجود مال کے بدلے خرید کرین اور موجود مال وہ ہے جو عقد سلم کی مجلس مین خریدار کے ہاتھ مین دکھائی دیتا ہو اور حکمی موجود مال وہ ہے کہ جو عقد سلم کے وقت بغل مین یا گھر مین یا صندوق مین ہو اور مجلس کے تفرق کے پہلے دیدے اور یہ بیع اسلمت اور اسلفت کے لفظون سے منعقد ہوتی ہے یعنی بیع سلم کی مینے معنے یا بیع سلف کی مین نے خواہ عربی زبان مین یا غیر عربی زبان مین کہے اور نیچنے اور مول لینے کے لفظ سے منعقد ہو جاتی ہے اور اگر موجود کی بیع سلم کے لفظ سے اِسطرح پر کرین کہ مین نے تجھے سلم پر یہ اشرفی بدلے مین اِس کتاب کے دی اِسمین خلاف ہے اشبہ یہی ہے کہ واقع ہو جائیگی اِس نظر سے کہ بایع مشتری کے مقصود بیع موجود ہے اور جائز ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے بدلے مین بیع سلم کرین جبکہ وہ دونون چیزین جنس مین مختلف ہون اور اِسطرح

چیز کے بدلے چاندی سونا لینا سلم کے طور پر یا چاندی سونے کے بدلے جنس لینا جائز ہے اور
جائز نہین کہ چاندی سونے کے بدلے چاندی سونا سلم کے طریق سے لین گو مختلف بھی ہون
کہ ایک بدل چاندی اور دوسرا سونا ہو اسلیے کہ انکے معاوضون مین قبضہ شرط ہے جسطرح کہ
صرف مین بیان ہو چکا ہے دوسرا مقصد بیع سلم کی شرطون مین ہے اور شرطین چھ ہین
پہلی اور دوسری شرط جنس کا بیان اور وصف کا بیان ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ
جو ایسی صفت ہو کہ جسکے سبب سے قیمت بدلجایا کرتی ہے اُس صفت کا بیان لازم ہے اور اُس
صفت مین کامل کا مطالبہ نکرینگے کہ انتہا کو پہونچی ہو بلکہ اطلاق کافی ہے اور جائز ہے کہ
شرط کر لین کہ کھری قسم مین سے دیگا یا ناقص مین سے اور اگر شرط کرین کہ اجود دے تو یہ
صحیح نہین اسلیے کہ اجود کا پیدا کرنا مشکل ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر اردی کی شرط کرین اور
اگر کہین کہ اردی کی شرط کی صورت مین اگر بایع اجود دے تو واجب ہے کہ مشتری قبول کرلے
بس تنازع سے چھٹکارا اور برات ذمہ ہوسکے گی بس یہ شرط جائز ہے تو یہ قول خوب ہے اور ضرور
ہے کہ عبارت معلوم وصف پر دال ہو اور بایع اور مشتری کے درمیان مین الفاظ کے معنے ظاہر ہون
اور اگر بایع مشتری مین کوئی اختلاف واقع ہو تو معنو نکے معلوم ہونے سے تنازع رفع ہوسکے
اور اگر مبیع ایسی جنسون مین کا ہو کہ جس کا وصف سے تعین نہ ہوسکتا ہو تو ایسے بیع مین سلم
جائز نہین مثل کچے پکے گوشت اور روٹی کے اور حیوان کی کھالین تردد ہے کہ وصف سے منضبط
ہوتی ہین یا نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کھالون مین بیع سلم جائز ہے جس صورت مین کہ اُس کھال کو دیکھ لین
اور دیکھ لینا بیع سلم کے منافی ہے اسلیے کہ بیع سلم مین مبیع کا موجود ہونا شرط نہین اور تراشے
ہوئے تیر مین بیع سلم جائز نہین اسلیے کہ وصف سے منضبط نہین ہوسکتا ہے اور اسیطرح جواہر
اور موتیون مین بیع سلم جائز نہین اسلیے کہ اُنکی تعیین مشکل ہے اور اُنکی قیمتون مین اوصاف
کے بدلنے سے بہت فرق ہو جاتا ہے اور اسیطرح زمین مین اور پانی مین بیع سلم جائز نہین اور
ساگ پات ترکاری میوئون اور زمین کی روئیدگی مین اور انڈے اور اخروٹ اور بادام اور
حیوان اور انسان اور دودھ اور چکنائی اور روئی اور کپڑے اور خوشبو اور پہننے کی چیزون مین
اور مفرد مرکب دواؤن مین اس شرط سے کہ اُن مرکب دواؤن کی مقدار اجزا کی معین ہو جائے بیع سلم

جائز ہے اور اسی طرح چیز دو مختلف جنسون مین بیع سلم ایک عقد سے جائز ہے اور دودھیل بکری کی
بیع سلم جائز ہے اور خریدار کو دیتے وقت دودھ کا چھاتیون مین ہونا لازم نہین بلکہ اُس بکری کی شان
سے دودھ دینا ہو اور بیع سلم ایسی بھیڑ مین جائز ہے کہ جسکے ساتھ بچہ ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ
جائز نہین کیونکہ دینے کے وقت کبھی بچہ ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا ہے اور بیع سلم مین ضرور ہے کہ
مبیع دینے کے وقت عزیز الوجود نہو اور اسیطرح حاملہ لونڈی کی بیع مین تردد ہے اسلیے کہ حمل مجہول
ہے اور ریشم کے کیڑون کی بیع سلم مین تردد ہے اسلیے کہ اُسکے اندر ایک کیڑا ہوتا ہے اگر زندہ ہوتا
ہے تو سوراخ کرکے نکلجاتا ہے اور اگر مرا ہوتا ہے تو میتہ کا حکم رکھتا ہے اور صحیح یہی ہے کہ جائز ہے
اسلیے کہ اُس سے مقصود ریشم ہے اور وہ میوے کے بیج اور گٹھلی کے قبیل سے ہے تیسری شرط
یہ ہے کہ مبیع کی اصل قیمت پر قبضہ تفرق مجلس سے پہلے ہو اور اگر بایع اور مشتری قبضے سے
پہلے متفرق ہوجائین تو بیع سلم باطل ہے اور اگر قیمت مین کچھ پر قبضہ کرے تو اُسیقدر مین
بیع سلم جاری ہوگی اور باقی مین باطل ہوگی اور اگر شرط کرے کہ مبیع کی قیمت اُس سارے قرض
مین سے ہو جو بایع کے ذمے ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیع سلم باطل ہوجائے گی اسلیے کہ قرض
کی بیع قرض سے ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور یہی قول اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ عقد
بیع سلم بایع کے ذمے کے دین پر اگر واقع ہوگا تو قرض کی بیع قرض سے ہوگی اور یہ اتفاق سے
باطل ہوگی اور اگر عقد نقد پر واقع ہو پھر اُس قرض کا مقاصہ ہو تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اس صورت مین صحت اقوی ہے اور احوط بطلان ہے چوتھی شرط مبیع کی مقدار کی تعیین
اُسی ناپ تول سے ہو جو لوگون مین مشہور ہے اور اگر ایسے پیمانے پر جو بیع کے وقت معلوم نہو اعتماد
کرین ہرچند وہ پیمانہ واقع مین معین ہو تو صحیح نہین اور بیع سلم کپڑے مین گز سے اور اسی طرح جو چیز
کہ گز سے بکتی ہے اُسمین جائز ہے اور جسمین گنتی ہوتی ہے اُسمین آیا بیع سلم گنتی سے جائز ہے
یا نہین اُسمین تردد ہے اور اوجہ یہی قول ہے کہ جائز نہین یعنی جسمین گنتی سے انضباط نہین ہوتا
ہے اور اُسکے افراد مین اختلاف ہوتا ہے مثل انار وغیرہ کے اُسمین بیع سلم گنتی سے جائز نہین ہے
اور وہ تول سے جائز ہے اور اگر اُسکی فردون مین تفاوت نہوتا ہو مثل اخروٹ اور انڈے وغیرہ کے
کہ اُنکی تعیین وصف سے ہوسکتی ہو تو اُسمین جائز ہے اور جائز نہین بیع سلم بانس اور نیزون مین

ہاتھونکی ناپسے اور لکڑیون مین گٹھون سے اور نہ توڑنیوالی چیزون مین ایک توڑ دو توڑسے اور نہ پانی مین
مشک سے جائز ہے اور اسیطرح یہ لازم ہے کہ اصل قیمت متعین ہو اُس شہر کی مشہور معلوم ناپ
یا تول سے اور قیمت کو صرف آنکھ سے دیکھ لینے پر اکتفا کرنا جائز نہین اور بایع کو غیر معین مقدار
مثل ایک مٹھی روپیہ یا ایک ڈھیر گیہون دیدینا کفایت نہین کرتا ہے پانچوین شرط مدت
کی تعیین ہے بس اگر غیر معین کوئی مدت بیان کرے جیسے کہے کہ جب چاہے تو یا وہ زمانہ کہے
کہ جسمین زیادتی کمی محتمل ہو مثل پھر آنے حاجیون کے تو بیع باطل ہے اور اگر مبیع کو حال مین بمدت
کے لفظ سلم سے مول لے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل ہے اسواسطے کہ سلم کے معنے حال کی خرید وفروخت
کے نہین ہین اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح ہے اور جواز مروی بھی ہے مگر شرط یہ ہے کہ عقد بیع کے
وقت مین اُس مبیع کا موجود ہونا عام ہو چھٹی شرط یہ ہے کہ مبیع مدت کے تمام ہونے کے وقت مین
اکثر پایا جاتا ہو گو بیع کے وقت معدوم ہو اور لازم ہو کہ دونون بایع مشتری کو مدت معلوم ہو اور جبکہ
جمادی تک کہے تو جمادی اول سے پس اور اگر ربیع تک کہے تو ربیع اول پر محمول کرنا چاہیے اور اگر
جمعرات یا جمعے کی مدت معین کرے تو پہلی جمعرات پر اور پہلے جمعے پر محمول ہوگی اور اگر مدت ایک مہینے
کے گزرنے کی ہو اور اُس مہینے کو معین نکرے تو دو چاند دن کے درمیان کے دنون کی گنتی پر یا
تیس دن کے گزرنے پر محمول ہوگی اور اگر کہے کہ فلان چاند تک تو اُس مہینے کی چاند رات کے پہلے
جز کے آتے ہی وقت عرف کی نظر سے ادا کا پہونچے گا اور اگر دو مہینے تک کی مدت کہے اگر عقد پہلی کو
واقع ہوا ہے تو پورے دو ہلالی چاند دن کا حساب کر لینا چاہیے اور اگر اُس مہینے کے اثنا مین عقد
بیع واقع ہوا ہے تو جب تیسرے مہینے کے دن پہلے مہینے کے گزرے دنون کی گنتی کے موافق
گزر لین گے جب بیع سلم کے مبیع کی ادا کا وقت پہونچے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد کے مہینے کو
تیس دن کا لینا چاہیے اور یہی اشبہ ہے اور اگر جمعرات کے دن تک کو کہے تو ادا کا وقت اُسکی
رات کے پہلے جز کے داخل ہونے کے وقت سے آجاتا ہے اور بیع سلم مین مبیع کے دینے کی جگہ کا
ذکر شرط نہین اور یہی اشبہ ہے گو پہونچانے مین حرج ہو کہ مواضع کے اختلاف سے تسلیم یعنی ادا سے
مبیع مختلف ہو اسلیے کہ مکان کی شرط ہونے سے برات ذمہ اصل ہے بے کسی دلیل کے اُسکے واپس
شرط لینے کا حکم نہین ہوسکتا ہے اور جو دلیلین کہ اُسکے اشتراط مین بیان کی ہین وہ ناتمام ہین

تیسرا مقصد بیع سلم کے حکمون مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جب کسی چیز کو بیع سلم سے مول لے تو وعدے کے وقت کے پہونچنے سے اُسے دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین اور اداکے وقت کے پہونچنے کے بعد گو قبضہ بھی نکیا ہو بایع اور غیر بایع کے ہاتھ بیچنا جائز ہے مگر کروہ ہے اور اگر مبیع کو بایع سے لیلے اور اُسکے بعد بیچے تو کراہت زائل ہو جاے گی اور بعضے فقہا مبیع کی ناپ یا تول کی جنس کے ہونے کی صورت مین قبضے سے پہلے بیع کے حرام ہونے کے قائل ہوے ہین **دوسرا مسئلہ** جب کہ بایع زیادہ ناقص مبیع کو اُس صفت سے جو مقرر کی تھی خریدار کو دے اور خریدار اُسپر راضی ہو جائے تو بیع سلم صحیح ہے اور بایع بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اُسی معین صفت کا مبیع لاے تو خریدار پر واجب ہے کہ اُسپر قبضہ کرے اور بایع بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر خریدار اُسے نلے اور بایع قبضے کے لیے حاکم سے رجوع کرے تو حاکم کو قبضہ کرنا چاہیے اور اگر قرارداد سے بہتر دے تو بھی خریدار پر واجب ہے کہ قبول کرلے اور اگر مقدار سے سوا دے تو زیادتی کا قبول کرنا واجب نہین اور اگر غیر جنس سے دیگا تو بری الذمہ نہوگا مگر جبکہ خریدار کو رضامند کرلیگا **تیسرا مسئلہ** جب کوئی شخص گیہون کی کوئی مقدار مثلاً سو روپئے کو خریدے اور شرط کرلے کہ پچاس روپئے کسی مدت کے بعد دونگا تو ایک قول پر سلم سب مین باطل ہو جائیگی **مترجم** کہتے ہین کہ بطلان کا سبب یہ ہے کہ یہان سو روپئے قیمت ہین کہ آدھے اُسکے حال ہین اور آدھے مدت پر ہین اور میعادی قیمت مین بیع سلم باطل ہے اور وہ جو آدھی قیمت نقدی اُسمین بھی بیع سلم پائی نہین جاتی ہے اسلیے کہ نقد مین اور میعادی مین تفاوت ہوتا ہے اور یہان وہ تفاوت معین نہین پس آدھے مین بیع جاری نہوگی اور زیادتی غیر معین ہے اِسیواسطے بیع باطل ہو جائیگی کہ مجہول ہوئی اور اگر پچاس دے اور باقی کو بایع کے ذمے کے اپنے قرضے مین جوڑ دے تو جتنے دیے ہین اُسمین بیع سلم صحیح ہے اور قرضے مین کاٹے ہوے کے مقابل مین باطل ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے **چوتھا مسئلہ** اور اگر مبیع کے اداکرنے کے مقام کی شرط کرلین اور بایع مشتری غیر مشروط پہ راضی ہون تو جائز ہے اور اگر اِن دونون مین سے ایک بھی نمانیگا تو اُسپر جبر نکرینگے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اُسپر جبر نکرینگے اِس امر مین کہ غیر مشروط مکان مین لے یا دے **پانچوان مسئلہ** جب خریدار مبیع پر قبضہ کریگا پس وہ متعین ہو جاے گا اور بایع بری الذمہ ہوگا اور اگر اُسمین عیب نکلے اور اُسکے سبب سے خریدار پھیر دے تو اُسکی ملک سے نکل جائیگا اور بایع پر

خریدار کا حق باقی رہیگا جبتک کہ بے عیب مال پہونچا نہ دیگا **چھٹا مسئلہ** جبکہ خرید کی قیمت مین کوئی عیب
نکلے پس اگر وہ قیمت اپنی جنس کے خلاف ہے تو عقد بیع باطل ہے اور اگر اپنی جنس سے تو ہے
مگر عیب دار ہے تو بایع کو اختیار ہے خواہ تفاوت قیمت لیلے یا پھیر دے **ساتوان مسئلہ** جب
بایع مشتری قیمت کے قبضے مین اس طریق سے اختلاف کرین کہ ایک کہے کہ تفرق سے پہلے
قبضہ ہوا ہے اور دوسرا کہے کہ بعد ہوا ہے پس اعتبار کے قابل قول صحت عقد بیع کے مدعی کا
قول ہے یعنی جو کہے کہ قبضہ تفرق سے پہلے ہوا ہے اور اسکا مدعی ثبوت نہ دے سکے تو اُسے
قسم دینگے اور اُسی کے قول کو قبول کرینگے اور اگر بایع کہے کہ مین نے قبضہ کیا تھا اور پھر تجھے
تفرق سے پہلے پھیر دیا تھا تو بایع کا قول اعتبار کے قابل قول ہے قسم کے ساتھ اسلیے کہ صحت بیع
کا مدعی ہے **مترجم** کہتے ہین کہ مراد اس سے یہ ہے کہ دونون اس مین متفق ہین کہ قیمت خریدار کے
پاس ہے اور اختلاف تحقیق صحت بیع مین ہے اور بایع ادعائے صحت کرتا ہے تو اس صورت
مین قبول کرنے کے قابل بایع کا قول ہے **آٹھوان مسئلہ** جبکہ مبیع کے ادا کرنے مین بایع کسی
حادثے کے پڑ جانے کے سبب سے دیر کرے اور اُس مبیع کے پائے جانے کے زمانے کے منقطع ہونے
کے بعد خریدار اُسے بایع سے مانگے تو خریدار کو اسمین اختیار ہے کہ خواہ بیع کو فسخ کر ڈالے یا اتنا صبر کرے
کہ مبیع کے پائے جانے کا زمانہ آجائے اور اگر مبیع مین سے کچھ پر قبضہ نکرے تو اس صورت مین مختار
ہے کہ باقی کی طلب مین صبر کرے یا سب مین فسخ کر ڈالے اور جتنے پر قبضہ کر چکا ہو اُسے بھی پھیر دے
نوان مسئلہ جب کوئی قرضخواہ کو اُسکے قرضے مین کوئی چیز دے اور اُسکی قیمت مشخص نکردے اُسکا
حساب قبضے کے دنکے نرخ سے کرنا چاہیے **دسوان مسئلہ** جائز ہے بیچنا قرضے کا جو کسی پر ہو بعد میعاد
گزر جانے کے خواہ دیندار کے ہاتھ بیچے خواہ اور کے ہاتھ بیچے پس اگر اُسے موجود مال کے عوض مین
بیچے تو صحیح ہے اور اگر ایسے مال کے عوض مین بیچے جو کسی کے ذمے ہے اور اُسکی ادا کا وقت
آچکا ہے تو یہ بیع بھی صحیح ہے اور اگر یہ شرط کرے کہ بعد کسی معین مدت کے قیمت دے تو بعضے
فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع باطل ہے اسلیے کہ قرض کی بیع قرض سے ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا مکروہ
کہتے ہین اور یہی قول اشبہ ہے **گیارھوان مسئلہ** جبکہ بیع سلف کرے کسی چیز مین مثل گیہون کے
اور اُسکے ساتھ شرط کرے کسی دوسری معین چیز کی مثل معین کپڑے کے تو بیع صحیح ہے خواہ وہ معین جسم

کہ شرط کی ہے فوری ہو یا میعادی ہو اور اگر بکریون مین بیع سلم کرے اور اُنکے ساتھ شرط کرے کہ معین
بھیڑون کی اون بھی دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ اون
تو بیجاتی ہے اور اسکی بیع بکریون کی پیٹھ پر جائز نہین اسلیے کہ مقدار مجہول ہے اور یہی اشبہ ہے اور
اگر بیع سلم مین شرط کرلے کہ کپڑا معین عورت کے کاتے سوت کا ہو یا غلے مین شرط کرے معین کھیت کی
پیداوار کی تو جائز نہین اسلیے کہ شاید وہ عورت بیمار ہوجائے کہ نہ کات سکے یا خود سے اس کام کو چھوڑ دے
اور اسی طرح شاید اُس معین کھیت سے غلہ بھی بہم نہو

چوتھا مقصد بیع کے اقالے یعنی اگلی بیع کے فسخ کرنے کے حکمونمین ہے اور نئی بیع نہین ہے
خواہ بایع مشتری کے حق مین ہو یا اُنکے سوا کے حق مین ہو کہ جیسے بایع و مشتری کے وارث ہین اور
بعضے عامہ کہتے ہین کہ اقالہ نئی بیع ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگلی بیع کا فسخ ہے بایع مشتری کے
حق مین اور شفیع کے حق مین اقالہ نئی بیع ہے کہ اقالہ بیع سے شفیع دعوی شفعہ کا کرسکتا ہے
اور امامیہ مذہب کے عالمون کے نزدیک مطلق فسخ بیع ہے اور اُسپر بیع کے احکام ثبوت شفعہ وغیرہ
کی قسم سے مترتب نہین ہوتے ہین اور بایع مشتری کو پہلی قیمت سے کم زیادہ پر بیع کا اقالہ جائز نہین
اور اگر کمی اور زیادتی کی شرط کرینگے تو اقالہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اقالہ اگلے عقد کا فسخ ہے کہ بایع
کو بیع پھیر دینے کا اور خریدار کو قیمت کے پھیر دینے کا بے کمی زیادتی کے مقتضی ہے اور بیع کا اقالہ پورے
بیع مین اور بعض بیع مین صحیح ہے خواہ وہ بیع سلم ہو یا اُسکے سوا ہو تین فرعین **پہلی فرع** شفعہ بیع
کے اقالے کے سبب سے ثابت نہین ہوتا ہے اسلیے کہ شفعہ بیع کا تابع ہے **دوسری فرع**
دلال کی دلالی بیع کے اقالے سے جاتی نہین رہتی ہے اسلیے کہ بیع کے واقع کرنے سے پہلے اُسکے
حق نے تعلق کیا ہے **تیسری فرع** جبکہ دونون عقد کرنیوالے اقالہ کرتے ہین تو دونون بدلونمین سے
ہر ایک اپنے اصلی مالک کو پہونچتا ہے اگر ہر ایک مبیع اور قیمت موجود ہوگا تو اُسکا مالک اُسے
لے لیگا اور اگر جاتا رہا ہوگا تو اُسکے مثل کو لے لیگا اگر مثلی ہوگا اور نہین تو اُسکے دام لے لے گا اور اس
مسئلے مین اور دوسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ضایع ہوجانے پر اقالہ مطلق باطل ہے اور
بعضے کہتے ہین قیمت کی چیز ہو یعنی اُسکا مثل نہوتا ہو تو اقالہ جائز نہین اور اگر اُسکا مثل ہو تو اقالہ
جائز ہے خواہ تلف ہو یا نہ ہو

پانچوان مقصد قرض کے بیان مین ہے اور نظر تین امرون مین ہے **پہلی نظر قرض کی حقیقت** کے بیان مین ہے اور قرض ایک ایسا عقد ہے کہ ایجاب پر مشتمل ہوتا ہے کہ کہے کہ قرض مین نے دیا تجھے یا اور عبارت جو اس معنون مین ہو جیسے تصرف کر تو اسمین اور تو اس سے منتفع ہو اور تجھپر اسکا عوض ہے اور قبول پر مشتمل ہوتا ہے یعنی قبول کا محتاج ہوتا ہے اور وہ ایسی ایک لفظ ہے جو ایجاب سے رضامند ہونے پر دلالت کرتی ہے اور منحصر کسی عبارت مین نہین ہے اور قرض دینے مین ثواب عظیم ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا کے لیے محتاج کی مدد کرنے مین اور اصل مال پر اکتفا کرنے مین حاصل ہوتا ہے بس اگر نفع کی شرط سے قرض دے تو نفع حرام ہے اور وہ قرض دینے والے کی ملک نہین ہوتا ہے اور اگر تبرع اور چھوڑ دینے کے طور سے قرض لینے والا کچھ دے یا کسی شرط یا عوض کے کہ اسمین ایک اور صفت زیادہ ہو جائے اور قرض دینے کے وقت شرط اُس صفت کی نکرے تو جائز ہے اور اگر قرض دینے والا شرط کرے کہ چھوٹے روپیون کے بدلے درست روپیے لونگا تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور درست جائز نہونا ہے اسلیے کہ مثل کا مبادلہ مثل سے حکمی زیادتی کے ساتھ ہے اور یہ بھی بیاز ہے جس طرح کہ بیان ہوچکا **دوسری نظر** اُس چیز کے بیان مین ہے کہ جسکا قرض دینا صحیح ہے اور وہ ہر ایک ایسی چیز ہے جسکا وصف اور مقدار منضبط ہو جائے بس جائز ہے قرض دینا سونے چاندی کا تول کے طور سے اور گیہون اور جو کا ناپ سے اور تول سے اور روٹی کا تول اور گنتی سے زمانے کے متعارف کی نظر سے کہ روٹی کو گنتی سے بھی اور تول سے بھی بیچتے ہین اور جو جنس کہ جسکے اجزا ایک دوسرے کے مثل ہون تو قرض لینے والے کے ذمّے پر ہے کہ وہی دے جیسے جو گیہون چاندی سونا ہے اور جسکے اجزا اسمین مساوی نہون تو قرض لینے والے کے ذمّے پر لازم ہوتا ہے کہ اُسکی قیمت ادا کرے جو قرض لینے کے وقت مین تھی اور اگر اسکے قائل ہون کہ اُسکا مثل بھی لازم ہوتا ہے تو بہتر ہوگا اور قرض دینا لونڈیون کا جائز ہے اور موتیون کے دانون کے قرض دینے کو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اسلیے کہ وصف سے منضبط نہین ہوتے ہین کہ مثل سے اُنکی ادا کرسکے اور جسمین کہ وصف سے تعیین نہ ہوسکے اسمین قیمت اُنکنے والون کے قول کی نظر سے سزاوار ہے کہ ہم قائل ہو جائین کہ موتیون کے دانون کا قرض دینا جائز ہے **تیسری نظر** قرض کے حکمو مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** قرض مقترض یعنی قرض لینے والے کے

قبضے سے اُسکی ملک ہوجاتا ہی نہ اُسمین تصرف کرنے سے اسلیے کہ تصرف ملکیت کی فرع ہے اور اگر ملکیت تصرف سے مشروط ہوگی تو تصرف کی فرع ہوجائے گی اور شئ کا تقدم اپنے نفس پر لازم آجائے گا اور آیا مقرض یعنی قرض دینے والے کو پہونچتا ہے کہ جو کچھ قرض دیا ہے اُسے قرض لینے والے سے پھیرلے ہرچند قرض لینے والا راضی نہو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ پھیرنا جائز نہین اور یہی اشبہ ہے اسلیے کہ جب قرض لینے والے کی ملک ہوجاتا ہے اور فائدہ ملکیت کا یہی ہے کہ مسلط ہے تو اُسے قرض دینے والا زبردستی اور غلبے سے نہین پھیر سکتا ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی معین مدت قرض کی ادا کے لیے شرط کرین تو اُس مدت کا انتظار لازم نہین بلکہ سب وقتون مین مطالبہ پہونچتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر کسی حق کی ادا حال مین لازم ہو اور اُسمین تاخیر قرارداد ہوجائے اِس قرارداد سے حق مؤجل یعنی میعادی نہوجائیگا اور اِس بارے مین ایک روایت منقول ہوئی ہے کہ تاجیل کے ثبوت پر قرض مین دلالت کرتی ہے اور اِسپر عمل نہین کیا ہے اور اسے استحباب پر محمول کیا ہے اور اِسمین کوئی فرق نہین کہ وہ حق مہر ہو یا کسی مال بیچے ہوئے کی قیمت وغیرہ ہو اور جس حق کی ادا حال مین ثابت ہو اُسمین تاخیر کرے حق سے کچھ زیادہ دینے پر تو یہ زیادتی اور تاخیر لازم نہوجائے گی مگر صحیح ہے کہ اگر کسی میعادی حق کو اِسوقت لے تو اُسمین سے کچھ چھوڑدے تیسرا مسئلہ جس شخص پر کسی کا کچھ آتا ہو اور وہ شخص کہ جسکا یہ دینا چاہتا ہے ایسا غائب ہوجاے کہ اُسکا پتا ہی نملے تو اُس دیندار پر واجب ہی کہ اُسکے ادا کی نیت کیے رہے کہ جب وہ غائب پیدا ہوجائے گا تو ادا کردونگا اور اگر دیندار کی وفات کا وقت آجاے تو وصیت کردی کہ یہ دین اُس شخص کا ہے اِسے اُس تک پہونچادین اور اگر اُس غائب کا مرجانا ثابت ہوجاے تو اُسکے وارثون کو دیدین اور اگر جسکا دین ہے اُسے نہ پہچانتا ہو تو اُسکی تلاش مین بہت کوشش کرے اور جب اُس سے ناامید ہوجائے تو بعضے کہتے ہین کہ اسے مالک کیطرف سے تصدق کردے چوتھا مسئلہ دین صاحب دین کی ملک نہین ہوتا ہی مگر جبکہ دیندار اُسے اُسپر تا بض ور متصرف کردے پھر اگر قبضے اور تصرف سے پہلے دیندار کو یا اور کسیکو مضاربت کیطرح دیدے تو صحیح نہین ہی پانچوان مسئلہ جب کوئی ذمی کافر ایسی چیز بیچے کہ جسکا مسلمانکو مالک ہونا جائز نہین جیسے شراب یا سؤر ہی تو اُس بیچنے کے بدلے مین جو کسی مسلمان کا اُس کافر کے ذمے ہی اُسکے دامون کا دینا جائز نہین اور اگر کسی کا

چیز کا بیچنے والا مسلمان ہو تو اُسے اُسکے دامونکا لینا یا اپنے ذمّے کے حق مین دینا جائز نہین چھٹا مسئلہ اگر دو شخصون کا مال مشترک کئی شخصون کے ذمے ہو اور اِسکے بعد وہ دونون شخص آپس مین اُن قرضدارون کو اِس طریق سے بانٹ لین کہ بعضون کو ایک اپنی طرف او ربعضون کو دوسرا اپنی طرف کرلے تو اِس صورت مین جو وصول ہوگا وہ مشترک مال رہیگا اور جو کچھ ضایع ہوگا تو وہ بھی مشترک مال ضایع ہوگا ساتوان مسئلہ ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر کے اپنے آتے ہوئے کسی کے ہاتھ اُس آتے ہونے سے کچھ کم پر بیچڈالے تو دیندار کو اُس دین کے خریدار کی اصل خرید کی قیمت سے کچھ بڑھکر اُس خریدار کو دینا ضرور نہین مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ اِس روایت مین اقوال مذہب کے اصول کے خلاف ہین اسیواسطے اِسکی صحت کے مانع ہین اور اِسپر عمل نہین کیا ہے اور کہتے ہین اقوی یہی ہے کہ اگر وہ بیچی ہوئی آتی ہوئی چیز ایسی جنس ہے کہ جس مین بیاز نہین ہوتا ہے تو پورا پورا خریدار کو دیدیگا اور اگر ایسی جنس ہے کہ جسمین بیاز ہو جاتا ہے تو برابر خرید کے دیگا کہ بیاز لازم نہ آئے آٹھوان مقصد مملوک کے قرض مین ہے بندہ یعنی لونڈی غلام کو اپنے نفس مین کوئی تصرف جائز نہین جیسے اپنے کو کسی کو اجارے دے یا کسی سے کچھ قرض لے یا کوئی نکاح کرے اور مثل انہین عقدون کے اور اِسیطرح جو چیز اُسکے پاس ہو اُسکا بیچنا اور دے ڈالنا جائز نہین مگر آقا کی اجازت سے گو حکم بھی کیا جائے کہ مملوک کسی چیز کا مالک ہوتا ہے اور یون نہین ہے اگر اُسکا مالک بھی اُسے اجازت دیدے کہ اپنے لیے تو کچھ خرید لے کیونکہ مملوک کو اپنے لیے کسی چیز کا خریدنا جائز نہین بلکہ جو مول لے گا آقا کی اجازت سے مول لے گا اور وہ اُسی کا مال ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اِسلیے کہ کہا ہے کہ اگر آقا اپنے مملوک سے کہے کہ اپنے لیے لونڈی میرے مال سے مول لے تو اُس لونڈی سے ہمبستری کرسکتا ہے اور آقا کی تحلیل کا محتاج نہین اور یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ آقا کی اجازت سے اپنے لیے کچھ خرید سکتا ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بے تحلیل کے اُس لونڈی سے ہمبستری نہین کرسکتا ہے اور جب آقا مملوک کو قرض لینے کی اجازت دیگا تو وہ دین آقا کے ذمے ہوگا اگر اُس مملوک کو اپنی مِلک مین بحال رکھیگا یا بیچڈالے گا اور اگر آزاد کردیگا تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین مملوک کے ذمّے وہ دین ہو جائیگا اُسے خود ادا کردینا چاہیے اور بعضے کہتے ہین کہ آقا کے ذمے رہیگا اور یہ روایت زیادہ مشہور ہے اور اگر آقا مرجائے تو مملوک کا

قرضہ بھی اُسکے ترکے سے ادا کرنا چاہیے اور اگر اُس آقا کے اور بھی قرضخواہ ہون تو مملوک کا قرضخواہ بھی انھین کے مثل ہین ایک ہوگا اور جبکہ آقا مملوک کو تجارت کی اجازت دے تو تجارت مین مملوک اُسی پر اکتفا کرے جسکی اجازت پاچکا ہے پھر اگر مال مین سے ایک معین مقدار کی تجارت مین آقا اجازت دے تو اُس مقدار سے بڑھکر تصرف نکر سکے گا اور اگر اُسے مال خریدنے کی اجازت دے تو نقد خریدے اور اگر مطلق خرید فروخت کی اجازت دے یعنی خواہ نقد خریدے خواہ نسیہ یعنی قرض میعادی تو اُسے میعادی مال بھی مول لینا جائز ہے اور قیمت کی ادا آقا کے ذمّے ہے اور اگر قیمت ضایع ہو جائے تو آقا پر واجب ہی کہ اُسکا بدلا دے اور جب آقا مملوک کو اجازت تجارت کی دے تو یہ اذن اُسی سے مخصوص ہے اور اگر وہ بھی غلام مول لے تو یہ اذن اُس نو خرید غلام کو شامل نہوگا اسلیے کہ بے اجازت صریح مال غیر مین تصرف جائز نہین اور اگر آقا مملوک کو تجارت کی اجازت دے اور قرض لینے کی اجازت نہ دے پھر وہ مملوک قرض لے اور وہ مال ضایع ہو جائے تو وہ قرضہ مملوک کے ذمّے ہے کہ جسوقت مین آزاد ہوگا کما کر قرضخواہ کو پہونچا دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ فی الحال اپنی کوشش سے بہم پہونچا کے قرضخواہ کو دیدے گا اور اگر آقا مملوک کو نہ تو تجارت کی اجازت دے اور نہ قرض کی اجازت دے اور وہ قرض کرے اور مال ضایع ہو جائے تو اِس صورت مین اُسی مملوک کے ذمّے ہے اور آقا کے ذمّے نہین ہی قرضخواہ کو انتظار کھینچنا چاہیے کہ جسوقت وہ آزاد ہوگا کما بھریگا مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ مملوک کا قرض آقا کی بے اجازت دو قسم کا ہی ایک وہ کہ آقا کے مال کی تجارت کے ضروریات کے صرف کے لیے ہے تو وہ آقا کے ذمّے ہے دوسری جو اِسکے سوا ہو تو وہ مملوک کے ذمّے ہے جس طرح کہ بیان ہو چکا ہے دو فرعین ہین پہلی فرع جو مملوک آقا کی بے اجازت کچھ قرض کرے یا کچھ مول لے تو وہ آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے پھر اگر آقا اجازت نہ دیگا تو وہ معاملہ باطل ہے اور جو لیا ہوگا وہ مالکو نکو پھیر دیگا اور جو ضایع ہو گیا ہوگا اُسکے مالک کو انتظار کرنا چاہیے کہ جب وہ مملوک آزاد ہوگا کما کر ادا کر دیگا دوسری فرع اگر کوئی مملوک آقا کی بے اجازت کچھ مال قرض کرے پھر اُس مال کو آقا اُس سے لیلے اور وہ مال آقا کے پاس سے ضایع ہو جائے تو قرض دینے والے کو اختیار ہے خواہ اُسکے آقا سے مطالبہ کرے یا غلام سے آزاد ہونے اور مالدار ہونے کے وقت مین تقاضا کرے۔

خاتمہ بیع کے ناپنے تولنے والے کی مزدوری بایع کے ذمے ہے اور دام ان کے پرکھنے والے اور تولنے والے کی مزدوری خریدار کے ذمے ہے اور مال کے بیچنے والے کی مزدوری بایع کے ذمے ہے اور دوسرے کے لیے خریدنے والے کی مزدوری خریدار کے ذمے ہے اور اگر کوئی کسی کے لیے تبرعا یعنی بے اجرت خرید فروخت کرے تو اسے اجرت کا استحقاق نہین ہے گو مالک اجرت دینے کی بھی اجازت دے اور جب کوئی دلال لوگون کے لیے خرید فروخت کرتا ہو اور بعضون کے لیے خریدتا ہو اور بعضون کی طرف سے بیچتا ہو تو بیچنے کی اجرت بکوانے والے سے اور مول لینے کی اجرت خرید کروانے والے سے لیگا جس صورت مین چیزین متعدد ہون اور اگر ایک ہی چیز کو ایک کی طرف سے بیچے اور دوسرے کی طرف سے خرید کرے اور عقد بیع کی دونون طرفون کا متولی اس تقدیر پر ہو کہ ایک شخص ایجاب اور قبول کا متولی ہوسکتا ہے تو دونون اجرتون کا مستحق نہ ہوگا اسلیے کہ یہ دو کام ایک ہی جنس پر ہین ایک کام کے حکم مین ہین پس آدھی اجرت ایک سے اور آدھی اجرت دوسرے سے لیگا اور جب کوئی چیز دلال کے ہاتھ مین دین اور بے اسکی تفریط کے وہ چیز ضایع ہو جائے تو اسکا تاوان بھرنا اسکے ذمے نہین ہے اور اگر تفریط یعنے بے پروائی کریگا تو تاوان بھرنے کا ضامن اور ذمہ دار ہے اور اگر تفریط کے ثبوت مین اختلاف کرین تو قبول کے قابل دلال کا قول ہے یعنی تفریط کے مدعی سے ثبوت مانگین گے اور ثبوت دینے سے عاجز آنے کی صورت مین قسم دلال کو کھلوانا چاہیے اور ایسے ہی اگر دلال کی تفریط ثابت ہو جاسے اور ضایع ہوسے مال کی قیمت مین اختلاف پڑے تو بھی قبول کے قابل دلال کا قول قسم کے ساتھ ہے

کتاب رہن

یہ کتاب رہن یعنی گرو کے بیان مین ہے اور اسمین نظر کئی فصلون کی مستدعی ہے۔

پہلی فصل رہن کے بیان مین ہے اور رہن ایسا مال ہے جو مرتہن یعنی گرو لینے والے کے قرض کا وثیقہ ہوتا ہے کہ جسکے اعتماد پر وہ راہن کو قرض دیدیتا ہے اور عقد رہن ایجاب اور قبول کا محتاج ہوتا ہے اور ایجاب ایک ایسا لفظ ہے کہ جو گرو رکھنے پر دلالت کرتا ہے جیسے مین نے گرو رکھا ہے اس چیز کو اور جو اس معنون مین ہو اور کلام کرنے اور بولنے سے عاجز ہو تو اسکا اشارہ

کافی ہے اور اگر ایجاب کی عبارت کو عجز کی صورت مین اپنے ہاتھ سے لکھدے اور معلوم ہوجائے کہ اُسکا قصد اِس لکھنے سے رہن کا ایجاب ہے تو جائز ہے اور قبول وہ عبارت ہے جو اُس ایجاب سے رضامند ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حضر مین اور سفر مین گرو لینا صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ گرو کے مال پر قبض رہن مین شرط ہے اور بعضے قبض کو شرط نہین جانتے ہین اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اگر گرو رکھنے والے کی بے اجازت گرو کے مال پر قبضہ کرلے تو عقد رہن منعقد نہ ہوگا اور اسی طرح عقد رہن منعقد نہوگا اگر راہن مال مرہون پر قبضہ کی اجازت دے اور قبضے سے پہلے مانع آئے یا عقد واقع کرنیکے بعد اور قبضے سے پہلے دیوانہ یا بیہوش ہوجائے یا مرجائے اور بقاء رہن کے لیے گرو کا ہمیشہ گرو لینے والے کے قبضے مین رہنا شرط نہین پس اگر مال مرہون راہن کے ہاتھ لگجائے یا کسی طرح کا تصرف اُسمین کرے تو مرہون رہن ہونے سے نکل نجائے گا اور اگر کسی ایسی چیز کو کسی کے پاس رہن رکھے جو گرو رکھنے سے پہلے مرتہن کے قبضے مین ہو تو اُسکا رہن ہونا لازم ہوجائیگا گو وہ قبضہ غصب ہی سے ہو اسلیے کہ قبضہ ہونا رہن کے لازم ہونے کی شرط ہے وہ متحقق ہوگیا اور اگر کوئی شخص کسی غائب چیز کو رہن رکھے تو وہ چیز گرو نہو گی جبتک کہ مرتہن یا اُسکا وکیل اُس مرہون تک نہ پہونچے اور اُسپر قبضہ نکرلے اور اگر راہن اقرار کرے کہ مرہون کو مرتہن کے قبضے مین دیچکا ہو اور معلوم نہو کہ جھوٹ کہا ہے تو رہن کے لزوم کا حکم کردینگے اور اگر اِسکے بعد پھر جائے اور قبضہ نہ متحقق ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ اقرار کے بعد کا انکار ہے اور سماعت کے قابل نہین اور اگر راہن یہ دعویٰ کرے کہ قبضے کا قبالہ رہن کی تحریر اور گواہون کی گواہی کرواسے کے لیے تھا تو اُس دعویٰ کو قبول کرلین گے اِسلیے کہ عادت اِسیطرح کے اقرار و نیز جاری ہے اور مرتہن سے اسکی قسم لین گے کہ راہن کا اقرار بے قبضہ دیے نتھا اور یہی اشبہ ہے اور مشترک مال کا مرتہن کو حوالہ کردینا بے سب شریکون کی رضامندی کے جائز نہین خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو اور یہی اشبہ ہے۔

دوسری فصل گرو کے شرطون کے بیان مین ہے رہن کی شرطون مین سے ایک یہ ہے کہ رہن عینی چیز ہو اور راہن کی مملوک ہو اور اُسے قبضے مین دیسکتا ہو اور اُسے بیچ سکتا ہو خواہ متاع مشترک ہو یا ایک شخص خاص کا مال ہو پس اگر قرض رہن کریگا تو جائز نہین اور اسی طرح اگر کسی منفعت کو رہن کریگا مثل گھر مین رہنے اور غلام سے خدمت لینے کے تو جائز نہین اور مدبر مملوک کی رہن

ہونے کے جواز مین تردد ہے اور تردد کی وجہ یہ ہے کہ جب آقا نے اپنے مدبر مملوک کو رہن رکھا تو تدبیر کا ابطال کیا یعنی تدبیر تو یہی ہے کہ آقا مقرر کر دے کہ یہ مملوک میرے مرنے کے بعد آزاد ہوگا اور اگر آقا مدبر مملوک کی خدمت کے رہن کی تصریح تدبیر باقی رکھنے کے ساتھ کر دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ رہن صحیح ہے اس نظر سے کہ ایک روایت مدبر مملوک کی خدمت کے بیع کرنے کے جواز مین آگئی ہے اور جس چیز کا بیچنا جائز ہے اسکا گرو کرنا بھی جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ رہن جائز نہین اسلیے کہ بیچنا منفعت کا بے کسی عینی ضمیمے کے ملائے درست نہین اور یہی اشبہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسی چیز کو گرو رکھے جو اسکی مِلک نہین تو بے مالک کی اجازت اسمین رہن جاری نہوگی اور مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اسی طرح اگر کوئی اپنے مال کو اور غیر کے مال کو رہن کرے تو رہن اُسکے مال مین جاری ہو جائے گی اور غیر کے مال مین اُسکی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کوئی مسلمان شراب کو رہن کرے تو صحیح نہین اسلیے کہ شراب مسلمان کی مِلک نہین ہوسکتی ہے گو کافر ذمّی کے پاس رہن رکھے اور اگر کافر ذمّی مسلمان کے پاس شراب کو رہن رکھے تو بھی صحیح نہین گو اُسے وہ ذمّی ہی کے پاس رکھے اور اگر غلبہ سے مسلمانون کی فتح کی ہوئی زمین کو رہن کرے تو صحیح نہین اسلیے کہ وہ کسی خاص شخص کی مِلک نہین ہے بلکہ سارے مسلمان اُسمین شریک ہین جسطرح کہ اپنے مقام پر بیان ہوچکی ہے ہان اُس زمین کے گھرون اور درختون اور مکانون کے آلات وغیرہ کی رہن اُنکے مالک کرسکتے ہین اور اگر ایسی چیزون کو رہن کرے کہ جسپر قبضہ نہ ہوسکتا ہو جیسے پرندے کو اُڑتے ہین اور مچھلیون کو پانی مین تو وہ رہن صحیح نہین اور اسی طرح اگر قبضہ تو صحیح ہو مگر اُسے حوالے نکرے تو وہ بھی مرہون نہوگا اور اگر کسی مسلمان مملوک کو قرآن کے ساتھ کسی کافر کے پاس رہن رکھے تو یہ رہن بھی صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے مگر یہ رہن مسلمان کے پاس رکھنا چاہیے اور یہ قول اولی ہے اور اگر وقفی مال کو رہن کرے تو جائز نہین اور اُس چیز کا رہن کرنا صحیح ہے جسے خرید کیا ہے اور ابھی اختیار فسخ کا باقی ہے خواہ بایع کو ہے خواہ بایع مشتری دونون کو ہے اسلیے کہ مبیع قول اشبہ پر عقد بیع کے ساتھ ہی خریدار کی مِلک ہوجاتا ہے اور مرتد مملوک کا رہن کرنا صحیح ہے خواہ فطری مرتد ہو خواہ ملی اور اسی طرح جنایت یعنی قصور کیے ہوئے مملوک کا رہن کرنا جائز ہے جیسے اُسنے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو

یا کسی کو دھوکے سے مار ڈالا ہو تو ایسے مملوک کا بھی رہن کرنا جائز ہے اور اگر قصد سے بھی جنایت
کی ہو گی تو بھی بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس مملوک کا بھی رہن کرنا جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز
نہین اور اِسمین تردد ہے اور جواز اشبہ ہے اور اگر ایسی چیز کو رہن کرے جو وعدے کے گزرنے سے
پہلے خراب ہو جائے بس اگر راہن شرط کرے کہ اُسے مرتہن بیچ لے تو اُسکی رہن جائز ہے اور
نہین تو باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ رہن تو صحیح ہے مگر مالک کو اُسکے بیچنے کی خبر کر دے۔
تیسری فصل اُس حق کے بیان مین ہے کہ جسپر رہن لینا جائز ہے اور یہ حق ایسا ہر ایک دین
ہے جو کسی کے ذمے ثابت ہو جیسے قرض ہے اور مبیع کی قیمت ہے اور ایسے امر پر رہن کرنا صحیح نہین کہ
جسکے وجوب کا سبب ابھی متحقق نہوا ہو جیسے ایسی چیز پر رہن کرنا کہ اُسکے بعد قرض لیگا یا ایسی چیز پر کہ
جسے آگے بڑھکر خرید کریگا اور اسی طرح پر ایسی چیز پر کہ جسکے پائے جانے کا سبب ہم نہ پہونچا ہو اور
ابھی ذمے مین متحقق نہوا ہو جیسے دیت پر مضروب کے مرنے سے اور اُسکے استقرار کے پہلے سے رہن
کرے تو صحیح نہین اور ہر سال کی قسط پر اُسکے سال کے گزرنے کے بعد رہن کرنا جائز ہے اور اسیطرح
سے بھاگے غلام کے پھیر لانے کی مزدوری پر پھیر لانے سے پہلے رہن لینا جائز نہین اور پھیر لانے کے
بعد جائز ہے اور اِسی طرح پر مکاتب مملوک سے مال کتابت پر رہن لینا جائز نہین اِسلیے کہ کتابت کا مال
ابھی مملوک کے ذمے نہین ہے اگر ادا کر دیگا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر نکریگا تو مملوک رہیگا اِسوقت
اُسکی ادا لازم نہین کہ اُسپر رہن لینا درست ہو اور اگر یہ کہین ہم کہ اسپر رہن لینا جائز ہے تو اشبہ ہوگا اور
کتابت مشروط جسوقت فسخ ہو جائیگی تو رہن بھی باطل ہو جائیگی اور صاحب مسالک نے کہا ہے
کہ اگر مکاتب مملوک مطلق ہو تو اُس صورت مین مال کتابت کی ادا کے واسطے رہن کا دینا لینا
جائز ہے اِسلیے کہ مکاتب کا عقد طرفین سے لازم ہے اور سقوط کا احتمال نہین رکھتا ہے برخلاف
مشروط کے کہ اُسکا عقد مملوک کیطرف سے جائز ہے اور آقا کیطرف سے لازم ہے نہین سکتا ہے کہ مملوک تمام مال کتابت کی
ادا سے عاجز آئے اور پھر مملوک کا مملوک ہی رہے بس یہ لازم دین نہین ہے اور اسپر رہن صحیح نہین
اور ایسے حق پر کہ جسکا وصول کرنا مرہون سے ممکن نہو اُسپر رہن جائز نہین جیسے اجارۂ خدمت موجرہ
کہ اجارہ لینے والے کی ذات سے متعلق ہے اور ایسے مطلق کام پر رہن جائز ہے جو کسی کے ذمے
ثابت ہو جیسے کسی کو کتاب لکھنے کا اجارہ دے اور یہ شرط نہ کرے کہ آپ ہی لکھے اِس صورت مین

اُس اجیر سے رہن لینا جائز ہے کہ اگر وہ نہ لکھے تو اُسی رہن کی قیمت سے دوسرے سے لکھوا سکتا ہے اور اگر کسی دین پر ایک مال کو رہن کرے اور اُسکے بعد دوسرا دین لے اور اُسپر بھی اُسی مال کو رہن کرے تو جائز ہے۔

چوتھی فصل راہن کے حکمونمین ہے۔ راہن مین کمال عقل اور جواز تصرف شرط ہے یعنی اُس کا تصرف مال مین ممنوع نہو اور اگر جبر سے رہن لین تو منعقد نہوگی اور لڑکیکے ولی کو جائز ہے کہ اُسکے مصالح کے لیے قرض لینے کی احتیاج کے وقت لڑکے کا مال رہن رکھدے جیسے اُسکی ملک خراب ہوا و ر ترمیم کی ضرورت ہو یا کچھ ایسی چیزین ہون کہ جنکی حفاظت کے لیے خرچ کی ضرور رہو کہ ضایع نہو جائین یا عدد ناقص نہو جائین بس ولی اِن باتون کے لیے لڑکے کے مال مین سے کچھ رہن کریگا جبکہ اُن چیزونکا باقی رکھنا اُس لڑکے کے حق مین مفید ہوگا۔

پانچوین فصل مرتہن یعنی رہن لینے والے کے حکمون مین ہے اور مرتہن مین بھی کمال عقل اور جواز تصرف شرط ہے اور نابالغ لڑکے کے ولی کو اُسکے لیے رہن لینا جائز ہے اور میعادی قرض پر اُسکے مال کا بیچنا جائز نہین مگر جبکہ اُس لڑکے کے لیے مفید ہو جیسے رائج قیمت سے زیادہ معین مدت پر بیچے اور ولی کو لڑکے کا مال قرض دینا جائز نہین اِسلیے کہ قرض دینے مین کوئی منفعت نہین ہان اگر یہ ڈر ہو کہ وہ مال ڈوب جائیگا یا لُٹیرے وغیرہ لیجائین گے یا اِسیطرح کے اور خطرے ہون تو اِسصورت مین اُسکا مال قرض دیدینا جائز ہے اور اُسپر رہن لیلے اور اگر رہن لینا ممکن نہو تو ایسے معتمد شخص کو قرض دے جو مالدار ہو اور غالباً لوگون کا مال نہ کھا جایا کرتا ہو اور اگر مرتہن راہن سے عقد رہن کے وقت یہ شرط کرلے کہ راہن کی طرف سے مرتہن کسی دوسریکے پاس مرہون کے رہن کرنے مین اور بیچنے مین وکیل ہوگا یا یہ شرط کرے کہ دوسرا شخص رہن کرنے یا بیچڈالنے مین وکیل ہوگا یا یہ شرط کرین کہ مرہون کو کسی معین عادل شخص کے پاس رکھین تو یہ شرطین لازم ہوجائینگی اور اِس وکالت کا فسخ کرنا راہن کو نہ پہونچے گا اور اِسمین تردد ہے اور وکالت راہن کے مرجانے سے باطل ہوجائیگی اور رہانت باطل نہ ہوگی اور اگر مرتہن یعنی رہن لینے والا مرجائے گا تو یہ وکالت اُسکے وارثون سے متعلق نہوگی مگر جبکہ مرتہن نے عقد رہن مین اور عقد وکالت مین شرط کرلیا ہو گا کہ مرتہن کے مرنے کے بعد وکالت اُسکے وارثون سے متعلق ہوگی اور یہی حکم ہے اگر وکیل مرتہن کے سوا ہوگا اور

اگر مرتہن مرجائے اور مال مرہون اور غیر مرہون مین فرق نہو سکے تو سب مال مُردے کے مال کا حکم رکھتا ہے یعنی اُسی مرتہن کا متروکہ قرار پائے گا مترجم کہتے ہین کہ اگر رہن کا علم ہوا ور شناخت عین مرہون کی غیر مرہون سے مشکل ہو تو قیمت معلوم ہوئے پر اُس مرہون کی قیمت اُسکے مالک کو دینگے اور اگر قیمت معلوم نہو گی تو فیصلہ صلح سے کرینگے۔ اور مال مرہون کا خرید لینا بیع مین وکیل ہونیکی صورت مین مرتہن کو جائز ہے اور مرتہن زیادہ سزاوار ہے اِس بات کا کہ مرہون کی قیمت کو اپنے دین کے بدلے مین لیلے اور قرضخواہون کو نہ دے خواہ راہن جیتا ہو خواہ مرگیا ہو اور یہی قول زیادہ مشہور ہے اور اگر مرہون کی قیمت مرتہن کے دین کو وفا نکرے اور کچھ باقی رہجائے تو اُسکی بابت اور قرضخواہون کی طرح سے راہن کے مال سے رسدی حصہ لے لیگا اور مرہون مرتہن کے پاس امانت ہے اگر بے تفریط کے ضایع ہو جائیگا تو اُسکے ذمے تاوان بھرنا نہین ہے اور اُسکے ضایع ہو جانے سے کچھ مرتہن کے حق مین سے کم نہو جائیگا مگر جب کہ مرتہن نے کوئی بے پروائی محافظت مین کی ہو گی تو اُس وقت مین تاوان بھرنے کا ذمہ وار ہوگا اور اگر کوئی تصرف مرہون مال مین مرتہن کریگا جیسے گھوڑے پر سوار ہوا ور مکان مین رہے یا کرایہ کو دے اور مرہون ضایع ہو جائے تو مرتہن کو چاہیے کہ تاوان بھر دے اور کرایہ مثل اُسی مالک یعنی راہن کو دے اور اگر مال مرہون کا کچھ خرچ مثل چوپایون کی خوراک کے ہو تو کرایے کو خوراک مین صرف کرے اور مالک کو حساب دیدے اور اگر اُس مرہون کے لیے خرچ تو ہوا ور کرایہ کچھ نہو تو اُس خرچ کو راہن سے لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب گھوڑے کو کھلائے تو اُس مرتہن کو سوار ہونا جائز ہے اور مرتہن کو اپنا دین مقبوض مال رہن سے لے لینا جائز ہے اگر وارث کے منکر ہو جانے کا ڈر رہن کے اقرار پر اور دین کے ادعا پر ہو اور اگر مرتہن رہن کا مقبولہ کرے اور دین کا ادعا کرے تو بے ثبوت کے حکم اُسکے دین کا نکرینگے اور مرتہن کو وارث منکر کے علم کا ادعا ہو تو مرتہن کو وارث منکر سے نہ واقف ہونے کی قسم لینا پہونچتا ہے اور اگر مرہونہ لونڈی سے جبراً ہم بستر ہو تو مرتہن پہ واجب ہے کہ اُس لونڈی کی قیمت کا دسوان حصہ اُسکے مالک کو دے اگر باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر مثل کا دینا مرتہن پر لازم ہوگا اور اگر وہ لونڈی اطاعت اُسکی کرے یعنی راضی ہو جائے تو مرتہن پر کچھ نہین ہے اِسلیے کہ زانیہ عورت کا کچھ مہر نہین ہے اور صاحب مالک نے

فرمایا ہے کہ ارش بکارت دینا لازم ہے اور جبکہ راہن اور مرتہن مرہون مال کو کسی عادل شخص کے پاس رکھوا دین تو اُس عادل کو پہونچتا ہے کہ اُس مرہون کو انہین پھیر دے یا کسی ایسے دوسرے شخص کے حوالے کردے جس سے وہ دونون رضامند ہون اور راہن اور مرتہن کے ہوتے ہوئے حاکم شرع کے سپرد کرنا یا کسی امین کو بے اُنکی اجازت کے حوالے کرنا جائز نہین ہے اور اگر بے اجازت کسی دوسرے کے سپرد کریگا اور وہ مال ضایع ہو جائیگا تو اُسکے تاوان بھر دینے کا ذمہ دار ہوگا اور اگر وہ دونون روپوش ہون تو حاکم شرع کو دیدیگا اور اگر غائب ہونگے تو بے ضرورت حاکم شرع کو دینا یا دوسرے عادل کے سپرد کرنا جائز نہین ہے اگر حاکم کے یا کسی امین کے حوالے کریگا اور وہ مال ضایع ہو جائیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح ضامن ہوگا جسوقت کہ ایک اُن دونون مین سے غائب ہوگا اور اگر اُس عادل کو کوئی عذر پیش آئیگا تو جائز ہے کہ اُسے حاکم شرع کے سپرد کرے اور اگر حاکم شرع کے سوا بے حاکم شرع کی اجازت کے اور کیسیکے سپرد کرے گا تو ضامن رہیگا اور اگر راہن اور مرتہن دونون مال رہن کو دو عادلون کے پاس رکھوائین تو ایک اُن دونون عادلون مین سے تنہا کوئی تصرف اُس مرہون مین نہین کرسکتا ہے گو وہ دوسرا عادل بھی اُسے اجازت دیدے اور اگر مرتہن یا وہ عادل کہ جسکے پاس مال رہن کو امانت رکھا ہے مرہون کو بیچے اور اُس مرہون کی قیمت مرتہن کو دیدے اور اسکے بعد اُس مال مین کوئی عیب نکلے تو خریدار کو مرتہن سے تفاوت قیمت کا لینا نہین پہونچتا ہے بلکہ راہن سے کہ اُس مال کا مالک ہے چاہیے کہ طلب کرے اگر جب کہ ظاہر ہو جائے کہ وہ مرہون دوسرے کا مال ہو راہن نے غصب کر کے اُسکے پاس رہن رکھا ہے تو اس صورت مین خریدار قیمت مرتہن سے پھیر لیگا اور اگر مرتہن مر جائے تو راہن کو پہونچتا ہے کہ مرہون کو مرتہن کے وارث کے سپرد کرنے کا انکار کرے پس اگر اسپر اتفاق کرین کہ کسی امین پاس رکھوا دین تو بہتر ہو اور نہین تو حاکم شرع جسکے پاس چاہیگا سپرد کردیگا اور اگر کوئی عادل کہ اُسکے پاس مرہون کو امانت رکھا ہے مرہون مین خیانت کرے اور راہن اور مرتہن مین نزاع واقع ہو تو حاکم شرع اُسے کسی اَور امین کے سپرد کردے گا۔

چھٹی فصل لواحق مین ہے اور اسمین کئی مقصد ہین **پہلا مقصد** راہن کے متعلق حکمو نمین ہے راہن کو مرہون مین کوئی تصرف کرنا کسی طرحکا جائز نہین اسطریق سے کہ رہن کیے ہوئے غلام سے کوئی خدمت لے یا رہن کیے ہوئے گھر مین خود سکونت کرے یا مرہون گھر کو کسی اور کو کرایہ دیدے اور اگر مرہون کو بیچے یا کسیکو دیدے

تو مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر مرہون مملوک کو مرتہن کی اجازت سے آزاد کردے تو یقین ترددہے اور موجہ یہی ہے کہ جائز ہے اور یہی حکم مرتہن بھی رکھتا ہے کہ راہن کی بے اجازت یہ تصرف جو بیان ہوئے نہیں کرسکتا ہے اور اگر مرتہن مرہون غلام لونڈی کو آزاد کردے اور اسکے بعد راہن بھی اجازت دیدے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ عتق یعنی آزاد کرنا واقع ہو جائیگا اور موجہ یہ ہے کہ واقع نہوگا اسلیے کہ مرتہن مالک نہین ہے اور عتق مالک سے تعلق رکھتا ہے اور فضولی معتبر نہین ہے مگر جبکہ مالک کی اجازت آزاد کرنے سے پہلے ہوچکی ہو تو اس صورت مین مرتہن مالک کا وکیل ہو جائیگا اور اگر گرو لونڈی سے ہم بستر ہو اور وہ حاملہ ہو جائے اور لڑکا جنے تو عقد رہن باطل نہوگا اور آیا اس لونڈی کو راہن بیچ سکتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ جبتک وہ لڑکا جیتا ہے اُسے بیچ نہین سکتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ بیچ سکتا ہے اسلیے کہ مرتہن کا حق اُم ولد ہونے سے پہلے اُس سے متعلق ہوچکا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر راہن اُس گرو رکھی ہوئی لونڈی سے مرتہن کی اجازت سے ہمبستر ہو تو بھی رہن سے نہ نکلیگی اور اگر مرتہن راہن کو مال رہن بیچنے کی اجازت دیدے تو رہن باطل ہو جائے گی اور واجب نہین کہ اُسکی قیمت کو رہن کرے اور اگر راہن قرض خواہ رہن کی مدت کے گزرنے سے پہلے مرتہن کو مال مرہون کے بیچڈالنے کی اجازت دیدے تو مرتہن کو میعاد کے گزرنے سے پہلے قیمت مین تصرف کرنا جائز نہین ہے ہان میعاد گزرنے کے بعد تصرف کریگا اور اگر میعاد کے بعد بیچے تو تصرف کرنا جائز ہے اور جب میعاد گزر جائے اور راہن دین کو ادا نکرے تو مرتہن کو پہونچتا ہے کہ مال مرہون کو بیچڈالے اگر عقد رہن کے وقت راہن کی طرف سے بیع مین وکالت لے چکا ہے اور نہین تو حاکم شرع کیطرف رجوع کرے کہ حاکم اُس مرہون کے بیچڈالنے کا حکم فرمائے اور اگر راہن نمانے تو حاکم شرع کو اُسکا قید کرنا پہونچتا ہے اور حاکم کو ادائے دین کے لیے اُس مرہون کا بیچڈالنا پہونچتا ہے۔

دوسرا مقصد رہن کے متعلق حکمون مین ہے عقد رہن راہن کی طرف سے لازم ہے اُسے مرتہن سے مرہون کا پھیر لینا نہین پہونچتا ہے مگر اُسوقت کہ مرتہن کا دین دے چکے یا مرتہن اُسے بخشدے یا تصریح کردے کہ حق رہانت کو مین نے ساقط کردیا اور ان امور کے بعد مرہون مرتہن کے پاس امانت رہیگا اور مرتہن پر راہن کے حوالے کردینا واجب نہین مگر جب راہن مطالبہ کریگا تو دیدینا واجب ہوگا

اور اگر مرتہن شرط کرلے کہ راہن دین کو نہ دیگا تو مرہون بیع ہو جائے گا تو اس صورت مین رہن اور بیع
سے کچھ بھی متحقق نہوگا اور اگر مرتہن کسی چیز کو غصب کرے اور اُسے رہن لے تو جو ضمان یعنی ضایع ہونے
پر تاوان بھرنے کی ذمہ داری غصب سے لازم ہوئی تھی اِس رہن کے لینے سے جاتی نہ رہیگی
اور اسی طرح باقی رہے گی اور یہی حکم ہے اگر مرہون پہلے مرتہن کے پاس فاسد بیع سے آیا ہے پھر رہن
ہوا ہے اور اگر راہن رہن رکھنے کے بعد ضمان یعنی ذمہ داری کو مرتہن پر سے ساقط کردے تو صحیح ہے
اور جو منفعت اور فائدہ مرہون سے حاصل ہوگا وہ راہن کا مال ہے کہ وہی اُسکا مالک ہے اور اگر
درخت پھلے یا چوپایہ بچہ دے یا مملوکہ مرہونہ لونڈی رہن کے بعد حاملہ ہو کر بچہ جنے تو یہ بھی اصل
کی طرح سے مرہون ہونگے اور یہی اظہر بھی ہے اور اگر کسی پاس دو گرویان دو مختلف دینون پر ہون اور
راہن ایک دین کو ادا کرے تو مرتہن کو جائز نہین کہ اُس دین کے مخصوص رہن کو اپنے دوسرے دین
کے بدلے مین رکھ چھوڑے اور یہی حکم ہے اگر اُسکے دو دین ہون اور ایک کے بدلے مین کوئی چیز رہن
لی ہو تو اُس رہن کو اُن دونون دینون کے مقابلے مین قرار دینا جائز نہین یا کسی نئے دین کی طرف
نقل کرے تو بھی جائز نہین مگر جب راہن اجازت دیدے تو جائز ہے اور جو شخص کسی کی اجازت سے اُسکے
مال کو گرو رکھے تو اُسکے ضایع ہو جانے یا پھیر نا مشکل ہو جانے پر اُسکی قیمت پھیر دینے کا گرو کرنیوالا
ضامن اور ذمہ دار ہے اور اگر اُسے قیمت مثل سے زیادہ پر بیچ لیگا تو مالک کو اُسی قیمت کا مطالبہ کہ جسپر
بکے پہونچتا ہے اور جب کوئی خرمے کے درخت کو رہن کرے کہ خرمے اُسکے پک گئے ہون تو وہ پھل
مرہون مین داخل نہونگے گو اُسکی اصلاح بھی نہ کی ہو اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص کھیت کی زمین کو
گرو کرے تو کھیتی اُسپر کی اور جو درخت کہ خرمے وغیرہ کا اُسپر ہے اُس مرہون مین داخل نہوگا اور
اگر راہن یہ کہے کہ زمین کو اُسکے سارے حقوق کے ساتھ مین نے رہن کیا تو اِس صورت مین درخت
بھی مرہون مین داخل ہو جائین گے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ درخت عرف اور لغت کی رو سے
زمین کے حقوق مین نہین ہین اور جب تک صاف صاف نہ کہیگا زمین مین داخل نہونگے اور جب
یہ کہدیگا کہ مین نے زمین کو اُسکی چیزون کے ساتھ رہن کیا ہے تو اُسوقت مرہون مین درخت اور کھیتی
اظہر کی بنا پر داخل ہو جائے گی اور یہی حکم ہے اُس چیز کا کہ جو زمین پر اُگے خواہ اُسے حق تعالیٰ نے اُگایا
ہو خواہ راہن کی یا کسی اَور کی سعی سے اُگی ہو وہ بھی مرہون مین داخل نہین ہوگی مگر یہ کہ وہ اُگی ہوئی

مرہون درخت میں سے ہو تو اصل کی تبعیت سے مرہون مین داخل ہے اور جو کچھ مرہون زمین پر اُگے
خواہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہو یا راہن کی سعی سے ہو آیا مرتہن کو پہونچتا ہے کہ راہن کو اُسکے ازالہ کی
اطلاع کرے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ پہونچتا ہے اور یہی اشبہ ہے
اور اگر ایک لقطہ یعنی ایک توڑ کو جسمین توڑ ہوا کرتے ہین مثل کھیرے وغیرہ کے گرو کرے پھر اگر دوسرے
لقطے کا وقت آنے سے پہلے دین کی ادا لازم ہو تو صحیح ہے اسلیے کہ وصول کرلینا اپنے دین کا دوسرے
لقطے سے ہوسکتا ہے اگر دین کی میعاد دوسرے لقطے کی نوبت آنے کے بعد پہونچے گی اور بعضے کہتے
ہین کہ اِس صورت مین جائز نہین کہ غیر مرہون مرہون سے ملجاتا ہے اور اُس سے دین کو وصول نہین
کرسکتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز ہے اور باطل نہین اور موجہ دوسرا قول ہے اور یہی بحث اُن
چیزون مین ہے جو خرط ہوتی ہین یعنی جنھین ہاتھون سے سوتتے ہین جیسے مہندی وغیرہ ہے اور اگر
مرہون غلام کسی پر عمداً ایسی جنایت کرے جو قصاص کا موجب ہو تو مجنی علیہ یعنی جسپر جنایت کی ہے
اُسے اُس سے قصاص لینا جائز ہے اور اگر قصاص کے بدلے مین اُسے اپنی غلامی مین لیلے تو
اُسکا غلام ہو جائیگا اور رہن سے چھٹکارا پاجائیگا اور اگر جنایت خطا سے ہو تو اِس صورت مین
قصاص ثابت نہین ہوتا ہے اور دیت لازم ہوتی ہے پس اگر اُسکا آقا اپنے مال مین سے اُسکی
دیت دیدے تو رہن پر باقی رہے گا اور مرتہن کے پاس مرہون رہیگا اور اگر اُسے مجنی علیہ کے حوالے
کردے تو دیت بھر کا اُسکا مال ہوگا اور باقی مرہون رہیگا اور اگر جنایت غلام کی قیمت بھر کی
ہوگی تو مرتہن سے لیکر اُسے مجنی علیہ کے حوالے دیت کے بدلے مین کردینگے اور اگر اپنے مالک پر
عمداً جنایت کرے تو اُس غلام سے قصاص کرینگے اور بعد قصاص کے اگر وہ قصاص قتل نہین
ہے تو باقی مرہون رہیگا اور اگر وہ جنایت کسی کا قتل ہے تو اُسے بھی قتل کرینگے اور اگر اُسنے
اپنے آقا پر جنایت خطا سے کی ہے تو اُس آقا کا اُس غلام پر کچھ نہین اور رہن رہیگا جبتک کہ اُسے
دین دیکر نہ چھڑائے گا اور اگر مرہون اپنے مالک کے مورث پر یعنی ایسے شخص پر کہ جسکے بعد اُسکے
متروکے کا وارث اُس غلام کا مالک ہے جنایت کرے تو اِس صورت مین مالک کو وہی پہونچتا
ہے جو اُسکے مورث کو پہونچتا تھا کہ وہ عمداً کے حال مین قصاص ہے اور خطا مین دیت ہے اور اگر جنایت
غلام بھر کی ہے تو اُسے مرتہن سے چھین لیگا اور اگر غلام کی قیمت بھر کی نہین ہے تو جنایت بھر

غلام رہن سے چھوٹ جائیگا اور باقی رہن رہیگا اور اگر تلف کرنیوالا رہن کو تلف کر ڈالیگا تو اُسے
قیمت بھر دینا لازم ہے اور وہ قیمت گرو رہیگی اور اگر مرتہن مرہون کو ضایع کر ڈالے اگر وہی محافظت
یا بیچ کا اصل مرہون مین وکیل ہو کہ جب چاہے بیچکر اپنا دین لیلے تو مرتہن اُسی وکالت سے قیمت
رہن وکیل نہین ہوسکتا ہے اسلیے کہ وکالت کا عقد اصل کو شامل ہے قیمت کو شامل نہین اور اگر
انگور کے پانی کو گرو کرے اور پھر شراب ہوجائے تو رہانت باطل ہوجائیگی پھر اگر سرکہ ہوجائے تو
مالک کی ملکیت اور رہانت دونون پھر آئین گی اور اگر مسلمان کے پاس کوئی شراب گرو کرے
تو یہ رہن صحیح نہین پھر اگر مسلمان مرتہن کے پاس وہ سرکہ بن جائے تو وہ مرتہن کا مال ہوا اور اپنا
قرض دے اور یہی حکم ہے اگر کوئی زمین پر کی گری شراب کو اُٹھا کر جمع کرے اور یہ حکم نہین ہے
اگر کوئی انگور کے پانی کو غصب کرے اور بعد اسکے وہ شراب ہوجائے اور پھر سرکہ ہوجائے
اسلیے کہ اس صورت مین وہ سرکہ مغصوب منہ یعنی جس سے اُسنے غصب کیا ہے اُسکا مال ہے
اور اگر کوئی مرغی کا انڈا گرو کرے اور اُسے مرتہن مرغی کے تلے بٹھا دے اور اُس سے بچہ نکل آئے
تو اُس بچے مین مالک کی ملک اور مرتہن کی رہن دونون باقی رہین گی اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص
دانے کو رہن کرے اور اسے مرتہن بووے تو جو کچھ اُس سے حاصل ہوگا وہ مالک کی ملک ہوگی اور رہن
بھی اصل کی طرح باقی رہیگی اور اگر دو شخص ایک غلام کو کہ وہ اُنہین مشترک ہو اپنے اپنے دین کے بدلے
مین گرو کرین جب اُنہین کا ایک رہن کا قرضہ دیدیگا رہانت اُسکے حصے مین چھوٹ جائیگی اور دوسرے
کے حصے مین باقی رہے گی۔

تیسرا مقصد راہن اور مرتہن کی نزاعون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص
بے بٹی مشترک چیز کو رہن کرے اور شریک اور مرتہن آپس مین اُس چیز کے رکھنے مین جھگڑا کرین تو اُس
مرہون کو حاکم لیگا اور جو کرایہ وغیرہ اُس سے حاصل ہوگا اُسے راہن اور شریک پر حصے کے موافق بانٹ دیگا
اور اگر اُس سے کرایہ وغیرہ نہ آتا ہوگا تو کسی معتمد امین پاس جھگڑا کاٹنے کیلیے رکھوا دیگا دوسرا مسئلہ
جب مرتہن مرجائیگا تو رہانت یعنی رہن لینے کا حق اُسکے وارث سے متعلق ہوگا اور اگر اُسکے وارث
پاس راہن امانت چھوڑنے کو روکے تو اُسے یہ روکنا پہونچتا ہے پھر اگر کسی دوسرے امین پاس رکھنے پے
متفق ہوجائین تو اُس مرہون کو اُسکے پاس رکھدین اور نہین تو حاکم شرع اُسکی محافظت کیلیے کوئی امین

مقرر کریگا تیسرا مسئلہ جب مرتہن رہن کی حفاظت مین بے پروائی کرے اور رہن ضایع ہو جائے تو
مرتہن پر لازم ہے کہ رہن پر قبضے کے دن کے نرخ والی قیمت اُسکے مالک کو دیدے اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ جسدن ضایع ہوئی ہے اُسدن کے نرخ والی قیمت دے اور اسمین تیسرا مذہب یہ ہے کہ مرہون
پر قبضے کے وقت سے اُسکے تلف ہونے کے وقت تک جو اعلی قیمت ہو وہ دے اور اگر قیمت مرہون
مین اختلاف کرین تو قبول کے قابل راہن کا قول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قول مرتہن کا بہتر قول
ہے اور یہی اشبہ ہے چوتھا مسئلہ اگر اختلاف کرین اُس دین مین جو رہن پر ہے تو قبول کے قابل
راہن کا قول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قول مرتہن کا قول ہو اگر اُس کا دعوی مرہون کی قیمت سے
کم ہو اور اگر اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو قول راہن کا قول ہے اور پہلا قول اشبہ ہے پانچوان
مسئلہ اگر کسی مال مین اختلاف کرین ایک کہے امانت ہے اور دوسرا کہے رہن ہے بس قبول کے قابل
قول مال کے مالک کا قول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کہنا اُسی شخص کا ہے کہ جسکے قبضے مین مال
ہے اور پہلا قول اشبہ ہے چھٹا مسئلہ جب مرتہن مرہون مال بیچنے کی راہن کو اجازت دے اور
اُسکے بعد پھر جائے اور آپس مین نزاع کرین اور مرتہن کہے کہ مین نے بیچنے سے پہلے منع کیا تھا اور راہن
کہے کہ بیچنے کے بعد تو اپنے کہے سے پھرا ہے تو قول مرتہن کا قول ہے اِسلیے کہ اُسکے دین کا وثیقہ ہو
اور وثیقہ کی جانب کی رعایت زیادہ میلان رکھتی ہے اور دونون دعوے برابر ہین ساتوان
مسئلہ اگر راہن مرتہن اُس روپئے اشرفی مین اختلاف اور نزاع کرین کہ جسپر مرہون کو بیچین تو اُس
شہر کے اکثر چلتے روپئے اشرفی کے بدلے بیچنا چاہیے اور جو نہ مانے اُسپر قبول کرنے کے لیے جبر کرینگے
اور اگر ہر ایک دونون مین سے ایسے روپئے اشرفی مانگتے ہون جو اکثری طور پر چلتے ہون اور آپسمین جھگڑا
کرین تو حاکم اُنھین جبر سے اکثر چلتی نقد کی طرف راجع کریگا اِسلیے کہ مطلق بیع اکثری نقد کی طرف راجع
ہوتی ہے اور اگر اُس شہر مین اکثر چلنے والی دو نقدین ہون تو اُس نقد پر مال مرہون بیچا جائے گا جو
دین رہن کی جنس سے زیادہ ملتی ہوگی آٹھوان مسئلہ جب کوئی شخص کسی چیز کے رہن لینے کا دعوی
کرے اور راہن منکر ہو کہ رہن اِسکے سوا تھی اور ثبوت نہ رکھتا ہو بس رہن ہونا اُس چیز کا کہ جس کے
رہن لینے کا مرتہن منکر ہے باطل ہوگا اور راہن کو دوسری چیز کے رہن نہونے پر قسم کھلوائینگے
اور دونون چیزین رہن سے نکلجائینگی نوان مسئلہ اگر کسی شخص کے دو دین ایک شخص کے ذمے ہون

اور ایک دین پر اُسنے رہن لے لی ہو پھر وہ ایک دین کو ادا کرے بس اِسمین نزاع کرین اِس طریق پر که راہن کہے کہ جس دین کے بدلے مین مین نے رہن کی ہے اُسیکو مین نے ادا کیا ہے اب مرہون کو مجھے دیدے اور مرتہن کہے کہ اُس دین کو تو نے ادا نہین کیا ہے بلکہ بے رہن والے دین کو تو نے ادا کیا ہے تو اِس صورت مین قول راہن کا قول ہے کہ اُسنے ادا کیا ہے اِسلیے کہ وہ اپنے قصد سے بہت خوب واقف ہے اور اگر رہن کے پھیرنے مین نزاع کرین تو قول راہن کا قول قسم کے ساتھ ہے اگر مرتہن کے پاس ثبوت نہو اور اگر ثبوت دے گا تو اُسکے موافق حکم ہوگا

کتاب مفلس

یہ کتاب مفلسون کے حکمون کے بیان مین ہے اور مفلس کے معنی لغت مین ایسے فقیر کے ہین که جسکا عمدہ عمدہ مال جاتا رہا ہو اور ناقص ناقص رہ گیا ہو اور شرع کی اصطلاح مین مفلس وہ شخص ہے کہ شرع کے حکم سے اپنے مال مین تصرف سے ممنوع یعنی روکا گیا ہو اور مال کے تصرف سے چار شرطون سے روکا جاتا ہے پہلی شرط یہ ہے کہ اُسکا قرضدار ہونا حاکم شرع کے نزدیک ثابت ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُسکا مال اُسکے ذمّے کے قرضون پر پورا نہ پڑتا ہو اور اُس کے مال مین دینون کے بدلے کی چیزین جنھین میعاد معیّن کے وعدے پر اُسنے قرض خرید کیا ہے شمار کی جائین کیونکہ مفلس ہونے سے پہ وہ چیزین بھی اُسی مفلس کا مال ہین اور اُنکی قیمتین اُسکے ذمّے پر قرضخواہ کا مال ہین گو کہ عین چیزون کے موجود ہونے پر قرضخواہون کو اسمین اختیار ہے خواہ اُنھین چیزونکو پھیر لیجائین یا اَور قرضخواہون کے حصّے مین شریک ہو جائین اور بعضے عامہ کہتے ہین کہ ایسی چیزین مفلس کا مال نہین ہین کہ جنکے دام اُسکے ذمّے باقی ہین اور یہ دین مفلس کے ذمّے کے دینون مین بخشے جائینگے اور یہ اُنکا کہنا تحقیق کے سراسر خلاف ہے تیسری شرط یہ ہے کہ اُسکے دین حال ہون یعنی اُن دینون کے ادا کرنے کا وقت گزر گیا ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ سارے یا بعضے قرضخواہ حاکم شرع سے درخواست کرین کہ اُسے مال مین تصرف سے روکدے اور اگر کسی مین فلس کی علامتین ظاہر ہون تو حاکم شرع بے درخواست کے تفلیس نہین کرسکتا ہے اور یہی حکم ہے جب وہ خود منع تصرف کی درخواست حاکم سے کرے اور جبکہ مفلس محجور علیہ ہو جائے یعنی اُسپر حجر کہ جسے قرقی کہہ سکتے ہین واقع ہو جائے تو اُسے

اُسکے مال مین تصرف سے روکین گے اِسلیے کہ طلبگارون کے حق اُس سارے مال سے متعلق ہوگئے ہین اور جس قرضخواہ کا عین مال موجود ہوگا وہ اُسی کو لیلے اور مفلس کے مالون کو طلبگارون پر تقسیم کردینگے کلام منع تصرف مین مفلس کو تصرف سے قرضخواہون کی حفاظت کے لیے احتیاط کی روسے روکتے ہین پھر اگر وہ کچھ تصرف کرے گا تو وہ تصرف باطل ہوگا خواہ وہ تصرف کسی عوض کے مقابلے مین ہو جیسے بیع اور اجارہ ہو خواہ عوض کے مقابلے مین نہو جیسے ہبہ اور بندے کا آزاد کرنا ہے اور اگر مفلس کسی ایسے دین کا اقرار کرے جسے حجر سے پہلے کیا ہے تو وہ اقرار صحیح ہے اور مقرلہ یعنی جسکے حق کا اقرار کیا ہے وہ اور قرضخواہون کا شریک ہو جائے گا اور اِسی طرح اگر اقرار کریگا کہ یہ مال فلان شخص کا ہے تو اُسے اُسی شخص کو پھیر دینگے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ طلبگارون کا حق اُسکے مال کے اعیان سے متعلق ہو چکا ہے اور اگر مفلس کہے کہ یہ مال فلان شخص کا مضاربت کے طریق سے میرے پاس ہے اور مالک اِسکا غائب ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بھی اُسکا قول قسم کھلواکر مان لیا جائے گا اور اُسی کے پاس رکھوا دیا جائیگا اور اگر یہ کہے کہ مالک موجود ہے اور وہ بھی اُسکے قول کی تصدیق کرے تو اُس مالک کو دیدیا جائیگا اور اگر وہ شخص اُسکی تکذیب کرے تو اُسکو بھی قرضخواہون پر بانٹ دینگے اور جو مال کہ مفلس نے مفلس ہونے سے پہلے خرید کیا ہو اور تفلیس کے بعد بھی اُسکی بیع کے فسخ کا خیار باقی ہو تو اُسے پہونچتا ہے خواہ اُس بیع کو فسخ کرے یا لازم کرے اِسلیے کہ یہ کوئی نیا تصرف نہین ہے اور اگر مفلس کا کچھ قرض کسی پر آتا ہو اور تفلیس کے بعد اُس سے کچھ کم لینے پر راضی ہو جائے تو قرضخواہون کو پہونچتا ہے کہ اِس بخشش سے روکدین اور اگر تفلیس کے بعد کوئی مفلس کو کچھ قرض دے یا اُسکے ہاتھ کوئی چیز قرض بیچے تو وہ شخص اور قرضخواہون کا شریک نہوگا اور وہ دین مفلس کے ذمے باقی رہیگا اور اگر حجر کے بعد کسی کا مال ضایع کردیگا تو اُسکا ذمہ دار ہے اور مال کا مالک اور قرضخواہون کیطرح شریک حصے مین کر دیا جائیگا اور اگر کسی دین کا اقرار کرے کہ کس جہت اور کسوقت سے اُسکے ذمے ہے اسے لکھو لیا جائے اور نہ بتا سکے تو اُس شخص کو کہ جسکے دین کا اقرار کیا ہے اور قرضخواہون کے شریک نکرینگے کیونکہ احتمال ہے کہ ایسے سبب سے اُسکے ذمے ہو کہ جو شریک کرنے کا موجب نہو اور جن دینون کی میعاد باقی ہو گی وہ تفلیس کے سبب سے حال نہو جائین گے کہ ابھی ادا کرنے پڑین اور مرجانے سے میعادی دین

جنکی میعاد نہ گزری ہوگی حال ہوجائینگے یعنی ابھی ادا کیے جائینگے کلام اُس امر مین ہے کہ اگر
عین مال کسی قرضخواہ کا موجود ہو اُسے اُسی قرضخواہ کو دیدینا چاہیے اور جو قرضخواہ اپنا عین مال پائے
اُسے پہونچتا ہے کہ وہ اُسے لیلے گو ایسے مالون کے سوا کچھ اور مال مفلس کا نہ بچا ہو اور اُسے
پہونچتا ہے کہ اور قرضخواہون کا حصے مین شریک ہو جائے خواہ مفلس کا مال دینون کو پورا پڑتا ہو
خواہ نہ پڑتا ہو زیادہ مشہور قول پر اور شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اگر مال سب دینون کے
ادا کے موافق ہو تو ایسی صورت مین اپنا عین لیسکتا ہے اور نہین تو اور قرضخواہون کا شریک
ہو جائیگا اور مصنف علیہ الرحمہ کا مختار پہلا قول ہے لیکن مُردہ قرضدار کا مال متروکہ اگر سارے
دینون کو پورا پڑتا ہوگا یا بڑھتا ہوگا تو جو قرضخواہ اپنا عین مال پائے گا وہ اپنے دین کے بدلے
مین لے لیگا اور اگر اُس مُردے کا مال اُسکے ذمّے کے دینون سے کم پڑتا ہوگا تو سارے قرضخواہ
اُسکے متروکے مین شریک ہین خواہ بعضون کا عین مال موجود ہو یا نہو اور اختیار عین مال کا بعضون
کے نزدیک فوری ہے اور مصنف کے نزدیک فوری نہین تراخی بھی جائز ہے اور اگر کوئی قرضخواہ
کچھ اپنے مال مین سے سالم پائے اور کچھ کو غیر سالم پائے تو جو کچھ سالم ہے اُسے اُسکی قیمت کے حصے
مین سے لیگا اور باقی مین اور قرضخواہون کا شریک ہو جائیگا اور اسی طرح اگر اپنے کسی مال کو
عیب دار پائے کہ کسی غیر کے فعل سے اُسمین عیب پیدا ہو گیا ہو تو عین مال کو لے لیگا اور تفاوت
قیمت مین اور قرضخواہون کا شریک ہو جائے گا اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جب وہ عیب
موجب اُسکا یعنی تفاوت قیمت ہوتا ہو اور اگر وہ عیب حق تعالی کی طرف سے پڑ گیا ہو یا مالک یعنے
مفلس کے فعل سے پڑا ہو تو اِس صورت مین وہ قرضخواہ بایع مختار ہے خواہ اُس مال کو اُسی اصلی
قیمت پر لیلے یا چھوڑ کر اور قرضخواہون کا شریک ہو جائے اور اگر اُس عین مین کوئی نما یعنے
بڑھوتی ہو کہ عین مال سے جدا ہو مثل اسکے کہ اُس سے بچہ پیدا ہوا ہو یا دودھ دیا ہو تو وہ بڑھوتی
خریدار کا یعنی مفلس کا مال ہے اور اُس مال کے بایع کو پہونچتا ہے کہ اُس عین مال کو جس قیمت پر
بیچا ہے اُسی پر لیلے اور اگر بڑھوتی جدا نہو بلکہ عین مال سے ملی ہو جیسے حیوان کا موٹا ہو جانا اور
بڑھ جانا اور چالاک ہو جانا ہے کہ اُسکے تیز ہونے کے سبب سے اُسکی قیمت مین زیادتی ہو جائے تو
بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک اصل لیلے اور جو کچھ اُس نما کی قیمت ہوگی وہ مفلس کا مال ہے اور بعضے

کہتے ہین کہ متصل نما یعنی بڑھوتی ملی ہوئی اصل کی تابع ہے اور بایع کا مال ہے اور اسمین
تردد ہے اور یہی حکم ہے اگر کوئی کسی درخت کو یا پھل کو پکنے سے پہلے بیچے اور تفلیس
کے بعد پکنے کے قابل ہون اور اگر دانہ مول لے اور اُسے بو دے اور اُسکی پیداوار کو کاٹے
یا مرغی کے انڈے کو مول لے اور اُسے بٹھائے اور بچہ نکلے تو بایع قرضخواہ کو نہین پہونچتا ہے
کہ اُسکی کھیتی کی حاصل کو یا بچے کو لیلے اسلیے کہ یہ اُسکا عین مال نہین ہے اور اگر کوئی مفلس کے
ہاتھ تفلیس کے پہلے خرمے کا درخت شگوفہ کھلنے کے پہلے بیچے اور مفلس پاس کھلے اگر بایع اُس
درخت کو اصلاح سے پہلے لے لے تو شگوفے اُسکے تابع نہونگے بلکہ مفلس کا مال ہین اور اُسمین
سب قرضخواہ شریک ہونگے اور یہی حکم ہے کہ اگر کوئی غیر حاملہ لونڈی کو بیچے اور اسکے بعد وہ
مفلس کی ملک مین حاملہ ہو جائے اور تفلیس کے بعد پہلا مالک اُسی لونڈی کو لیلے تو اُسکا حمل
اُس لونڈی کا تابع نہوگا اور اگر زمین وغیرہ کا کوئی نامقسوم حصہ جسمین شفعہ ہو کوئی بیچے اور
بعد اسکے خریدار مفلس ہو جائے تو شریک کو پہونچتا ہے کہ شفعہ کا اُس سے مطالبہ کرے بس
اس صورت مین اُسکی قیمت سارے قرضخواہون مین تقسیم کرینگے کہ بایع بھی ایک اُنہین کا ہوگا
اور اپنے رسدی حصے کے موافق لے گا اور اگر کوئی شخص کسی چیز کو اجارہ لے اور اسکے بعد
مفلس ہو جائے تو اجارہ دینے والے کو پہونچتا ہے کہ اُس اجارے کو فسخ کر ڈالے اور جبر
نہین اُسپر کہ اجارہ بحال رکھے گو قرضخواہ لوگ اجارے کی اُجرت بھی دیتے ہون اور اگر کسی
زمین کو قرض میعادی پر خریدے اور اُسپر درخت بٹھائے یا کوئی عمارت بنائے اور بعد اسکے
مفلس ہو جائے تو صاحب زمین اُس زمین کا زیادہ مستحق ہے مگر اُسے یہ نہین پہونچتا ہے کہ
اُن درختون کو یا اُس عمارت کو اُس زمین پر سے نکال ڈالے بلکہ اصل زمین کو لیلے اور درخت
اور عمارت مفلس کا مال ہے قرضخواہون سے تعلق رکھیگا اور اُس سب کی قیمت کرینگے جو زمین
کی قیمت ٹھہریگی وہ بایع لے لیگا اور جو درختون کی اور عمارت کی قیمت ہوگی وہ قرضخواہون پر
بٹے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر بایع تفاوت قیمت قائم درختون کا اور کٹے درختونکا اور
بنے مکان اور ڈھئے مکان کا دے تو اِس صورت مین اُس زمین پر سے درختون اور عمارت
کو دور کر سکتا ہے اور موجہ یہی ہے کہ نہین دور کر سکتا ہے اور اگر بایع زمین بیچنے پر راضی نہو

تو زمین کو اُسکے لیے باقی چھوڑ دینگے اور درختون کو اور عمارت کو علیحدہ بیچ لین گے اور زمین کے مالک کو اُن درختون کا اور عمارت کا دُور کرنا نہین پہونچتا ہے اور بایع کے لیے زمین باقی رکھنے پر یہ بیع زمین کی اُس بیع کے قبیل سے ہے جسمین درخت اور عمارت کا استثنا کر لیتے ہین کہ اِس صورت مین مستثنیٰ بایع کی ملکیت پر باقی رہتا ہے اور بایع کو پہونچتا ہے کہ درختون اور عمارتون کے پاس آیا جایا کرے اور خریدار کو اُن مستثنیٰ چیزون کا نکال ڈالنا نہین پہونچتا ہے اور اگر مفلس چراغ کا تیل خریدے اور اُسے اُسکے مثل مین ملا دے اور اسکے بعد مفلس ہو جائے تو اُس تیل کے بایع کو پہونچتا ہے کہ اُسکے عین کو لیلے اسلیے وہی عین تیل موجود ہے اور ملنے سے ناپید نہین ہو گیا ہے اور اگر اُس سے بدتر کے ساتھ مخلوط ہو جائے پھر بھی جائز ہے کہ اُسی عین کو لیلے اِسلیے کہ اپنے حق سے بُری چیز کے لینے پر راضی ہو گیا ہے اور جب بایع اپنے نقصان پر راضی ہو جائے گا تو اُسے وہی ملی چیز دیدینگے اور اگر اُس سے بہتر سے ملجائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین اُس عین چیز سے بایع کا حق ساقط ہو جائیگا اور اُسے چاہیے کہ اُسکی قیمت مین اور قرضخواہون کا شریک ہو کر رسدی حصّہ لیلے اور اگر سُوت کا کپڑا بن ڈالے یا کپڑے دھو ڈالے یا آٹے کی روٹی پکا ڈالے پھر مفلس ہو جائے تو بایع کا حق عین سے ساقط نہو گا اور جتنا مفلس کے کام سے بڑھ گیا ہے وہ قرضخواہون کا مال ہے اور اگر کپڑے کو رنگ ڈالے تو رنگ کی قیمت اُس مفلس کا مال ہے اور اُسکے موافق بایع کا شریک ہے اور مفلس ہونے کے بعد وہ حصّہ قرضخواہون کا حق ہو گا اِس شرط سے کہ اُس رنگنے سے کپڑے کی قیمت گھٹ نجائے اور یہی حکم ہے کہ مبیع مین مفلس خریدار اپنی ذات سے کچھ کام کرے مثل اِسکے کہ کپڑے کی چکن بنا ڈالے اور اُسکے بعد مفلس ہو جائے تو بایع اُس کپڑے کو لیگا اور چکن کے کام بھر کی قیمت حق مفلس کا ہے کہ اُسمین سب قرضخواہ شریک ہین اور اگر کسی چیز کو بیع سلم کے طور پر خرید کرے اور اسکے بعد بایع مفلس ہو جائے اور اُس چیز کی قیمت جو لی تھی اُسوقت تک وہ اُسکے پاس موجود ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسی قیمت کو کہ اُسکا عین مال ہے لیلے گا اور اگر اُسکی قیمت موجود نہو تو اُس قیمت کے موافق اَور قرضخواہون کا شریک حصّے مین ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ اُسے اختیار ہے چاہے قرضخواہون کے ساتھ اصل مال کی قیمت مین جو مفلس کو دیا ہے خواہ اُس جنس کی قیمت مین کہ جسے بیع سلم سے خرید کیا ہے

شریک ہوجائے اور یہی قول اقوی ہے اور اگر مفلس کوئی لونڈی مول لے اور قیمت دینے سے پہلے اُس سے لڑکا جنوا کر اُسے اُم ولد بنادے اور اُسکے بعد مفلس ہوجاوے تو اُس لونڈی کے مالک یعنی اُسکے بایع کو جائز ہے کہ اُس لونڈی کو لے اور بیچے اور اگر مفلس سے قیمت مانگے تو جائز ہے کہ وہی مفلس اُسے بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت دیدے مگر اُسکے لڑکے کو نہ بیچے گا کہ وہ آزاد ہے اور جو کوئی مفلس پر کوئی جنایت سے کوئی خطا کرے اور وہ دیت کی موجب ہو تو اُس دیت سے بھی قرضخواہون کا حق متعلق ہوگا اسلیے کہ وہ مفلس کا مال ہے اور اگر جنایت عمداً ہے تو مفلس کو اختیار ہے کہ جانی یعنی جنایت کرنے والے سے قصاص لے اور اگر جنایت کرنیوالا دیت دیتا ہو تو اُس مفلس پر اُسکا قبول کرنا متعین نہین ہے اسلیے کہ وہ مال کا کمانا ہے کہ واجب نہین ہے اور اگر مفلس کے پاس کوئی گھر یا گھوڑا ہو تو اُسے کرایے کو دے اور اُس کرایے کو قرضخواہون پر بانٹ دیا کرے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہ گھر اور گھوڑا اُسکی ضرورت سے بڑھکر ہو اور اُسکی بیع جائز نہ ہو جیسے وقفی ہو اسلیے کہ اگر ایسا نہو گا تو اُسی گھر کو اور گھوڑے کو بیچکر قرضخواہون کو دیدیگا - اور یہی حکم ہے اگر مفلس کے پاس کوئی مملوک ضرورت سے بڑھکر ہو اور اُسکا بیچنا جائز نہو تو اُسے بھی اجارے دیگا گو وہ اُم ولد بھی ہو اور جبکہ ایک گواہ مفلس کے دعوی کرنے کی گواہی دیگا کہ اُسکا مال فلان شخص کے پاس ہے تو اُس صورت مین دوسرے گواہ کی جگہ پر مفلس سے قسم لین گے اور ایک گواہ اور قسم دو گواہون کے برابر ہے پھر اگر مفلس قسم کہائے تو وہ مال قرضخواہون کے حق سے تعلق کریگا اور اُنپر بٹے گا اور اگر قسم کہانے کو نمانے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرضخواہون سے قسم لین گے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ قسم غیر کے حق کے ثابت کرنے کے لیے ہے اور وہ غیر مفلس ہے شرعی نہین ہے اور موجہ یہی قول ہے اور پہلے قول کے قائل کہتے ہین کہ اِس قسم سے قرضخواہون کے حق کا اثبات ہوتا ہے اور جائز ہے اور اِس مسئلے مین بڑا طول ہے بڑی بڑی کتابون سے جویا کو معلوم ہوسکتا ہے اور جبکہ مفلس مرجائیگا تو سارے میعادی دین حال ہوجائین گے یعنی ابھی ادا کرنے کے ہوجائین گے اور اگر اُس مفلس کا قرضہ کسی پر میعادی ہوگا تو وہ حال نہوگا یعنی ابھی نہ مانگا جائے گا اور ایک روایت مین آگیا ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اُسکے سب دین خواہ اُسپر کسی کے ہون خواہ اُسکے اُسکی پر

ہون حال ہو جاتے ہین اور اس روایت کی صحت کا حکم فقہا نے نہین کیا ہے اور مہلت دیجائیگی
کشادہ ہاتھ ہونے تک کی اور اسپر تنگ گیری کرنا جائز نہین یا اُس سے مزدوری کروانا جائز نہین
اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ اُس سے مزدوری کسی کی کروائین گے اور کام لین گے
اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اس روایت پر عمل نہین کیا گیا ہے اور متروک ہے ۔
کلام مفلس کے مال کی تقسیم مین ہے مستحب ہے کہ اُسکے ہر مال کو اُس بازار مین لیجائین گے
کہ جس بازار مین اُس طرح کے مال کی خرید فروخت ہوتی رہتی ہے اسلیے کہ وہان اُس طرح کے مال
کے خواہان بہت ہوا کرتے ہین اور سب قرضخواہ بھی موجود ہون تا کہ اُن سب کا اطمینان رہے
اور شاید کہ اُنکے ہونے سے اور اُنکی کوشش سے کچھ قیمت بڑھجائے اور اسیطرح اُس مفلس کا
موجود ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مال کے عیب صواب اور قیمت سے خوب واقف ہے اور
شروع ایسے مال کے بیچنے سے کرینگے کہ جسکے ضایع ہونے اور خراب ہونے کا خطرہ ہوگا پھر گرو کو
بیچین گے اسلیے کہ اُنہین تمام رہن حقدار ہے اور جو کچھ رہن کا دین ادا کرنیکے بعد بچ رہے گا وہ
قرضخواہون کے مشترک مال مین شامل ہو جائیگا اور اعتماد اُس منادی پر کرینگے کہ جس سے قرضخواہ اور
مفلس دونون راضی ہون گے کہ تہمت نہو اور منادی وہ شخص ہے کہ مال کو ہاتھ مین لیکر
خریدارون مین پھرائے اور پکارے کہ اس قیمت پر مول لیتے ہین جو زیادہ دے اُسے مین
دونگا اور اگر قرضخواہ اور مفلس منادی کی تعیین مین آپسمین نزع کرین تو حاکم اپنی طرف سے
منادی مقرر کرے اور اگر کوئی شخص بے اُجرت کے بیچنے والا نپایا جائے اور بیت المال یعنی
خزانہ شرع سے بھی اُسے اُجرت نہ دیجائے تو واجب ہے کہ اُجرت مفلس کے مال مین سے لیلے
اسلیے کہ اُسی پر بیع واجب ہے اور بے قیمت لیے کسی مفلس کے مال کا دینا جائز نہین مگر جب
قیمت لے لین تو مال دین اور اگر آپس کی نزاع سے پہلے دام لینا اور پھر مال دینا دشوار ہو تو
ساتھ ہی قیمت پر اور مال پر قبضہ کرین اور اگر مال مفلس کی تقسیم مین مصلحت مقتضی تاخیر کی ہو
تو دیر کرنا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے مال کو کسی مالدار کے ذمے قرض کے طور پر
کر دینگے اور اگر یہ نہو سکیگا تو ضرورت سے امانت رکھدینگے اور مفلس پر رہنے کے گھر کے بیچنے
کے لیے جبر نکرینگے اور اگر حاجت سے زیادہ ہوگا تو زیادتی کی مقدار بیچڈالینگے اور اسیطرح

جو لونڈی اُسکا کام کاج کرتی ہو گی اُسے بھی نہ بیچین گے اور اگر حاکم یا اُسکا امین مفلس کے مال کو بیچے اور اُسکے بعد کوئی خریدار بہم پہونچے کہ وہ اُس قیمت پر زیادہ دیتا ہو تو عقد بیع فسخ نہو گا اور اگر خریدار سے فسخ بیع کی درخواست کرے تو اُسپر واجب نہیں ہے کہ قبول کر لے مگر قبول کرنا مستحب ہے اور مفلس کو اور اُسکے شرعی متعلقین کو روٹی کپڑا اور عادت کی ضروریات مال بٹنے کے دن تک دیے جائین گے اور مال کے بٹنے کے دن کا بھی اُسکو اور اُسکے متعلقین خرچ دینگے اور اگر مفلس مر جائیگا تو پہلے کفن اُسکے لیے اُسکے مال سے نکالین گے اور اُسکے بعد قرضخواہون پر تقسیم کرین گے مگر اُسکے لیے کفن واجب سے زیادہ نہو گا۔ تین مسئلے پہلا مسئلہ جبکہ حاکم مال مفلس کو تقسیم کر چکے اور بعد اُسکے کوئی اور قرضخواہ نکلے تو اُس تقسیم کو توڑ ڈالنا چاہیے اور اُس قرضخواہ کو بھی اُن قرضخواہون کا شریک کر دینا چاہیے دوسرا مسئلہ جبکہ مفلس پر حال کے یعنی ابھی دینے کے دین اور موجل یعنی کسی آنے والی میعاد کے دینے کے دین ہون تو اُسکے مال کو اُسوقت کے دینون پر تقسیم کرینگے اور میعادی دینون پر تقسیم نکرینگے تیسرا مسئلہ جبکہ مفلس کا غلام کسی پر کوئی جنایت کرے تو وہ شخص مستحق ہے کہ اُس غلام کو جنایت کے بدلے مین لیلے اور اگر اُسکا آقا کہ مفلس ہے دیت دیکر چھڑانے کا ارادہ کرے تو قرضخواہون کو اُسکا مانع آنا پہونچتا ہے **ملحقات** مین سے مفلس کی قید مین کلام ہے دین کے ادا پر غیر قادر دیندار کا محتاجی ظاہر ہو جانے پر قید کرنا جائز نہیں اور عسرت اور محتاجی قرضخواہون کے اقرار سے یا دو عادل گواہون سے ثابت ہوتی ہے پھر اگر اسمین اختلاف کرین اور مفلس کوئی ظاہر مال رکھتا ہو تو حاکم اُسکے حوالے کر دینے کا اُسے حکم کرے گا اور اُسکے دیدینے پر راضی نہو تو حاکم اختیار ہے کہ اُسے یہانتک قید رکھے کہ وہ اُس مال کو قرضخواہون کو دینے پر راضی ہو جائے یا اُسی مال کو حاکم بیچ ڈالے اور قرضخواہون کو رسدی حصہ دیدے اور اگر اُس مفلس کا کوئی ظاہری مال نہو اور دعویٰ اپنی محتاجی کا کرتا ہو پھر اگر ثبوت رکھتا ہو تو اُسکے محتاج ہونیکا حاکم حکم کریگا اور اگر اُس مفلس کے پاس ثبوت نہو اور اصل مین اُسکے پاس کچھ مال تھا اور اُسکے ضایع ہو جانے کا دعویٰ کرے یا اصل دعویٰ اُسی مال کا اِسطور سے ہو کہ قرضخواہ نے وہی مال اُسکے ہاتھ بیچا ہو اور اُسکی قیمت مانگتا ہو اور کچھ قرض دیا ہو اور اُسکے ادا کا خواستگار ہو اور وہ محتاج ہونے کا دعوے کرے تو اُسے جبتک اُسکی محتاجی ثابت نہو گی قید رکھین گے اور جب مال کے ضایع ہو جانے کا ثبوت

دیدیگا تو اُسکے موافق حکم کرینگے اور قسم کی تکلیف اُسے نہ دینگے اِسلیے کہ ضایع جانا مال کا گواہون سے ثابت ہوچکا اور اِس بات سے تقاضا اور اُسکی محتاجی ثبوت کو پہونچ جاتی ہے گو گواہ اُسکے باطنی احوال کو نجانتے ہون اور اُنھون نے اُسکی طولانی مصاحبت نہ کی ہو اور اگر گواہ اُسکے مطلق محتاج ہونیکی گواہی دین اور اُسکے مال کے ضایع ہونے کا ذکر کرین تو اِس گواہی کو قبول نہ کرینگے اِسلیے کہ یہ گواہی مالکی پر ہے اور نفی پر گواہی مقبول نہین ہے مگر یہ گواہی جب مقبول کرینگے کہ گواہ اُسکے باطنی اور ظاہر احوال اور تکرار صحبت سے واقف ہون کہ اِس صورت مین محتاج ہونے کے ثبوت پر گواہی نہے اور اِس گواہی کو قبول کرتے ہین اور اگر گواہ باطنی امرون سے واقف ہون تو احتمال ہے کہ اُسکے پاس کچھ چھپا ہوا مال ہو اور مال کا نہونا گواہون کو معلوم ہو تو اِس صورت مین قرضخواہون کو مفلس سے مال نہونے پر قسم لینا پہونچتا ہے تا کہ چھپے ہوئے مال کے ہونے کا احتمال جاتا رہے اور اگر یہ معلوم نہو کہ مفلس کے پاس اصل مین کچھ مال تھا اور قرضخواہ بھی مال ہونے کا دعوے نکرتے ہون بلکہ اپنے اپنے قرضون کے تقاضے کرتے ہون اور مفلس اپنے محتاج ہونے کا دعوی کرتا ہو تو اُس سے ثبوت نہ مانگین گے اور قرضخواہون کو اُس سے قسم لینا پہونچتا ہے اور جب مفلس کے مال کی تقسیم کا حکم قرضخواہون پر حاکم دیدے تو واجب ہے کہ مفلس کو قید سے رہا کردے آیا قرضخواہون کو اُس مال کے دیدینے سے تصرف کی ممانعت ایسے مال سے جو مفلس کو بہم پہونچے جاتی رہے گی یا حاکم کے حکم پر موقوف ہے اولی یہی ہے کہ قرضخواہون کو وہ مال دیدینے سے تصرف کی ممانعت جاتی رہے گی اِسلیے کہ ممانعت کا سبب قرضخواہ ہین اور اُنپر اُس مال کی قیمت کا مطالبہ اور سبب کا جاتا رہنا سبب یعنی جو اُس سبب سے پایا گیا ہے اُسکے جاتے رہنے کو مستلزم ہے

کتاب حجر

یہ کتاب حجر کے حکمون کے بیان مین ہے اور حجر لغت مین منع یعنی روکنے کے معنون مین ہے اور شرعی مجبور وہ ہے جسے حاکم اُسکے مال مین تصرف سے روکدے اور اِس باب مین کلام دو فصلون کا محتاج ہے۔

پہلی فصل منع یعنی روکنے کے باعث اور سبب کے بیان مین ہے اور اِس روکنے کا سبب

چھ چیزیں ہیں پہلی چیز نابالغ ہونا دوسری چیز دیوانہ ہونا تیسری چیز بندہ مملوک ہونا چوتھی چیز بیمار
ہونا پانچویں چیز مفلس ہونا چھٹی چیز احمق ہونا۔ پس نابالغ کم سن اپنے مال میں تصرف کرنے سے
دو صفتوں کے حاصل ہونے تک ممنوع رہیگا اور وہ دونوں صفتیں ایک بلوغ دوسری رشد
ہیں اور بالغ ہونا پیڑو پر کڑے بالوں کے اُگنے سے معلوم ہوتا ہے خواہ مسلمان ہو خواہ کافر اور
لڑکے کے عادتاً اِس مقام سے منی کا نکلنا ہے جس طرح سے کہ نکلے خواہ سوتے ہیں خواہ جاگتے ہیں اور ان
دونوں علامتوں میں مرد اور عورت مشترک ہیں اور بلوغ سن سے بھی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ
لڑکے میں پندرہ برس کی عمر پہونچنا ہے یعنی قمری پندرہ برس پورے بھر لینا ہے اور ایک روایت
میں وارد ہوا ہے کہ جب لڑکا دس برس کا ہو اور رشد معاملات میں رکھتا ہو یا اُسکا قد پانچ بالشت
ہو تو اُسے اپنے مال میں وصیت کرنا جائز ہے اور اگر کسی کو عمداً مار ڈالیگا تو اُس سے قصاص لیں گے
اور اگر شرعی حد کے قابل کوئی کام کریگا تو اُسپر حد جاری کرینگے اور لڑکی میں پورے قمری نو برس
بھر لینا ہے اور حاملہ ہونا اور حیض آنا بلوغ کی علامت نہیں بلکہ ان باتوں کو بلوغ کے پہلے ہو جانے
پر دلالت ہے تفریع مشکل خنثی کی منی دونوں مقاموں سے نکلیگی تب اُسکے بالغ ہونے کا حکم
کرینگے اور اگر ایک شرمگاہ سے نکلے گی تو اُسکے بالغ ہونے کا حکم نکرینگے اور اگر عورت کی طرح کی شرمگاہ
سے خون حیض آئے گا اور مرد والی شرمگاہ سے منی نکلے گی تو بھی اُسکے بالغ ہونے کا حکم کر دیں گے
دوسری رشد کی صفت وہ ہے کہ جس سے عقلی وجہ کی رو سے اپنے مال کا مصلح ہو اور آیا رفع حجر
یعنی روک اُٹھ جانے میں اور مال میں تصرف کرنے کی اجازت میں عادل ہونا بھی معتبر ہے یا نہیں
اِسمیں تردد ہے اور جبتک لڑکے میں یہ دونوں صفتیں حاصل نہونگی اُسوقت تک حجر یعنی اُسکے
مال پر سے تصرف کی روک نجائے گی گو اُسکا سن بڑھجائے اور لڑکے کا رشد حال کے مناسب معاملوں
میں امتحان کرنے سے معلوم ہوتا ہے تاکہ اُس لڑکے کی خرید فروخت میں دانائی اور دھوکا کھانے سے
بچے رہنا معلوم ہو جائے اور یوہیں لڑکے کا بھی امتحان کرتے ہیں اور لڑکے کا رشد یہ ہے کہ اپنے کو
فضول خرچی سے بچائے رکھے اور کاتنے میں اور کپڑا بننے میں اگر انمیں سے اور مثل انھیں کے اور صنعتوں
میں اپنے مناسب کاموں کی خواہش اور انمیں اہتمام کرتی ہو اور مردوں میں رشد مردوں کی گواہی
سے اور عورتوں میں عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے سفیہ یعنی احمق وہ شخص ہے جو اپنا مال

غیر صحیح غرضون مین صرف کرے بس اگر سفیہ ہونے کے حال مین کچھ بیچے تو وہ بیع جاری نہو گی اور یہی حکم ہے اگر کسی کو کچھ دیڈالے یا کسی قرضے وغیرہ کا اقرار کرلے اور اگر اپنی عورت کو طلاق دے یا ظہار کرے سطرحپر کہ بحث ظہار مین مذکور ہے یا خلع لے یا نسب کا اقرار کرے تو یہ سب امر صحیح ہونگے اسلیے کہ اُسکے منع کا باعث تلف ہونے سے اُسکی نگاہبانی ہے اور جو مال کہ خلع مین عورت سے اُسے ملے تو وہ اُسکے سپرد کر دینا جائز نہین بلکہ اُسے حاکم شرع کے سپرد کر دینگے اور اگر سفیہ کسی دوسرے شخص کو کسی مال کے بیچنے مین یا دیڈالنے مین وکیل کرے تو جائز ہے اِسلیے کہ سفاہت تصرف کی مطلق لیاقت کے سلب کی موجب نہین ہے بلکہ مال ہی مین منحصر ہے اور بیع اور ہبہ کے عقد کا دوسرے کی وکالت سے واقع کرنا مال مین کا تصرف نہین ہے اور اگر اُسے معین مال پر کسی مخصوص عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے تو صحیح ہے اور اِسیطرحپر اگر اُسے ولی مال معین کی معین قیمت سے خرید فروخت کی اجازت دے تو بھی صحیح ہے اِسلیے کہ اِسصورت مین فریب کھانے سے بچنتی ہے اور مملوک یعنی بندہ بھی ہر طرح تصرف سے بے آقا کی اجازت کے ممنوع ہے اور مریض یعنی بیمار تہائی مال سے بڑھکر وصیت کرنے سے اجماع کے روسے ممنوع ہے جبتک کہ اُسکے وارث اجازت دین اور امامیہ مذہب مین اختلاف اِس بات مین ہے کہ مرض موت مین جو کوئی کسیکو اپنے سامنے اِتنا مال دیڈالے اور بخشدے کہ وہ تہائی سے بڑھکر ہو تو بعضے کہتے ہین کہ یہ جائز ہے اور بعضون نے منع کیا ہے اور منع بہتر ہے۔

دوسری **فصل** حجر کے حکمون مین ہے اور اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ بیجا تصرف سے مفلس کا روکنا فقط حاکم شرع کے حکم سے ثابت ہوگا اور آیا سفیہ مین اُسکی سفاہت کے ظاہر ہوتے ہی بے حاکم کے حکم کے ثابت ہوگا اِسمین تردد ہے اور وجہ یہی ہے کہ ثابت ہوگا دوسرا مسئلہ جس کسی پر حکم حاکم سے حجر ہوا ہو اور حجر کے بعد کوئی اُسکے ہاتھ کوئی چیز بیچے تو یہ بیع باطل ہے پھر اگر وہ بیع باقی ہوگا تو بائع پھیر لیگا اور اگر محجور علیہ کے قبضے مین وہ ضایع ہو گیا ہوگا تو نقصان مالک کو پہونچیگا گو کہ حجر کے بعد وہ خریدار سے رفع ہو جائے اور اگر محجور علیہ کے پاس کوئی کچھ امانت رکھے اور اُسکے پاس وہ امانت ضایع ہو جائے تو اُسکے تاوان بھرنے کے ذمہ دار نہونے مین تردد ہے اور دلیل اِسی پر ہے کہ وہ اُسکا بھی ذمہ دار نہین مترجم کہتے ہین کہ بیچنے والا یا امانت رکھنے والا حجر ہونے کو

جانتا ہو اور محجور علیہ اسے ضایع کرڈالے تو اُس بایع یا امانت رکھنے والے سنے دیدہ و دانستہ اپنے
مال کو ضایع کیا ہے اور اگر محجور علیہ کا حال نجانتا ہو تو بھی وہ مصنف کے قول پر ذمہ دار نہین اسلیے کہ مالک
نے اپنے مال مین بے پروائی کی ہے کہ اُسنے محجور خریدار یا مودع کا بے حال دریافت کیے یہ معاملہ
کیا ہے پھر ان لوگون نے اپنے مال کو آپ ہی ضایع کیا ہے تیسرا مسئلہ اگر حجر اُٹھ جائے اور اسکے
بعد پھر مال مین فضولخرچی وغیرہ کرے تو پھر اُسپر حجر کرینگے اور اگر پھر اپنے حال پر آئے اور فضولخرچی
نکرے تو حجر بھی زائل کردینگے اور اسیطرحپر پھر اگر فضولخرچی کرنے لگے گا تو پھر اُسپر حجر ہوگا پھر جب
فضولخرچی چھوڑ دیگا تو حجر اُسپر سے اُٹھا دیا جائے گا اور اسیطرحپر حجر ہوتا اور اُٹھتا رہیگا چوتھا مسئلہ
دیوانے اور لڑکے کے مال مین ولی اسکا باپ اور دادا ہوتا ہے اور اگر یہ دونون نہون تو اُنکے
وصی اُنکے ولی ہوتے ہین اور اگر وصی بھی نہو تو حاکم شرع ان کا وصی ہے مگر سفیہ اور مفلس کی
ولایت حاکم شرع سے مخصوص ہے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ فقہا کہتے ہین
کہ جب سفیہ سفاہت کے حال مین بالغ ہو تو اُسکے مال کی ولایت اُس کے باپ دادے اور
اُسکے وصی سے اور حاکم شرع سے ترتیب کے ساتھ یعنی ہر پہلے کے نہونے پر بعد والے سے تعلق رکھتی
ہے اور اگر بلوغ اور رشد کے بعد سفیہ ہو جائے تو اُسکے مال کی ولایت حاکم شرع کو ہے نہ باپ کو
نہ دادے کو اور نہ اُنکے وصی کو ولایت پہونچے گی پانچوان مسئلہ جب سفیہ واجب حج کا احرام باندھے
تو حج کے فریضے کی ادا مین جس خرچ کی اُسے ضرورت ہوگی اُس سے اُسے نہ روکین گے پھر اگر سُنتی
حج کی نیت سے احرام باندھے تو اگر اُسکا خرچ سفر اور حضر مین برابر ہوگا تو بھی اُسے سُنتی حج کے مصارف
سے منع نکرینگے اور یہی حکم ہے کہ اگر اُسے ممکن ہو کہ اپنے سفر کی ضروریات کے لیے کچھ کمالے تو بھی
نروکینگے اور اگر اسطرحپر نہو اور سُنتی حج کا احرام باندھے تو اُسکا ولی اُسے محل کر دیگا اور احرام
کھلوا دیگا چھٹا مسئلہ جب سفیہ قسم کھالے کہ فلان کام مین کرونگا یا نکرونگا تو وہ قسم منعقد ہو جائیگی
اور اگر قسم کے موافق عمل مین نہ لائیگا تو قسم کے خلاف کرنے کا کفارہ اُسپر واجب ہوگا کہ روزہ
رکھنے سے دے نہ بندہ آزاد کرنیسے اور نہ دس محتاج کھلانے سے کفارہ کرے ساتوان مسئلہ اگر اُسکے
واسطے قصاص واجب ہو اسطرحپر کہ دوسرے سے اُسکا قصاص لینا واجب ہو تو سفیہ کو اُس قصاص کا
معاف کر دینا جائز ہے اور اگر کسی پر اُسکی دیت کا حق ہو تو اُس دیت کے حق کا بخشدینا سفیہ کو

جائز نہین آٹھوان مسئلہ نابالغ کے بلوغ کی پہلے آزمایش کیجائے کہ بالغ ہوا ہے یا نہین اور آیا نابالغ کی خرید فروخت صحیح ہے یا نہین اشبہ یہی ہے کہ خرید فروخت نابالغ کی صحیح نہین —

کتاب ضمان

اِس کتاب مین ضامن ہونے کا بیان ہے کسی مال کی ادا کے لیے یا کسی شخص کے حاضر کرنے کے لیے ذمہ دار ہونے کا ضمان ایک شرعی عقد ہے اور جو شخص کسی کے مال کی ادا کا ضامن ہوتا ہے کبھی مضمون عنہ یعنی جسکا وہ ضامن ہوا ہے اُسکا کچھ مال اُس ضامن کے پاس ہوتا ہے اور کبھی نہین ہوتا ہے پس بیان تینون قسمین ضامنون کی بیان ہونگی پہلی قسم مال کے ایسے ضامن مین ہے کہ جسکا یہ ضامن ہوا ہے اُسکا کچھ مال اِسپر نہین آتا ہے اور اِس قسم کے ضامن کو مطلق ضامن کہتے ہین اور اِسمین تین بحثین ہین پہلی بحث ضامن مین ہے ضامن مین ضرور ہے کہ مکلف ہو یعنی بالغ عاقل ہو اور ضرور ہے کہ اُسکا تصرف جائز ہو یعنی اُنمین کا نہو کہ جسپر حجر ہوا ہے پس لڑکے کا ضامن ہونا اور نہ دیوانے کا ضامن ہونا صحیح ہے اور نہ مملوک کا ضامن ہونا بے آقا کی اجازت صحیح ہے اور اگر آقا کی اجازت سے ضامن ہو تو وہ مال اُسی مملوک کے ذمّے رہیگا کہ جب آزاد ہو جائے گا ادا کر دیگا اور مملوک کی کمائی سے تعلق نہ رکھیگا مگر جبکہ اُسکے آقا سے شرط ہو جائے کہ اُسکی کمائی سے ادا ہوگا اور یونہین جائز ہے کہ اگر شرط کرے ضامن کہ ادا اپنے ذمّے اپنے مالون مین سے کسی معین مال پر کرے اور مضمون لہ یعنی جسکے حق کے واسطے ضامن ہوا ہے اُسکے حق کا تعلق اُس معین مال سے ہو جائے گا اور ضمانت مین شرط نہین ہے کہ ضامن مضمون لہ کو جانتا ہو یعنے اُسکے نسبی و صفی حال پر محیط ہو بلکہ اگر اِسطرح کی معرفت بھی اُنمین آپسمین نہو تو بھی ایک کو دوسرے کا ضامن ہو جانا درست ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ شناسائی شرط ہے اور پہلا قول اشبہ ہے مگر اتنا چاہیے کہ مضمون عنہ یعنی جسکا ضامن ہوتا ہے وہ ضامن کے نزدیک اِسطرح پر ہو کہ اُسکی طرف سے ضامن ہونے کا قصد صحیح ہو اور مجہول مطلق یعنی ہر طرح سے نامعلوم نہ ہے اور مضمون لہ یعنی جسکے حق کی ادا کا ذمہ دار ہوتا ہے اُسکی رضامندی شرط ہے اور مضمون عنہ یعنی جسکا ضامن ہوتا ہے اُسکی رضامندی شرط نہین کہ ضمانت دین کے ادا کرنے کے مرتبے مین ہے اور یہ دیندار کے

راضی ہونے پر موقوف نہیں اور اگر ضامن ہونے کے بعد دیندار اسکے ضامن ہونے پر راضی نہو تو صحیح قول پر اُسکی ضمانت باطل ہوگی اسلیے کہ جب دیندار کی رضامندی ابتدا مین شرط تھی تو ضمانت کی استدامت مین کیونکر شرط ہوگی اور جب ضمانت تمام ہوجاتی ہے تو دیندار کے ذمے سے ضامن کے ذمے دین منتقل ہوجاتا ہے اور دیندار بری الذمہ ہوجاتا ہے اور دین کا مطالبہ اُسکے ذمے سے ساقط ہوجاتا ہے اور اگر صاحب حق یعنی جسکے حق کا ضامن ہوا ہے وہ دیندار کو بری الذمہ کردے تو بھی ہمارے فقہا کے قول کے موافق ضامن بری الذمہ نہوگا مترجم کہتے ہین کہ امامیہ علما کے نزدیک ضامن ضمن سے مشتق ہے اسلیے کہ اُس سے دین کا انتقال دوسرے کے ذمے کے ضمن مین ہوجاتا ہے اور مضمون عنہ یعنی دیندار ضمانت کے ہونے پر دین سے بری الذمہ ہوجاتا ہے اور نون ضمان اور ضمانت مین اصلی ہے اور اہل سنت کے اکثر فقہا کہتے ہین کہ ضم سے مشتق ہے اسلیے کہ اسکے سبب سے ایک کے ذمے کا ضم دوسرے کے ذمے ہوتا ہے اور قرضخواہون کا مطالبہ ضامن اور مضمون عنہ ہر ایک سے پہونچتا ہے یہان الف اور نون زائد ہین اور فریقین کی دلیلون کا ذکر اس مختصر مین گنجایش نہین رکھتا ہے اور ضامن مین مالدار ہونا شرط ہے یا مضمون لہ یعنی صاحب حق اُسکی محتاجی سے وقفیت رکھتا ہو اور اگر کوئی شخص ضامن ہوا اور بعد اِسکے اُسکی محتاجی معلوم ہوجائے تو مضمون لہ کو پہونچتا ہے کہ اُسکی ضمانت کو فسخ کرڈالے اور اصل دیندار سے اپنے حق کا مطالبہ کرے اور معین وعدے پر ضمانت کرنا اجماع سے جائز ہے اور میعادی دین اِس وقت ادا کرنے پر ضمانت مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر دین اسوقت کی ادا کا ہو اُسمین کسی معین میعاد کے گزرنے کے وعدے پر ضامن ہونا جائز ہے تو اِس صورت مین اصل دیندار سے بھی اور ضامن سے بھی مطالبہ نہین کرسکتا ہے مگر جب مدت وعدے کی گزر جائے گی تو ضامن سے بھر لیگا اور اگر ضامن مرجائے گا تو میعادی ضمانت حال یعنی ابھی کی ہوجائیگی اِس معنی سے کہ اُسکے ترکے سے ابھی ادا لازم ہے اور اگر دیندار پر دین دو مہینے کے وعدے سے ہو اور ضامن اپنے ذمے میعاد مذکور سے زیادہ کے وعدے پر لیلے تو بھی جائز ہے اور جو کچھ ضامن دیندار کی طرف سے ادا کریگا اُسے دیندار سے مانگنا اِس شرط سے پہونچتا ہے کہ اُسکی اجازت سے ضامن ہوا ہو گو بے اجازت ادا کیا ہو

اور اگر دیندار کی بغیر اجازت ضامن ہوا ہوگا تو ادا کیے ہوئے کا مطالبہ اُس دیندار سے اُسے نہیں پہنچتا ہے گو دیندار کی اجازت سے بھی ادا کیا ہے اور ضمانت ایسی ضمانت کے خط لکھنے سے بھی منعقد ہو جاتی ہے کہ وہ ضمانت پر دلالت کرتا ہو اس صورت میں کہ اُس قرینہ میں کوئی ایسا قرینہ ہو جو عقد ضمانت کے قصد پر دلالت کرتا ہو اور اگر قرینہ نہ ہوگا تو ضمانت منعقد نہ ہوگی مترجم کہتے ہیں کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے اور صاحب مسالک نے تصریح فرمائی ہے کہ محض لکھنے سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی ہے مگر جب کہ بولنے سے عاجز ہو مثل گونگے کے اور قرینہ ضمانت کے قصد پر ہو **دوسری بحث مضمون حق میں** ہے اور حق مضمون وہ مال ہے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہو خواہ وہ حق مستقر ہو جیسے مبیع کی قیمت کا مبیع پر قبضے کے بعد فسخ کے زمانے کے گزر جانے پر بائع کے حق کا ضامن ہوا ایسے حق کا ضامن ہو جو معرض بطلان میں ہو جیسے مبیع کی قیمت کا ضامن فسخ مبیع کے خیار کے زمانے میں قیمت پر قبضے کے بعد بائع کی طرف سے خریدار کے حق کا ضامن ہو کہ اگر مبیع دوسرے کا مال نکلے گا یا عیب دار ہوگا تو خریدار کو بائع کی طرف سے قیمت یا تفاوت قیمت دیدیگا اور اگر بائع کی طرف سے دام لینے سے پہلے ضامن ہوگا تو صحیح نہیں اسلیے کہ بائع کے ذمے مبیع کا ادا کرنا قیمت کے لینے سے پہلے لازم نہیں ہے اور ضمانت اُس چیز کی لازم آتی ہے جو خود لازم نہیں اور اسیطرح صحیح نہیں اُس چیز کی جو مضمون عنہ پر ابھی لازم نہیں ہے مثل مزدوری کے مال کی ضمانت کے اُس کام سے پہلے کہ جسپے مقرر اور مشروط اُس سے کیا ہے اور مثل گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کی شرط کے مالوں کے سبق وغیرہ سے پہلے ضامن ہونا درست نہیں اسلیے کہ یہ مال ان امروں کے بے تحقق لازم نہونگے اور اسمیں تردد ہے اور فقہا نے مال کتابت کی ضمانت کے جواز میں اختلاف کیا ہے اور مال کتابت سے یہاں اُجرت کتابت مراد ہے جو مکاتب مشروط پر مقرر ہوئی ہو اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اسطرح کی ضمانت جائز نہیں اسلیے کہ وہ مال غلام کے ذمے پر ابھی لازم نہیں اور یہ ظاہر ہے اور لازم ہونے پر بھی راجع نہیں ہوتا ہے اسلیے کہ اگر بندہ اُس مال کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو مالک کو فسخ میں اختیار ہے اور بندے کو بھی اُسکے فسخ کا اختیار ہے اور مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر اس ضمانت کا جائز ہونا کہا جاتا تو بہتر ہوتا اسلیے کہ مال کتابت کی ادا عقد کتابت پر لازم ہو جاتی ہے اور یہ خیار فسخ کی منافی نہیں جیسے قیمت مبیع کی ضمانت فسخ کے خیار میں زمانے میں ہے اور یہ مثل اس کے ہے

کہ کوئی شخص کسی مال کا مال کتابت کے سوا بندے کی طرف سے ضامن ہو مترجم کہتے ہین کہ بندہ اگر مکاتب مطلق ہو تو اُسکے ذمے کے مال کی ضمانت صحیح ہے اور مطلق مکاتب وہ ہے کہ جسکے آقا نے کچھ مال مقرر کر دیا ہو کہ اگر بندہ کما کر اتنا مال بھر دیگا تو آزاد ہو جائے گا اور یہ شرط نہ کی ہو کہ پورے ادا کرنے سے آزادی متعلق ہو گی تو ایسا بندہ جسقدر مال کتابت پہونچاتا جائے گا اُتنا آزاد ہوتا جائے گا اور جو اسکا ضامن ہو گا اُسکی ضمانت صحیح ہو گی اسلیے کہ ضمانت ادا کا حکم رکھتی ہے اور ضمانت کے ہوتے ہی یہ بندہ آزاد ہو جائے گا اور مال کتابت مطلق ضامن کے ذمے جا رہیگا اسلیے کہ اگلے مسئلے مین کہدیا گیا ہے کہ کتابت مشروط دالامراد ہے نہ مطلق والا اور صحیح ہے کہ کوئی شخص کسی کی جورو کے نفقے یعنی روٹی کپڑے کا ضامن ہو کہ وہ نفقہ اُس شخص کے ذمّے پر ہو گم گزرے زمانے کا نفقہ ہو یا حال کا ہو اسلیے کہ وہ اُس شخص کے ذمّے مستقر ہو چکا ہے اور آیندہ کے روٹی کپڑے کا ضامن نہین ہو سکتا ہے اسلیے کہ وہ ابھی اُسکے ذمّے پر نہین ہے اور مضمونہ چیزون کے ضامن ہونے مین تردد ہے جیسے مغصوب کپڑا ہے کہ کسی نے کسی سے غصب کر لیا ہو یا فاسد بیع سے تصرف اُسپر کیا ہو اور دوسرا شخص اُسے مالک تک پہونچا دینے کا ضامن ہو اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کوئی شخص کسی چیز کا ضامن ہو جو کسی پاس ہو مثل مال امانت اور مال مضاربت کے تو یہ ضمانت صحیح نہین اسلیے کہ یہ مال اصل مین مضمون نہین پھر ضامن کے ذمّے کیونکر جائے گا اور اگر کوئی شخص کسی دین کا ضامن ہو اور دوسرا اُس ضامن کا ضامن ہو اور یونہین اور شخص دوسرے ضامن کا ضامن ہو اور اسی قیاس پر تو بھی جائز ہے اور ضمانت مین ضامن کا دین کی مقدار سے واقف ہونا شرط نہین ہے پھر اگر کوئی شخص کسی کا ضامن ہو کہ جو کچھ اسکے ذمے ہے دیدونگا تو قول اشبہ پر جائز ہے اور اسصورت مین ضامن پر اتنا لازم ہو گا جسقدر مدعی گواہون سے مضمون عنہ پر ثابت کریگا کہ ضمانت کے وقت اتنا تھا نہ وہ جو تمسک مین لکھا ہو گا اور نہ وہ جسکا دیندار اقرار کریگا اور نہ وہ جسپر مضمون لہ یعنی صاحب حق رد قسم کے قسم کھائیگا اور گر اُس مال کا ضامن ہو کہ جسپر گواہی دیجائے گی تو صحیح نہین اسلیے کہ یہ معلوم نہین کہ ضمانت کے وقت وہ مال مضمون علیہ یعنی دیندار کے ذمّے پر تھا تیسری بحث ضمانت کے لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی خریدار کے واسطے مال کی قیمت

ادا کرنے کا بایع کی طرف سے ضامن ہو تو اُسے لازم ہے کہ قیمت کا تاوان بھردے جب ظاہر
ہو جائے کہ یہ بیع شروع سے فاسد ہوئی ہے اور اگر شروع مین فاسد ہو اور صحیح ہو اور بعد مین
فسخ کر ڈالا ہو یا خریدار کے قبضے سے پہلے بیع ضایع ہو گیا ہو تو ضامن پر قیمت کی ادا لازم نہین
بلکہ بایع سے لینا چاہیے اور یہی حکم ہے اگر خریدار اگلے عیب کے بیع مین نکلنے سے بیع کو فسخ
کر ڈالے یعنی ضامن قیمت نہ دیگا بلکہ بایع سے مطالبہ کریگا ہان اگر عیب نکلنے سے تفاوت قیمت کا
مطالبہ ہو تو ضامن سے لیگا اِسلیے کہ عقد بیع کے وقت خریدار تفاوت قیمت کا مستحق ہے اور وہ
ضامن کے عہدے پر ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے مترجم کہتے ہین کہ بیع کے فساد کی صورتین
ضامن کے عہدے پر قیمت کا ادا کردینا ہے اِسلیے کہ عقد بیع کے وقت قیمت کی ادا کا شغل بایع کے
ذمے پر تھا بس اِسکا مطالبہ ضامن سے ہوتا ہے برخلاف اِسکے کہ جب بیع قبضے سے پہلے ضایع
ہو جائے کہ اصل بیع ہی متحقق نہین ہوتی ہے اور اِسیطرح اگر خریدار اگلا عیب نکل آنے سے بیع
کو فسخ کر ڈالیگا تو اِس صورت مین بیع کے فسخ کے بعد مطالبے کا استحقاق خریدار کو حاصل ہوتا ہے
اور بیع کے وقت یہ استحقاق نتھا اور اِس سے ضمانت متعلق نہین ہوئی ہے دوسرا مسئلہ جب ظاہر
ہو جائے کہ بیع دوسرے کا مال تھا تو خریدار ضامن سے قیمت بھر لیگا اور اگر ایک ٹکڑا اُس بیع کا
دوسرے کا مال ہو اور ایک ٹکڑا بایع کا مال ہو تو دوسرے کے مال کے حصے بھر کے دام ضامن سے
خریدار لے لیگا اور بایع کے مال والے حصے مین اختیار ہے چاہے بیع کو جاری رکھے اور اگر اُس
حصے مین فسخ کریگا تو اُس حصے کے دام خاص بایع سے لیگا تیسرا مسئلہ جب کوئی زمین کے
بایع کی طرف سے ضامن ہو خریدار کے لیے کہ اگر اُس زمین مین کوئی عمارت یا درخت لگائے
اور وہ زمین دوسرے کا مال ظاہر ہو تو وہ اُس عمارت کو کھود ڈالے اور درخت کٹوا ڈالے
تو اِسکی قیمت کے تفاوت کو پھیر دیگا یہ ضمانت صحیح نہین اِسلیے کہ یہ اُس چیز کی ضمانت ہے جو بیع
کے وقت لازم نہ تھی [illegible] فقہا کہتے ہین کہ یہی حکم ہے اگر بایع کیطرف سے اِسیطرح کا ضامن ہو
اِسی دلیل سے [illegible] بایع کی اِسطرح کی ضمانت جائز ہے اِسلیے کہ یہ ضمانت عقد بیع
کی ذات سے ثابت ہے گو درختون اور عمارت کے تاوان کا ضامن ہوسکے اور اگر بیع مین خریدار
کوئی عمارت بنائے یا درخت بٹھائے اور دوسرے وقت مین زمین دوسرے کا مال نکل گئے

اور وہ اُس عمارت کو کھودڈالے اور درختون کو کٹوا ڈالے تو بھی بایع سے تفاوت بے عمارت والی
زمین اور عمارت والی کا اور درختون والی اور بیدرختون والی زمین کا خریدار لیگا اور یہ بایع کے ذمے واجب ہے
اِسلیے کہ وہی بایع خریدار کے اِس نقصان کا باعث ہوا ہے پھر اگر کوئی بایع کا ضامن بھی ہوگا
توبھی اُسی ذمہ داری کی تاکید ہوگی اور یہ صحیح ہے چوتھا مسئلہ جب کسی شخص کا دین دو شخصون پر
ہو اور ہر ایک اُنمین سے ایک دوسرے کا ضامن ہو تو ہر ایک کا دین ضامن کے ذمے منتقل
ہو جائیگا اور اگر اُن دومین کا اپنی کی ہوئی ضمانت کے دین کو ادا کریگا تو وہ بری الذمہ
ہو جائیگا اور جو ادا نکریگا اُسکے ذمے باقی رہیگا اور اگر قرضخواہ ایک کو بری کردیگا تو دوسرا دیندار
قرضدار رہیگا جبتک ادا نکریگا **پانچوان مسئلہ** جب قرضخواہ ضامن سے دین سے کچھ کم پر
راضی ہو جائے یا کچھ دین کو چھوڑ دے تو ضامن مضمون عنہ سے اُتنا ہی لیگا جتنا اُسنے قرضخواہ کو
دیا ہے اور اگر ضامن نے دین کے بدلے کوئی چیز دی ہو تو مضمون عنہ سے دین اور چیز کی قیمت
دونون مین جو کم ہے وہ لے گا یعنی اگر دین چیز کی قیمت سے کم ہے تو دین کی مقدار بھر
لیگا اور اگر دین چیز کی قیمت سے زیادہ ہے تو چیز کی قیمت لیگا مقدار دین کی نہ لے سکیگا مترجم
کہتے ہین کہ صاحب مسالک فرماتے ہین کہ اگر سارے مال کو مضمون لہ یعنی صاحب حق کے قبضے
مین دیدے اور بعد اسکے وہی مضمون لہ کچھ اُسمین سے یا سب ضامن کو بخشدے تو اِس صورت مین
ضامن مضمون عنہ یعنی دیندار سے کہ جسکا ضامن ہوا ہے پورا پورا کا مطالبہ کرسکتا ہے اِسلیے کہ اُسنے سارے
دین کو ادا کردیا ہے **چھٹا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی دیندار کا ایک اشرفی کا ضامن اُسکی اجازت
سے ہو اور وہ مضمون عنہ یعنی دیندار اُس اشرفی کو ضامن کو دیدے تو اُسنے اپنے ذمے کے دین کو ادا
کردیا اور اگر ضامن کہے کہ مضمون لہ یعنی قرضخواہ کو دے اور وہ قرضخواہ کو دیدے تو اِس صورت
مین وہ اور ضامن دونون بری الذمہ ہو جائین گے اور اگر اُس اشرفی کو مضمون عنہ مضمون لہ کو
ضامن کی بے اجازت دیدیگا تو اِس صورت مین بھی دونون کے دونون شخص بری الذمہ
ہو جائین گے **ساتوان مسئلہ** جب کوئی شخص مضمون عنہ کی اجازت سے ضامن ہو اور اُسکے بعد
ضمانت والے حق کو مضمون لہ کو پہونچادے اور دوسرے وقت مین مضمون لہ اُسکے وصول کا منکر
ہو جائے تو اِس صورت مین قبول کے قابل منکر کا قول قسم کیساتھ ہے یعنی ضامن سے ثبوت طلب کرینگے

اگر وہ ثبوت دینے سے عاجز آئے گا تو مضمون لہ سے قسم لین گے اور ضامن سے دلوادین گے اور
اگر مضمون عنہ یعنی دیندار ضامن کے ادا کرنیکی گواہی دیگا تو اُسے قبول کرینگے اگر متہم نہو یعنی اِس
گواہی دینے کا فائدہ اُسی کی ذات کی طرف عائد نہو اور یہ بات دین کے مضمون عنہ سے ضامن
کیطرف منتقل ہو جانے سے ہے اِسلیے کہ اِس صورت مین مضمون عنہ بری الذمہ ہو جاتا ہے اور اُسکی
گواہی ضامن کے حق مین قابل سماعت ہو گی اور اگر اُسکی گواہی قبول نہو تو مضمون لہ سے قسم لیجائیگی
اِس بات کی کہ ضامن نے اُسے نہین دیا ہے اور مضمون لہ کو پہونچیگا کہ ضامن سے دوبارہ لے لے اور
ضامن مضمون عنہ سے اُتنا لیگا جتنا پہلے مرتبے اُسنے ادا کیا ہے اور اگر مضمون عنہ گواہی نہ دے
اور ضامن کی تصدیق نہ کرے اور ضامن سے دوبارہ لیلین تو ضامن مضمون عنہ سے اُسیقدر لیگا
کہ جسقدر اخیر مرتبے مین دیا ہے کہ وہ دین سے اور پہلے مرتبے سے زیادہ نہو گا اور نہین تو ضامن
اُتنا لیگا کہ جو اِن دو دفعہ مین اور اصل دین سے کم دیا ہو گا اِسلیے کہ ضامن کو جو زیادہ دینا پڑا ہے وہ اُسیکے
اقرار سے ظلم ہے تو وہ مضمون عنہ کے ذمے نہین پڑ سکتا ہے اِسیطرح چہ مسالک مین ہے آٹھوان
مسئلہ جب کوئی مرض موت کا بیمار کسی شخص کا ضامن ہو تو جو کچھ اُس ضمانت کی بابت تاوان
دینا پڑیگا اُسے ترکے کے ثلث یعنی تہائی سے ادا کرینگے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ثلث ترکے
پر کہنے سے مطلب یہ ہے کہ اگر تہائی مین اُسکے ادا کی پوری نہ پڑے تو باقی دو تہائیون مین سے اُسکا
ادا کرنا لازم نہین نوان مسئلہ جبکہ دین میعادی ہو اور کوئی ضامن ہو کہ ابھی دیدیگا تو یہ
ضمانت صحیح نہین اور اِسیطرح اگر دین کی ادا کا وعدہ دو مہینے پر ہو اور ضامن اپنے اوپر لیلے کہ ایک مہینے
مین ادا کر دونگا تو یہ ضمانت بھی صحیح نہین اِسلیے کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم آتی ہے اور اِس
مسئلے مین تردد ہے دوسری قسم حوالے مین ہے اور نظر عقد حوالہ مین اور اُسکی شرطون مین
اور اُسکے حکمون مین ہے پہلی نظر عقد حوالہ وہ عقد ہے جو مال کے پھیر لیجانے کو ایک کے ذمے سے ایسے
دوسرے کے ذمے پر کہ وہ بھی اُتنا ہی اپنے ذمے رکھتا ہے مشروع ہوا ہے اور حوالے مین محیل
یعنی حوالے کرنیوالے کی رضامندی اور محال علیہ یعنی جسپر حوالہ کیا ہے اُسکی رضامندی اور محتال یعنی
جسکے دین کا حوالہ کیا ہے اُسکی رضامندی شرط ہے اور جب حوالہ متحقق ہو جائے گا تو مال کا حوالہ محال علیہ
کے ذمے پر ہو جائے گا اور محیل بری الذمہ ہو جائے گا گو محتال اُسے بری الذمہ نکرے اور یہی قول

اظہر ہے اور دین کا حوالہ کرنا ایسے شخص پر کہ جسپر اُسکا کچھ آتا نہو صحیح ہے مگر اس صورت مین ضمانت سے زیادہ مشابہ ہے اور اگر اپنے ذمے کے دین کا ایسے شخص پر حوالہ کرے کہ وہ مالدار نہو تو محتال پر اُسکا قبول کرنا واجب نہین مگر جب قبول کریگا تو لازم ہو جائے گا اور اُسے نہین پہونچتا ہے کہ اِس حوالے سے پھر جائے گو وہ محال علیہ حوالے کے بعد محتاج بھی ہو جائے لیکن جب حوالے کو ایسی حالت مین قبول کریگا کہ محال علیہ کے حال سے واقف نہوا اور حوالے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ محال علیہ حوالے کیوقت سے محتاج تھا تو اُسے ایسے حوالے کا فسخ اور محیل سے تقاضا پہونچتا ہے اور اگر ایک شخص کسیقدر اپنے ذمے کے روپئے کا کہ وہ زید کے ہین بکر پر حوالہ کرے اور اِسکے بعد وہی بکر اُسی دین کا اُسی شخص پر حوالہ کرے تو بھی جائز ہے اور اِسیطرح پر اگر حوالے کی ترامی یعنی پھینکا پھینک اِسطریق سے کرین کہ محال علیہ دوسرے پر اور وہ دوسرا تیسرے پر اور اِسی قیاس پر حوالہ کرین تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر محیل دین کی ادا دوسرے پر حوالہ کرنے کے بعد کرے پس اگر محال علیہ کی درخواست پر ادا کیا ہے تو محال علیہ سے اُسے پھیر مانگنا پہونچتا ہے اور اگر تبرع کے طور سے ادا کیا ہے تو محال علیہ سے مطالبہ جائز نہین اور محال علیہ بری الذمہ بھی ہو جائے گا اور حوالے مین مال کی مقدار کا معلوم ہونا شرط ہے اور ذمے پر ثابت ہوا اور اُسکا مثل ہو جیسے گیہون وغیرہ مین یا نہو جیسے غلام اور کپڑا ہے اور دونون مال کہ محیل اور محال علیہ مین انکا برابر ہونا جنس مین اور صفت مین شرط ہے اِسلیے کہ اگر مساوات نہو گی اور ایک کا دین روپیہ ہوگا اور دوسرے کا دین اشرفیان ہونگی تو غلبہ محیل کا محال علیہ پر لازم آئیگا اِسلیے کہ محال علیہ پر ایسی ہی مثل کا دینا واجب ہے جو اُسکے ذمے ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اِسلیے کہ اگر دونون شخص غیر مثل پر راضی ہو جائین تو غلبہ متحقق نہو گا کہ حوالے کا سبطل ہو جائے اور اگر کوئی شخص اپنے دین کا حوالہ دوسرے شخص پر کرے اور وہ دوسرا اُس حوالے کو قبول کر کے مال محتال کو پہونچا دے اور اُسکے بعد محیل اُسکی طلب کرے جو حوالہ کرنے سے اُسنے ادا کیا ہے پھر محیل محال علیہ کے ذمے کے اپنے دین کا دعوی کرے اور وہ انکار کرے تو اِس صورت مین قبول کے قابل قول محال علیہ کا قسم کے ساتھ ثبوت نہونے کی صورت مین ہے اور جو کچھ حوالے کی بابت دیا ہے وہ محیل سے لیگا اور آقا کو مال کتابت کا اپنے مکاتب بندے پر

قسط کی ادا کا وقت پہونچنے کی شرط سے حوالہ کرنا صحیح ہے اور آیا قسط کے وقت سے پہلے حوالہ کرنا
جائز ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین اِسلیے کہ اُسکی ادا بندے پر اُسوقت مین لازم نہین
اور اگر مکاتب بندے کو بیچڈالے پھر اُسکی قیمت کا حوالہ دوسرے پر کرے تو جائز ہے اور اگر
مکاتب کا دین آقا کے سوا کسی غیر شخص کے ذمے ہو اور وہ مال کتابت کا حوالہ اُس اجنبی شخص پر
کرے تو جائز ہے اِسلیے کہ دیندار پر دیدینا اُس مال کا واجب ہے۔ اور حوالے کے احکام مین
کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ فلان روپئے کا حوالہ فلان شخص پر
مین نے کیا ہے اور وہ اُس سے وہ روپیہ لے اور اسکے بعد محیل کہے کہ حوالے کے لفظ سے مین نے
وکالت کا قصد کیا تھا اور محتال کہے کہ میرے آتے روپئے مین تونے حوالہ کیا ہے تو اِس صورت
مین قبول کے قابل قول محیل کا قول ہے اِسلیے کہ وہ اپنی مراد سے زیادہ واقف ہے اور اِس مسئلے
مین تردد ہے اور اگر ابھی محتال نے قبضہ نہین کیا کہ یہ اختلاف پڑگیا تو بے تردد کے محیل ہی کا
قول قبول کے قابل ہے اِسلیے کہ اُسکے ذمے کا بری ہونا اصل ہے اور پہلی صورت مین محتال کا قبضہ
اُسکے دعوے کی ترجیح دینے والا ہے تو تردد کا مقام ہوا جاتا ہے اور اگر نزاع اِسکے برعکس اسطرح پر ہو کہ
محیل کے دیندار ہونیکے اقرار کرلینے کے بعد محتال کہے کہ تونے مجھے اُس مال کے قبضہ کرنے کا وکیل کیا تھا
اور وہ مال میرے قبضے مین نہین آیا اور میرا دین تیرے ذمے ہے تو اِس صورت مین قبول کے قابل
قول محتال کا قول ہے اِسلیے کہ دین اقرار سے ثابت ہوگیا اور اُسکا ادا کردینا ثبوت پر موقوف ہے
اور ثبوت سے عاجز آنے کی صورت مین قسم محتال پر عائد ہوگی دوسرا مسئلہ جب کسی کا دین دو شخصون پر
ہو کہ وہ ایک دوسرے کے ضامن ہوئے ہون اور اُسکے ذمے بھی دوسرے کا دین اِسی مقدار مین
ہو اور وہ اپنے ذمے کے دین کا اُنھین دونون پر حوالہ کردے تو یہ حوالہ صحیح ہے گو اِسمین محتال کو
اپنے حق کی تحصیل مین بہت آسانی ہے کیونکہ دو شخصون کی نسبت ایک شخص سے مال کا وصول کرلینا
زیادہ سہل ہے اِسلیے کہ تحصیل کی آسانی حوالے کے جواز کی مانع نہین تیسرا مسئلہ جبکہ خریدار بایع کے
مال کی قیمت کا کسی شخص پر حوالہ کردے اور بعد اِسکے خریدار اُس مال کو بیع سے پہلے کے عیب نکلنے
کے سبب سے پھیر دے تو یہ حوالہ باطل ہو جائیگا اِسلیے کہ یہ حوالہ بیع کے تابع ہے اور اِس مسئلے مین
تردد ہے اور اس صورت مین اگر بایع نے اُس محال علیہ سے قیمت کو پایا ہوگا تو خریدار کا دین

محال علیہ کے ذمّے باقی ہے اور اگر بایع نے خریدار کے حوالے کے موافق قیمت لیلی ہوگی تو محال علیہ
بری الذمہ ہو جائیگا اور خریدار بایع سے پھیر لیگا اور اگر بایع نے خریدار پر قیمت کا کسی ایسے شخص کا
حوالہ کر دیا ہو کہ وہ خرید فروخت سے بیگانہ تھا اور اسکے بعد خریدار مبیع مین اگلے عیب کے نکل آنے
سے یا کسی اور امر کے حادث ہو جانے سے کہ جس سے فسخ خیار ہو جاتا ہے بیع کو فسخ کرے تو خریدار پر
بایع کا حوالہ باطل نہو گا اسلیے کہ یہ حوالہ بایع مشتری کے سوا بیگانہ شخص سے متعلق ہوا ہے اور توضیح
اسکی پہلے مسئلے مین اسطرح سے ہو کہ جو حوالہ بایع مشتری کا ہوتا ہی اُس حوالے کا فسخ بیع کے فسخ ہو جانے
سے ہو جاتا ہے اور دوسرے مسئلے مین یون ہے کہ عقد بیع کے بعد قیمت بایع کی اور مال مشتری
کا ہو جاتا ہے اور بایع نے دامون کا حوالہ بیگانے شخص کو کر دیا ہے اور وہ حوالہ صحیح ہے اور قیمت
سے متعلق ہو چکا ہے اور بیع کے فسخ کے سبب سے جو ایک معاملہ مشتری اور بایع مین ہے وہ
حوالہ فسخ نہو گا اور یہ معاملہ وہ معاملہ نہین ہے کہ صحیح بیع کے سبب سے بیگانے سے متعلق ہوا ہے
اور یہ ظاہر ہے اور اگر حوالے کے بعد ثابت ہو جائے کہ اصل بیع باطل تھی تو اس صورت مین حوالہ
ان دونون صورتون مین جو بیان ہوئی ہین باطل ہو جائیگا **تیسری قسم کفالت** یعنی حاضر ضامنی
مین ہے اور اسمین کفیل اور مکفول کی رضامندی معتبر ہے اور مکفول عنہ کی رضامندی معتبر نہین
اور کفالت اظہر کے موافق اسوقت اور مدت پر صحیح ہے اور اگر کفالت مطلق ہو یعنی حال کی اور
آنے والی مدت کی قید نہو تو حال ہی کیطرف راجع ہوگی اور جبکہ کفالت مین مدت بیان ہو پھر
ضرور ہے کہ وہ مدت معین اور مقرر ہو اور مکفول لہ کو کفیل کا مطالبہ بالفعل کرنا کفالت کے مطلق
یا معجل ہونے پر جائز ہے اور اگر میعادی ہوگی پھر اگر کفیل مکفول عنہ کو مکفول لہ کے پورا اسپرد
کر دے اسطرح کہ کوئی سپرد کرتے وقت روکنے والا اور حمایت کرنیوالا اُسکا نہو تو کفیل بری الذمہ
ہو گیا اور اگر کفیل مکفول عنہ کو حاضر نہ کرے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہے کہ کفیل قید رکھے جبتک وہ
مکفول عنہ کو حاضر نکر دے یا اُسکے ذمّے کے دین کو ادا نکر دے اور اگر کفیل کہے کہ مین اگر
مکفول عنہ کو حاضر نکرون تو اسقدر روپئے میرے ذمّے ہین تو یہ تاوان بھرنا اُسپر لازم نہین ہی
مگر اُسکا حاضر کر دینا لازم ہے یا اُسکے ذمے کا دین ادا کرنا لازم ہے اور اگر کفیل یہ کہے کہ مین ہی
اسقدر روپیہ دونگا اگر اتنی مدت مین حاضر نکر دونگا تو اس صورت مین کفیل پر جو مال شرط کر دیا ہی

واجب ہی اور محشی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اِن دونون عبارتون مین کچھ فرق نہین مگر پہلی عبارت مین شرط مقدم ہے اور دوسری عبارت مین شرط اخیر مین ہے اور شرط کے لفظ کے اول اور آخر مین ہونے سے کچھ معنون مین تفاوت نہین ہوتا ہے پھر مال کے لزوم کا حکم دوسری مین نہ پہلی عبارت مین نص اور اجماع کے سبب سے ہے۔ اُردو مترجم کہتا ہے کہ پہلی عبارت مین شرط مطلق یعنی مدت وغیرہ سے مقید نہین اور دوسری عبارت مین شرط مدت کی قید سے مقید ہے اور مطلق اور مقید کے حکمون مین تغایر ہوا کرتا ہے شاید تغیر حکم کا سبب وہی مدت ہو کہ جسمین کفیل کا عذر بالکل منقطع ہو سکتا ہے برخلاف بیمدت کے کہ اُسمین تلاش وغیرہ کا عذر باقی رہ سکتا ہے بس حکم بدلنے کا مناط تقدیم و تاخیر شرط نہ ٹھہری اور نص اور اجماع بھی بوجہ نہین ہے جسطرح کہ محشی علیہ الرحمہ اور مترجم جامع الرضوی سمجھے ہین۔ اور جو شخص کسی قرضدار کو کسی قرضخواہ کے ہاتھ سے زبردستی چھڑا دیگا تو وہ اُسکے حاضر کردینے کا یا اُسکے ذمے کا قرضہ ادا کر دینے کا ضامن ہو جائے گا اور اگر کسی نے خون کیا ہوگا اور اُسے کوئی مدعی کے ہاتھ سے زبردستی سے چھڑا دیگا تو وہ چھڑا دینے والا یا تو اُسے حاضر کر دیگا یا اُسکا خون بہا بھر دیگا اور ضرور ہے کہ مکفول معین ہو بس اگر کفیل کہے کہ اِن دو شخصون مین سے مین ایک کا کفیل یعنی حاضر ضامن ہون تو صحیح نہین اور اگر کفیل کہے کہ زید یا عمرو کا کفیل ہوا ہون مین تو یہ بھی صحیح نہین اور اگر کفیل یہ کہے کہ زید کا کفیل ہوا ہون مین اگر اُسے نہ لا سکون مین تو بکر کا کفیل ہون تو یہ صورت بھی صحیح نہونے مین اُنھین پہلی دونون صورتون کا حکم رکھتی ہے اور اِس سے ملحق کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ مدت سے پہلے کفیل دیندار کو حاضر کرے تو مکفول لہ پر اُسکا لے لینا اُس صورت مین واجب ہے کہ اُسوقت کے لینے مین کوئی ضرر نہوتا ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ واجب نہین ہے تو اشبہ ہوگا اور اگر ایسے وقت مین مکفول کو سپرد کرے جس وقت مین مکفول کسی ظالم کے ظلم سے اُسے پکڑ سکتا ہو تو اِس صورت مین کفیل بری الذمہ نہوگا اور اگر حاکم شرع کے قید خانے مین مکفول قید ہو اور اُسی قید مین کفیل مکفول کو سپرد کرے تو مکفول لہ پر واجب ہے کہ اُسے قبول کرے اِسلیے کہ وہ اُسی قید خانے مین اپنے حق کو اُس سے وصول کر سکتا ہے اور اگر ظالم کی قید مین ہو تو یہ حکم نہین دوسرا مسئلہ جب مکفول غائب ہو اور کفالت حال یعنی فوری ہو

میعادی نہو تو کفیل کو اتنی مہلت دینگے کہ اُسمین مکفول تک جاسکے اور اُسے ساتھ لیکر پھر آسکے اور یہی
حکم ہے اگر میعادی کفالت ہو اور وہ مدت گزر چکی ہو تو بھی اِسیقدر مہلت کفیل کو دینا چاہیے تیسرا
مسئلہ جبکہ کفیل مکفول کے حاضر کرنے کا مطلق متکفل یعنی ضامن ہو تو حاضر کردے اگر سپرد کرنے کا
کوئی مکان مقرر ہو تو کفالت یعنی ضمانت والے شہر مین حاضر کرکے حوالے کر دینا واجب ہے اور
اگر کوئی مکان معین کر چکا ہو تو اُسی مکان مین لاکر سپرد کر دینا واجب ہے اور اُس معین مکان کے
سوا اور مکان مین سپرد کرے گا تو کفیل بری الذمہ نہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر اُس شہر سے
اُس معین مکان تک مکفول کے لیجانے مین کچھ محنت ہو اور اُس شہر مین اُس مکفول کے لینے
مین مکفول لہ کے واسطے کوئی ضرر نہو تو واجب ہے کہ اُسے اُسی شہر مین لیلے اور اس مسئلے مین تردد
ہے چوتھا مسئلہ اگر کفالت کے تحقق پر متفق ہون اور کفیل کہے کہ تیرا کچھ قرضہ مکفول پر نہین ہے
تو قبول کے قابل مکفول لہ کا قول ہے اِس سببے کہ کفالت حق کے ثبوت کو مقتضی ہے پانچوان
مسئلہ جب دو شخص ایک شخص کے حاضر کرنے کیلیے کفیل یعنی حاضر ضامن ہون اور اُن دونوں مین
سے ایک شخص مکفول کو حاضر کردے تو دوسرا کفیل یعنی ضامن بری الذمہ نہوگا اور اگر کہا جائے
کہ بری الذمہ ہو جائیگا تو خوب ہے اور اگر دو شخصون کے واسطے ایک شخص کے حاضر کرنیکا حاضر ضامن
ہو بعد اسکے ایک کو لاکر مکفول لہ دیدے تو دوسرے شخص کے دعوے سے بری الذمہ نہوگا چھٹا مسئلہ
جب مکفول مر جائیگا تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر مکفول خود حاضر ہو کر اپنے کو مکفول لہ کے
حوالے کردے تو بھی کفیل بری الذمہ ہو جائیگا فرع جبکہ کفیل کہے کہ تو نے مکفول کو بری کر دیا ہے
اور مکفول لہ منکر ہو تو قبول کرنے کا قول مکفول لہ کا قسم کے ساتھ ہے اور اگر وہ کفیل کیطرف رد قسم
کرے اور وہ قسم کھالے تو وہ کفالت یعنی ضمانت سے بری الذمہ ہو جائے گا اور مکفول مال کی
دینداری سے کفیل کے قسم کھالینے سے بری الذمہ نہوگا ساتوان مسئلہ اگر کفیل کا کوئی اور
کفیل ہو اور اِسی قیاس پر کفیل ہوتے جائین تو بھی جائز ہے آٹھوان مسئلہ بعضے فقہانے کہا
ہے کہ مکاتب بندے کا اُسکے آقا کے لیے کہ اُسکا مال کتابت اُسکے ذمے ہے کفیل ہونا صحیح نہین
یعنی مکاتب مشروط کا حاضر ضامن ہونا صحیح نہین اِسلیے کہ اُسے پہونچتا ہے کہ مال کی ادا سے عاجز
آنے کی صورت مین صرف بندہ ہونے پر پھر پڑے بس دین کا استقرار اُسکے ذمے نہین ہے

اور کفالت دین کے ثبوت اور استقرار کی فرع ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اسلیے کہ کفالت مین حاضر کرنا مطلوب ہوتا ہے اُسکے ذمے کے دین کی ادا مطلوب نہین ہوتی ہے اور اگر مکاتب مشروط کتابت کو فسخ کرڈالیگا اور صرف بندہ ہوجائے گا تو بھی اُسکے حاضر کرنے کی حاضر ضمانت جائز ہے تو مکاتب کی کفالت اولی طریق سے جائز ہوگی نوان مسئلہ اگر کسی کے سر کا یا بدن کا یا منہ کا کفیل ہو تو صحیح ہے اِسلیے کہ اِن عبارتون سے عرف مین کل کی تعبیر ہوا کرتی ہے اور اگر کسی کے ہاتھ یا پانؤن کا کوئی کفیل ہو اور اُسی پر اختصار کرے تو صحیح نہین اسلیے کہ فقط ہاتھ یا پانؤن کا حاضر کرنا ممکن نہین اور ہاتھ پانؤن سے پورا شخص سمجھا نہین جاتا ہے۔

کتاب صلح

اِس کتاب مین عقد صلح کا بیان ہے جسے شارع علیہ السلام نے جھگڑے دُور کرنے کے لیے مقرر فرمایا ہے اور یہ اپنی ذات سے عقد ہے کسی دوسرے عقد کی اِن معنون سے فرع نہین ہے کہ اگر کچھ مال کے بے عوض دینے پر صلح کرین تو ہبہ کی فرع نہین ہے کہ ہبہ کی شرطین اُس مین معتبر ہون اور اگر معین زمانے کی خدمت پر صلح کرین تو اجارے کی فرع نہین ہے اور اگر ایک سے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونے پر کسی بدلے سے صلح کرین تو بیع کی فرع نہین گو صلح اور عقدون کے بھی فائدے دیتی ہے اور منازعت بالفعل اور منازعت کے بعد اور اقرار کے ساتھ اور انکار کے ساتھ صلح صحیح ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کے حلال کرنے پر اور حلال کے حرام کرنے پر ہو صحیح نہین اور اِسی طرح صلح دونون کے اُس چیز سے واقف ہونے پر کہ جسپر نزاع واقع ہوئی ہے اور نجاننے پر صحیح ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے تیرے ذمے گیہون ہین اور اُسکی مقدار مجھے معلوم نہین اور دوسرا کہے کہ میرے بھی تجھپر چانول ہین کہ مین اُسکی مقدار نہین جانتا ہون اور آپس مین اِسبات پر صلح کرین کہ جو جسکے ذمے ہے وہ اُسی کا ہے اور ہر ایک کو اُنمین سے بری الذمہ کردین مگر جب دونون اُسکے فسخ پر متفق ہوجائین گے تو فسخ ہوجاے گی اور جبکہ دو شریک اِس بات پر متفق ہو جائین کہ نفع اور نقصان اُن دونون مین سے ایک کے ذمے ہو اور دوسرے کے لیے اصل مال ہو تو یہ صلح صحیح ہے اور اگر دو شخصون پاس دو درہم ودیعتہ ہون اور

اُن دونون مین سے ایک شخص یہ دعوی کرے کہ یہ دونون روپیے میرے ہین اور دوسرا شخص کہے کہ اِنمین سے ایک روپیہ میرا ہے تو اِس صورت مین صلح یون کرینگے کہ دو روپیے کے مدعی کو ڈیڑھ روپیہ دینگے اور دوسرے کو آٹھ آنے دینگے اِسلیے کہ دو روپیے مین نزاع نہین ہے اور وہ اتفاق سے دو روپیے کے دعوی کرنیوالے کا مال ہین اور ایک روپیے مین نزاع واقع ہوئی ہے تو اُسکو تنصیف یعنی آدھا آدھا کرنا چاہیے دونونکے قسم سے اِنکار کرنیکی صورت مین اسلیے کہ دونون ذو الید ہین یعنی دونونکے قبضے مین مال ہے اور اِسیطرحپر اگر دو شخص ایک شخص کے پاس ایک ایک روپیہ اور دوسرا دو روپیہ رکھے اور دونون کی امانتین آپس مین ملجائین اور اُنمین سے ایک روپیہ جاتا رہے تو دو روپیے امانت رکھنے والا ڈیڑھ روپیہ اور ایک روپیہ امانت رکھنے والا روپیے کا آدھا یعنی آٹھ آنے اِسی دلیل سے لیگا اور اگر ایک شخص کا بیس روپیے کا کپڑا ہو اور دوسرے کا تیس روپیے کا ہو اور دونون ملجائین اور مشتبہ ہو جائین اور پہچان نہ پڑین کہ کونسا کپڑا کس شخص کا ہے پھر اگر ایک دونون مین سے ایک دوسرے کو اختیار دے کہ جسے چاہے اُٹھالے تو بیشک اُسنے اُسکے ساتھ رعایت کی اور اگر تنازع کرین تو دونون کپڑون کو بیچین گے اور اُن دونون کی ساری قیمت کے پانچ حصے برابر کرین گے بیس روپیے کے کپڑے والا اُنمین سے دو حصے اور تیس والا تین حصے لیگا اور اگر ظاہر ہو جائے کہ ایک اُن دو عوضون مین سے جن پر آپس مین صلح ہوئی ہے کسی دوسرے شخص کا مال ہے تو صلح باطل ہو جائے گی اور صحیح ہے کہ عین کی صلح عین کے عوض مین جیسے کپڑے پر صلح کپڑے کے بدلے کرین یا عین کی صلح منفعت پر جیسے ایک راس بکری کی صلح غلام کی ایک سال کی خدمت پر کرین یا منفعت کی عین پر یا منفعت پر صلح کرین جیسے گھر مین رہنے کی صلح بکری پر یا دوسرے گھر کے رہنے پر صلح کرین اور اگر روپیون کا مصالحہ اشرفیون پر یا روپیون پر کرین تو بھی جائز ہے اور یہ صلح روپیون اشرفیون سے بیع کی فرع نہین ہے کہ صرف کی شرطین اُسمین معتبر ہون جسطرحپر کہ گزر چکا ہے اور اگر کوئی کسی کا ایک روپیے کا کپڑا ضایع کر ڈالے اور یہ شخص اُس صاحب مال سے صلح دو روپیے پر کرے تو بھی جائز ہے اور یہی جواز اشبہ ہے اِسلیے کہ صلح کپڑے کے عوض مین ہوئی ہے روپیے کے بدلے مین نہین ہوئی ہے مترجم کہتے ہین کہ علما مین اختلاف ہے کہ کسی مال کو بےپروائی سے ضایع کر دینے والا اُسی مال کی جنس سے مثل کے بھر دینے کا ضامن او

ذمہ دار ہے یا ضایع کرنے کے دن کے نرخ والی قیمت کا ذمہ دار ہے فقہانے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ قیمت بھرنے کا ذمہ دار ہے مثل کا ذمہ دار نہین پھر اگر اُسکی قیمت ایک روپیہ تھی تو مشغول ذمہ اُسی ایک روپئے کا ہے اور اُسکے عوض مین دو روپئے دینا صحیح نہین اسلیے کہ صحیح قول پر نہین بیاز لازم آتا ہے۔ اور اگر کوئی دعوی مکان کا کرے اور جسکے قبضے مین وہ مکان ہے اُسکا انکار کرے پھر منکر اُس مدعی سے مصالحہ ایکسال رہنے پر کرے تو صحیح ہے اور کسی کو پھر جانا نہین پہونچتا ہے اور یونہین ہے اگر قابض اقرار بھی کرے اور اسکے بعد سال بھر رہنے پر مصالحہ کرے تو صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسے پھر جانا پہونچتا ہے اسلیے کہ اس صورت مین یہ صلح عاریت کی فرع ہے اور استعارے کا عقد لازم عقد نہین ہے بلکہ یہ طرفین سے ایک جائز عقد ہے اور ہر ایک کو اسکا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر دو شخص ایک گھر کے مدعی ہون اور وہ تیسرے کے قبضے مین ہو ایسے سبب سے کہ شرکت کا موجب ہو اسطور پر کہ دونون شخص کہین کہ ہمین یہ گھر ورثے مین پہونچا ہے کہ آدھے آدھے کی تقسیم ہم دونون پر ہوتی ہے اور ذوالید یعنی قابض اُن دونون مین سے ایک کی تصدیق کرے اور اُس سے وہ آدھے حصے مین کسی معین عوض پر مصالحہ کرے پھر اگر یہ صلح دوسرے مدعی کی اجازت سے واقع ہوئی ہے تو صلح پورا پورا آدھے مین نافذ ہو جائیگی اور جو کچھ صلح کے عوض مین لیا ہے وہ دونون مدعیون مین بٹ جائیگا اور اگر دوسرے کے بے اذن مصالحہ کیا ہے تو یہ صلح اُسی مقرلہ کے حق سے مختص ہوگی اور دوسری چوتھائی اُس آدھے کی جو ہمین نافذ نہو گی اور جس آدھے کا کہ اُسکے لیے اقرار کیا ہے وہ اُن دونون مین مشترک ہے پھر صلح چوتھائی ہی مین جاری ہوگی اور پورا پورا آدھے مین جاری نہو گی اور دوسری چوتھائی دوسرے شریک سے تعلق رکھتی ہے اور اگر دونون مدعی آدھے گھر کا دعوی ایسے سبب سے کرین کہ جو اُس گھر مین اُن دونون کی شرکت کا باعث نہو اور ذوالید ایک کی تصدیق کرے تو دوسرا اُس مقرلہ کے آدھے مین شریک نہو گا اور اگر کسی پر کوئی کچھ مال کا دعوی کرے اور مدعا علیہ منکر ہو اور مدعی سے مصالحہ اُسکے درخت یا کھیت کو اپنے پانی سے سینچنے پر کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی صلح جائز نہین اسلیے کہ اس صلح کے بدلے مین پانی ہے اور اُسکی مقدار معلوم نہین تو صلح مشغول بھول ہوئی جاتی ہے اور اس مسئلے مین اور وجہ بھی ہے اور وہی اس صلح کا جائز ہونا ہے۔

کھیتی سینچنے کے پانی کے بکنے کے جائز ہونیکے اعتبار سے یہ ہے اور اُسکی بیع کے جائز ہونے کی صورت مین
صلح بھی اُسپر جائز ہوگی اور اگر اُسکے ساتھ مصالحہ کوٹھے پر یا صحن مین پانی جاری کرنے پر کرین تو بعد
اِسکے کہ پانی جاری ہونیکا مقام لنبان چوڑان مین معلوم ہو تو صحیح ہے اور جب کوئی شخص دوسرے پر کچھ مال کا دعوے
کرے اور مدعی علیہ کہے کہ مجھ سے صلح کرلے تو یہ اقرار نہین ہے اِسلیے کہ کبھی صلح اِنکار کے ساتھ بھی
ہوا کرتی ہے اور اگر یہ کہے کہ بیچڈال یا بخشدے تو یہ اقرار ہو جائیگا اِسلیے کہ بیع اور ہبہ کی درخواست
مِلک کے اقرار کی فرع ہے اور صلح کے مسئلون سے ملحق املاک مین نزاع کے حکم ہین اور اِسمین کئی
مسئلے ہین پہلا مسئلہ نکالنا سائبانون کا اور چھجون کا اور کانسون کا اور چھتون کا عام غیر مخصوص
راہون مین کہ کسی طرف سے بند نہون اور یہ چیزین اِتنی اونچی ہون کہ رستہ چلنے والون کو ضرر نہ پہونچاتی
ہون تو جائز ہے گو کوئی مسلمان راضی نہو صحیح قول پر اور اِس کہنے سے مصنف رح نے شیخ رح کے خلاف پر اشارہ
کیا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ ایسی راہونکے سب حقدار ہوتے ہین اگر ایک بھی راضی نہوگا تو نہ بنا سکیگا اور اگر یہ چیزین مضر
ہونگی تو اِنکا نکالڈالنا واجب ہوگا اور اِنھین کے معنو مین وہ حفیہ نکالنا اِسطرح ہے کہ مقابل کی دیوار تک پہونچین
اور اگر اُنسے راہ مین تاریکی ہو جاتی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب بھی اِنکا نکالڈالنا واجب نہین یعنی اِس شرط سے کہ وہ
اندھیرا اِسقدر نہو کہ بالکل روشنی جاتی رہے اور نئے دروازون کا عام راہو مین نکالنا جائز ہے مگر مخصوص یکطرفے
بند راہون مین بے شریکون کی اجازت کوئی نیا دروازہ وغیرہ نکالنا جائز نہین کیونکہ اُسکے مالک
لوگ اُسمین شریک ہین اور اِسیطرح سے اُسمین کوئی اور تصرف بھی جائز نہین خواہ رستہ چلنے والونکو
مضر ہو خواہ نہو اِسلیے کہ وہ رستہ اُنھین مالکون سے مخصوص ہے اور اُسمین وہ سب مشترک ہین
اور مشترک مال مین بے سب شریکون کی اجازت کوئی تصرف کرنا جائز نہین اور اِسیطرح ہے
اگر کسی دروازے کے بنانے کا قصد کرے اور اُس سے آمد و رفت کا بھی ارادہ نرکھتا ہو جائز نہین
اِسلیے کہ ایک مدت گذرنے کے بعد اُس سے آمد و رفت کے استحقاق کے مشابہ حاصل ہو جاتا ہے
اور روشندان بنانا اور جھنجھریان لگانا اور ہوا آنے کی جالی اور طاق بنانا جائز ہے اِسلیے کہ اُنمین اِس استحقاق
کی مشابہت نہین ہے اور اِن چیزون سے گھر روشن ہو جاتا ہے اور رستہ چلنے والون کا اور مالکونکا
کوئی ضرر بھی نہین ہے اور ہر شخص اپنی ملکیت مین اختیار رکھتا ہے کہ جیسا چاہے ویسا تصرف کرے
اور اگر راہ خاص مین شرکا سے سائبان وغیرہ نکالنے پر مصالحہ کرے تو بھی بعضے فقہا کہتے ہین کہ مصالحہ

جائز نہین اِسلیے کہ فقط ہوا کا بے زمین کے بیچنا درست نہین اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ اصلح یہی ہےا
کہ صلح بیع کے تابع نہین ہے جسطرحپر کہ بیان ہو چکا ہے اور اگر کسی کے دو گھر ہون کہ دروازہ ہر ایک
کا خاص کوچے کی طرف ہو تو اُسے اُن دروازون کے بیچ مین تیسرا دروازہ نکالنا جائز ہے اور
اگر کوئی مخصوص راہ مین کوئی تصرف کرے تو جو کوئی اُس راہ سے ہوکر نکلے اُسے اُسکا دور کر ڈالنا
جائز ہے اور اگر مخصوص کوچے مین ایک دروازہ زیادہ اندر کی طرف ہو اور دوسرا زیادہ باہر کی
طرف ہو یعنی عام راہ سے زیادہ نزدیک ہو تو اندروار کے دروازے کا مالک آمد و رفت کی راہ
مین باہر والے دروازے کے مالک کا شریک ہے اور باہر کے نزدیک دروازے والا اندر والے
دروازے کے مالک کا شریک راہ نہین ہے بلکہ اُسکے دروازے سے دوسرے گھر کے دروازے
تک زیادہ اندروار کے گھر کی خاص راہ ہے اور اگر خاص گوچے مین زمین زیادہ اوپر وار
اُس کوچے کی ہو کہ جسمین آمد و رفت نہ ہا کرتی ہو اور سامنے کا دروازے والا اور پیچھے کا دروازے
والا دونون اُس زمین کا دعویٰ کرتے ہون بس وہ دونون اُس زمین کے استحقاق مین برابر ہین
اور ایک کو دوسرے پر کوئی تفضیل اور ترجیح نہین ہے اور اندروار کے دروازے والے کو
آگے وار عام راہ کیطرف اپنے دروازیکا ہٹا لانا جائز ہے اور اِسیطرحپر باہر والے دروازے والیکو اپنے دروازیکا
عام راہ کیطرف آگے لیجانا جائز ہے اور اگلے دروازے والیکو اپنے دروازیکا اوپر ہٹا لیجانا جائز نہین اور اسیطرح
پر پچھلے کو اگلے سے بڑھانا جائز نہین اِسلیے کہ اندر کے دروازے سے باہر کے دروازے تک
کی راہ اندر کے دروازے سے مخصوص ہے اور باہر کے دروازے سے راہ عام تک جو راہ
ہے وہ دونون داخلی خارجی دروازون مین مشترک ہے اور داخلی سے اوپر وار کی زمین کہ دونون
کے گذرنے کی راہ نہین اُسکے دعوے مین دونون صاحب خانہ برابر ہین جسطرحسے کہ بیان
ہو چکا اور اگر بعضے راہ عام والون مین سے چھجا یا چھتا عام کی ہوا پر بنائین کہ رستہ چلنے والونکو
مضر نہو تو اُنکے سامنے والون کو نہین پہونچتا ہے کہ اُنھین مانع آئین گو سارے راستے کو وہ
ڈھانک لین اور اگر وہ چھتا گر پڑے اور پڑوسی اپنے انتفاع کے لیے اُسکے بنانے مین سبقت
کر جائے تو اُس پہلے چھتے والے کو اُسکا روکنا نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ وہ دونون اُس
راہ عام کی ہوا مین برابر ہین اور یہ مثل مسجد مین بیٹھنے کے ہے کہ پیچھے آنے والا اگلے بیٹھے کو

اُٹھا کر اُسکی جگہ پر بیٹھ نہین سکتا ہے **دوسرا مسئلہ** جب پڑوسی اپنے مکان کی دھنیون کو پڑوسی کے مکان کی دیوار پر رکھنے کی درخواست کرے تو اس پڑوسی کو اُسکے کہنے کا ماننا واجب نہین گو وہ ایک ہی دھنی کے رکھنے کو کہے مگر مستحب ہے اور اگر اجازت دیدے تو پھر بھی رجوع کر سکتا ہے یعنی منع کر سکتا ہے اجماع سے جبتک وہ رکھ نہ چکے لیکن رکھنے کے بعد منع کرنا جائز نہین اسلیے کہ مراد دھنی رکھنے سے یہ ہے کہ ہمیشہ اُس دیوار پر رہے لیکن اگر رجوع کریگا یعنی روکے گا تو دیوار پر رکھی دھنی اور نہ رکھی کی قیمتون کے تفاوت کا ضامن یعنی تاوان بھر دینے کا ذمہ دار ہوگا اسلیے کہ اُسنے پہلے اُسکی اجازت سے رکھی تھی اور یہی قول بہت خوب ہے اور اگر گر پڑے تو پھر رکھنا اُسی اجازت پر موقوف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگلی اجازت کافی ہے اور اگر پڑوسی اپنے پڑوسی سے اپنے مکان کی دھنیونکو اُسکی دیوار پر رکھنے مین پہلے مصالحہ کرے پھر ذکر دھنیون کی گنتی کا اور تول کا اور لنبائی کا کرے تو بھی جائز ہے **تیسرا مسئلہ** اگر دو گھرون کے بیچ مین ایک دیوار ہو کہ اُن دو مین سے ایک کی بنا کے قریب ہو یا کسی کی مخصوص زمین مین نہو یعنی دونون گھرون مین سے کسی گھر کی مخصوص زمین مین نہو اور وہ دونون پڑوسی آپس مین اُس دیوار پر نزاع کرین اور کوئی بھی ثبوت نہ رکھتا ہو پھر جو قسم کھا لیگا اُسکے موافق حکم کیا جائیگا کہ وہ دیوار اُسکی مالک ہے اور اگر دونون قسم کھا لین یا دونون سکوت کرین تو اُن دونون مین اُس دیوار کے مشترک ہونے کا حکم کر دینگے اور اگر وہ دیوار ایک کی عمارت سے قریب ہو گی تو قبول کے قابل اُسی کا قول قسم کے ساتھ ہے اور اگر دو پڑوسیون مین سے ایک کی ایک یا کئی دھنیان اُس دیوار پر ہونگی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُنکے کھو دینے کا حکم نہ دینگے گو وہ دیوار اُسکی ملک مین نہو اور بعضے کہتے ہین کہ کھو دینے کا حکم دیدینگے قسم لیکر اور یہی قول اشبہ ہے اور ان دونون مین سے ایک کے دعوے کو دوسرے پر ترجیح نہ دینگے دیوار مین کے خارج امرون کے سبب سے مثل نقاشی اور کھونٹیان گاڑنے اور روشندان وغیرہ کے اسلیے کہ ممکن ہے کہ بے پڑوسی کی اطلاع یہ سب چیزین بنا لی ہون اور بیشتر جیسے روشندان بھی پڑوسی پڑوسیون کی دیوارون مین بنا لیا کرتے ہین اور اگر پردے کی ٹٹیون مین جو دو گھرون کے بیچ مین ہین آپس مین پڑوسی نزاع کرین تو اُسکی ملکیت کا حکم کرینگے جسکے گھر کی طرف اُن ٹٹیون کی گرہین ہون گی اُس روایت پر عمل کرنے کے اعتبار سے جو اس باب مین وارد ہوئی ہے **چوتھا مسئلہ** شریک کو کسی دیوار مین تصرف کرنا اُسپر عمارت بنانے

یا چھت بنانے سے یا لکڑی گاڑنے سے بے شریک کی اجازت جائز نہین اور اگر جائے اور شریک نہ بنائے تو شرکت مین اُسکے بنانے کے لیے اُسپر جبر نکریگا اور یہی حکم کنوئین کے رہٹ کی مشارکت کا اور کنوئین کی مشارکت کا اور نہر کی مشارکت کا ہے اور یونہین نیچے والے درجے کا مالک دیوارین بنانے کا کہ جسپر کوٹھے کا مکان ہے اوپر کے درجے کے مالک پر جبر نہین کرسکتا ہے اور اگر ایک دوسرے شریک کی بے اجازت مشترک دیوار کو گرا دے تو اُسپر واجب ہی کہ اُسے پھر سے بنا دے اور یہی حکم ہے اگر اُسکی اجازت سے بنا دینے کی شرط پر کھودڈالے تو بنا دیگا **پانچوان مسئلہ** جب گھر کے نیچے کے درجے کے مالک مین اور اوپر کے درجے کے مالک مین گھر کی دیوارون پر نزاع ہو تو قبول کے قابل قسم کے ساتھ قول نیچے کے درجے کے مالک کا ہے اور اگر دونون مین اوپر کے درجے کی دیوارون کی بابت نزاع ہو تو قول کوٹھے کے مالک کا قسم کے ساتھ ہے اور اگر گھر کی چھت مین تنازع کرین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ دونون قسم کھالین تو حکم اشتراک کا کرنا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اوپر کے درجے کے مالک کے نام حکم دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعے سے فیصلہ کرنا چاہیے اور یہی بہتر ہے **چھٹا مسئلہ** جب درخت کی شاخین کسی پڑوسی کی ملک کی طرف بڑھجائین تو انھین اپنی ملک کی طرف جھکا لینا واجب ہی اور نہین تو اپنی ملک کی حد سے کاٹ ڈالنا چاہیے اور اگر درخت والا پڑوسی نمانے تو دوسرے پڑوسی کو کہ جسکی ملک مین گئی ہین پہونچتا ہے کہ خود انھین کاٹ ڈالے اور یہ حکم حاکم کی اجازت پر موقوف نہین اور اگر درخت کا مالک پڑوسی سے اُن شاخون کو ہوا مین رہنے دینے پر مصالحہ کرے تو صحیح نہین اور اسمین تردد ہے ہان اگر اُن شاخون کو دیوار پر رہنے دینے مین مصالحہ کرے تو اس صورت سے جائز ہے کہ اُن شاخون کی زیادتی کی مقدار عقد مصالحہ مین معین کردین یا زیادتی کی نہایت مقرر کرلین کہ پھر اُس سے زیادہ نہو سکین **ساتوان مسئلہ** جب کاروانسراے کے نیچے کے درجے کے گھرون کا مالک اوپر کے درجے کے گھرون کے مالک سے کاروانسراے کے زینے پر نزاع کرے تو اُس زینے کی ملکیت کا حکم اوپر کے درجے کے مالک کے نام قسم لیکر کرینگے اور اگر زینے کے نیچے خزانہ ہوگا تو وہ دونون اُسکے دعوے مین برابر ہین اور اگر اُس سراے کے صحن مین تنازع کرین تو جتنے مین ہوکر اوپر کے درجے والا جاتا آتا ہے اُتنے مین وہ اور نیچے کے درجے والا دونون شریک ہین اور جو اسقدر سے زیادہ ہے وہ نیچے کے درجے والیکا

مالک ہے تتمہ جب گھوڑے کی ملکیت مین گھوڑے پر کا سوار اور اُسکی لگام پکڑے شخص تنازع کرین تو قسم کھا لینے کی صورت مین اُسکی ملکیت کا حکم سوار کے نام پر کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس دعوے مین دونون برابر ہین اور پہلا قول زیادہ قوت رکھتا ہے اور اگر تنازع کرین ایک کپڑے پر کہ ایک کے ہاتھ مین زیادہ ہے اور دوسرے کے ہاتھ مین کم ہے تو اِسمین دونون قابض اور مالک ہونے مین برابر ہین اگر پہلے کو دوسرے پر ترجیح نہو اور اِسیطرح اگر تنازع کرین ایک غلام پر کہ ایک کے کپڑے غلام پہنے ہو تو وہ دونون بھی دعوے مین برابر ہین اِسلیے کہ کپڑے کبھی مالک کی بے اجازت پہنتے ہین اور کبھی مانگے لیتے ہین پس کپڑے پہنے ہونا اُسکے دعوے کا مرجح نہین اور لیکن اگر تنازع کرین ایک اونٹ پر کہ ایک کا بوجھ اُس اونٹ پر لدا ہو تو یہ امر اُسکے دعوے کے مرجح ہوگا اور اگر تنازع کرین مکان کے کوٹھے پر کہ ایک کے مکان پر بنا ہوا ہو اور اُسکا دروازہ دوسرے مدعی کے کوٹھے کیطرف کھلا ہو تو مدعی گھر کا مالک کہ جسکے کوٹھے پر مکان بنا ہوا ہے راجح ہے۔

کتاب شرکت

یہ کتاب شرکت کے بیان مین ہے اور اِسمین نظر کئی فصلون کی مقتضی ہے۔

پہلی فصل شرکت کی قسمون مین ہے اور ایک چیز مین کئی مالکون کے حق غیر معین طور پر جمع ہونیکو شرکت کہتے ہین اور کبھی شرکت عین مال مین ہوتی ہے جیسے گھر کی شرکت ہے اور کبھی منفعت مین ہوتی ہے جیسے گھر کی سکونت مین کی شرکت ہے اور کبھی حق مین ہوتی ہے جیسے اشتراک ہمسایہ مین اور شفعہ مین یا ورثہ مقتول کا اشتراک قصاص مین ہے اور شرکت کا باعث کبھی ارث ہوتی ہے کہ سب وارث مورث کے مال کے شریک ہین اور کبھی عقد ہوتا ہے جیسے دو شخص کوئی زمین یا کپڑا خرید کرین اور کبھی امتزاج یعنی ملجانا ہوتا ہے جیسے دو مالکون کے دو مال اسطرح ملجائین کہ کسی کا مال پہچان نہ پڑے جیسے زید کے گیہون بکر کے گیہون سے ملجائین اور کبھی شرکت اکٹھا کرنے سے ہوتی ہے جیسے دو شخص لکڑیان جنگل سے جنکر اکٹھا کرین اور اشبہ یہی ہے کہ اِس اخیر قسم مین ہر ایک اپنے اکٹھا کیے ہوئے سے مختص ہے مگر جب ملجائینگے تو اگلی قسم مین داخل ہوجائینگے یا یہ کہ ملکر درخت اُکھیڑین یا کاٹین یا ملکر پانی کو اُٹھائین ایک ہی مرتبہ کہ اِس صورت مین حیازت والی قسم متحقق ہوجائے گی اور جب ایک مال دوسرے مال سے اسطرح ملجائیگا کہ ایک دوسرے

پہچان نہ پڑیگا تو اُن دونون مالون مین شرکت ہوجائیگی خواہ اُن مالون کا ملنا اختیاری ہو خواہ
اتفاقی ہوا اور امتزاج والی شرکت ایسے دو مالون مین ہوتی ہے جو ایک جنس اور ایک صفت کے
ہون خواہ وہ دونون مال نقد کی قسم سے ہون جیسے روپئے اشرفیان ہین یا متاعون کی قسم سے
ہون جیسے گیہون اور چانول کے افراد ہین اور جو چیزین کہ ایک دوسرے کی مثل نہین ہوتی ہین جیسے کپڑے
اور لکڑیون کی فردین اور غلام لونڈی ہین انمین امتزاج کے سبب سے شرکت نہین ہوتی ہے
بلکہ انمین کبھی شرکت ارث سے ہوتی ہے یا کسی مالک کے نقل والے عقد سے ہوتی ہے جیسے بیع اور ہبہ
ہے اور اگر کوئی چاہے کہ ایسے دو مالون مین شرکت ہوجائے جو مال آپسمین متماثل نہین ہین جیسے
گھوڑا اور موتی ہے تو گھوڑے کا مالک آدھے گھوڑے کو موتی کے آدھے دانے سے بیچڈالے اِس طریق
سے اِن دو غیر متماثل جنسون مین دونون شریک ہوجائین گے اور کامون کے سبب سے شرکت
نہین ہوتی جیسے سینا اور بُننا ہے اِس طریق سے کہ دو درزی ایک کپڑے کو سیین اور جو اُسکی مزدوری ہو
وہ آپسمین بانٹ لین یا درزی اور بُننے والا آپسمین کپڑے کے کام مین مشارکت کرے اور جو اُن
دونون کے کامون سے حاصل ہو اُسے آپسمین بانٹلے بلکہ انمین ہر ایک اپنے کام کی اُجرت سے
مختص ہے لیکن اگر یہ دونون کسی شخص کی مزدوری پر ساتھ کام کرین تو وہ اِن کو جو چیز دیگا اُسمین شریک
ہونگے اور وجوہ سے مشارکت صحیح نہین یعنی وجیہ آدمی معزز کہ جسکی بات سب مانتے ہون کسی چھپے
گمنام شخص کا کہ اُسکا مال ہو شریک ہوجائے کہ وہ وجیہ مال کو بیچے اور جو نفع ہو اُسے بانٹ لین
یا دو وجیہ الگ کچھ مال خرید کرین اور ہر ایک اُس مال کو جدا جدا بیچے اور آپسمین ٹھہرالین
کہ قرض کے ادا کے بعد نفع مین شریک رہین گے یا وجیہ اُس چھپے گمنام شخص سے مال کچھ نفع بڑھا کر
مول لے اور اُس نفع سے بڑھائے جتنے پر اُس چھپے گمنام سے بکتا تھا اور نفع مین شریک ہوجائین تو
اِسطرح کی شرکتین جائز نہین اور شرکت مفاوضہ جائز نہین اور وہ یہ ہے کہ دو شخص یا زیادہ آپسمین
ٹھہرالین کہ جو تجارت سے اور پیشے سے اور میراث وغیرہ سے پیدا کرینگے اُسمین شراکت رہیگی اور تاوان
وغیرہ دینا پڑیگا مثل دیت وغیرہ کے اُسمین بھی شریک رہین گے اور مشارکت صحیح نہین ہے مگر مال کے ساتھ
تو اُس سے ہر شریک نفع اور نقصان مین برابر ہے جس صورت مین دونون کا مال برابر ہو اور اگر ایک
شریک کا مال زیادہ ہو تو اُسکے اصل مال کے موافق تقسیم ہوگا اور نقصان بھی اُسی حساب سے ہوگا

اور اگر ایک شریک دوسرے شریک سے اقرار کرے کہ اصل مال برابر ہونے پر بھی تجھے نفع زیادہ دونگا
یا اصل مال کی شرکت کے تفاوت پر نفع اور نقصان مین شرکت برابر رہیگی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ
یہ شرکت باطل ہے اور ہر شخص اپنے مال کا نفع اور اپنے کام کی اُجرت اُسی کے مال کے مقابل کی مزدوری
گھٹانے کے بعد لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرکت اور شرط دونون صحیح ہین اور پہلا قول اظہر ہے
اور یہ اُس صورت مین ہے کہ دونون شریک مال مین کام کرتے ہون اور اگر کام کرنے والا ایک ہی
شخص ہو اور مال دونون کا ہو اور کام کرنے والے سے شرط کر لین کہ اصل مال کے نفع سے کچھ
بڑھکر لینا تو صحیح ہے اور یہ مشارکت سے بڑھکر مضاربت سے مشابہ ہے اور جب مال مشترک ہو تو
کسی شریک کو بے سب شریکون کی اجازت کوئی تصرف جائز نہین اور جیسے تصرف کی اجازت
سب سے ملگئی ہوگی وہی اُس مال مین تصرف کریگا کوئی اور تصرف نکریگا گو سب شریک ہون
اور تصرف اجازت کی مقدار ہی بھر کریگا اور اُس سے آگے نہ بڑھے گا اور اگر سب شریک مطلق
اجازت دیدین تو اُس صورت مین جس قسم کا تصرف چاہیگا کریگا اور اگر سب شریک ملکر ایک
شریک کو مقرر کر دین کہ فلان معین سمت مین سفر کرے تو اُسے اُس سمت کے سوا مین سفر شروع کرنا
جائز نہین یا تجارت مین ایک قسم کی اجازت دین جیسے کپڑا بیچنا ہے تو اُسے جائز نہین کہ دوسری قسم
کی تجارت کرے جیسے جانورون کی خرید فروخت ہے اور اگر دونون شریکون مین سے ہر ایک دوسرے
شریک کو تصرف کی اجازت اُس مال مین دے تو ہر ایک کو اُس مال مین اجازت کے موافق تصرف
کرنا جائز ہے گو تنہا بھی ہو اور اگر مجتمع ہونے کو آپس کے تصرف مین شرط کر دین تو تصرف مین منفرد
ہونا جائز نہین اور اگر کوئی شریک تصرف مین اجازت سے بڑھجائے گا تو اُس مال کا ضامن ہوگا
اور ضایع ہونے کی صورت مین تاوان اُسکے ذمے ہے اور ہر شریک کو پہونچتا ہے کہ اپنے دیے
اذن سے پھر جائے اور مال بانٹ لینے کا مطالبہ کرے اسلیے کہ مشارکت کوئی لازم عقد نہین ہے
اور جب شرکت کو فسخ کر ڈالین تو شریکون مین سے کسی شریک کو دوسرے شریک سے اصل مال
کا مانگنا نہین پہونچتا ہے بلکہ جو کچھ نقد اور جنس مین موجود ہوگا بانٹ لین گے مگر جبکہ اتفاق
اس بات پر ہو کہ سارے مال کو بیچکر نقد کر لین گے تو اِس صورت مین بکنے کے بعد طالب
نقد کا کر سکتا ہے اور اگر دو شریک شرط کر لین کہ فلان مدت تک شرکت بحال رکھین گے

اور فسخ نکرینگے تو یہ شرط صحیح نہین ہے اور ہر شریک کو جب چاہے شرکت کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور جو مال کہ شریک کے پاس ہے وہ ضایع ہونے کی صورت مین اُسکا ضامن نہین ہے اسلیے کہ وہ اُسمین امین ہے مگر جب محافظت مین بے پروائی کرے تو ضامن ہے اور اگر ضایع ہونے کا دعوی کریگا تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا خواہ ضایع ہونے کے ظاہر سبب کا دعوی کرے جیسے ڈوب جانا ہے اور جلجانا ہے یا پوشیدہ سبب کا دعوی کرے جیسے چوری جانا ہے اور اسیطرح اگر ایک شریک دوسرے شریک پر خیانت یا حفاظت مین بے پروائی کا دعوی کرے اور وہ دوسرا انکار کرے تو اُسی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور شریک کے مرجانے سے اور دیوانے ہو جانے سے تصرف کی اجازت باطل ہوجائے گی۔

دوسری فصل مشترک مال کی قسمت مین ہے اور یہ حق سے غیر حق کا جدا کرنا ہے اور بیع نہین ہے خواہ باہمی تقسیم مین مشترک مال سے زیادہ حصّون کی صحت کے لیے دین جیسا کہ بعضی تقسیمو مین اُسکی احتیاج پڑتی ہے خواہ ندین اور بے شریکون کے اتفاق کے تقسیم صحیح نہین اور تقسیم کی دوقسمین ہین ایک قسمت ایسی چیز کی ہے جسکی تقسیم مین کوئی ضرر نہین پھر اگر کوئی شریک اسکی تقسیم سے مانع آئے گا تو اُسے اتنا تنگ کرینگے کہ وہ راضی ہو جائے جس صورت مین کوئی قسمت کا خواہان ہوگا اور قسمت برابر حصّے لگانے سے اور قرعہ ڈالنے سے ہوتی ہے اور اگر کوئی شریک چاہے کہ بے قرعے کے اپنے حصّے کو لے لے تو اور شریکون کی رضامندی کی صورت مین لے لینا جائز ہے دوسری قسم قسمت کی ایسی چیز کی تقسیم ہے کہ جسکی تقسیم مین ضرر ہوتا ہے جیسے جواہر کا دانہ اور تلوار کا قبضہ ہے اور تنگ دُکانین ہین اور یہ تقسیم جائز نہین گو ایسی تقسیم پر شریک سب متفق بھی ہون اسلیے کہ یہ تقسیم مال ضایع کرنے کی موجب ہے اور وقف کو تقسیم کرنا نہین پہونچتا ہے اسلیے کہ حق انھین پانے والون مین منحصر نہین ہے اور اگر ایک ملک مین سے کچھ وقف ہو اور کچھ وقف نہو تو اُسکا تقسیم کرنا صحیح ہے اسلیے کہ یہ وقف کی تقسیم نہین ہے بلکہ غیر وقفی سے وقف کا جدا کرنا ہے۔

تیسری فصل اس باب کے لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص جو پایہ کسی سقّے کو دے اور دوسرا اُسے مشک دے اسبات پر کہ جو حاصل ہوگا وہ تینون شخصون

مشترک ہوگا تو یہ شرکت منعقد ہوگی یہ شبہ کہ یہ ابدان اور اموال کی شرکت سے مرکب ہے اور امتزاج
پایا نہیں جاتا ہے کہ شرکت کے لوازم مین سے ہے پس یہ باطل ٹھہرے گی اور جواب ہے پانی پلاکر یا بیچ کر دو سقّے ہی کا مال
اور اُسپر لازم ہے کہ جو پانی اور مشک کی اُجرت مثل دے دوسرا مسئلہ اگر کوئی شخص کوئی شکار پکڑے
یا لکڑی کاٹے جنگل سے یا گھانس کاٹے کسی جنگل سے اس نیت سے کہ ہم مین اور دوسرے مین مشترک ہو
تو یہ نیت شرکت کے حصول مین اثر نہ کرے گی بلکہ سارا مال اُسی کا ہے اور اُس دوسرے کو اُسمین
کچھ نہین اور آیا صیاد یا لکڑی جمع کرنے والا اور گھانس کھود دینے والا ان مباح چیزون کے مالک
ہونیمین تملک کی نیت کا محتاج ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ نیت کا محتاج نہین بلکہ جمع کرتے
ہی اور اُٹھاتے ہی اُسکا مالک ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نیت کا محتاج ہے اور اسمین
تردد ہے تیسرا مسئلہ جبکہ دو شخصون مین کچھ مال برابر مشترک ہو پھر ایک دوسرے کو اُس مال
مین تصرف کی اور اُس سے نفع کمانے کی اجازت دے اس شرط سے کہ منفعت دونون مین مشترک برابر
رہے تو یہ مضاربت نہین اسلیے کہ مضاربت کا حصہ کہنے والے کے مال مین سے ہوتا ہے اور اس
صورت مین کہنے والے کے مال سے عامل یعنی تجارت کے کام کرنیوالے کو نہین ملتا ہے اور شرکت
بھی نہین ہے گو مال مین امتزاج متحقق ہے اسلیے کہ شرکتین دونون شریک کام کرتے ہین اور یہان
عامل ایک ہی ہے بس یہ بضاعت ہوگی اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا مال دوسرے کو دے کہ
اُسکے لیے تبرعاً اُس سے کچھ کام کرے اور جو منفعت اُس سے حاصل ہو وہ صاحب مال کو سب کی سب
دیدے اور اس صورت مین بھی منفعت برابر تقسیم ہوگی اور عامل کو شریک کے حصے مین سے کچھ ملتا
نہین ہے چوتھا مسئلہ جب کوئی شریک کچھ مال مول لے اور دوسرا شریک دعوی کرے کہ میرے
اور اپنے لیے یہ مال اسنے شرکت مین خرید کیا ہے اور وہ انکار کرے اور کہے کہ مین نے اپنے لیے تنہا خرید
کیا ہے تو قسم کے ساتھ خریدنیوالے کا کہنا مقبول ہوگا اسلیے کہ وہ اپنی نیت سے خوب واقف ہے —
پانچوان مسئلہ جب ایک شریک کسی مشترک چیز کو دوسرے شریک کی اجازت سے بیچے گا اور اُس
شریک کی طرف سے اُسکے حصے کی قیمت لینے مین وہ وکیل ہوا ہوگا اور خریدار دعوی کرے کہ پوری
قیمت مین بایع کو دے چکا اور اُسکی تصدیق شریک کرے تو اس صورت مین خریدار شریک کے
حق سے بری الذمہ ہو جائے گا اور شریک کی گواہی کو بایع پر آدھے حق کے لینے مین بھی قبول کرینگے

اِسلیے کہ اِس گواہی مین وہ متہم نہین ہے اور کوئی فائدہ اُسکی طرف عائد نہین ہے کہ متہم ہو اور گواہی قبول نہو اور اگر خریدار دعویٰ کرے کہ ساری قیمت بایع کے شریک کو مین نے دیدی ہے اور بایع اُسکے قول کی تصدیق کرے تو اِس صورت مین خریدار بایع اور شریک کسی کے دعوے سے بری نہوگا اِسلیے کہ قیمت مین سے بایع کا حصہ بایع کو نہین دیا ہے اور نہ اُسکے وکیل کو دیا ہے کیونکہ شریک قیمت لینے مین بایع کا وکیل نتھا پھر بایع کا حق اُسپر رہا اور شریک پانے کا منکر ہے اور قسم کے ساتھ اُسی کا کہنا قبول ہوگا پھر اُسکے حق سے بھی بری نہوا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بایع کی گواہی حق کے وصول مین مقبول ہوگی مگر اشبہ یہی ہے کہ اِن دونون گواہیون مین سے کوئی مسموع نہین اِسلیے کہ پہلے مسئلے مین گواہی کی تبعیض لازم آتی ہے یعنی ساری گواہی مین سے کچھ قبول کرین اور کچھ رد کردین اور اِسمین اختلاف ہے اور مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہین پھر یہ گواہی سُنی نہ جائے گی اور دوسرے مسئلے مین وجہ معین ہے چھٹا مسئلہ جب دو شخص اپنے دو غلام ایک بیع مین ایک قیمت پر بیچین کہ ہر ایک اُن دونون مین سے ایک ایک غلام کا ذات سے بے کسی کی شرکت کے مالک ہے اور اُنکی قیمتین مختلف ہون تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ باطل ہے اِسلیے کہ دونون غلامون کی قیمتین برابر نہین بلکہ مختلف ہین اور ہر ایک اِن دونون غلامون مین سے علیحدہ مملوک ہے پھر یہ ایک بیع بیان دو بیعون کے مقام مین ہے اور بیع مجہول قیمت مین لازم آتی ہے لیکن اگر دو غلام دو مالکون کی شرکت مین یا ایک مالک کے ہون تو یہ بیع جائز ہے اور اِسیطرح اگر ایک ایک پیمانہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک کے گیہون ہون اور ایک بیع سے بیچین تو بھی جائز ہے اِسلیے کہ اِن گیہون کی ساری قیمت دونون پر برابر بٹ جائیگی ساتوان مسئلہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ ابدانکی شرکت باطل ہے پھر اگر دو شخص شرکت مین کوئی کام اجارے لین اور کام پورا کردین پس اگر ہر ایک کے کام کی اُجرت متمیز ہو تو ہر ایک اپنے اپنے کام کی اُجرت لیلے اور اگر مشتبہ ہو تو اُس ساری اُجرت کو ہر شخص کے کام کی اُجرت مثل پر تقسیم کرینگے اور جو جسکی اُجرت مثل کے مقابل ہو وہ اُسے لینا چاہیے اور اُجرت مثل سے حاصل کچھ کم زیادہ ہو تو اُسے بھی اُسی نسبت سے پھیلالین گے آٹھوان مسئلہ جب دو شریک ایک مال کو ایک بیع مین بیچین اور بعد اسکے ایک اُنمین سے اپنے حصے کے دام لیلے تو دوسرا بھی اُسمین شریک رہیگا

نوان مسئلہ جب کوئی کسی کو جنگل سے لکڑی کاٹنے کو یا جنگل سے گھانس لانے کو یا جانورون کے شکار کرنے کو ایک معین مدت پر اجارہ لے تو یہ اجارہ صحیح ہے اور جو کچھ اُس مدت مین اُسکے کام سے حاصل ہوگا اُسکا مالک وہی ٹھیکہ دینے والا ہوگا اور اگر کسی معین جانور کے شکار کرنے کے لیے کسی کو اجارہ کرے تو صحیح نہین ہے اسلیے کہ اُس خاص شکار کے حاصل ہونے کا اکثر اعتماد نہین —

کتاب مضاربت

یہ کتاب مضاربت کے بیان مین ہے اور مضاربت مفاعلت کا صیغہ زمین پر چلنے کے معنو نکی ضرب سے ہے یعنی مسافرت کے معنون مین ہے اور جب مضارب مالک کا مال لیکر نفع حاصل کرنے کے لیے زمین کے اطراف مین پھرتا ہے تو اسلیے اسے مضارب کہتے ہین اور یہ کتاب چار امر جو مین نظر کی مقتضی ہے پہلی نظر عقد مضاربت مین ہے اور یہ عقد وہ ہے جو طرفین سے جائز ان معنون سے ہے کہ ہر شخص کو مالک اور مضارب مین سے پہونچتا ہے کہ جب وہ چاہے فسخ کر ڈالے خواہ وہ مال پورا نقد ہو یا ابھی نقد نہین ہوا ہو اور اگر مضاربت مین معین میعاد کی شرط کرین تو اِس شرط کی وفا لازم نہین لیکن اگر مالک کہدے مثلا کہ جب سال گذر جائے تو کچھ خرید نکرنا اور جو کچھ موجود ہو اُسی کو بیچنا تو یہ شرط صحیح ہے اِسلیے کہ یہ شرط مضاربت کے عقد کے منافی نہین اور اگر یہ کہے کہ مین نے تجھے مضارب کیا ایک سال کو اِس شرط پر کہ اُس سال بھر مین مجھے تیری مضاربت کے منع کرنے کا اختیار نہین تو یہ صحیح نہین اِسلیے کہ اِس اختیار کا نہونا مضاربت کے منافی ہے اور اگر مالک مال مضارب سے شرط کرے کہ فقط زید سے خرید کرے اور فقط بکر ہی کے ہاتھ بیچے تو بھی صحیح ہے اور اُسے شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اِسی طرح اگر یہ شرط کر دے کہ فلان شخص کے کپڑے کے سوا کچھ نہ خریدے یا فلان باغ کے میوے کے سوا کچھ نہ مول لے تو بھی جائز ہے خواہ اُس مال کا بہم پہونچانا جسکے خریدنے کا حکم دیا ہے اکثری ہو یا بہت کم اور نادر ہو اور اگر یہ شرط کرے کہ مضارب ایک اصل چیز خرید کرے اور اُسکے حاصل میں دونون شریک ہونگے جیسے لکڑی یا درخت ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرط فاسد ہے اِسلیے کہ یہ نمو یعنی بڑھوتی عامل کے عمل سے نہین ہے بس مالک کا اصل مال ہے اور اِس مین شرکت عقد مضاربت کے منافی ہے اِسلیے کہ مضارب نفع کا شریک ہوتا ہے اصل مال کا شریک نہین ہوتا ہے اور اِسمین تعجب ہے اِسلیے کہ اصل کا خرید کرنا عامل کا کام ہے کہ اُسی سے یہ حاصل حاصل ہوتے ہین بس اسکی صحت کا قائل

ایک طرح کی دلیل رکھتا ہے اور اگر مالک مطلق تصرف کی اجازت مال مین مضارب کو دیدے تو اُسے چاہیے کہ جو مالک اپنی ذات سے کرتا ہے خود بھی کرے مثل مال کھول لینے کے اور پھیلانے کے اور تہ کرنے کے اور صندوق مین رکھنے کے اور اجرت پر کام لینے کے جسکا اجرت پر لینا تجارت مین عادت جاری ہو جیسے دلال ہے اور تولنے والا ہے اور مزدور ہے اور اگر مضارب پہلے کامون کے لیے جنھین اُسے ذات سے کرنا چاہیے اجرت دے تو اُس اجرت کا تاوان دیگا اور اگر خود ان کامون کو کرے کہ جنکو اجرت پر عادت سے تجارت مین لیا کرتے ہین تو اجرت کا استحقاق نہین رکھتا ہے اور اپنے سارے سفر کی ضروریات کا خرچ اُسی مال سے بنا بر اظہر کے لیگا اور اگر مضارب کے پاس مال مضاربت کے سوا خود بھی مال ہو کہ اُسمین خود اپنے لیے تجارت کرتا ہو تو موجہ یہی ہے کہ اپنے سفر کے ضروری اخراجات کا حصّہ اپنے مال سے بھی لیگا اور اگر اتفاق سے صاحب مال بھی سفر کرے اور سفر مین مال مضاربت کو مضارب سے لیلے تو اِس صورت مین جو اُسکے گھر تک پہونچنے کا خرچ ہوگا وہ اُسی عامل کے خاص مال سے ہوگا اور مضارب کو پہونچتا ہے کہ عیب دار چیزین نہ خریدے اور عیب دار چیزون کو پھیر دے اور تفاوت قیمت کا لے مگر یہ سب منفعت کے گمان کی صورت مین ہے اور جب مالک مطلق بیچنے کی اجازت دے تو مضارب کو چاہیے کہ نقد ہی بیچے میعادی قرض پر نہ بیچے اور قیمت مثل یا زیادہ پر بیچے کم پر نہ بیچے اور جو سکہ کہ اُس ملک مین چلتا ہو اُسی پر بیچے اور اگر اِسکے برخلاف کریگا تو بیع جاری نہوگی ورنا لک مال کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اِسیطرح پر واجب ہے کہ ایسے مال کو خرید کرے کہ جسمین نفع کا گمان ہو اور معین مال سے خرید کرے قرض کے عنوان سے نہ لے اور اگر میعادی قرض مول لیگا تو صحیح نہین مگر مالک اجازت دیدے تو صحیح ہوگا اور اگر کسی چیز کو بے مالک کی اجازت قرض خرید کرے اور مالک سے اُسکا ذکر نکرے تو اُسکی قیمت ظاہر شرع کے موافق اُس مضارب کے ذمّے ہے اور اگر اُسے مالک ایک معین معلوم جہت مین سفر کرنے کو کہے اور وہ اُسطرف کے سوا اور کسی طرف جائے یا کہے کہ فلان چیز مول لے اور وہ اُسکے سوا اور چیزین مول لے تو جو نقصان پہونچیگا اُسکے تاوان بھرنے کا ضامن ہے اور اگر کچھ فائدہ پہونچیگا تو وہ دونون مین جسطرح پر کہ شرط ہوئی ہے مشترک رہیگا اور اگر اِن دونون مین سے ایک بھی مر جائیگا تو مضاربت باطل ہو جائے گی اِسلیے کہ مضاربت وکالت کے معنون مین ہے —

دوسری نظر مضاربت کے مال کے بیان مین ہے مضاربت کے مال کی شرطون مین سے یہ ہے
کہ نقد ہو لیس مضاربت دین مین صحیح نہین اور روپئے اشرفیان ہون یعنی چاندی سونا سکہ دار ہو
اور چاندی کے ٹکڑے بے سکہ دار کی مضاربت مین تردد ہے اور مضاربت پیسون کی صحیح نہین
اور کھوٹے روپئون سے صحیح ہے خواہ میل کم ہو یا زیادہ ہو مگر یہ کہ میل معلوم ہو اور لین دین مین
چلتے ہون جنس نیسا و مثل کپڑے وغیرہ کے مال سے مضاربت صحیح ہے اور اگر کوئی کسی کو گائے کے شکار کرنے کا
اوزار دے مثل جال کے اور اس سے شکار کا حصہ ٹھہرائے پھر صیاد اس سے شکار کرے تو وہ شکار
اسی صیاد کا مال ہے اور فقط جال کا کرایہ جال کے مالک کو دیدیگا اور مشترک مال سے مضاربت
صحیح ہے مگر ضرور ہے کہ اسکی مقدار معلوم ہو اور فقط اس مال کا دیکھ لینا کفایت نہین کرتا ہے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ مقدار نہ معلوم ہونے پر دیکھ لینے سے مضاربت صحیح ہے اور مال کی مقدار پر
نزاع کی صورت مین عامل کا قول قسم کے ساتھ قبول کے قابل ہے مگر یہ کہ مدعی زیادتی کو گواہون
سے ثابت کرے اور اگر کوئی شخص دو مال لے آئے اور کہے کہ مین نے تجھے مضارب کیا ان دو
مالون مین سے ایک سے کہ جسے تو پسند کرے تو مضاربت منعقد نہوگی اور اگر عامل مضاربت کیلیے
اتنا مال لے کہ جسکے سودے کا انصرام اس سے نہو سکتا ہو تو اس مال مین اس بات کا ضامن ہے
کہ کچھ اگر ضایع ہو جائے گا تو تاوان بھردے گا اور اگر کسی شخص کا کچھ مال کسی غاصب کے پاس ہو اور
بعد اسکے مالک مال اس مال مین مضارب کرے تو صحیح ہے اور اگر وہ مال ضایع ہو جائے گا تو
غاصب ضامن ہے کہ اسکا تاوان دیدے گو بعد مین مضارب ہو گیا ہو اور اگر غاصب کوئی چیز
مالک کے اذن سے اس غصبی مال سے خرید کرے اور اس مال کو بایع کو دیدے تو غصب سے
بری الذمہ ہو جائیگا اسلیے کہ مالک کے مال کو اسکی اجازت سے بایع کو دیا ہے اور جو دین کہ اسکے
ذمے تھا اسے ادا کر دیا ہے اور اگر کسی شخص کا کچھ دین کسی کے ذمے ہو تو جائز نہین ہے کہ اسی
دین کو مضاربت کے طریق سے دیندار کو یا اور کسی کو دے مگر جبکہ پہلے اپنے قبضے مین لے آئے
اور پھر دے تو جائز ہے اور یون بھی جائز نہین کہ عامل یعنی مضارب کو اجازت دے کہ دیندار سے
دین وصول کرکے مضاربت کرے مگر وصول کے بعد نئے سر سے مضاربت کا عقد واقع کرے تو
جائز ہے بیان ہوئے مسئلون کی فرع اگر مالک کہے کہ یہ مال بیچ اور جب نقد ہو جائے تو یہی مال مضاربت

ہے یہ صحیح نہین اسلیے کہ عقد مضاربت کے وقت یہ مال نقد تھا اور اگر صاحب مال مرجائے اور
مال مضاربت مین چیزین نقد کے سوا ہون اور وارث اُس مضارب کو بحال رکھے تو یہ
مضاربت صحیح نہین ہے اِسلیے کہ پہلی مضاربت مالک کے مرنے سے باطل ہوگئی اور مضاربت کی
ابتدا نقد کے سوا متاعون سے اور چیزون سے صحیح نہین ہے اور اگر صاحب مال اور مضارب
اصل مال یعنی پونجی مین نزاع کرین تو قبول کرنے کے قابل مالک کا قول ہے یعنی مضارب
کا قول قسم کے ساتھ دوسری طرف ثبوت نہونے پر مال زیادہ ہونے سے منکر ہے اِسلیے کہ نزاع مقبوض مین ہے
اور اگر عامل اپنے مال کو اور مضاربت کے مال کو مالک کی بے اجازت اسطرح ملا دے کہ مال مضاربت
پہچان نہ پڑے تو تاوان بھرنے کا ضامن ہے اسلیے کہ اُسنے نامشروع یعنی ناجائز تصرف کیا ہے
تیسری نظر منافع مین ہے مضارب کو شرط کے موافق نفع مین حصہ دینا لازم ہے نہ کام کی اُجرت اور یہی
قول زیادہ صحیح ہے اور ضرور ہے کہ حصہ مشاع ہو یعنی پورا پورا حصون مین مشترک ہو جیسے آدھا یا
تہائی یا چوتھائی ہے پس اگر مالک کہے کہ یہ روپیہ مضاربت کو لے اور نفع میرا ہے تو یہ مضاربت فاسد
ہوجائیگی اور ممکن ہے کہ اِس صورت مین معنون کی نظر سے بضاعت ہوجائے اِسلیے کہ معنی بضاعت
کے ایسی امانت ہین جسمین عامل تبرعا کام کرے تو سارا نفع مالک کا ہو پس مضاربت کے لفظ سے
بضاعت کا قصد کیا ہے اور اِسمین تردد ہے اور اسیطرح اگر کہے کہ پورا نفع تیرا ہوگا تو اِسمین بھی تردد ہے
لیکن اگر کہے کہ یہ مال تو لے اور اِس سے تجارت کر اور نفع میرا ہوگا تو اِس صورت مین بضاعت ہے
اور اگر یہ کہے کہ نفع تیرا ہوگا تو قرض ہوگا اور اگر ایک دونون مین سے اپنے لیے کوئی مقدار معین نفع کی
شرط کرلے جیسے سو روپئے یا کم زیادہ اُس سے نفع ہو تو اُنمین آدھے یا تہائی وغیرہ سے مشترک ہوگا
تو اِسطرح کی مضاربت فاسد ہے اِسلیے کہ زیادتی کے حاصل ہونے پر وثوق اور اعتماد نہین پس شرکت متحقق نہوتی
اور اگر یون کہے کہ اِس مال کو آدھے پر لے تو صحیح ہے اور اگر یون کہے کہ یہ مال لے اِسبات پر کہ نفع میرے
تیرے درمیان مین مشترک ہوگا تو صحیح ہے اور آدھون آدھ نفع کا شریک ہوجائیگا اور اگر یون کہے
کہ اِس مال کو اِسپر لے کہ آدھا نفع تیرے لیے ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر یون کہے کہ آدھا نفع میرے لیے ہے
اور اتنے ہی پر چپ ہو رہے تو صحیح نہین ہے اِسلیے کہ عامل کے لیے حصہ معین نہین کیا اور اگر اپنے
غلام کے لیے کوئی حصہ مقرر کرے تو بھی صحیح ہے خواہ وہ غلام اُس مال مین کام کرے یا نکرے اِسلیے

کہ غلام مال کا مالک نہیں ہوتا ہے اُسکا حصہ بھی مالک ہی کا حصہ ہے اور اگر کسی غیر کیلیے کوئی حصے
کی شرط کرے اور وہ بیگانہ اسمین کام کرے تو صحیح ہو اور اگر کام نکرے تو فاسد ہے اور اِس مسئلے مین
اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ المؤمنون عند شروطهم یعنی مومن اپنی شرطون پر قائم رہتے ہین اور
اوفوا بالعقود سے یعنے عقدون کو پورا کرو بس بیگانہ بھی شریک ہو جائیگا اور ایک قول پر بیگانے کا
حصہ بھی مالک ہی سے متعلق ہوگا اور یہ دونون قول ضعیف ہین اِسلیے کہ عقد مضاربت کے منافی
ہین اور اگر مالک کہے کہ تیرے لیے اِس مال کا آدھا نفع ہے یا آدھے مال کا نفع ہے تو صحیح ہے اور اگر
دو شخصون سے کہے کہ تمھارے لیے آدھا نفع ہے تو صحیح ہے اور وہ دونون آپس مین برابر ہو جائینگے
اور آدھا نفع اُن دونون پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُن دونون مین سے ایک کے لیے زیادہ قرار دے
اور دوسرے کے لیے اُس سے کم تو بھی صحیح ہے خواہ دونون کام مین برابر ہون یا نہ اور اگر عامل کے
حصے مین نزاع ہو تو قسم کے ساتھ مالک کا قول مقبول ہے اور اگر مرض موت مین کچھ مال مضاربت
کے طریق پر دے اور عامل کے لیے کچھ نفع کی شرط کر دے تو صحیح ہے اور عامل نفع کے حصے کا مالک
ہو جائیگا اور اگر عامل کہے کہ اتنا نفع مین نے کمایا ہے اور بعد مین انکار کرے تو قبول نہ کرینگے اور یونہین
اگر ادعا کرے کہ مین نے گنتی مین غلطی کی تو بھی قبول نہ کرینگے لیکن اگر کہے کہ پھر مجھے نقصان ہوا یا
کہے کہ اِسکے بعد وہ نفع ضایع ہو گیا تو اُسکے کہنے کو مان لین گے اور نفع کے ظاہر ہونے پر عامل نفع
مین اپنے حصے کا مالک ہو جاتا ہے اور سارے مال کے نقد ہونے پر موقوف نہین چوتھی نظر
مضاربت کے لواحق مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ عامل امین ہے اور ضایع ہو جانے
کی صورت مین ضامن نہین مگر جب بے پروائی کرے یا خیانت کرے تو تاوان بھر دیگا اور مال
کے ضایع ہو جانے کے دعوے مین اُسکا قول مقبول ہے اور آیا اُسکا یہ کہنا کہ مالک کو مین نے مال
پھیر دیا مقبول ہوگا یا نہین اِسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ بے ثبوت کے مقبول نہین دوسرا مسئلہ مضارب
جبکہ ایسے غلام کو مالک کے مال سے خرید کرے جو صاحب مال کے لینے سے آزاد ہوتا ہے جیسے
باپ ماں اور بہن ہین اگر مالک کی اجازت سے خرید کیا ہے تو خرید اُسکی صحیح ہے اور وہ آزاد
ہو جائے گا اور جسقدر مالک کے مال سے عامل پاس کچھ بچ رہا ہے وہی مضاربت کا مال ہوگا
اور اگر اِس خرید مین منفعت بھی ہوئی ہوگی تو صاحب مال کو چاہیے کہ اُس نفع کا حصہ عامل کو

دیدے اور موجہ یہی ہے کہ اُس غلام کے مول لینے کی اُجرت دے اور اگر مالک کی بے اجازت مول لیا ہے اور مالک کے عین مال سے خرید کیا ہے تو یہ خرید باطل ہے اور اگر میعادی قرض لیا ہے تو یہ خرید عامل کی ہوگی اور صاحب مال کی نہوگی مگر جب خرید کے وقت ذکر کردے کہ مین مالک کے لیے مول لیتا ہون تو اس صورت مین مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی **تیسرا مسئلہ** اگر مال کسی عورت کا ہو اور مضارب اُس مال سے اُس عورت کے شوہر کو مول لے پھر اگر اُس عورت کی اجازت سے مول لیا ہے تو اُس عورت کا نکاح باطل ہوجائیگا اور اُسکا شوہر اُسکا غلام ہوجائیگا اسلیے کہ ملکیت اور نکاح ایک ساتھ جمع نہین ہوتے جیسا کہ کتاب نکاح مین مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر اُس عورت کی بے اجازت لیا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ خرید صحیح ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ خرید فاسد ہے اسلیے کہ اِسمین اُس عورت کا نقصان ہے کہ اُسکا نکاح باطل ہوتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے **چوتھا مسئلہ** اگر مال مضاربت سے عامل اپنے باپ کو خرید کرے پھر اگر اُسکے مول لینے مین کچھ نفع ظاہر ہو تو عامل کے مال کے حصے بھر وہ غلام آزاد ہوجائیگا اور اُس غلام کو چاہیے کہ باقی قیمت خود کما کر مالک کو پہونچا دے خواہ وہ عامل مالدار ہو خواہ محتاج ہو **پانچوان مسئلہ** جب مالک مال عقد مضاربت کو فسخ کرڈالے تو وہ فسخ صحیح ہے اور عامل کو پہونچتا ہے کہ اُسوقت تک کی اپنی اُجرت مثل لیلے اور اگر نقد ہونے مین کچھ چیزین باقی ہون تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ عامل کو پہونچتا ہے کہ اُنھین بیچکر نقد روپئے کردے اور موجہ یہی ہے کہ نہین پہونچتا ہے اور اگر مالک اُس سے کہے کہ اُنھین بیچکر نقد کردے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسپر نقد کردینا واجب ہے اور موجہ یہی ہے کہ واجب نہین اور اگر صاحب مال ایسے حال مین مرجائے کہ روپیہ نقد نہو اور اسباب اور چیزین ہون تو عامل کو پہونچتا ہے کہ اُنھین بیچڈالے مگر جب وارث منع کرے تو بیچنا نہین پہونچتا ہے اور اس مسئلے مین اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مالک کے مرتے ہی مضاربت باقی نہین رہتی ہے اور مال مین تصرف وارث کی اجازت پر موقوف ہے اور فقط وارث کا منع نکرنا مضاربت کے مال یا چیزون کے بیچنے کا جائز کردینے والا نہین ہے بلکہ صریح اجازت پر موقوف ہے **چھٹا مسئلہ** جب کسی اَور کو پہلا عامل مضارب کرے پھر اگر مالک کی اجازت سے کیا ہے اور شرط کردی ہے کہ مال کا نفع مالک مین اور اس دوسرے مضارب مین مشترک ہو

تو صحیح ہے اور اگر اپنے لیے بھی نفع شرط کیا ہے تو صحیح نہین اسلیے کہ اُسکا کوئی کام نہین ہے اور
اگر مالک کی بے اجازت کیا ہے تو دوسری مضاربت صحیح نہین پھر اگر دوسرے مضارب کی
کوشش سے کچھ نفع ہوگا تو آدھا مالک کا ہے اور آدھا پہلے مضارب کا ہے اور پہلے مضارب پر
واجب ہے کہ اُسکی اُجرت اپنے حصے مین سے دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دوسرا آدھا نفع
بھی مالک ہی کا ہے کہ اُس مال مین پہلے عامل نے کچھ کام نہین کیا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ
دوسرا آدھا دونون مضاربون مین مشترک ہے اور کام کی اُجرت کا آدھا دوسرا پہلے سے لیگا
اور پہلا قول خوب ہے ساتوان مسئلہ جب کوئی شخص کہے کہ اتنے روپئے مین نے فلان شخص کی
مضاربت کے لیے دیے ہین اور وہ منکر ہوا اور مدعی گواہون سے ثابت کرے پھر عامل اُس مال
کے ضایع ہونے کا ادعا کرے تو اُسپر مال کی ضمان یعنی تاوان بھر دینے کا حکم کیا جائیگا کیونکہ تلف
کا اور مال لینے کا اقرار ہے اور پہلا انکار تعدی اور تفریط ہے کہ ضمان کا موجب ہوا اور مضارب
کے امین ہونے کے حکم کا دور کرنے والا ہے اور یہی حکم ہر امانت مین ہے جو کسی پاس رکھوائی جائے
لیکن اگر پہلی صورت مین جواب مین کہے کہ میرے پاس کچھ تیرا حق نہین ہے اور مثل اسی عبارت
کے کہے اور ثابت کرنے کے بعد ضایع ہو جانے کا دعوی کرے تو تاوان بھرنے کا ضامن نہوگا
اسلیے کہ مضاربت کا انکار نہین کیا ہے اور محتمل ہے کہ بے اُسکی تفریط کے یعنی بے پروائی کے بدون اُسکا
مال ضایع ہو گیا ہو اور عامل ضامن نہو اور مضارب کا قول ضایع ہو جانے مین بے تفریط کرنے
قسم کے ساتھ قبول کر لیا جائیگا آٹھوان مسئلہ جب مال مضاربت یا کچھ اُسمین سے ضایع ہو جائے
اور پہلے اُس مال کو تجارت مین دورہ ہو چکا ہو تو اُس ضایع ہوئے مال کو تجارت کے نفع مین سے
محسوب کر لینگے اور یہی حکم ہے جو کچھ مال دورے سے پہلے ضایع ہو جائے پھر اُس مال کا دورہ
تجارت مین ہوا اور نفع حاصل تو پہلے نقصان کو نفع سے کم لینا چاہیے تاکہ پونجی قائم رہے اور اس مسئلے
مین تردد ہے شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ محسوب کر لیا جائیگا نوان مسئلہ جب
دو صاحب مال ایک شخص کو مضارب کرین اور اُسکے لیے آدھا نفع اور آپسمین ایک دوسرے کے لیے مال
برابر ہونے پر کم اور زیادہ نفع شرط کرین تو یہ مضاربت صحیح نہین اسلیے کہ شرط فاسد ہے کیونکہ نفع مال
کے تابع ہے جبکہ دونون مالکون کے مال برابر ہین تو دونون کو نفع مین بھی برابر کا شریک رہنا چاہیے

اور نہین تو لازم ہے کہ ایک زیادہ نفع بے کچھ کام کیے یا بے سوا مال لگائے لیجائے اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ ممکن ہے کہ وہ زیادتی عامل کے مال مین سے ہو کہ شرط کے سبب سے ایک مالک سے متعلق ہوگئی ہو اور جس قدر کہ دوسرے مالک نے لیا ہے اُسی قدر اُسکی پونجی کے مقابل مین ہے **دسوان مسئلہ** جب مضارب کسی غلام کو نفع حاصل کرنے کے لیے میعادی قرض لے پھر اُسکی قیمت بے تقصیر اُسکے مضارب کے پاس سے بایع کو دینے سے پہلے ضایع ہوجائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صاحب مال کو لازم ہے کہ وہ قیمت دیدے گو دوسری تیسری بار ہو اور وہ سب جو مالک دیگا اصل مال مین داخل ہوجائے گا اور نقصان کا تدارک نفع سے کرلینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مالک نے اجازت دی ہوگی کہ قرض لے تو اِس صورت مین یہی حکم ہے جو بیان ہوا ہے اور اگر مالک کی بے اجازت قرض خرید لیا ہے تو یہ خرید باطل ہے اُسکی قیمت کسی پر مالک اور مضارب مین سے لازم نہین ہے مگر یہ شرط ہے کہ خریدنے کے وقت مضارب نے مالک کا نام لے لیا ہو کہ اُسکے لیے مین مول لیتا ہون اور اگر یہ نہ کہا ہوگا تو غلام کی خرید عامل پر لازم ہوگی اور اُسکے دام ظاہرا مضارب کے ذمے ہونگے **گیارھوان مسئلہ** جب نفع کی مقدار نقد ہوجائے اور مالک اور مضارب مین سے کوئی شخص نفع کی تقسیم کا خواہان ہو پھر اگر دوسرا شخص بھی اسپر متفق ہو تو بانٹ لینا صحیح ہے اور اگر مالک نمانے تو اُسپر بانٹنے کا جبر نکرینگے پھر اگر تقسیم کرین اور اصل مال یعنی پونجی مین گھٹی پڑے تو مضارب جو نفع اور نقصان مین سے کم ہوگا وہ پھیر دیگا یعنی جیسے سو روپئے نفع کے پائے ہین اور پچاس روپئے گھٹی کا حصہ ہوا ہے تو وہی پچاس روپیہ حصہ نفع سے نقصان کی بابت پھیر دیگا اور اسی حساب پر مالک بھی عمل کریگا یعنی جو کچھ نفع کا پایا ہے نقصان کی مقدار کے موافق اُسے اصل مال مین محسوب کردیگا اور اگر نفعون کے حصے گھٹی کے حصون سے کم ہونگے تو پورے نفعے کو پھیر دینگے اور اصل مال مین محسوب کردینگے **بارھوان مسئلہ** صاحب مال کو مال مضاربت مین سے مضارب پاس سے کوئی چیز کا مول لینا صحیح نہین ہے اِسلیے کہ خود اُسی کا مال ہے اور مضارب سے شفعہ کے دعوے سے کسی زمین کا مول لینا بھی جائز نہین اور اسی طرح پر اپنے قابض غلام سے کسی چیز کا مول لینا بھی جائز نہین اور مکاتب غلام سے خرید کرنا جائز ہے اِسلیے کہ جو خالص بندے کے پاس ہے وہ اُسی کے آقا کا مال ہے اور مکاتب مکاتبت کے سبب سے مملوک ہونے سے خارج ہوگیا ہے

اور آقا کو فقط مال کتابت پر تسلط ہو گیا ہے پھر اُس سے آقا کوئی چیز خرید کر سکتا ہے **تیرھوان مسئلہ** جب کوئی شخص کسیکو کچھ مال مضاربت کے طرق پر دیوے اور شرط کرے کہ کچھ مال بضاعت یعنی ایسی امانت لے کہ جسکا نفع مالک سے مخصوص رہا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ صحیح نہیں اسلیے کہ مضارب اُس مال پر کچھ کام نہ کریگا جو اجرت نرکھتا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مضاربت صحیح ہی اور شرط باطل ہے اُسے چاہیے کہ نفع مین حصہ لیلے اور اگر یہ کہا جاے کہ مضاربت پہلے مال صحیح ہے اور امانت کی اور مال کے نفع نہونے کی شرط بھی دوسرے مال مین صحیح ہے تو خوب ہوگا اسلیے کہ ایک مال کی مضاربت دوسرے الکی عقد بضاعت کے منافی نہین ہے —

چودھوان مسئلہ جب مال مضاربت سو روپیے ہون اور نقصان کے دس روپیے ہون اور دس روپیے مالک پھیر لے پھر اُس مال مین مضارب عمل کرے اور کچھ نفع حاصل ہو تو اس صورت مین اصل مال یعنی پونجی نواسی روپیے ایک روپیہ کا نوان حصہ کم ہے اسلیے جو مالک نے لیا ہے اصل مال مین محسوب ہی اور موجودہ کا حکم رکھتا ہے پھر مال نوے روپیے ہوا اور جبکہ نقصانکے دس روپیے کو نوے روپیے پر تقسیم کیا تو ایک روپیہ اور نوان حصہ دس کا حصہ نکلا اور اسی کو نوے سے کم کرینگے تو نواسی روپیے ایک روپیے کا نوان حصہ کم باقی رہتے ہین اور وہی پونجی ہین **پندرھوان مسئلہ** مضارب کو مال مضاربت سے لونڈی خریدنا اور اُس سے ہمبستر ہونا جائز نہین گو مالک نے اُسے لونڈی خریدنے کی اور اُس سے ہمبستر ہونے کی اجازت بھی دی ہو اسلیے کہ ہمبستر ہونا اُسکی تحلیل ہے اور مالک ہونے کے پہلے تحلیل کوئی اثر نہین رکھتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کی اجازت ہونے پر جائز ہے اور یہ قول ضعیف ہے لیکن اُس لونڈی کو مول لینے کے بعد اُسکی تحلیل کرے تو جائز ہے یعنی جس صورت مین کہ اُس مال مین کچھ نفع نہوا ہو اور خالص ملک مالک کی ہو اسلیے کہ اگر اُس مال مین کچھ نفع ہوا ہو گا تو مضارب خود اُس لونڈی مین نفع کے حصے کے موافق شریک ہو گا اور مشترک لونڈی سے ایک شریک اور شریکون کی اجازت سے ہمبستر نہین ہو سکتا ہے اور اسمین اختلاف بھی ہے یہ سب اپنے مقام مین بیان ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ **سولھوان مسئلہ** جب مضارب مرجائے اور اُسکے پاس لوگون کے مضاربت کے مال ہون پھر اگر اُن مالکون مین سے کسی ایک کا مال تعیین سے معلوم ہو گا تو

وہی مالک اُس مال کا احق ہوگا اور اگر کسی کا مال جان نہ پڑیگا تو سب اُس مال میں برابر ہونگے اور اگر اُس مال کا مال مضاربت ہونا معلوم نہ ہو تو اُس مال پر میراث کا حکم کیا جائیگا۔

کتاب مزارعت و مساقات

یہ کتاب مزارعت اور مساقات کے بیان میں ہے اور مزارعت زمین کے اُس معاملے کو کہتے ہیں جو زمین کی پیداوار کے کسی حصے پر کیا جاتا ہے یعنی بٹائی پر زمین اٹھوانے کو مزارعت کہتے ہیں اور عبارت اسکی یہ ہے کہ زمین کا مالک جیسے زمیندار وغیرہ کہے کہ یہ زمین میں نے تجھے زراعت یعنی کھیتی کرنے کو دی ہے یا یہ کہے کہ تو کھیتی کر اس زمین پر یا یہ کہے کہ یہ زمین میں نے تجھے سپرد کی ہے یا جو اس مضمون میں ہو وہ کہے اس مدت تک اسکی پیداوار سے اتنے معین حصے پر اور مزارع یعنی کسان اسے قبول کرے اور یہ عقد لازم ہے ایک طرف والے کو اسکا فسخ جائز نہیں مگر جبکہ مالک اور مزارع دونوں اس کے فسخ پر راضی ہو جائیں گے تو یہ عقد فسخ ہو جائیگا اور مالک اور مزارع میں سے کسی ایک کے مرنے سے یہ عقد باطل نہیں ہوتا ہے اور جب زمین کا ایک مرجائیگا تو اُسکے وارث سے متعلق ہوگا اور کلام یا اسکی شرطوں میں ہے یا حکموں میں ہے لیکن شرطیں تین ہیں **پہلی شرط** یہ ہے کہ اُس زمین کی پیداوار دونوں میں مشترک ہو خواہ حصے برابر ہوں زیادہ کم زیادہ ہوں پس اگر کوئی شرط کرے کہ ساری پیداوار اُسی کی ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا تو صحیح نہیں اور اسیطرح اگر ایک اُن دونوں میں سے کھیتی کی کسی قسم کی پیداوار سے اپنے کو مختص کرے کہ دوسرے کے لیے اُس قسم میں سے کوئی حصہ نہ ہو جیسے پہلی پیداوار اپنے سے مختص کرے یا ایک جَو کا کھیت اپنے سے مختص کرے اور اور کا دوسرے سے مختص کرے تو صحیح نہیں یا ایک شخص ایک معین مقدار کو اپنے لیے شرط کرلے اور جو اس سے زیادہ پیدا ہو وہ دونوں میں مشترک رکھے تو یہ بھی صحیح نہیں اسلیے کہ ممکن ہے اُسقدر سے بڑھکر پیدا ہی نہ ہو لیکن اِن دونوں میں سے ایک دوسرے کے لیے کسی ایسی چیز دینے کا ضامن یعنی ذمہ دار ہو کہ وہ اُس زمین کے پیداوار میں کے اسکے حصے سے سوا ہو تو بعضے فقہا اسے صحیح کہتے ہیں اور بعضے باطل کہتے ہیں اور پہلا قول اشبہ ہے اور زمین کو گیہوں یا جَو کی کھیتی کرنے کے لیے اجارے دینا گیہوں یا جَو کی کسی معین قدر کے بدلے جو اُسی زمین کی پیداوار میں سے ہو مکروہ ہے اسلیے کہ یہ احتمال ہے کہ اُس زمین سے

پیدا ہوا اور اسکا حرام ہونا اشبہ ہے اور جتنے پر خود زمین کو اجارے لیا ہے اُس سے بڑھکر اُسی زمین
کو دوسرے کو اجارے دینا مکروہ ہے مگر جبکہ اُس زمین مین اجارے دینے والا کچھ کام کر چکا ہو یا جس
جنس پر خود اجارے لیا ہے اُسکی غیر جنس سے دوسرے کو اجارے دیا ہے تو زیادہ لینا مکروہ نہین
دوسری شرط مدت کا معین کرنا ہے جب دنون سے یا مہینون سے کوئی مدت معین کرے
تو اُس زمین کا اجارہ صحیح ہے اور اگر فقط بونے کو معین کرے اور مدت قرار نہ دے تو اسمین دو
وجہین ہین ایک یہ کہ صحیح ہے اسلیے کہ بونے کا ایک وقت معین ہے پھر جو وقت عادت سے
ہے وہی سمجھا جاتا ہے مدت کی تصریح کی کیا ضرورت ہے جسطرح کہ مضاربت مین میعاد کی
تصریح درکار نہین اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مزارعت باطل ہے اسلیے کہ مزارعت کا عقد
اجارے کی طرح سے لازم ہے اور اسمین شرط ہے کہ مدت معین ہو کہ احتمال دھوکے کا اور فریب
کا نہ ہے کیونکہ زراعت کی مدت معین اور منضبط نہو گی اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر مدت
گذر جاوے اور زراعت باقی رہے تو مالک زمین کو اشبہ قول پر اُس کھیتی کا نکالڈالنا جائز
ہے خواہ اُس بونی کے پکنے مین [illegible] میعاد سے بڑھکر کسان کی بے پروائی سے ہو کہ اُسنے
کھیتی کی ضرورتون مین کمی کی ہو یا قضاء الٰہی کی طرف سے ہو مثل ہوا کے بدلنے اور پانی دیر سے
برسنے کے اور اگر دونون میعاد سے زیادہ باقی رکھنے پر اتفاق کرلین تو جائز ہے خواہ عوض پر
خواہ بے عوض کے یہ اتفاق ہوا ہو اور اگر عوض شرط کرلین تو اس شرط کے لزوم مین زائد مدت
کی تعیین کر اسکے بدلے مین ہے ضرور ہے اور اگر عقد مین مدت کی تاخیر نہ پکنے کی تقدیر پر شرط کرینگے
تو یہ عقد باطل ہو جائیگا اور یہ بطلان اُن علما کے قول پر ہے جو مدت کی تعیین کو شرط جانتے
ہین اور اگر چھوڑ رکھے زمین کو یعنی بونی نکرے یہانتک کہ مدت گذر جائے تو اُس مزارع کو لازم
ہے کہ اُس زمین کی مثل کا لگان دیدے اور اگر زمین کو اجارے ایک مدت تک کسی معین مقدار
پر لیا ہے اور اُسپر زراعت نہین کی ہے تو لازم ہے کہ وہی اجارے والی مقدار دیدے تیسرا مسئلہ
جو زمین انتفاع کے قابل اسطرح پر ہو کہ اُسکے لیے پانی بھی ہو خواہ نہر سے خواہ کنوئین سے خواہ تالاب
سے جب وہ پانی پہونچنا مدت کے درمیان مین منقطع ہو جائیگا تو مزارع کو اُسکی مزارعت کے باقی
رکھنے مین اور فسخ کرنے مین اختیار ہوگا اسلیے کہ اُس زمین سے انتفاع باقی نرہیگا اور یہ اُس صورت مین ہے

کہ مزارعت یا اجارے کا عقد کھیتی کرنے کے لیے اُس زمین پر کیا ہو اور جس صورت مین ٹھیکے دار
اجارے کا فسخ کرے تو اُسپر واجب ہو کہ اجارے کے باقی رہنے کے زمانے کا کرایہ مالک کو دیدے
اور فسخ کے زمانے کا مالک سے پھیرلے اگر پورا پورا دیچکا ہو اور جبکہ مزارعت مطلق ہو تو مزارع کو
اختیار ہے جو چاہے بوئے اور اگر کوئی جنس معین ہو گئی ہو تو اُسکے سوا اور کسی جنس کا بونا جائز نہین
اور اگر اُس معین جنس کے سوا کچھ اَور بوئے اور اُس سے کچھ زمین کو نقصان اُس معین جنس سے
بڑھکر پہونچتا ہو تو اِس صورت مین مالک کو اُس مزارع سے اگر چاہے اُجرت مثل پھیرلے یا جو ٹھیرا ہے
وہ لے اور تفاوت اِس ضرر کا جو اُس زمین کو پہونچا ہے وہ بھی پھیرلے اور وہ بونی جو مزارع نے
کی ہو اگر معین کے بونے سے زمین کو ضرر پہونچانے مین کم ہو تو بونا مزارع کو جائز ہے اور مالک کو اُس سے
متعرض ہونا نہین پہونچتا ہے اور اگر زمین کو کھیتی کرنے کے لیے اجارے دے اور اُس زمین کے لیے
پانی نہو اور کسان بھی جانتا ہے کہ اُس زمین کے لیے پانی نہین ہے تو اِس صورت مین مزارعت کا
عقد لازم ہے اور فسخ کا اختیار نہین ہے اور اگر مزارع کو پانی نہونا نہین معلوم ہے تو اُسے فسخ کر ڈالنا
جائز ہے اور اگر زمین کو بے بونے کی شرط پر اجارے لیگا تو فسخ نہ کر سکے گا اِسلیے کہ ممکن ہے کہ اُس زمین
سے زراعت کے سوا کچھ اور انتفاع پائے اور یہی حکم ہو اگر اُس شہر کی زمین مین زراعت کی شرط کرے
جسمین مینہ سے کھیتی اکثر ہوا کرتی ہے اور اگر ایسی زمین کا اجارہ کرے جو پانی کے نیچے ہو اور پانی
اُس سے جدا نہوتا ہو تو جائز نہین ہے اِسلیے کہ اُس زمین سے کچھ پیدا نہو گا اور اگر اِسپر بھی اجارے
لینے والا اجارے پر راضی ہو تو جائز ہے اور اگر کہا جائے کہ جائز نہین تو بہت خوب ہے اِس لیے
کہ پانی تلے کی زمین نامعلوم اور مجہول ہوتی ہے اور مجہول چیز کا اجارہ جائز نہین اور اگر اُسکا
پانی کم ہو کہ اُس پانی پر بعضی قسمون کی زراعت ممکن ہوتی ہو تو جائز ہے اور اگر کبھی کبھی اُس
اُس زمین سے پانی ہٹ جاتا ہو تو بھی اُسکا اجارہ صحیح نہین اِسلیے کہ معلوم نہین کسوقت اُس سے
پانی ہٹ جائیگا اور اگر زراعت کی اور درخت بٹھانے دونون کی شرط کرے تو ضرور ہو کہ معین
کرے کہ کسقدر زمین پر کھیتی کریگا اور کتنے پر درخت لگائیگا اِسلیے کہ اِن دونون کے ضرر زمین کیلیے
مختلف ہین اور یہی حکم ہے اگر دو قسم کی زراعت کے لیے اور دو قسم کے درخت بٹھانے کے لیے
لے اِسلیے کہ ضرر مختلف ہین **تفریع** جب کسی زمین کو معین مدت تک ایسے درختون کے بٹھانیکے لیے

کہ اکثر وہ اِس مدت کے بعد باقی رہا کرتے ہین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک پر اُن درختون کا باقی
رکھنا واجب ہی اور اگر نکال ڈالے تو لگے ہوئے درختونکا اور بے لگے درختونکا تفاوت اُس
ٹھیکے والے کو دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کو اُن درختون کا نکالڈالنا پہونچتا ہی جسطرح
کہ اجارے کی مدت گزرنے کے بعد وہ درخت بوتا تو مالک کو اختیار کٹوا ڈالنے کا ہوتا اور پہلا
قول اشبہ ہے اور مزارعت کے احکام کئی مسئلون پر مشتمل ہین پہلا مسئلہ جبکہ ایک کی فقط
زمین ہو اور دوسرے کے بیل اور بیج ہون تو یہ معاملہ مزارعت کے لفظ سے صحیح ہے اور اِسیطرح
اگر ایک کی زمین اور بیج ہون اور دوسرے کی طرف سے کام ہو یا ایک کی زمین اور کام ہو اور دوسرے
کا بیج ہو تو اِس نظر سے صحیح ہے کہ مزارعت مین مطلق اشتراک معتبر ہی اور اِس سے مقید نہین ہے کہ
مالک کی زمین ہی فقط ہو اور کچھ نہو یا مزارع کا فقط کام ہی ہو اور کچھ نہو اور اگر مزارعت اجارے
کے لفظ سے واقع ہو گی تو صحیح نہین اِسلیے کہ اجارے کی شرط عوض کی تعیین ہے اور مزارعت مین
شرکت حاصل ہین مال کی طرح جیسے مضاربت مین گزر چکا ہے ہوتی ہے اور اگر اُس زمین کو معین مالکے
بدلے عامل اپنے ذمے کرکے اجارے لے خواہ وہ اُسی جنس مین سے ہو جسے اُس زمین بوئے گا
خواہ اور جنس کی چیز ہو تو جائز ہے دوسرا مسئلہ جبکہ مالک اور عامل یعنی کسان زمین کے اجارے
کی مدت مین نزاع کرین تو قسم کے ساتھ مدت کی زیادتی کے منکر کا قول مقبول ہو گا اگر طرفثانی
پاس ثبوت نہین ہے اور اگر دونون حصے کی مقدار مین اختلاف کرین تو بیج والے فریق کا قول
قبول کے قابل ہے اور اگر دونون ثبوت برابر دین تو عامل کے ثبوت کو تقدیم ہے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ قرعے پر عمل کرنا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جب دونون اختلاف
کرین بس مزارع کہے کہ یہ زمین تو نے مجھے مانگے دی تھی اور مالک منکر ہو اور ہے پیداوار کے حصے
یا زمین کے لگان کا دعوی کرے اور کوئی اِن مین سے ثبوت نہ رکھتا ہو تو مالک [illegible] قول مقبول
ہو گا اور اگر عامل بھی قسم کھالے کہ حصہ یا زمین کی اُجرت مین نے مقرر نہین کی تھی تو اُجرت مثل مین
مالک کو دیگا اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ قرعے کا استعمال کرنا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے
اور مزارع کو زراعت کا باقی رکھنا اُسکے اٹھانے کے وقت تک پہونچتا ہے اِسلیے کہ وہ [illegible]
ماذون ہے اور اگر مزارع دعوی کرے کہ مالک نے یہ زمین مجھے زراعت کے لیے مانگے دی [illegible]

اور مالک کہے کہ تو نے غصب کر لی ہے تو اس صورت میں مالک [illegible] کی قسم کھائے گا
اور مالک کو اُس زراعت کا نکلوا ڈالنا اور مزارع سے اُجرت مثل [illegible] کا مطالبہ پہنچے گا
اور تفاوت زمین کا مطالبہ اگر بونے سے معیوب ہوگئی ہو اور گڑھے [illegible] اُس کے
کھچوانے سے پڑ گئے ہوں پہونچتا ہے چوتھا مسئلہ مزارع کو [illegible] کا
پہونچتا ہے اور یہ کہ دوسرے کو اُسی مزارعت کے لیے [illegible] مالک کی اجازت پر
موقوف نہیں مگر جب مالک یہ اُس سے شرط کر لے کہ [illegible] تو یہ شرط
لازم ہوگی اور دوسرے کو شریک کرنا مالک کی بے اجازت جائز نہ ہوگا پانچواں [illegible] زمین کا حصہ
اور اُسکے ضروری مصارف مثل رہٹ بنانے کے اور نہر اور دیوار اور دروازے وغیرہ کے اگر ضرور
ہوں اور اُنپر زراعت وغیرہ موقوف ہو تو یہ سب مالک کے ذمے ہیں مگر جب مالک شرط کر لے
کہ عامل دے تو عامل کے ذمے ہیں چھٹا مسئلہ جس جگہ کہ مزارعت کے بطلان کا حکم کریں
وہاں مزارع کو واجب ہے کہ مالک کو زمین کی اُجرت مثل دے ساتواں [illegible]
اٹکل سے اپنا حصہ معین کرکے مزارع کے ذمے کرنا جائز ہے اور مزارع کو قبول کرنے [illegible]
ہے اگر قبول کرلے گا تو اسکا استقرار سلامتی پر مشروط ہے کہ اگر زراعت ارضی سماوی آفت سے ضائع ہوجائے
تو اُسکے ذمے کچھ نہیں ہے لیکن مساقات تو زمین کے مستحکم درختوں کے پانی دینے کے لیے اور اُن
ضروریات اور اُنکے پھلوں کی اصلاح کے واسطے اُنکی پیداوار کے حصے پر معاملہ کرنے کو کہتے ہیں
اور مساقات میں نظر کئی فصلوں کی مقتضی ہے۔

پہلی فصل مساقات میں ہے اور اُسکے ایجاب کا صیغہ یہ ہے کہ میں نے تجھے یہ درخت مساقات
کو دیے یا تجھے میں نے کام کرنے کے لیے دیے یا تیرے سپرد میں نے کیے اور جو
عبارت اسی طرح کی ہو اور عامل یعنے سینچنے کے کام کے کرنے والے کا قبول بھی
مساقات میں ضرور ہے جس کسی عبارت سے وہ قبول ہو کہ وہ مساقات کے قبول پر دلالت
کرتی ہو اور یہ عقد اجارے کی طرح سے لازم ہے کہ بے طرفین کے راضی ہوئے فسخ نہیں ہوتا ہے
اور میوے کے نکلنے سے پہلے صحیح ہے اور آیا میوے کے نکل آنے کے بعد صحیح ہے اسمیں تردد ہے
اور اظہر یہی ہے کہ اس شرط سے صحیح ہے کہ جب عامل کے لیے کوئی کام باقی رہا ہو کہ اُسکے سبب سے

پھل زیادہ ہوجائین گو وہ کام تھوڑاہی سا ہو اور مساقات مساقی کے یعنی مالک کے مرجانے
سے باطل نہین ہوتی ہے اور نہ عامل کے مرجانے سے باطل ہوتی ہے یہی اشبہ ہے۔
دوسری فصل اُس چیز مین جسپر مساقات کرتے ہین یعنی اُن درختون مین جنھین سینچین پہنچواینگے
اور یہ درخت وہ درخت ہین کہ جنکی جڑین زمین مین ثابت ہوتی ہون اور ہر سال بونے کے محتاج نہون
اور اُنمین میوہ ہوتا ہو کہ اُس سے فائدہ پہونچتا ہو اور جڑ باقی رہتی ہو خرمے کے درخت اور انگور
کی ٹٹی اور میوون کے درختون کی مساقات صحیح ہے اور اُن درختون پر کہ جنمین میوہ نہوتا ہو اور
اُنکی پتیون سے مثل مہندی وغیرہ کے انتفاع ہوتا ہو مساقات کی صحت مین تردد ہے اور ایسی
جڑ یا درخت پر جو زمین مین ثابت نہو مساقات کا معاملہ صحیح نہین اسلیے کہ علمانے اسی پر اتفاق
کیا ہے اور اگر مساقات کرین پودھون پر پھیلنے کی مدت تک کہ جس مدت تک اُنکی مثل اکثر پھلتے ہین
تو صحیح ہے اور اُتنی مدت سے کم زمانے کے مشروط ہونے پر یا پھلنے نہ پھلنے کے احتمال برابر ہونے پر صحیح نہین ہے
تیسری فصل مدت مین ہے اور مدت مین دو شرطین معتبر ہین ایک یہ کہ زمانے کا اندازہ
ایسی عبارت سے کرین کہ جسمین زیادتی کا احتمال نہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس مدت مین اکثر
پھل نکلتے ہین۔
چوتھی فصل عمل یعنی مساقات کے کام مین ہے جب مساقات ہو اور کسی کام کے تعیین کی قید
نہو تو اِس بات کی مقتضی ہے کہ عامل ایسے سب کامون کو بجا لائے جن سببون سے پیداوار اُنکی
زیادہ ہو جیسے کچھ پھلون کا نکالنا اور پھاون کی اصلاح کے لیے جب درخت بہت پھلا ہو اور
تھالون کی اصلاح جڑون کے تر رکھنے کو اور مضر گھانس کا دور کرنا اور سینچنا اور خرمے کے نر درخت
کے شگوفے کی خاک مادین کے شگوفے مین ڈالنا کہ جسے تلقیح کہتے ہین اور یا اونٹ اور بیل وغیرہ
سے پانی کھینچنا جب ضرورت ہو اور میوے کی اصلاح اور اُنکا توڑنا توڑنے کے وقت پر اور مکان
درست کرنا سو کھانے کے مکان کا اور میوہ اُس مکان مین لیجانا اور اُسکی نگہبانی کرنا ہے اور
صاحب درخت کو چاہیے کہ چار دیواری اور رہٹ اور چرخی اور ڈول یا پُر بنوا دے اور نہر کھود دے
اور نر کے شگوفے کی گرد کا سرانجام کر دے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عامل پر لازم ہے اور یہی بات خوب ہے
اسلیے کہ تلقیح عامل ہی پر واجب ہے اور بے اُسکے نہین ہو سکتی ہے اور اِن امور مین جو مالک پر واجب ہین

کچھ کی شرط عامل سے کرے تو صحیح نہیں ہے اسلیے کہ وہ چیز معلوم نہیں ہے اور اگر عامل درختون کے مالک پر
کام کی شرط کرے تو مساقات باطل ہے اسلیے کہ کام سے عامل ان درختون کے فائدے کا مستحق ہوگا
اور اگر عامل اپنے ذمہ کامون سے کچھ کرے اور کچھ درختون کے مالک پر چھوڑ کر اسکے عوض مین کچھ اپنی
شرط حصہ مین سے چھوڑ دے یا کچھ اسکے عوض مین مالک پر شرط کر دے تو بھی جائز ہے اور اگر عامل شرط
کرے کہ مالک کا غلام بھی اسکی مساقات مین شریک ہو تو بھی جائز ہے اسلیے کہ جب مالک شریک
ہوسکتا ہے تو اسکا غلام بھی شریک ہوسکتا ہے اور ایک مال کا ایک مال مین ضم کرنا ہے اور اگر
یہ عامل شرط کرے کہ غلام مزارعت کا کام عامل کی مخصوص ملک مین کرے تو یہ جائز نہین اور اسمین
تردد ہے اسلیے کہ اگر عموم آیہ المومنون عند شروطهم پر نظر کیجائے تو شرط کی وفا ضرور ہے اور اگر یہ
دیکھا جائے کہ اس صورت مین وہی غلام کا کام عامل کے کام کے مقابلے مین پڑتا ہے اور عامل
نے پھلون کے مقابلے مین کوئی کام نہین کیا پھر مساقات باطل ہوجائے گی مگر جواز اشبہ ہے اور
اسیطرح اگر مزدوری مزاوون مزدورون کی کہ جنکا اپنے کام مین محتاج ہوتا ہے شرط کرے تو جائز
ہے اور اگر مزدون کی مزدوری کے دونون کے مال مین سے خرچ ہونے کی شرط کرے تو بھی جائز ہے

پانچوین فصل مساقات کے فائدے مین ہے عامل کے لیے کوئی جز ان درختون کی پیدا وار
مین سے مقرر کرنا چاہیے جو مشترک ہو یعنی غیر ممتاز ہو جیسے چوتھائی اور پانچوان حصہ وغیرہ سے پھر
اگر حصہ معین نکرینگے تو مساقات باطل ہوجائے گی اور اسیطرح اگر ایک ان دونون مین سے سارے
پھلون کی اپنے لیے شرط کرے یا ایک معین مقدار کی جیسے وسق یا بیس من ہے اپنے واسطے
شرط کرے اور زیادہ مین دونون کی شرکت رکھے تو یہ بھی صحیح نہین یا مالک اپنے لیے کچھ سیر
مقرر کرے اور باقی عامل کے لیے رکھے یا اسکے برعکس کرے تو بھی صحیح نہین یا ان دونون مین
سے ایک اپنے لیے چند معین درختون کا میوہ شرط کرے اور دوسرا باقی درختون کے پھل مقرر
کرے تو بھی صحیح نہین اور اگر ہر قسم کے میوے مین حصہ مختلف مقرر کرے جو کہ سب نوعون سے
اس باغ کے واقف ہو تو بھی جائز نہین اور اگر پیدا وار کے حصے کے ساتھ کچھ اصل درخت جو زمین
مین ثابت اور مستحکم ہین مقرر کرے تو صحیح نہین اسلیے کہ مساقات کے عقد کا مقتضا فائدے مین اشتراک
ہے اور اصل مین اشتراک نہین اور اس مسئلے مین تردد ہے اور اگر یون مساقات کا عقد کرے

کہ اگر اونٹ سے پانی سینچے گا تو آدھی پیداوار لیگا اور اگر نہر سے پانی دیگا تو تہائی پیداوار لے گا تو مساقات باطل ہوگی اسلیے کہ حصہ معین نہیگا اور ... ہے اور اگر صاحب زمین عامل مساقات کے لیے پھلون کے حصے کے سوا کچھ چاندی یا سونے کی شرط کرے تو مکروہ ہے اور وفا کرنا واجب ہے اور اگر ... درختون ... پیدا نہوئے ... لازم نہین

چھٹی فصل مساقات کے حکم ... مین ... پہلا مسئلہ جس جگہ پر عقد مساقات فاسد ہو جائے وہان عامل کو ... اجرت المثل دینا لازم ہے ... اور سال کے میوے صاحب درختکے مال ہین دوسرا مسئلہ جب کسی کو کام کے واسطے درختون کے پھلون کے حصے پر لگائے پس اگر یہ امر میوے نکلنے کے اور صلاح کے ظہور سے پہلے ... ہو ... کو خامی کے حال مین توڑنے کی شرط پر تو یہ اجارہ اس صورت مین صحیح ہے کہ جب اجرت اسکی وہ سارا میوہ ہو اور اگر اسے کچھ میوے پر اجارہ ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ اس میوے مین شرکت ہے اور ممکن ہے کہ شریک کچے توڑنے سے مخالفت کرے پھر اجرت دینا مشکل ہے اور موجہ یہی ہے کہ جائز ہے اسلیے کہ شریک کی اجازت ممکن ہے اور حاکم کے حکم سے بھی حاصل ہو سکتی ہے پھر اجرت دینا مشکل نہوگی تیسرا مسئلہ جبکہ کوئی کہے کہ مساقات کی مین نے تیرے ساتھ اس باغ کی اس شرط سے کہ تو مساقات کرے فلان باغ مین فلان حصے پر تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ باطل ہے اور اشبہ یہی ہے کہ جائز ہے چوتھا مسئلہ اگر دو مالکون کے درخت ہون اور دونون ایک عامل سے کہین کہ ہمنے مساقات تیرے ساتھ کی فلان درختون کے پیداوار سے آدھے تیرے حصے پر اور فلان درختون کی پیداوار سے تہائی تیرے حصے پر تو اس شرط سے صحیح ہے کہ عامل ہر ایک حصے سے واقف ہو اور اگر نجانتا ہوگا تو مساقات باطل ہوگی اسلیے کہ حصہ نامعلوم ہے پانچوان مسئلہ جب عامل بھاگ جائے گا تو عقد مساقات باطل نہوگا پھر اگر کوئی بھاگے عامل کی طرف سے تبرعا اس کام کو کرے یا حاکم شرع اپنے بیت المال یعنی خزانے سے کچھ دے اور اس سے مساقات عامل کی طرف سے ہو تو فسخ کا مالک کو اختیار نہین ہے اور اگر یہ دونون مشکل ہون تو مالک کو اس عقد مساقات کا فسخ کرنا جائز ہے اسلیے کہ کام مشکل ہے اور اگر فسخ نکرے اور حاکم کے پاس پہونچنا مشکل ہو تو دو گواہون کے سامنے اس عامل کی طرف سے

کسی عامل کو اُجرت پر دیدے اور عامل کے آنے کے بعد وہ جو اُجرت جو دوسرے عامل کو دی ہے
اُس پہلے عامل سے لیلے اور اگر نہین تو دیتا ہے اور اگر گواہ نہ رکھیگا تو پھیر نہ سکیگا چھٹا مسئلہ جب
کوئی دعوے کرے کہ عامل نے خیانت کی ہے یا چوری کی ہے یا مال ضایع کیا ہے یا بے پروائی کی
ہے کہ اُس سے مال ضایع ہو گیا اور عامل اُسکے وقوع سے انکار کرے تو عامل کا قول قسم کے ساتھ
قبول ہوگا اور جس تقدیر پر عامل کی خیانت ثابت بھی ہو جائے تو آیا اُسکو نہین چھوڑنے دینا چاہیے
یا اُسکے ساتھ ایک اور مرد واسطے محافظت کے لیے کر دینا چاہیے اور اصل یہ ہے کہ اسکی مزدوری دینا
چاہیے وجہ یہی ہے کہ عامل کو میوے کے حصے سے باز نہین رکھ سکتے ہین اسلیے کہ اپنے کام کے سبب سے
اُسکا مستحق ہو چکا ہے اور مالک کو نہین پہونچتا کہ باقی پھلون کے واسطے ہاتھ نہ لگانے دے اور اگر کسی امین کو
مالک محافظت کے لیے عامل کے ساتھ رکھے تو اُسکی اُجرت خاص مالک پر ہے عامل اُسمین شریک
نہین ساتوان مسئلہ جب کوئی شخص یا عامل کچھ درختون پر مساقات کرے اور بعد اسکے ظاہر ہو
کہ یہ درخت دوسرے کا مال ہین تو مساقات باطل ہو جائے گی اور سارے پھل مالک سے تعلق ہونگے
اور عامل کی اُجرت اُس شخص پر ہے جسنے اُس سے مساقات کی تھی اور درختون کے مالک پر نہین ہے
اور اگر مساقات کرنیوالا اور عامل دونون بلکہ میوے بانٹ لین اور سب میوہ تلف ہو جائے
تو مالک کو سارے میوے کا غاصب مساقی سے پھیر لینا پہونچتا ہے اور غاصب جو کچھ عامل نے
لیا ہے اُس سے پھیر لیگا اور عامل کو اپنے کام کی اُجرت غاصب سے لینا پہونچتا ہے یا اُن دونون
مین سے جسنے جو لیا ہے مالک ہر ایک سے سارا وہ میوہ پھیر لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مالک چاہے
تو اپنا سارا میوہ اُسی عامل سے بھر لے کہ اُسی کے ہاتھون سے یہ تعدی ہوئی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے
مگر جسوقت مین عامل یہ جانتا ہو کہ یہ درخت اور کا مال ہین اور اُسنے جان بوجھکر غیر کے مال مین
تصرف کیا ہو پھر اُس سے مالک سارا میوہ بھر سکتا ہے آٹھوان مسئلہ عامل کو کسی دوسرے
شخص سے مساقات کرنا نہین پہونچتا ہے اسلیے کہ مساقات اُنھین درختون پر صحیح ہے کہ جو مساقات
کرنیوالے کی ملک ہون اور غیر کے مال پر مساقات صحیح نہین نوان مسئلہ زمین کا لگان مالک
پر ہے مگر جب مالک شرط کر لے گا تو عامل پر ہوگا اور اگر مشترک دونون پر ہونے کی شرط کی ہوگی
تو دونون عامل اور مالک مین مشترک رہیگا دسوان مسئلہ جو فائدہ کہ حاصل ہو وہ ظاہر ہو جائے ہی

دونون عامل اور مالک کی ملک ہو جاتا ہے اور پکنے پر اور ٹوٹنے پر اور سوکھنے پر موقوف نہین اور اُس میوے کے حد نصاب کو پہونچنے سے ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہو گی تتمہ جب کسی کو زمین درخت بٹھانے کے لیے اِس شرط سے دے کہ وہ درخت دونون زمین مشترک ہون تو یہ مغارست باطل ہے اور وہ درخت اپنے مالک کا مال ہین اور صاحب زمین کو اپنی زمین پر سے اُن درختونکا نکلوا ڈالنا پہونچتا ہے اور جبتک وہ درخت اُس زمین پر لگے رہین اُسوقت تک کا کرایہ لینا پہونچتا ہے اِسلیے کہ اذن درخت رکھنے کا شرکت پر تھا اور جب شرکت باطل ہو گئی تو زمین کا کرایہ ثابت ہو گیا اور زمین کے مالک پر لازم ہے کہ اگر اُن درختون کو اُکھڑوا ڈالے تو لگے درخت اور اُکھڑے درختونکی قیمتون کا تفاوت درختون کے مالک کو دے اور اگر زمین کا مالک اُن درختون کی قیمت درخت لگانیوالے کو دے کہ وہ درخت بھی اُسکی ملک ہو جائین تو اُسپر قیمت قبول کرنیکے لیے جبر نہین کر سکتا ہے اور اِسیطرح اگر غارس یعنی درخت لگانے والا اُس زمین پر درختون کے باقی رکھنے کو زمین کا کرایہ دے تو صاحب زمین پر کرایہ قبول کرنے مین جبر نہین کر سکتا ہے اگر قبول کرے تو اُسے اختیار ہے۔

کتاب ودیعت

یہ کتاب ودیعت کے حکمون مین ہے اور ودیعت وہ ایک امانت ہے جو کوئی شخص کسی شخص کے پاس رکھتا ہے اور نظر بیان تین امر دن مین ہے پہلی نظر عقد ودیعت مین ہے اور عقد ودیعت اپنے مال کی حفاظت مین کسی شخص کو اپنا نائب بنانا ہے اور یہ عقد بھی ایجاب وقبول کا محتاج ہے اور اِن معنون پر دلالت کرنیوالی ہر ایک عبارت سے واقع ہو جاتا ہے اور جو فعل کہ قبول پر دلالت کرے وہ کافی ہے جیسے مال کو اپنے صندوق مین رکھلے اور اگر مالک اپنا مال کسی پاس ڈالدے اور وہ شخص اُس مال کی امانت داری کو قبول نکرتا ہو تو اُس مال کی حفاظت کرنا اُس شخص پر لازم نہین اور اِسیطرح ہے اگر کسی پر جبر امانت لینے کے لیے کرین اور وہ مجبور ہو کر اُسے لیلے تو بھی امانت نہوگی اور اگر وہ اُسے پھینکدیگا تو ضامن نہین ہے اور جب ودیعت کسی پاس رکھوا دین اور وہ اُسے بے جبر کے لیلے تو اُسپر اُس امانت کی محافظت واجب ہے اور اگر وہ مال بے تفریط یعنی بغیر بے پروائی کے ضایع ہو جائے تو اُس امانت رکھنے والے پر

اُس امانت کا تاوان بھر دینا لازم نہین اور یہی حکم ہے اگر اُس سے کوئی زور زبردستی سے اُس
امانت کو چھین لے ہان اگر وہ اُس ظالم کے دفع کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اُسپر اُسکا دفع کرنا
واجب ہے اور اگر قدرت رکھنے پر اُسے دفع نکریگا اور مال ضایع ہو جائے گا تو تاوان بھر دینے
کا ذمہ دار ہے اور ظالم کے دفع مین بڑے ضرر اُٹھانا مثل زخم کھانے اور اپنا مال لُٹوانے کے
واجب نہین اور ظالم سے امانت ہونے کا انکار کرے اور اگر وہ قسم مانگے ظلم سے تو توریے کے طریق
سے اِسطرح پر کہ جھوٹ نہ لازم آئے قسم کھا لینا جائز ہے جیسے قسم اِس بات کی کھائے کہ میرے
پاس نہین ہے اور قصد یہ کرے کہ میرے ہاتھ مین نہین ہے یا میری جیب مین یا میرے سامنے
نہین ہے اور امانت کا عقد دونون طرف سے جائز ہے دونون مین سے ہر ایک کو فسخ کا
اختیار ہے اور دونون مین سے ایک کے مرجانے سے اور سودائی ہو جانے سے عقد امانت
باطل ہو جاتا ہے اور رکھنے والے پاس ودیعت امانت اِس معنی سے ہے کہ اگر بے پروائی نکرنے
پر ضایع ہو جائے گی تو اُسکا تاوان بھرنا اُسکے ذمے نہین ہے اور امانت کی محافظت اُس نہج
پر کیجائے گی کہ جس نہج پر حفظ مین عادت جاری ہے جیسے کپڑے کو صندوق مین رکھین اور چوپایہ
کو طویلے مین اور بکری بھیڑ کو مراح یعنی اُسکے رہنے کے مکان مین رکھین اور امانت رکھنے والے پر
لازم ہے کہ اگر مال جاندار ہو تو اُسے دانہ گھانس پانی خواہ مالک نے کہا ہو خواہ نکہا ہو دے
اور جائز ہے کہ دستور اور عادت کے موافق انہین آپ پانی پلائے یا غلام سے پلوا دے اور پانی اور
گھانس کے لیے اُن جانورون کا گھر سے باہر کر دینا جائز نہین مگر اضطرار کے وقت مین جیسے
گھر مین قدرت چارہ پانی لانے کی نرکھتا ہو یا کوئی عذر ہو تو جائز ہے اور اگر مالک کہے کہ چوپایے
کو دانہ پانی نہ دے تو اُسکا کہنا مانع وجوب نہین بلکہ دانہ پانی دینا واجب ہے اور اگر دانہ پانی نہ دیگا
اور وہ جانور مرجائیگا تو گنہگار ہوگا اور تاوان اُسکے ذمے نہین ہے اِسلیے کہ مالک نے خود
دانہ پانی دینے کو منع کر کے ضمانت کو ساقط کر دیا ہے جیسے اُسنے اپنے مال کو دریا مین ڈالدینے
کو کہدیا ہے اور اگر مالک اپنے مال کی محافظت کے لیے کوئی مکان مقرر کرے تو امانت رکھنے والیکو
اُسکے مال کو اُسی مقرر مکان مین رکھنا چاہیے پھر اگر اُس مال کو اُس معین مقام سے نکال لائیگا
اور وہ ضایع ہو جائیگا تو تاوان بھر دیگا مگر جب کہ دوسرا مکان اُس سے بڑھکر محفوظ ہو یا پہلے

مکان کے مثل مین ہو تو ایک قول پر وہان رکھ سکتا ہے اور اُس مال کو معین مکان سے دوسرے
مکان مین لانا جائز نہین گو محفوظ تر بھی ہو مگر جب پہلے مکان مین رہنے سے ضایع ہو جانے کا ڈر ہو
تو اُسے دوسرے مکان مین لاکر رکھ سکتے ہین اور اگر مالک کہدے کہ اِس امانت کو اِس مکان
محفوظ سے باہر نہ لانا تو اُس مکان سے نکال لینے کے سبب سے جس مکان مین کہ لیجائے تاوان
بھر دینے کا ضامن ہوگا مگر جب مال کے ضایع ہو جانے کا اُس مکان مین رکھنے سے خطرہ ہو تو
نکال سکتا ہے ہرچند مالک نے یہ بھی کہدیا ہو کہ گو تلف ہو جائے اور نابالغ اور دیوانے کی
امانت رکھنا صحیح ہے اور جو شخص انکا کچھ مال اپنے پاس رکھیگا اگر وہ ضایع ہو جائیگا تو اُسکے
تاوان دینے کا ضامن ہوگا مترجم کہتے ہین خواہ تفرط کرے خواہ نکرے مگر جبکہ یہ ڈر ہو کہ اگر امانت
نرکھے گا تو یہ مال ضایع ہو جائے گا اور اگر قربت کے قصد سے محافظت کے لیے اُس مال کو لیلے تو
اِس صورت مین ضمان یعنی ضایع ہونے کے تاوان بھرنے کی ذمہ داری ساقط ہے اور اسکی
تصریح علمانے فرما دی ہے اور اگر اُس نابالغ یا دیوانے کو پھیر دیگا تو بری الذمہ نہوگا بلکہ جو اُنکے
ولی ہون اُنھین پہونچا دینا چاہیے اور اِسیطرح نابالغ اُنکو نکو اور دیوانون کو کسی کی امانت لینا
صحیح نہین اور جو اُنکے پاس کچھ مال امانت رکھے اور وہ اُسکی حفاظت نکرین تو تاوان اُنکے ذمے
نہین اِسلیے کہ مودع یعنی امانت رکھوانیوالے نے آپ اپنی چیز ضایع کی ہے مترجم کہتے ہین کہ
صاحب مسالک نے فرمایا ہے کہ اگر محافظت مین اہمال کرینگے تو تاوان اُنپر نہوگا مصنف کے
اِس قول سے یہ سمجھ پڑتا ہے کہ اگر یہ عمداً ضایع کر دینگے تو انھین تاوان دینا پڑیگا اور اقوی یہی ہے
اگر لڑکا امانت کے مال مین تعدی کریگا تو تاوان اُسکے ذمے عائد ہوگا اور بالغ ہونا نہونا تکلیفی
حکمون مین ہے اور تاوان کی ذمہ داری وضعیہ حکمون مین سے ہے اِسمین چھوٹے بڑے سبکے
سب شریک ہین۔ اور جب امانت رکھنے والے کو موت کی علامتین ظاہر ہون تو اُسپر واجب
ہے کہ کچھ لوگون کو اُن چیزون کے امانت ہونے پر گواہ کر دے اور اگر گواہ نہ کرکے مرے اور
وارث امانت کا انکار کرین تو وارثون کا قول مقبول ہے اور اُنھین قسم کھانا بھی نہین پہونچتا
ہے مگر جب مدعی اِسبات کا دعوی کرے کہ وارث اِس امانت سے واقف ہین تو اُسوقت مین
واقف نہونے کی قسم کھانی پڑیگی اور مالک کے مانگنے کے وقت امانت کا دیدینا واجب ہے

گو مالک کافر بھی ہو مگر جب کہ امانت رکھوانیوالا غاصب ہوا اور غصب سے اُس مال کو لیا ہو تو
اُسے وہ مال ندینا چاہیے اور اُسکے مالک کے پاس پہونچا دینا چاہیئے اور اگر امانت رکھوانیوالا مرجائے
اور اُسکے وارث دعوی کرین تو امانت رکھنے والے پر واجب ہے کہ منکر ہو جائے تاکہ مالک مال
کا حق غاصب کے وارثون کو نہ پہونچے اور مغصوب منہ یعنی جس سے اُس مرنیوالے نے غصب
کیا ہے اُسے پہونچا دے اگر اُسے جانتا ہو اور اگر اُسے نہ پہچانتا ہو تو ایک سال تک اُس مال کی
تعریف جسطرحپر کہ کتاب لقطہ مین بیان ہوگی کرتا رہے پھر اُس مال کو مالک کی طرف سے تصدق
کر دینا جائز ہے کہ ثواب اُسکو پہونچ جائے اور اگر اُسکے بعد مالک پیدا ہو جائے اور اُس تصدق سے
راضی نہو تو اُسے تاوان دیدے اور اگر غاصب مال مغصوب کو اپنے مال میں ملا دے اور
اُسکے بعد کسی پاس امانت رکھے پھر اگر امانت رکھنے والا اُس غصبی مال کو جدا کر سکتا ہے تو غیر مغصوب
مال اُسے دیدے اور غصبی مال کو اُسکے مالک کے پاس پہونچا دے اور اگر جدا نہین کر سکتا ہے
تو اُن دونون مالون کو اُسی غاصب کو دیدے دوسری نظر اُن چیزون مین ہے کہ جن کے
سبب سے امانت رکھنے والے کے ذمے تاوان پڑتا ہے اور یہ ساری چیزین دو چیزون مین
داخل ہین ایک تفریط دوسری تعدی ہے اور تفریط وہ اِسطرحپر ہوتی ہے کہ امانت کے مال کو
ایسی جگہ ڈالدے جو محفوظ نہو اور اگر چوپایہ ہو تو اُسے دانہ گھانس ندے اور جسکو کپڑے بنوا دینا
ضرور ہے اُسے بنوا ندے یا امانت کو بے مالک کی اجازت بے ضرورت دوسرے کے پاس
امانت رکھوائے یا بیضرورت یا بے اذن سفر مین اپنے ساتھ لیجائے خواہ خطرناک ہو خواہ نہ ہو
اور کپڑے کو ایسے مقام مین رکھدے کہ جہان پہنے جائین یا امانت کے جانورون کو اتنی مدت
تک آب و دانہ ندے کہ جتنی مدت تک عادت سے بے دانہ پانی صبر نہ کر سکتے ہون اور
اِسیطرح وہ مر جائین۔ دوسری تعدی اور وہ اِسطرحپر ہے کہ کپڑون کو پہنے اور سواری پر سوار
ہو اور امانت کو محفوظ مکان سے اپنے انتفاع کے لیے نکال لائے اور اگر انتفاع کی نیت کرے
اور اُسے اُس مکان سے نکال نہ لائے تو ضامن تاوان دینے کا فقط نیت کرنے سے نہین
ہوگا اور اگر رکھوانیوالا امانت کو مانگے اور پھیر دینے کی قدرت رکھنے پر پھیر ندے تو بھی ضامن
ہے اور اِسیطرحپر ہے اگر ودیعت کا اِنکار کرے پھر مالک گواہون سے ثابت کرے یا خود

انکار کے بعد اقرار کرلے تو بھی ضامن ہے اگر اُسکے بعد امانت اُسکے پاس سے ضایع ہوجاے گی توتاوان بھرنا پڑیگا کو حفاظت مین بے پروائی بھی نکی ہو اور اگر مال امانت کو اپنے مال مین اسطرحپر ملاوے کہ جدا نہوسکے تو بھی تاوان بھر دینے کا ذمہ دار ہے اور اسیطرحپر ہے کہ اگر مالک کہے کہ اس چوپایے کو ایک من بوجھ کے کرایے کو دینا اور وہ دو من بوجھ کے لیے کرایے کو دے یا مالک آسان بوجھ کے لیے کرایہ دینے کو کہے جیسے روئی وغیرہ ہے اور وہ سخت بوجھ کے لیے جیسے لوہا وغیرہ ہے کرائے دے بس ان سب صورتون مین اگر امانت ضایع جاے گی یا کوئی عیب اُسمین آجائیگا توتاوان امانت رکھنے والے کے ذمّے پر پڑیگا اور اگر مالک امانت کو کسی چیز مین قفل لگاکر رکھوائے اور امانت رکھنے والا اُسے کھولے اور کچھ اُسمین سے نکالے تو اُس ساری امانت کا ضامن ہوجائیگا اور اگر اُس امانت پر مالک کا قفل نہ لگا ہو یا امانت رکھی ہو اور امانت رکھوانے والے نے اُسے صندوق مین رکھا ہو اور اُس امانت مین سے کچھ نکالے تو اس صورت مین جسقدر رکہ نکالی ہے اُسیقدر کا ضامن ہے اور اگر اُسکے عوض کا لاکر اُسمین رکھدے تو بھی اُسکی ذمہ داری سے بری نہوگا اور اگر اُسی مقدار کو جو نکالی تھی لاکر اُسمین ملاکر رکھدے تو بھی ضامن اُس مقدار کا ہے کہ جسے نکال لیا تھا اور اگر اُسکا عوض لاکر اسطرحپر ملاکر رکھدے کہ جدا نہوسکے تو سارے مال کا ضامن ہوجائے گا۔ تیسری نظر دیکھنے لوحقین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ امانت ضایع ہوجانے کے ڈر پر اُس شہر مین رکھنے سے ساتھ لیکر سفر کرنا جائز ہے اور اس صورت مین امانت اگر تلف ہوجائیگی توضامن نہین اور سفر مین ڈر کی علامتین ہونے پر امانت کو ساتھ لیکر سفر کرنا جائز نہین اور اگر ایسی حالت مین امانت کو ساتھ لیکر سفر کریگا تو ضامن ہوجائے گا اور اگر ودیعت ضایع ہوجاے گی توتاوان بھرنا پڑیگا دوسرا مسئلہ امانت رکھنے والا امانت کو بے مالک کو دیے یا بے اُسکے وکیل کو دیے بری الذمہ نہین ہوتا ہے اور اگر ان دونون کو نپائے تو حاکم شرع کے سپرد کردے جس صورت مین کہ اپنے پاس رکھنے مین کچھ عذر ہو اور اگر بے عذر کے رکھے گا توضامن رہیگا اور اگر حاکم شرع موجود نہو اور امانت ضایع ہوجانے کا ڈر ہو تو جائز ہے کہ کسی اور معتمد پاس رکھوادے اور اس صورت مین اگر امانت ضایع ہوجائے توضامن نہین ہے تیسرا مسئلہ اگر حاکم شرع کے پاس امانت کے پہونچانے پر قدرت رکھتا ہو اور نہ پہونچائے اور کسی معتمد پاس رکھدے توضامن ہے۔

چوتھا مسئلہ جب سفر کا قصد کرے تو امانت کو مقدور بھر مالک کے سپرد کردے یا اُسکے وکیل کو
دیدے یا حاکم شرع کے پاس پہونچادے اور اگر ایسا نکریگا اور زمین مین گاڑ دیگا اور ضایع
ہوجائیگی تو ذمہ دار ہے مگر جبکہ کسی سانحے کے جلد آپڑنے کا ڈر ہو جیسے لٹیرے ہین اور چہ رہین
کہ اُنسے مہلت نہو کہ مال کو مالک یا وکیل یا حاکم شرع کے پاس پہونچا سکے اور اسوقت مین گاڑ دے
تو ضامن نہین ہے پانچوان مسئلہ اگر امانت کو نکال لینے کے بعد پھر لاکر اُسے محفوظ جگہ پر رکھدے
تو بری الذمہ نہین اور اگر مالک نئے سر لیے پھر اُسکے پاس اُسے امانت رکھدے تو بری الذمہ
ہوجائیگا اور اسطرح بری الذمہ ہوجائے گا جب مالک اُسے ضامن ہونے سے بری کردیگا
اور اگر مالک کے سوا اور کو امانت کے دیدینے پر امانت رکھنے والے پر جبر کرین تو دیدیگا اور ضامن نہین ہے
چھٹا مسئلہ جب امانت رکھنیوالا امانت کا منکر ہو اور یا مقر ہو اور تلف ہوجانیکا دعویٰ کرے یا پھیر دینے کا ادعا کرے
اور ثبوت نہو تو اُسیکا قول مقبول ہوگا اور مالک کو اُس سے قسم لینا پہونچتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر مالک
کے سوا اور کسیکو امانت دیدے اور یہ دعویٰ کرے کہ مین نے مالک کی اجازت سے دی ہے اور مالک اجازت دینے کا
منکر ہو تو مالک کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر مالک اجازت دینے پر اُسکی تصدیق کردے تو لینے والے
کے منکر ہونے پر بھی ضامن نہین ہے گو اُسنے اُسے مال دینے پر گواہ نہ لیے ہون اور یہی اشبہ ہے ساتوان مسئلہ
جب کوئی کسی پاس امانت رکھنے کا دعویٰ کرے اور امانت رکھنیوالا انکار کرے پھر مالک گواہونسے ثابت کرے
اور اسکے بعد امانت رکھنیوالا انکار کے پہلے ضایع ہوجانیکا دعویٰ کرے تو سُنا نجائیگا اسلیے کہ اُسکا جھوٹ کھلگیا
اور ضمان یعنی ذمہ داری اُس سے متعلق ہوچکی اب اُسے چاہیے کہ تاوان دیدے اور اگر کہا جائے کہ اُسکا یہ دعویٰ
سُنا جائیگا اور اُس سے ثبوت لیا جائیگا تو خوب ہوگا مترجم کہتے ہین کہ یہ جب ہے کہ انکار ایسی عبارت سے کرے جو
گواہی کے منافی نہو جیسے کہ میرے ذمے تیرا کچھ واجب الادا نہین اور اگر ایسی عبارت سے انکار کریگا جو ثبوت کے
منافی ہے جیسے کہیگا کہ تو نے کچھ امانت نہین رکھوائی اور انکار کے پہلے تلف ہونیکا دعویٰ کریگا تو مسالک کیطرف مسموع نہوگا
آٹھوان مسئلہ جب مالک مال ودیعت رکھنے کے لیے مقام محفوظ کہ دور ہو مقرر کردے تو امین پر واجب
ہے کہ اُس امانت کو جلد وہان پہونچائے پھر اگر قدرت رکھنے پر دیر لگائے گا تو ضامن ہوگا
اور اگر اپنی بی بی کو حفاظت کرنے کے لیے دیگا جب بھی ضامن رہیگا نوان مسئلہ جب امانت
رکھنے کا اقرار کرلے پھر مرجائے اور وہ امانت پہچان نہ پڑے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسصورت مین

وہ امانت اُسکے اصل ترکہ سے وصیتون پر مقدم کرکے نکالیجائیگی اور اُس مرے ہوئے امین کے قرضخواہون اور اُسکے دینون کی ادا سے اگر ترکہ کم ہو تو یہ امانت رکھنے والا اُنکا شریک برابر کے حصے مین ہوگا اور اسمین تردد ہے دسوان مسئلہ جب کسی شخص کی کچھ امانت ہو اور دو شخص دعوی کرین پس اگر وہ امین اِن دونون مین سے جسکی تصدیق کرے تو قبول کرلینگے اور امانت کو اُسی کو دینگے اور اگر وہ امین دونون کو جھٹلائے گا تو بھی قبول کرلین گے اور اگر کہے کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ کس کا مال ہے تو جب تک اُس مال کا مالک ثابت ہو اُسوقت تک اُس مال کو اُسی شخص کے پاس رہنے دینگے پھر اگر وہ دونون مدعی اپنی ملکیت کے صحیح ہونے پر اِس امین کی واقفیت کا ادعا کرین تو اُسپر قسم نجاننے کی عائد ہوگی گیارھوان مسئلہ جب امین امانت مین تفریط کرے اور تاوان بھرنے مین قیمت کا اختلاف پڑے تو قسم کے ساتھ مالک کے قول کو مان لین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ امین کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کرینگے اور یہی اشبہ ہے بارھوان مسئلہ جب امانت رکھوانیوالا مرجائے تو اُسکے وارث کو امانت دیدیجائے گی پھر اگر وارث کئی شخص ہونگے تو سب کے سپرد کیجائیگی یا اُسکے قائم مقام کے سپرد کرینگے اور اگر اُن وارثون مین سے بعضے وارثون کے سپرد کردیگا اور باقی وارثون سے اجازت نہ لی ہوگی تو اُن باقی وارثون کے حصون بھر مین ضامن رہے گا۔

کتاب عاریت

یہ کتاب عاریت کے بیان مین ہے اور عاریت ایک عقد ہے کہ جسمین منفعت کا مالک کی طرفسے بے عوض کے تفضل ہوتا ہی اور یہ عقد ہر لفظ سے جو انتفاع کے اِذن پر مشتمل ہو واقع ہو جاتا ہے اور دونون طرفون مین کسی طرف سے یہ عقد لازم نہین اور اسمین کلام چار فصلون کا مقتضی ہے —

پہلی فصل معیر یعنی مانگے دینے والے کے بیان مین ہے۔ مانگے دینے والے کو ضرور ہے کہ مکلف بالغ اور عاقل ہو اور ضرور اُسے اپنے مال مین تصرف جائز ہو پھر اگر کوئی نابالغ یا دیوانہ اپنی چیز کسی کو عاریت اور مانگے دے تو صحیح نہین اور اگر نابالغ لڑکے کا ولی اُس لڑکے کی مصلحت مانگے دینے مین دیکھکر لڑکے کو اجازت دینے کی دیدے تو یہ عاریت صحیح ہے اور جسطرح لڑکا اپنی چیز مانگے نہین دے سکتا ہے اِسیطرح اُسکے لیے اور کسی کا مال بھی مانگے دینا درست نہین۔

دوسری فصل مستعیر یعنی مانگے لینے والے کے بیان مین ہے۔ اور مستعیر یعنے مانگے لینے والیکو

اُس مانگے کی چیز سے فائدہ اُٹھانا عاریت کی چیز کے دستور کے موافق جائز ہی پھر اگر اُس مانگے کی چیز مین کچھ
نقصان آجائے یا بے تعدی کے استعمال سے ضایع ہوجائے تو مستعیر تاوان بھر دینے کا ضامن نہین ہی
مگر جبکہ مانگے دینے مین یہ شرط کر لی ہو کہ ضایع نہونے پائے یا کوئی نقصان نہ آنے پائے تو پھر ضامن ہوگا
اور کسی محرم یعنی احرام باندھے ہوئے شخص کو کسی محل سے کوئی شکار مانگے لینا جائز نہین اسلیے کہ اُس محرم کو اُسکا
پکڑنا جائز نہین اور اگر اُسے وہ پکڑیگا تو چھوڑ دینا اور مالک کو تاوان دینا واجب ہوگا گو اُس سے ضمانت کی شرط
نہ کیگئی ہو اور اگر شکار محرم کے ہاتھ مین ہو پھر اُسے محل مانگ لے تو جائز ہی اسلیے کہ محرم کی ملک اُسپر سے احرام باندھے
سے جاتی رہی اور اُسکے ہاتھ سے اُسکا شکار کا لینا اسطرح ہی جیسے کسی کے ہاتھ سے غیر مملوک شکار لے لینا ہے۔
مترجم کہتے ہین کہ جسطرح محرم کو شکار پکڑنا حرام ہی ویسے پکڑے رہنا حرام ہی چھوڑ دینا چاہیے اور عاریت دینا ملک
کے باقی رکھنے اور منفعت مباح کر دینے سے عبارت ہی اور عاریت کے جواز کا حکم مشکل ہے جیسا کہ صاحب مسالک نے
مصنف پر اعتراض کیا ہی اور اگر کوئی غاصب سے کچھ مانگے لے اور یہ مانگے لینے والا اُس چیز کے مغصوب ہونے سے
واقف نہو تو تاوان غاصب پر ہی اور مالک کو مانگے لینے والے سے جسکے استعمال سے وہ مغصوب چیز ضایع
ہوگئی ہی منفعت کے حق کا مطالبہ پہونچتا ہی اور وہ غاصب سے بھر لیگا کہ اُسے بعوض کے انتفاع کا اذن دیکر
تاوان بھروایا ہی اور وجہ یہی ہے کہ فقط غاصب ہی ضامن ہے اور اسیطرح اگر مانگے لینے والے
کے پاس سے وہ مغصوب چیز جسے مانگے لیا ہے اور غصب ہونے کو نہین جانتا ہے ضایع
ہوجائے تو اُسپر اُسکا تاوان نہین اور غاصب معیر کو قیمت دینی پڑیگی اور اگر وہ مانگے
لینے والا جانتا ہو کہ یہ چیز غصبی ہے اور پھر اُسکے پاس ضایع ہو جائے تو ضامن ہے اور اس
صورت مین مالک کو جو تاوان دینا پڑیگا تو وہ اس مانگے دینے والے سے رجوع کر کے نہ پھیر سکیگا
تیسری فصل معار یعنی مانگے لینے والی چیز کے بیان مین ہے اور یہ وہ ہر چیز ہے کہ جس سے
اصل کے باقی رہنے پر فائدہ اُٹھانا ممکن ہو جیسے کپڑا ہے اور گھوڑا ہے اور زمین کا مانگے لینا
کھیتی کرنے کے لیے اور درخت بونے کے واسطے اور مکان بنانے کے واسطے جائز ہے اور
مستعیر یعنی مانگے لینے والا شخص مالک کی اجازت بھر پر حصر کرے گا اور اُسقدر سے تجاوز نکریگا اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ اجازت والے استعمال سے اگر دوسرے استعمال مین ضرر کم ہوگا تو تجاوز کرنا
جائز ہے جیسے زمین درخت بونے کو مانگے لے پھر اُسپر کھیتی کرے تو جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے

اور اسی طرح ہر جاندار کا جسمین کچھ منفعت ہو مانگے لینا جائز ہے جیسے گابھ رکھنے کا نر اور کُتا اور بلّی اور
خدمت کے لیے غلام اور لونڈی ہے گو مستعیر اُس لونڈی کا اجنبی ہو اور محرم نہو اور دودھ کے
لیے دودھیل بکری کا مانگے لینا جائز ہے اور کسی کی لونڈی سے ہمبستر ہونا مانگے لینے سے جائز
نہین اور معیر کے مباح کہدینے سے اُس سے ہمبستری کے مباح ہونے مین تردد ہے اور اشبہ یہی
ہے کہ معیر کے مباح کردینے پر جائز ہے اور مانگے دینا مطلق بے کسی مدت کے اور معین مدت پر صحیح
ہے اور مالک کو مانگے دینے کے بعد اپنے کہے سے پھر جانا پہونچتا ہے گو مکان بنانے کو یا درخت
لگانے کو زمین مانگے دیچکے پھر اُنکے نکالڈالنے کو کہے تو مانگے لینے والے پر اُس زمین پر سے اُٹھالیجانا
واجب ہے اور یہی حکم کھیتی کا ہے گو پکنے سے پہلے اُسکے دُور کرنے کو کہے تو بھی دُور کرڈالنا چاہیے
اور یہی اشبہ ہے اور جب مالک اِذن دیچکا ہو اور پھر درخت اُکھڑوا ڈالے یا مکان کھدوا ڈالے
یا کھیتی کچوا ڈالے تو مالک پر تفاوت کٹے اور لگے درختون اور بنے مکان اور کھدے اور لگے کھیت
اور اُکھڑے کا دینا لازم ہے اور مستعیر کو مالک کے ایسی چیز کے دُور کرڈالنے کے سبب سے کوئی اور
مطالبہ تفاوت قیمت کے سوا نہین پہونچتا ہے اور اگر کسی مُردے کے گاڑنے کو زمین مانگے دے
تو پھر مالک کو اُس مُردے کے اُکھاڑ لیجانے کے لیے کچھ اُس مستعیر پر جبر نہین پہونچتا ہے اور مستعیر کو
جائز ہے کہ اُس زمین پر آئے اور درختون کے سائے مین بیٹھے کیونکہ وہ درخت اُسیکا ہی اور اگر دیوار کو دھنی رکھنے
کیلیے مانگے دے اور اُسکے اُٹھالینے کو کہے تو جائز ہے مگر جب اُن دھنیون کی اُدھر کی طرفین مستعیر کی
عمارت مین گڑی ہون گی تو پھر اُکھڑنا اُسکے مکانکو منہدم کردینے کا موجب ہوگا اور اُسکی مِلک سے
اُسکی لکڑی کے نکلوانے پر جبر لازم آئے گا تو ایسی صورتمین جائز نہین اور اِس مسئلے مین تردد ہے
اُردو مترجم کہتا ہے کہ بعضے فقہائے کہا ہے کہ اِس صورت مین اُسکی لکڑی کا مالک کو اپنی دیوار
پر سے اُکھڑوا دینا جائز ہے گو مستعیر کا نقصان ہو اِسلیے کہ اُسنے جان بوجھکر اپنے مال کو معرض تلف
مین ڈالا اِسلیے کہ عاریت کا عقد کسی طرح سے لازم نہین اور اجازت کے بعد مالک کو رجوع اِسمین جائز ہی
پھر اُسنے ایسے کمزور معنے کے عقد پر کیون اپنے مکان کی بنا رکھی — اور اگر مالک اپنی زمین پر سیلوا درخت
بونیکی اجازت دے پھر مستعیر اُسمین کوئی درخت لگائے اور وہ اُکھڑ جائے تو جائز ہے کہ پہلے اِذن کا
استصحاب کرکے اُسپر دوسرا درخت لگاوے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پھر نئے سرے سے اجازت لیے

لگائیگا اور بے اجازت لیے نہ لگائیگا اور یہی قول اشبہ ہے اور کسی مانگے کی چیز کا بے مالک کی اجازت مانگے دینا صحیح نہین اور مانگے کی چیز کا کرائیکو دینا بھی جائز نہین اِسلیے کہ اُسکا نفع مستعیر کی مِلک نہین ہے گو اُس سے اُسے خود منفعت اُٹھا لینا جائز ہے۔

چوتھی فصل عاریت کے حکمون مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** عاریت ایک امانت ہے کہ جسمین تاوان بھرنے کی ذمہ داری نہین ہوتی ہے مگر جب حفظ مین بے پروائی کرے یا تعدّی کرے یا مالک تاوان بھرنے کی شرط کرلے یعنے اگر پھر ضایع ہو جائے گی تو تاوان بھر دینا پڑیگا اور اگر مانگے کی چیز سونا چاندی ہوگی تو مستعیر ضامن ہوگا گو مالک نے مانگے دینے کیوقت ضمانکی شرط نکی ہو مگر اُسوقت ضامن نہوگا کہ جسوقت مین ذمہ داری کے سقوط کی شرط کرلی ہوگی **دوسرا مسئلہ** جب مانگے کی چیز اُسکے مالک کو یا مالک کے وکیل کو پھیر دیگا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر اُسکے مکان مین پھیر دے آئیگا تو بری نہوگا اور اگر گھوڑے کو کسی معین مسافت کے لیے مانگے لے پھر اُس مسافت سے بڑھجائے تو ضامن ہے اور اگر اُسے پھر پہلی مسافت پر پھیر لائے تو بھی بری الذمہ نہوگا۔ **تیسرا مسئلہ** مانگے کی زمین پر درخت اور مکان بنانیوالے کو اپنے درختون کا اور مکان کا بیچنا معیر یعنی مالک کے ہاتھ اور اَور کسی کے ہاتھ جائز ہے اور یہی قول اشبہ ہے **چوتھا مسئلہ** جب ہوا یا پانی کوئی گٹھلی کسی کی مِلک پر لائے اور وہ اُگ کھڑی ہو تو زمین کے مالک کو اُسکا دُور کر ڈالنا پہونچتا ہے اور تفاوت قیمت کا ضامن نہوگا جسطرحپر کہ اُسکی مِلک کی طرف درختون کی شاخین نکل آئین اور وہ دور کر ڈالے تو ضامن نہین ہے **پانچوان مسئلہ** جب مانگے کی چیز مین کوئی نقصان استعمال سے آجائے پھر ضایع ہو جائے اور مالک نے ضامن ہونے کی شرط کرلی ہو تو اُسکے ضایع ہونے کے دن کی قیمت دینے کا ضامن ہے کیونکہ جو نقصان مستعیر سے پہلے ہوا ہے اُسمین ضمان نہین ہے۔ **چھٹا مسئلہ** جب اونٹ کا سوار کہے کہ تو نے مجھے یہ اونٹ مانگے دیا ہے اور مالک کہے کہ مین نے تجھے کرائیکو دیا ہے تو اِس صورت مین سوار کا قول مقبول ہوگا اِسلیے کہ مالک کرائے کا مدعی اور سوار منکر ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کا قول سُنا جائے گا اِسلیے کہ وہ عاریت کا منکر ہے پھر جب مالک قسم کھا لیگا تو سوار کا دعویٰ باطل ہو جائے گا اور اُسے کرایۂ مثل دینا لازم پڑیگا نہ وہ کرایہ جسے ٹھہرایا ہوا مالک کہے

اور یہی اشبہ ہے اور اگر عقد کے بعد اختلاف مرکوبسے فائدہ اُٹھانیکے پہلے کرین تو مقبول سوار کا قول ہوگا اسلیے کہ مالک جانبیکے عقد کا مدعی اور وہ سوار منکر ہے ساتوان مسئلہ اگر کسی چیز کو کسی خاص فائدہ اُٹھانے کے لیے مانگے پھر اُس مانگے کی چیز سے اور کسی امر مین فائدہ اُٹھائے تو ضامن ہے اور اگر اُسکے لیے کرایہ ہوتا ہوگا تو اُسکو دینا لازم ہوگا آٹھوان مسئلہ جب کوئی شخص کسی چیز مانگے لینے کا منکر ہوگا تو اُسکی امانت داری باطل ہوجائیگی پھر اگر مالک گواہون سے مانگے دینا ثابت کردے پھر وہ ضایع ہونے کا انکار سے پہلے دعوی کرے تو تاوان کا ضامن ہونا لازم ہوگا نوان مسئلہ جب کوئی مستعیر مانگے کی چیز کے ضایع ہوجانے کا دعوی کریگا تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر مالک کو پھیر دینے کا دعوی کریگا تو مالک کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا دسوان مسئلہ اگر مستعیر عاریت مین یعنی مانگے کی چیز مین کچھ تفریط یعنی حفاظت مین بے پروائی کرے گا تو اُسے ضایع ہوجانے پر اُسکی قیمت بھر دینی پڑیگی اگر اُسکا مثل نہوگا اور بعضے علما کہتے ہین کہ تفریط کے وقت سے ضایع ہونے کے وقت تک کی قیمتون مین جو اعلی ہوگی اُسکا دینا اُسپر لازم ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر دونون قیمت مین اختلاف کرین تو مستعیر کا قول مقبول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کا قول مقبول ہے اور پہلا مذہب اشبہ ہے

کتاب اجارہ

یہ کتاب اجارے کے بیان مین ہے اور اِس مین چار فصلین ہین۔

پہلی فصل اجارے کے عقد مین ہے اور اِسکا فائدہ کسی نفس یا مال کی منفعت کی تملیک کسی معین عوض کے بدلے مین ہے اور یہ عقد ایجاب اور قبول کا محتاج ہے اور صحیح عبارت ایجاب کی یہ ہے کہ کہے مین نے تجھے کرایہ دیا اور یہ کہنا کافی نہین کہ مین نے تجھے مالک کیا اسلیے کہ مطلق تملیک سے مالک بنانا عین مال کا سمجھا جاتا ہے اور اجارے مین تملیک منفعت کی ہوتی ہے عین کی نہین ہوتی ہے لیکن اگر یہ کہے کہ اِس مکان مین ایک سال کی سکونت کی تملیک مین نے تجھے دی ہے تو صحیح ہے اور اسیطرح پر ہے اگر کہے کہ مین نے تجھے عاریت سے تملیک دی ہے اسلیے کہ اجارے مین مالک کا مقصود منفعت کی تملیک ہوتی ہے اور عاریت مین بھی یہی مقصود ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے اِس گھر کو تیرے ہاتھ بیچا اور اجارے کا قصد کرے تو صحیح نہین اور

اسی طرح یہ اگر کہے کہ تیرے ہاتھ اِس گھر کی ایک سال کی سکونت مین نے بیچی تو بھی صحیح نہین اسلیے
کہ بیع کا لفظ عین مال کی ملک کی نقل کے واسطے مخصوص ہے اور منفعت کی ملک کی نقل کے واسطے
نہین ہے اور اِسمین تردد ہے اور اجارہ ایک عقد لازم ہے کہ باطل نہین ہوتا ہے مگر جبکہ دونون
فسخ کر ڈالین تو فسخ ہو جاتا ہے یا فسخ کے مقتضی اسباب مین سے کہ بیان ہونگے کسی کے پائے جانے
سے فسخ ہو جاتا ہے اور اجارہ دیے ہوئے عین مال کے بکنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے بلکہ
اجارے کی مدت گزرنے تک بیع مستاجر کے تصرف مین رہیگا اور اِسیطرح اجارے کا عقد شرع شریف
مین باطل نہین ہوتا ہے کسی عذر کے سبب سے جیسے کوئی زمین بونے کو اجارے کی ہو اور وہ
پانی کے نیچے ہو جائے اور اُس سے کوئی اَور انتفاع ممکن ہو اور آیا اجارہ مرجانے سے موجر یعنی
اجارہ دینے والے کے باطل ہو جاتا ہے علما مین مشہور یہی ہے کہ اجارہ دینے والے کے مرجانے
سے باطل ہو جاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اجارہ دینے والے کے مرجانے سے اجارہ باطل نہین
ہوتا ہے اور مستاجر کے مرجانے سے باطل ہو جاتا ہے اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہے کہ موجر او مستاجر
مین کسی کے مرجانے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور جس چیز کا مانگے دینا صحیح
ہے اُسکا اجارے دینا بھی صحیح ہے اور مشترک چیز کا اجارہ بٹی ہوئی کے اجارے کی طرح صحیح ہے اور جو کچھ کسی کے
قبضے مین اجارے کے طریق پر دین مثل گھوڑے گائے مکان وغیرہ کے وہ مستاجر کے پاس امانت
کے طریق پر ہے ضایع ہو جانے پر تاوان کا ضامن نہین مگر تعدی یا تفریط کے ساتھ ضامن ہو جائیگا
اور اگر اجارہ دینے والا ضامن ہونے کی بے تعدی اور تفریط کے شرط کرے تو اظہر یہی ہے کہ جائز
نہین اور اجارے مین خیار مجلس نہین جیسے کہ بیع مین ہوتا ہے اسطرح پر کہ مجلس کے متفرق ہونے کے پہلے
اجارے کے عقد کا فسخ جائز ہو بلکہ اجارہ لازم عقد ہو جاتا ہے اور اگر اجارے کے عقد مین فسخ کا
خیار ایک معین شخص کے لیے یا دونون کے لیے شرط ہو جائے تو جائز ہے خواہ اجارہ معین ہو
جیسے اِس غلام اور اِس گھر کا اجارہ ہو یا ذمے پر ہو جیسے اجارہ دے کسی کو کہ دیوار اُٹھا دے

دوسری فصل اجارے کی شرطون مین ہے اور وہ چھ ہین پہلی شرط یہ ہے کہ دونون متعاقد
بالغ اور عاقل ہون اور تصرف انکا جائز ہو یعنی مجور علیہ نہون پھر اگر دیوانہ اجارے دے تو منعقد
نہوگا اور اِسیطرح غیر ممیز اور ممیز نابالغ لڑکا بھی اجارے دے تو بھی اجارہ منعقد نہوگا لیکن اگر اُسکا

ولی اجازت دے تو منعقد ہو جائے گا اور اسمین تردد ہے دوسری شرط یہ ہے کہ اجرت تول سے
یا ناپ سے معلوم ہو اگر تُلنے نپنے کی چیز ہو تا کہ فریب اور دھوکا نہ پڑے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دیکھنا
اجرت کا کافی ہے اور یہی قول خوب ہے اسلیے کہ دیکھ لینے سے بڑی فریب رفع ہو جاتا ہے محض
اجارے کے عقد سے اجیر اجرت کا مالک ہو جاتا ہے اور اگر عقد اجارہ مطلق ہو یعنی اجرت کی ادا
مین میعاد کی قید نہو یا ادا مین تعجیل شرط ہو تو اجرت کی ادا مین تعجیل یعنی جلدی کرنا واجب ہے اور
اس مقام مین تعجیل سے مراد یہ ہے کہ اجرت دینے کے وجوب کے اول وقت مین اجرت دیدے پس
موجر کے عین کے دیتے ہی اگر اجارہ عین چیز سے متعلق ہو اور اگر کام سے متعلق ہو تو کام کے پورا
کرتے ہی اجرت کا ادا کرنا واجب ہے اور اگر میعاد کی شرط سے اجارہ ہو تو چاہیے کہ مدت معین
ہو اور مبہم نرہے اور اسیطرح اگر اجرت کی ادا قسطون مین شرط ہو تو قسطون کا معلوم اور معین
ہونا ضرور ہے اور جبکہ اجارہ دینے والا اجرت مین سے کسی عیب پر جو قبضے سے پہلے تھا واقف
ہو جائے تو اُسے پہونچتا ہے کہ اجارے کا فسخ کرے یا اجرت کا بدل جو اُسکے ذمّے پر ہے طلب
کریا اُسے پہونچتا ہے جیسے کوئی سال بھر کی خدمت کے لیے غلام کا اجارہ دس اشرفی پر کرے
اور اجارے کے عقد مین وہ اشرفیان معین نہون اور مستاجر کے ذمّے پر ہون اور اگر اجرت معین
ہو جیسے روپئے یا اشرفیان یا گھوڑا معین کر دین اور اسکے بعد اجرت مین کوئی عیب نکلے تو موجر
کو پہونچتا ہے کہ اُس اجرت کو پھیر دے یا ارش یعنی اُس قیمت کا تفاوت لیلے اور مستاجر اگر اجرت
کے دینے پر قادر نہو اور موجر چاہے تو اجارے کا فسخ کرے اور کاروانسرا و گھر اور مزدور کسی مستاجر کو
جسپر لیا ہے اُس سے زیادہ اجرت پر دینا جائز نہین مگر جبکہ اُس اجرت کے غیر جنس سے اجارے دیا
ہو یا اُس عین چیز مین کوئی نئی بات پیدا کی ہو جسکے مقابل مین یہ اجرت کا تفاوت ہو اور اسیطرح
جائز نہین اگر کچھ مکان مین خود رہے اور کچھ کو کل وجہ اجارہ سے بڑھکر اجارے دے اور وجہ اجرت
ایک ہی جنس کی ہو اور اُس اجرت سے کم پر دینا جائز ہے جیسے کسی نے ایک پورے گھر کا سال بھر
کو دس اشرفی پر اجارہ لیا تھا آدھے مین خود رہے اور آدھے کو آٹھ اشرفی پر کرایہ دے اجرت
سے بڑھکر تو یہ جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اسکے جائز نہونے کی جہت بیاز کی مشابہت ہے
اور شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ بیاز نہین لازم آتا ہے اور بعضی روایتون کے سبب سے

کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر کسی مزدور کو اجارے لے کہ اسباب کو معین مقام تک معلوم اُجرت پر
پہونچا دے اور اُس سے اگر وہ کمی اور کوتاہی کرے اور اُس جگہ پر نہ پہونچائے تو اُسکی اُجرت سے
کچھ کم کرنا جائز ہے اور اگر یہ شرط کرے کہ وہان تک پہونچانے مین اگر کمی کریگا تو اُجرت کچھ نپائیگا
تو یہ جائز نہین اور مزدور کو اُجرت مثل کا مطالبہ پہونچتا ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے تجھے یہ مکان
اجارہ دیا ہر مہینے مین اتنے روپے پر تو پہلے مہینے مین صحیح ہے اِسلیے کہ ایک ہی مہینا متحقق ہوا ہے
اگر اور مہینون مین اُس گھر مین رہے گا تو اُجرت مثل دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اجارہ
باطل ہے اِسلیے کہ مدت معلوم نہین اور اُجرت بھی نامعلوم ہے کہ کتنے مہینون مین کتنی مقدار اُجرت
کی وجہ کے مقابل ہوگی اور پہلا قول اشبہ ہے اور اِن حکمون پہ کے متفرع دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ
اگر کوئی کہے کہ اِس کپڑے کو فارسی سلائی سے سیئے گا تو ایک روپیہ تجھے ملیگا اور اگر رومی سلائی
سے سیئے گا تو دو روپئے تو پائے گا تو صحیح ہے اور فارسی سلائی کی ایک درز سے اور رومی کی
دو درزون سے تفسیر کی گئی ہے دوسرا مسئلہ اور اگر کوئی کہے کہ اِس کام کو آج کے دن کریگا
تو اُسکی اُجرت دو روپئے ہین اور اگر کل کریگا تو ایک روپیہ ہے اِسمین تردد ہے اور اظہر جواز ہے
اِسلیے کہ دونون شقین معلوم ہین اور دونون تقدیرون کی اُجرت معین ہے اور فقہا مین سے
ایک جماعت بطلان کی قائل ہوئی ہے اور یہ کہتے ہین کہ دونون احتمالونکے مجموع کی اُجرت نہین ہے
اِسلیے کہ دونون شقون مین سے ہر ایک پر ہے اور اجارے کیوقت معلوم نہین کہ کونسی شق عمل مین لائیگا
اور کونسی اُجرت دینا چاہیے پھر عمل اور اُجرت دونون مجہول ہوگئے اور جہالت اجارے کے
عقد کی منافی ہے اگر جعالہ یعنی مزدوری کے طور پر ایسا عقد ہو تو جائز ہے اِسلیے کہ جعالہ کے عقد کا
مبنی جہالت پر ہوتا ہے اور جائز رکھا گیا ہے جیسے کہے کہ جو میرے بھاگے غلام کو لے آئے اُسے
مین دس روپئے دونگا اِسلیے کہ اِسمین جاعل بھی معلوم نہین اور استرداد کا مکان بھی نامعلوم
ہے اور وقت بھی معین نہین اور اِسی قول کو صاحب مسالک نے بہت جید کہا ہے۔ اور اجیر
کام کے کرتے ہی اُجرت کا مطالبہ کریگا خواہ کام اپنے گھر مین کرے خواہ مستاجر کے گھر مین کرے
اور بعضے فقہا نے تفریق کی ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ معلوم معین کام جسپر اپنے کو اجارے دیا ہے
مستاجر کے گھر مین کرے تو بے عین کے دیے مطالبہ اُجرت کا کرسکتا ہے اِسلیے کہ جب اُسکی ملکیت مین

کام کرتا ہے تو وہ عین اُسی کی سپردگی مین ہے اور اگر وہ اپنے گھر مین کام کرتا ہے تو
اُجرت کا مطالبہ مستاجر کو عین کے دینے پر موقوف ہے اور اُجرت دینا عین کے دینے پر اور عین
دینا اُجرت کے دینے پر موقوف نہین ہے اور جسجگہ عقد اجارہ باطل ہو جاتا ہے وہان اجرت مثل
دینا واجب ہی اگر اُس سے کچھ منفعت حاصل کی ہو خواہ ساری منفعت حاصل کی ہو یا کچھ خواہ اجرت مثل
مقرر اُجرت سے بڑھکر ہو خواہ کم ہو اور مزدور سے بے اُجرت مقرر کیے کام لینا مکروہ ہے اور مزدور
سے تاوان لینا مکروہ ہے جس وقت کہ دو گواہ اُسکی تفریط پر گواہی نہ دین اور حال یہ ہو کہ تفریط
سے متہم نہو اور اگر مال مین بے پروائی اور تفریط سے متہم ہوگا تو ذمہ دار ہوگا اور اگر پیشے مین متہم
ہوگا مثل مردہ شو وغیرہ کے تو اُس سے تاوان لینے کی کراہت زائل ہو جائے گی جسطرح کہ کہا
گیا ہے اور اسمین کئی تفسیرین اور ہین تیسری شرط یہ ہے کہ منفعت اجارہ دینے والے کی ملک
محض تنہا ہو یا عین چیز کی مالک کے سبب سے ملک ہو جیسے کسی کا ایک گھوڑا مملوک ہو اور
وہ اُسے سال بھر کی سواری کے لیے اُجرت پر دے یا عین کا مالک نہو تنہا منفعت کا مالک ہو
جیسے اُسی گھوڑے کا اجارے لینے والا دوسرے کو سواری کے لیے اجارے دے اور مستاجر کو
اجارے کی چیز کا دوسرے کو اجارے دینا جائز ہے مگر جب اجارے دینے والے نے شرط کر لی ہو
کہ تیرے سوا اور کوئی اِس سے منفعت حاصل نکرے تو اُسوقت مین جائز نہین اور اگر ایسی شرط
ہوگئی ہو اور مستاجر اُس چیز کو دوسرے کو اجارے دے تو اُسنے تفریط کی اور اُسکے تاوان کا ضامن
ہے اور اگر تبرعاً مالک کی بے اجازت کسی چیز کو کوئی اجارہ دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل ہے
اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اجارہ مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور یہی خوب ہے چوتھی شرط
یہ ہے کہ منفعت معلوم ہو یا اسطرح کہ کام معین ہو مثل کپڑے کے سینے کے یا مدت کی تعیین سے
ہو جیسے سکونت گھر کی سال بھر کو اور چوپائے مین کام کرنے کی اس معین مدت تک اور اگر مدت
اور کام دونون مقرر کرے جیسے یہ کہے کہ اجارہ لیا مین نے اِس درزی سے کہ اِس کپڑے کو
اتنی مدت مین سی دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ باطل ہے اسلیے کہ پورا کرنا کام کا اُس مدت
مین کبھی اتفاق سے نہین ہو سکتا ہے اور اسمین تردد ہے اور خاص اجیر وہ ہے کہ جسے ایک
مدت تک کو اجارے لیا ہو تو اُسے دوسرے کا کام کرنا بے اُسکی اجازت جائز نہین اور اگر اجیر مشترک ہو

تو ہر ایک کا اُسکا کام کرنا جائز ہے اور یہ وہ اجیر ہے کہ جسے کام کرنے کے لیے اجارے لیا ہو اور مدت کی
تعیین اُس سے نہ کی ہو تو وہ مستاجر کا بھی کام کریگا اور دوسرے کا بھی کام کرے گا اور مستاجر منافع
موجر کی منفعت کا مالک عقد اجارہ سے ہو جاتا ہے جسطرح اجیر اُسی عقد سے اُجرت کا مالک ہو جاتا
ہے اور آیا عقد اجارہ کے ساتھ ملا ہونا مدت کا شرط ہے بعضے کہتے ہیں کہ ہاں شرط ہے اور اگر
مطلق چھوڑ دیں اور تعیین مدت کو اتصال نہو تو عقد باطل ہو جاتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ عقد کا
اطلاق مدت کے اتصال کو مقتضی ہے اور یہی اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ عقد کے اطلاق کا مدت
کے اتصال کو مقتضی ہونا اُس مقام سے خاص ہے جہاں عرف اُس اقتضا پر دلالت ہوتی ہے اور مطلق
مقتضی ہوتا بے قرینے کے غیر مسلم ہے۔ اور اگر عقد اجارہ میں ایسے مہینے کو معین کرے جو عقد
کے مہینے کے بعد آنیوالا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہیں کہ باطل ہوگا اور موجہ یہی ہے کہ جائز ہے اور جب
اجارہ دینے والا اجارہ دی ہوئی عین چیز کو مستاجر کے سپرد کر دے اور اُسپر ایک مدت گزر جائے
جسمین منفعت کا حاصل ہو جانا اُس سے ممکن ہو تو مستاجر کو لازم ہے کہ اُجرت موجر کو دیدے اور
اسمین کچھ تفصیل ہے اور اگر کوئی شخص کوئی گھر کسی معین مدت تک کو کرایہ دے اور اُسے گھر
سپرد کر دے اور مدت گزر جائے اور مستاجر اُسمین نرہے تو مستاجر کو لازم ہے کہ کرایہ دیدے اور
اگر کوئی شخص کسیکو اپنے دانت اُکھاڑنے کو اجارے لے پھر اتنی مدت گزر جائے کہ اُسمین وہ کام ہو جاتا
لیکن مستاجر نے آپ دانت نہ اُکھڑوائے تو اُسپر اُجرت لازم ہوگی اور اگر عقد اجارہ کے بعد درد
جاتا رہے تو اجارہ اور اُجرت دونوں ساقط ہونگے اسلیے کہ دانت اُکھیڑنا بے درد کے جائز نہیں ہے
اگر ایک چیز کو اجارہ لے اور وہ قبضے سے پہلے ضایع ہو جائے تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور
قبضے کے بعد بھی ضایع ہو جائے تو بھی اجارہ باطل ہے اور اگر کچھ مدت گزر کر تلف ہو جائے یا
کچھ مدت کے بعد اجارہ فسخ ہو جائے تو گذشتہ مدت میں اجارہ صحیح ہے اور باقی میں اجارہ باطل
ہے اور اُجرت بھی باقیماندہ کے موافق پھیر لیگا اور اگر چوپائے کا اجارہ لے تو بوجھ کا معین کر دینا
یا دکھا دینا ضرور ہے کہ چوپایہ کا اجارے دینے والا اُسے دیکھ لے یا ناپ تول سے اُسکی تعیین کر دے
یا جسطرح سے اُسکی جہالت رفع ہو سکے اور کجاوہ اور غیر معین سوار کا ذکر کافی نہیں اسواسطے کہ یہ دونوں
ہلکے ہونے میں اور بوجھل ہونے میں مختلف ہوا کرتے ہیں اور کجاوے کے ذکر کے ساتھ ضرور ہے

کہ اُسکی لنبائی چوڑائی بلندی کی مقدار اور سر کھلا ہونا اور بند ہونا کہے اور پردے کی جنس کا بھی ذکر کر دینا
ضرور ہے اور اسیطرح اگر چوپائے کو باربرداری کے لیے اجارہ لین تو ضرور ہے کہ بوجھ کو مشاہدے
سے یعنی دکھانے سے یا جنس اور صفت اور مقدار کے ذکر سے معین کر دین اور اسیطرح کافی نہین کہ
اُسپر کی باربرداری کا ذکر کر دے جبتک کہ مقدار بار کی اور اُسکی جنس اور صفت معین نکر دے اور سفر کے
توشے کے لادنے کی شرط کرنا بے توشے کی تعیین کے کافی نہین اور جب وہ توشہ تمام ہو جائیگا تو
دوسرا اُسکے بدلے مستاجر کو لادنا بے پہلے شرط کیے نہین پہونچتا ہے اور جب کسی گھوڑے کو اجارہ لے تو
اُسے دیکھ لینا چاہیے اور اگر دیکھنا نہو سکے تو اُس گھوڑے کی جنس اور صفت کا اور نر ہونے کا یا مادہ
ہونے کا ذکر ضرور چاہیے اگر سواری کے لیے اجارے لے اور اگر باربرداری کے لیے اجارے لیتا ہے
تو نر ہونے اور مادین ہونے کا ذکر ضرور نہین اور چوپائے کو اجارے دینے والے پر لازم ہے کہ جو چیز
سوار ہونے مین ضرور ہے اُسکا سرانجام کرے جیسے کجاوہ مہار وغیرہ ہے اور اُسکے باندھنے کی چیزونکے
سرانجام مین اختلاف ہے اور اسمین تردد ہے اور اظہر یہی ہے وہ بھی موجر پر لازم ہین اور اگر چوپایہ کو
پر کھینچنے کے لیے اجارے لین تو اُسکا دکھا دینا ضرور ہے اسلیے کہ آسکے احوال ہلکے اور بوجھل ہونے مین
مختلف ہوتے ہین اور اگر کھیتی کے کام کے لیے چوپایہ اجارے لین تو اُس زمین کی معلوم جریب کو
دیکھ لے یا اُسکی صفت سن لے اور اگر کسی مدت بھر کے کام کرنے کے لیے کرایہ کرین تو اُس مدت کی
تعیین کافی ہے اور کسی معین مسافت کے لیے سواری کے کرائے کرنے کا یہی حکم ہے بس رات
یا دن کے چلنے کے وقت کی تعیین کرے مگر جبانکہ چلنے کے وقت کی عادت جاری ہو تو اُسی پر اکتفا
کر سکتا ہے اور دو شخصون کو ملکر ایک سواری کا کرائے لینا باری باری سے سوار ہونیکو یا ایکساتھ
سوار ہونے کو جائز ہے اور باری مین وقت سے یا مسافت سے عادت کیطرف رجوع کرنی چاہیے
اور اگر عادت نہو تو کوئی طرح کی نوبت معین کر لینا ضرور ہے کہ جہالت جاتی رہے اور اگر گھوڑے کو
کرائے لے اور اُسے عادت سے زیادہ دوڑائے یا زیادہ مارے یا بے ضرورت زیادہ لگام کھینچے تو
ضامن ہے اور کھیت کا اجارہ صحیح نہین مگر مشاہدے سے یا اُسکی طرف اشارہ کرنیسے یا اُسکے ایسے
وصف کے ذکر کرنے سے کہ جس سے جہالت جاتی رہے اور معین ہو جائے اور صحیح نہین اجارہ ایسے
کھیت کا کہ جسکی صفت مالک کرے اور اپنے ذمے پر لے سے کہ مستاجر کو دیگا اسلیے کہ یہ اجارہ دھوکے

اور فریب کا بھی متضمن ہوتا ہے اور اختلاف اور نزاع کا بھی موجب ہوتا ہے کیونکہ زمینون اور کھیتون
مین اختلاف بہت ہوتا ہے برخلاف اسکے کہ درزی کو کپڑا سینے کو اور جولاہے کو کپڑا بننے کو اجارے
لین کہ اگر ذمے پر بھی ہو تو جائز ہے اسلیے کہ انمین ایسا اختلاف نہین ہے جو صفت سے جانہ سکے
اور دھوکے اور فریب اور نزاع کا موجب ہو جائے اور اگر کسی کاریگر کو کسی مدت کے لیے اجارے
لے تو اسکی تعیین کر دینا چاہیے کہ فریب اور دھوکے کا احتمال نہ ہے اسلیے کہ کاریگرون مین جلد کام
بنانیسے اور دیر بنانے سے اور اچھا اور برا بنانے سے تفاوت بہت ہوتا ہے اور اگر کنوان کھودنیکو
کسی کو اجارے لے تو ضرور ہے کہ زمین اور گہرائی گلائی کی مقدار معین کر دے اور اگر کنوان کھودنیوالا
کنوان کھود چکے پھر کھودنے کے بعد اسکے سارے کنارے یا بعضے گر پڑین تو اُس اجیر کو اسکی مٹی کا
نکالنا لازم نہین اور یہ مالک کا کام ہے اور اگر کچھ کنوان کھود چکے اور باقی کا کھودنا زمین کی سختی
یا اپنی بیماری سے مشکل ہو جائے یا اسکے سوا سے تو اُس سارے کنوئین کے کھودنیکی اجرت مثل
کی تشخیص کریگا اور جسقدر کہ کھدا ہے اسکی اجرت وجہ اجارے سے تشخیص کریگا پھر تفاوت ان
دونون اجرتون کا اجیر کی اجرت سے مستاجر لے لیگا جیسے سارے کنوئین کی کھدائی دس روپئے
ہین اور اجرت کھودے ہوئیکی مثلاً آدھی ہے تو پانچ روپئے ہین اور تفاوت پانچ اور دس ہین نصف
کا ہے اور مقررہ اجرت مین سے کہ بارہ روپئے مثلاً ہین چھ روپئے مستاجر لے لیگا اور اس مسئلے مین
اور قول بھی ہے کہ جسکی سند مین اس طرح کی ایک روایت وارد ہوئی ہے کہ جسپر فقہانے
عمل نہین کیا ہے مترجم کہتے ہین کہ یہ روایت جناب جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہوئی ہے
کہ اُن حضرت سے پوچھا گیا کہ ایک شخص ایک اجیر کو کنوان آدمی کے دس قد کے مقدار کا کھودنے
کے لیے دس روپئے مزدوری پر مقرر کرے پس اُسنے ایک قد بھر کھودا اور عاجز ہو گیا حضرت نے فرمایا
کہ وجہ اجرت اجارہ کہ دس ہین پچپن جز پر تقسیم کرین پس ایک حصہ پہلے قد بھر کے کھودنے کی اجرت
ہے اور دو جزو دوسرے قد بھر کی اور تین جزو تیسرے قد بھر کی اجرت ہے اور اسیطرح اخر تک ہے
اور علما نے کہا ہے کہ یہ ایک معین واقعہ مین حکم ہوا ہے اور مواقع مین متعدی نہین ہوتا ہے
اور عورت کو دودھ پلانے کے لیے معین مدت تک معلوم روپئے پر اسکے شوہر کی اجازت سے
اجارے لینا جائز ہے پھر اگر اسکا شوہر اجازت نہ دے تو اسمین تردد ہے اور اشبہ جواز اس شرط سے کہ

کہ دودھ پلانا اُسکے شوہر کے حقوق کی ادا کا مانع نہو اور مرضعہ یعنی دودھ پلانیوالی کو اُسکے کام دیکھ لینا چاہیے اور آیا اس اجارے مین جس مکان مین کہ دودھ پلایا جائے اُسکا ذکر شرط ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ شرط نہین ہے اور اِسمین تردد ہے یعنی اسکے شرط نہونے اور ہونے مین تردد ہے پھر اگر لڑکا مرجائے یا دودھ پلانیوالی مرجائے تو عقد رضاع باطل ہے اور اگر لڑکے کا باپ مرجائے تو آیا عقد رضاع باطل ہے یا نہین علما کی ایک جماعت اِس بات کی قائل ہے کہ مستاجر کے مرجانے سے اجارہ باطل ہوجاتا ہے تو اُس قول پر باطل ہے برخلاف اُن علما کے جو مستاجر کے مرنے کو اجارے کے بطلان کا موجب نہین جانتے ہین بس اُنکے قول پر یہ اجارہ باطل نہین اور اگر اجیر کو ایک معین مدت تک اجارے کے اُجرت کی پھیلاوٹ اُس مدت کے اجزا پر کرنا واجب نہین خواہ وہ مدت تھوڑی ہو خواہ بہت ہو جیسے چھٹی کو دن بھر کے لیے ایک روپئے پر اجارے کرے تو واجب نہین کہ چوتھائی دن پر روپئے کے چہارم حصے چار آنے دے اور اگر دے تو جائز ہے اور مسجد بنانے کے لیے زمین کا اجارے لینا جائز ہے اِسلیے کہ نماز کا پڑھنا سب نفعون سے بڑھکر ہے لیکن اجارے کے سبب سے زمین وقف نہو گی اور اُسپر مسجد کا اطلاق مجاز کے طور پر ہوگا اور جو اجزا کہ مسجدون کے مخصوص ہوا کرتے ہین وہ ایسی مسجد مین نہین اور اجارہ لینا روپئے اشرفی کا اگر اُسمین کوئی حکمی منفعت اصل کے باقی رہنے پر ہو تو جائز ہے جیسے اپنی زینت کرے یا اپنے فقر کے ظہور کو دفع کرے **تفریع** اگر کوئی کسی چوپائے کو گیہون کے تودے سے دس پیمانے بھر لادنے کے لیے اجارے لے پھر اُن دس پیمانون کو ناپ کر لادے پھر زیادہ نکلین بس ناپنے والا مستاجر ہو تو اُسے لازم ہے کہ اُتنی زیادتی کی اُجرت مثل زیادہ دے اور اگر چوپایہ ضایع ہوگا تو ضامن تاوان کا ہوگا اِسلیے کہ اُسنے تعدی کی ہے اور اگر چوپائے کے مالک نے ناپا ہے تو اُجرت زیادتی کی بھی نہ لیسکے گا اور ضایع ہونے کی صورت مین چوپائے کی قیمت بھی نہ پاوے گا بلکہ گیہون کے مالک کو پہونچتا ہے کہ اُس زیادتی کو جہانسے اُٹھا کر لایا ہے وہین پہونچوالے اور اگر ناپنے والا کوئی غیر شخص ہو تو اُسے اِس زیادتی کی اُجرت چوپائے کے مالک کو دینا لازم ہے **پانچوین شرط** اجارے کی یہ ہے کہ اُسکی منفعت مباح ہو پھر اگر شراب رکھنے کے لیے مکان یا کھیل کود کی چیزین بیچنے کے لیے دوکان کرایہ دے یا شراب اُٹھانے کے لیے مزدور کو اجارہ کرے تو یہ اجارہ منعقد نہ ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حرام ہے مگر اجارہ منعقد ہوجاتا ہے اِسلیے کہ اِن امور سے حلال انتفاع بھی ممکن ہے

جیسے شراب کو سرکہ بنائے اور کھیل کود کی چیزون کو کھانا پکانے مین جلائے اور پہلا قول اشبہ ہے اسلیے کہ اجارے کا عقد مباح منفعت پر نہین ہوا اور سیر تماشے کے لیے نقشی دیوار کے اجارہ لینے مین تردد ہے اس نظر سے کہ عقل کی رو سے ایسی منفعت نہین ہے کہ جسپر روپیہ خرچ کرین مگر یہ کہ اُن نقاشون کی دستکاری کی خوبی کے سیکھنے کے لیے اُس نقشی دیوار کا اجارہ کرین جسطرح پر مشاق اُستادون کے لکھے ہوئے قطعے خوشنویسی کے دقائق سیکھنے اور دریافت کرنے کے لیے کرائے لیتے ہین چھٹی شرط یہ ہے کہ اُس اجارے کی چیز سے پوری منفعت حاصل کرنے پر قدرت بھی ہو پھر اگر بھاگے غلام کو اجارے دین تو صحیح نہین گو اُسمین کوئی اَور چیز بھی ملالین اور اِسمین تردد ہے اور اگر مستاجر یعنی اجارہ لینے والے کا موجر یعنی اجارہ دینے والا انتفاع سے مانع ہو تو اُس اجارے کی اُجرت اُسپر سے ساقط ہوجائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مستاجر کو پہونچتا ہے کہ اجارے کو باقی رکھے اور موجر سے اُجرت مثل بھرلے اسلیے کہ موجر منفعت کے حاصل کرنے کا مانع ہے اور اگر اُجرت مثل اجارے کی اُجرت سے بڑھکر ہو تو اُس تفاوت کو بھی موجر سے لیلے گا اور بعضے علما کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور اسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ پہونچتا ہے اور اگر مستاجر کوئی چیز اجارہ لے اور اصل چیز پر قبضے سے پہلے کوئی ظالم مانع آئے تو مستاجر کو اختیار ہے خواہ اجارے کو فسخ کرڈالے خواہ اُس ظالم سے اُجرت مثل بھرلے اور اگر مستاجر کے قبضہ کر لینے کے بعد ظالم مانع آئے تو مستاجر کو اجارے کا فسخ کرنا نہین پہونچتا ہے اور ظالم سے اُجرت مثل لے لینا پہونچتا ہے اور جب کوئی گھر گر پڑے تو گھر کے مستاجر پر واجب ہے کہ اُس اجارے کو فسخ کرڈالے مگر جبکہ گھر کا مالک پھر اُسے تیار کرکے اُسکے تصرف مین دیدے اور اسمین تردد ہے اور اگر موجر یعنی مالک مکان کے بنانے مین دیر کرے اور اجارہ فسخ کرے اگر تمام مدت کی اُجرت مالک نے لے لی ہے تو باقی دنون کی اُجرت اُس سے مستاجر پھیر لیگا۔

تیسری فصل اجارے کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اور جب اجارے کی اصل چیز مین کوئی عیب مستاجر پائے تو اُسے اجارے کا فسخ کرنا جائز ہے یا اُسے مقرر اُجرت کے دینے کو بے کمی کے راضی ہوجائے گو وہ عیب اُن عیبون مین سے ہو کہ جنکے سبب سے بعضے انتفاع رہجاتے ہون دوسرا مسئلہ جب مستاجر اجارے لی چیز مین کچھ تعدی کرے تو اُس چیز کی اس قیمت کا ضامن ہے جو تعدی کے وقت مین تھی اور اگر مالک اور مستاجر مال کی قیمت مین تنازع کرین

بس اگر وہ مال چوپایہ ہے تو مالک کا قول مقبول ہوا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مستاجر کا قول ہر حال مین مقبول ہوگا اور یہی اشبہ ہے تیسرا مسئلہ جو اجارے سے اپنے ذمّے کسی چیز مین کے کسی کام کو لیلے تو اُسے جتنے کو آپ لیا ہے اُس سے کم اُجرت پر دوسرے کو دینا جائز نہین مگر جبکہ اُسمین کچھ کام کیا ہو کہ اُسکے سبب سے زیادتی کا مستحق ہوا ہو اور بے اذن مالک کے اُس چیز کو کسی دوسرے کے حوالے کرنا جائز نہین اور اگر بے اجازت کسی دوسرے کو دیدیگا تو ضایع جانے کی صورت مین تاوان کا ضامن ہوگا چوتھا مسئلہ چوپائے کے مستاجر کو اُسے دانہ پانی دینا واجب ہے اور اگر دانہ پانی دینے مین اہمال کریگا تو ضامن ہوجائیگا پانچوان مسئلہ جب کوئی کاریگر کسی چیز کو جو اُسے رنگنے بنانے سینے وغیرہ کو دیگئی ہو ضایع کردے تو اُسکا ضامن ہوگا گو اپنے کام کا بڑا ماہر بھی ہو جیسے دھوبی کپڑے کو پھاڑ کر سی لائے اور حجام حجامت مین خیانت کرے اور حجامت کے اثنا مین زخم لگاوے یا ختنہ کرنیوالے کا اُسترہ ختنہ کرنے مین حشفہ پر لگ جائے یا ایسی حد سے بڑھجائے جو ختنے مین مقرر ہے اور یہی حکم بیطار یعنی چوپایون کے دوا کرنے والے کا ہے جیسے گھوڑے کے سم کو نعل باندھنے مین زیادہ کاٹ ڈالے یا فصد کھولے اور گھوڑے کو اُسی سے مار ڈالے یا کوئی ضرر چوپائے کو پہونچائے ہر چند اپنے کام مین احتیاط اور کوشش کرے اور اگر کوئی چیز کام کرنیوالے کے پاس سے بے تفریط اور تعدی کے ضایع ہوجائے تو صحیح مذہب پر اُسکا ضامن نہین اور اسیطرح پر ملاح اور کرائے کرنیوالے مال ضایع ہونے پر ضامن نہین مگر جبکہ بے پروائی اور تفریط کرے تو زیادہ مشہور قول مین ضامن ہے چھٹا مسئلہ جو شخص اپنے کاروبار کے لیے کسی کو اجارے لے تو اُسکا ضروری خرچ مستاجر پر ہے مگر جب یہ شرط کرے کہ اپنے پاس سے خرچ کرے تو اُسپر نہین ہے ساتوان مسئلہ جب مالک اپنے غلام کو اُجرت پر دے اور وہ کوئی چیز ضایع کردے تو اُسکا تاوان اُسکے مالک کے ذمّے ہے کہ اُس غلام کی کمائی سے ادا کرے اور یہی حکم ہے اگر غلام اپنے کو آپ کسی کو اجارے دے آٹھوان مسئلہ صاحب حمام ضامن نہین ہوتا ہے مگر اُس چیز کا جو اُسکے سپرد کردیجائے اور جو کچھ اُسکے حمام مین آئے اور وہ اُسکے حفظ مین بے پروائی کرے اور وہ ضایع ہوجائے تو ضامن ہے نوان مسئلہ جب مستاجر پر حق اُجرت کی ادا لازم ہوجائے اور اجیر اُسے بری الذمہ کردے تو اُسکا ابراء یعنی بری الذمہ کرنا صحیح ہے اور جب معینہ منفعت کو کہ متعلق ہو ساقط کرے جیسے معین غلام کی

خدمت یا معین گھر کی سکونت ہو تو ساقط نہو گی اسلیے کہ یہ کچھ مالک کے ذمے نہین ہے کیونکہ اُسکا فعل
نہین ہے اور ابرا اُس چیز سے متعلق ہوتا ہے جو کسی دوسرے کے ذمے ہوتی ہے **دسوان مسئلہ**
جب کوئی اپنا غلام کسی کو اجارے دے اور اسکے بعد اُسے آزاد کردے تو اجارہ باطل نہوگا اور مستاجر منفعت
اُس غلام سے اجارے کی مدت بھر جسنے عقد اجارہ سے آزاد ہونے سے پہلے غلام سے تعلق کیا ہے
حاصل کریگا اور وہ غلام اجارے کے دنون کی خدمت کی اُجرت اُس کے بعد اپنے آقا سے پھیر
نسکیگا اور اگر ولی نابالغ کو ایسی معین مدت تک اُجرت پر دے کہ اُسمین اُسکا بالغ ہوجانے کا علم ہو تو بالغ
ہوجانے کے یقین کے زمانے کا اجارہ باطل ہے اور جس زمانے مین بلوغ کا احتمال ہو اُسمین اجارہ
صحیح ہے گو اُسمین بلوغ کا اتفاق پڑجائے آیا لڑکے کو پہونچتا ہے کہ اپنے بلوغ کے بعد اجارے کا فسخ
کرے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان پہونچتا ہے اور اسمین تردد ہے **گیارھوان مسئلہ** اگر کسی کام
کے لیے اجیر کو اجارے لے اور وہ اجیر مستاجر کے پاس مرجائے تو مستاجر اُسکا ضامن نہین ہے کہ
اُسکی دیت دے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو آزاد ہو یا بندہ ہو یعنی تعدی اور تفریط نہونے کی صورت
مین اجارے کے دنون مین مرجائے یا بعد اُسکے اسلیے کہ مستاجر پر اُس اجیر کا مالک تک پھیر پہنچانا واجب
نہین بلکہ اُسے چھوڑ دے اور اپنے مالک پاس جانے کا اُسے مانع نہو اور اگر اجارے کی مدت گزرنے
کے بعد اجیر کو مستاجر روک رکھے اور نچھوڑے کہ وہ اپنے مالک پاس جائے اور وہ اجیر وہین مرجائے
اور اجیر غلام ہو یا کم سن ہو تو ضامن ہے اور آزاد شخص اور بالغ ہو تو ضامن نہوگا اسیطرح مسالک
مین ہے **بارھوان مسئلہ** جب کوئی چیز کسی ایسے شخص کو دے کہ اُسمین کچھ کام بنائے پھر اگر وہ
شخص اُن لوگون مین سے ہو جو اُس کام کے لیے اُجرت لیا کرتے ہون جیسے مُردہ شو کہ مُردے کو
مزدوری ہی پر نہلاتے ہین یا دھوبی کہ کپڑے کو اُجرت پر دھوتے ہین تو مالک کو اُس کام کی اُجرت
مثل اُسے دینا لازم ہے اور اگر اُس شخص کو عادت نہو کہ اُس کام پر عادت سے اُجرت لیا کرتا ہو
تو اُسے پہونچتا ہے کہ اُسکی اُجرت کا مطالبہ کرے اگر چاہے اسلیے کہ اجیر خوب جانتا ہے کہ اُسنے اُس
کام کو اُجرت کے قصد سے کیا ہے یا تبرع کے طریق سے اور اگر عادت سے اُس کام کے لیے اُجرت
نہوتی ہو تو اُسکا دعویٰ نہ سُنین گے **تیرھوان مسئلہ** جس منفعت موقوف ہو موجر یعنی اجارہ کرنیوالے
پر اُسکا دینا واجب ہے جیسے تاگا سینے کے لیے اور روشنائی لکھنے کے لیے اور کنجی گھر کے اجارے مین

داخل ہے اسلیے کہ گھر سے انتفاع بے اُسکے نہوگا۔

چوتھی فصل تنازع کے حکمون مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب مالک اور مستاجر اصل اجارے مین تنازع کرین بس اگر مالک اجارے کا دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور اِسیطرحپر اگر اجارے اور اصل چیز کی مقدار مین اختلاف کرین یا اُجرت پر کی اصل چیز کے مالک کو پھیر دینے مین نزاع کرین تو بھی مقبول مالک کا قول قسم کے ساتھ ہے لیکن اگر اُجرت کی مقدار مین اختلاف کرینگے تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا دوسرا مسئلہ جب کوئی کام بنانے والا یا ملاح یا کرایہ کرنے والا مال کے ضایع ہو جانے کا دعا کرے اور مالک منکر ہو تو مدعی سے ثبوت مانگینگے اگر اُس دعوی کرنے والے پاس ثبوت نہوگا تو تاوان کا ضامن ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ انھین مدعیون کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اِسلیے کہ یہ لوگ مدعی بھی ہین اور منکر بھی ہین اور یہی مفاد دو روایتون مین کی زیادہ مشہور کا ہی اور اِسیطرحپر اگر مالک کرائے کی چیز جو ضایع گئی ہی تفریط کا مدعی ہوا اور یہ لوگ منکر ہون تو بھی اِنھین کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا تیسرا مسئلہ جب درزی کپڑے کی قبا بیونت ڈالے اور مالک کہے کہ مین نے تجھسے کرتا بیونتنے کو کہا تھا تو اِس صورت مین مالک کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ درزی کا قول مقبول ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر درزی قصداً اپنے کام کے دور کرنے کا کرے تو اُسے یہ جائز نہین اگر سیئے مین تاگے کپڑے کے نکالے ہین یا مالک نے دیے ہین اور درزی کا کسی اُجرت کا بھی مستحق نہین اِسلیے کہ اُسنے وہ کام بنایا ہے کہ جسکی مالک نے اجازت نہین دی تھی

کتاب وکالت

یہ کتاب وکالت کے بیان مین ہے اور اِسمین کلام کئی فصلون کا مقتضی ہے۔

پہلی فصل وکالت کے عقد مین ہے اور وکالت تصرف مین نائب کرنا ہے اور اُسکے تحقق مین قصد پر دلالت کرنے والا ایجاب ضرور ہے جیسے عربین وکلتک اور اُردو مین مین نے تجھے وکیل کیا یا مین نے تجھے نائب کیا ہی اور جو اُسکے معنون مین ہو اور اگر کہے وکیل مجھے تو نے وکیل کیا اور موکل یعنی وکیل کرنے والا کہے کہ ہان یا ایسا اشارہ کرے جسے ایجاب پر دلالت ہو

تو ایجاب کے لیے کافی ہے لیکن قبول تو لفظ ہی سے واقع ہوگا جیسے عربی مین قبلت اور اُردو مین قبول کیا مین نے اور راضی ہوا مین ہٗ اور جو لفظ اسکے مشابہ ہو اور کبھی قبول فعل سے ہوتا ہی جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھے اِس چیز کے بیچنے مین وکیل کیا اور اُسنے اُس چیز کو بیچ ڈالا اور ایجاب کی دیر کے بعد قبول ہو تو وکالت کی صحت مین کچھ مضر اور مانع نہین اسلیے کہ غائب شخص وکیل کرتا ہی اور پیچھے سے عرصے کے بعد قبول ہوتا ہی اور وکالت کی شرطونمین یہ ہی کہ بالفعل ہو پس اگر کسی آنیوالی چیز سے یا وقت سے مشروط ہوگی مثل حاجیون اور سوداگرونکے آنیکے تو صحیح نہوگی ہان اگر وکالت بالفعل اور تصرف مین تاخیر مشروط ہو تو جائز ہی اور اگر کسی غلام کے مول لینے کا وکیل کرے تو چاہیے کہ اُسکی صفت بیان کردے تاکہ دھوکا اور فریب باقی نہ رہے اور اگر مطلق وکیل کرے تو ایک قول پر صحیح نہین اور جواز موجہ ہے اور وکالت کا عقد دونون طرفون سے جائز ہے یعنی جب موکل یا وکیل چاہے اُسے فسخ کرڈالے پھر وکیل کو پہونچتا ہے کہ اپنے کو وکالت سے معزول کرلے خواہ موکل موجود ہو خواہ نہو اور موکل کو وکیل کا معزول کردینا اِس شرط سے پہونچتا ہے کہ اُسے اُسکے معزول کرنے سے آگاہ کردے اور اگر اُسے اُسکے معزول کرنے کی اطلاع نہ کرے گا تو وہ معزول کرنے سے معزول نہوگا اور بعضے علما کہتے ہین کہ اگر وکیل کو معزولی کی اطلاع دینا مشکل ہو تو اُسکے عزل پر گواہ کرلے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر وکیل اپنے معزول ہونیکی اطلاع پانے سے پہلے کوئی تصرف کریگا تو وہ تصرف موکل پر نافذ ہو جائیگا بس اگر اُسے قصاص کے لینے مین وکیل کیا تھا پھر اُسے معزول کردیا اور وہ اپنی معزولی کی خبر پانے سے پہلے اگر قصاص لے لیگا تو قصاص واقع ہو جائیگا اور وکیل موکل دونون مین سے ہر ایک کے مرجانے سے اور سودائی ہو جانے سے اور بیہوش ہو جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل پر حجر ہونے سے اُسکے وکیل کی وکالت اُن چیزون مین جنمین حجر تصرف کا مانع ہے باطل ہو جاتی ہے اور نیند سے وکالت نہین جاتی ہے گو کتنی ہی بڑی ہو اور جس چیز کے سرانجام کے لیے وکیل ہوا ہے اُس چیز کے تلف ہو جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے جیسے کسی غلام کے بیچنے مین وکیل کیا اور وکیل نے بیچ ڈالا یا اُسکے منافی کام کیا جیسے غلام کے بیچنے کو وکیل کیا تھا اُسنے آزاد کردیا یا آزاد کرنے کو وکیل کیا تھا اُسنے بیچ ڈالا اور جیسے کسی

غلام کے بیچنے کو وکیل کیا تھا اور وہ غلام مرگیا اور عورت کے طلاق دینے کو وکیل کیا اور وہ مرگئی تو ان ساری
صورتون مین وکالت باطل ہو جاتی ہے اور اسیطرح وکالت جب بھی باطل ہو جاتی ہے جب
وکیل اپنے متعلق کام کو کرے جیسے کسی عورت کے طلاق دینے کے لیے کوئی کسی کو وکیل کرے اور وہ
اسے طلاق دیدے پھر تو شرط وکالت جاتی رہیگی اور معزول کرنے کا صیغہ عربی مین جیسے عزلتک یا ازلت
نیابتک وغیرہ ہے اور اردو مین ہین نے تجھے اپنی وکالت سے موقوف کیا یا برطرف کیا وغیرہ ہے
اور جو اس معنون مین ہو اور جب کسی کو کوئی کسی چیز کے بیچنے مین وکیل کرے اور داموں مین کسی
سکّے کی اور قرض نقد کی کچھ قید نہ دے تو اس وکالت کا مطلق یعنی بے قید ہونا اس شہر کے بہت
چلتے روپئے پر نقد بیچنے کو مقتضی ہے اور یہی اطلاق اس بات کو مقتضی ہے کہ بے عیب داموں پر
بیچے اور ناقص پر نہ بیچے اور اگر بہت چلتے ہوئے اس شہر کے روپئے سے نہ بیچے بلکہ اور کسی قسم
کے روپئے سے بیچے یا قرض بیچے نقد نہ بیچے یا اچھے کھرے درست روپئے پر نہ بیچے بلکہ ملتے جلتے
بٹّے کے روپیوں پر بیچے اور اطلاق کے ان مقتضون کے خلاف کرے تو بیع صحیح نہوگی یعنی لازم
نہوگی اور موکل یعنی مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر وکیل کسی قیمت کو بیچ ڈالے اور کہے
کہ مین نے مالک کے اذن سے اس قیمت پر بیچا ہے اور مالک اجازت دینے کا انکار کرے تو قول
مالک کا قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور اگر اصل چیز باقی ہوگی تو پھر والیجائے گی اور اگر ضایع ہوگئی ہوگی
تو مثل رکھنے پر مثل لے لیجائیگی اور اگر مثل نہین رکھتی ہے تو اسکی قیمت پھیر لیجائے گی اور بعضے علما
کہتے ہین کہ وکیل کو لازم ہے کہ جس قیمت پر مالک نے بیچنے کی اجازت دی ہے اُتنے ہی کو بیچے
اور اس قول کو مصنف علیہ الرحمہ بعید کہتے ہین اور اگر وکیل کی تصدیق خریدار کرے کہ مالک نے
اتنے ہی پر بیچنے کی اجازت دی ہے جتنے کو وکیل نے بیچا ہے اور وکیل خریدار کو وہ چیز دیچکا ہو پھر
اُسکے قبضے مین وہ ضایع ہوگئی ہو تو اس صورت مین مالک کو پہونچتا ہے کہ جس سے چاہے کمی تو قیمت کی لیلے
خواہ چاہے وکیل سے لیلے خواہ خریدار سے لیلے لیکن اگر مالک خریدار سے لیگا تو وہ وکیل سے نہین
لے سکتا ہے اسلیے کہ وہ مالک کی اجازت ہونے مین وکیل کی تصدیق کر چکا ہے اور اگر مالک وکیل سے
قیمت لے لیگا تو وہ خریدار سے دونون قیمتون مین سے جو کم ہوگی وہ لیگا اور جو اُسے تاوان دینا پڑا ہے
وہ لیگا اور جب بیع مین وکالت مطلق ہوگی تو اطلاق بیع کے بعد مبیع کو خریدار کے سپرد کرنیکو مقتضی ہے

اِسلیے کہ یہ امر بیع کی واجب باتون مین سے ہی اور اِسیطرح وکالت کا کسی چیز کی خرید مین مطلق ہونا قیمت کے بایع کو دیدینے مین اذن ہونے کا مقتضی ہے مگر یہ اطلاق بیع کی وکالت مین قیمت پر قبضہ کر لینے کو مقتضی نہین ہے اِسلیے کہ کبھی قبضہ کرنے مین قیمت پر وکیل کی طرف سے مالک کو تحقیق نہین ہوتی ہی اور وکیل کو یہ پہنچتا ہی کہ قیمت یا بیع مین کچھ عیب نکلے تو پھیر دے اِسلیے کہ موکل کی مصلحت مین سے ہی خواہ وہ موجود ہو خواہ نہو اور اگر موکل اِس پھیرنے کا مانع آئے تو وکیل کو موکل کے خلاف کرنا نہین پہنچتا ہی

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین ہے جنمین نیابت درست ہی اور جنمین درست نہین ہے اور جنمین نیابت درست نہین پس اُسکا ضابطہ یہ ہے کہ جن چیزون کو مکلف کے ہاتھون مقدور رہے واقع کروانے کا شارع کو مقصود ہے اُن چیزون مین نیابت درست نہین جیسے طہارت ہے کہ مجبوری کی حالت مین ضرورت کے وقت مین نیابت بھی درست ہی اور جیسے نماز واجب ہے جیسے حج اور اِسیطرح روزہ ہے اور جیسے اعتکاف ہے اور واجب حج ہے قدرت پر اور جیسے قسمین ہین اور نذرین ہین اور غصب ہی کہ اگر کوئی شخص کہے کہ غصب کا کام مین نے دوسرکی نیابت سے کیا ہے تو یہ نہ سنا جائیگا اور جیسے اپنی جوروُون کے ساتھ سونے کی راتون کی تقسیم ہے اِسلیے کہ یہ امر نفع اُٹھانے پر مشتمل ہے اور جیسے ظہار ہے اور لعان ہے اور عدہ توڑنا ہے اور جیسے جنایت ہی اور پڑی ہر چیز کا اُٹھا لینا ہی اور لکڑی چننا ہی اور گھاس ٹہونا ہی مترجم کہتے ہین کہ جنگل کی لکڑی گھاس کا کوئی مالک نہین ہوتا مگر جمع کرنے سے پھر وہ جمع کرنے والے کا حق ہی نہ موکل کا اور یونہین گواہی دینا ہے مگر جبکہ گواہی کی گواہی ہو کہ اسمین مشابہت کچھ نیابت کی ہی تو دوسرے گواہ کو جائز ہے وکیل پہلے گواہ کا کہہ سکتے ہین اور جسمین کہ نیابت صحیح ہے اُس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو کام کہ کسی غرض کے حصول کے لیے وسیلہ قرار دیا گیا ہے اور ذات سے اُس کام کرنا مختص نہین جیسے بیچنا ہی اور قیمت کا وصول کر لینا ہے اور کسی چیز کا گرو کرنا ہے اور صلح کرنا ہے اور کسی چیز کا اتروانا ہے اور شرکت ہے اور وکالت ہے اور عاریت ہے اور شفعہ کا حق لینا ہے اور ابراء ہے اور امانت ہے اور تقسیم صدقون کی ہے اور جیسے تعیین مہر کی اور خلع کی ہے اور طلاق دینا ہے اور قصاص کروانا ہے اور دینین لینا ہے اور جہاد ہے بعضی وجہ مین اور جیسے مطلق حد کا جاری کروانا ہے اور آدمیونکی حد ونکو ثابت کرنا ہی مگر خدا کی حد نہین کہ مبنی تخفیف پر ہین اور شبہہ سے ساقط ہین جائز نہین اور جیسے سبق

ورِعایت ہے اور عتق ہے اور کتابت ہے اور تدبیر ہے اور دعوی اور دلیلون کا ثابت کرنا ہے
اور کسی حق کا ثابت کرنا ہے اور اگر کوئی کسی کو وکیل تھوڑے یا بہت پر کرے تو بعضے کہتے ہین
کہ جائز نہین اِسلیے کہ اُسمین ضرر راہ پاتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز ہے اور ضرر وکالت مین کی
معتبر مصلحت سے مندفع ہو جاتا ہے اور یہ قید مقام فرض سے بعید ہے اِسلیے کہ مفروض ہر امر
مین وکیل ہونا ہے خواہ بندہ کا آزاد کرنا یا منکوحہ کا طلاق دینا ہو یا املاک کا دیڈالنا ہو پھر
جس چیز مین کہ جسکی ملکیت اُسے پہونچتی ہے وکیل کر دیگا تو صحیح ہے اِسلیے کہ وکیل کے متعلق فعل
مین مصلحت معتبر ہے۔

تیسری فصل موکل کے بیان مین ہے موکل مین بالغ اور عاقل ہونا اور اُسکے تصرف کا
جائز ہونا اور جس امر مین وکیل کرے اُسمین نیابت کا صحیح ہونا معتبر ہے بس نابالغ لڑکے کی
وکالت درست نہین خواہ ممیز ہو خواہ نہو اور اگر دس برس سے زیادہ کا ہو جائے تو جس چیز
مین اُسے تصرف پہونچتا ہے اُسمین وکیل کرنا جائز ہے جیسے وصیت ہی اور صدقہ ہے اور طلاق
ایک روایت پر ہے اور اِسیطرح اُسکو اِن چیزون مین وکیل ہونا جائز ہے اور مجنون کی وکالت
درست نہین ہے اور اگر حالت صحت مین کوئی کسیکو وکیل کرے اور وکیل کرنے کے بعد اُسے
جنون عارض ہو جائے تو وہ وکالت باطل ہو جائے گی اور مکاتب بندے کو بھی وکیل کرنا
پہونچتا ہے اِسلیے کہ اُسے اپنی کمائی مین تصرف پہونچتا ہے اور خالص بندے کو وکیل کرنا
نہین پہونچتا مگر اُسکا مالک اجازت دیدے تو جائز ہے اور اگر کوئی شخص خالص بندے کو
اُسی کے مول لینے کے لیے اُسکے مالک سے وکیل کرے تو صحیح ہے اور وکیل کو اپنے موکل
کی طرف سے کسی کو وکیل کرنا نہین پہونچتا ہے مگر جب موکل سے اجازت لیلے تو جائز ہے اور
اگر کوئی بندہ تجارت مین اپنے مالک کی طرف سے اجازت پائے ہوئے ہو تو اُسے اُن چیزون
مین وکیل کرنا جائز ہے کہ جنمین وکیل کرنے کی عادت جاری ہے اِسلیے کہ اُسمین وہ بندہ
مثل اجازت پائے ہوئے کے ہے اور ایسے مواقع کے سوا اور کسی امر مین اُسے وکیل کرنا
جائز نہین اِسلیے کہ اُن مقامون کے سوا اور امر مین وکیل کرنا اُسکے آقا کی صریح اجازت پر موقوف
ہے اور اُسے جس امر مین تصرف اپنے آقا کی بے اجازت جائز ہے اور اُس امر مین نائب کا درست ہے

اُسے اُنھین وکیل کرنا جائز ہے جیسے طلاق ہے اور مجور علیہ یعنی جسپر حجر حاکم شرع کے حکم سے ہوا ہے
اُسے جن امردن مین تصرف جائز ہے اُنھین مین وکیل کرنا جائز ہے جیسے طلاق ہے اور خلع ہے
اور جو اِسکے مشابہ ہین کہ حجر مین داخل نہین اور محرم یعنی حج کا احرام باندھے شخص کو اپنے نکاح
کرنے مین اور شکار کے بیچنے مین کسیکو وکیل کرنا جائز نہین اور باپ دادے کو نابالغ لڑکے کیطرف سے
وکیل کرنا جائز ہی اور عورتکو نائب کیطرفسے اجماعسے اور اپنے شوہر کیطرفسے اظہر یہ دوسرے کے طلاق دینے مین وکیل
ہونا جائز ہے اور جب موکل کہدے کہ جو چاہے کر تو یہ کہنا وکیل کرنے کے اذن پر دلالت کرتا ہے
اِسلیے کہ اُسنے اُسکی آزادی کو مسلط کر دیا ہے اور مستحب ہی کہ وکیل اُس چیز مین ماہر ہو جسمین اُسے
وکیل کیا ہے اور اُس زبان سے خوب واقف ہو جسمین کلام کرنا پڑیگا اور حاکم شرع کو سزاوار ہے
کہ احمقون کی طرف سے اُن لوگون کو وکیل کرے جو اُنکے امور کے متولی ہین اور بزرگ شریف لوگون
کو اپنے حقون کا خود حاصل کرنا مکروہ ہے۔

چوتھی فصل وکیل کے بیان مین ہے وکیل مین شرط ہے کہ بالغ ہو اور عاقل ہو گو فاسق یعنی بدکار
ہو یا کافر ہو یا مرتد ہو اور اگر کوئی مسلمان کسی کا وکیل ہو پھر وہ مرتد ہو جائے تو اُسکے مرتد ہو جانیسے
اُسکی وکالت باطل نہو جائیگی اِسلیے کہ ارتداد شروع مین وکالت کا مانع نہین بس اِسیطرح وکالت
کے باقی رہنے کا مانع نہین اور جس کام مین ذات سے متولی ہونا اور نائب بھی کرنا صحیح ہے اُنھین
دوسرے کو بھی وکیل کرنا جائز ہے بس جائز ہے کہ کوئی شخص مجور علیہ کا وکیل ہو جائے اِسلیے کہ
ان لوگون کو اپنے بعضے کامون مین تصرف کرنا درست ہے تو وکیل کو بھی اُنھین کامون مین
تصرف جائز ہے اور جو کام کہ محرم پر حرام ہوتے ہین اُنہین وکیل ہونا کسی کو جائز نہین جیسے کسی
شکار کا خریدنا ہی یا اُسکی حفاظت کرنا ہی یا عقد نکاح کا واقع کرنا ہی اور عورت کو کسی عورتکی طلاقمین اُسکے شوہر
کیطرفسے وکیل ہونا جائز ہی آیا اپنی طلاقمین شوہر کی طرف سے وکیل ہونا جائز ہی بعضے کہتے ہین کہ نہین اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ جائز نہین اِس لیے کہ
مطلق یعنی طلاق دینے والا اور مطلقہ یعنی طلاق پائی عورت ایک دوسرے سے جدا ہون اور
تردد کی وجہ یہ ہے کہ شاید تغایر اعتباری کافی ہو جسطرح کہ بہت سے عقدون مین کفایت کرجاتا
ہے اور عورت کا وکیل ہونا عقد نکاح مین جائز ہے اِسلیے کہ عورت کی عبارت عقد نکاح کے واقع

کرنے مین ہمارے مذہب مین معتبر ہے اور مالک کے اجازت دینے پر غلام کو وکیل ہونا جائز ہے اور
آقا کو اپنے غلام کے آزاد کرنے مین اُسے وکیل کرنا جائز ہے اور لڑکے کے نکاح کے واقع کرنے مین
عدالت ولی کی شرط نہین ہے اور نکاح کے واقع کرنے مین نکاح کے وکیل کی عدالت شرط نہین
اور کافر ذمی کو کافر ذمی کی طرف سے مسلمان پر دعوے مین وکیل ہونا جائز نہین اور نہ مسلمان
کی طرف سے قول مشہور پر جائز ہے اور آیا کسی مسلمان کو کافر ذمی کی طرف سے مسلمان پر کے دعوے
مین وکیل ہونا جائز ہے اِس مسئلے مین تردد ہے اور موجہ یہی ہے کہ کراہت کے ساتھ جائز ہے اور
کافر ذمی پر کے دعوے مین وکیل ہونا جائز ہے اور وکیل اُتنا ہی تصرف کریگا جتنا اُسکے موکل نے
کہدیا ہے اور جتنا کہ عادت کی شہادت سے اِذن معلوم ہوتا ہے اور اِن دونون حدون سے
تصرف مین تجاوز نکریگا پس اگر موکل کہے کہ میری اِس چیز کو ایک اشرفی پر قرض بیچدے اور
وکیل اُسے نقد دو اشرفی پر بیچ ڈالے تو صحیح ہے اور اگر ایک اشرفی نقد کو بھی بیچے تو بھی صحیح ہی
مگر جبکہ موکل کو کسی کے ہاتھ قرض بیچنے مین کوئی غرض ہو اور اُسکے ہاتھ ایک اشرفی پر قرض
بیچنے کو دوسرے کے ہاتھ نقد بیچنے سے بہتر جانتا ہو تو صحیح نہین ہے گو موکل کی کہی قیمت سے
زیادہ کو بھی بیچے اِسلیے کہ قرض بیچنے مین بہت سی غرضین ہوا کرتی ہین جیسے اُسکے خرچ ہو جانیکا
ڈر ہو اور بعد مین ضرورت پڑنے کا خیال ہو اور اِسیطرح ہے اگر موکل کہے کہ اِس چیز کو نقد بیچ
اور وکیل اُسے قرض بیچے تو صحیح نہین گو دونی قیمت پر بیچے اِسلیے کہ اکثر غرضین نقد سے متعلق
ہوتی ہین کہ وہ قرض مین حاصل نہین ہوتی ہین اور اگر موکل کسی چیز کو کسی مخصوص بازار مین
بیچنے کو کہے اور وکیل موکل کی کہی قیمت پر کسی دوسرے بازار مین یا قیمت مثل پر قیمت معین
نکرنے کی صورت مین بیچے تو صحیح ہے اِسلیے کہ بیع سے فقط قیمت کا حاصل کر لینا مقصود ہوتا ہی
لیکن اگر موکل کہے اِس چیز کو فلان شخص کے ہاتھ بیچ اور وہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچے تو
صحیح نہین ہے گو دونے پر بھی بیچے اِسلیے کہ اُسکے خریدنے مین غرضین متفاوت ہوتی ہین اور
اِسیطرح ہے اگر موکل وکیل سے کہے کہ اِس مال سے نقد خرید کر اور وکیل قرض مول لے یا کہے
کہ قرض خرید اور وکیل نقد لے تو بھی صحیح نہین اِسلیے کہ بے اجازت کا تصرف ہے اور تصرفون مین
مقصد مختلف ہوا کرتے ہین اور یہ سب صورتین موکل کی اجازت پر موقوف ہین اور جب کوئی مالی

وکیل خرید کرتا ہے تو وہ خرید اُسکے موکل کی طرف سے واقع ہوتی ہے اور وہ خریدی چیز وکیل کی
ملک مین داخل نہین ہوتی ہے اِسلیے کہ اگر اُسکی مالک ہوجانا لازم ہوتا تو اگر وکیل اپنے باپ یا بیٹے
کو موکل کے لیے مول لے تو وہ آزاد ہوجائین جسطرح کہ اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو مول لیگا تو وہ
آزاد ہوجائینگے اور اگر کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کو شراب مول لینے کے لیے وکیل کرے تو
جائز نہین ہرچند کہ ذمی اگر اپنے لیے اُسے مول لیگا تو مالک ہوجائیگا اور مسلمان کے لیے مول
نہین لے سکتا اِسلیے کہ مسلمان شراب کا مالک نہین ہوسکتا ہے اور جہان کہ وکیل کا خریدنا موکل
لیے باطل ہو پھر اگر وکیل عقد کے وقت موکل کا نام لے کہ مین فلان شخص کے لیے وکالت سے
مول لیتا ہون تو یہ بیع موکل کے لیے بھی واقع نہوگی اور وکیل کے لیے بھی واقع نہوگی اِسلیے کہ
عقد بیع مین موکل کا نام لے لیا ہے اور اگر موکل کا نام نہ لیا ہو تو ظاہر کے موافق حکم ہوجائیگا
کہ اپنے لیے خرید کیا ہے گو دل مین موکل کا بھی قصد رکھتا ہوتا اِسلیے کہ دل کی باتون کو کوئی
جان نہین سکتا ہے اور اگر موکل وکیل کی وکالت کا منکر ہو اور وکیل نے خریدتے وقت موکل
کا نام لے لیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ یہ چیز مین فلان شخص کے لیے اُسکی وکالت سے خریدتا ہون تو
اِس صورت مین اگر وکیل جھوٹا ہے تو یہ خریدی چیز اُسکی ملک ظاہر اور باطن دونون کی رو سے
ہوگی اور اگر وکیل سچا ہے تو ظاہر کے موافق اُسکی ملک اور باطن مین موکل کی ملک ہوگی اور
اِسکے چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ موکل کہدے کہ اگر یہ چیز میری ملک ہے تو مین نے تیرے ہاتھ بیچ ڈالی
پھر وکیل اُس چیز کا ظاہر اور باطن دونون کی رو سے مالک ہوجائیگا اور یہ کلام شرط پر بیع
کی تعلیق کا نہین ہے کہ باطل ہوجائے اِسلیے کہ بیع کی مبطل تعلیق شرط پر یہ ہے کہ وہ شرط بائع اور
مشتری کے نزدیک واقع ہونے نہونے مین محقق نہو جیسے کہے کہ اگر زید سفر سے پھر آئیگا تو یہ گھر مین نے تیرے
ہاتھ بیچا اور وہ صورت جو اوپر گزری ہے اُسمین موکل حقیقت حال سے واقف ہے کہ وہ مبیع
اُسکی ملک ہے یا نہین اور یہ اِسطرح ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے جورو ہونے کا منکر ہو اور
وہ کہے کہ اگر یہ میری جورو ہے تو طلاق ہے یعنی مین نے اُسے طلاق دی اِسلیے کہ یقین سے
حقیقت حال جانتا ہے اور کوئی شک شرط کے واقع ہونے مین یا نہونے مین نہین ہے پس طلاق
ایسی شرط پر معلق ہونے سے بھی واقع ہوجاتی ہے پس اُس صورت مین جب موکل وکیل کی وکالت کا

انکار کرے اور بیان کی ہوئی عبارت سے اُس چیز کی بیع وکیل کے ہاتھ کردے کہ جو قیمت بائع کو موکل کی دونون نے دی ہے اُسے پہلی قیمت قرار دے اور جو کچھ بڑھے وہ موکل کو پھیر دے اور جو گھٹے اُسے موکل کے مال سے مقاصہ کی طرح پھیر لے سکتا ہے تو یہ اسلیے کہ جسطرح انکار سے مبیع اصل مین اُسکی ملکیت سے خارج نہین ہوتا ہے اور وکیل سے متعلق نہین ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص اپنے کسی کام کے لیے دو شخصون کو وکیل کرے پھر اگر شرط کردے کہ دونون اکٹھا ملکر کام کرین تو اُن دونون مین ایک ایک کو موکل کے مال مین تصرف کرنا جائز نہین اور یہی حکم ہے اگر مطلق چھوڑ دے اور ملکر کام کرنے کی اور تنہا کام کرنے کی کچھ شرط نکرے اور اگر دونون وکیلون مین سے ایک مرجائے گا تو دوسرے کی وکالت بھی باطل ہو جائیگی اور حاکم کو اُس مرے وکیل کے بدلے اپنی طرف سے کسی امین کا ملا دینا نہین پہونچتا ہے اور اگر موکل شرط کردے کہ ہر ایک اِن دونون وکیلون مین سے تنہا تنہا بھی تصرف مال مین کرتا رہے تو ہر ایک کو ان دونون مین سے بے دوسرے کی صلاح کے موکل کے مال مین تصرف کرنا جائز ہے اور اگر کوئی اپنی جورو کو یا کسی کے غلام کو اُسکے آقا کی اجازت سے وکیل کرے اور بعد اِسکے اُس عورت کو طلاق دے یا وہ غلام آزاد ہو جائے تو اُنکی وکالت باطل نہوگی لیکن اگر اپنے غلام کو تصرف کرنے کی اجازت دے اور اسکے بعد اُس غلام کو آزاد کردے تو اُس کا تصرف باطل ہو جائیگا اِسلیے کہ یہ وکالت کا حکم نہین رکھتا ہے بلکہ یہ اجازت غلام پر ملکیت کی تابع ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو دوسرے کے ذمّے کے حق کے ثابت کرنے کو وکیل کرے تو وہ شخص اُس مدعی علیہ سے موکل کی طرف سے اُس حق پر قبضہ نہین کرسکتا ہے اِسلیے کہ کبھی وکیل ایسے شخص کو لڑنے کے لیے کرتے ہین کہ جسپر مال کے قبضے مین دلجمعی نہین ہوتی ہے اور اِسی طرح پر کسی شخص دوسرے کے پاس سے مال پر قبضہ کرنے کو وکیل کرین اور وہ منکر ہو جائے تو یہ مال پر قبضہ کرنے کا وکیل متولی نزاع اور خصومت کا نہین ہوسکتا ہے اِسلیے کہ ممکن ہے کہ اُسکی خصومت پر موکل رضامند نہو فرع اگر کسی کو کوئی وکیل کرے اور یہ کہے کہ مین نے اپنے حق کو فلان شخص سے لیکر قبضے مین لانیکو وکیل کیا ہے اور دیندار مرجائے تو یہ وکیل اُسکے وارثون سے موکل کے حق کا مطالبہ نہین کرسکتا ہے لیکن اگر یہ کہے کہ تجھے اپنے اُس حق کے قبضے مین لانے کے لیے وکیل کیا ہے جو فلان شخص کے ذمّے ہے تو اس وکیل کو دیندار کے مرجانے کے بعد اُسکے وارثون سے موکل کے حق کا مطالبہ

پہونچتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو بیع فاسد کے اجرا کے لیے وکیل کرے تو وہ وکیل بیع فاسد کے
بدلے چیز بیچنے کے درپے نہین ہو سکتا ہے یا کوئی کسیکو عیب دار چیز مول لینے کے لیے وکیل کرے
تو وکیل کو اُس عیب دار چیز کے بدلے کسی بے عیب کا اُسی جنس سے مول لینا نہین پہونچتا ہے
اور اگر کسی شخص کا کچھ قرض کسی کے ذمہ ہو اور وہ شخص اُس دیندار کو وکیل کرے کہ اِس دین سے
میرے لیے فلان چیز مول لیلے تو جائز ہے اور جب وہ دیندار اُس چیز کی قیمت اُسکے بائع کو دیگا
تو بری الذمہ ہو جائیگا۔

پانچوین فصل وکالت کی ثابت کرنیوالی چیزون کے بیان مین ہے

جبتک کوئی ثبوت وکالت
کا نہو محض وکیل کے دعوے سے حکم وکالت کا نکرینگے اور نہ دیندار کے اُسکی موافقت کرنے سے
حکم کرینگے اور وکالت کا ثبوت دو عادل گواہون سے ہوگا اور وکالت عورت کی گواہی سے ثابت
نہین ہوتی ہے اور نہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے اور نہ ایک گواہ اور قسم سے ثابت
ہوتی ہے اور اگر ایک گواہ ایک تاریخ مین وکالت کے واقع ہونے کی گواہی دے اور دوسرا گواہ
دوسری تاریخ مین وکالت کے واقع ہونے کی گواہی دے تو دونونکی گواہی اس سبب سے قبول کرینگے
کہ کبھی سب گواہون کا اجتماع معتبر مقام مین ہوتا ہے اور کبھی تفریق سے گواہ گواہی کا تحمل کرتے ہین
اور اسیطرح اگر ایک فارسی مین کہے کہ اِسے اُسنے وکیل کیا ہے اور دوسرا عربی مین اِسی بات کو
کہے تو اُنکی گواہی بھی قبول کرینگے اِسلیے کہ یہ دونون ایک ہی مطلب پر دلالت کرتی ہین اور اگر
عقد کے صیغے مین اختلاف کرین کہ ایک گواہ کہے کہ موکل نے کہا ہے کہ مین نے تجھے وکیل کیا اور
دوسرا کہے کہ مین نے تجھے نائب کیا ہے یہ کہا ہو تو اِن گواہون کی گواہیون کو قبول نکرینگے
اِسلیے کہ یہ دو مختلف عقدون پر دو گواہیان ہین اور کسی ایک عقد پر دو گواہون نے گواہی
نہین دی ہے اور اِسمین تردد ہے اِسلیے کہ مرجع اِن دو گواہیون کا اُسی طرف ہے کہ دو وقتون
مین دو صیغے کہے ہون اور ایک ہی معنی کی دو عبارتون سے تعبیر کی ہو پھر کوئی منافات نرہی
اور اگر کوئی گواہ موکل کی عبارت نقل نہ کرے اور اُسکے مضمون کی بے عبارت کے گواہی دے
تو جائز ہے اور جب حاکم وکالت سے واقف ہو تو حکم اپنے علم کے موافق کرے **تفریع** اگر کوئی
شخص کسی غائب کیطرف سے کسی ذمے دار کے ذمے کے مال پر قبضے کی وکالت کا دعویٰ کرے

اور وہ ذمے دار اُسکے وکیل ہونے کا انکار کرے تو وکالت کے دعوے کرنے والے کو ثابت کرنے کا
حکم دینگے اور کہین گے کہ اپنی وکالت کو ثابت کرے اور اگر مدعی وکالت کا ثبوت نہ دے سکیگا تو
اُس ذمے دار کو قسم کھلوائین گے اِسلیے کہ قسم کا حکم ایسی جگہ کرتے ہین کہ اگر قسم کھانے سے انکار کرے
تو اُسپر وہ دعوی لازم ہو جائے اور اِس صورت مین اگر وہ ذمے دار ایسے وکیل کی تصدیق بھی
کرے کہ جبتکی وکالت ثابت نہین تو بھی مال ایسے وکیل کو دینا لازم نہین بلکہ موکل کو دینا چاہیے
اور اگر ذمے دار اُسکی وکالت کی تصدیق کرے پھر اگر وہ مال کوئی عین چیز ہوگا یعنی کوئی معین
مال ہوگا تو اُسے اُس وکیل کے دیدینے کا حکم نکرینگے جبتک کہ وہ اپنی وکالت گواہون سے ثابت
نہ کرلیگا اور اگر ایسے وکیل کو ذمے دار دیدے گا تو مالک کو وکالت کے انکار کرنے کی صورت مین
پھیر لینا اپنے مال کا پہونچیگا اور اگر وہ مال ضایع ہو جائیگا تو مالک کو اعتبار ہے چاہے مدعی سے کہ وکالت
ثابت ہونے کے پہلے اُسپر قبضہ کرلیا تھا پھیر لے خواہ اُس ذمے دار سے مطالبہ کرے اور اُنمین سے
جس سے مالک لے لیگا اُسے دوسرے سے تاوان لینا نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ وہ ذمہ دار اُسکی
وکالت کی تصدیق کرچکا ہے اور وہ بھی وکالت کی ادعا سے متصرف ہوا ہے بس دونون کے
اقرار سے مالک غاصب ہے اور جو چیز کہ کسی سے غصب کرلی جاتی ہے تو مغصوب منہ اُسکے پھیرنے
کے تدارک کے لیے تکلیف بے شرعی وجہ کے دوسرے کو نہین دیسکتا ہے اور یہی حکم اُس صورت
مین ہے کہ وہ حق عین مال نہو بلکہ کسی کے ذمے قرض ہو اور اِسمین تردد ہے لیکن جس صورت مین
دین کو دینداروکالت کے مدعی کو دیدے اور اُسکی وکالت کی تصدیق کرے تو وکالت کے منکر مالک
کو مال کا مطالبہ وکیل سے نہین پہونچتا ہے اِسلیے کہ مالک کا عین مال وکیل نے نہین لیا ہے اور مالک
کا قرضہ قرضدار کے ذمے ہے اور وہ بے مالک کے یا اُسکے وکیل کو دیے ہوئے بری الذمہ نہوگا
اور جو کچھ کہ مدعی وکالت نے لیا ہے وہ مالک کا مال نہین ہوا اِسلیے کہ یہ اُسنے نہ تو مالک کو دیا ہے
اور نہ اُسکے وکیل کو دیا ہے بلکہ ایک اجنبی شخص کو جسنے جھوٹ جھوٹ دعوی وکالت کا کیا تھا
اُسے دیدیا ہے پھر تاوان اُسی دیندار کے ذمے ہے اور اگر عین مال اُس وکیل کے پاس موجود
ہو تو اُسے اُس سے چھین لینا پہونچتا ہے اور یہی حکم ہے اگر بے پروائی کی راہ سے تلف کرڈالا ہو
اور اگر بے تفریط کے ضایع ہوگیا ہو تو تاوان نہین اور جس مقام مین دیندار کو سپرد کردینا لازم ہے

اقرار کی صورت مین ویدینا لازم ہے اور انکار پر قسم کھانا ہے۔
چھٹی فصل وکالت کے لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ وکیل امین ہے جو مال اُسکے پاس سے جاتا رہیگا اُسکے تاوان کا ضامن نہوگا مگر جب تعدی اور تفریط کرے تو ضامن ہوجائیگا **دوسرا مسئلہ** جب وکیل کو موکل اجازت دے کہ وکیل اپنے کام کے لیے مقرر کرے پھر اگر وہ دوسرا وکیل مقرر کرے تو یہ دونون وکیل اُسی موکل کے ہین اور اِن دونون وکیلون کی وکالت اُس موکل کے مرجانے سے باطل ہوجائے گی اور اِن دونون وکیلون مین سے ایک کے مرجانے سے دوسرے وکیل کی وکالت باطل نہوگی اور نہ ایک کے دوسرے کو معزول کرنے سے دوسرے کی وکالت باطل ہوگی اور اگر اُس دوسرے وکیل کو پہلا وکیل اپنی ذات کا وکیل کرے تو اُس پہلے وکیل کو دوسرے وکیل کا معزول کردینا پہونچتا ہے پھر اگر موکل مرجائیگا تو بھی اُن دونون وکیلون کی وکالت باطل ہوجائیگی اور اِسی طرح پر اگر پہلا وکیل مرجائیگا تو بھی دونون کی وکالت جاتی رہیگی **تیسرا مسئلہ** جب موکل وکیل سے مانگے تو جو اُسکے پاس اُسکا مال ہے اور اُسکے اسمال مین اُسے کوئی شرعی عذر نہین ہے تو دیدے پھر اگر بے شرعی عذر کے نہ دیگا تو ضامن ہوگا اور اگر کسی شرعی عذر سے نہین دیا ہے تو ضامن نہین ہے اور اگر وہ عذر جاتا رہے اور پھر دینے مین دیر کریگا تو بھی ضامن ہوجائیگا اور اگر اِسکے بعد وکیل دعوی کرے کہ مال ضایع ہوگیا مانگنے پر نہ دینے سے پہلے یا دعوی کرے کہ مانگنے اور نہ دینے سے پہلے مین موکل کو دیچکا ہون تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ دعوے سُنے نجائین گے ہرچند ثبوت بھی رکھتا ہو اور موجّہ یہی ہے کہ قبول کیے جائین گے **چوتھا مسئلہ** جسکے پاس کسی دوسرے کا مال ہو یا اُسکے ذمے کوئی دین ہو تو اُسے پہونچتا ہے کہ اُسکے حق پھیرنے مین اتنا مضائقہ کرے کہ صاحب حق قبضے کے گواہ لے آئے خواہ اُسکا عذر پھیرنے مین مقبول ہو جیسے امین ہے خواہ بے ثبوت کے مقبول نہ ہو جیسے قرضدار ہے اِسلیے کہ دوسرے وقت مین منازعت کی نوبت نہ پہونچے کہ دوبارہ دینے سے یا قسم سے تدارک کرنا پڑے اور بعضے فقہا نے تفصیل کی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر اُسکا قول مقبول ہو اور ثبوت کا محتاج نہو تو اُسے دیدینے کو گواہون پر موقوف رکھنا جائز نہین اور اگر اُسکا قول گواہون کا محتاج ہو تو اُسے دینے مین بے گواہون کے امتناع جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے **پانچوان مسئلہ** جو کسی کے پاس کسی کی امانت رکھو نہین وکیل ہو

اگر وہ وکیل اُس مال کو امانت رکھے اور اُسپر گواہ نلے تو ضامن نہین اور اگر کسی قرضے کے ادا
کرنے مین کسی کا وکیل ہوا اور قرضہ قرضخواہ کو دیدے اور اُسپر گواہ نلے تو ضامن ہے اور
اِس قول مین تردد ہے چھٹا مسئلہ جب وکیل موکل کے مال مین تعدّی اور تفریط کریگا تو اُس
مال کا ضامن ہوجائیگا اور اُسکی وکالت باطل نہوگی اِسلیے کہ وکالت مین اور ضامن ہونے مین
مالی تصرف کے سبب سے کوئی منافات نہین اور اگر بیچڈالے اُس مال کو جسمین تعدّی اور
تفریط کی ہے اور اُسے خریدار کے حوالے کردے تو اُسکے ضامن ہونے سے نکلجائیگا اِسلیے کہ
یہ حوالے کردینا مالک کی اجازت سے ہے بس مالک کے قبضے کے حکم مین ہوگیا ساتوان مسئلہ
جبکہ موکل اپنے وکیل کو کسی کے مال کے بیچنے کی اپنی طرف سے اُس کے ہاتھ اجازت دے
اور وکیل اُس مال کو اپنے ہاتھ بیچڈالے اور اپنے لیے مول لیلے تو جائز ہے اور اسمین تردد
ہے اور یہی حکم نکاح مین بھی ہے کہ وکیل موکلہ کا نکاح اپنے ساتھ پڑھ لے اور موکلہ کی اجازت
سے عقد کی دونون طرفون کا متولی ہوجائے مترجم کہتے ہین کہ ایجاب کرنے والے اور
قبول کرنیوالے کا ایک ہونا تردد کا موجب ہی کہ بعضے فقہا کے نزدیک جائز نہین اور اس مسئلے
مین اقوی یہی امر ہے کہ اعتباری تغایر کفایت کرتا ہے۔ اور اگر موکل مطلق بیچنے کی اجازت
وکیل کو دیدے یا موکلہ مطلق نکاح کی اجازت اپنے وکیل کو دے اور وکیل اُس مال کو آپ
مول لیلے یا اپنی موکلہ کو اپنے نکاح مین لے آئے تو اِس مسئلے مین اقوی یہی ہے کہ جائز نہین
ساتوین فصل تنازع کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ وکالت
مین وکیل اور موکل دونون اختلاف کرین تو مقبول منکر کا قول ہے اِسلیے کہ اصل عدم یعنی
نہونا ہے اور اگر مال کے ضایع ہونے مین اختلاف کرین تو وکیل کا قول مقبول ہے اِسلیے کہ وہ
امین ہے اور اُسے ثبوت کی تکلیف نہ دینگے اِسلیے کہ کبھی کسی مال کے ضایع ہونے پر گواہ کرنا مشکل ہوتا ہی
بس وکیل کے قول پر قناعت کرلین گے تاکہ ایسے امر کا الزام لازم نہ آئے جو کہ اکثر دشوار ہوا کرتا ہے
اور اگر امین کی تفریط کرنے مین دونون اختلاف کرین تو تفریط کے منکر کا قول مقبول ہوگا اِسلیے
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والیمین علی من انکر یعنی قسم اُسی شخص پر ہے جو منکر ہو
دوسرا مسئلہ جب وکیل موکل مال کے دینے مین اختلاف کرین بس اگر وکالت اُجرت پر ہے

تو موکل کو مال حوالے کرنے مین وکیل سے ثبوت طلب کرینگے اسلیے کہ وہ مدعی ہے اور اگر وکالت
بے اجرت کے ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسی کا قول مقبول ہے جسطرح کسی پاس امانت
رکھنے مین اُسی رکھنے والے کا قول مقبول ہوتا ہے اور یہی قول فقہا مین مشہور ہے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ مقبول مالک کا قول ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر وصی پر یتیم بلوغ کے بعد نفقہ نہ دینے کا
دعوی کرے تو مقبول وصی کا قول ہے اسلیے نفقہ یعنی کھانا کپڑا دینے پر گواہ کرنا اور بے گواہون
کے بچون کو کھانا کپڑا نہ دینا مشکل ہے اور اگر مال کے حوالے کرنے مین اختلاف کرین اور یتیم وصی پر
مال کا دعوی بلوغ کے بعد کرے تو مقبول یتیم کا قول ہے اور یہی حکم ولی کا بھی مثل باپ دادے
کے ہے اور یہی حکم حاکم شرع کا اور اُسکے امین کا یتیم کے ساتھ ہے جبکہ وہ مال پر قبضہ پانے کا منکر
بلوغ کے وقت ہو جائے اور یہی حکم شریک اور مضارب مین ہے اور جو شخص کسیکا کھویا ہوا حیوان پا جائے
اور اُس سے اور اُس حیوان کے مالک سے منازعت ہو تو مقبول مالک کا قول ہے تیسرا
مسئلہ جب وکیل موکل کے مال مین تصرف کا دعوی کرے جیسے کہے کہ مین نے موکل کے مال کو
بیچا یا اُسپر قبضہ کیا اور موکل انکار کرے تو مقبول وکیل کا قول بعضے فقہا کے نزدیک ہے اسلیے کہ اُس
امر کا دعوی کرتا ہے کہ جسکا کرنا اُسے پہونچتا ہے اور اگر کہا جائے کہ مقبول موکل کا قول ہے تو بھی
ممکن ہے اس لیے کہ فعل کا نہ ہونا اصل ہے مگر پہلا قول اشبہ ہے اس لیے کہ وکیل امین ہوتا
ہے چوتھا مسئلہ جب کہ کوئی شخص کسی چیز کو خرید کرے اور دعوی کرے کہ دوسرے کا
وکیل ہے اور وہ شخص اُسکے وکیل ہونے کا منکر ہو تو قسم کے ساتھ مقبول اُسی کا قول ہے اور اسکے بعد
خریدار پر حکم کرین گے کہ اُسکی قیمت پھیر دے خواہ عین مال سے خرید کیا ہو خواہ قرض لیا ہو مگر جب
عقد کے وقت اُسکے نام کا ذکر کر دیا ہو کہ فلان شخص کے لیے مین خریدتا ہون تو اِس صورت مین بائع
اپنا عین مال پھیر لیگا اور اگر وکیل کہے کہ اِس مال کو مین نے تیرے لیے مول لیا ہے اور موکل
انکار کرے یا موکل کہے کہ میرے واسطے تو نے خرید کیا ہے اور وکیل انکار کرے اور کہے کہ مین نے
اپنے لیے مول لیا ہے تو وکیل کا قول مقبول ہے اسلیے کہ وہ اپنی نیت سے خوب واقف ہے
پانچوان مسئلہ جب وکیل کسی شخص کا نکاح کسی عورت کے ساتھ وکالت سے کرے اور اسکے بعد
موکل اُسکے وکیل کرنے کا انکار کرے اور ثبوت نہو تو موکل کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اور اُس

وکیل کو اُس عورت کا پورا مہر دینا لازم ہے اسلیے کہ مہر عقد کے ہوتے ہی لازم ہو جاتا ہے اور ہبستر ہونے کے پہلے طلاق دینے کے سبب سے آدھا مہر ساقط ہو جاتا ہے اور طلاق یہان نہین ہے اور مہر کے ضایع ہونے کا باعث وکیل کا فعل ہے کہ اُسنے وکیل کرنے پر گواہ نہ لیے اور کوتاہی کی بس مہر کا تاوان بھرنا اُسی وکیل سے متعلق ہوگا اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ وکیل کے ذمے آدھا مہر ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ظاہر شرع کے موافق اس عقد کے بطلان کا حکم کرنا چاہیے گو واقع مین متحقق بھی ہوا اور موکل نے جھوٹی قسم کھائی ہو اور اگر موکل جانتا ہو کہ وکیل سچ کہتا ہے تو اُسپر واجب ہے کہ اُس عورت کو طلاق دیدے اور آدھا مہر اُسے بھیجدے اسلیے کہ اُسکے قسم کھا لینے سے خدا کے نزدیک عقد کا فسخ نہوگا اور یہی قول اقوی ہے اور شراح کہتے ہین کہ اگر عورت کو وکیل کا جھوٹ سچ معلوم نہو اور موکل نے وکیل نکرنے کی قسم کھالی ہو تو وہ عورت دوسرے سے تزویج کر سکتی ہے اور اگر وکیل کو سچا جانتی ہو تو اُس صورت مین بے طلاق کی تحقیق کے تزویج نہین کر سکتی ہے **چھٹا مسئلہ** جب کوئی کسی کو بندے کے مول لینے مین وکیل کرے اور وہ وکیل سو اشرفی پر بندے کو خریدے اور موکل کہے کہ اسی اشرفی پر خریدا ہے تو وکیل کا قول مقبول ہوگا اسلیے کہ اُسنے اُسے امین کیا تھا اور اگر کہا جائے کہ موکل کا قول قبول ہوگا تو اشبہ ہوگا اس لیے کہ تاوان اُسی پر ہے **ساتوان مسئلہ** جو کوئی وکیل اپنے موکل کے لیے کچھ مال خریدے تو بایع کو اُسکی وکالت سے واقف ہونے پر اختیار ہے خواہ اُس مال کی قیمت کا مطالبہ وکیل سے کرے خواہ موکل سے کرے اور اگر اُسکی وکالت کو نجانتا ہو تو وکیل ہی سے مطالبہ کریگا **آٹھوان مسئلہ** جب وکیل اپنے موکل کے حق کا اُسکے قرضدار سے مطالبہ کرے اور وہ دیندار کہے کہ تو مطالبے کا مستحق نہین ہے تو اُسکے اس کہنے پر التفات نکرینگے اسلیے کہ اُسنے وکالت کے بینہ یعنی ثبوت کی تکذیب کی ہے اور اگر کہے کہ موکل نے تجھے معزول کیا ہے تو وکیل پر قسم نہ عائد نہوگی مگر جبکہ وہ وکیل پر دعوی کرے کہ تو بھی اپنے معزول ہونے سے واقف ہے تو اِس صورت مین معزولی کے نجاننے کی قسم پہونچیگی اور یہی حکم ہے کہ اگر دیندار اس بات کا دعوی کرے کہ تیرے موکل نے ابرا کیا یعنی مجھے معاف کرکے بری الذمہ کر دیا ہے **نوان مسئلہ** وکیل کی گواہی وکالت کے غیر متعلق امرون مین موکل کے فائدے مین لیجائیگی اور اگر اُسے موکل معزول کردے

تو موکل کے سارے امرون مین مقبول ہے جبتک کہ اُسکے بحال کرنے کا ثبوت نہ پہونچے یا منازعت اُسی امر مین شروع نہ کرے دسوان مسئلہ اگر کسی دیندار سے دین پر قبضہ کرنے کو کوئی شخص کسیکو وکیل کرے بس وکیل اُس دین پر قبضے کا اقرار کرے اور دیندار بھی اُسکی تصدیق کرے اور موکل انکار کرے تو مقبول موکل کا قول ہے اور اسمین تردد ہے لیکن اگر موکل اُسے کسی چیز کے بیچنے مین وکیل کرے اور وہ اُسے بیچے اور خریدار کو اُسے دیدے اور قیمت لیلے اور وہ قیمت وکیل پاس سے بے تفریط کے ضایع ہوجائے اور وکیل قیمت پانے کا اقرار کرے اور خریدار اُسکی تصدیق کرے اور موکل انکار کرے تو وکیل کا قول مقبول ہے اسلیے کہ یہان دعویٰ وکیل پر ہے کہ وہ شرع کے روسے امین ہے کیونکہ مشتری کو بیع وکیل نے دیا ہے اور موکل کو دام نہین دیے ہین بس موکل گویا اُس چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ وکیل کے ضامن ہونے کا موجب ہے اور وکیل اُس چیز کا انکار کرتا ہے اور اِس سے پہلے مسئلے مین دیندار پر دعویٰ ہے اور اِس فرق مین بحث ہے اسلیے کہ ان دونون مسئلون مین اصل مین وکیل کے تصرف مین نزاع ہے تو وکیل ہی کا قول اِن دونون نزاعون مین مقبول ہونا چاہیے جیساکہ مخفی نہین ہے اور اگر بیع مین کوئی عیب نکل آئے تو خریدار اُسے وکیل کو پھیر دیگا موکل کو نہ پھیریگا اِسلیے کہ ثابت نہین ہے کہ وکیل نے موکل کو قیمت پہونچادی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ موکل کو پھیر دیگا تو اشبہ ہوگا اِسلیے کہ وکیل نے اُس مال کو موکل کیطرف سے بیچا ہے اور اصل مین موکل ہی بایع ہے اور عیب کے نکلنے سے مال جو پھیریگا تو دامون کو خریدار موکل سے مانگے گا اور موکل کے قیمت پانے نپانے کے علم کو اِس مسئلے مین دخل نہین اور موکل سے مطالبہ ہونے کے سبب سے وہ بری نہوگا جبکہ خریدار وکالت سے واقف ہے۔

کتاب وقوف وصدقات

اِس کتاب مین وقفون کا اور صدقون کا بیان ہے اور نظر وقف کے عقد مین اور شرطون مین اور لواحق مین ہے پہلی نظر وقف کے عقد مین ہے وقف ایک عقد ہے کہ جسکا ثمرہ کسی اصل کا قید کر دینا اور منفعت کا چھوڑ دینا ہے اور وقف کی صریح لفظ یہ ہے کہ مینے اِس چیز کو وقف کیا اور اِسکے سوا کوئی اور لفظ صریح نہین ہے اور اگر کوئی کہے کہ مین نے اِسے حرام کیا یا تصدق کیا

تو ان عبارتون کو وقف کے معنون پر بے قرینے کے محمول نکرسکینگے مثل اسکے کہے موبد آ یا دائما یعنی ہمیشہ کو اسلیے کہ قرینے کے سوا ان عبارتون مین اور معنونکا احتمال بھی رہتا ہے اور اگر انھین لفظون سے بے قرینے کے بلائے وقف کے معنون کا کوئی قصد کرے تو اسکی نیت پر چھوڑ دینگے پھر اگر کوئی اقرار کرے کہ انھین لفظون سے مین نے وقف کے معنون کا قصد کیا ہے تو اسکے ظاہر اقرار پر اس مال کے وقف ہونیکا حکم کردینگے اور اگر کوئی کہے حبست وسبلت یعنی حبس کیا مین نے اور سبیل کیا مین نے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وقف ہوجاتا ہے گو قرینہ بھی نہ ہو اسلیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل کا حبس کیا ہے اور منفعت کی سبیل کی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وقف نہین ہوتا ہے مگر جب کوئی قرینہ ملے اسلیے کہ یہ متعارف عبارت نہین ہے کہ مشہور ہوا ور بے کسی قید کے اس سے وقف کے معنے مستفاد ہوسکین اور یہی قول اشبہ ہے اور وقف لازم نہین ہوتا ہے مگر جبکہ موقوف کو موقوف علیہ کے قبضے مین دیدین اگر موقوف علیہ متعین ہوا ور نہین تو متولی کے قبضے مین دیدین اور جب وقف پورا ہوجاتا ہے تو لازم ہو جاتا ہے اور اگر اسے صحت کے حال مین وقف کیا ہے تو تمام ہوجانے کے بعد اس سے پھر نا جائز نہین ہے لیکن اگر کوئی کسی ملک کو مرض موت مین وقف کرے تو اسکے وارث اسکے پھر اگر راضی ہونگے تو وقف جاری ہوگا اور نہین تو وقف ثلث مال مین معتبر رہیگا یعنی اگر وقفی ملک ترکے کی تہائی سے کم یا برابر ہے تو اسمین وقف کا حکم جاری رہیگا اور اگر متروکہ کی تہائی سے زیادہ ہے تو تہائی بھر مین وقف جاری رہیگا اور زیادہ جو ہے اسے وارثون سے تعلق ہوگا جسطرح سے کہ مرض موت مین ہبہ یعنی دیڈالنے کا اور کسی چیز کی قیمت خریدار کی رعایت سے کم کردینے کا یہی حکم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اصل مال مین جاری ہوگا اور جو وقف سے بچ رہیگا اسے وارث لین گے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر کسی ملک کو وقف کرے اور کسی غلام کو آزاد کرے اور کسی چیز کو قیمت کم کرکے مرض موت مین بیچے اور وارث اجازت ندین پھر اگر یہ سب کام تہائی ترکے مین نکلجاتے ہون تو سب کے سب صحیح ہین اور اگر تہائی مین پوری نہ پڑتی ہو تو اس کام سے شروع کرینگے کہ جس کام کو اسنے پہلے کیا ہے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو کرینگے یہانتک کہ اس مرض کے بیمار کا مال تہائی

صرف ہو جائے اور جو کام تہائی سے باقی رہجائے اسمین وصیت باطل ہے اور یہی حکم ہے جب کسی چیز کی وصیت کرے اور اگر یہ معلوم نہو کہ پہلے کس کام کی وصیت کی اور بعد کس کام کی وصیت کی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس تہائی مال کو اُن کامون پر برسدی طور سے تقسیم کرینگے اور اگر قرعے سے تشخیص کرلین تو خوب ہے اور اگر کوئی کسی بکری کو وقف کرے تو اُسپر کی اُون اور دودھ موجود بھی داخل ہین جبتک استثنا نکریگا اسلیے کہ عرف مین یہ بکری مین داخل ہین اور اُس سے باہر نہین جسطرحپر اگر بکری کو بیچتے ہین تو بھی یہ داخل رہتے ہین دوسری نظر وقف کی شرطون مین اور یہ چار قسم کی ہین پہلی قسم موقوف کی شرطون مین ہے اور وہ چار ہین اور یہ ہین کہ موقوف عین ہو دَین نہو اور مملوک ہو اور ایسا ہو کہ اصل کے باقی رہنے پر اُس سے انتفاع ہو اور اُسپر قبضہ کرنا صحیح ہو بس جو چیز کہ مثل دین کے عین نہو اُسکا وقف کرنا صحیح نہین اور اسیطرحپر اگر کوئی کہے کہ وقف کیا مین نے ایک گھوڑا یا اونٹ یا گھر اور معین نکرے کہ کونسا ہے تو یہ وقف صحیح نہین اور باغ کا اور کھیتون کا اور کپڑون کا اور خانہ داری کے اسباب کا اور مباح کامون کے اوزارون کا وقف کرنا جائز ہے اور قاعدہ وقف مین یہ ہے کہ جس چیز سے اصل باقی رہنے پر منتفع ہونا مباح اور درست ہو اُسکا وقف درست ہے اور اسیطرحپر مملوک کتّے کا کہ وہ کھیت یا مکان یا گلّے کی نگاہبانی کرتا ہے اور شکاری کتّے کا وقف کرنا صحیح ہے اور اسیطرحپر بلّی کا بھی وقف کرنا درست ہے اسلیے کہ اُس سے بھی منتفع ہو سکتے ہین اور سُور کا وقف کرنا صحیح نہین اسلیے کہ اُسکا مالک مسلمان نہین ہو سکتا ہے اور بھاگے غلام کا بھی وقف کرنا صحیح نہین ہے اسلیے کہ اُسکا حوالے کرنا اور اُسپر قبضہ کرنا مشکل ہے اور آیار دیتون اور اشرفیون کا وقف کرنا صحیح ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اور یہی اظہر ہے اسلیے کہ اُنکا کوئی فائدہ نہین مگر خرچ کرنے مین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسمین بھی نفع ہے قرض دے سکتے ہین اور عین کے باقی رہنے پر مجلس کی زینت کا اور توانگری کا اظہار اور زیور بنانے کا نفع ہے اور اگر کوئی شخص کسی غیر کی ملک کو وقف کرے تو اُسکا وقف کرنا صحیح نہین اور اگر مالک اجازت دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اسلیے کہ اجازت نئے وقف کے برابر ہے اور مشترک بے بٹی ملک کا وقف کرنا صحیح ہے اور اس وقف مین مشترک چیز کی بیع مین کے قبضے کی طرحپر ہے دوسری قسم واقف یعنی وقف کرنیوالے کی شرطون مین ہے

واقف مین بالغ اور عاقل ہونا اور اُسکے تصرف کا جائز ہونا معتبر ہے اور دس برس کے لڑکے کے
وقف کرنے مین تردد ہے اور مروی ہے کہ اُسکا صدقہ دینا جائز ہے اور بہتر قول یہی ہے کہ جائز
نہین اسلیے کہ حجر کا رفع بلوغ اور رشد پر موقوف ہے اور وقف کرنیوالے کو اپنا متولی کرنا اور
دوسرے کا متولی کرنا جائز ہے اور اگر متولی مقرر کرے گا تو تولیت یعنی اہتمام اور حکومت
وقف کی موقوف علیہم یعنی جنپر وقف کیا ہے اُنسے متعلق ہوگی اسواسطے کہ موقوف اُنکی ملک
ہو جاتا ہے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک نے کہا ہے کہ اگر متولی کی تعیین نفس عقد مین
کریگا تو اُس متولی وقف کا معزول کرنا جائز نہین اور اگر وقف کے عقد کے واقع کرنے کے
بعد معین کرے تو جائز ہے کہ جب چاہے اُسے معزول کردے اسلیے کہ یہ متولی وکیل کا حکم رکھتا ہے
تیسری قسم موقوف علیہ یعنی جسپر وقف کیا گیا ہے اُسکی شرطون کے بیان مین ہے اور اُسمین
تین شرطین معتبر ہین اور وہ یہ ہین کہ موجود ہو اور اُسکا کسی چیز کا مالک ہونا درست ہو اور یہ
ہو اور اُسپر وقف کرنا حرام نہو جیسے گرجون پر اور یہودیون کے معبدون پر وقف کرنا حرام ہے
پس اگر کسی معدوم شخص پر پہلے پہل وقف کرے تو صحیح نہین جیسے اُس شخص پر وقف کرے کہ
کسی سے پیدا ہو گا یا کسی پیٹ کے بچے پر کہ اپنی ماں کے پیٹ مین ہو اور جدا نہوا ہو وقف کرے
تو صحیح نہین اور اگر کسی معدوم پر کہ عادت سے اُسکا وجود ممکن ہو کسی موجود کی تبعیت سے وقف
کرے تو وہ وقف صحیح ہے اور اگر معدوم سے شروع کرے پھر اُسکے بعد موجود پر وقف کرے
تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسی موجود پر صحیح ہے اور پہلا قول اشبہ
ہے اور اسیطرح جو اُسپر وقف کرے جو مالک نہو سکے جیسے گھر پر اور دیوار پر اور اسکے بعد اُسپر جو مالک
ہو سکتا ہے تو اسمین تردد ہے اور پہلا قول اشبہ ہے کہ ایسا وقف جائز نہین اور کسی غلام پر وقف
کرنا جائز نہین اسلیے کہ وہ غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہے اور یہ وقف اُس غلام کے مالک
کی طرف نہ پھریگا اسلیے کہ وقف کرنیوالے نے اُسکا قصد نہین کیا ہے اور حق تعالی کے بندونکی
مصلحت کیلیے کسی چیز کا وقف کرنا صحیح ہے جیسے پُل اور مسجدین ہین اسلیے کہ یہ وقف حقیقت مین
مسلمانون کے لیے ہے لیکن یہ اُنکی مصلحتون مین صرف ہوتا ہے اور مسلمان کافر حربی پر وقف
نہین کرسکتا ہے ہر چند کہ رحمی قرابت بھی اُس سے رکھتا ہو اور ذمّی کافر پر وقف کرسکتا ہے

گو کوئی قرابت نرکھتا ہوا ور غیر ہوا ور اگر انکی عبادتون کے مقامون پر وقف کریگا تو صحیح نہین اور اِسیطرحپر اگر زنا کرنیوالے یا لٹیرے یا شراب خوارون کی مدد خرچ پر وقف کرے تو جائز نہین اور اِسیطرحپر اُن کتابون کے لکھوانے پر وقف کرے کہ جنکو اِسوقت مین توریت اور انجیل کہتے ہین تو جائز نہین اِسلیے کہ اُن کتابون کو یہودیون نے اور نصاریٰ نے متغیر کرڈالا ہے اور اُنھین اصلیت پر باقی نہین رکھا ہے اور اگر کوئی کافر کچھ وقف کرے تو اُسکا وقف جائز ہے اور جب مسلمان فقیرون پر وقف کرے تو مسلمان فقیرون کو دینا چاہیے اور مسلمان کے سوا اور کو نہ دینا چاہیے اور اگر کافر فقیرون پر وقف کرے تو اُسی کے مذہب کے فقیرون کو دینا چاہیے اور اگر کوئی مسلمانون پر وقف کرے تو قبلے کیطرف نماز پڑھنے والون کو دینا چاہیے اور اگر مؤمنون پر وقف کرے تو اثنا عشری شیعون کو دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کبیرہ گناہون سے پرہیز کرنیوالونکو دینا چاہیے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر شیعون پر وقف کرے تو یہ امامیہ اور جارودیہ ہین نہ اِنکے سوا زیدیہ کے سارے فرقون مین سے اور اگر کسی موقوف علیہ پر کسی نسبت سے وقف کرے تو اُسمین وہ سب جن جن پر وہ نسبت بولی جاتی ہوگی داخل ہونگے بس اگر امامیہ پر وقف کرے تو اثنا عشریہ کے کے لیے ہے اور اگر زیدیہ پر وقف کرے تو یہ وقف اُن لوگون کے لیے ہے جو زید بن علی بن حسین علیہما السّلام کے امام ہونے کے قائل ہین اور اگر اُس نسبت کو باپ کی طرف کی نسبت سے متعلق کرے تو وقف اُسکے لیے ہوگا جو باپ کی طرف سے اُس نسبت مین منسوب ہوگا جیسے ہاشمی کہ ہاشم کیطرف منسوب ہین کہ وہ ابوطالب اور حارث اور عباس اور ابولہب کی اولاد ہین اور اگر طالبیون پر وقف کرے تو وہ ابوطالب کی اولاد کے لیے ہے اور اِسمین شریک ہونگے مرد اور عورتین کہ باپ کی طرف سے اُس نسبت مین عرف اور عادت کی رو سے منسوب ہوتے ہین اور بیٹی کی اولاد کو عادت مین اولاد نہین کہتے ہین اور اِسمین علما نے اختلاف کیا ہے اور اگر پڑوسیون پر وقف کرے تو اُسمین وہ لوگ داخل ہونگے جنھین عرف مین پڑوسی کہین گے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسمین وہ لوگ داخل ہونگے جن جن کا گھر وقف کرنیوالے کے گھر سے چالیس گز تک پر ہو اور یہی خوب ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسمین ہر طرف سے چالیس چالیس گھر تک کے لوگ داخل ہین اور یہ قول مطروح ہے یعنی متروک ہے اور اِسپر عمل نہین کیا گیا ہے اور اگر کسی مصلحت پر وقف

کرے جیسے فرش مسجد پر اور وہ مسجد گر جائے تو اُسے نیک کاموں مین صرف کرنا چاہیے اور اگر نیک کاموں پر وقف کرے اور مطلق رکھے اور وہ کام معین نکرے تو اُسے محتاجوں اور مسکینوں کی اعانت مین صرف کرینگے اور اُس ہر مصلحت مین خرچ کرینگے جس سے خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے اور اگر بنی تمیم پر وقف کرے تو صحیح ہے اور اُسے اُن لوگون پر صرف کرے جو اُنمین کے موجود ہونگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وقف صحیح نہین اسلیے کہ وہ لوگ نامعلوم ہین اور پہلا قول مذہب حق ہے اسلیے کہ وہ لوگ بھی مسلمانون کے مانند ہین پھیلنے مین اور نامحصور ہونے مین جس طرح کہ مسلمانون پر وقف کرنا صحیح ہے اور بعضے مسلمانون کی طرف صرف کرتے ہین اسیطرح یہان بھی کرسکتے ہین اور اگر کوئی مالک کسی ذمی کافر پر وقف کرے تو جائز ہے اسلیے کہ وقف مالک کرتا ہے اور مثل منفعت کے مباح کرینگے ہو اور اِن دو نسبتون سے اہل ذمہ کو نسبت دینا ممنوع نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ وقف مین خدا کی قربت کی نیت معتبر ہے اور کفار سے مراعات مین گو ذمی بھی ہو کوئی تقرب نہین مگر جبکہ ذمی واقف کا باپ مان ہو تو جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرابت دار ذمیون پر وقف کرنا جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اسیطرح مرتد پر یعنی ملی مرتد پر کہ جسکے مان باپ دونون مسلمان نہون اور اپنی ذات سے مسلمان ہوا ہو اور پھر مرتد ہو گیا ہو اور مرتدہ عورت پر خواہ فطری مرتدہ ہو وقف کرنا جائز ہے اسلیے کہ انکی توبہ حاکم شرع کے نزدیک قبول ہوتی ہے برخلاف مرتد فطری کے کہ اُسپر قتل کا حکم ہو جاتا ہے اور وہ کسی مال کا مالک نہین رہتا ہے بلکہ اُسکی ملک اُسکے وارثون سے متعلق ہو جاتی ہو ہرچند کہ خدا کے نزدیک اُسکی توبہ قبول ہو اور حربی کافر مین تردد ہے اشبہ یہی ہے کہ کافر حربی پر وقف کرنا جائز نہین اور اگر کسی چیز کو وقف کرے اور اُسکے مصرف کو بیان نہ کرے تو وہ وقف باطل ہے اور یہی حکم ہے اگر غیر معین پر وقف کرے جیسے اسطرح پر کہے کہ وقف کیا مین نے اس چیز کو زید اور بکر مین سے ایک شخص پر یا ائمہ علیہم السلام کے دو مشہدون مین سے ایک پر یا دو جماعتون مین سے ایک پر تو ان سب صورتون مین وقف باطل ہے اور اگر کوئی اپنی اولاد یا اپنے بھائیون پر یا اپنے رشتہ دارون پر وقف کرے اور مطلق چھوڑ دے اور معین نکرے تو اُن موقوف علیہم کی عورتین اور مرد شریک اُسمین سب ہونگے اور نزدیک اور دور کے سب تقسیم مین برابر ہونگے مگر جبکہ وقف کرنے والا

کوئی ترتیب یا خصوصیت یا فضیلت بعض کی بعض پر ذکر کر دے تو اُس صورت مین اُسکے موافق تقسیم ہوگی اور اگر کسی ملک کو کوئی شخص اپنے ماموؤن اور چچاؤن پر وقف کرے تو وہ سب ہمین برابر بانٹ لین گے اور جب کوئی اپنے بہت قریب کے قرابت دارون پر کوئی چیز وقف کرے اور وہ اقرب قرابت دار اُسکے باپ مان اور اولاد ہین اور کتنا ہی نیچے کو جائین یعنے اولاد کی اولاد وغیرہ ہون پھر اور کسیکو اُسکے عزیزون مین سے کچھ نہ ملیگا جبتک یہ لوگ معدوم نہو جائین گے اور جب یہ لوگ نرہین گے تو دادون کو اور بھائیون کو کتنا ہی اوپر کی طرف جائین پہونچیگا اور جب یہ بھی نرہین گے تو وقف کے چچاؤن کو اور ماموؤن کو ملیگا میراث والی ترتیب پر کہ آگے انشاء اللہ تعالی بیان ہوگی لیکن وقف کی تقسیم مین برابر پائین گے مگر جب کہ وقف کرنیوالے نے بعض کی تفضیل کی شرط بعض پر کر دی ہوگی تو اُسکے موافق پائیگا چوتھی قسم وقف کی شرطون کے بیان مین ہے اور وہ چار ہین دوام ہے اور تنجیز ہے یعنی کسی ایسی شرط پر معلق نکرے کہ واقع ہونے نہونے کا جسمین احتمال ہو جیسے سفر سے زید کے پھر آنے کی شرط ہے اور قبضے مین دیدینا اور اپنے قبضے سے نکالڈالنا بس اگر کوئی کسی ملک کو ایک معین مدت تک کے لیے وقف کرے تو باطل ہے اور اسیطرح اگر معلق کرے وقف کو ایسی صفت پر کہ جسکا ہونا متوقع ہو اور اُسوقت موجود نہو جیسے مہینے کے تمام ہونے پر تو یہ وقف صحیح نہین اور اسیطرح اگر وقف کرے ایسے شخص پر جو غالبا گزر جاتا ہے جیسے زید پر پھر اُسی پر چپ ہو رہے اور آگے کو وقف کا مصرف نہ بیان کرے یا چند پشتون پر اُسکے جاری کرے پھر مصرف آیندہ کو بیان نکرے تو بعضے فقہا اس وقف کو باطل کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جن لوگون کا نام لیا ہے اُنکے گزرنے تک وقف کا جاری رکھنا واجب ہے اور یہی اشبہ ہے اور جبکہ یہ لوگ گزر جائین گے تو وقف کرنیوالے کے وارثون سے متعلق ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ وقف کیا مین نے اُس چیز کو جبکہ شروع مہینا آئے یا زید سفر سے ہو کر اپنے گھر پہونچے تو یہ وقف صحیح نہین اسلیے کہ اُسنے شرطا اور صفت پر اِس وقف کو معلق کیا ہے مگر جبکہ شرط واقع اور متحقق ہوا اور وقف کرنیوالا اُسکے تحقق سے واقف ہو جیسے کہے کہ اگر آج جمعہ کا دن ہے تو مین نے اس کتاب کو وقف کیا اور یہ خوب جانتا ہو کہ آج جمعہ ہی کا دن ہے تو یہ وقف صحیح ہے جیسا کہ بعضے فقہا نے کہا ہے اور وقف کی صحت مین قبضہ بھی شرط ہے

پھر اگر وقف کرے اور مرجائے اور موقوف علیہم کے یا متولی کے قبضے مین موقوف چیز کو نہ دیا ہو تو ردد
چیز جسے وقف کرکے مرا ہے میراث ہوجائیگی اور اگر اپنے نابالغ چھوٹے چھوٹے بچون پر وقف کرے
تو خود اُسکا قبضہ انکا قبضہ ہوگا اسلیے کہ اُن بچون کا یہی ولی ہے اور یہی حکم نابالغون کے لیے وقف
کے قبضے مین دادے کے قبضے کا ہے اور وصی کے قبضے مین تردد ہے اور اظہر یہ ہے کہ صحیح یہی
ہے اور اگر کسی ملک کو اپنی ذات پر وقف کرے تو صحیح نہین ہے اور اسیطرح اگر وقف کرے اپنی
ذات پر پھر اپنے سوا پر تو بھی صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ خود اُسکے حق مین وقف باطل ہوجائیگا
اور غیر کے حق مین صحیح ہوگا مگر پہلا قول اشبہ ہے اور اسیطرح اگر وقف غیر پر کرے اور اصل موقوف
سے اپنے قرضون کے ادا کرنے کی بھی شرط کرے یا اپنے کھانے کپڑے کی بھی شرط کرے تو یہ وقف
صحیح نہین لیکن اگر فقیرون پر وقف کرے اور بعد اسکے خود بھی فقیر ہوجائے یا فقہا پر وقف کرے
اور اسکے بعد خود بھی فقیہ ہوجائے تو جائز ہے کہ انتفاع مین اُن لوگون کا شریک ہوجائے
اور اگر وقف کرے اور یہ شرط کرے کہ جب محتاج ہوجائے گا تو اُسکو پھر اپنی ملک مین لے آئیگا
تو شرط صحیح ہے اور وقف باطل ہوجائیگا اور حاجت کے وقت پھر وقف کرنیوالے کیطرف پھر آئیگا
اور اسے حبس کہین گے نہ وقف کہ وقف کی عبارت سے تعبیر کی ہے اور اُسکے بعد اُسکے وارثون
سے تعلق کریگا اور اگر وقف مین شرط کرے کہ موقوف علیہم مین سے جسے چاہیگا نکال ڈالیگا تو وقف
باطل ہوجائے گا اور اگر وقف کرے اور شرط کرے موقوف علیہم کے ساتھ داخل کرنے کو انکی اُس
اولاد کو جو پیدا ہوگی تو صحیح ہے خواہ یہ وقف اپنی اولاد پر یا غیر پر ہو لیکن اگر وقف کرنے کے وقت
شرط کرے کہ موقوف کو موقوف علیہم سے نقل کرکے اُن لوگون کو دیگا کہ بعد اُنکے بہم ہونگے تو جائز
نہین اور وقف باطل ہوجائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب اپنے نابالغ چھوٹے بچون پر کسی
چیز کو وقف کرے اور بعد اسکے اَور ون کو اُنکے ساتھ شریک کردے تو جائز ہے گو وقف کرنیکے
وقت اُنکے داخل کرنے کی شرط نہ کی ہو اور یہ قول معتمد نہین ہے اور موقوف علیہ کے پہلے طبقے
مین قبضہ اور تصرف معتبر ہے اور باقی طبقون مین قبضہ شرط نہین ہے اور اگر فقرا پر یا فقہا پر
وقف کرے تو ضرور ہے کہ قبضہ کرنے کے لیے کوئی داروغہ یا محافظ مقرر کرے اسلیے کہ سارے
فقراء اور فقہا کا قبضہ کرنا مشکل ہے اور اگر کسی مصلحت کے لیے وقف کیا ہو جیسے پُل کا بنانا

یا مسجدون کا بنانا ہے تو اسمین وقف کا واقع کرنا کافی ہے اور قبول شرط نہین اور قبضہ کرنا اُس کام کے وارو غیرہ سے تعلق رکھتا ہی اور اگر کسی مسجد کو وقف کرے تو وقف لازم ہوجائیگا اگر ایک شخص نے بھی نماز پڑھ لی ہوگی اور اگر کسی مقبرے کو وقف کرے تو وقف لازم ہوجائے گا اگر اسمین ایک مردہ بھی دفن ہوجائیگا اور اگر لوگون کو مسجد مین نماز پڑھنے کی اور دفن کرنے کی اجازت دے اور وقف کے لفظ کا تلفظ نہ کرے تو وہ مسجد اُسکی ملک سے باہر نہوگی اور اسیطرح اگر وقف کے لفظ کا تلفظ کرے اور قبضہ نہ دے تو بھی اُسکی ملک سے باہر نہوگی تیسری شرط لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ وقف ملک مین موقوف علیہ کیطرف منتقل ہوجاتا ہے اسلیے کہ ملک کا فائدہ وقف مین موجود ہے اور بیع ناجائز ہونے سے موقوف علیہم کی ملکیت سے نکل نجائے گا جسطرح ام ولد اپنے مالک کی ملک مین ہے اور لڑکے کے بہم ہونے سے بیع اُسکی جائز نہین اور بعضی صورتون مین وقف کا بیچنا بھی جائز ہے جیسا کہ منہدم ہونے وغیرہ کے وقت مین ہے بس اگر کوئی غلام مین کے مشترک حصے کو وقف کرے اور اسکے بعد اُسی حصے کو آزاد کردے تو یہ عتق صحیح نہین اسلیے کہ وقف کے سبب سے اپنے آقا کی ملک سے نکل گیا ہے اور اگر موقوف علیہ غلام کے اُس حصے کو آزاد کرے تو بھی جائز نہین اسلیے کہ وقف سے پشتون کا حق متعلق ہوتا ہی اور اُسکی ملکیت موقوف علیہ خاص مین منحصر نہین ہے کہ وہ آزاد کرسکے اور اگر دوسرا شریک اُس غلام مین کے اپنے حصے کو آزاد کرے تو اُسی حصے مین عتق جاری ہوگا اور وقف مین سرایت نکریگا اسلیے کہ اُس حصے مین مباشرت عتق کی ہوتی نہین کہ عتق کے لیے اقوی سبب ہے پھر اسی طریق سے سرایت عتق وقف سے متعلق نہوگی کیونکہ ضعیف سبب ہی اور اگر یہ کہا جائے کہ موقوف موقوف علیہ کی ملک ہوجاتا ہے تو چاہیے کہ شریک کے حصے کی آزادی سارے غلام کی آزادی مین سرایت کرے اسلیے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو بندے کے کسی حصے کو آزاد کرے اور مالدار ہو تو آزادی اُس غلام مین سرایت کرجائیگی اور باقی حصے کی قیمت انکو ائین گے اور شریک اپنا حصہ بھی اُسی سے لے لین گے بس چاہیے کہ موقوف علیہ کہ وقف کے حصے کے مالک ہین اپنے حصے کی بھی قیمت اُس آزاد کرنے والے شریک سے لے لین اور یہ جو کہا گیا ہے کہ مباشرت عتق کی اُس حصے سے متعلق نہین ہوتی ہی

کہ آزادی حاصل ہونے کا قوی سبب ہو بس چاہیے کہ سرایت سے بھی آزاد نہو اسلیے کہ ضعیف سبب ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ سبب قوی مین مانع بھی قوی ہے اور وہی موجود شخصون مین مالک کا منحصر نہونا ہے اور شریکون کا حق بھی اسمین متعلق ہے اور سرایت مین کوئی مانع نہین اسلیے کہ شرع شریف کی روسے رقیت یعنی بندہ ہونے کا ابطال ہوا ہے پھر باقی قسمون مین بھی آزادی سرایت کریگی اور شریکون کے حصون کو اسی آزاد کرنیوالے سے لینا چاہیے اسلیے کہ وہی انکے حق کے ضایع کرنے کا باعث ہوا ہے اور اسمین تردد ہے اردو مترجم کہتا ہے کہ یقین ہے مصنف علیہ الرحمہ نے تردد کی طرف دونون مذہبون کی دلیلین بیان کرکے رجوع فرمائی ہو دوسرا مسئلہ جب کوئی کسی غلام کو وقف کرے تو اسکے خرچ کا تعلق اسکی کمائی سے ہوجاتا ہے خواہ شرط کردی ہو خواہ نکی ہو اور اگر وہ غلام اپنے خرچ بھر کے کمانے سے عاجز ہو تو موقوف علیہم پر واجب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ دونون صورتون مین موقوف علیہم پر واجب ہے تو اشبہ ہوگا اسلیے کہ مملوک کا نفقہ مالک پر ہوا کرتا ہے خواہ کمانے پر قادر ہو خواہ نہو اور اگر وہ غلام زمین گیر ہوجائے اور حرکت پر قادر نرہے تو ہمارے مذہب مین وہ آزاد ہوجاتا ہے پھر اسپر سے خدمت ساقط ہوجاتی ہے اور آقا کے ذمے سے اسکا روٹی کپڑا ساقط ہوجاتا ہے مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے کہا ہے کہ یہی حکم ہے جب کوئی غلام اندھا ہوجائے یا اسے جذام ہوجائے اور اس صورت مین اگر کوئی اسے روٹی کپڑا ندے تو مسلمانون پر اسکا روٹی کپڑا دینا واجب ہے اور ان سارے مسلمانون مین سے موقوف علیہم بھی ہین تیسرا مسئلہ اگر وقف کیا ہو غلام عمداً کوئی جنایت کرے تو اس سے قصاص لینا واجب ہے اور اگر وہ جنایت قتل سے کم ہو جیسے کسی کا کان اسنے کاٹ لیا ہو تو اس وقفی غلام کا بھی کان کاٹ لینگے اور جنایت بھر غلام مین سے کم ہوگا اور باقی وقف رہیگا اور اگر اس وقفی غلام نے کسی کو مار ڈالا ہوگا تو اسے بھی قتل کرینگے اور وقف باطل ہوجائیگا اور جسپر اسنے جنایت کی ہے اسے جنایت کے عوض مین اپنا غلام بنانا نہین پہونچتا ہے اور اگر وہ قتل خطا سے ہو تو اسکی دیت کا تعلق موقوف علیہ کے مال سے ہوگا اسلیے کہ جنایت کے حق کا وصول کرنا اس غلام کے بیچنے وغیرہ سے نہین ہوسکتا ہے اسلیے کہ وقف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس بندے کی کمائی سے دیت متعلق ہوگی اور وہ آپ بہم پہونچا کر جسپر جنایت کی ہے اسے ادا کردیگا اسلیے کہ ایسا آقا غلام کے ذمہ کی دیت کا دینے والا

نہین کہ اُس سے دیت لین اور جنایت کو بھی خارج نہین کرسکتے ہین اور کوئی راہ اُس غلام کے آزاد
کرنے کی بھی نہین ہے اسلیے کہ وہ غلام وقفی ہے بس اُس غلام کے آزاد ہونے تک منتظر رہین گے
کہ جب وہ غلام آزاد ہو گا تو دیت کو کما کر بھر دے گا **چوتھا مسئلہ** جو کوئی کسی چیز
کو خدا راہ مین وقف کرے تو یہ اُن کامون کی طرف منصرف ہو گا وہ پھرے گا
کہ جسمین ثواب حاصل ہوتا ہے جیسے غازی لوگ ہین اور حج اور عمرہ ہے اور مسجدونکا اور پلون کا
بنانا ہے اور یہی حکم اُس وقف کا ہے جسکا وقف کرنیوالا یہ کہے کہ مین نے اس چیز کو خدا کی راہ مین یا ثواب
کی راہ مین یا نیک راہ مین وقف کیا ہے اور ان تینون عبارتون کا مفاد ایک ہی ہے اور
وقف کے فائدے کو اُن تینون پر تین حصے کرنا واجب نہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ اس وقف
کے فائدے کے تین حصے کرنے کے وجوب پر کوئی ایسی دلیل نہین ہے جو لفظ کے عرفی اور
لغوی معنی لینے کی مانع ہو اور اسمین شیخ علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور وہ کہتے ہین کہ تین حصے
کرینگے کہ وہ مطوعہ سپاہ اور حج اور عمرے سے مختص ہین اور ابن حمزہ کہتے ہین کہ ایسے وقفون کے محاصل
مجاہد لوگون سے مختص ہین اور یہ دونون قول لفظ کے عرفی لغوی کے مفہوم کے منافی ہین
اسلیے کہ خدا راہ یا نیک راہ وغیرہ کہنا فقط انہین سے تخصیص کو مقتضی نہین ہے **پانچوان مسئلہ** جس
کسی کے اعلیٰ درجے کے اور ادنیٰ درجے کے مولا ہون کہ جنھون نے اُسے آزاد کیا ہے اور یہ
شخص کسی چیز کو اپنے مولاؤن پر وقف کرے پھر اگر معلوم ہو جائے کہ اسنے دونون مولا سے
فلان مولا کا ارادہ کیا ہے تو وقف اُسی مین صرف ہو گا اور نہین تو دونون مین مشترک
رہیگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ یہ قول مصنف علیہ الرحمۃ کا اس مسئلے مین مذہب مشہور کے موافق
ہے جیسا کہ دروس مین ہے اور مبنی اس امر پر ہے کہ مشترک لفظی کے کئی معنون کا ساتھ ہی
ایک استعمال مین ارادہ کرنا جائز ہے اور مولا کا لفظ اشتراک لفظی سے دو معنون پر بولا جاتا
ہے ایک اطلاق اُن لوگون پر ہے کہ جنکی طرف اس عتق کے ولاء منتہی ہوئی ہے اور انہین اعلیٰ مولی
کہتے ہین اور اس غلام کے مولا پر اطلاق ہے کہ جسکے آقا نے اُسے آزاد کیا ہے اور جسکی طرف یہ ولا
پہونچی ہے اور اسے سافل یعنی ادنی درجے کا مولا کہتے ہین **چھٹا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی چیز کو اپنی
اپنی اولاد کی اولاد پر وقف کرے تو اُسمین بیٹون اور بیٹیون کی اولاد کے مرد اور عورت سب

کسی فضیلت کے داخل اور شریک ہونگے اور اگر اپنی اولاد پر وقف کرے تو ہمین اُسی کی صلبی
اولاد داخل ہوگی اور اولاد کی اولاد نہ داخل ہوگی اور بعضے فقہا کہتے ہین بلکہ سبکے سب داخل
ہونگے اور پہلا قول اظہر ہے اِسلیے کہ ولد ولد یعنی بیٹے کا بیٹا ولد یعنی بیٹے کے کہنے سے سمجھ مین
نہین آتا ہے اور اگر یہ کہے کہ مین نے اس چیز کو اپنی اولاد پر اور اُس اولاد کی اولاد پر وقف
کیا ہے تو دونون پشتون کو شامل ہوگی اُردو مترجم کہتا ہے کہ ان دو پشتون سے بڑھکر
نیچے والی پشت پر شامل ہونے کے لیے کوئی قرینہ ضرور ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالا یہ کہے
کہ مین نے اس چیز کو اپنی اولاد پر وقف کیا ہے اور جب وہ گزر جائے اور اُس اولاد کی اولاد
بھی گزر جائے تو فقیرون پر ہے تو یہ وقف اُسکی اولاد کے لیے ہے اور جب یہ لوگ گزر جاینگے
تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس وقف کو اُسکی اولاد کی اولاد کی طرف صرف کرین اور جب وہ
گزر جائینگے تو فقراء کی طرف صرف کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اولاد کی اولاد کیطرف اس وقف کو
صرف نکرینگے اِسلیے کہ یہ وقف اُنھین شامل نہین ہے مگر فقراء کی طرف اس وقف کے صرف
کرنے مین اُنکے گزر جانے کی شرط ہے اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بعضے محشی
کہتے ہین کہ وقف کی اس عبارت کو صراحت سے اولاد کی اولاد کے داخل ہونے پر نہ مطابقی
دلالت ہے اور نہ تضمنی اور نہ التزامی دلالت ہے اِسلیے کہ اُنکے انقراض کی شرط مین اور اُنپر
وقف ہونے مین کوئی طرح کا التزام بھی نہین اور اگر یہ التزام ہوتا تو ضرور یہ اولاد کی اولاد
کے ساتھ وقف مین شریک ہونے کا مقتضی ہوتا اور اُنکی ترتیب کا مقتضی نہوتا کہ پہلے اولاد
گزر لے تو پھر اولاد کی اولاد کو پہونچے مگر مخالف مقابل اِسکو مانے گا اور وقف مین جنکو دوام
کا اعتبار قرینہ ایسی چیز کا نہین ہوسکتا ہے جو لفظ سے سمجھ مین نہین آتی ہے اور گزر جانے
کی شرط کر لینا اُنکے ذکر کے فائدے مین کفایت کرتا ہے اور اولاد کے انقراض پر اُنکے انقراض
کو عطف کرنے سے اُنکے داخل کرنے کے لیے کوئی دلالت نہین ہے بلکہ اصل عدم سے یہان
استدلال لائی جاسکتی ہے **ساتوان مسئلہ** جب کوئی شخص کسی مسجد کو وقف کرے اور وہ
گر پڑے اور وہ قریہ اور محلہ بھی ویران ہو جائے تو بھی وقف کرنیوالے کی طرف ملک عود
نہ کریگی اور وہ خالی زمین بطور میدان وقف سے باہر نہو جائے گا اور اگر کوئی کفن کبھی مردے پر

وقف کرے اور وہ نسلے تو کفن وارثون کی ملک ہو جائیگا **آٹھوان مسئلہ** اگر کوئی وقفی گھر گر جائیگا تو اُسکی زمین وقف سے باہر نہوگی اور اُسکا بیچنا بھی جائز نہوگا **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ اہل سنت کے خلاف پر مصنف علیہ الرحمہ نے تنبیہ کی ہے کہ وقفی گرے گھر کی بیع جائز نہین اور اہل سنت کہتے ہین کہ جب وقفی گھر یا مسجد گر پڑے اور پھر نہ بن سکے تو اُسکا بیچڈالنا جائز ہے - اور اگر موقوف علیہم یعنی جنپر وقف ہو اُنمین ایسا اختلاف واقع ہو کہ جس سے وقف کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو وقفی چیز کا بیچڈالنا جائز ہے اور اگر اختلاف بھی اُنمین واقع نہوا اور وقف کے خراب ہو جانیکا بھی ڈر نہو بلکہ وقف کا بیچڈالنا اُنکے لیے زیادہ مفید ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایسی صورت مین وقف کا بیچڈالنا جائز ہے اور بیع کا جائز نہونا موجہ ہے اور اگر وقفی کوئی درخت اُکھڑ جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا بیچڈالنا جائز ہے کہ اُس سے انتفاع بے بیع کے متعذر ہے **اُردو مترجم** کہتا ہے کہ اِس قول کے قائل شیخ علیہ الرحمہ خلاف وغیرہ مین ہین - اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس اُکھڑے درخت کا بیچنا جائز نہین کہ اُس سے انتفاع چھت وغیرہ بنانے اور کرائے پر دینے سے ممکن ہے اور یہی قول اشبہ ہے **نوان مسئلہ** جب پہلا بطن یعنی پشت ایک مدت کے لیے اپنے اوپر کی وقفی چیز کو اجارہ دے اور اُسی اجارے کی مدت کے اندر وہ بطن یعنی پشت گزر جائے پھر اگر اُس امر کے قائل ہو جائین کہ موت اجارے کی مبطل ہوتی ہے تو تو اجارے کے باطل ہو جانے مین کوئی کلام ہی نہین رہا اور اگر اِس امر کے قائل ہون کہ مرنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے پھر بیان آیا باطل ہوگا اور اِسمین تردد ہے اور اظہر بطلان ہے اِسلیے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مدت موجر لوگونکی نہین کہ وہ گزر گئے ہین تو اب دوسری پشت کو اِس اجارے کے فسخ مین اور باقی رکھنے مین اختیار ہے اور مستاجر باقی مدت کے معاوضے کو پہلے لوگون کے ترکے سے وصول کریگا **دسوان مسئلہ** جب کوئی فقیرون پر وقف کرے تو یہ وقف شہر بھر کے فقیرون کی طرف صرف ہوگا اور جو فقیر کہ اُسمین موجود ہوگا اور یہی حکم ہے جب علوی لوگون پر کوئی وقف کرے تو یہ وقف موجود لوگون کی طرف پھریگا اور جو وہان نہ موجود ہو اُسکا ڈھونڈھنا مشقت کے سبب سے واجب نہین ہے اور وقفی لونڈی سے موقوف علیہ کو ہمبستری جائز نہین اِسلیے کہ وہ لونڈی اُسیکی ملکیت سے خصوصیت نہین رکھتی ہے اور اگر

موقوف علیہ اس سے لڑکا جنوائیگا تو وہ لڑکا حر یعنی آزاد شخص ہوگا کسی کا بندہ نہوگا اور اسکی
قیمت بھی اس موقوف علیہ پر نہین ہے اسلیے کہ آپ اپنے کو تاوان دینا واجب نہین اور آیا
وہ لونڈی ام ولد ہو جائیگی یعنی ام ولد کے حکم مین آجائے گی بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان اسکے
حکم مین ہوجائے گی یعنی ام ولد ہو جائے گی اور اگر اسکے ترکے سے اسکی قیمت اسکے بعد کی بطنون
کے لیے لیجائے گی تو اسکے مرنے سے وہ آزاد ہو جائیگی اور اسمین تردد ہے اور وقفی لونڈی
کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسکا مہر وقف کے موجود لوگون کے لیے ہے اسلیے کہ اس نکاح مین
فائدہ ہے جیسے وقفی گھر کے اجارے مین فائدہ ہوتا ہے اور اسی طرح لڑکا اسکے پیٹ کا اسکی ذات
سے جبکہ کسی بندے سے اسکا عقد کرین یا حرامکاری سے پیدا ہوا اور اس لڑکے سے وہ نسبت
مختص ہو گی جو اسکے ساتھ پیدا ہو گی اور اگر وہ لڑکا کسی آزاد شخص سے صحیح طور پر ہمبستر ہونے سے
پیدا ہوگا تو وہ لڑکا آزاد ہوگا مگر جبکہ عقد مین شرط کر لیا جائے کہ لڑکا غلام ہوگا تو بندہ ہوگا اور
اگر کوئی شخص وقفی لونڈی سے شبہے سے ہمبستر ہو تو وہ لڑکا آزاد ہوگا اور اسکے باپ کے ذمے
اس لڑکے کی قیمت وقف کے مالکون کو دیدینا ہے اور اگر وقف کرنیوالا اس وقفی لونڈی سے
ہمبستر ہو تو اسکا حکم بیگانہ شخص کی طرح پر ہے اسلیے کہ وقف کے سبب سے وہ اصل لونڈی اور اصل
اسکی منفعت اسکی ملک سے نکل چکی ہے لیکن **صدقہ** تو یہ ایک ایسا عقد ہے کہ جسمین ایجاب اور
قبول اور قبضے کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر اسپر بے مالک کی رضا کوئی قبضہ کر لے تو اسکی ملک
نہو جائے گا اور صدقے کی شرطون مین سے قربت کی نیت ہے اور صحیح مذہب پر قبضے کے دینے
کے بعد صدقے کو پھیر لینا جائز نہین اسلیے کہ صدقے کا مقصود ثواب ہوتا ہے اور وہ حاصل ہو چکا
پس وہی اسکے بدلے کے مثل مین ہے اور واجب صدقہ بنی ہاشم یعنی سادات پر حرام ہے مگر
ہاشمی کا صدقہ ہاشمی لیسکتا ہے یا اضطرار کے وقت مین غیر سید کا بھی صدقہ سید لیسکتا ہے
اور سادات کو سُنّتی صدقہ دینے مین کوئی مضایقہ اور ڈر نہین ہے **تین مسئلے** پہلا مسئلہ
قبضہ دینے کے بعد صدقہ پھیرنا جائز نہین خواہ عوض لیا ہو خواہ عوض نہ لیا ہو خواہ اپنے قرابتی
کو دیا ہو خواہ غیر کو دیا ہو اور یہی قول سب سے بڑھکر صحیح ہے دوسرا مسئلہ ذمی کافر کو صدقہ
دینا جائز ہے گو غیر بھی ہو اسلیے کہ منقول ہوا ہے کہ ہر جلتے کلیجے والے یعنی محتاج کے دینے مین

ثواب ہے اور حق تعالیٰ بھی قرآن میں فرما چکا ہے کہ یہ کلام جھوٹا نہیں ہے کہ تحقیق خدا منع نہیں کرتا ہے اُن لوگوں کے دینے میں جو تم سے تمہارے دین اسلام کی بابت نہیں لڑتے ہیں اور تیسرا مسئلہ چھپا کر صدقہ دینا کھلے دینے سے افضل ہے مگر جبکہ وہ شخص ایسا ہو کہ لوگ صدقہ نہ دینے کی تہمت کرنے لگیں تو اس وقت میں اس تہمت کے دور کرنے کے لئے ظاہر کر کے صدقہ دیگا ۔

کتاب سکنی و حبس

اِس کتاب میں سکنی یعنی سکونت کے بخشنے کا اور حبس یعنی مال کی [illegible] کا دوسرے شخص کے فائدے کے لیے بیان ہے اور یہ ایک عقد ہے کہ جو ایجاب اور قبول [illegible] کا محتاج ہوتا ہے اور اسکا فائدہ مالک کی ملک کے باقی رہنے کے ساتھ منفعت کے [illegible] پر کسیکو مسلط کرنا ہے اور اضافتوں کے مختلف ہونے سے اسکے ناموں میں بھی اختلاف [illegible] اور جب عمر کے لفظ سے مقترن ہوتا ہے تو عمری کہلاتا ہے اور جب کسی مدت سے مقترن ہوتا ہے تو رقبی کہلاتا ہے اور جب اسکان سے مقترن ہوتا ہے تو سکنی کہلاتا ہے اور اس عقد کی عبارت یہ ہے کہ کہے اسکنتک یعنی میں نے تجھے اس مکان یا اس زمین رکھدیا اور اگر [illegible] تو کہے اعمرتک عمر یعنی میں نے تجھے یہ گھر اپنی یا تیری عمر بھر کو دیا ہے اور اگر کسی مدت [illegible] تو رقبتک شہرا عاماً یعنی یہ گھر میں نے تجھے دس برس کی مدت بھر کے رہنے کو دیا ہے اور یہ عبارت [illegible] بولی جاتی ہے اور قبضے سے یہ عقد لازم ہو جاتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ لازم نہیں ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ اگر قربت کا قصد کریگا تو قبضے کے بعد لازم ہو جائیگا اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اگر یہ کہے کہ تیرے لیے اس مکان میں تیری زندگی بھر کے رہنے کو میں نے بخشا تو جائز ہے اور جب وہ مرجائے گا تو رکھنے والے کی طرف پھر آئیگا اور یہی قول اشبہ ہے اور جب کہدے کہ جب تو مرجائے گا تو میری طرف پھر آئے گا تو بیشک یقینی وہ گھر یا زمین اُسکی طرف پھر آئیگی اور اگر یہ کہے کہ میں نے عمر بھر کو یہ گھر تجھے اور تیری اولاد کے رہنے کو دیا ہے تو بھی عمری ہوگا اور رہنے والے کی ملکیت سے متعلق نہوگا بلکہ اُسکے اور اُسکی اولاد کے گزرنے کے بعد مالک ہی کی ملکیت کا اور خالی سکونت اُس رہنے والے سے متعلق اشبہ پر ہوگی یعنی اصل تو ہمیشہ مالک کی ملک پر رہے گی

اور منفعت کی ملکیت عمر او ر مدت کے مطابق معمر سے متعلق ہو گی اور جب اس رہنے کی بخشش مین کوئی مدت معین کر دے تو وہ مدت گذرنے سے لازم ہو جائیگی تو اسمین رجوع جائز نہو گی اور یہی حکم ہے جب مالک اپنی عمر بھر کو دے تو بھی منفعت نہ پھریگی گو معمر یعنے رہنے والا مرجائے ہان مالک کے مرنے کے بعد اسکے وارثون کی طرف پھر آئیگی اور اگر رہنے والے کی عمر سے مقترن کرے اور وہ مرجائے تو اسکے وارثون کے لیے کچھ نہیں ہے اور مالک کی طرف پھر آئے گی اور اگر مدت کو اور اسے معین نکرے تو اس صورت مین مالک جب چاہے پھیر لے اور نکال باہر کرے اور جس چیز کا گھر وغیرہ مین سے وقف کرنا صحیح ہے اسکا عمرہ وغیرہ بھی کرنا صحیح ہے اور عقد عمری بیع سے باطل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس معمر کی عمر کا پورا کرلینا واجب ہے اور سکنی کا اطلاق اس شخص کے اور اسکے اہل وعیال کے رہنے کو مقتضی ہے اور کسی غیر کا رکھنا جائز نہیں مگر جب اسکی شرط کریگا تو جائز ہے اور اسیطرح سکنی کی چیز کا کرایہ چلانا جائز نہیں جسطرح کسی غیر کا رکھنا جائز نہیں مگر جب مالک اجازت دیدے تو جائز ہے اور جب کوئی اپنے کو راہ خدا مین یا اپنے غلام کو کعبے یا کسی مسجد کی خدمت مین حبس کرے تو یہ عقد لازم ہو جائیگا اور اس اصل کے باقی رہنے تک اسکا بدل ڈالنا جائز نہو گا اور اگر کسی چیز کو کسی شخص پر حبس کرے اور مدت معین نکرے اور حبس کرنیوالا مرجائے تو وہ چیز میراث ہو جائیگی اور اسیطرح جب مدت معین کرے اور وہ مدت گزر جائے اور مدت کے اندر حبس کرنیوالا مرجائے تو بھی مدت گزرنے کے بعد وہ چیز میراث ہو جائیگی اور اسکے وارثون کا حق ہو گی۔

کتاب الہبات

یہ کتاب ہباؤن یعنے بخششون کے بیان مین ہے اور نظر ہبہ کی حقیقت اور اسکے حکمون مین ہے پہلی نظر ہبہ کی حقیقت مین ہے اور یہ ایک ایسا عقد ہے کہ جو اصل چیز پر بے عوض کے اور بے قربت کے فوری مالک کر دینے کو مقتضی ہے اور کبھی اسے نحلہ اور عطیہ یعنی دینا کہتے ہین اور اسمین ایجاب اور قبول اور قبضے کی احتیاج پڑتی ہے بس ایجاب کے لیے جو لفظ اس قصد پر دلالت کرے وہ کفایت کرتی ہے جیسے وہبتک یا ملکتک یعنی مین نے تجھے یہ چیز دیدی یا مین نے تجھے اسکا مالک کر دیا اور یہ عقد ایسے بالغ عاقل سے کہ جس کا تصرف اسکے مال پر جائز ہوا کرتا ہے

صحیح ہوگا اور اگر کسی غیر کے ذمے کے دین کو کسی اور شخص کو دیندار کے سوا بخشے تو صحیح نہین اور
یہی قول اشبہ ہے اسلیے کہ ہبہ کی شرط قبضہ ہے وہ یہان متحقق نہین اور اگر جسکے ذمے ہے اُسکو
بخشے تو جائز ہے اور یہ ابراء ہو جائے گا اور ابراء مین صحیح مذہب پر قبول کی شرط نہین ہے
اور جبتک قبضہ نہو اُسوقت تک ہبہ کا حکم اُسپر نکیا جائیگا اور اگر ہبہ کا اور قبضے کا اقرار کرے تو
اُسکے اقرار کے سبب سے ہبہ کا حکم جاری کر دیا جائیگا گو واہب یعنی دینے والے ہی کے قبضے
مین ہو اور اگر اُسکے بعد پھر منکر ہو جائے تو یہ انکار سُنا نجائیگا اور اگر ہبہ کرنے والا قبضہ دینے
سے پہلے اور ہبہ کے عقد کے واقع ہونے کے بعد مر جائے تو وہ موہوب یعنی دی چیز میراث
ہو جائیگی اور قبضے کی صحت مین واہب کی اجازت شرط ہے پھر اگر واہب کی بے اجازت
موہوب لہ یعنی جسے دی ہے اُس چیز پر قبضہ کرلے گا تو اُسکی طرف اُس چیز کی ملک منتقل نہوگی
اور اگر موہوب لہ کے پاس والی اپنی چیز کو اُسی کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور قبضے مین واہب
کی اجازت کی ضرورت نہ پڑیگی اور نہ اسکی ضرورت پڑیگی کہ اتنا زمانہ گزرے کہ اُسمین قبضہ کرنا
ممکن ہو اور اکثر اسیطرف بعضے علماء جاتے ہین اور یہی حکم ہے جب باپ یا دادا اپنے نابالغ بچے
پر کچھ ہبہ کرے تو یہ ہبہ محض عقد سے لازم ہو جاتی ہے اسلیے کہ ولی کا قبضہ اُسی کا قبضہ ہے
اور اگر باپ دادے کے سوا کوئی نابالغ کو کچھ دے خواہ اُسے ولایت ہو یا نہو تو اُسکے قبضے کا ہونا
ضرور ہے اور اس قبضے کا متولی ولی یا حاکم شرع ہوگا اور مشترک چیز کا ہبہ کرنا جائز ہے اور اُسکے
قبضے کا حال مشترک مبیع کے قبضے کی طرح پر ہے اور اگر کوئی شخص دو شخصونکو کوئی چیز دے
اور وہ دونون قبول کرلین اور قبضہ بھی کرلین تو اُن دونون مین کا ہر ایک جو اُسے ملا ہے
اُسکا مالک ہے پھر اگر ایک تو قبول کرے اور دوسرا قبول نکرے تو قابض کے حق مین ہبہ صحیح ہے
اور ہبہ مین بعضی اولاد کو بعضی اولاد پر کراہت کے ساتھ فضیلت دینا جائز ہے اور جب موہوب
پر موہوب لہ قبضہ کرلے اور وہ ہبہ مان یا باپ پر کی ہو تو اجماع کی روسے اس ہبہ سے پھر جانا
یعنی موہوب کا موہوب لہ سے پھیر مانگنا جائز نہین اور یہی حکم مان باپ کے سوا نسبی قرابت دارونکا
ہے اور اسمین اختلاف ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بہت سے فقہا کا مذہب یہی ہے کہ یہ ہبہ لازم
ہے اور رجوع اسمین جائز نہین کہ عقدون کی وفا کا حکم عام ہے اور اسلیے کہ موہوب لہ کی ملک موہوب پر

اجماع کی روسے مستتر ہوچکی ہے بس شیخ کا خلاف والا قول سید مرتضیٰ کے قول کی طرح پر ضعیف ہوگیا اور اگر موہوب لہ غیر شخص ہو تو واہب کو عین موہوب کے باقی رہنے تک پھیر لینا پہونچتا ہے اور اگر موہوب ضایع ہو جائے تو پھر رجوع ہبہ مین نہین پہونچتی ہے اور اسی طرح پر ہبہ بالعوض مین رجوع نہین ہے یعنی جس چیز کو کسی چیز کے بدلے مین دین پھر اُسکا پھیر مانگنا جائز نہین گو وہ کتنی ہی کم ہو اور آیا تصرف سے ہبہ لازم ہو جاتی ہے بعضے فقہا کہتے ہین ہان لازم ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم نہین ہوتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ اسمین کئی قول ہین اور اُنمین سے ایک قول یہ ہے کہ تصرف سے ہبہ لازم نہین ہوتی ہے اور اسی قول کو مصنف علیہ الرحمہ نے اور اُنسے پہلے سالار اور ابو صلاح نے اختیار کیا ہے اور ابن جنید کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تصرف کو مطلق ہبہ کے لازم کر دینے مین کوئی تاثیر نہین ہے بلکہ واہب کو فسخ کر ڈالنا جائز ہے اور یہ اطلاق جواز کا تصرف کے ساتھ ملک کی نقل کر دینے والے اور پھیرنے سے روکنے والے تصرفکو جیسے لونڈ یسے لڑکا جنوا لینے کو اور گیہوں کا آٹا پیسڈالنے وغیرہ کو شامل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہبہ تصرف سے لازم ہو جاتی ہے اور یہی مذہب شیخین اور ابن براج اور ابن ادریس اور بہت سے متاخرین کا ہے اور تیسرا قول تفصیل کا ہے یعنی اگر وہ تصرف ایسا ہے کہ جس سے وہ چیز اُسکی ملک سے نکلجاتی ہے یا اُسکی صورت بدلجاتی ہے جیسے کپڑے کا رنگ ڈالنا ہے اور لکڑی سے کچھ بڑھئی کا بناڈالنا ہے یا لونڈی سے ہمبستر ہوتا ہے تو ایسے تصرف سے ہبہ لازم ہو جاتی ہے اور اسکے سوا اگر وہ تصرف اِسطرح کا ہے جیسے سواری پر سوار ہونا ہے اور کپڑے کا پہننا ہے اور گھر کا رہنا وغیرہ استعمال ہے تو ایسے تصرفون سے ہبہ لازم نہین ہوتی ہے اور اِس تفصیل کے قول کے قائل ابن حمزہ اور شہید اول علیہ الرحمہ ہین اور ایک گروہ متاخرین کی ہے۔

اور نسبی قرابت دارون پر ہبہ کرنا مستحب ہے اور باپ بیٹے مین سنت موکدہ ہے اور جو چیز شوہر جورو کو دے اور جورو شوہر کو دے اُسمین رجوع یعنی اُس چیز کا پھیر لینا مکروہ ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جورو خاوند بھی نسبی قرابت دارون کا حکم ہبہ مین رکھتے ہین اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے اِسلیے کہ ہبہ مین مطلق رجوع جائز ہے اور صحیحہ محمد بن مسلم سے تخصیص

نکلتی ہے یعنی اُنمین جائز نہین توکراہت پر حمل کرنا اشبہ ٹھہرا دوسری نظر ہبہ کے حکمون مین ہے اور اُسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز دیڈالے اور اُسپر قبضہ بھی دیدے اور قبضہ دینے کے بعد کسی دوسرے شخص کے ہاتھ وہی دینے والا اُسی موہوب یعنی دی ہی چیز کو بیچ ڈالے پھر اگر وہ موہوب لہ یعنی جسے وہ چیز دی ہے اُس دینے والے کا نسبی رشتہ دار ہے تو یہ بیع درست نہین اور اگر غیر ہے اور اِس ہبہ کا کچھ عوض لیا ہی تو بھی یہ بیع صحیح نہین اور اگر غیر شخص ہے اور کچھ عوض بھی نہین لیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بیع باطل ہے اِسلیے کہ اُسنے ایسی چیز کو بیچا ہے جسکا وہ مالک نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ بیع صحیح ہی کہ اُسے رجوع یعنی اُسکا پھیر لینا پہونچتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر ہبہ فاسد طور پر واقع ہوئی ہو تو بیع ہر حال مین صحیح ہے اور یہی حکم ہے جو شخص اپنے مورث کے مالکو اُسکی زندگی کے یقین کے حال مین بیچڈالے اور وہ مرچکا ہو تو یہ بیع صحیح ہے اور یہی حکم ہے جو شخص اپنے غلام کو آزاد کردے اور پھر اُس غلام کے بخشنے کی وصیت کرے اور اِسکے بعد ظاہر ہو جائے کہ آزاد کرنا فاسد طور پر واقع ہوا تھا تو یہ وصیت اُسکے حق مین صحیح ہے دوسرا مسئلہ اگر قبضہ ہبہ کے واقع ہونے کے کچھ زمانے کے بعد ہو پھر جب سے قبضہ ہو گا اُسیوقت سے ملک کے منتقل ہونے کا حکم کیا جائے گا اور عقد کے وقت سے مِلک کے بدلنے کا حکم نہ کیا جائیگا اور وصیت کا یہ حکم نہین ہے اِسلیے کہ وصیت مین وصیت کرنیوالے کے مرنے کے ساتھ اور قبول کے ساتھ گو کچھ زمانے کے بعد ہو منتقل ہونے کا حکم کیا جائے گا تیسرا مسئلہ اگر کوئی واہب یعنی دینے والا کہے کہ مین نے ہبہ کیا اور قبضہ نہین دیا تو مقبول اُسی کا قول ہے اور موہوب لہ اگر قبضہ دینے کا دعوی کرتا ہو تو اُسے اُس سے قسم لینا پہونچتا ہے اور اِسیطرح اگر کوئی کہے کہ مین نے اِس چیز کو تجھے دیا اور مین نے تجھے اِس چیز کا مالک کیا پھر قبضہ دینے کا منکر ہو جائے تو اِس صورت مین بھی اُسی کا قول مقبول ہوگا اِسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ اُسنے اِن صیغون سے اپنے وہم کی خبر دی ہو — چوتھا مسئلہ جب کوئی شخص ہبہ مین رجوع کرے یعنی دی ہی چیز کو پھیر مانگے اور اُس چیز مین کوئی عیب پڑگیا ہو تو تفاوت قیمت نہین لے سکتا ہے اور اگر کوئی کمی زیادتی ہو جائے تو وہ واہب یعنی بخشنے والے کی ملک ہے اور اگر کوئی علٰحدہ ہونے والی زیادتی ہو جائے جیسے پھل ہے اور

بچہ ہے پھر اگر وہ نئی حاصل ہوئی ہے تو موہوب لہ کی ملک ہے اور اگر عقد کے وقت موجود تھی
تو واہب کی ملک ہے **پانچوان مسئلہ** جب کوئی کچھ ہبہ کرے اور مطلق رکھے یعنی عوض کی شرط
نہ لگائے تو ہبہ عوض کی شرط سے مشروط نہوگی پھر اگر موہوب لہ کچھ عوض دے تو پھر واہب کو ہبہ
مین رجوع کرنا یعنی پھیر مانگنا جائز نہین اور اگر عوض کی شرط کردے تو بھی صحیح ہے خواہ مطلق رکھے
خواہ معین کردے پھر جبتک وہ شرط کیا عوض موہوب لہ دے یگا اسوقت تک واہب کو ہبہ
مین رجوع پہونچتی ہے اور بے اندازے کے شرط مین موہوب لہ جو چاہے گا دیدیگا گو کتنا ہی تھوڑا سا
ہو اور قبضہ دیدینے پر واہب کو رجوع نہین جائز ہے اور شرط کی چیز دینے کو موہوب لہ پر جبر
نہ کیا جائیگا بلکہ اُسے اختیار ہے اور اگر ایسے حال مین وہ بخششی چیز ضایع ہو جائے یا اُسمین کوئی
عیب پڑجائے تو موہوب لہ اُسکے تاوان دینے کا ضامن نہین اِسلیے کہ یہ امر اُسکی ملک مین
نیا پیدا ہو گیا ہے اور اِسمین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ دی چیز جسمین عوض مشروط ہے اگر
موہوب لہ کے قبضے مین عوض دینے سے اور رجوع سے پہلے ضایع ہو جائے یا اُسمین کوئی عیب
پڑجائے خواہ وہ امر موہوب لہ کے فعل سے ہوا ہو جیسے کپڑے پہننے سے یا اُسکے فعل سے نہوا ہو
تو اِس صورت مین آیا موہوب اصل کا یا قیمت کے تفاوت کا ضامن ہوگا یا نہوگا یہان دو قول
ہین **ایک قول** ضامن نہونے کا ہے جسے مصنف علیہ الرحمہ نے بھی اختیار کیا ہے اور پھر تردد کیا
ہے اور علامہ نے تذکرہ مین اسکا یقین کر لیا ہے اور اُنکے صاحبزادے نے شرح مین اِسی دلیل سے
جو مصنف نے بیان کی ہے کہ یہ حادثہ واہب کی ملک مین حادث ہوا ہے تو موہوب لہ پر تاوان
کا ضامن ہونا لازم نہین اور اِس دلیل سے کہ موہوب لہ پر عوض مشروط کا ادا کرنا واجب نہین
بلکہ واہب کو رجوع پہونچتی ہے اور بے پروائی بھی اُسی کی طرف سے ہے کہ اُسنے اُسی چیز کو
ایسے شخص کے قبضے مین ڈال رکھا ہے کہ جسے بے ذمہ داری کے تصرف کرنے کا تسلط دیا ہے
اور دوسرا قول یہ ہے کہ موہوب لہ کے ذمے ضمان یعنی ذمہ داری ہے اور اِسی کا ابن جنید نے
متقدمین مین سے اور بعضے متاخرین نے جزم کیا ہے اِسلیے کہ ہاتھ مین لینے والے کے دیدینے تک
ذمے داری کا حکم عام ہے اور اِسلیے کہ واہب نے یونہین قبضہ نہین دیا تھا بلکہ شرطی بدلے پر دیا
تھا کہ وہ بدلا موہوب رہے نہین دیا اور اِسلیے کہ دو امرون مین سے ایک امر واجب ہے اصل ہبہ کا

پھیر دینا یا بدلے کا دینا اور جبکہ ہبہ ضایع ہو جانے وغیرہ کے سبب سے پھیرنا مشکل ہے تو بدلے کا دینا واجب ٹھہر گیا۔ چھٹا مسئلہ جب موہوب لہ کسی کے دیے ہوئے کپڑے کو رنگ ڈالے پھر اگر اِس امر کے قائل ہوں کہ تصرف ہبہ میں رجوع کا مانع ہوتا ہے تو رجوع جائز نہیں اور اگر اسکے قائل ہوں کہ جب موہوب لہ غیر شخص ہو نسبی رشتہ دار نہو تو تصرف ہبہ میں رجوع کا مانع نہیں تو پھیر لینا واہب کو جائز ہے اور موہوب لہ اُسمین رنگ کی قیمت بھر کا شریک رہیگا۔ ساتواں مسئلہ جب کوئی خوفناک مرض میں کچھ کسیکو ہبہ کرے اور اچھا ہو جائے تو وہ ہبہ صحیح ہے اور اگر اُسی مرض میں مر جائے اور وارث ہبہ پر راضی نہوں اور اجازت ندین تو ترکے کی تہائی مین معتبر ہوگی

کتاب سبق و رمایت

یہ کتاب گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی وغیرہ کے بیان میں ہے اور ان دونوں کا فائدہ جہاد کی مستعدی پر اور لڑائی کے اسباب پر اور دشمنوں پر غلبے کی تیاریوں کے حاصل کرنے پر ہمت کا برانگیختہ کرنا ہے اور یہ معاملہ صحیح ہے اور اِس معاملے کا مستند فرمان ہدایت توامان جناب رسالتمآب صلعم ہے۔ لا سبق الا فی نصل او خف او حافر یعنی شرط لگانا کہین جائز نہیں مگر تیر مین اور اونٹ مین اور گھوڑے مین جائز ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اہل سنت نے اِس روایت کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح مین روایت کیا ہے اور ہمارے علمانے اُنھین سے اِسے حسن مین روایت کیا ہے اور مشہور روایت مین سبق کی بے کا زبر ہے اور یہ کسی کام پر کے دیے عوض مین سے ہے جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا اور اسکی منفی ماہیت مراد نہین ہے بلکہ اسکے حکموں مین سے کسی حکم کی نفی مراد ہے یا سارے حکموں کی نفی مجاز کے طریق سے مراد ہے اور صحت کی نفی سب مجازوں سے بڑھکر قریب ہے اور مقصود یہ ہے کہ سب معاملوں مین درست نہین مگر ان تین معاملوں مین درست ہے پس اِس بنا پر اِن معاملوں کے سوا اُنکا جواز بے عوض کے باقی نرہیگا اور اکثر اوقات مین سبق کی بے کو سکون دیتے ہین اور وہی مصدر ہے تو اِس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ یہ فعل واقع نہین ہوتا ہے مگر اُنھین تین معاملوں مین واقع ہوتا ہے پھر اِن تین معاملوں کے سوا اور معاملے غیر جائز ٹھہر ینگے اور نہین بیچ دوڑنے مین اور پتھر پھینکنے مین اور اُٹھانے مین اور کشتی مین اور بے پیکان کے ہتھیاروں مین بے بازی کی مسابقت مین اختلاف پڑگیا ہے آیا جائز ہے یا نہین تو بے کے زبر والے قول پر

جائز ہے اور بکلوں والے قول پر جائز نہیں اور جواز کے قول پر شہرت کے ساتھ اصل براءت کی بھی موافقت ہے خصوصاً جبکہ ان کاموں پر کوئی صحیح غرض مرتب ہوتی ہو۔ اور دوسرا مستند ان معاملوں کا ائمہ علیہم السلام کا فرمودہ ہے ان الملائکة لتنفر عند الرہان وتلعن صاحبه ما خلا الحافر والخف والریش والنصل یعنی شک نہیں کہ فرشتے بیزار ہوتے ہین بازی لگانے کے وقت اور سابقت کرنیوالے پر لعنت کرتے ہین سوا گھوڑے اور اونٹ اور سہم کے اور تیر اور پیکان کے کہ انکی شرط کے وقت بیزار نہیں ہوتے ہین اور اس بات کی تحقیق کئی فصلوں کی مستدعی ہے

پہلی فصل انہین کی مستعمل لفظون کے بیان مین ہے پس سابق اُسے کہتے ہین کہ جس کے گھوڑے کی گردن یا گردن اور پیٹ کے بیچ کا منہ لا بڑھجائے اور بعض فقہا کہتے ہین کہ جسکے گھوڑے کا کان نکلجائے اور پہلا قول اکثری ہے اور مصلی وہ ہے کہ جسکے گھوڑے کا سر سابق کے گھوڑے کے پیچھے کے پٹھوں کے سامنے ہو اور سبق بے کے سکون سے مصدر ہے اور زبر سے عوض یعنی بازی اور اُسی کو خطر بھی کہتے ہین اور محلل وہ ہے جو ان دو بازی لگانے والون کے بیچ مین آجائے اگر سابق ہو جائے تو لیلے اور اگر مسبوق ہو جائے تو اُسے دینا نہ پڑے اور غایت گھوڑ دوڑ وغیرہ کی انتہائے مسافت کو کہتے ہین اور مناضلہ اور سابقہ اور مراماۃ انہین بازی سے تیر اندازی کو کہتے ہین اور سبق بے تشدید سے اُس شخص کے فعل کے لیے کہتے ہین جو عوض نکالے یا عوض لینے کا استحقاق پیدا کرے اور رشق رے کے زبر سے تیر پھینکنے کی گنتی ہے اور زیر سے تیر اندازی ہے اور رشق وجہ اور رشق ید کہتے ہین اور اس سے مراد پیاپے تیر مارنا ہین یہانتک کہ دونوں کی معین کی تیرون کی گنتی سے فراغت ہو جائے اور تیرون کے نام جالی اور خاصر اور خارق اور خاسق اور مارق اور خارم ہین پس جالی وہ تیر ہے جو زمین پر پھسل کر پھر غرض یعنی نشانے پر پہونچے اور خاصر وہ تیر ہے جو نشانے کی دونوں مین سے ایک طرف پر لگے اور خارق وہ تیر ہے جو نشانے کو توڑ دے اور خاسق وہ تیر ہے جو نشانے کو پھیلا دے اور اُسی مین گڑجائے اور مارق وہ تیر ہے جو نشانہ توڑ کر نکلجائے اور خارم وہ تیر ہے جو نشانے کے کنارے کو [illegible] اور کہتے ہین کہ مزدلف وہ تیر ہے جو زمین سے ٹکرا کر نشانے پر لگے اور غرض وہ نشانہ ہے جسپر تیر کا [illegible] مقصود ہو

اور وہ ایک کپڑے کا ٹکڑا ہوتا ہے اور ہدف وہ چیز ہے جسے مٹی وغیرہ سے نشانہ بنا کر لگا دیتے ہین اور مبادرت تیرون کی گنتی مین برابر ہونے پر دو مین سے ایک کا اصابت یعنی تیر نشانے پر پہونچانے مین بڑھجانا ہے اور محاطلت اصابت مین کی برابری کا گرا دینا ہے۔

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین ہے جنمین مسابقت کیجاتی ہے اور جواز کا حصر تیر اور تلی اور سم ہی مین ہے اسلیے کہ شرع مین اسیقدر وارد ہوا ہے اور تیر مین عربی تیر اور عجمی تیر اور ہتھیار مثل برچھی وغیرہ کے اور تلوار داخل ہین اور تلی مین اونٹ اور ہاتھی لفظ کے اعتبار سے شامل ہین اور اسیطرح سم حافر یعنی سم گھوڑے گدھے خچر پر دلالت کرتا ہے اور پرندون مثل کبوتر وغیرہ کے اور پانوون سے دوڑنے مین اور کشتی مین مسابقت جائز نہین۔

تیسری فصل مسابقت یعنی گھوڑ دوڑ وغیرہ اور رمایت یعنی تیر اندازی کے عقد مین ہے اور اسمین ایجاب اور قبول کی احتیاج پڑتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک مرادوی ہے بس قبول کی احتیاج نہین اور دیدینا کفایت کرتا ہے اور پہلے قول پر اجارے کیطرح یہ لازم ہے اور دوسرے قول پر جائز ہے خواہ شروع کرچکا ہو خواہ نہ کی ہو اور عوض کا عین اور دین ہونا دونون صحیح ہین اور اگر دونون مسابقت کرنیوالون کے سوا کوئی شخص کوئی عوض دیدے تو اجماع سے صحیح ہے یا ایک کو اِن دونون مین سے دین اور دونون کو تو مذہب اقوی پر صحیح ہے گو اِن دونون مین کوئی محلل بھی نہ آیا ہو اور اگر امام علیہ السّلام اپنے بیت المال یعنی خزانے سے عوض عنایت فرمائین تو بھی جائز ہے اِسلیے کہ اسمین مصلحت ہے اور اگر دونون مسابقت کرنے والے عوض تنہا محلل کے لیے قرار دیدین تو بھی جائز ہے اور اسیطرح اگر کہا جائے جو ہم تینون مین سے سابق ہو جائیگا بس وہی عوض پائے گا اِسلیے کہ مسابقت مین اذن کا اطلاق پر عمل ہے اور مسابقت کو پانچ شرطون کی ضرورت پڑتی ہے ایک مسافت کی ابتدا کا اندازہ ہے دوسری مسافت کی انتہا کا اندازہ کرنا ہے تیسری خطر یعنی عوض کا اندازہ ہے چوتھی تعیین اُس چیز کی جسپر مسابقت ہوگی جیسے گھوڑا وغیرہ ہے پانچوین برابر ہونا اُن چیزون کا جنپر مشقتون کے اُٹھانے مین مسابقت ہوگی پھر اگر ایک کمزور ہو کہ جسکے عجز کا تیقن ہو تو یہ مسابقت صحیح نہین ۔

چوتھی فصل عوض کے بیان مین ہے ضرور ہے کہ عوض سابقت کرنیوالے دونون مین سے ایک شے لیے یا محلل کے لیے قرار دیا جائے اور اگر اِن دونون کے سوا کے لیے قرار دیا جائے تو جائز نہین اور آیا کھڑے ہونے کے مقام کی برابری شرط ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان شرط ہے اور ظاہر یہی ہے کہ شرط نہین اسلیے کہ یہ دونون کی رضامندی پر موقوف ہے اور رمی یعنی تیراندازی وغیرہ چھ چیزون کے علم کی محتاج ہے ایک رشق یعنی نشانے پر لگنے کے تیرون کی گنتی کا جاننا دوسری تیر کے نشانے پر لگنے کی صفت کا جاننا تیسری مسافت کی مقدار کا جاننا چوتھی غرض یعنی نشانے کا جاننا پانچوین چیز عوض کا جاننا چھٹی مسابقت والے ہتھیارون کی مماثلت کا جاننا ہے اور مبادرہ اور محاطہ کے اشتراط مین تردد ہے اور ظاہر یہی ہے کہ مشترط نہین اور اسی طرح کمان اور تیر کی تعیین بھی مشترط نہین ہے۔

پانچوین فصل گھوڑدوڑ اور تیراندازی وغیرہ کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کوئی غیر شخص پانچ مسابقت کرنیوالون سے کہے کہ جو سابق ہو جائیگا اُسے پانچ روپئے دونگا پھر وہ غایت پر برابر پہونچنے مین رہین توکسی کو کچھ نملیگا اسلیے کہ سبقت پائی ہی نہین گئی اور اگر ایک اُنمین سے سابق ہو جائیگا تو پانچون روپئے اُسیکو ملین گے اور اگر دو سابق ہو جائینگے تو پانچون روپیون کو وہی دونون بانٹ لین گے اور باقی تین شخصون کو کچھ نملیگا اور یہی حکم ہے جب تین یا چار شخص سابق ہو جائین اور اگر کوئی کہے کہ جو سابق ہوگا اُسے دو روپئے اور جو مصلی ہوگا اُسے ایک روپیہ دونگا پھر ایک سابق ہو یا دو ہون یا چار ہون تو اُنھین وہی دو روپئے ملینگے اور وہ آپسمین بانٹ لین گے اور اگر ایک سابق ہو اور تین مصلی ہو جائین اور ایک پیچھے رہجائے تو سابق کو دو روپئے ملین گے اور تینون مصلیون کو ایک روپیہ ملیگا اور متاخر یعنی پیچھے رہنے والا کچھ نپائے گا **دوسرا مسئلہ** اگر دو شخص مسابقت کے لیے معاوضے نکالین اور تیسرے محلل کو اپنے مین داخل کرلین اور وہ دونون کہین کہ جو ان تینون شخصون مین سے سابق ہو جائے گا اُسے دونون معاوضے ملین گے پھر اگر ایک اُن دونون مسابقت کرنیوالون مین سے سابق ہو جائیگا تو مصنف کے مختار پر دونون معاوضے وہی لیگا اور یہی حکم ہے اگر محلل سابق ہو جائے اور اگر دونون مسابقت کرنیوالے سابق ہو جائین تو ہر ایک کے لیے اپنا اپنا معاوضہ ہے اور محلل کے لیے کچھ نہین اور اگر ایک اُن دو مین سے اور محلل سابق ہو

توسابق کے لیے اپنا معاوضہ ہے اور مسبوق کا آدھا معاوضہ اور دوسرا آدھا معاوضہ محلل کیلیے ہو اور اگر اُن
دونون مین سے ایک سابق ہو اور محلل مصلی ہو تو دونون معاوضے سابق کے لیے ہین اسلیے کہ شرط پر
عمل کرنے کا مقتضا یہی ہے اور یہی حکم ہے اگر ایک دونون مین سے سابق ہوجائے اور دوسرا اور
محلل پیچھے رہجائین اور یہی حکم ہے جب ایک اُن دونون مین سے سابق ہوجائے اور دوسرا مصلی
ہوجائے اور محلل پیچھے رہجائے غرضکہ اِن سب صورتون مین کل مال سابق کے لیے ہو اور باقی کچھ
نہ پائین گے اسلیے کہ شرط پر عمل کرنے کا مقتضا یہی ہے تیسرا مسئلہ جبکہ مبادرت یعنی بڑھنا تیر پہونچانے
مین اور رشق یعنی تیرون کی گنتی بیس تیرون کی اور اصابت یعنی نشانے پر پہونچنا پانچ تیرونکا شرط
ہو پھر ہر شخص دس دس تیر لگائے اور پانچ پانچ تیر دونون کے نشانے پر لگ جائین تو دونون اصابت
اور تیراندازی مین برابر رہے بس اسوقت مین معین گنتی کا پورا کرنا واجب نہین اسلیے کہ یہ مبادرت
سے باہر ہے پھر اگر اُن دونون مین سے ہر ایک دس تیر لگائے اور ایک کے پانچ تیر نشانے پر پہونچین
اور دوسرے کے چار تیر نشانے پر پہونچین تو پانچ تیر نشانے پر پہونچانیوالا شخص تیراندازی مین
غالب آگیا اور جیت گیا اور اگر دوسرا شخص گنتی کے پورا کرنے کی درخواست کرے تو پوری کرنا
واجب نہین لیکن اگر وہ دونون شخص محاطت شرط کرلین گے پھر ہر ایک اُنمین سے دس دس تیر
مارے اور ہر ایک کے پانچ پانچ تیر نشانے پر پہونچین تو پانچ کو پانچ سے گرادین گے اور رشق یعنے
معین گنتی تیرون کی پوری کرینگے اور اگر ایک دونون مین سے نو تیر نشانے پر پہونچائے اور دوسرا
پانچ تیر نشانے پر لگائے تو پانچ کو پانچ سے گرادینگے اور گنتی معین پوری کرینگے اور جب دونون محاطہ
کرچکین پھر ایک اُن دونون مین سے گنتی کے پورے کرنے کی طرف مبادرت کرے تو دیکھا جائیگا
کہ اُسکے لیے گنتی پوری کرنے مین کوئی فائدہ اسطرح کا ہے کہ جس سے دوسرے پر ترجیح پاجائیگا یا اُسکے
برابر ہوجائیگا یا اُسکے لیے اصابت مین منفرد ہونے کا مانع ہوجائیگا اسطرح کہ محاطہ کے بعد اصابت
بھر کے عدد مین کم رہتا ہو تو اِس صورت مین صاحب اکثر یعنی جسکے تیر نشانے پر زیادہ پہونچے ہین
جبر کرین گے کہ گنتی کو پورا کرلینے دے اور اگر کوئی فائدہ نہوگا تو جبر نکرینگے جیسے دونون مین سے
ایک نے پندرہ تیر مارے ہون اور وہ سب نشانے پر پہونچے ہون اور دوسرے نے بھی پندرہ تیر
لگائے ہون اُنمین سے پانچ نشانے پر پڑے ہون پھر دونون پانچ کی پانچ سے محاطہ یعنی اسقاط

کرین پھر جب گنتی پوری کرینگے تو انتہا کی بات یہ ہے کہ پانچ تیرون والا شخص انھین باقی پانچون تیرون کو نشانے پر پہونچا دیگا اور پندرہ تیرون والا انھین باقی پانچون مین خطا کر جائے گا پھر دس کو دس سے ساقط کرینگے تو بھی بہت تیر پھینکے پندرہ والا پانچ تیر بڑھیگا بس اکمال مین یعنی گنتی کے پورے کرنیمین کوئی فائدہ نہ نکلیگا چوتھا مسئلہ جبکہ تیر اندازی مین کیسی مسابقت متحقق ہو جائیگی تو غلبہ تیر اندازی مین پالیا جائیگا اور تیر اندازی تمام ہو جائے گی تو اسوقتین سابق شخص عوض کا مالک ہو جائیگا اور اسکو تصرف اپنی مرضی کے موافق جائز ہو جائے گا اور اُسے فقط آپ ہی لے لینا پہونچتا ہے یا اپنے دوستون کو کھانا کھلوانا پہونچتا ہے اور اگر تیر اندازی کے عقد مین عوض سے کھانا اپنے قبیلے کو کھلانے کی شرط کرے تو اُسکی صحت کو مصنف علیہ الرحمہ بعید نہین جانتے ہین پانچوان مسئلہ جب مسابقت کا عقد فاسد ہو جائے تو کچھ کام کرنے پر اُجرت مثل واجب نہین یعنی جیسے شراب کو یا نامعلوم وغیرہ کو عوض قرار دینے سے عقد فاسد ہو جائے تو جتنا تیر اندازی وغیرہ کا کام ہو چکا ہے تو اُس کام کی اُجرت مثل دینا واجب نہین اور مسمی بے کسی بدل کے ساقط ہو گا اور اگر عوض کسی اَور کا مال اور حق نکل آئے گا تو دینے والے کو اُس عوض کا مثل یا اُسکی قیمت دینا واجب ہوگی چھٹا مسئلہ جب دو مین کا ایک دوسرے پر فضیلت پاجائے اور مفضول کہے کہ اِس فضیلت کو اِسقدر مجھسے لیکر نکالڈال تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ جائز نہین اِسلیے کہ تیر اندازی کی مسابقت سے مقصود تیر اندازی کی حذاقت اور اُسکی کوشش کا ظہور ہے پھر جب وہ اُس فضیلت کو کچھ لیکر نکالڈالے گا تو تیر اندازی کے مقصد کا چھوڑ دینا لازم آئیگا بس معاوضہ باطل ہو گا اور جو لیگا پھیر دینا پڑیگا۔

کتاب وصایا

یہ کتاب وصیتون کے بیان مین ہے اور اِسمین نظر کئی فصلون کی مستدعی ہے۔

پہلی فصل عقد وصیت مین ہے اور یہ اصل چیز یا منفعت کا اپنے مرنیکے بعد کسی کو مالک کر دینا ہے اور اِسمین ایجاب اور قبول کی احتیاج ہوتی ہے بس ایجاب کا لفظ ہے جو اِس قصد پر دلالت کرتا ہو جیسے اعطوا فلانا بعد وفاتی یا لفلان کذا بعد وفاتی یعنی میرے مرنے کے بعد فلان شخص کو اتنا دیدینا یا میرے مرنے کے بعد فلان شخص کے لیے اِتنا ہے یا وصیت کی ہے مین نے فلان شخص

کے لیے اور موصی یعنی وصیت کرنیوالے کے مرنے کے بعد اور موصی لہ یعنی جسکے لیے وصیت کی ہے اُسکے قبول کر لینے کے بعد ملک اُسکی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور فقط موصی کے مرجانے سے بے قبول کے ملک ظاہر منتقل نہین ہوتی ہے اور اگر موصی کے مرنے سے پہلے موصی لہ قبول کرلے تو جائز ہے اور مرنے کے بعد زیادہ موکد ہے گو قبول مرنے کے کچھ دیر کے بعد ہو جبتک رد نکرے تو صحیح ہے پھر اگر موصی کی حیات مین رد کرے تو اُسکے مرنے کے بعد قبول کر لینا جائز ہے اسلیے کہ اُس رد کے لیے کوئی حکم اور اعتبار نہین اور اگر موصی کے مرنے کے بعد اور قبول سے پہلے رد کرے تو وصیت باطل ہو جائیگی اور یہی حکم ہے اگر قبضہ کرنے کے بعد اور قبول سے پہلے رد کرے یعنی اسمین بھی وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر موصی کے مرنے کے بعد اور قبول کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے رد کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصیت باطل ہو جائیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ باطل نہوگی اور یہی اشبہ ہے اور اگر قبول کرلے اور قبضہ کرلے پھر رد کرے تو پھر اجماع سے وصیت باطل نہوگی اسلیے کہ اُسکی ملک اُسپر متحقق اور مستقر ہو چکی ہے اور اگر کچھ کو رد کرے یعنی قبول نکرے اور کچھ کو قبول کرے تو جسے قبول کیا ہے اُسمین وصیت صحیح ہو گی اور اگر موصی لہ قبول سے پہلے مرجائے تو اُسکے وارث قبول مین اُسکے قائم مقام ہو جائین گے **فرع** اگر کوئی شخص اپنی حاملہ لونڈی کو اُسکے شوہر کو جس سے وہ حاملہ ہے پیٹ کے بچے کے ساتھ کہ وہ بھی مملوک ہو دینے کی وصیت کرے اور وہ قبول کرنے سے پہلے مرجائے تو اُسکے وارث کو اُسکا قبول کرنا پہونچتا ہے پھر جب قبول کر چکے گا تو وہ وارث اُس لڑکے کا بھی مالک ہو جائیگا اور اگر وہ وارث اُنہین سے ہو گا کہ جسکے لیے ملکیت درست ہے یعنی وارث بیٹی اور بچا بیٹا ہو کیونکہ بیٹی محرومین سے ایک کی وارث ہوتی ہے اور موصی لہ پر کہ اسکا باپ ہے آزاد نہوگا اسلیے کہ وہ قبول سے پہلے مرگیا ہے اور نہ اپنے باپ کی میراث پائیگا اسلیے کہ وہ مملوک ہے مگر جبکہ وہ لڑکا اُن شخصون مین سے ہو جو وارث کی ملک مین آنیسے آزاد ہو جاتا ہے اور وارث کئی ہون تو میراث مین اُن سبکا شریک ہو جائیگا اور ترکہ بٹنے کے پہلے آزادی کے سبب سے اپنے باپ کی میراث مین سب وارثونکا شریک ہو جائیگا اور اگر وارث اُسکے باپ کا ایک ہی ہے تو یہ لڑکا کچھ نپائیگا اسلیے کہ اُسکی آزادی سے پہلے وہ ترکہ اُس وارث سے مختص ہو چکا ہے اور گناہ مین وصیت درست نہین پھر اگر کوئی یہود نصاریٰ کے معبدون کے لیے او وہاں اُن کتابون کے لکھوانے کے لیے جو اِسوقت مین توریت

اور انجیل کہلاتی ہین یا ظالم شخص کی مدد کے لیے کچھ مال کی وصیت کرے تو یہ وصیت باطل ہے
اور وصیت موصی کیطرف سے اسکی زندگی بھر تک جائز ہے خواہ مال کی وصیت ہو خواہ قولاً
کی وصیت ہو اور رجوعکی تصریح کرنے سے یا وصیت کے منافی کام کرنے سے رجوع متحقق ہو جائے گی
پھر اگر جس چیز کی وصیت کی ہے اُسے بیچڈالے یا اُسکے بیچنے کی وصیت کر دے یا اُسے دیڈالے
اور قبضہ بھی دیدے یا اُسے گرو رکھے تو رجوع ہو جائیگی اور اسیطرح پر اُس چیز مین کہ جسکی وصیت
کی ہے کوئی ایسا تصرف کرے کہ وہ پہلے نام کے صادق آنے سے نکل جائے تو بھی رجوع ہوجائیگی
جیسے کسی کے لیے گیہون کی وصیت کرے پھر اُنکا آٹا پسوا ڈالے یا آٹے کی وصیت کرے اور
اُسکا خمیر کر ڈالے یا روٹی پکا ڈالے تو رجوع ہو جائیگی اسیطرح پر اگر تیل کی وصیت کرے پھر اُسے
اُس سے عمدہ تیل مین ملا دے یا کسی اناج کی وصیت کرے اور اُسے اَور مین اسطرح ملا دے کہ تمیز
نہو سکے تو بھی رجوع ہو جائے گی لیکن اگر روٹی کی وصیت کرے پھر اُسے کوٹ کر ریزے ریزے
کر ڈالے تو یہ رجوع نہ ٹھہریگی۔

دوسری فصل موصی مین ہے موصی مین عقل کا کامل ہونا اور آزادی معتبر ہے بس سڑی کی وصیت
صحیح نہین اور جبتک دس برس کا نہولے اُسوقت تک لڑکے کی بھی وصیت صحیح نہین ہے جب
دس برس سمجھدار ہونے کے ساتھ نکل جائیگا تو اُسکی وصیت نیک کامون مین رشتہ دارون
کے لیے اور غیرونکے لیے درست ہو جائیگی اور یہی اشہر ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ آٹھ برس
بھرنے کے بعد وصیت صحیح ہو گی اور یہ روایت شاذ ہے اور اگر موصی اپنے کوئی ایسا زخم لگا لے
جس سے جیتا نہ بچ سکے پھر کچھ مال کی وصیت کرے تو اُسکی وصیت اُسوقت مین مقبول نہ ہو گی
اور اگر وصیت کرے پھر بعد اِسکے اپنے کو ہلاک کر ڈالے تو اُسکی وصیت قبول کر لیجائے گی اور
نابالغ بچون پر ولایت کی وصیت خاص باپ دادے ہی کی طرف سے صحیح ہو گی اور ماں کے لیے
نابالغ بچون پر کوئی ولایت نہین ہے اور بچون پر ولایت کی وصیت ماں کی طرف سے صحیح نہین
ہے اور اگر اُن لڑکون کے لیے ماں کچھ مال کی وصیت کرے اور ایک وصی قائم کرے تو اُس وصی کا
تصرف اُسکے تہائی ترکہ مین اور اُسپر کے حقونکے مانند خمس و زکوٰۃ و حج کے نکالنے مین صحیح ہو گا اور اولاد پر جاری نہو گا

تیسری فصل موصی بہ یعنی وصیت والے مال وغیرہ کے بیان مین ہے اور اسمین کئی طرفین ہین

پہلی طرف وصیت کے متعلق ہین ہے اور جو دیا تو اصل چیز ہو گی یا منفعت ہو گی اور ان دونو
مین ملک ہونا معتبر ہے بس شراب کی وصیت صحیح نہو گی اور سؤر کی صحیح ہو گی اور نہ گلی کے
پھرتے کتے کی صحیح ہو گی اور جس چیز مین کوئی نفع نہو تو اُسکی بھی وصیت صحیح نہو گی اور اصل
چیز اور منفعت دونون مین اندازہ تہائی ترکے کا یا کم کا کیا جائیگا اور اگر تہائی ترکے کی وصیت
کی ہے تو خاص زائد مین وصیت باطل ہو گی مگر جب وارث اجازت دینگے تو ترکیکی تہائی سے
زائد مین بھی وصیت صحیح ہو جائیگی اور اگر وارث کئی ہون اور بعضے اجازت دین تو انکے حصے
بھر مین ترکیکی تہائی سے زائد مین بھی وصیت صحیح ہو جائیگی اور وارث کی اجازت کا اعتبار بعد
وفات کے ہوتا ہے اور آیا وارث کی اجازت وفات کے پہلے بھی صحیح ہے اور اسمین دو قول
ہین اشہر انمین یہی ہے کہ صحیح ہے وارث پر لازم ہو گی اور جب اجازت وفات کے بعد واقع ہو گی تو
وہ موصی کے فعل کا جائز رکھنا ہے اور ابتدائی ہبہ نہو گی پھر اسکی صحت قبضے کی محتاج نہو گی اور
جو موصی نے مقرر کر دیا ہے اُسپر عمل کرنا بھی واجب ہے جبکہ وہ شرع شریف کے منافی نہو اور وفات
کے وقت کی تہائی معتبر ہے نہ وصیت کے وقت کی بس اگر وصیت کرے اور وصیت کیوقت
توانگر ہو پھر وفات کے وقت تک محتاج ہو جائے تو اُسکی وہ توانگری معتبر نہین اور اسی طرح
وصیت کے وقت فقیر تھا پھر وفات کے وقت تک توانگر ہو گیا تو اُسکی توانگری معتبر ہو گی اور
اگر وصیت کرے اور بعد اسکے کوئی اُسے مار ڈالے یا زخمی کر دے تو اُسکی وصیت ترکے کی
تہائی مین اور دیت یعنی خون بہے کی تہائی اور جنایت کے عوض کی تہائی مین نافذ اور
جاری ہو گی اور اگر کسی شخص کو اپنے ترکے سے مضاربت کرنے کی اسطرح پر وصیت کرے کہ
آدھا نفع اُس مضارب کے لیے اور آدھا اپنے وارثون کے لیے شرط کرے تو صحیح ہے اور
اور بعضون نے تہائی کی شرط کی ہے اور اسمین صحیح کہتے ہین اور زائد مین صحیح نہین ہے اور پہلا قول مروی ہے
اور اگر واجب اور غیر واجب امرون کی وصیت کرے اور تہائی مین سب کی سمائی ہو سکے
تو سبکو کرینگے اور اگر تہائی کم پڑیگی اور وارث اجازت نہ دیتے ہونگے تو واجب کی شروع
اصل ترکے سے کرینگے اور باقی کو تہائی سے نکالین گے پھر اول کو درجہ بدرجہ اول کرینگے اور اگر
سب وصیت کے کام غیر واجب ہونگے تو ترکے کی تہائی سے کام کے لیے نکالین گے۔

پھر اگر بچیگا تو جو اول ہی اسکے لیے سے نکالینگے یہان تک کہ تہائی پورا پورا صرف ہوجائے پھر جو کچھ کام باقی رہجائینگے وہ چھوڑ
دیے جائینگے مترجم کہتے ہین کہ شیخ طاب ثراہ نے فرمایا ہے کہ واجبات سے مراد وہین جو مالیہ مانند حج و زکوٰۃ و کفارے کے متعلق ہین
انھین اصل ترکہ سے نکالنا چاہیے اور بدنی واجبات مانند نماز روزہ وغیرہ تہائی سے نکلینگے اور اگر کوئی شخص ایک کیلیے مال کی
تہائی کی اور دوسرے کیلیے چوتھائی کی اور تیسرے کیلیے چھٹے حصے کی وصیت کرے اور وارث اجازت نہ دیتے ہون تو پہلے شخص کو
تہائی دینگے اور دوسرے تیسرے کے حق مین وصیت باطل ٹھہریگی اور اگر ایک شخص کیلیے تہائی کی وصیت کرے پھر دوسرے کیلیے بھی
تہائی کی وصیت کرے تو اس وصیت مین دوسری وصیت پہلی وصیت کی ناسخ ہے اور پہلے شخص کو تہائی دینے
کی ناسخ ہے اور دوسرے کو دینے کی موجب ہوگی اور جب اول مشتبہ ہوجائے اور جان نہ پڑے
کہ وہ کون ہے تو اسکے نام کو قرعے سے نکالین گے اور اگر اپنے سارے بندونکے آزاد کرنے کی وصیت
کرے تو بندے کے لفظ مین جو اسکا مملوک ہے داخل ہوگا خواہ پورا پورا مملوک ہو یا بعض مملوک
ہو اور بعض کسی دوسرے کا ہو تو انمین سے فقط موصی کا حصہ پھر آزاد ہوجائیگا اور بعضے فقہا کہتے
ہین کہ آزادی شریک کے حصے مین بھی سرایت کریگی پورا پورا آزاد ہوجائیگا اور چاہیے کہ موصی کے
مال سے اگر تہائی مین نکل سکے تو شریک کے حصے بھر کی قیمت دیدین اور اسمین ایک روایت
بھی وارد ہوئی ہے کہ اسمین ایک طرح کا ضعف ہے اور اگر چیز کی دو شخصون کے لیے وصیت
کرے اور وہ چیز ترکے کی تہائی سے بڑھکر ہو اور وارث اجازت نہ دیتے ہون تو تہائی کی مقدار
ان دونون مین مشترک ہے اور اگر دونون شخصون مین سے ہر ایک کے لیے اس چیز مین سے
کچھ کچھ مقدار معین کرے تو پہلے شخص کے دینے سے ابتدا کرنی چاہیے اور جو کچھ اسکے بعد کمی پڑیگی وہ
کمی دوسرے شخص کے ذمے پڑیگی اور اگر کوئی شخص کسی کے لیے اپنے آدھے مال کی وصیت کرے
اور وارث بھی اجازت دیدین اور اسکے بعد کہین کہ ہم اپنے گمان مین اسقدر نہ سمجھے تھے اور جانتے
تھے کہ کم ہوگا تو انکے گمان کے موافق مین حکم کرینگے اور انسے قسم اس بات کی لے لین گے کہ جتنا
اب تم بتاتے ہو اس سے زیادہ کا تو گمان اجازت کے وقت نہ تھا جیسے آدھے مال مین وصیت
کی اجرا کی اجازت کے بعد ادعا کرین کہ ہمارے گمان مین آدھا مال ہزار روپیے کا تھا اور یہی گمان
کرکے ہمنے اجازت دی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہزار اشرفی کی مقدار ہے تو ہزار روپیے بھر مین وصیت
جاری ہوگی اور جو بڑھیگا اسمین انسے قسم لین گے کہ یہ مقدار تمہین اجازت کے وقت مقصود تھی

اور اسمین تردد ہے اور اگر کسی غلام یا گھر کی وصیت کرے اور وارث اُس وصیت کی اجازت دیدیں اور اُسکے بعد ادعا کرین کہ ہمین یہ گمان تھا کہ یہ غلام یا گھر ترکے کی تہائی بھر ہے یا اُس سے یونہین سا بڑھکر ہے تو اُنکے اِس ادعا پر التفات نکرینگے اِسلیے کہ یہان اجازت معلوم چیز پر مشتمل ہے اگر اپنے مال کی تہائی کی مشترک طور پر کسی کے لیے وصیت کرے تو موصی لہ کو ہر جنس مین سے تہائی کا لینا پہونچتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کے لیے ایک عین مال کی وصیت کرے اور اُس مال کی مقدار ترکے کی تہائی بھر کی ہو تو موصی کے مرتے ہی موصی لہ اُس چیز کا مالک ہو جائے گا اور وارثون کو اُسمین کوئی اعتراض نہ پہونچے گا اور اگر موصی کا کچھ مال غائب ہی تو موصی لہ اُس مال سے اُتنا لیگا کہ جتنا اِس موجود مال کی تہائی بھر کا ہوگا اور باقی کو اُس مال کے وارثون تک پہونچنے کے وقت تک موقوف رکھین گے اِسلیے کہ غائب مال معرض تلف مین ہوا کرتا ہے فرع اگر کوئی غلام کی تہائی کی وصیت کرے پھر وہ تہائی کی ملکیت موصی کے سوا اور کسی کی نکلے تو موصی کی ملک کی پورا پور تہائی مین وصیت جاری ہوگی نہ تہائی کی تہائی مین کیونکہ مقدور بھر وصیت پر عمل کرنا چاہیے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصی کا کچھ اور متروکہ بھی ہو کہ جو اس تہائی کا دونا ہو یا دونے سے بڑھکر ہو اور نہین تو وصیت ترکے کی تہائی سے زیادہ مین نافذ نہین ہے اور اگر ایسی چیز کی وصیت کرے کہ اُسکا نام حلال اور حرام دونون چیزون مین مشترک ہو تو مسلمان کے قصد کو حرام سے بچانے کے لیے اِن دونون مین سے اُس چیز مین وصیت جاری ہوگی جو حلال ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ میرے عودون مین سے ایک عود فلان شخص کو دیدینا اور عود کا لفظ کھیل کے عود مین اور لڑائی کے عود مین مشترک ہے تو لڑائی والا عود دینا چاہیے اور اگر اُسکے پاس کھیل والے عود کے سوا اور کوئی عود ہی نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے لیکن کھیل کی صلاحیت کو اُسمین سے دور کر ڈالین گے لیکن اگر اُس وصیت کی چیز مین حرام صفت کے سوا کوئی اور صفت نہو اور حلال صفت کیطرف لانے کی بھی قابلیت نہو تو وہ وصیت باطل ہے اور مملوک کُتون کے دینے کی وصیت صحیح ہے جیسے شکاری کتا ہے اور جیسے گلہ اور گھر اور کھیت کے نگہبان کُتے ہین دوسری طرف مبہم وصیت مین جو شخص اپنے مال مین سے کسیکو کوئی جزو دینے کی وصیت کرے تو اُسمین دو روایتین وارد ہوئی ہین

اور اُن دونون مین سے اشہر یہ روایت ہے کہ مال کا دسوان حصہ دیدینگے اور ایک روایت
مین آیا ہے کہ مال کی تہائی کا ساتوان حصہ دینا چاہیے اور اگر اپنے مال مین سے ایک سہم
دینے کی وصیت کرے تو یہ آٹھوین حصے کی وصیت ہے اور اگر اپنے مال مین سے کوئی شے
یعنی کچھ دینے کی وصیت کرے تو چھٹا حصہ دینا چاہیے اور اِن تفسیرون کے مستند مین روایتین
ہین نہ عرف ہے نہ لغت ہے اور اگر کئی باتون کی وصیت کرے اور وصی ایک بات کو بھول جائے
تو اُسے نیک وجہ مین صرف کرنا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ میراث پر پھر آئیگا اور اگر
کسی معین تلوار کے دینے کی وصیت کرے تو اُسکا مخصوص میان اور زیور بھی اُسی وصیت مین
داخل ہے اور یہی حکم ہے اگر کسی صندوق کی وصیت کرے کہ اُسمین کپڑے ہون یا کشتی کی
وصیت کرے اور اُسمین زیور ہو یا تھیلا کہ اُسمین کپڑا ہو بس یہ سب ظرف اور مظروف وصیت
مین داخل ہین اور اِسمین دوسرا قول بھی ہو کہ وہ بعید ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر موصی عادل ہے
تو یہ چیزین ظرف مین داخل رہین گی اور نہین تو وصیت فقط ظرف سے مخصوص ہے اور اِس
استبعاد کی وجہ ظاہر ہے اِسلیے کہ عدالت ہونے کو اور نہونے کو وصیت مین کوئی اثر نہین
اور اگر اپنی بعضی اولاد کو ترکے سے نکال ڈالنے کی وصیت کرے تو صحیح نہین اور آیا یہ کلام
لغو ہے اور اِسمین تردد ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ محض لغو ہے اِسلیے کہ تقسیم الٰہی کے خلاف
ہے کہ جسے حق تعالیٰ نے وارثون مین مقرر کر دیا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت اُس
وصیت کا حکم رکھتی ہے کہ ذمی اپنے سارے مال کی غیر وارث کے لیے وصیت کرے اِسلیے
کہ یہ وصیت تہائی مین جاری ہوتی ہے اور وہی تہائی اُس غیر وارث کو دیدینگے اور باقی وارثون کو
دیدینگے اور اِسیطرح بعضی اولاد کو میراث سے نکالڈالنے کی بھی صورت مین وصیت تہائی
مین جاری ہوگی اور باقی مین سارے وارث اور نکالے ہوئے وارث اپنے اپنے حصے کے شریک
ہونگے اور وہ نکالا ہوا وارث اپنا حصہ دو تہائی مین پائیگا اور موجہ پہلا قول ہے اور ایک
روایت دوسری وجہ سے وارد ہوئی ہے کہ جسے مصنف علیہ الرحمہ نے مہجور کہا ہے یعنی اُسپر عمل
متروک ہے اور وہ روایت علی بن سری کے وصی کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے موصی نے
وصیت کی تھی کہ اُسکی اولاد مین سے ایک بیٹے کو میراث لینے سے مین محروم کرون کہ اُسنے

اپنے باپ کے ام ولد سے زنا کی تھی اور اسے مین نے جناب موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا حضرت نے فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو اُسے میراث سے نکال ڈال پھر بعد اسکے وہی جعفر بن علی بن سری جسنے اپنے باپ کی اُم ولد سے زنا کی تھی میرے ساتھ ابویوسف قاضی کی صحبت مین آیا اور اُس سے کہا کہ مین علی بن سری کا بیٹا ہون اور یہ میرے باپ کا وصی ہے قاضی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو مین نے کہا کہ سچ ہے یہ اُسی کا بیٹا ہے اور مین اُسکا وصی ہون قاضی نے کہا بس اُسکا مال اُسی کو دیدے مین نے کہا مین کچھ کہا چاہتا ہون اُسنے قریب بلایا مین نے حال بیان کیا اور کہا کہ مین نے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا تھا حضرت نے ایسا فرمایا ہے اُسنے مجھ سے دریافت کرکے کہا کہ یہی حضرت نے فرمایا ہے مین نے کہا کہ ہان تو کہا کہ ایسا ہی کر جیسا تجھے حضرت نے فرمایا ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے اِس حدیث کو اسی خاص واقعے پر حمل کیا ہے اور صدوق علیہ الرحمہ نے اِس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اگر اِس خیانت کے سوا کوئی اَور ایسا کام وارث سے صادر ہو کہ جس سے مورث اُسے وارثون مین سے نکال ڈالنے کی وصیت کرے تو اسمین یہ حکم جاری نہوگا - اور جب کوئی شخص کسی ایسی مجمل لفظ سے وصیت کرے کہ جسکی تفسیر شارع علیہ السلام نے نہ فرمائی ہو تو اِسکی تفسیر مین وارث کی طرف رجوع کرنا چاہیے جیسے کہ موصی کہے کہ کوئی حظ میرے مال مین سے اِسے دیدین یا کوئی قسط یا قلیل یا یسیر یا جلیل یا جزیل میرے مال مین سے دین کہ اِن لفظون کے لیے شرع مین کچھ بیان ہی نہین ہوا بس جو کچھ وارث دیدے وہی مراد ہے اور اگر کہے کہ فلان شخص کو میرے مال مین سے کثیر یعنی بہت سا دین تو بعضے فقہا کہتے ہین اَسّی درہم دینگے جسطرح کہ نذر مین مقرر ہے کہ اَسّی درہم کثیر کی تفسیر نذر مین مروی ہوئی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ تفسیر نذر سے مخصوص ہے اِسلیے کہ اُسی باب مین منقول ہوئی ہے اور وصیت تہائی سے کم کی بہتر ہے یہانتک کہ چوتھائی کی وصیت تہائی سے بہتر ہے اور پانچوین حصے کی وصیت چوتھائی سے بہتر ہے **تفریع** جب موصی اپنے لیے کوئی چیز مقرر کرے اور یہ ادعا کرے کہ موصی نے ان لفظون سے اسی چیز کا قصد کیا ہے اور وارث انکار کرے تو مقبول قول وارث کا قول ہے اور اگر موصی لہ اِس امر کی وقفیت کا وارث پر دعوی رکھتا ہوگا تو نہ وقفیت ہونے کی قسم لین گے اور نہین تو اُسپر قسم بھی نہین ہے **تیسری طرف** وصیت کے حکمون مین ہے - جب

کوئی شخص ایک وصیت کرے اور اسکے بعد دوسری وصیت پہلی وصیت کی ضد مین کرے تو اخیر
کی وصیت پر عمل کرین گے اور اگر کوئی شخص کسی پیٹ کے بچے کے لیے وصیت کرے پھر وہ لڑکا
وصیت کے وقت سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہو جائے تو وصیت صحیح ہے اسلیے کہ معلوم ہو جائے گا
کہ ماں کے پیٹ مین وصیت کے وقت موجود ہو چکا تھا اسلیے کہ چھ مہینے سے کم کا بچہ زندہ نہین
پیدا ہوتا ہے اور حمل کی کم سے کم مدت شرع مین چھ مہینے کی ہے اور اگر دس مہینے کے بعد پیدا ہو تو
وصیت صحیح نہین اسلیے کہ حمل کی اکثر مدت پورے نو مہینے ہین بس معلوم ہو جائیگا کہ وصیت
کے وقت ماں کے پیٹ مین نتھا اور اگر وصیت کے وقت سے چھ مہینے اور دس مہینے کی مدت
کے اندر پیدا ہوا ہو اور حاملہ عورت کا کوئی شوہر اور آقا نہو تو وصیت کی صحت کا حکم کرین گے
اور وہ مال موصی لہ کو دینگے اور اگر وہ عورت کوئی آقا یا شوہر رکھتی ہوگی تو وصیت کی صحت کا
حکم نکرینگے اسلیے کہ شاید وصیت کے وقت ماں کے پیٹ مین نہو اور حمل کے وہم مین وصیت
کر دی ہو اور اسکے بعد یہ نیا حمل ہو جس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اور اگر کوئی کہے کہ اس عورت کے
پیٹ مین اگر بیٹا ہو تو دو روپئے اور اگر بیٹی ہو تو ایک روپیہ دین پھر اگر وہ عورت ایک بیٹا
اور ایک بیٹی جنے تو ان دونون کو تین روپیہ دینا چاہیے اور اگر یہ کہے کہ جو کچھ اس عورت کے
پیٹ مین ہے اگر وہ بیٹا ہے تو اسے اتنا دین اور اگر بیٹی ہو تو اتنا دین پھر وہ بیٹا بیٹی دونون جنے
تو دونونکو کچھ نملیگا اور لونڈی کے بچے کی کہ وہ وصیت کیوقت پیٹ مین موجود ہو یا بعد اسکے اس سے حاملہ
ہوگی اس شرط سے کہ مملوک ہو وصیت کرنا صحیح ہے اور درختون کے پھلون کی کہ آیندہ موجود ہونگے وصیت
کرنا درست ہے جسطرح کہ گھر کی وصیت کرنا آیندہ مدت پر درست ہے اور اگر غلام کی خدمت کی یا باغ
کے میوے کی یا گھر کے رہنے کی یا اسکے سوا اور منافع کی ہمیشہ کو یا کسی معین مدت کی وصیت کرے
تو اس منفعت کی قیمت آنکین گے اگر متروکہ کی تہائی بھر کی ہوگی تو بحال رکھین گے نہین تو
جسقدر ترکے کی تہائی بھر ہوگا وہ حق موصی لہ کا ہو جائیگا اور تہائی سے زیادہ وارث کی اجازت
پر موقوف رہیگا اور جب غلام کی خدمت کسی کے لیے معین مدت تک کی کوئی وصیت کرے تو
روٹی کپڑا اس غلام کا وارث کے ذمے ہے اسلیے کہ مالک کے واجب النفقہ مین سے ہے اور
موصی لہ کو اسکی منفعت یعنی خدمت مین تصرف پہونچتا ہے اور وارث کا حق تصرف اسکے رقبے پر

بیچنے سے اور آزاد وغیرہ کرنے سے اور اگر اِسطرح کے تصرفات وارث کرینگے تو بھی موصی لہ
کا حق باطل نہوگا بلکہ تعیین مدت کے گزرنے تک خدمت کا تعلق موصی لہ سے رہے گا اور اگر
ایک کمان کی وصیت کرے تو عربی اور عجمی کمان کیطرف منصرف ہوگی کہ جس سے تیر چلاتے
ہین اور ڈھنکلی اور غلیل کیطرف منصرف نہوگی اِسلیے کہ قوس یعنی کمان کا لفظ تینون کمانون کو
شامل ہے اور اول تیر والی کمان ہے مگر جبکہ کوئی قرینہ ہو کہ انمین ہین سے کسی پر دلالت کرتا ہے
اور جو لفظ کہ کئی معنون پر بے تفاوت بولا جاتا ہو تو اُس لفظ کے معنون مین سے ایک معنی کی
تعیین کا اختیار وارثون کو ہے اور اگر کہے کہ اُسے میری کمان دیدین اور اُسکی ایک ہی کمان
ہو تو وصیت اُسی کمان کی طرف راجع ہوگی خواہ جس جنس کی ہو اور اگر اپنے غلامون مین سے
ایک غلام کے دینے کی وصیت کرے تو غلام کی تعیین مین وارثون کو اختیار ہے جسے چاہین
دیدین خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو خواہ صحیح سالم ہو خواہ کچھ نقص رکھتا ہو اور اگر اُسکے مرنے کے بعد
سارے غلام مرجائین فقط ایک ہی غلام رہجائے تو اُسی غلام کو دیدینگے اور اگر سب کے سب
غلام مرجائین گے تو وصیت باطل ہوجائے گی اور اگر سب کے سب مارے جائینگے تو وصیت
باطل نہوگی اور وارثون کو جسے چاہین اُنمین سے ایک کا تعیین کرنا جائز ہے اور اُسکی قیمت
موصی لہ کو دیدینگے اگر اُن تک قیمت پہونچگئی ہو نہین تو مارنیوالے سے لے لین گے جسکے
ذمے پر ہے اور وصیت مسلمان عادل دو گواہون سے ثابت ہوجاتی ہے اور ضرورت کیوقت
مین اور مسلمان عادل نہ ملنے پر ذمیون کی گواہی اِس شرط سے کہ اپنے مذہب مین عادل ہو
قبول کرلیجاتی ہے اور غیر ذمی کافرون کی گواہی قبول نہین کیجائیگی اور مال کی وصیت مین
ایک عادل کی بھی گواہی موصی لہ کے قسم کے ساتھ یا ایک عادل مرد کی اور دو عادلہ عورتون
کی گواہی قبول کیجاتی ہے اور ایک عورت کی گواہی چوتھائی حصے مین ہے جسمین کہ گواہی
دیتی ہے اور دو کی آدھے مین اور تین کی تین چوتھائی مین اور چار کی سب مین ہے اور
ولایت کی وصیت صرف دو شاہدون ہی سے ثابت ہوتی ہے اُسمین عورتون کی شہادت
مقبول نہین ہوتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک مرد کی گواہی سے وصی کی قسم کے ساتھ
ولایت کی وصیت ثابت ہوجاتی ہے اور اِسمین تردد ہے اور اظہر یہی ہے کہ ثابت نہین ہوتی ہے

اور اگر کوئی شخص اپنے دو غلاموں کو کہ اُسکے مملوک ہین شاہد کرے اس بات کا کہ حاملہ لونڈی اُسکے
پیٹ اُسی سے رکھوایا ہے اور بعد اسکے وہ شخص مر جائے پھر اُن دونون غلامون کو دوسرا وارث
آزاد کرے اور وہی دونون گواہی دین کہ ہمنے اپنے آقا سے ایسا سُنا ہے تو اُنکی گواہی قبول
کیجائیگی اور حکم کر دیا جائیگا کہ اس لونڈی کا حمل اُسکے آقا کا ہے اور بعد اسکے اگر وہ لڑکا پیدا ہو
تو اُسے جائز نہین ہے کہ اُن دونون غلامون کو اپنا غلام وراثت کے دعوے سے بنائے
اسلیے کہ اُسکی نسبت انھین کی گواہی سے کہ اُنکی آزادی پر موقوف تھی ثابت ہوئی ہے پھر وہ لڑکا
اُنکی آزادی کو باطل نہین کرسکتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مکروہ ہے اور یہی اشبہ ہے اور وصی
کی گواہی اُس چیز مین کہ جسمین وہ وصی ہے یا اُس چیز مین کہ جو نفع کی اپنی طرف کھینچنے پر متضمن ہے
یا کسی ولایت کے جذب پر مشتمل ہے مقبول نہین ہے اور اگر کسی معین مال کے نکالنے مین وصی
ہو پھر مُردے کے لیے اسطرح کی گواہی دے کہ جس سے مال تہائی سے نکلجائے تو قبول نہوگی —
چار مسئلے پہلا مسئلہ جب کوئی شخص اپنے غلامون کے آزاد کرنے کی وصیت کرے اور اُن غلامون
کے سوا اُسکے ترکے مین کچھ مال نہو تو تہائی قرعے سے آزاد کیے جائینگے اور اگر اُن غلامون کے
آزاد کرنے مین ترتیب سے وصیت کی ہو تو پہلا دوسرا تیسرا ترتیب سے آزاد کیا جائیگا یہان تک کہ
تہائی مال کی ہو جائے بعد اسکے اَوروں کے بارے مین وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر کوئی شخص
اپنے غلامون مین سے کسی مخصوص عدد کے آزاد کرنے کی وصیت کرے تو اُس خاص گنتی کے غلامونکا
استخراج قرعے سے کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وارثون کو اُس مقدار کے غلامون کی تعیین مین
اختیار ہے اور قرعہ ڈالنا مستحب ہے اور یہی قول خوب ہے دوسرا مسئلہ اگر کوئی اپنے مملوک کو مرتے وقت
اپنے مرنے کی قید سے آزاد کر دے اور اُس غلام کے سوا اُسکا کچھ اور مال نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ وہ بندہ پورا آزاد ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس غلام کی تہائی آزاد ہو جائیگی اور اپنی
باقی کی قیمت اپنے کمانے کے سبب بہم پہونچا کر وارثونکو دیگا کہ پورا پورا آزاد ہو جائے اور یہ قول مشہور ہے اور اگر غلام کی تہائی کو آزاد
کرے تو اپنی باقی قیمت مین وہ غلام کوشش کریگا جسطرح کہ بیان ہو چکا ہے اور اگر اُس غلام کے سوا
کچھ اور مال بھی رکھتا ہو اور بندے کی تہائی کو آزاد کرے تو باقی بھی اُسی موصی کے ترکے کی تہائی سے
آزاد کیا جائے گا تیسرا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی مومن بندے کی اپنی طرف سے آزاد کرنیکی وصیت کرے

تو ترکے کی تہائی سے مول لینا اور آزاد کرنا اُسکا واجب ہو جائیگا اور اگر مومن بندہ نملے تو ایسے بندے کو آزاد کرینگے جو نصب سے موصوف نہو گا یعنی معلوم نہو گا کہ یہ ناصبی ہے اور اگر مومن ہونے کا گمان کرکے آزاد کر دے پھر ظاہر ہو جائے کہ مومن نتھا تو موصی کیطرف سے وہی کافی ہے چوتھا مسئلہ جبکہ معین قیمت پر بندے کو مول لیکر آزاد کرنے کی وصیت کرے اور اُس قیمت کو بندہ ہاتھ نہ آئے تو مول لینا واجب نہین اور منتظر رہین گے اُسوقت تک کہ اتنی ہی معین قیمت پر ملجائے اور اگر اُس معین قیمت سے کم ملجائے تو اُسیکو مول لین گے اور آزاد کر دینگے اور جو قیمت معین مین سے بچ رہا ہے اُسی بندے کو دیدینگے چوتھی طرف موصی لہ کے بیان مین ہے یعنی جسکے لیے وصیت کی ہے اور موصی لہ مین شرط یہ ہے کہ موجود ہو پھر اگر معدوم ہو گا تو اُسکے لیے وصیت صحیح نہو گی جیسے کوئی مردے کے لیے وصیت کرے یا جیسے کوئی ایسے شخص کے لیے وصیت کرے کہ جسکے موجود ہونے کا گمان تھا اور پھر ظاہر ہو جائے کہ وہ وصیت کیوقت مین مرچکا تھا اور یہی حکم ہے اگر وصیت ایسے حمل کے لیے کرے جو وصیت کے بعد ماں کے پیٹ مین قرار پکڑیگا یا ایسی اولاد کے لیے وصیت کرے جو وصیت کے بعد ہو گی تو ایسی صورتون مین وصیت صحیح نہو گی اور غیر کے لیے اور اپنے وارث کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے اور ذمی کافر کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے گو غیر بھی ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ذمی کافر کے لیے وصیت صحیح نہین خواہ عزیز ہو خواہ غیر ہو اور فقہا ئین سے بعض نے ذمی کے لیے وصیت کرنیکو نسبی قرابت کی شرط کے ساتھ جائز جانا ہے یعنی اگر ذمی موصی کے ساتھ نسبی قرابت رکھتا ہو تو اُسکے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور اِسکے سوا کی قرابت مین بھی جائز نہین جانا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور کافر حربی کے لیے وصیت کرنے مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز نہین اور کسی غیر کے بندے کے لیے وصیت کرنا جائز نہین اور نہ غیر کے مدبر کے لیے اور نہ غیر کی ام ولد کے لیے اور نہ مکاتب مشروط بندے کے لیے اور نہ غیر کے مطلق مکاتب کے لیے جسنے مال کتابت مین کچھ ندیا ہو گو آقا کی بھی وصیت کرنے مین اجازت ہو اور اپنے بندے کے لیے کچھ مال دینے کی آقا کو وصیت کرنا جائز ہے خواہ وہ بندہ مدبر ہو خواہ مکاتب ہو خواہ اُم ولد ہو اور جو کچھ کہ موصی اپنے بندے کے لیے وصیت کرے اُس مین پہلے دیکھنا چاہیے کہ وہ تہائی مال کی ہے اور بعد اسکے دیکھنا چاہیے کہ اگر اُس بندے کی قیمت بھر ہے تو وہ بندہ

اُس مال کے بدلے مین جو اُسکی قیمت بھر ہے آزاد ہو جائیگا اور وہ اُسکی قیمت کا مال اور موصی
کا مال اُس موصی کے وارثون کو ملیگا اور اگر اُسکی قیمت مال موصی سے یعنی جسکے دینے کی وصیت
کی ہے کم ہو تو اُسکے آزاد کرنے کے بعد جسقدر اُسکی قیمت سے دلوایا ہو مال بڑھے گا اُسی آزاد
بندے کو دیدینگے اور اگر اُس بندے کی قیمت موصی بہ والے مال سے بڑھکر ہو تو اُس زیادتی کو
اپنے کار کسب سے بہم پہونچا کر وارثونکو دیگا جبتک کہ اُسکی قیمت اُس مال موصی بہ سے دوچند
نہو گی اور اگر اُس سے دونی ہو گی تو وصیت باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب بھی وصیت
صحیح ہے اور بندہ اپنی باقی قیمت کی ادا مین سعی کریگا گو اُسکی قیمت دونی سے زیادہ ہو اور یہی
خوب ہے اور وصیت کے مقررہ قاعدون کے موافق ہے اور اگر اپنے بندے کے آزاد کرنے
کی وصیت کرے اور اُس موصی کے ذمے قرض بھی ہو پھر اگر اُس بندے کی قیمت دین سے دونی
ہو تو اُس غلام کا چھٹا حصہ اُس وصیت سے آزاد ہو جائیگا اور باقی مین آزادی سرایت کریگی اور اپنے
کار کسب سے پانچ چھٹے حصے اپنی قیمت کے حاصل کرکے تین چھٹے حصے قرضخواہ کو اور دو چھٹے
حصے وارثونکو دیگا جیسے غلام کی قیمت چھ سو روپئے ہین اور قرض تین سو کا ہے تو پہلے قرض
ادا کریگا پھر دوسرے تین سو روپیون مین سے دو سو روپئے وارثون کو دیگا اور سو روپئے
کہ تین سو کی تہائی ہے اُسکے موافق غلام آزاد ہو جائیگا اسلیئے کہ مال کی تہائی مین وصیت جاری
ہوتی ہے اور غلام اپنی باقی قیمت کے پانسو روپئے اپنے کار کسب سے کما کر تین سو روپئے قرضخواہ
کو اور دو سے روپئے وارثون کو دیگا اور پورا پورا آزاد ہو جائے گا اور اگر اُس بندے کی قیمت
قرض کے دونے سے کم ہو گی تو اُسکے آزاد کرنے کی وصیت باطل ہو جائیگی اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ وصیت کے قاعدے کے موافق یہ ہے کہ دین وصیت پر مقدم ہوتا ہے بس چاہیئے کہ دین کی
ادا پہلے کرے پھر جو باقی رہجائے اُسکی تہائی بھر غلام آزاد ہو گا جسقدر کہ ہو اور اگر مرض موت
مین کوئی شخص اپنے بندیکو فوری بے اپنے مرنکی قید کے آزاد کرے تو اِسصورت مین بھی وہی حکم ہے
جو پہلے بیان ہو چکا ہے یعنی اگر بندے کی قیمت قرض سے دونی ہے تو چھٹا حصہ بندے کا آزاد ہو گا
اور پانچ چھٹے حصے وہ بندہ اپنے کار کسب سے حاصل کریگا پہلے تین چھٹے حصے قرضخواہ کو پھر دو چھٹے
حصے وارثون کو دیگا اور اگر قرضے کی دونی ہونے سے کم ہو گی تو آزاد کرنے کی وصیت باطل ٹھیریگی

یہ قول گو وصیت کے قاعدے کے خلاف ہے مگر عبدالرحمن بن حجاج کی صحیحہ مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسیطرح منقول ہوا ہے پس کلیہ قاعدے سے مستثنی ہے اور اگر کسی شخص نے ایسے مکاتب مطلق بندے کے لیے کہ جسنے مال کتابت مین سے کچھ ادا کیا ہو وصیت کرے تو سارے وصیت مین سے مال کتابت کے ادا کرنے کے موافق پائے گا اور باقی وارثون کو ملیگا اور اگر کوئی شخص اپنی ام ولد لونڈی کے لیے وصیت کرے تو یہ وصیت بھی متروکہ کی تہائی مین صحیح ہے آیا یہ لونڈی مالک کے مرنے پر وصیت سے آزاد ہوگی یا اپنے بیٹے کے حصے سے آزاد ہوگی اور آزاد ہونے کے بعد وصیت کا پورا مال دیا جائیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصیت سے آزاد ہوگی اسلیے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے اور اگر کچھ لوگون کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کرے اور مطلق رہنے دے یعنی حصون کی تفصیل اور تعیین نکرے تو اس صورت مین اُن سب کو برابر دینا چاہیے پس جبکہ اپنی اولاد کو کچھ مال دینے کو کہے اور اسمین مرد اور عورت دونون ہون تو بھی اولاد پر برابر بانٹ دینا چاہیے اور اسیطرح اگر اپنے ماموون اور چچاؤن کے لیے وصیت کرے تو وہ بھی حصون مین برابر رہین گے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ماموون اور چچاؤن مین ایک اور روایت بھی ہے کہ جسمین ماموون کو وصیت کے مال کی ایک تہائی دینے کا اور چچاؤن کو دو تہائی دینے کا حکم وارد ہوا ہے اور اس روایت پر فقہا نے عمل نہین کیا ہے اور محمول اس امر پر کیا ہے کہ یہ حکم اُس وصیت مین کیا ہے کہ جسمین قرآن کے موافق کرنے کی وصیت ہو لیکن اگر بعض کی زیادتی بعض پر تصریح کر دے تو اُسی کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اگر قرابتیون کے لیے وصیت کرے تو اُن لوگونکو دینا چاہیے جو اُسکے نسب مین شریک ہین اس اعتبار سے کہ عرف مین قرابتی نسب کے شریک عزیزون کو کہتے ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُن لوگون کو دینگے جو موصی کی باپ ماں کی اولاد مسلمان ہونے کے وقت سے ہین نہ وہ اقارب کہ جنکا نسب کا فر دادا دادی سے موصی تک پہونچتا ہو اور اس قول کے مستند نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی شاہد ہے اور اگر کوئی شخص اپنی قوم کے لیے کچھ مال کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکی زبان کے شریک یعنی ایک بولی بولنے والے مردون کو دین نہ عورتون کو اسلیے کہ عورتون کو قوم نہین کہتے ہین اُردو مترجم کہتا ہے کہ فقہا مین سے بعضے شخص نے عورتون کو بھی قوم مین داخل کیا ہے اور شاید کہ مصنف کی بھی مراد

یہی ہے اسی لیے بعض کی نسبت پہلے قول سے دی ہے مگر زیادہ مشہور پہلا ہی قول ہے اسیواسطے توقف کیا ہے۔ اور اگر اپنے گھر والون کے دینے کی وصیت کرے تو اُسکی اولاد اور باپ دادے داخل ہونگے اور اگر اپنی عشیرہ یعنی قبیلہ کو دینے کی وصیت کرے تو اُن لوگون کو دینگے جو اُس سے نسب مین زیادہ قریب ہون گے اور اگر اپنے پڑوسیون کو دینے کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُن لوگون کو دین گے جو اُسکے گھر سے چالیس ہاتھ کے فاصلے تک ہر چار طرف رہتے ہون اسلیے کہ عرف مین اتنے فاصلے تک کے رہنے والے کو پڑوسی کہتے ہین اور جو حمل وصیت کے وقت موجود اور مستقر ہو اُسکے لیے وصیت کرنا صحیح ہے اگر ماں کے پیٹ سے زندہ پیدا ہو گا تو وصیت صحیح رہیگی اور اگر مردہ پیدا ہو گا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر جیتا پیدا ہوا اور بعد اسکے مر جائے تو وصیت اُسکے وارثون سے متعلق ہو جائے گی اور اگر کوئی مسلمان فقیرون کے دینے کی وصیت کرے تو اُسکے مذہب کے فقیرونکو دینگے اور اگر کافر فقیرون کے دینے کی وصیت کرے تو اُسیکے مذہب کے فقیرون کو دیدینگے اور اگر کوئی شخص کسی کے لیے کچھ وصیت کرے اور موصی کے مرنے سے پہلے وہ شخص مر جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصیت باطل ہو جائے گی اور بعضے کہتے ہین اگر موصی اُس وصیت سے پھر جائیگا تو وصیت باطل ہو جائیگی خواہ موصی لہ کے مرنے کے پہلے پھر جائے خواہ بعد اور اگر موصی وصیت سے نہ پھرے تو موصی لہ کے وارثون کو دینا چاہیے اور یہی قول اُن دو روایتون مین جو اِس بارے مین وارد ہوئی ہین زیادہ مشہور ہے اور اگر موصی لہ کا کوئی وارث نہو تو موصی کے وارثون کو ملیگا اور اگر کوئی کہے کہ فلان شخص کو اتنا روپیہ دیدین اور یہ بیان نکرے کہ وہ کس مصرف مین صرف کرے تو بھی واجب ہے کہ وہ اُسے دیدین وہ جسمین چاہے خرچ کرے اور اگر راہ خدا مین صرف کرنے کی وصیت کرے تو ایسے کام مین خرچ کرنا چاہیے جسمین ثواب ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت جہاد سے مخصوص ہو گی اور پہلا قول اشبہ ہے اور رشتہ دارون کے لیے آدمی کو کسیقدر مال دینے کی وصیت کرنا مستحب ہے خواہ وارث ہون خواہ نہون اور اگر اپنے اقرب رشتہ دار کے لیے وصیت کرے تو میراث کیطرح سے دین گے اسلیے کہ اقرب یعنی زیادہ نزدیک کا قرابتی دور کی قرابت کا میراث مین مانع ہوتا ہے پانچوین طرف اوصیا یعنی وصی لوگون کے بیان مین ہے۔

وصی مین عقل اور اسلام معتبر ہے یعنی وصی کو مسلمان اور عاقل ہونا ضرور ہے اور آیا عدالت بھی معتبر ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان عدالت معتبر ہے یعنی وصی کو عادل ہونا ضرور ہے اسلیے کہ فاسق یعنے بدکار مین امانت واری نہین ہوتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصی مین عدالت معتبر نہین یعنی وصی کو عادل ہونا ضرور نہین اسلیے کہ مسلمان امانت کا محل ہے جسطرح پر وکالت مین اور امانت رکھنے مین عادل ہونا شرط نہین ہے اور اسپر دوسری دلیل یہ ہے کہ وصی ہونا ایک ولایت یعنی ایک طرح کی داروغگی وغیرہ ہے جو موصی کے اختیار کے تابع ہوا کرتی ہے پھر موصی جسے معین کرکے حوالے کردے اُسی کو یہ ملجائیگی اور اگر کسی عادل کو کوئی وصی کرے اور موصی کے مرنے کے بعد وہ عادل وصی فاسق یعنی بدکار ہو جائے تو ہوسکتا ہے کہ کہا جائے کہ اب اُسکا وصی رہنا باطل ہے اسلیے کہ توقع ہے کہ موصی کا اُسپر اعتماد اُسکے زہد وصلاح کے سبب سے ہو پھر جبکہ یہ صفت اُسمین سے جاتی رہی تو اعتماد بھی باقی نرہا بس ایسے وقت مین حاکم شرع اُسے بدلکر دوسرے کو اُسکی جگہ پر مقرر کر دیگا اور کسیکو غلام کا اُسکے مالک کی بے اجازت وصی کرنا جائز نہین اور اکیلے نابالغ لڑکے کا وصی کرنا جائز نہین اور نابالغ کے ساتھ دوسرے عاقل شخص کو ملا کر وصی کرنا جائز ہے مگر نابالغ بے بلوغ کے تصرف نہین کرسکتا ہے اور اگر دو شخصون کو وصی کرے کہ ایک کم سن ہو اور دوسرا بڑا ہو تو یہ اکیلا اُسکے بالغ ہونے کے وقت تک تصرف یعنی کاربار کریگا اور اگر وہ کم سن لڑکا مر جائے یا بالغ ہونے پر فاسد العقل نکلے تو اُسکے ساتھ کا عاقل شخص وصیت کے موافق اکیلا تصرف کرسکتا ہے اور حاکم شرع اُسکا دخیل نہوگا اسلیے کہ اُسے میت مقرر کرگیا ہے اور اگر بالغ وصی کچھ تصرف کرے پھر نابالغ بالغ ہو تو اُسے بالغ وصی کے اگلے کاروبار کیے ہوئے کو برہم درہم کرنا نہین پہونچتا ہے مگر جب موصی کی وصیت کے خلاف ہونگے تو اُلٹ پلٹ کرسکتا ہے اور مسلمان کو کافر کا وصی کرنا جائز نہین گو نسبی رشتہ دار بھی ہو ہان کافر کو کافر کا وصی کرنا جائز ہے اور عورت مین اگر وصی مین کی معتبر شرطین پائی جائین تو اُسکا وصی کرنا جائز ہے اور جب کوئی شخص دو شخصونکو وصی کرے پھر اگر مطلق رہنے دے یا شرط کردے کہ دونون ملکر تصرف کرین تو ایک کو بے دوسرے کے موصی کے مال مین تصرف جائز نہین اور اگر دونون آپسمین تنازع ہون تو اُن دونون مین سے کسی کا تصرف بے دوسرے کے جائز نہوگا مگر ضروری امرون مین جیسے یتیم کا کھانا کپڑا حسب حال

ہے کہ ایسے ضروری امرون مین تصرف جائز ہوگا اور حاکم کو انکا زبردستی اجتماع کروانا پہونچتا ہے اور
اگر کسیطرح متفق نہون تو حاکم کو اُنکے بدلے دوسرے کو وصی کرنا پہونچتا ہے اور اگر دونون وصی چاہین
کہ موصی بہ کی تنصیف کرکے ایک آدھے مین ایک اور دوسرے آدھے مین دوسرا تصرف کرے
تو یہ جائز نہین اور اگر ان دونون وصیون مین سے ایک بیمار ہوجائے یا متعلق امرون کے انصرام سے
عاجز آجائے تو حاکم شرع کسی دوسرے شخص کو اُسکی مددگاری کے لیے اُسکے ساتھ ضم کردیگا اور
اگر ایک وصی مرجائے یا فاسق ہوجائے تو حاکم شرع دوسرے وصی کے ساتھ کسی اور کو اُسکے بدلے
مین ضم نہ کریگا اور اُسے اکیلے تصرف اور کاروبار کرنا جائز ہے اِسلیے کہ وصی کے موجود ہوتے ہوئے
حاکم شرع کو یتیمون کے مال پر ولایت نہین ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور اگر موصی شرط
کردے کہ دونون وصی خواہ ملکر تصرف کرین خواہ اکیلے کرین تو ان دونون مین سے ہر ایک کا
تصرف جاری ہوگا گو اکیلے بھی کرے اور اسصورت مین یہ بھی جائز ہے کہ مال کو آدھا آدھا
بانٹ لین اور ہر ایک آدھے آدھے مال مین جدا جدا موصی کی وصیت کے موافق تصرف کرتا ہے
جسطرح سے کہ تقسیم سے پہلے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تصرف جائز ہے اور وصی کو جبتک موصی جیتا رہے
اپنی وصایت کا رد کرنا اِس شرط سے پہونچتا ہے کہ اُسے خبر بھی کردے کہ وہ دوسرے کو مقرر کردے
اور اگر وصی کے رد کرنے سے پہلے یا رد کے بعد اور خبر دینے سے پہلے موصی مرجائے تو رد وصایت
کو کچھ اثر نہین اور وصی پر وصیت کا قبول کرنا لازم ہوجائے گا اور اگر وصیت کے انصرام سے
عاجز آئیگا تو حاکم شرع اُسکے ساتھ کوئی مددگار ضم کردیگا اور اگر وصی سے کوئی خیانت ظاہر ہو تو اُس
وصی کا معزول کرنا اور اُسکی جگہ پر کسی امین کا مقرر کردینا واجب ہے اور وصی اپنے کام مین امین
ہے جو کچھ ضایع ہوجائے گا اُسکے تاوان بھرنے کا ذمہ دار نہین مگر جب وصیت کی شرط کے خلاف
کریگا یا مال کی حفاظت مین بے پروائی کریگا تو تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہوجائیگا اور اگر وصی کا
کچھ قرضہ موصی کے ذمے ہو تو حاکم شرع کی بے اجازت ثبوت نہ رکھنے پر اپنے قبضے کے مال موصی
مین مجرا لینا اُسے جائز ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مطلق جائز ہے خواہ حجت اور ثبوت قرضے کا
رکھتا ہو خواہ نہ رکھتا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وصی یتیم کے مال کو خود اپنے لیے مول لیسکتا ہے
اور بیع کی دونون طرفون کا متولی اکیلا آپ ہی ہوسکتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز نہین

اور وارث بھی [illegible] یتیم کا اسباب [illegible] واقعی قیمت پر خرید کرے تو جائز ہے اور جب موصی وصی
کو اجازت دے مرنے کے [illegible] تو دوسرے کو وصی کرے تو علما کے اجماع سے اُس
وصی کو بھی دوسرے شخص کو وصی کرنا اپنے مرنے کے وقت جائز ہے اور اگر اجازت بھی ندی ہو اور
منع بھی نکیا ہو تو آیا اُسے وصی کرنا جائز ہے اسمین خلاف ہے اور اظہر یہی ہے کہ جائز نہین اور اُسکے
مرنے کے بعد حاکم شرع یتیم کے مال کا ناظر رہا کریگا اور یہی حکم ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور وصی مقرر
نکیا ہو تو بھی حاکم شرع کو اُسکے ترکے کا ناظر رہنا لازم ہے اور اگر حاکم شرع نہو تو مومنون مین سے کسی
معتمد کو مُردیکے مال کا متولی ہونا جائز ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اور اگر اپنے باپ کے ہوتے ہوے اپنے بیٹے کے
مال کی نظارت کی وصیت کسی غیر کو کرے تو صحیح نہین اور یتیم کی ولایت اُسکے دادا ہی سے متعلق ہوگی بعضے فقہا
ترکیکی تہائی مین نظر کا تعلق وصی سے حقوق کی ادا مین اور باقی مین یتیم کے دادے سے تعلق کہتے ہین اور جب کوئی کسی معین مال
کی نظارت کی وصیت کرے تو اُسکی ولایت اُسی خاص مال مین ہوگی اور اُسکے سوا مین اُسکا تصرف جائز نہین
اور جسمین کہ وصی ہوا ہے اُسی پر حصر کرنے مین مثل وکیل کے ہے تین مسئلے پہلا مسئلہ جو صفتین
کہ وصی مین معتبر ہین وہ صفتین وصیت کی حالت مین اُسمین پائی جانا چاہیین یعنی اُسوقت
وہ موجود ہون اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ موصی کے مرنے کے وقت وصی مین وہ معتبر صفتین پائی
جانا ضرور ہین پس اگر کسی نابالغ لڑکے کو کوئی وصی کرے اور پھر وہ بالغ ہو اور بلوغ کے بعد موصی
مرجائے تو اُسکا وصی ہونا صحیح ہے اور یہی حکم آزاد ہونے مین اور عاقل ہونے مین بھی ہے اور
پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ موصی کو جسپر شرعی ولایت اُسے ہو اُسپر وصی کرنا جائز ہے جیسے
اولاد ہے خواہ کتنی ہی پست ہو مگر شرط یہی ہے کہ وہ کم سن ہون پس اگر بالغ عاقل اولاد یا اپنے
باپ یا اپنے رشتہ دارون پر وصی کرے تو ایسے لوگون پر وصایت جاری نہوگی اور اگر بچون کے
مال کے لیے رکھے مال کی نگہبانی کو وصی کرے تو صحیح نہ اسمین اور نہ اُسکی تہائی مین تصرف کرنا
جائز ہے اور مثل قرضے اور صدقے کے موصی کی طرف کے ذمے کے حقوق کے نکالنے کا تصرف
جائز ہے تیسرا مسئلہ یتیم کے مال کے متولی کو اجرت مثل اپنے کام کی لینا جائز ہے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ ضروری خرچ بھر کا لے لیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اجرت مثل اور ضروری خرچ
مین سے جو کم ہوگا وہی لیگا اور پہلا قول اظہر ہے چھٹی طرف لواحق کے بیان مین ہے

اور [illegible] پہلی قسم [illegible] کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب کوئی شخص کسی غیر کیلیے
اپنے بیٹے کے برابر حصے کی وصیت کرے اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہو تو بیشک موصی نے اپنے ترکے مین
آدھے اور اپنے بیٹے کا شریک کر دیا ہے پس اگر وارث اجازت دے تو اُس غیر شخص کے لیے بھی
آدھا ترکہ ہے اور اگر اجازت ندے تو اُسے ترکے کی تہائی ملیگی اور اگر موصی کے دو بیٹے ہون
تو اُس غیر کے لیے تہائی کی وصیت ہے اور اگر اُس موصی کے تین بیٹے ہون تو اُسے چوتھائی ملیگا
اور قاعدہ یہ ہے کہ موصی نے غیر کو بھی ایک وارث قرار دیا ہے اگر سب وارث مرتبے مین برابر
ہون اور اگر متفاوت ہون تو سب سے کم وارث کا مثل قرار دینا چاہیے اور اُسی کی طرح کا حصہ
بھی دینا چاہیے مگر جب موصی کہدے کہ سب سے بڑے حصے والے کی برابر قرار دین تو وصیت کے
مقتضے کے موافق عمل کرینگے اور اگر موصی کہے کہ اِس غیر کو میری بیٹی کے برابر حصہ دین اور
اُسکے ایک ہی بیٹی ہو تو امامیہ کے نزدیک موصی لہ کو آدھا ترکہ دینا چاہیے اِسلیے کہ جب مرنیوالے
کے ایک ہی بیٹی ہے تو اُسے رداً اور فرضاً پورا ترکہ ملیگا اور جبکہ اُسکے حصے مین کسی دوسرے
شخص کو شریک کر دیا ہے تو آدھے آدھے کی تقسیم ہوگی اور اگر بیٹی اِس وصیت کے نفاذ پر
راضی نہوگی اور اجازت ندیگی تو وصیت تہائی مین جاری ہوگی اور موصی لہ کو تہائی ترکہ ملیگا
اور اگر موصی کے دو بیٹیان ہون اور غیر شخص کے لیے اُنکے حصے کے برابر کی وصیت کرے تو اُس
غیر یعنی موصی لہ کو متروکے کی ایک تہائی ملیگی اِسلیے کہ سارا مال ہمارے مذہب مین دونون بیٹیونکو
ملیگا اور عصبہ شریک نہوگا پس موصی لہ کو اُس مال کا تیسرا حصہ ملیگا اور اگر موصی کی تین بہنین
اخیافی یعنی مان کی طرف سے ہون اور تین بھائی علاتی یعنی باپ کی طرف سے ہون مان
کی طرف کی بہنون کو ترکے کی ایک تہائی اور باپ کی طرف کے بھائیون کو دو تہائیان ملینگی
جیسا کہ میراث مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر ایسا شخص کسی غیر کے لیے اپنے ایک
وارث کے برابر حصہ ملنے کی وصیت کرے تو اُس موصی لہ کو موصی کی مان کیطرف کی بہنون مین سے
ایک بہن کے برابر حصہ ملیگا اور اِس صورت مین ترکے کی تقسیم دس سہم سے ہوگی تین سہم تینون
بہنون کے اور چھ سہم تینون بھائیون کے اور ایک سہم اُس غیر کا ہے کہ جسکے لیے مرنیوالے نے وصیت
کی ہے اور اگر وصیت کرنے والے کے ایک جورو اور ایک بیٹی ہو تو جورو کو آٹھوان حصہ پہنچتا ہے

اور باقی بیٹی کو پہونچتا ہے اور غیر کے لیے بیٹی کے برابر حصے کی وصیت کرے اور وارث لوگ اِس وصیت کی اجازت دیں تو اِس صورت مین شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تقسیم سولہ سہم سے ہوگی سات سہم بیٹی کو اور سات سہم اُس غیر شخص کو اور دو سہم جورو کو ملین گے اور مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ اگر کہا جائے کہ یہان تقسیم پندرہ سہم سے ہوگی تو بہتر ہوگا اِسلیے کہ جب وارث ایک بیٹی اور ایک بی بی مین منحصر ہین تو تقسیم آٹھ سہم سے ہوگی ایک سہم کہ آٹھوان حصہ ہے بی بی کو اور سات سہم باقی کے بیٹی کو ملین گے اور اُسپر وصیت سے سات سہم غیر کے بیٹی کے برابر بڑھے تو پندرہ سہم ہوئے اُنمین سے ایک بی بی کو اور سات بیٹی کو اور سات غیر کو ملین گے اور سولہ سہم والی تقسیم کو جامع الرضوی کے مترجم کاتب کی غلطی کہتے ہین اور اگر موصی کی چار بیبیان اور ایک بیٹی ہو اور غیر کے لیے ایک وارث کے برابر کے حصے کی وصیت کرے تو اِس مسئلے مین شیخ رح نے فرمایا ہے کہ فریضہ تینتیس ۳۳ سہم سے ہوگا چار سہم چارون بیبیونکو اور ایک سہم موصی لہ کو اور ستائیس سہم بیٹی کو ملین گے اور اِس صورت مین بھی وہی اشکال ہے جو اِس سے پہلی صورت مین بیان ہوچکی ہے اِسلیے کہ بتیس کا آٹھوان حصہ کہ چار ہین چار بیبیون کو بے کسر کے ملینگے بس چاہیے کہ تقسیم تینتیس سے ہو چار سہم چارون بیبیون کو اور ایک سہم ایک بی بی کے برابر غیر شخص کو کہ جسکے لیے وصیت کی ہے اور اٹھائیس سہم بیٹی کو ملین گے اور اِس صورت مین سب حصون پر اُنکی مقدار کسر داخل ہوجاتی ہے اور یہی اشبہ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہین ہے **دوسرا مسئلہ** اگر کوئی شخص کسی غیر کے لیے اپنے بیٹے کا حصّہ ملنے کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت باطل ہے اِسلیے کہ غیر کے مال مین غیر کے لیے وصیت ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح ہے اِسلیے کہ یہ وصیت اُس وصیت کا حکم رکھتی ہے کہ جسمین اپنے بیٹے کے برابر حصّے کی وصیت کیجاتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور اگر موصی کا بیٹا اپنے باپ کا قاتل ہو پھر غیر کے لیے بیٹے کے حصے کے برابر حصہ ملنے کی وصیت کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ وصیت صحیح ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صحیح نہین اِسلیے کہ اُسکے بیٹے کا حصہ ہی نہین اور یہی قول اشبہ ہے **تیسرا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی غیر کیلیے اپنے بیٹے کے حصّے سے دونے کی وصیت کرے تو اُسے اُسکے بیٹے کے حصے سے دونا دیناچاہیے اور اگر اپنے بیٹے کے حصے کے دو ضعف کی وصیت کرے تو اُسے اُسکے بیٹے کے حصے سے چوگنا ملیگا

اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس صورت مین تین گنا بیٹے کے حصے سے اُس غیر کو ملیگا اور مصنّف اِسی قول کو اشبہ کہتے ہین اور دلیل اسپر یہ ہے کہ ایک ضعف دونا ہوا اور دوسرا ضعف ایک یقین سے ہوا اور چوتھے مین شک ہوا اور یہ لازم نہین ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ کوئی دونے کے دونے کی وصیت کرے یعنی وہان بھی تین گنا دینگے اردو مترجم کہتا ہے کہ مسائل حسابیہ کی انتہا بداہت پر ہوتی ہے اور اسمین شک کو اصلا دخل نہین کیونکہ بداہت کا انکار لازم آتا ہے اور یہ مسموع نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین دو ضعف یعنی دو دو لونکو جمع کرینگے تو چار ہونگے اب شک کہان بلکہ یقین ہے اور دوسری صورت مین ضعف ضعف یعنی دونے کو دونے مین ضرب کرین تو چار ہوجاینگے اسمین بھی کوئی شک نہین بلکہ چوگنا ملنا یقینی ہے اگر وارث ایسی وصیت کے نفاذ کی بھی اجازت دین چوتھا مسئلہ جبکہ کوئی شخص اپنے مال کی تہائی فقیرون کو دینے کی وصیت کرکے مرجائے اور اُسکا مال متفرق مقامون مین ہو تو جو مال جہان ہو اُسکی تہائی وہین کے فقیرون کو دینا جائز ہے اور اگر سارے متفرق مالون کی تہائی موصی کے رہنے کے شہر کے فقیرون پر تقسیم کرین تو بھی جائز ہے اور اُس شہر کے موجود فقیرون کو دینگے اور اُس شہر کے غائب فقیرون کو ڈھونڈھنا واجب نہین اور آیا تین فقیرون کو یا اُنسے زیادہ فقرا کو صیغۂ جمع کے اعتبار سے دینا واجب ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور یہی اشبہ ہے اسلیے کہ اسمین لفظ کے مقتضے پر عمل ہوا جاتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر کہے کہ آزاد کرین رقاب کو کہ وہ رقبے یعنی مملوک کی جمع ہے تو اس صورت مین تین بندے یا تین سے زیادہ آزاد کرنا واجب ہے مگر جبکہ مال متروکہ کی تہائی بھی اُسکو وفا کرے پانچوان مسئلہ جبکہ کوئی شخص کسی کے لیے ایک غلام کی وصیت کرے اور دوسرے شخص کے لیے ایک غلام کی قیمت ترکہ کی تہائی سے نکالکر باقی کے دینے کی وصیت کرے اور بعد اسکے اُس غلام مین موصی لہ کے دینے سے پہلے کوئی عیب نکل آئے تو اُس غلام کی بےعیب ہونے کی قیمت انکمن سے اور اُسکے وضع کے بعد جو بچیگا وہ دوسرے موصی لہ کو دینگے اسلیے کہ موصی نے تہائی کا تکملہ دینے کا قصد کیا تھا جبکہ غلام صحیح تھا اور اسیطرح اگر غلام موصی کے مرنے سے پہلے مرجائے تو پہلے موصی لہ کے حق مین وصیت باطل ہوجائیگی اور دوسرے موصی لہ کو جو غلام کی قیمت وضع کرکے تہائی مین سے بچیگا دینگے اور اگر غلام کی قیمت متروکے کی تہائی کے پورا پورا ہو تو دوسرے موصی لہ کے حق مین

وصیت باطل ہے چھٹا مسئلہ جب کوئی شخص وصیت کرے کہ یہ غلام فلان شخص کو کہ یہ اُسکا باپ
ہے دیدینا اور موصی لہ اُسے قبول کرے اس حال مین کہ مرض موت مین بیمار ہو پھر مرجائے تو وہ
غلام آزاد ہو جائے گا اسلیے کہ بیٹا باپ کا [illegible] مین ہو سکا [illegible] اُسکی آزادی کو موصی لہ کے اصل
ترکے سے حساب کرینگے نہ تہائی [illegible] یہ مسئلہ اجماعی ہے اسلیے کہ تہائی سے اُس چیز کا حساب
کرتے ہین جسے مریض اپنی ملک مین سے نکالتا ہے اور اس مسئلہ مین اسے مریض نے اپنی ملک مین سے
نہین نکالا ہے بلکہ قبول کے سبب سے مالک ہو گیا ہے کہ اُسکی ملک کی تبعیت سے وہ آزاد ہو جاتا ہے
ساتوان مسئلہ اگر کوئی شخص کسی کو گھر کے دینے کی وصیت کرے اور موصی کے مرنے سے پہلے
وہ گھر گر کر میدان ہو جائے اور پھر موصی بھی مرجائے تو وصیت باطل ہو جائے گی اسلیے کہ اُسوقتمین
اُس صفاچٹ زمین پر گھر کا اطلاق نہین ہو سکتا ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے اور تردد کا سبب
یہ ہے کہ گھر زمین اور عملے سے مرکب ہوا کرتا ہے اور دونون جز موصی لہ سے متعلق ہو چکے تھے اور
ایک جز کے جاتے رہنے سے دوسرے جز کا تعلق کیونکر ساقط ہو جائیگا آٹھوان مسئلہ اگر کوئی
شخص وصیت کرے کہ زید کو اور فقیرون کو اتنا روپیہ دیدین تو زید کو اُس دلوائی کے سارے
روپئون کا آدھا دینا چاہیے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ چوتھائی دینا چاہیے اسلیے کہ فقرا کا لفظ جمع
ہے اور جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہے تو زید چوتھا ٹھہرا اور پہلا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا
ہے کہ دوسرے قول کی دلیل کی سستی یون ظاہر ہو سکتی ہے کہ فقرا کا لفظ فقیرونکی جمع
ہے اور اُسکا اطلاق تین ہی مین منحصر نہین ہے کچھ زیادہ کو لفظ کے شامل ہونے پر
فقط تین فقیرون کا اختیار کرنا واجب نہین بس مصنف علیہ الرحمہ کا مختار ہے اسلیے کہ مطلق
شرکت کا مفاد یہی ہے دوسری قسم بیمار کے تصرفون مین ہے اور یہ تصرف دو طرح پر ہین ایک
یہ کہ موجل کرے یعنی اپنے مرنے پر موقوف رکھے دوسرے یہ کہ منجز کرے یعنی اپنی زندگی مین فوری کردے
اور موجل تصرفات وصیت کا حکم رکھتے ہین اور اُسکا ذکر گزر چکا اور یہی حکم صحیح کے اُن تصرفونکا
ہے جنکے بعد موت لاحق ہو لیکن بیمار کے منجز یعنے فوری تصرف جیسے کسی کو کچھ چھوڑ دینا یا معاملے
مین رعایت کرنا اور ہدیہ دلانا اور وقف کرنا اور بندے کا آزاد کرنا ہے تو انمین بعضے فقہا کہتے ہین کہ
یہ اصل ترکے مین محسوب ہونگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ترکے کی تہائی مین محسوب ہونگے

اور دونون فریق اِس امر پر متفق ہین کہ اگر وہ بیمار اچھا ہو جائے تو اُسے رجوع نہین کر سکتا ہے اور اُسکا وارث بھی اُسکے مرنے کے بعد رجوع نہین کر سکتا ہے اور خلاف اِسی مین ہے کہ اگر بیمار اُسی مرض مین مرجائے تو کیا حکم ہے اور اِس مقام مین اُن بیماریون کا بیان ضرور پڑا کہ جنمین بیمار کے تصرف مال کی تہائی پر موقوف ہین بس واضح ہو کہ جو مرض اکثر مار ڈالتا ہے اُسے مرض مخوف کہتے ہین جیسے تپ دق اور سل اور خون ٹپکنا ہے خواہ مُنہ سے ناک سے کھانسی کے ساتھ ہو یا بے کھانسی کے ہو خواہ اور مقامون سے خون کا ٹپکنا ہو اور سوداوی اور خونی ورم اور بدبو دار جریلے دست اور کالا پاخانہ کہ زمین پر جوش مارتا ہو اور جو اِسطرح کے مرض ہین اور جن مرضون مین صحت کا حکم اکثر ہوتا ہے جیسے ایکدنکی تپ یعنی بخار ہے اور مادّی اور غیر مادّی درد سر ہے اور آنکھین دُکھنا ہے اور شلاق یعنی آنکھون کی پلکون کی بیماری ہے اور اِسیطرح وہ مرض جنمین مرنے اور جینے دونون کا احتمال ہو جیسے عفونت کا بخار ہے اور پیچش ہے اور بلغمی ورم ہین اور یہ کہا جائے کہ جس بیماری مین مرنے کا اتفاق پڑے خواہ عادت سے مخوف ہو یا نہو وہی مرض موت کا حکم رکھتی ہے تو خوب ہے مگر لڑائی کی تیراندازی کا دونون مقابلون مین اور جننے کے درد کا اور دریا کے طوفان کا مرض موت کا حکم رکھنا دیکھا نہین گیا اور ایسے شخص کے تصرف ایسے وقتون مین بیمار کے تصرف نہونگے اِسلیے کہ ایسے شخصون پر بیمار کا اطلاق نہین ہوتا ہے اور اِس مقام مین کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** اگر کوئی مرض موت کا بیمار کوئی چیز کیسکو دیڈالے یا کسی چیز کی قیمت مین سے کچھ چھوڑ دے پھر اگر یہ تصرفات تہائی مال مین سے نکالے جائین تو اِسمین کوئی کلام بھی نہین ہے اور اگر تہائی متروکے کی اِن سب تصرفونکو وفا نکرتی ہو تو ابتدا اُس تصرف کے جاری کرنے سے کرینگے کہ جسے مریض نے پہلے کیا ہے پھر جسے دوسری بار کیا ہے اِسیطرح تیسرا چوتھا وغیرہ ہے جبتک کہ تہائی تمام ہو جائے اور نقصان اخیر کے تصرفونمین جاری ہوگا **دوسرا مسئلہ** جب مرض موت مین کوئی شخص کچھ چیزین لوگون کو یونہین دیڈالے اور اَور چیزون مین اپنے مرنے کے بعد دینے کی وصیت کرے تو منجز یعنی زندگی کے فوری کو تصرفون کو مقدم کرینگے پھر اگر اَور باقی تصرف بھی اُسی تہائی مین نکل سکتے ہونگے تو بہتر ہے اور نہین تو جو تہائی بھر کے ہون گے اُنمین اُسکا تصرف صحیح ہے اور جو تہائی سے بڑھکر ہین اُنمین تصرف باطل ہے **تیسرا مسئلہ** جب

کوئی تین من عمدہ گیہوون کو کہ جسکے دام چھ روپئے ہین تین من بُرے گیہوون کے بدلے جنکی قیمت
تین روپئے ہین بیع کرے اور اُس مرنے والے پاس اُسکے سوا اور کچھ نہو تو اِس صورت مین
اُسنے اُس سے اپنے آدھے مال متروکہ کی رعایت کی ہے پھر یہ تبرع تہائی مین جاری ہوگی بس اگر
خریدار سے اچھے گیہونکا چھٹا حصہ پھروا دین تو وہ بیاز ہوا جاتا ہے پھر اسکی تقسیم کی راہ یہ ہے کہ خریدار
کے گیہوون کی تہائی یعنی ایک من جسکے دام ایک روپیہ ہین خریدار کو پھروا دینگے اور وارثونکو
تین من گیہوون کی تہائی یعنی ایک من جسکے دام دو روپیہ ہین پھروا دینگے بس خریدار کے پاس دو من
اچھے گیہون چار روپئے کے اور وارثون کے پاس ایک من گیہون دو روپئے قیمت کے باقی رہے
بس خریدار کو چھوٹ دو روپئے کی رہی اور وہی چھ روپئے کے ترکے کی تہائی ہے **چوتھا مسئلہ**
اگر کوئی بیمار اپنے دوسو کے غلام کو سو روپئے پر کسی کے ہاتھ بیچ ڈالے پھر اگر وہ اُس مرض سے اچھا
ہو جائیگا تو وہ بیع لازم ہو جائے گی اور اگر مرجائے اور وارث اجازت ندین تو آدھے غلام مین کہ
جسکی قیمت دیچکا ہے بیع جاری ہوگی یعنی پورے غلام کے چھ حصے مین کے آدھے تین مین بیع جاری
ہوگی اور تہائی یعنی دو چھٹے حصون مین یونہین چھوڑ دینا جاری ہوگا کہ یہ ترکے کی تہائی ہے بس
پانچ چھٹے حصے خریدار کے ہوئے اور ایک چھٹا حصہ وارثون کو پھر ملیگا بس اِس صورت مین خریدار
کو اختیار ہے کہ چاہے اُس غلام مین بیع جاری رکھے اور دوسرے کے مال کی قیمت کی تخفیف
کر دے یا پورا پورا کو پھیر دے اِسلیے کہ تبعیض صفقہ عمل مین آئی ہے یعنی سارے غلام کی بیع ہوئی تھی
اب کچھ مین صحیح نکلی اور کچھ مین فاسد ٹھہری اور اگر وارثون کے چھٹے حصے کے عوض مین خریدار
کچھ دے تو وارثون کو اختیار ہے چاہین قبول کرین چاہین پھیر دین اِسلیے کہ اُنکا حق اصل غلام
کے چھٹے حصے پر منحصر ہے **پانچوان مسئلہ** جب کوئی مرض موت کا بیمار اپنی لونڈی کو آزاد کرکے
اور اُس سے نکاح کرے اور اُسکا مہر اُسی آزادی کو قرار دے اور اُس سے ہمبستر ہو تو یہ عتق
یعنے آزاد کرنا اور عقد نکاح دونون صحیح ہین اور وہ آزاد کی لونڈی اپنے شوہر کی میراث بھی
پائے گی اگر وہ لونڈی ترکے کی تہائی سے بڑھی نہوگی اور اگر اُسکی قیمت متروکے کی تہائی سے
بڑھ گئی ہوگی تو یہان بھی وہی خلاف جو مریض کے فوری تصرفون مین بیان ہو چکا ہے دائر ہوگا
مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ مریض کا نکاح مرض موت مین

ہمبستری کے ساتھ معتبر ہوتا ہے اور اگر ہمبستری نہ پائی جائے تو کچھ اعتبار نہین بس اِس مسئلے مین اگر لونڈی متروکے کی تہائی بھر یا تہائی سے کم کی ہو اور شوہر بیمار اُس سے ہمبستر بھی ہوا ہو تو نکاح کی اور آزادی کی صحت پر اتفاق ہے اور وہ اپنے شوہر کی میراث بھی پائیگی اور اگر اُس مرنیوالے کی مالیت اُسی لونڈی مین منحصر ہو تو اگر یہ حکم کیا جائے کہ مریض کی فوری تصرف اصل متروکے مین محسوب ہونی چاہیے پھر بھی آزادی اور نکاح اور میراث پانا سب صحیح ہے اور اگر فوری تصرف مریض کے متروکے کی تہائی مین محسوب ہونے کے قائل ہون جسطرح کہ اکثر فقہا کا مذہب ہے بس ایک تہائی اُس لونڈی کی آزاد ہوگی اور تبعیض بُضع کی جائز نہین اِس معنی سے کہ آدھی منکوحہ ہو اور آدھی اُسکی لونڈی ہو تو اِس صورت مین نکاح باطل ہو جائے گا اور میراث بھی کہ نکاح کی فرع ہے وہ بھی نپائی جائے گی اور اردو مترجم کہتا ہے کہ آیا اِسکے لیے عوض بُضع مین سے کچھ ہوگا اِسمین ہونے نہونیکے دو قول ہین چھٹا مسئلہ اگر مرض موت کا بیمار اپنی لونڈی کو آزاد کرے اور اُسکی قیمت ترکے کی تہائی بھر ہو پھر دوسری تہائی اُسی کا مہر قرار دے اور اُس سے ہمبستر بھی ہوا اور مرجائے تو نکاح صحیح ہے اور تہائی سے گذر کر جو مہر کیا ہے وہ باطل ہے اور وہ عورت اپنے شوہر کی میراث پائیگی اور آیا اِس صورت مین شوہر پر مہر مثل لازم ہوگا یا نہو اِسمین تردد ہے اور دوسرے قول پر جو مریض کے فوری تصرف اصل ترکے سے نکالتے ہین آزادی اور نکاح اور مہر اور وارث ہونا سب صحیح ہے۔

کتاب نکاح

یہ کتاب نکاح کے بیان مین ہے اور نکاح کے معنے لغت مین جماع یعنے ہمبستر ہونے کے ہین اور عرف شرع مین معلوم مشہور عقد کے معنون مین ہے اور بعضے علما کہتے ہین کہ اِن دونون معنون مین مشترک ہے اور بعضے کہتے ہین کہ حقیقت اور مجاز ہے اور نکاح کی تین قسمین ہین پہلی قسم دائمی نکاح مین ہے اور اِسمین کلام کئی فصلون کا مستدعی ہے۔

پہلی فصل عقد کے آداب مین اور عورتون سے خلوت مین اور لواحق مین ہے **پہلے آداب** عقد کے نکاح کے مشتاق شخص کے لیے نکاح سنت ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو اور جسے نکاح پر

رغبت نہو اُسکے بارے مین خلاف ہے اور مشہور یہی ہے کہ اُسے بھی مستحب ہے اسلیے کہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تناکحوا وتناسلوا یعنی تم لوگ نکاح کرو اور اولادین حاصل کرو اور پھر حضرت فرماتے ہین کہ شرار موتاکم العزاب یعنی تمھارے مردون مین بدتر اوت ہین اور وہی جناب ہدایت مآب ارشاد فرماتے ہین کہ کسی مرد نے اسلام کے فائدے کے بعد مسلمان عورت کے فائدے سے بڑھکر کوئی فائدہ نہین پایا کہ اُسکی طرف جب دیکھتا ہو وہ اُسے خوش کرتی ہو اور اُسکی اطاعت کرتی ہو اور جس کام کو کہتا ہو اُسے بجالاتی ہو اور اُسکی محافظت کرتی ہو جبکہ وہ اُسکے پاس سے غائب ہوتا ہو تو اُسکے مال کی اور اپنے نفس کی حفاظت کرتی ہو اور ایک جماعت علما کی مشتاق نہونے پر نکاح کے مستحب نہونے پر قائل ہوئی ہو اور آیہ حق تعالی کے قول سے دلیل لائے ہین کہ باریتعالی نے حضرت یحیی علیہ السلام کی تعریف حصور سے یعنے عورتونکی طرف رغبت نہونیوالے سے کی ہے اور یہ تعریف حصور کی نکاح پر ترجیح کو اشتیاق کی صورت مین چاہتی ہے تو اشتیاق نہونے والی صورت پر حمل کیجائیگی بس مدعا یعنی اشتیاق نہونے پر نکاح کا مستحب نہونا ثابت ہوگیا اور ہو سکتا ہے کہ اسکا جواب یون دیا جائے کہ اِس صفت سے مدح کسی شرع مین ہماری شرع کے سوا اُس صفت کے ممدوح ہونے کو مستلزم نہین اور جو شخص کہ ارادہ نکاح کا کرے اُسے سات چیزین مستحب ہین ایک یہ کہ عورتون مین سے اُس عورت کو پسند کرے جسمین یہ چار چیزین ہون ایک تو کرم اور اُسکے معنون مین اختلاف ہے اور سب سے بڑھکر صحیح یہی ہے کہ عورت حرام کاری سے پیدا نہوئی ہو اور اُسکے باپ دادے مین سے بھی کوئی حرامزادہ نہو دوسری یہ کہ باکرہ یعنی کواری ہو تیسری یہ کہ ولود ہو یعنی اُسکی شان سے ہو کہ لڑکا جنے اِس معنی سے کہ کمسن نہو اور یائسہ نہو یعنی حیض اُسکے سن کے جانے سے بند نہو چکا ہو اور اُس عورت کے مزاج مین بانجھ ہونے کی کوئی دلیل نہو چوتھے یہ کہ عفیفہ ہو اور عورت کی خوبصورتی اور مالداری پر حصر نکرے اسلیے کہ اکثر اِس نیت کے سبب سے دونون سے محروم رہجانا پڑتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا اور اِس نماز کا وقت خواستگاری کا وقت ہو اور ماثورہ دعا پڑھنا اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ اُرِیْدُ اَنْ اَتَزَوَّجَ فَقَدِّرْ لِیْ مِنَ النِّسَاءِ اَعَفَّھُنَّ فَرْجًا وَاَحْفَظَھُنَّ لِیْ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِیْ وَاَوْسَعَھُنَّ رِزْقًا وَاَعْظَمَھُنَّ بَرَکَۃً اور دوسری روایت مین ضمیمہ بھی واقع ہے اور وہ یہ ہے وَقَدِّرْ لِیْ مِنْھَا وَلَدًا طَیِّبًا وَاجْعَلْہُ خَلَفًا صَالِحًا فِیْ حَیَاتِیْ وَبَعْدَ مَمَاتِیْ یعنی خداوندا مین بیشک تزویج کا ارادہ رکھتا ہون

بس مقدر کر میرے لیے عورتون مین سے زیادہ عفیفہ کو شرمگاہ کی رو سے اور اپنے نفس اور میرے
مال مین زیادہ نگہبان کو اور زیادہ وسیع کو روزی کی رو سے اور زیادہ عظیم کو برکت مین اور میرے
لیے اُس عورت سے ایسا فرزند مقدر کر کہ میرے جیتے جی پاک و طیب ہو اور بعد میرے صالح اور
جانشین اسے تو قرار دے یا اسکے سوا اور دعا پڑھے اور نکاح پر گواہ کرنا اور کھلے کھلے نکاح کرنا اور عقد کے
پہلے خطبہ پڑھنا اور نکاح کا رات کو واقع کرنا ہے اور قمر در عقرب کے زمانے مین نکاح کا واقع کرنا مکروہ ہے
دوسرے عورت کے ساتھ خلوت کرنے کے آداب مین ہے اور یہ دو قسم پر ہے **پہلی قسم**
عورت سے ہمبستری کے ارادہ کرنیوالے کو دو رکعت نماز اور ماثور دعا کا پڑھنا مستحب ہے اور جب
منکوحہ کو اپنے گھر مین بلائے تو اُس عورت کو بھی دو رکعت نماز بجا لانا اور ماثور دعا پڑھنا مستحب ہے
اور دونون طاہر ہون پھر جب عورت آئے تو مرد اُسکے ماتھے پر ہاتھ رکھے اور یہ دعا پڑھے اللّٰھم علیٰ
کتابک تزوجتھا وفی امانتک اخذتھا وبکلماتک استحللت فرجھا فان قضیت فی رحمھا شیئا
فاجعلہ مسلما سویا ولا تجعلہ شرک شیطان - یعنی خداوندا تیری کتاب کے حکم کے موافق اسے
نکاح مین لایا ہون مین اور تیری امانت مین اُسے مین نے رکھ لیا ہے اور تیرے فرمودے پر
اُسکی شرمگاہ کو حلال کیا ہے مین نے پس اگر اُسکے رحم یعنی پیٹ مین کوئی فرزند تو نے مقدر
فرمایا ہے تو اُسے مسلمان پوری پیدایش کا فرما اور اُسے شیطانکا شریک نہ ٹھہرا اور مستحب ہے
کہ عورت پاس رات کو آئے اور بسم اللہ ہمبستر ہوتے وقت کہے اور حق تعالیٰ سے پوری پیدایش کے
بیٹا ہونے کی دعا مانگے اور ولیمہ یعنی بیاہ کے کھانے کا زفاف کے وقت پکوانا اور مومنونکو بلوانا
اور کھلانا سنت ہے اور مومنونکو اس دعوت کا قبول کرنا واجب نہین بلکہ سنت ہے اور جب
آجائے تو کھا لینا سنت ہے گو نفلی روزے سے بھی ہو اور زوال آفتاب کے بعد بھی ہو اور
جو چیز کہ دولھا دولھن پر نچھاور کرتے ہین اُسکا کھانا جائز ہے اور اُسکا اُٹھانا بے مالکون کی
اجازت جائز نہین خواہ اجازت زبان سے یا خالی قرینے سے ہو اور آیا جو اُسے اُٹھا لیتا ہے وہ
اُسکا مالک ہو جاتا ہے اظہر یہی ہے کہ مالک ہو جاتا ہے **دوسری قسم** آٹھ وقتون مین ہمبستر ہونا
مکروہ ہے رات کو چاندگہن کے وقت اور دن کو سورج گہن کے وقت اور زوال آفتاب کیوقت
اور سورج کے غروب کیوقت جبتک مغرب کی طرف کی سرخی جاتی نرہے اور اخیر مہینے مین تحت الشعاع کے

تین دنون مین اور طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک اور ہر رمضان کے مہینے کی پہلی شب مین اور
آدھے مہینے کی رات مین اور سفر مین جب غسل کے لیے پانی ساتھ نہو اور زرد اور کالی آندھی چلنے کیوقت
مین اور زلزلے کے وقت مین اور ننگے ہمبستر ہونا اور احتلام کے بعد نہانے سے پہلے رفع کراہت
کی نیت سے وضو کے پہلے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی کئی بار ہمبستر ہو اور ان ہمبستریون
کے درمیان مین غسل نکرنے اور ان سب کے بعد ایکبار نہانے اور عورت سے ایسے حال مین
ہمبستر ہونا مکروہ ہے کہ اُسکے پاس اُسکی طرف کوئی غیر ممیز دیکھنے والا ہو اور اگر ممیز ہو تو حرام ہے
اور ہمبستری کے وقت اور اور وقت عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا مکروہ ہے اور قبلہ کی
طرف منھ یا پیٹھ کرکے ہمبستر ہونا مکروہ ہے تیسرے لواحق اور اسمین تین چیزین ہین پہلی چیز
جس عورت سے نکاح کا ارادہ کرے اُسکے منھ پر نظر کرنا جائز ہے گو وہ نظر اُس عورت کی بے اجازت
بھی ہو اور یہ جواز منھ کے اور گٹون سے ہاتھون کے ظاہر اور باطن کے دیکھنے سے مخصوص ہے
اور اُس عورت کا مکرر دیکھنا جائز ہے خواہ کھڑی ہو خواہ چلی جاتی ہو اور روایت مین وارد ہوا ہے
کہ اُس عورت کے بالون اور محاسن یعنی زینت کے مقامون کیطرف دیکھنا جائز ہے اور انکے
سوا کو کپڑے کے باہر سے دیکھے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے ایسی غیر عورت کے
دیکھنے مین کئی شرطین بیان فرمائی ہین ایک یہ کہ اسبات کا علم ہو کہ وہ عورت اُسپر حلال ہوگی
یا علم نہو تو اس بات کا گمان غالب ہو دوسری یہ کہ اس بات کا علم ہو کہ اسکے شوہر نہین ہے
پھر اگر شوہر کے نہونے مین شک ہو تو حرام ہے تیسری اسبات کا علم ہو کہ وہ سوال قبول
کریگی اور بعضے فقہا کہتے ہین خود دیکھنا میسر نہو تو کسی عورتکو نائب کرے کہ وہ دیکھکر اُس سے بیان کرے چوتھی
یہ کہ تحصیل اسباب پر قادر ہو گو ابھی حاصل نہ کرچکا ہو مگر قابلیت رکھتا ہو پانچوین نظر نکاح کیلیے
ہو یعنے اُس دیکھنے کا باعث نکاح کا قصد ہو اور اسیطرح اہل ذمہ کی عورتون کا دیکھنا جائز ہے
اور اُنکے بالون کا دیکھنا جائز ہے اسلیے کہ وہ مسلمانون کی لونڈیون کے مرتبے مین ہین مگر لذت
اور خواہش کی نظر نہو اور ایک مرد کو دوسرے مرد کا شرمگاہون کے سوا دیکھنا جائز ہے خواہ
بڈھا ہو یا جوان ہو خوبصورت ہو یا بدصورت ہو جبتک کہ خواہش اور لذت کی نظر نہو اور اسیطرح
عورت کو عورتون کا سوا شرمگاہون کے دیکھنا جائز ہے اور مرد کو اپنی عورت کے ظاہر اور باطن

بدن کی طرف کا دیکھنا جائز ہے اور اِسیطرح محرم عورتون کا سوا چھپانے کے مقامون کے دیکھنا
جائز ہے اور اسیطرح عورت کو بھی اپنے خاوند کے بدن کے ظاہر اور باطن کا دیکھنا جائز ہے اور
اپنے محرم مردون کا شرمگاہون کے سوا دیکھنا جائز ہے اور بیگانہ عورت کی طرف مرد نہ دیکھے
مگر اضطرار کے حال مین اور بیگانہ عورت کے مُنھ کی طرف اور ہاتھون کی ہتھیلیون کی طرف ایکمرتبہ
دیکھ لینا جائز ہے اور اُسمین بھی کراہت ہی اور مکرر نظر ڈالنا جائز نہین اور اِسی طرح عورت بھی
بیگانہ مرد کے مُنھ پر ایک بار کراہت کے ساتھ نظر کر سکتی ہے اور مرد کو ضرورت کے وقت عورت
کے مُنھ کا دیکھنا جائز ہے جیسے اُسپر گواہ ہوتا ہو اور نظر کرنے مین اُتنے ہی پر اکتفا کرے کہ جتنے حال کے
مطلع ہونے کے لیے ضرورت ہے جیسے طبیب ہے کہ جب عورت اُسکی طرف علاج کی محتاج ہو گو
اُسکی شرمگاہ بھی دفع ضرر کے لیے دیکھنا پڑے مترجم کہتے ہین کہ غیر مرد کو ایسی بڑھیا عورت کا دیکھنا
جسکی طرف رغبت نہوتی ہو جائز ہے اور خصی مرد کے غیر عورتکو دیکھنے مین اختلاف ہے بعضے فقہا جائز
جانتے ہین اور بعضے حرام جانتے ہین اور چھوٹی لڑکی کا کہ جسپر خواہش کا گمان نہو اُسکی شرمگاہ
کے سوا دیکھنا جائز ہے اور مرد بندے کو بھی اپنی مالکہ کو دیکھنا حرام ہے اور چھوٹے بچے کا کہ
نقل نہ کر سکتا ہو غیر عورتکو دیکھنا حرام نہین ہے اور اِسیطرح ایضاح مین ہے۔ یہان دو مسئلے ہین
پہلا مسئلہ آیا خواجہ سرا کو اپنی مالکہ کا جسنے اُسے خرید کیا ہے یا غیر عورت کا دیکھنا جائز ہے
بعضے فقہا کہتے ہین کہ جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جائز نہین اور اظہر یہی ہے اِسلیے کہ ممانعت
عام ہے اور ملک یمین کہ آیت مین مستثنیٰ ہے اُس سے مراد لونڈیان ہین مترجم کہتے ہین کہ خواجہ سرا
وہ ہے جسکی مردانی شرمگاہ کے تینون اعضا کٹے ہوئے ہون اُسے اصلا عورتون کی حاجت
نہین ہوتی ہے اور اگر کٹے نہون بلکہ اُسکے دونون خصیے ملے ہون یا ایک خصیہ اور وہ
عضو مخصوص باقی ہو تو ہمبستری مین مرد کا حکم رکھتا ہے دوسرا مسئلہ نامحرم اندھے شخص
کو نامحرم عورتون کی آواز سُننا جائز نہین اِسلیے کہ عورت کی آواز بھی عورت کا حکم رکھتی ہے
کہ اُسکا چھپانا واجب ہے اور عورت کو بھی نامحرم اندھے کا دیکھنا جائز نہین اِسلیے کہ نامحرم
کی ممانعت عام ہے جسطرح آنکھون والے کو شامل ہے اُسیطرح اندھے کو شامل ہی دوسری بحث
اس باب کے متعلق مسئلون کے بیان مین ہے اور وہ پانچ مسئلے ہین پہلا مسئلہ عورت کے

پیچھے کے مقام سے ہمبستری مین ہے اور اسمین دو روایتین ہین ایک جواز والی ہے اور یہی علما مین مشہور ہے مگر کراہت شدیدہ ہے دوسرا مسئلہ آزاد عورت سے کہ لونڈی نہو اور عزل کی شرط نکی ہو منی عزل کرنے کو بعضے فقہا حرام کہتے ہین اور اُسکے سبب سے نطفے کی دیت کہ دس شرعی اشرفیان ہین عورت کو دینا واجب ہوتی ہے اور یہی قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ چار مہینے سے بڑھکر عورت سے ہمبستری کا مرد کو ترک کرنا جائز نہین مترجم کہتے ہین کہ فقہا نے فرمادیا ہے کہ عورت کی اجازت ہمبستری کے ترک مین جواز کا باعث نہین ہوتی ہے اسلیے کہ اسمین حق تعالیٰ کا بھی حق ہے کہ اس سے ممانعت فرمادی ہے اور اگر پیچھے کی طرف سے ہمبستری کرے تو بھی اُس سے بری الذمہ نہوگا کیونکہ آگے کی طرف سے ہمبستر ہونا واجب ہے چوتھا مسئلہ عورت سے بے نو برس کا سن گزرے ہمبستر ہونا حرام ہے اور اگر یہ کام کرے تو اُس سے ہمیشہ کو حرام نہین ہوتی ہے لیکن اگر افضا کرے یعنی پیشاب اور حیض کی راہ ایک کردے تو اصح مذہب یہ ہے ہمیشہ کو وہ عورت اُسپر حرام ہوجائیگی پانچوان مسئلہ مسافر کو بے اطلاع اپنے گھر مین آنا مکروہ ہے اور بعضے فقہا اطلاع اور بے اطلاع مطلق رات کے آنے کو مکروہ کہتے ہین تیسری چیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص چیزون کے بیان مین ہین اور وہ پندرہ ہین بعضے اُنین سے نکاح کے خصائص ہین کہ ایک یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار عقد نکاح سے زیادہ کرنا جائز تھا اور شاید اس جواز کی وجہ حضرتؐ کی عدالت کا اعتماد ہے اسلیے کہ نو جورونکے ساتھ چلنا بھی عدل سے دوسرے شخص کا کام نہین اور آن حضرت کا عقد نکاح ہبہ کی لفظ سے عورت کی طرف سے جائز تھا اور ہبہ کے بعد اُن حضرت پر مہر لازم نہوتا تھا نہ ابتدائے نکاح مین نہ انتہائے نکاح مین اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنی ازواج کو اپنے چھوڑدینے اور اختیار کرنے کا اختیار دینا واجب تھا اور لونڈیون سے نکاح کی تحریم اور ازواج کا بدلنا جائز نہوتا اور نو عورتون سے بڑھکر عقد کرنا جائز نہوتا جبتک دوسرا آیہ اسکا ناسخ آیا یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک الآیہ اور بعضے خصائص حضرت کے نکاح سے خارج ہین اور یہ مسواک کرنا حضرت پر واجب ہونا اور نماز وتر کا واجب ہونا اور قربانی اور نماز تہجد کا واجب ہونا اور واجب صدقے کا حرام ہونا یعنی فرض زکوٰۃ حضرت پر حرام ہے اور سنتی صدقے مین اختلاف ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ بھی حضرت پر حرام تھا اور کسی کو آنکھ سے اشارہ کرنا

اور خلاف ظاہر بات کا سمجھانا اور روزہ وصال حضرت پر مباح ہونا یعنے دو دن پیاپے بے افطار کے صبح تک ثواب کی نیت سے روزہ رکھنا اور حضرت سے مخصوص تھا کہ چشم مبارک خواب مین ہوتی تھی اور دل حضرت کا بیدار رہتا تھا اور پیٹھ کے پیچھے سے اپنے منھ کے سامنے کی طرح دیکھنا اور خصائص حضرت کے اور بھی مروی ہوئے ہین مگر یہ سب مین اظہر ہین اسباب سے ملحق دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ حضرت صلعم کی ازواج کسی پر آیہ کریمہ کے حکم سے حضرت کی رحلت کے بعد اجماع سے حلال نتھین اور انکی حرمت اس سبب سے ہی کہ یہ مومنونکی مائین کہلاتی ہین اور نہ اس سبب سے کہ حضرت باپ کہلاتے ہین اور اسیطرح غیر خوا مین بنا برظاہر کے کہا ہی اور لیکن فسخ نکاح سے یا طلاق سے جو آنحضرت سے جدا ہوئی ہین انہین اختلاف ہی اور وجہ یہی کہ وہ بھی کسی پر ظاہر آیہ پر نظر کرنیسے حلال نتھین اسلیے کہ مان یا باپ کا نام رکھنا نکاح کے حرام ہوجانیکا سبب نہین ہی دوسرا مسئلہ فقہا مین سے بعض شخص نے گمان کیا ہی کہ حضرتکو ازواجین تقسیم حقتعالی کے قول سے واجب تھی اور وہ یہی تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ وَتُؤْوِيْ مَنْ تَشَاءُ یعنی ازواجین سے جسے چاہیگا تو ترک کریگا اور جسے چاہیگا بلالیگا اور یہ استدلال ضعیف ہی اسلیے کہ آیۂ کریمہ مین دوسرے معنے کا بھی احتمال ہے پھر اس سے استدلال نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ احتمال ہی کہ ترک حلت اُن عورتون سے مختص ہو جنھون نے اپنی باری دوسری عورتون کو بخشدی ہو۔

دوسری فصل عقد نکاح کے بیان مین ہے اور نظر صیغے مین اور حکمون مین ہے **پہلی نظر** صیغے مین ہے بس عقد نکاح ایجاب اور قبول کا محتاج ہے کہ تزویج کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور ایجاب کی عبارت کی دو لفظین ہین زَوَّجْتُكَ وَأَنْكَحْتُكَ یعنی تیری جورو ہونیین اپنے کو مین نے دیا اور تیرے نکاح مین اپنے کو دیا اور مَتَّعْتُكَ کی عبارت مین تردد ہے اسلیے کہ اس لفظ کی حقیقت منقطع نکاح یعنی متعہ مین ہے اور دائمی نکاح مین مجاز کے طریق پر مستعمل ہے اور لازم عقدون مین خصوصًا فروج کے باب مین احتیاط ضرور ہے اور صریح لفظون سے جو اور معنون کے محتمل نہون واقع کرنا چاہیے گو دائمی نکاح کے قصد کے معتبر ہونے کا جواز زیادہ راجح ہے اور قبول کی عبارت یہ ہے قَبِلْتُ التَّزْوِيْجَ یا قَبِلْتُ النِّكَاحَ یعنی مین نے تزویج کو قبول کیا یا نکاح کو مین نے قبول کیا اور جو اسکے مشابہ ہو اور قبلت کے لفظ پر اکتفا کرنا جائز ہے اور ایجاب و قبول دونون کا ماضی کے لفظ سے ہونا ضرور ہے کہ نکاح کی انشا پر صریح دلالت کرے یا یقینی دلالت واسطے لفظ پر انحصار ہو اور نکاح کے امر کی بے بندوبستی کی محافظت ہوجائے کہ یہ بے بندوبستی بے نکاح

فروج کی اباحت پر مشتبہ ہے اور اگر امر کے لفظ سے نکاح کی انشا کا قصد کرے جیسے کہے زوّجنی
فلانۃ یعنی میری تزویج فلان عورت سے کر اور وہ کہے زوّجتک ایّاہا یعنی تزویج کی مین نے اُسکی
تجھ سے تو بعضے فقہا نے اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ حدیث مین سہل ساعدی کی روایت سے وارد
ہوا ہے اور یہ قول خوب ہے اور اگر صیغہ مضارع سے عورت سے کہے یعنی اُزوّجک یعنی تجھ سے
تزویج مین کرتا ہون اور عورت کہے زوّجتک تو اسیقدر سے عقد ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین
کہ اس کلام سے ایجاب عمل مین آتا ہے اور اسکے بعد قبول کی احتیاج رہتی ہے اور ابان ابن تغلب
کی روایت مین وارد ہوا ہے کہ متعہ کے نکاح مین اگر کہے کہ مین نے تجھ سے تزویج کی اور عورت
کہے کہ ہان تو وہ اسکی عورت ہو جائیگی اور اگر ولی کہے یا زوجہ مرد سے کہے کہ تیرے متعہ مین اپنے
کو اتنے روپئون پر مین نے دیا اور مدت کا ذکر نکرے تو نکاح دائمی ہو جائیگا اور یہ روایت دائمی
نکاح کے متعہ کے لفظ سے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے اور قبول مین ایجاب کے لفظ کی
مطابقت شرط نہین ہے بلکہ اگر ایجاب تزویج کے لفظ سے اور قبول نکاح کے لفظ سے واقع
ہو تو بھی جائز ہے یا ایجاب نکاح کے لفظ سے اور قبول تزویج کے لفظ سے واقع ہو تو بھی صحیح
ہے اور اگر کوئی کہے کہ اپنی بیٹی کی تو نے فلان شخص سے تزویج کردی اور وہ کہے کہ ہان اور
اسکے بعد شوہر کہے کہ مین نے قبول کیا تو بھی صحیح ہے اسلیے کہ نعم یعنی ہان کا لفظ سوال کے اعادہ
پر مشتمل ہے گو سوال کے لفظ کا بولنے مین اعادہ نکرے بس گویا کہ اُسنے کہا کہ ہان مین نے تزویج کی
اور اس مسئلے مین تردد ہے اور نکاح مین ایجاب کا قبول پر مقدم ہونا شرط نہین یعنی مین نے
قبول کیا اور اُس سے تزویج کی پھر اس کے بعد ولی کہے کہ تیری تزویج مین نے کی تو بھی صحیح
ہے اور ان دو لفظون سے غیر عربی زبان کے ترجمے کی طرف عدول کرنا جائز نہین مگر اُسوقت مین
کہ عربی زبان سے عجز ہو اور اگر ان دونون متعاقدون مین سے کوئی عربی بولنے سے عاجز ہو تو ہر ایک
جس زبان کو اچھی طرح سے جانتا ہو اُسمین کہے اور اگر کوئی بالکل بولنے پر قادر نہو یا ایک قادر ہو
اور دوسرا بولنے پر غیر قادر ہو تو جو شخص عاجز ہے وہ عقد نکاح کیطرف کے اشارے اور ایما پر اکتفا
کرے کہ اُسکا اشارہ کلام کا حکم رکھتا ہے اور عقد نکاح بیع کے لفظ سے اور ہبہ کے لفظ سے اور تملیک
کے لفظ سے اور اجارے کے لفظ سے واقع نہین ہوتا ہے خواہ اُسمین مہر کا ذکر ہو خواہ نہو

اُردو مترجم کہتا ہے کہ جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ رسالۂ نکاح مین فرماتے ہین کہ احادیث اور علما کے اقوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ دائمی نکاح نکاح اور تزویج کے دونون لفظون مین سے ہر لفظ سے واقع کر سکتے ہین مگر ہمارے بڑے بڑے علما دونون لفظون سے نہایت احتیاط کی راہ واقع کیا کرتے تھے اور ایک فضلا کی جماعت کا مدار اسپر تھا کہ نکاح اور تزویج کے دونون لفظون سے ہر ایک کا تعدیہ دوسرے مفعول کی طرف سے کیا کرتے تھے اور قرآن مجید کے متعدد مقامون مین نکاح کے لفظ کا تعدیہ ذات سے ہوا ہے اور اُنمین سے ایک یہ آیہ کریمہ ہے اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ اور تزویج بھی بعضی آیتون مین ذات سے متعدی ہوئی ہے جیسے کہ قول باریتعالی کا زَوَّجْنَاکَہَا اور بعضی آیتون مین ب سے متعدی ہوئی ہے جیسے قول باریتعالی کا وَزَوَّجْنَاہُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ اور مین نے بہت سے اخبار مین مین سے متعدی دیکھا ہے بس احتیاط اسمین یہ ہے کہ صیغے ہر طور پر وارد کیے جائین اور اگلی آیتون مین کہ بیان ہوئی ہین اُنمین مرد کا صیغہ مقدم ہے اور مشہور اُلٹا ہے پھر اگر دونون کی رعایت کیجائے تو اولی اور احوط ہوگی اور بہت سی حدیثون سے اور قولون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر باکرہ عورت بالغہ اور عاقلہ ہو تو اُسکی رضامندی نکاح مین کفایت کرتی ہے اور جبکہ ولی کی شراکت اور استقلال کا قول بھی ہے اسلیے احوط ہے کہ دونون کی رضامندی سے واقع ہو اور جناب والد مرحوم رضی اللہ عنہ کا طریقہ مرضیہ نہایت احتیاط کی راہ سے یہ تھا کہ عورت کی وکالت سے جدا اور ولی کی وکالت سے جدا اور ایک صیغے مین دونون کی وکالت سے اور فقط صیغے سے بے کسی کی وکالت کے ذکر کے چار طریق سے نکاح واقع فرماتے تھے اور باکرہ عورت کے نکاح مین ولی باپ اور باپ کا باپ یعنی دادا ہوتا ہے اور ان دونون مین سے ہر ایک کی رضامندی کافی ہو جاتی ہے اور اگر یہ دونون مر جائین تو فقط باکرہ کی رضا کافی ہے اور اگر عورت باکرہ نہو تو اُسی عورت کی رضامندی کافی ہے گو اُسکے باپ دادا موجود ہون اور علما مین مشہور یہی ہے کہ سارے عقدون کا صیغہ انشا کے قصد سے واقع کرنا چاہیے جیسے کوئی شخص لفظ انکحت کہے اور اُس سے مراد یہ لے کہ اِس سے پہلے نکاح واقع کر چکا ہون اور اِس کلام سے نکاح واقع ہو جانے کی خبر دیتا ہون تو اِسطور سے نکاح واقع نہوگا اور اگر مراد یہ ہو کہ انکحت کے لفظ سے نکاح واقع کرتا ہون تو یہی انشا کے معنے مین اور اِس سے نکاح واقع ہو جائیگا

اور یہی حکم سارے عقدون کا ہے جیسے کوئی بیٹ کہے اور اس سے مراد یہی لے کہ اس لفظ سے
بیان مین واقع کرتا ہون اور واقع ہو کہ ان امرون سے خالی نہین کہ یا مرد کا وکیل عورت کے وکیل
کے ساتھ صیغہ پڑھیگا یا مرد عورت کے ساتھ یا مرد کا وکیل عورت کے ساتھ یا مرد عورت کے وکیل کے
ساتھ صیغہ کہیگا اور آہین کی ہر ایک صورت مین ولی کی رضا کی رعایت کرنی چاہیے یا نہین جیسے
عورت ولی رکھتی ہو یا ولی رکھتی ہو مگر کواری نہو پس یہ سب آٹھ صورتین ہوئین اور یہ سب صورتین
اُسی صورت مین ہین کہ مرد اور عورت دونون بالغ اور عاقل ہون اور اگر دونون نابالغ ہون
تو ایک اور صورت نکلے گی اور اگر مرد نابالغ اور عورت بالغ یا عورت نابالغ اور مرد بالغ ہو پھر
اس سے خالی نہین کہ نابالغ بالغ کے ساتھ یا بالغ کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھیگا تو یہ سب
پانچون صورتین پہلی آٹھ صورتون سے ملکر سب تیرہ صورتین ٹھہرین پہلی وہ صورت جسمین مرد
کا وکیل عورت کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھتا ہے اور عورت باکرہ یعنی کواری ہے تو اس صورت
مین عورت کا وکیل احتیاط کی راہ سے عورت کی طرف سے بھی ہوگا اور اسکے ولی باپ یا دادا
کی طرف سے بھی وکالت کریگا پس فرض کرتے ہین کہ مرد کا نام محمد ہے اور عورت کا نام زینب
ہے تو پہلے عورت کا وکیل مہر کے تعیین کے بعد کہے اَنْکَحْتُ مُوَکِّلَکَ مُحَمَّدًا مُوَکِّلَتِی زَیْنَبَ عَلَی الصَّدَاقِ
خَمْسِیْنَ تُوْمَانًا مَوْصُوْفًا پھر مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ النِّکَاحَ لِمُوَکِّلِی عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل
کہے زَوَّجْتُ مُوَکِّلَکَ مُوَکِّلَتِی بِالْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ التَّزْوِیْجَ لِمُوَکِّلِی عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ
پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ مُوَکِّلَکَ مُوَکِّلَتِی عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِی
عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ مُحَمَّدًا زَیْنَبَ عَلَی الصَّدَاقِ الْمُعَیَّنِ الْمَوْصُوْفِ اور
مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِی عَلَی الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ زَیْنَبَ مُحَمَّدًا عَلَی
الصَّدَاقِ الْمُعَیَّنِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ وَکَالَۃً عَنْ مُوَکِّلِی پھر عورت کا وکیل کہے اَنْکَحْتُ نَفْسَ
زَیْنَبَ وَکَالَۃً عَنْہَا وَعَنْ اَبِیْہَا اَوْ عَنْ جَدِّہَا مِنْ مُوَکِّلِکَ مُحَمَّدٍ بِالصَّدَاقِ الْمَذْکُوْرِ اور مرد کا وکیل کہے
قَبِلْتُ النِّکَاحَ لِمُوَکِّلِی بِالصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ پھر عورت کا وکیل کہے زَوَّجْتُ بِنْتَ مُوَکِّلِی مِنْ مُوَکِّلِکَ بِالْمَهْرِ
الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِی پھر عورت کا وکیل کہے اَنْکَحْتُ زَیْنَبَ مِنْ مُوَکِّلِکَ عَلَی الْمَهْرِ
الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ لِمُوَکِّلِی دوسری صورت جسمین مرد اور عورت دونون خود صیغہ

پچیسیوں اور عورت کے ولی بھی ہو اور کنواری بھی ہو بس عورت کہے زَوَّجْتُكَ نَفْسِي عَلَى صَدَاقٍ خَمْسِينَ
تُومَانًا مَوْصُوفًا اور مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي عَلَى الصَّدَاقِ الْمَعْلُومِ پھر عورت کہے أَنْكَحْتُ نَفْسِي عَلَى الْمَهْرِ
الْمَعْلُومِ اور مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي پھر عورت کہے زَوَّجْتُكَ نَفْسِي أَصَالَةً وَوَكَالَةً عَنْ أَبِي أَوْ عَنْ جَدِّي
بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ اور مرد کہے قَبِلْتُ التَّزْوِيجَ لِنَفْسِي پھر عورت کہے أَنْكَحْتُ نَفْسِي مِنْ نَفْسِكَ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ
اور مرد کہے قَبِلْتُ النِّكَاحَ لِنَفْسِي پھر عورت کہے زَوَّجْتُكَ بِنَفْسِي عَلَى الْمَهْرِ الْمَذْكُورِ اور مرد کہے قَبِلْتُ
لِنَفْسِي اور اس صورت مین احتیاط یہ ہے کہ عورت اپنے باپ کی طرف سے یا دادے کیطرف
سے وکیل ہو کر اسی نہج سے صیغہ واقع کرے اور باپ اپنی بیٹی کے صیغے کو داماد کے ساتھ بیٹی کی
طرف سے وکیل ہو کر واقع کرے تو کہے زَوَّجْتُكَ بِنْتِي زَيْنَبَ وَكَالَةً عَنْهَا عَلَى صَدَاقٍ خَمْسِينَ تُومَانًا
مَوْصُوفًا مرد کا جواب سب صورتون مین اُسی طرح پر ہے کہ مذکور ہو چکا ہے پھر بیٹی کا باپ کہے۔
أَنْكَحْتُكَ بِنْتِي زَيْنَبَ وِلَايَةً عَلَيْهَا وَوَكَالَةً عَنْهَا بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ پھر داماد کے جواب کے بعد بیٹی کا باپ کہے زَوَّجْتُ بِنْتِي
زَيْنَبَ مِنْكَ وَكَالَةً عَنْهَا وَوِلَايَةً عَلَيْهَا بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ پھر داماد کے جواب کے بعد بیٹی کا باپ کہے
زَوَّجْتُكَ بِنْتِي زَيْنَبَ عَلَى الصَّدَاقِ الْمُعَيَّنِ الْمَعْلُومِ پھر مرد کہے قَبِلْتُ لِنَفْسِي عَلَى الصَّدَاقِ
الْمَعْلُومِ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کا وکیل مرد کے وکیل کے ساتھ صیغہ پڑھے اور عورت
باکرہ نہو یا ولی نرکھتی ہو جسطرح کہ پہلی قسم مین بیان ہوا ہے کہنا چاہیے اور باپ یا دادے کی
وکالت کی لفظون کو نکال ڈالنا چاہیے اور اگر اُس قسم کے پہلے چار صیغون کو یہ جو صیغے بیان
ہوتے ہین انہین ملا کر پڑھین تو ظاہرا کافی ہین عورت کا وکیل کہے أَنْكَحْتُ وَزَوَّجْتُ نَفْسَ
مُوَكِّلَتِي زَيْنَبَ مِنْ مُوَكِّلِكَ مُحَمَّدٍ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ۔ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ النِّكَاحَ وَالتَّزْوِيجَ وَكَالَةً
عَنْ مُوَكِّلِي مُحَمَّدٍ بِالْمَهْرِ الْمَعْلُومِ۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے ساتھ صیغہ پڑھے اور عورت
کواری نہو یا ولی نرکھتی ہو اور اسکے صیغے بھی دوسری قسم کے صیغون کی طرح ہین مگر اسمین سے
تیسرے صیغے کو نہ پڑھنا چاہیے اور پانچوین اور چھٹی اور ساتوین اور آٹھوین صورتین انہین بیان
کی ہوئی صورتون سے مرکب ایک قسم کے ایجاب اور دوسری قسم کے قبول کو لے لینا چاہیے
اور تفصیل سے ذکر تطویل کو چاہتا ہے نوین صورت دونون کمسن نابالغ ہین اور ولایت سے
عقد ہوتا ہے تو دولھن کا ولی کہے زَوَّجْتُ ابْنَكَ بِنْتِي وِلَايَةً عَلَيْهَا عَلَى الصَّدَاقِ الْمَعْلُومِ۔ اور

دولہا کا ولی کہے قَبِلتُ التَّزوِیجَ لِابنِی وِلَایَۃً عَلَیہِ عَلَی الصَّدَاقِ المَعلُومِ پھر دولہن کا ولی زوّجتُ
کسی جگہ انکحتُ کہے انکحتُ ابنَکَ بِنتِی عَلَی الصَّدَاقِ المَعلُومِ اور جواب کے بعد پھر دولہن کا ولی کہے انکحتُ
وَزَوَّجتُ بِنتِی زَینَبَ مِن ابنِکَ مُحَمَّدٍ عَلَی صَدَاقٍ اثنَی عَشَرَ تُومَانًا نَقدًا صَاحِبقِرَانِیًا دولہا کا ولی
کہے قَبِلتُ النِّکَاحَ وَالتَّزوِیجَ لِابنِی اور باقی صورتین بھی انھین بیان کی ہوئی صورتون سے
نکلتی ہین اور واضح رہے کہ جو شخص طرفین کی وکالت کا ارتکاب کرے وہ زبان عربی سے ماہر ہو کہ اعراب
کا تمیز کرسکے اور الفاظ کو درست پڑھ سکے اور قاری سے قراءت کی تصحیح کی ہو کہ حروف کی ادا
مخارج سے کرسکے اور وقف اور وصل کی رعایت اُنکے مقامون پر کرے اور اسوقت ہین عرب
کے ملک کے سوا اور ملکون مین مرکب نام مشہور اور متعارف ہین جیسے کہ محمد حسین اور محمد علی وغیرہ
ہین اور اسکا ظاہر یہی ہے کہ عربی ترکیب سے قاعدون کی رعایت کرکے محمد حسین اور محمد علی کو
دال اور نون کے زبر سے اور دال یے کے زبر سے پڑھے اور اگر عرب کے طور کی رعایت کرکے
محمد علی کو دال کے زبر سے اور یے کو تنوین سے بھی کہے تو بھی احتیاط سے دور نہین اور اگر دونون
مرد عورت یعنی دولہا دولہن عقد کے وقت موجود ہون اور اگر وکیل نام کے بدلے ہذا یا ہذہ سے اشارہ
کرکے کہے تو بہتر ہے اور ایجاب کے صیغے کے تمام ہونے کے پہلے قبول شروع نکرنا چاہیے اور تمام ہونے
سے پہلے عرفی فاصلہ درمیان مین واقع نہونے پائے اور وکیل ہونے کے وقت دو عادل مرد یا ایک
جماعت گواہون کی موجود ہو کہ اُس عورت کو جان پہچان لین کہ وہی کہتی ہے نہ دوسری کہ گواہی
کے وقت گواہی دیسکین اور وکیل ہونے کے وقت اور صیغہ پڑھنے کے وقت مہر کی تعیین کرلین
کہ روپیہ کس سکّے کا ہے اور صیغہ شروع کرنے سے پہلے حمد وصلوٰۃ اور نکاح کی تحریص اور حرام کے
عذاب پر مشتمل ایک خطبہ پڑھنا چاہیے اور خطبے کلینی مین منقول ہین جسے چاہین پڑھین بہتر ہے
اور اگر وہ نہون تو ان دو کلمون کا بھی پڑھنا برا نہین ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی
خَلَقَ مِنَ المَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهرًا وَکَانَ رَبُّکَ عَلَی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرًا وَصَلَّی اللہُ عَلَی اَشرَفِ المُرسَلِینَ
مُحَمَّدٍ وَاَہلِ بَیتِہِ الَّذِینَ اَذہَبَ اللہُ عَنہُمُ الرِّجسَ وَطَہَّرَہُم تَطہِیرًا اَمَّا بَعدُ فَقَد قَالَ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالَی
وَقَولُہُ الحَقُّ وَاَنکِحُوا الاَیَامَی مِنکُم وَالصَّالِحِینَ مِن عِبَادِکُم وَاِمَائِکُم اِن یَکُونُوا فُقَرَاءَ یُغنِہِمُ اللہُ مِن فَضلِہِ
وَاللہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ وَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ تَنَاکَحُوا وَتَنَاسَلُوا فَاِنِّی اُبَاہِی بِکُمُ الاُمَمَ

یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہِ الْمَعْصُوْمِیْنَ - پھر نکاح کے صیغے
جو بیان ہوئے حسب ضرورت مقام پڑھنا چاہیے یہان سے خاتمہ مجلس تک کا کلام ہو چکا دوسری
نظر حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ نکاح مین نابالغ کی عبارت کا اعتبار نہین
ہوتا خواہ ایجاب ہو یا قبول ہو اور نہ دیوانے کی عبارت کا اور نشے کے مدہوش کی عبارت کے اعتبار
مین جو سمجھ نہ سکے کہ کیا کہتا ہے تردد ہے اور اظہر یہی ہے کہ صحیح نہین گو بعد اسکے ہوش مین آ جائے
اور اجازت بھی دے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ جب مست عورت مستی مین اپنا نکاح
کسی سے کر لے اور پھر ہوش مین آ جائے اور راضی رہے یا شوہر اس سے ہم بستر ہو چکے پھر ہوش مین
آنے کے بعد نکاح کو باقی رکھے تو وہ نکاح جاری رہیگا مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ جاری نہ رہیگا مخفی نہ رہے کہ سارے اختلافی مسئلون مین عمل احتیاط پر کرنا چاہیے خصوصاً فروج
امور مین کہ اسمین احتیاط واجب ہے اور جو احتیاط پر عمل کرتا ہے وہ برات ذمہ مین صاحب یقین ہے اور اس سے
بہتر کیا ہے دوسرا مسئلہ بالغہ رشیدہ عورت کے نکاح مین ولی کی اجازت شرط نہین اور کسی قسم کے نکاح مین دو گواہ کا
موجود ہونا شرط نہین ہے اور اگر مرد اور عورت یا انکے ولی چھپا کر نکاح واقع کرین تو بھی جائز ہے اور اگر
چھپانے پر دونون اتفاق کر لین تو بھی وہ نکاح خدا کے نزدیک اس چھپانے سے باطل نہ ہوگا-
تیسرا مسئلہ اگر کوئی ایجاب نکاح کا کرے اور پھر دیوانگی یا بیہوشی طاری ہو جائے تو ایجاب کا حکم
باطل ہو جائیگا اور اگر طرف ثانی جنون اور بیہوشی کے بعد قبول کرے تو وہ قبول لغو ہو جائیگا اور اگر
اسی طرح دونون متعاقدین مین سے ایک پہلے قبول کر لے اور اسکے بعد عقل زائل ہو جائے
پھر اگر قبول کرنے والے کی عقل جاتی رہنے کے بعد ولی ایجاب کرے تو یہ ایجاب بھی لغو ہوگا-
اور عقد بیع مین بھی یہی حکم ہے چوتھا مسئلہ اور اگر مہر کی تعیین مین کوئی خیار شرط کرے تو صحیح ہے
اور اگر دائمی عقد مین مہر کی تعیین نہو تو وہ عقد فاسد نہوگا اور تعیین نہونے کا جواز مہر سے مخصوص ہے
کچھ اصل نکاح سے مخصوص نہین پانچوان مسئلہ جب کوئی مرد کسی عورت کے زوجہ ہونے کا اقرار
کر لے اور وہ عورت بھی اسکی تصدیق کرے یا کوئی عورت کسی مرد کے شوہر ہونے کا اقرار کرے
اور مرد بھی اسکی تصدیق کرے تو ان دونون صورتون مین ان دونون مین زوجہ شوہر ہونے
کے ثبوت کا ظاہر کے موافق حکم کرینگے اور ایک دوسرے کی میراث پائیگا اور اگر ایک ان دونو مین سے

سے دوسرے کے اقرار کرے بس اُس پر کہ جسنے اقرار کیا ہے عقد کے لوازم کا حکم کرینگے اور جسنے کہ اقرار نہین کیا ہے اُسپر حکم نکرینگے چھٹا مسئلہ جب کسی شخص کے کئی بیٹیان ہون اور وہ انمین سے ایک کو کسی کے ساتھ تزویج کرے اور اُسکا نام عقد کے وقت بیان نہ کرے اور دل مین اُسکا قصد کرے پھر باپ اور شوہر مین واقع ہو اُس لڑکی مین نزاع واقع ہو پس اگر شوہر ان لڑکیون کو دیکھ چکا ہو تو باپ کا قول مقبول ہوگا اسلیے کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ شوہر نے تعیین کو تفویض کیا اُسکے باپ پر چھوڑ دیا تھا اور لڑکیون کے باپ پر واجب ہے کہ جس لڑکی کا عقد کیا ہے اُسوقت دل مین جو قصد کیا ہے اُسی کو دے اور اگر شوہر نے اُن لڑکیون کو نہ دیکھا ہو تو یہ عقد نکاح باطل ہے اسلیے کہ شوہر کے سامنے منکوحہ کی تعیین نہین ہوئی اور شیخ علی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اِن دونون صورتون مین عقد نکاح کا بطلان اصح ہے ساتوان مسئلہ عقد نکاح مین شرط ہے کہ زوجہ کو غیر زوجہ سے متمایز اس طرح سے کرے کہ اُس زوجہ کی طرف اشارہ کرے یا اُسکا نام بیان کرے یا اُسکی صفت بیان کرے پھر اگر کوئی شخص اپنی دو بیٹیون مین سے ایک بیٹی کی بے تعیین کے تزویج کرے یا اُس حمل کی جو اُس زوجہ کے پیٹ مین ہے تزویج کرے تو اسطرحکا عقد صحیح نہین آٹھوان مسئلہ جب کوئی مرد کسی عورت کے زوجہ ہونے کا دعوی کرے اور اُسکی بہن اُس مرد کے شوہر ہونے کا دعوی کرے اور ہر ایک اپنے اپنے دعوے پر ثبوت دے بس اگر اُس مرد نے اُس عورت سے جو زوجہ ہونے کا دعوی کرتی ہے ہمبستری کی ہے تو اِس صورت مین اُسی عورت کے ثبوت کو مرد کے ثبوت پر ترجیح ہے اسلیے کہ ہمبستری حسب ظاہر اُس عورت کے دعوے کے ثبوت کی تصدیق کرنے والی ہے اور یہی حکم ہے جب اُس عورت کے ثبوت کی تاریخ مرد کے ثبوت کی تاریخ پر مقدم ہو اور جبکہ یہ دونون باتین نہون اور وہ دونون بہنین سب باتون مین یکسان ہون تو اِس صورت مین مرد کے ثبوت کو ترجیح ہے اور اِس حکم کی مستند روایت ہے نوان مسئلہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور دوسرا شخص دعوی کرے کہ یہ عورت میری جورو ہے تو اُس شخص کے دعوے کی طرف التفات نہ کرینگے مگر جب ثبوت رکھتا ہوگا تو التفات کرینگے اور سُنینگے دسوان مسئلہ جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت سے کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اسکے بعد اُس غلام کا آقا اُس لونڈی کے مالک سے اُسے مول لے لینگے

بس اگر وہ غلام اُس لونڈی کو اپنے آقا کے لیے مول لیگا تو وہ عقد باقی رہیگا اور اگر وہ غلام اُس لونڈی کو اپنے لیے آقا کے اذن سے مول لے یا مالک مول لینے کے بعد اُس غلام کو اُسکا مالک کردے تو اگر بندے کے مالک ہونیکے قائل ہون تو عقد نکاح باطل ہو جائے گا اسلیے کہ اس صورت مین شوہر زوجہ کا مالک ہوگا اور ملک عقد زوجیت کی منافی ہے اور اگر اسکے قائل ہون کہ بندہ مالک نہین ہوسکتا ہے تو وہ لونڈی اُسکے آقا کا مال ہے گو اُسے دیدا لے بھی جیساکہ بعضے علما کا مذہب ہے تو اس صورت مین عقد نکاح اپنے حال پر باقی ہے اور اگر کچھ اُس غلام مین سے آزاد ہوا اور کچھ مملوک ہو اور اپنی زوجہ کو اُسکے مالک سے مول لیلے تو اُن دونون کا نکاح باطل ہو جائیگا خواہ اپنے ذاتی دامون سے خرید کیا ہو خواہ اپنے اور اپنے آقا کے مشترک دام سے مول لیا ہو۔

تیسری فصل عقد نکاح کے اولیا کے بیان مین ہے اور اسمین دو فصلین ہین۔

پہلی فصل اولیا کی تعیین مین ہے نکاح کی ولایت نہین ہے مگر باپ کو یا باپ کے باپ یعنی دادے کو کتنا ہی دادا اوپر دار جائے یعنی دادے کا دادا ہو اور غلام کے عقد نکاح مین اُسکے آقا کی ولایت ہوتی ہے اور وصی کو اور حاکم شرع کو بھی ولایت ہوتی ہے اور آیا دادے کی ولایت مین باپ کا جیتے رہنا شرط ہے بعضے علما کہتے ہین کہ ہان ایک روایت کے اعتبار سے جو اس بارے مین وارد ہوئی ہے شرط ہے اور وہ روایت ضعف سے خالی نہین اور وجہ یہی ہے کہ باپ کا جیتے رہنا شرط نہین بلکہ اگر یتیم کا باپ مر بھی گیا ہو تو بھی اُسکا دادا اُسکے عقد نکاح کی ولایت کرسکتا ہے اور باپ دادے کی ولایت نابالغ عورت پر بھی ثابت ہے گو اُسکی بکارت ہمبستری وغیرہ سے جاچکی ہو اور اسے ولی کے کیے عقد کے فسخ کا اختیار بلوغ اور رشد کے بعد نہین ہے اور یہی قول ظاہر ہے اور آیا باپ دادے کی ولایت بالغہ باکرہ رشیدہ عورت پر ثابت ہوتی ہے اسمین دو روایتین ہین اور انہین کی اظہر یہی روایت ہے کہ رشیدہ باکرہ عورت پر سے ولایت جاتی رہتی ہے اور اپنے عقد نکاح مین مختار ہو جاتی ہے خواہ دائمی نکاح ہو یا منقطع یعنی متعہ ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ عورت باکرہ بالغہ رشیدہ دائمی عقد بے باپ دادے کی اجازت کرسکتی ہے اور متعہ بے اجازت نہین کرسکتی ہے اور بعضے علما اسکے برعکس کہتے ہین اور بعضے اُسکے حکم کو دونون نکاحون کے بارے مین باپ دادے کے ہوتے ہوئے ساقط جانتے ہین اور اس باب مین اور بھی ایک روایت ہی

جو اِس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ لڑکی اپنے نکاح کی ولایت مین اپنے باپ دادا کی شریک ہے
اور باپ دادے مین سے کوئی شخص بے اُس لڑکی کی رضامندی اُس لڑکی کا عقد نہین کر سکتا ہے
لیکن بالغہ رشیدہ باکرہ نکاح کی خواہش اپنی برادری کے اپنی زبان کے شریک سے کرے اور باپ
دادا اُسکی خواہش اور رغبت کے ہوتے ہوئے اُسے مانع ہئین تو اُس لڑکی کو اپنی تزویج آپ
کر لینا جائز ہے گو وہ ناخوش بھی ہون یعنی باپ اور دادے کو بالغہ باکرہ رشیدہ پر اور بالغ رشید
لڑکے پر علما کے اجماع سے ولایت نہین رہتی ہے اور باپ کی اور دادے کی ولایت سب پر خواہ
مرد ہون خواہ عورت ہون خواہ بالغ ہون خواہ نابالغ ہون دیوانگی حال مین عقد پر ثابت ہے
جس صورت مین وہ عقد اُنھین مفید بھی ہو مترجم کہتے ہین کہ اسمین خلاف ہے کہ جنون کو بلوغ اور
رُشد سے پہلے عارض ہونا چاہیے یا نہین بعضے فقہائے جنون کے اتصال کو بلوغ کے قبل سے
اِس معنے سے شرط کیا ہے کہ بلوغ کے حادث ہونے کے سبب سے ولایت منقطع نہونے پائے
اِسلیے کہ اگر منقطع ہوجائیگی تو پھر پھر کرنہ آئے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ اتصال کچھ شرط نہین
اور اگر مجنون کا ولی عقد نکاح کرے اور اِسکے بعد وہ ہوش مین آئے تو اُسے فسخ کا اختیار نہین
اور مالک کو اپنی لونڈی کی تزویج جائز ہے خواہ وہ لونڈی بالغہ ہو یا نہو خواہ عاقلہ ہو یا مجنونہ ہو
اور اُس لونڈی کو اُسمین کسیطرح کا اختیار نہین ہے اور یہی حکم غلام مین بھی ہے اور حاکم شرع کو
نکاح کی ولایت کسی رشید بالغ اور نابالغ کے نکاح پر نہین ہے اور حاکم شرع کی ولایت اُسی
شخص پر ہے جو غیر رشد کے حال مین بلوغ کو پہونچے یا رشید ہونے کے بعد اُسکی عقل جاتی رہے
اور اُسکے لیے نکاح کا کرنا صلاح بھی ہو اور وصی کو نکاح کی ولایت نابالغ پر نہین ہوتی ہے گو موصی
نے اُسے صریح یتیم کے نکاح کا حکم کیا ہو اور یہی اظہر بھی ہے اور وصی کو اُس یتیم کی تزویج پہونچتی ہے
جو فساد عقل کے حال مین بالغ ہوا ہو جب اُسے معلوم ہوجائے کہ اُسے نکاح کی احتیاج بھی ہے اور
جسپر حجر اسراف کے سبب سے واقع ہوا ہو تو اُسے بے اضطرار کی حالت کے تزویج جائز نہین اور
اگر بے اضطرار کے عقد واقع کریگا تو وہ عقد فاسد ہوجائیگا اور اگر اُسے نکاح کر نہین ناچاری ہو
تو حاکم شرع کو اُسے نکاح کرنے کی اجازت دینا جائز ہے خواہ زوجہ کو معین کردے خواہ مطلق چھوڑ دے
اور اگر حاکم شرع کی بے اجازت اضطرار کے ہونے پر نکاح کرے تو صحیح ہے اور اگر مہر مثل سے زیادہ

مہر قرار دیگا تو وہ زیادتی مہر کی باطل ہوجائے گی اور مہر مثل دینا چاہیے۔
دوسری فصل لواحق مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر عورت بالغہ رشیدہ کیسکو اپنے نکاح کا وکیل کرے اور نکاح کو معین نکرے اور وہ وکیل اُسے اپنے عقد مین لائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صحیح نہین اسلیے کہ اسکے جائز نہونے مین عمار ساباطی نے ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ ایجاب کرنیوالا اور قبول کرنیوالا ایک ہی شخص ہو لیکن اشبہ جواز ہے اسلیے کہ اقوی قول یہی ہے کہ اعتباری تغایر ایجاب کرنیوالے اور قبول کرنیوالے مین کفایت کرتا ہے لیکن دادا اگر ایک بیٹے کی بیٹی کا نکاح دوسرے بیٹے کے بیٹے سے کرے یا باپ اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کرے اور یہی ہر ایک باپ دادے اِن دونون عقدون مین دونون طرفون کے متولی ہون تو جائز ہے دوسرا مسئلہ جب نابالغ عورت کا ولی اُس عورت کا نکاح کسی شخص سے مہر مثل سے کم پر کرے تو اُس لڑکی کو مہر یا نکاح کا فسخ جائز ہے اسمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے یعنی جس صورت مین کہ اُس منکوحہ کے لیے مصلحت نہو اور اگر اسکی اصلاح کم مہر کرنے مین ہو پھر تو اعتراض ہی جائز نہین تیسرا مسئلہ عورت کا صیغہ پڑھنا عقد نکاح مین بالغہ رشیدہ ہونے پر معتبر ہے بس عورت کو اپنے عقد نکاح کا واقع کرنا جائز ہے اور کسی مرد یا عورت کا وکیل بننا ایجاب مین اور قبول مین جائز ہے چوتھا مسئلہ فضولی نکاح اجازت پر موقوف ہوا کرتا ہے اور اجازت کے بعد پھر نئے سرسے عقد پڑھنے کی ضرورت نہین اور یہی اظہر ہے بس اگر بالغ عورت کا نکاح باپ دادے کے سوا کوئی اور نزدیک دور کا قرابتی واقع کرے تو وہ عقد صحیح نہوگا مگر جبکہ وہ عورت نکاح کی اجازت دیدے خواہ وہ عقد واقع کرنیوالا اُسکا چچا یا بھائی ہو اور باکرہ عورت مین پوچھنے کے وقت چُپ رہنے پر بھی قناعت کرسکتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ اسکی کراہت نکرنے پر کوئی قرینہ بھی ہو اور ثیبہ یعنی دوہا جو عورت کو نکاح کرنے کی اجازت دینے کی تکلیف دینگے اور عورت مملوکہ یعنی لونڈی ہو تو اُسکا نکاح اُسکے مالک کی اجازت پر موقوف ہے اور اسیطرح پر اگر کم سن نابالغہ عورت ہو اور اُسکا باپ یا دادا اُسکے نکاح کی اجازت دے تو صحیح ہے پانچوان مسئلہ جب ولی کافر ہو تو اُسکی ولایت نہین اور اگر باپ کافر ہو اور دادا مسلمان ہو تو دادا کی ولایت ثابت ہوگی نہ باپ کی اور یہی حکم ہے اگر باپ دیوانہ یا بیہوش ہوجائے اور اگر مانع یعنی جنون یا بیہوشی جاتی رہے تو ولایت عود

کرآئے گی اور اگر باپ اپنی بیٹی کے لیے کوئی شوہر پسند کرے اور دادا دوسرے کو پسند کرے بس
جو عقد پہلے ہو جائیگا وہی صحیح ہے اور پیچھے والا عقد باطل ہے اور اگر نابالغ عورت کے شوہر کی تعیین مین
باپ اور دادا تنازع کرین تو دادے کی پسند مقدم ہے نہ باپ کی اور اگر دونون ایک ہی وقت
مین عقد واقع کرین تو دادا کا کیا ہوا عقد ثابت رہیگا اور باپ کا کیا عقد ثابت نرہیگا چھٹا
مسئلہ اگر ولی نابالغہ لڑکی کی تزویج کسی دیوانے یا خصی سے کردے تو نکاح صحیح ہے لیکن لڑکی کو
بالغ ہونے کے بعد اختیار ہے کہ خواہ ولی کے فعل پر راضی رہے یا نکاح کو فسخ کر ڈالے اور یہی
حکم ہے اگر نابالغ لڑکے کا ولی کسی ایسی عورت سے نکاح کرے کہ جسمین فسخ کے موجب عیبون مین
سے کوئی عیب ہو اور اگر ولی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی غلام سے کردے تو اُسے فسخ کا اختیار بلوغ
کے وقت نہین ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر نابالغ لڑکے کا نکاح کسی لونڈی سے کردے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ ولی کی ولایت سے نابالغ لڑکے کا نکاح لونڈی سے کرنا جائز نہین اِسلیے کہ لونڈی سے
نکاح کرنے کا جواز حرام مین گرفتار ہو جانے کے ڈر سے مشروط ہے اور نابالغ لڑکے مین یہ ڈر نہین ہوتا
ساتوان مسئلہ لونڈی کو اپنے مالک کی بے اجازت نکاح کرنا جائز نہین گو مالک عورت ہو خواہ
دائمی نکاح ہو یا متعہ ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب لونڈی کی مالک عورت ہو تو اُسے بے اجازت
اپنی مالکہ کے متعہ کرنا جائز ہے اور پہلا قول اشبہ ہے آٹھوان مسئلہ جب نابالغ لڑکے کا باپ
اور نابالغہ لڑکی کا باپ دونون ولایت سے دونون کا نکاح واقع کرین تو اُن دونون کا نکاح
لازم ہو جائیگا اور جو ان ناکح منکوحہ مین سے مر جائیگا تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور اگر ایسے
نکاح کو ولی کے سوا کوئی اور واقع کریگا اور اُنمین سے ایک بلوغ کے پہلے مر جائے تو عقد اور مہر
اور میراث باطل ہے اِسلیے کہ یہ فضولی عقد ہے بلوغ کے بعد کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر
اِن دونون مین سے کوئی بالغ ہو جائے اور اِس عقد سے رضامندی ظاہر کرے تو اُسکی طرف سے
عقد لازم ہو جائیگا پھر اگر وہ مر جائیگا تو اُسکے ترکے سے دوسرے کا حصہ نکال رکھین گے پھر اگر
دوسرا بھی بالغ ہو کر اُس عقد کی اجازت دے تو اُس سے قسم لین گے کہ میراث لینے کے لیے تو
اجازت نہین دی ہے اور قسم کے بعد وہ وارث ہوگا اور اگر اِن دونون مین کوئی بلوغ کے
بعد بے اجازت دیے مر جائے تو عقد اور میراث دونون باطل ہین نوان مسئلہ جب مالک

اپنے غلام کو عقد نکاح کے واقع کرنے کی اجازت دے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اگر اجازت مطلق ہو اور مہر کی تعیین نہ کی ہو تو اُس غلام کو مہر مثل پر عورت سے نکاح کرنا چاہیے پھر اگر اس صورت مین مہر مثل سے زیادہ مہر قرار دیگا تو وہ زیادتی اُسی غلام کے سر ہے جب آزاد ہو گا تو اُسکا بھریگا اور مہر مثل اُسکے مالک کے ذمّے ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ بھی اُسی کے کار کسب سے متعلق ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور غلام کی جورو کے روٹی کپڑے مین بھی یہی حکم ہے دسوان مسئلہ جس غلام مین سے کچھ آزاد ہو چکا ہو تو اُسکے مالک کو اُسکے نکاح کے واقع کرنے مین اُسپر جبر نہین پہونچتا ہے۔

گیارھوان مسئلہ جب کوئی لونڈی کسی نابالغ کی ملک مین ہو تو اُسکے نکاح کا اختیار اُسی نابالغ کے ولی کو ہے اور نابالغ کو بلوغ کے بعد اُسکے کیے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہین اور عورت کو اپنے نکاح مین اپنے باپ کی اجازت لینا مستحب ہے خواہ کواری ہو خواہ دوہاجو ہو اور اگر اُسکے باپ دادا نہون تو اُسے اپنے بھائی کا نکاح مین وکیل کرنا مستحب ہے اور اگر کئی بھائی ہون تو سب سے بڑے بھائی پر اعتماد کرے اور سب بھائیون مین سے اگر ہر ایک ایک کو اُسکے لیے پسند کرے تو سب سے بڑے بھائی کی پسند کو قبول کرے یہان تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب ایک عورت کا نکاح اُسکے دو بھائی دو مردون سے واقع کرین اور اُسنے اُن دونون کو تزویج مین وکیل کیا ہو تو پہلا عقد صحیح ہے اور دوسرا باطل ہے اور اگر دوسرے سے ہمبستر ہو اور حاملہ ہو جائے تو لڑکا دوسرے سے ملحق ہو گا اور اُسے اُسکا مہر دینا چاہیے اور پہلے شوہر کیطرف بعد عدے کے پھیر دیجائیگی یعنی دوسرے سے ہمبستری کی حرمت نجاننے کی صورت مین یہ ہے کہ وطی شبہہ ہو جائیگی اور جب دونون اِس فعل کی حرمت سے واقف ہونگے اور پھر ایسا کرینگے تو یہ فعل زنا ہو گا اور عورت کچھ مہر نپائیگی اور لڑکا بھی زانی سے ملحق نہو گا اور اگر مرد حرمت کو جانتا ہو اور عورت حرمت کو نجانتی ہو تو اِس صورت مین مرد زناکار ہے اور عورت کا مہر دیگا اِسلیے کہ اُسکی طرف سے وطی شبہہ یعنی ہمبستری شُبہے سے ہوئی ہے اور اگر دونون نے ایک حال مین بے تقدیم و تاخیر کے دو شخصون سے عقد کیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ بڑے بھائی کا عقد مقدم ہے اور یہ دعویٰ بے دلیل ہے اور اگر عورت نے بھائیون کو عقد کی اجازت نہین دی ہے اور عقد فضولی اُنھون نے کیا ہے تو وہ عورت مختار ہے جس عقد کی اجازت دیگی وہی واقع ہو جائے گا اور اُس عورت کے حق مین بہتر یہی ہے کہ سب سے بڑے بھائی کے عقد پر

راضی ہوا اور ائمین سے جس سے وہ عورت اجازت کے پہلے ہمبستر ہوا اُسی شوہر کا عقد متحقق ہو جائیگا اسلیے کہ ہمبستری فعلی اجازت ہی مترجم کہتے ہین کہ یہ مسئلہ عقد فضولی کے صحیح ہونے اور اجازت پر موقوف رہنے والے قول پر متفرع ہے جیسا کہ بعضے فقہا کا مذہب ہی دوسرا مسئلہ ماں کو بیٹے کے نکاح کی ولایت نہین ہوتی ہے اگر ماں اپنے بیٹے کا فضولی عقد پڑھوائے خواہ وہ بیٹا چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو اگر وہ لڑکا بالغ ہو کر راضی ہو گا تو عقد لازم ہو جائیگا اور اگر اُس عقد سے راضی نہو گا تو ماں کو لازم ہے کہ مہر دیدے اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ فضولی عقد مین عقد واقع کرنیوالے پر مہر نہین ہوتا ہے اور بعضے فقہا نے ماں پر مہر کے وجوب کی رعایت کی عبارت کو اسطرف لیگئے ہین کہ جب ماں نے بیٹے کی وکالت کے ادعا سے نکاح کیا ہو تو اُس صورت مین اُسے مہر دینا لازم ہے تیسر امسئلہ جب کوئی غیر شخص کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے کرے اور شوہر کہے کہ اُس غیر شخص نے تیری بے اجازت تیرا نکاح کیا ہے اور عورت کہے کہ مین نے اُسے اجازت دی تھی تو مقبول قول عورت ہی کا قسم کے ساتھ ہے خواہ فضولی عقد صحیح ہو یا نہو اسلیے کہ وہ عورت عقد کی صحت کا دعوی کرتی ہے اور مرد عقد کے بطلان کا دعوی کرتا ہے بس اصل کے خلاف کے مدعی کے ذمے ثبوت ہے۔

چوتھی فصل نکاح کی حرمت کے سببون مین ہے اور وہ چھ سبب ہین **پہلا سبب نسب ہے** اور نسب سے سات قسم کی عورتین حرام ہوتی ہین ایک ماں دادی نانی حرام ہین کتنے ہی اوپر کو جائین جیسے ماں کی ماں کی ماں وغیرہ اور دادی کی دادی وغیرہ ہین دوسری صلبی بیٹیاں حرام ہین اور اُنکی بیٹیاں کتنے ہی اسفل کو جائین یعنی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ تیسرے بیٹے کی بیٹیاں حرام ہین کتنی ہی اسفل ہون یعنی جیسے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی بیٹی وغیرہ ہین چوتھی بہنین حرام ہین خواہ حقیقی ہون خواہ علاتی یا اخیافی ہون یعنی سگی ایک ماں باپ سے بہنین ہون خواہ سوتیلی فقط ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے ہون اور بہنون کی بیٹیاں اور اُنکی اولاد کی بیٹیاں پانچوین پھوپھیاں حرام ہین یعنی باپ کی بہنین خواہ باپ کی وہ حقیقی ایک ماں باپ سے بہنین ہون خواہ فقط باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے ہون اور اسیطرح دادی نانی کی بہنین حرام ہین کتنی ہی بلند ہون چھٹی خالائین حرام ہین یعنی ماں کی بہنین خواہ ایک ماں باپ سے سگی بہنین ہون یا سوتیلی صرف ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے بہنین

ہون اور کتنی ہی بلند ہون ساتوین بھائی کی بیٹیان حرام ہین خواہ سگا بھائی ایک مان باپ
سے ہو یا سوتیلا فقط مان کی طرف سے یا باپ کی طرف سے ہو خواہ بھائی کی سگی بیٹیان ہون
خواہ اُسکی اولاد کی بیٹیان ہون اور کتنی ہی اسفل ہون یعنی جیسے بھائی کے بیٹے کے بیٹے کے
بیٹے کے بیٹے کی بیٹی وغیرہ اور اسی مثل مین عورتون پر مرد حرام ہین بس عورتون پر باپ حرام
ہین گو کتنے ہی بلند ہون اور بیٹے حرام ہین اور بھائی اور بھائی کے بیٹے اور بہن کے بیٹے حرام
ہین اور عورت پر چچا حرام ہے کتنا ہی بلند ہو اور ماموں حرام ہے۔ تین فرعین پہلی فرع نسب
صحیح نکاح سے اور وطی شبہہ سے یعنی شبہے کی ہمبستری ثابت ہوتا ہے اور زنا سے نسب ثابت
نہین ہوتا ہے اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اُسکے نطفے سے لڑکا پیدا ہوا اور اُسپر یقین حاصل
ہو کہ اُسی زانی کے نطفے سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے تو بھی یہ لڑکا شرع شریف کی رو سے اُس زانی
سے منسوب نہو گا اور آیا نکاح اُس حرام کے بیٹا بیٹی کا زانی اور زانیہ کے ساتھ حرام ہے موجہ
یہی ہے کہ حرام ہے اسلیے کہ یہ اولاد اُنھین کے نطفے سے پیدا ہوئی ہے اور لغت کے رو سے
انھین بیٹا بیٹی کہین گے دوسری فرع اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو طلاق دے اور طلاق کے
بعد کوئی دوسرا شخص وطی شبہہ کرے یعنی اپنی بی بی یا حرم کے شبہے سے اُس مطلقہ سے ہمبستر ہو جائے
تو زنا کے یقین سے اور اُس مطلقہ سے لڑکا پیدا ہو پھر اگر شبہے کی ہمبستری سے اور ولادت کے زمانے
تک چھ مہینے سے کم گزرے ہون کہ پورے چھ مہینے کم سے کم حمل کی مدت ہین اور مطلق یعنی طلاق
دینے والے کی ہمبستری سے چھ مہینے یا زیادہ گزرے ہون کہ اکثر مدت حمل سے کہ پورے نو مہینے ہین
کم ہون یا پورے حمل کی اکثر مدت بھر ہون تو اس صورت مین حکم کیا جائیگا کہ یہ لڑکا طلاق دینے والے کی
سے پیدا ہوا ہے اور شبہے والی ہمبستری سے نہین پیدا ہوا ہے لیکن اگر شبہے والی ہمبستری پر چھ مہینے سے
کم گزرے ہونگے اور مطلق کی ہمبستری پر نو مہینے سے زیادہ گزر چکے ہونگے تو اِن دونون مین کسی سے
یہ لڑکا ملحق نہوگا اور ہر ایک کی طرف منسوب ہونے کا احتمال رکھیگا تو قرعے سے حکم کرنا چاہیے اور اسمین
تردد ہے اشبہ یہی کہ دوسرے سے یعنی شبہے سے ہمبستری کرنے والے سے منسوب ہوگا اور دودھ کا حکم
نسب کا تابع ہے یعنی اِن دونون مین سے جس سے یہ لڑکا منسوب ہوگا اُسی کا دودھ بھی ٹھہریگا اور
رضاع کے احکام اُسی سے متعلق ہونگے تیسری فرع اگر کوئی شخص اپنی جورو کی بیٹے کے اپنے نطفے سے

ہونے کا انکار کرے اور اُس عورت کے ساتھ شرعی طور پر جیسا کہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا ملاعنہ کرے
تو اُس لڑکے کا انتساب اُس شخص سے جاتا رہیگا پھر اسکے بعد اگر اُسکے بیٹے ہونے کا اقرار کرے گا تو لڑکا اُسکی
طرف عود کر آئیگا اور دُودھ بھی اُسکی طرف پھر آئیگا مگر اِس عورت مین لڑکا تو ملاعنہ کرنے والے کی میراث
لے گا اور ملاعنہ کرنے والا اُس لڑکے کی میراث نپائے گا دوسرا حرمت کا سبب رضاع یعنی دودھ ہے
اور نظر اُسکی شرطون اور حکمون مین ہے دودھ پینے سے حرمت پھیلنے کی کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہے
کہ دودھ نکاح سے پیدا ہوا ہو اگر کسی عورت کے بے ہمبستری کے دودھ نکل آئے اور وہ دودھ
کسی لڑکے کو پلائے تو یہ دودھ نکاح کرنے کی حرمت کا سبب نہوگا اور اگر دودھ زنا سے پیدا ہوا ہو
تو اُسکا بھی یہی حکم ہے اور بعضے فقہا اسے بھی نکاح کی حرمت پھیلنے کا سبب کہتے ہین اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ اِس سے حرمت نہین ہوتی ہے اور اِسمین تردد ہے اور راشبہ یہی ہے کہ یہ دودھ بھی
صحیح نکاح کے دودھ کا حکم رکھتا ہے اور اگر شوہر اپنی حاملہ بی بی کو جو اُس سے حاملہ ہوئی ہو طلاق
دے اور بعد طلاق کے اُسکے یہان لڑکا پیدا ہوا اور وہی دودھ کسی لڑکے کو پلائے تو بھی حرمت
اُسی طرح سے پھیلے گی جسطرح سے کہ نکاح کے باقی رہنے پر پھیلتی اور یہی حکم ہے اگر وہ عورت دوسرا
شوہر کرلے اور اُس سے ہمبستر ہو کر حاملہ ہو جائے پھر اگر دوسرے حمل سے پہلا دودھ سوکھ جائے
پھر ایسے وقت نکلے کہ جسمین حمل کا دودھ ہوا کرتا ہے تو اِس صورت مین یہ دودھ دوسرے حمل کا ہے
اور پہلے حمل کا نہین ہے اور اگر دوسرے حمل کے وضع تک دودھ متصل ہے تو جو دودھ وضع حمل سے پہلے
پلایا ہے وہ پہلے شوہر کا ہے اور جو دودھ کہ وضع حمل کے بعد دیا ہے وہ دوسرے شوہر کا ہے ــ
دوسری شرط دودھ کی مقدار ہے اور وہ دودھ کی اتنی مقدار کا پینا ہو کہ جس سے بچے کے گوشت
آگے اور ہڈی سخت پڑے اور اگر دس مرتبے سے کم دودھ پلائے تو حرمت نہ پھیلے گی مگر ایک شاذ
روایت مین کہ جسپر عمل نہین کیا گیا ہے اِس سے بھی حرمت پھیلنے کا حکم ہے اور آیا دودھ دینے سے
حرمت حاصل ہو جاتی ہے اِسمین دو روایتین ہین مشہور یہی ہے کہ حرمت نہین ہوتی ہے اور اگر پندرہ
دفعہ دودھ دے تو حرمت پھیل جائے گی یا آٹھ پہر پلائے گی اور دفعات مین تین قیدین معتبر ہین
پہلی قید یہ ہے کہ ہر دفعہ پورا دودھ پی لے اور دوسری قید یہ ہے کہ وہ دفعین پیاپے ہون یعنے
[illegible] کسی اور عورت کا دودھ نہ پیے تیسری قید یہ ہے کہ دودھ چھاتی سے پیے نہ یہ کہ کسی برتن مین

دودھ کر پیے اور دفعہ کی مقدار عرف اور عادت سے معلوم ہو جاتی ہے اور بعض فقہا کہتے ہین کہ
دفعہ کی مقدار یہ ہے کہ بچہ پیٹ بھر کے پی لے اور خود سے چھاتی کو چھوڑ دے پھر اگر چھاتی سے
ہٹا ہے اور بعد اسکے پھر پھرے تو اس صورت مین اگر پہلی دفعہ خود سے اعراض کیا ہے تو وہ دفعہ
بھی گنتی مین آئے گی اور اگر بے اعراض کے قصد کے چھاتی چھوڑ دے جیسے سانس لینے کو یا کھیل
کے دیکھنے کو یا چھاتی بدلنے کو چھوڑے تو یہ سب ایک ہی دفعہ مین ہین اور علٰحدہ نہین ہین اور
اگر دفعہ کے پورے کرنے سے پہلے دودھ پینے سے روک دیا جائے تو اُس دفعہ کا شمار نکرینگے
اور ضرور ہے کہ دودھ پیا پے متصل ایک دوسرے سے اسطرح پیے کہ ایک ہی عورت دفعون کو
پورا کرے پھر اگر ایک عورت کا کئی دفعہ دودھ پیے اور بعد اُسکے دوسری عورت کا دودھ پیے اور
پھر پہلی عورت کی طرف عود کرے تو نئے سر سے دفعون کا حساب پورے ہونے تک کرنا چاہیے
اگر کئی عورتین ایک لڑکے کو باری باری دودھ پلائین تو جبتک ہر ایک عورتکا دودھ پندرہ پندرہ مرتبہ
پیا پے نہ پیے گا اُسوقت تک حرمت حاصل نہوگی اور جس مرد کا کہ عورت اُسے دودھ دیتی ہے
دودھ دینے والی کئی عورتون کے ہونے کی صورت مین وہ مرد لڑکے کے باپ ہونے کا حکم
نہین رکھتا ہے اور اُس مرد کا باپ اُسکے دادا ہونے کا حکم نہین رکھتا ہے اور وہ دودھ پلانیوالی
عورت اُسکی ماں نہوگی جس صورت مین کہ پندرہ دفعہ پیا پے دودھ نہین پایا ہے اور فقہا مین کے
مشہور قول پر ضرور ہے کہ دودھ چھاتی سے پیے کہ دودھ پلانے کے معنے متحقق ہو جاتین پھر اگر لڑکے کی حلق
مین دودھ دین یا حقنے وغیرہ سے دودھ بچے کے پیٹ مین پہونچا دین تو بھی حرمت نہ پھیلے گی اور یہی
حکم ہے کہ اگر دودھ کا پنیر بنا کر لڑکے کو کھلائین اور یہ بھی واجب ہے کہ دودھ اپنے حال پر رہے
کسی دوسری چیز سے مل نجائے اور اگر لڑکے کے منھ مین کوئی بہتی چیز گلاب وغیرہ کی طرح کی دین
اور وہ دودھ اُسمین ملجائے کہ اُسپر دودھ اطلاق نکرین تو بھی حرمت سرایت نکریگی اور اگر ایسی
مردہ عورت کی چھاتی سے دودھ پیے کہ جسنے زندگی مین کچھ دودھ پلایا ہو اور اُسکے مرنے کے بعد
پینے سے گنتی پوری ہو تو بھی رضاع کی حرمت نہ پھیلے گی اسلیے کہ وہ عورت مر کر آدمیون کے حکمون
سے باہر ہوگئی ہے اور جو دودھ کہ لڑکا اُسکی چھاتی سے پیتا ہے وہ جانورون کا حکم رکھتا ہے اور
اس مسئلے مین تردد ہے تیسری شرط یہ ہے کہ رضاع یعنی دودھ پینے کے دنون مین دودھ پیے یعنی

اگر ایام رضاع گزرنے کے بعد کوئی لڑکا کسی عورت کا دودھ پیئے تو اُسے دودھ پلانا نہ کہیں گے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ دودھ دینے والی عورت میں بھی معتبر ہے کہ دو برس کے اندر ولادت کیوقت سے دودھ دے اور صحیح یہی ہے کہ دودھ دینے والی کیلئے یہ معتبر نہیں ہے پھر اگر کسی بچے کو دو برس سے زیادہ گزریں اور اُسکا دودھ کسی اور لڑکے کو جو دو برس سے کم کا ہے پلائے تو بھی حرمت حاصل ہو جائے گی اور یہی حکم ہے اگر دو سال بچہ پورے کر چکا اور پندرھوین اخیر دفعہ کے دودھ سے سیر نہوا ہو اور دو سال کے تمام کرنے کے بعد سیر ہو تو بھی حرمت پھیلے گی اور یہ حکم اُسوقت میں ہے جب دودھ پلانے کی دفعین جسوقت کہ دو سال تمام ہوں ویسے ہی پوری ہو جائیں چوتھی شرط یہ ہے کہ دودھ ایک خاوند سے ہو پس اگر ایک عورت ایک شوہر کا دودھ دو لڑکوں کو پلائے تو حرمت پھیل جائے گی اور اُنمین آپسمین نکاح حرام ہو جائیگا اور یہی حکم ہے کہ ایک مرد دس عورتوں سے نکاح کرے اور اُن سب مین سے ہر ایک ایک ایک لڑکے یا زیادہ کو دودھ پلائے تو ہر ایک بچہ دوسرے بچے پر حرام ہو جائے گا اور اس باب مین ایک روایت جواز مین وارد ہوئی ہے کہ فقہانے اُسپر عمل نہیں کیا ہے اور دودھ دینے والی عورت کی نسبی اولاد اُس عورت کے دودھ پینے والے بچے پر حرام ہوتی ہے اور دودھ دینے کے لیے مسلمان عقلمند عفت دار صفائی رکھنے والی عورت کا اختیار کرنا مستحب ہے اور کافرہ عورت کا دودھ ندین اور اضطرار کی صورت مین ذمیہ کو حربیہ پر اختیار کریں اور اُسے شراب کے پینے سے اور سوٗر کے گوشت کے کھانے سے روکے رہین اور لڑکے کو اَنّا کے گھر دیکر دودھ پلوانا مکروہ ہے اور مجوسیہ انّا مین کراہت موکدہ ہے اور زنا سے جنے بچے کا دودھ پلوانا مکروہ ہے اور اسحٰق ابن عمار نے جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مین نے اُن حضرت سے پوچھا کہ میرا ایک غلام تھا اور وہ میری ایک لونڈی سے ہمبستر ہوا اور وہ حاملہ ہو گئی پھر اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور مجھے اُس لونڈی کی ضرورت پڑی تو مین نے اُن دونوں کے درمیان کے کام کو حلال کر دیا اُسکا دودھ اچھا ہو جائیگا حضرت نے فرمایا نعم یعنی ہان ہو جائیگا اور یہ روایت شاذ ہے رضاع کے حکمونین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جب نکاح کی حرام کرنے والی رضاع متحقق ہو جاتی ہے تو مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی کیطرف سے اور اُسکے شوہر کیطرف سے بچے کی طرف نکاحکی حرمت سرایت کرتی ہے اور دودھ پینے والے کیطرف سے

اِن دونون کی طرف سرایت کرتی ہے بس مرضعہ اُسکی مان اور اُسکا شوہر جسکا یہ دودھ تھا
اُسکا باپ ہوجاتا ہے اور اِن دونون کے باپ نانا دادا اور اِنکی مائین نانی دادی ہوتی ہین اور
اِن دونون کی اولاد بھائی بہنین اور اِن دونون کے بھائی ماموں چچا ہوتے ہین **دوسرا مسئلہ**
ساری اولاد دودھ دینے والی عورت کے شوہر کی کہ جس سے دودھ ہے خواہ نسبی ہو یا رضاعی
ہو اِس لڑکے پر کہ جسنے اُسکا دودھ پیا ہے حرام ہو جاتی ہے اور اِسیطرح اُس دودھ پلانے والی
عورت کی اولاد کہ جو اُسکے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے خواہ ایک واسطے سے ہو یا کئی واسطے سے اُس
لڑکے پر کہ جسنے اُس عورت کا دودھ پیا ہے حرام ہے اور دودھ پینے والے لڑکے پر رضاعی اولاد
دوسرے شوہر کے دودھ کی دودھ پلانے والی عورت کی حرام نہین ہوتی ہے یعنی اُنہین آپسمین نکاح
کرنا حرام نہین **تیسرا مسئلہ** جس لڑکے نے جس عورت کا دودھ پیا ہے اُس عورت کے اُس شوہر
کی بیٹیون سے جسکا دودھ پلایا ہے اُس لڑکے کا باپ نکاح نہین کرسکتا ہے خواہ وہ لڑکیان صلبی ہون یا رضاعی
ہون اور اِسیطرح اُس دودھ پلانے والی عورت کے پیٹ کی اولاد کو بھی نکاح مین نہین لاسکتا ہے
گو اولاد دوسرے شوہر کی بھی ہو اِسلیے کہ اولاد کے حکم مین ہوگئی ہے اِسلیے کہ بیٹے کی بہنین بیٹیون کا
حکم رکھتی ہین اور آیا شیرخوار لڑکے کے باپ کی اولاد جنھون نے اُسکا دودھ نہین پیا ہے دودھ
پلانے والی عورت کی اولاد سے اور جس شوہر کا دودھ تھا اُسکی اولاد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہین
اِسمین خلاف ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہ بھی نہین کرسکتی ہے اور موجہ یہی ہے کہ وہ لوگ کرسکتے
ہین اور اگر کوئی عورت ایک قوم کی لڑکی کو اور دوسرے قوم کے لڑکے کو دودھ پلائے تو بھائی
اور بہنونکو اُس لڑکے لڑکی کی آپسمین نکاح کرنا جائز ہے اِسلیے کہ انکے درمیان مین نہ تو کوئی نسب
متحقق ہوا ہے اور نہ رضاع پائی گئی ہے اور صاحب مسالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی
عورت اپنی بیٹی کی اولاد کو دودھ پلائے خواہ وہ بچہ مرد ہو خواہ عورت ہو تو وہ اُسکی بیٹی اپنے
شوہر پر حرام ہوجائیگی اِسلیے کہ وہ بیٹے کی بہن ہوجائے گی اور بیٹے کی بہن بیٹی کا حکم رکھتی ہے
اور اگر بیٹے کی اولاد کو دودھ پلائے تو اُسکی مان اپنے شوہر پر حرام نہو گی اِسلیے کہ شوہر کی اولاد اور
اُس اولاد کی مان بھائی بہن کا حکم نہین رکھتے ہین کہ شوہر کی بیٹی کے منزلے مین ہو جائے اور
اُسپر حرام ہو **چوتھا مسئلہ** جو رضاع کہ نکاح کی حرمت پھیلنے کا سبب ہوتی ہے خواہ نکاح سے پہلے

واقع ہوئی ہو یا نکاح کے بعد واقع ہوئی ہو نکاح کی مانع اور مبطل ہوتی ہے بس اگر کوئی مرد دودھ پیتی لڑکی سے نکاح کرے اور بعد اسکے اُسنے ایسی عورت دودھ پلاے جسکے دودھ دینے سے اُس صغیرہ کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے جیسے ساس یا دو یا ساس یا نیا ساس یا نند یا شوہر کی سوتیلی ماں یا شوہر کی بھاوج ہے جبکہ دودھ اُسکے باپ اور بھائی سے حاصل ہوا ہو تو اُس صغیرہ لڑکی کا نکاح فاسد ہو جائیگا اِسلیے کہ وہ لڑکی شوہر کے محرمات کے منزلے مین ہو جائے گی اور اگر وہی دودھ پیتی لڑکی خود جاکر چھاتی چوس کر دودھ پی لے بے اسکے کہ کوئی اُسے لیجائے یا دودھ رکھنے والی کو خبر نہ ہو تو اُس صغیرہ کا مہر بھی ساقط ہو جائیگا اور شوہر کو مہر کے ادا کرنے کی تکلیف بھی نہین ہونیگی اِسلیے کہ عقد نکاح مہر کا موجب ہوتا ہے وہ منکوحہ صغیرہ کیطرف سے باطل ہوا ہے اور اگر دودھ دینے والی عورت نے اپنے اختیار سے دودھ دیا ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ صغیرہ کا آدھا مہر دینا چاہیے اِسلیے کہ بہتر یہی ہے پہلے نکاح فسخ ہوا ہے اور یہ آدھا مہر ساقط نہوگا کیونکہ نکاح کا فساد زوجہ کی طرف سے نہین ہوا ہے بلکہ شوہر خود آدھا مہر دیدے اور اسکا تاوان اُس دودھ پلانیوالی سے اگر نکاح کے فسخ کرنے سے قصداً پلایا ہے بھر لے اور اِس سبب مین تردد ہے اِسلیے کہ شک اسمین ہے کہ فرج کی منفعت کے ابطال کے سبب سے تاوان بھرنے کی ذمہ داری لازم ہو جاتی ہے یا نہین اور اگر ایک شخص کے دو بیبیان ہون کہ ایک کم سن ہو اور دوسری بڑی ہو اور بڑی جورو چھوٹی جورو کو دودھ پلائے تو وہ دونون عورتین اپنے شوہر پر حرام موبد یعنی ہمیشہ کو حرام ہو جائینگی بشرطیکہ بڑی بی بی سے شوہر ہمبستری کر چکا ہو تو کم سن والی کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ وہ مدخولہ عورت کی ربیبہ ہے اور ربیبہ حرام موبد ہے اور بڑی بی بی کے حرام ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ اُسکی بی بی کی ماں ہو گئی ہے اور ساس بھی حرام موبد ہوتی ہے اور اگر بڑی بی بی سے ہمبستر نہوا ہو تو وہی بڑی بی بی حرام ہو جائے گی اِسلیے کہ جورو کی ماں مطلق حرام ہوا کرتی ہے خواہ اُس جورو سے ہمبستری ہوئی ہو یا نہوئی ہو اور وہ کم سن حرام نہوگی اِسلیے کہ غیر مدخولہ منکوحہ کی ربیبہ حرام موبد نہین بلکہ اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو طلاق دیدے تو اُسکی ربیبہ سے نکاح کر سکتا ہے اور بڑی منکوحہ کو مہر پورا دینا واجب ہے اگر اُس سے ہمبستر ہو چکا ہے اور اگر ہمبستر نہین ہوا ہے تو کچھ مہر نہین ہے اِسلیے کہ نکاح کا فسخ اُسی کی طرف سے ہوا ہے اور کم سن کو مہر دینا چاہیے اِسلیے کہ

اُسکے عقد کا فسخ اِس اعتبار سے ہوا ہے کہ اُسکی ربیبہ کا اور اُسکا ایک شخص کے نکاح مین رہنا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ کم سن منکوحہ کو پورا مہر دیوے اور بڑی جورو سے تاوان بھر لے اور اگر بڑی جورو دو چھوٹی جوروون کو دودھ پلائے پھر اگر بڑی جورو سے ہمبستر ہو چکا ہے تو تینون جوروئین حرام موبد ہو جائینگی اور اگر بڑی جورو سے ہمبستر نہین ہوا ہے تو وہی بڑی جورو حرام ہو جاویگی اور دونون چھوٹی جوروئین حرام نہونگی مترجم کہتے ہین لیکن ان چھوٹی جوروون کا نکاح بھی فسخ ہوگا اسلیے کہ دو بہنون کو ایک شخص کے لیے نکاح سے جمع کرنا جائز نہین اور اِس مسئلے کی دلیل وہی ہے جو پہلے ایک بڑی اور ایک چھوٹی جورو مین بیان ہو چکی ہے اور اگر ایک مرد کی دو بڑی جوروئین اور ایک چھوٹی جورو ہو اور اُن دونون بڑی جوروون مین سے اگر پہلے ایک اُسکی چھوٹی جورو کو دودھ پلائے پھر دوسری اُسے دودھ دے تو اُس مرد پر وہ بڑی جورو حرام ہو جائیگی جسنے پہلے دودھ پلایا ہے اور چھوٹی جورو حرام ہوگی اور دوسری بڑی جورو حرام نہوگی اِسلیے کہ پہلی عورت کے دودھ دینے سے دونون حرام ہوگئین اور فسخ نکاح متحقق ہوگیا اور بعد اِسکے دوسری نے دودھ پلایا ایسے غیر بچے کو جو جورو ہونے کے حکم سے باہر ہے پھر جورو کی نہ ماں بنے گی کہ شوہر پر حرام ہو جاوے بلکہ گویا اُسنے اُسکی بیٹی کو دودھ پلایا ہے اور شوہر کی بیٹی کے دودھ پلانے سے جورو حرام نہین ہو جاتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ دوسری بڑی جورو جسنے بعد مین دودھ دیا ہے وہ بھی حرام ہو جاوے گی اِسلیے کہ ایسی لڑکی کو دودھ پلایا ہے جو اُسکے خاوند کی جورو تھی بس ساس کا حکم رکھتی ہے اور یہی قول بہتر ہے اور اِن تینون صورتون مین نکاح فسخ ہو جائینگے اِسلیے کہ اِن تینون صورتون مین حرام اجتماع ہوا جاتا ہے اِسلیے کہ ماں بیٹیان دونون نکاح مین آئی جاتی ہین اور یہ جائز نہین اور حرمت اُسی دستور سے ہے جو بیان ہو چکا ہے اور اگر کوئی جورو کو طلاق دے اور وہ مطلقہ اُسکی چھوٹی جورو کو دودھ پلاوے یعنی وہ دودھ پلائے جو اُسی شوہر سے حاصل ہوا تھا تو اُس شوہر پر دونون عورتین حرام موبد ہو جائینگی پانچوان مسئلہ اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو کہ جس سے وہ ہمبستر ہوا ہو اور وہی لونڈی اُسکی چھوٹی جورو کو دودھ پلائے تو وہ لونڈی اور وہ چھوٹی جورو اُس شخص پر دونون کی دونون حرام ہو جاتین گی اور چھوٹی جورو کا مہر اُس لونڈی کے آقا کو دینا لازم ہوگا اور آقا لونڈی سے تاوان بھر نسکے گا اِسلیے کہ مالک کا کوئی مال اپنے

مملوک کے ذمے نہین ہوتا ہے اور اگر اُس لونڈی کا کوئی دوسرا شخص مالک ہوا اور وہ شخص عقد نکاح کے سبب سے اُس سے ہمبستر ہوا ہو بعد اسکے کہ اسنے اُسی کی چھوٹی جورو کو دودھ پلایا ہو تو اُسکے مہر کا تاوان اُس لونڈی کے آزاد ہونے کے وقت اس سے کہ وہ اُسکو بھر لیگا اور مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک اِس مسئلے مین تردد ہے اور اگر اِسکے قائل ہون کہ مہر کا تاوان بھرنا اُس لونڈی پر واجب ہے تو مہر کے ادا کرنے کے لیے اُس لونڈی کے بیچنے کا حکم نہین کر سکتے ہین بلکہ اتنا انتظار کھینچین گے کہ اُسکا مالک اُسے آزاد کر دے پھر اُس سے مطالبہ ہوگا چھٹا مسئلہ اگر دو شخصون کی دو جورو ین ہون ایک کی جورو چھوٹی دودھ پیتی ہو اور دوسرے کی بڑی ہو اور ہر ایک اُن دونون مردون مین اپنی اپنی جورو کو طلاق دیدے اور دوسرے کی جورو سے نکاح کرلے اور بعد اسکے بڑی عورت چھوٹی کو دودھ پلائے تو بڑی عورت اُن دونون مردون پر حرام ہوگی اور چھوٹی بھی حرام موبد ہوگی اُس مرد پر جو بڑی سے ہمبستر ہوا ہے اور اِس مسئلے کی دلیل گزرے مسئلون سے ظاہر ہوتی ہے ساتوان مسئلہ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ عورت میری دودھ شریک بہن ہے یا رضاعی بیٹی ہے اور ایسی وجہ سے کہے کہ سچ کا احتمال ہوتا ہو بس اگر عقد سے پہلے کہیگا تو اُس سے اُس عورت کے نکاح کی حرمت کا ظاہر میں حکم کر دیا جائیگا اور اگر یہ عقد نکاح کے بعد کہیگا اور ثبوت رکھتا ہوگا تو اُسکے کہنے کے موافق حکم کیا جائیگا پھر اگر یہ ہمبستری سے پہلے کہا ہے تو اُس عورت کا کچھ مہر اُسکے ذمے نہین ہے اور اگر ہمبستری کے بعد کہا ہے تو جو اُسکا مہر قرار دیا ہے وہ دینا چاہیے اور اگر اِس کہنے کا ثبوت نہین رکھتا ہے اور زوجہ منکر ہو تو لازم ہے ہمبستر ہونے پر کہ پورا مہر دے اور اگر ہمبستر نہین ہوا ہے تو فقہا کے مشہور قول پر آدھا مہر دے اور اگر عورت کہے مین اِسکی دودھ شریک بہن یا رضاعی بیٹی ہون اگر یہ عقد نکاح کے بعد کہیگی تو یہ دعوی اُس شوہر کے حقمین قبول نہوگا مگر جبکہ ثبوت دیگی تو قبول کرینگے اور اگر وہ عورت یہ بات نکاح سے پہلے کہیگی تو حکم کرینگے کہ ظاہر اقرار کے موافق سچ کہتی ہے آٹھوان مسئلہ نکاح کی حرمت والی رضاع پر گواہی مقبول نہوگی مگر جبکہ گواہ تفصیل سے گواہی دین تو قبول کرلین گے اسلیے کہ نکاح کی حرام کرنیوالی رضاع مین اختلاف ہے اور اگر تفصیل سے بیان نکرین تو احتمال ہے کہ گواہ اُس رضاع کو حرام کرنیوالی رضاع جانتا ہو اور واقع مین وہ نکاحکی حرام کرنیوالی رضاع مین سے نہو اور گواہ کا نیچے کے

دودھ پینے کی گواہی میں اتنا کہنا کافی ہے کہ اُسنے دیکھا ہے کہ بچے کے مُنھ مین چھاتی تھی اور وہ
چوستا تھا اسطرح پر کہ جیسے بچے عادت سے چوسا کرتے ہین یہانتک کہ اُسنے چھاتی کو چھوڑ دیا
نوان مسئلہ جب بڑی عورت چھوٹے بچے سے نکاح کرے اور اسکے بعد نکاح فسخ ہو جائے
یا لڑکیمین کسی ایسے عیب کے نکلنے کے سبب سے کہ جس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا اس سبب
سے کہ وہ زوجہ کسی کی لونڈی ہو اور پھر آزاد ہو گئی ہو کہ آزادی بھی نکاح کے فسخ ہو جانے کا
باعث ہوا کرتی ہے یا کسی اور وجہ سے نکاح فسخ ہوا ہے اور پھر دوسرے سے تزویج کرے اور
پہلے شوہر کو دوسرے شوہر کے دودھ کو پلائے تو وہ عورت دوسرے شوہر پر حرام ہو جائے گی
اسلیے کہ اُسکے رضاعی بیٹے کی جورو ہے اور پہلے شوہر پر بھی حرام ہے اسلیے کہ رضاعی باپ کی
منکوحہ ہے اور وہ خود اُسکی رضاعی مان ہے دسوان مسئلہ اگر کوئی شخص اپنے چھوٹے دودھ پیتے
بچے کی تزویج اپنی بہن کی دودھ پیتی بیٹی سے کرے پھر اُن دونون کی دادی یا نانی اُنمین
سے ایک کو دودھ پلائے تو اُن دو بچون کا نکاح فسخ ہو جائیگا اسلیے کہ دودھ پینے والا اگر بیٹا
ہے تو اپنی جورو کا چچا یا مامون ہو جائے گا اور اگر وہ شیر خوار بیٹی ہے تو اپنے خاوند کی پھوپھی
یا خالہ ہو جائیگی تیسرا سبب مصاہرت ہے یعنی بیٹی دینے لینے کا علاقہ قرابت ہے اور مصاہرت
حلال ہمبستری سے متحقق ہوتی ہے اور زنا سے اور شبہے کی ہمبستری سے اور عورت کے بعضے
مقامون کو شہوت مین چھونے سے حاصل ہونے مین اشکال اور دقت ہے بس نظر چار
امرون مین ہے پہلا امر صحیح نکاح ہے جو شخص کسی عورت کے ساتھ صحیح عقد نکاح سے یا ملک سے
ہمبستر ہو تو اُس ہمبستری کرنیوالے پر اُس عورت کی مائین اور نانیان اور دادیان کتنی ہی بلند
جائین حرام ہو جاتی ہین جیسے مان کی مان کی مان اور نانی کی نانی کی نانی اور دادی
کی دادی کی دادی وغیرہ ہین اور بیٹیان حرام ہوتی ہین کتنی اسفل ہون جیسے بیٹی کی بیٹی کی
بیٹی کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ ہین خواہ اُنکی ولادت شوہر کی ہمبستری سے پہلے ہوئی ہو یا بعد ہوئی
ہو گو وہ بیٹیان اس کی گود مین نہ پلی ہون اور اُس عورت پر ہمبستری کرنیوالے شوہر کا باپ اور
دادا کتنے ہی بلند ہون اور اُسکی اولاد گو کتنی ہی اسفل ہو ہمیشہ کو حرام ہوتی ہے اور اگر محض
عقد نکاح واقع ہو اور ہمبستری نہوئی ہو تو وہ عورت نکاح کرنیوالے کے باپ اور اولاد پر حرام

ہو جاتی ہے اور غیر مدخولہ منکوحہ کی بیٹی اُسکی مان سے بے ہمبستری کے نکاح کرنیوالے شخص پر عین سے
حرام نہین بلکہ مان بیٹیون کا نکاح مین جمع کرنا حرام ہے اور اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو طلاق دیدے تو
اُسکی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے اور آیا اُس عورت کی مان محض عقد نکاح کے کرتے ہی حرام ہوتی ہے
یا نہین اسمین دو روایتین ہین اشہر یہی ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور باپ کی مملوکہ لونڈی بیٹے پر
محض ملک سے حرام نہین ہوتی ہے اور نہ بیٹے کی مملوکہ لونڈی بے اُسکی ہمبستری کے باپ پر حرام
ہوتی ہے اور اگر باپ بیٹون مین سے کوئی اپنی لونڈی سے ہمبستر ہو تو وہ دوسرے پر حرام ہو جائیگی
اور باپ بیٹون مین سے کسی کو جائز نہین کہ دوسرے کی لونڈی سے ہمبستر ہو مگر نکاح سے یا ملک
سے اور باپ کو نابالغ بیٹے کی لونڈی کا ولایت سے اپنے لیے مول لینا اور پھر ملکیت سے ہمبستری
کرنا جائز ہے اور اگر کوئی باپ بیٹون مین سے بے شبہے کے دوسرے کی لونڈیون سے ہمبستری
کرے تو وہ زانی ہے لیکن اگر باپ بیٹے کی لونڈی سے ہمبستر ہو تو زنا کی حد اُسپر نہین اور اگر بیٹا
باپ کی لونڈی سے بے عقد کے اور بے شبہے کے ہمبستر ہو تو اُسپر حد لازم ہو گی اور اگر شبہے سے
ہمبستری ہو گی تو حد ساقط ہو جائیگی اور اگر باپ کی لونڈی شبہے مین بیٹے کی ہمبستری سے حاملہ
ہو جائے تو جو لڑکا کہ اُس سے پیدا ہو گا وہ آزاد ٹھریگا مملوک نہ قرار پائے گا اور بیٹے کو اُس لونڈی
کی قیمت باپ کو دینا لازم نہین اور اگر بیٹے کی لونڈی شبہے کی ہمبستری مین باپ سے حاملہ ہو جائے
تو جو لڑکا اُس سے پیدا ہو گا وہ آزاد نہو گا بلکہ لونڈی کے مالک کا مملوک ہے اور باپ پر اُس
بچے کی قیمت جو پیدا ہونے کے وقت ہو اپنے بیٹے کو کہ جسکی لونڈی سے لڑکا جنوایا ہے دینی واجب
ہے مگر یہ کہ وہ بچہ لڑکی ہو تو بھائی اپنی بہن کا مالک نہو گا اور اگر باپ شبہے مین بیٹے کی جورو سے
ہمبستر ہو جائے تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہو گی اسلیے کہ تزویج کی حلیت پہلے ہے اور شبہے
کی ہمبستری اُسکے بعد لاحق ہوئی ہے یہ پہلی حلیت کو باطل نکر سکے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ
شوہر پر حرام ہو جائیگی اسلیے کہ اُسکے باپ کی مدخولہ منکوحہ ہو گئی ہے اور باپ پر لازم ہے کہ اُس
عورت کا مہر اُس کو دیدے اسلیے کہ شبہے کی ہمبستری بھی نکاح کے حکم مین ہے اور زنا نہین ہے
کہ مہر نہو اور اگر باپ کی ہمبستری کے بعد پھر بیٹا شبہے کے طریق پر اُس عورت سے ہمبستری کرے
پھر اگر یہ کہا جائے کہ شبہے کی ہمبستری حرمت کی سرایت کا باعث ہوتی ہے تو بیٹے پر دو مہر لازم

لازم ہونگے ایک پہلا مہر اور دوسرا مہر شبہے کی راہ سے عود کا اور اگرچہ کہنا چاہیے کہ شبہے کی ہمبستری حرمت کی سرایت کا باعث نہین ہوتی ہے اور یہی صحیح بھی ہے تو پہلی مہر کے سوا بیٹے پر کوئی اور مہر نہین ہے اور مصاہرت کے توابع مین سے جورو کی سگی بہن ہے کہ آدمی جورو کے ساتھ جمع نہین کرسکتا ہے اور اصلی اور ذاتی حرام نہین بلکہ دو بہنون کو ساتھ ہی جمع رکھنا حرام ہے اور اسیطرح جورو کی بہن کی بیٹی اور اسکے بھائی کی بیٹی کو اسکے ساتھ عقد مین لانا جائز نہین مگر جب کہ جورو اجازت دے تو جائز ہے اور اپنی منکوحہ بی بی کی پھوپھی اور خالہ سے عقد کرنا اسکے ہوتے ہوئے جائز ہے گو وہ منکوحہ آزردہ بھی ہو اور اجازت نہ دے اور اگر بی بی کی بھانجی بھتیجی سے اسکی خالہ پھوپھی کے نکاح مین ہوتے پر اسکی بے اجازت عقد کرے تو یہ عقد باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ خالہ پھوپھی کو اس عقد کا اختیار پہونچتا ہے کہ اس عقد کو چاہین نافذ کرین چاہین فسخ کرین یا چاہین دونون بے طلاق کے فسخ نکاح کرین یا جدا ہو جائین شوہر سے کہ آپ سے آپ فسخ نکاح ہو جائیگا اور پہلا قول عقد کے بطلان کا سب سے بڑھکر صحیح ہے لیکن زنا سے عقد کے بعد حرمت سرایت نہین کرتی ہے جیسے پہلے کسی عورت کو نکاح مین لائے بعد اسکے اسکی ماں سے یا اسکی بیٹی سے زنا کرے یا اسکے بھائی یا باپ سے لواطہ کرے یا باپ کی ہمبستری کی ہوئی لونڈی سے یا اپنے بیٹے کی لونڈی سے زنا کرے تو یہ زنا اور لواطہ اس پہلے حلال کو حرام نکریگا بلکہ پہلا حلال اپنی حلیت پر باقی رہیگا اور جو پھوپھی خالہ کے ساتھ انکی بیٹیون سے عقد کے پہلے زنا کرے گا تو مشہور یہی ہے کہ انکی بیٹیان اسپر حرام ہو جائین گی اور آیا پھوپھی خالہ کے سوا اور سے بھی زنا مصاہرت کی حرمت کی سرایت کا موجب ہوتی ہے جیسے ہمبستری کی حرمت کی سرایت کا موجب ہوا کرتی ہے اسمین دو روایتین ہین ایک یہ کہ حرمت کی سرایت کا موجب ہوتی ہے اور یہی طریق روایت کی صحت کے سبب سے زیادہ واضح ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ حرمت کی سرایت کا موجب نہین ہوتی ہے اور شبہے کی ہمبستری مین یہ جو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صحیح نکاح کے حکم مین ہے یعنی حرمت کی سرایت کر دیتی ہے تو اسمین تردد ہے اور اظہر یہی ہے کہ شبہے کی ہمبستری سے حرمت نہین پھیلتی ہے مگر نسب اس طریق سے متحقق ہو جاتا ہے کہ بیٹا باپ ماں سے ملحق ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کی میراث پاتے ہین اور نظر اور ملامست جتنی کہ غیر مالک کو

جائز ہے جیسے منہ کا دیکھنا اور ہتیلی کا چھونا یہ حرمت کی سرایت کا موجب نہین اور جو کہ غیر مالک کو
جائز نہین جیسے کہ عورت کی شرمگاہ کا دیکھنا اور چومنا اور باطن بدن کو شہوت سے چھونا اسمین
تردد ہے اظہر یہی ہے کہ اِن باتون سے کراہت لازم ہوجاتی ہے اور نکاح کی حرمت نہین ہوتی
ہے اور جو کہ انسے حرمت کی سرایت کا قائل ہوا ہے اُسنے تحریم کو باپ کی نظر اور لمس مین اور
بیٹے کی نظر اور لمس مین منحصر کردیا ہے اور منظورہ اور ملموسہ عورت کی بیٹی اور ملموسہ منظورہ کی
مان مین حرمت کو نہین لیا ہے اور مصاہرت کے جو احکام بیان ہوئے ہین انہین اور نسب اور رضاع
مین کچھ تفاوت نہین اور تحریم نکاح کے مسئلون مین سے دو مقصد ہین۔

پہلا مقصد جمع کی تحریم کے مسئلون مین ہے اور یہ چھ مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی شخص دو
سگی بہنون سے نکاح کرے تو پہلی کا نکاح صحیح ہے اور دوسری کا باطل ہے اور اگر ایک ہی
عقد نکاح سے دونون کو عقد مین لائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ دونون کا نکاح باطل ہے اور
ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ اُن دونون بہنون مین سے جسے چاہے رکھ لے اور دوسری کو
جدا کردے اور اِس روایت مین ایکطرح کا ضعف ہے اور پہلا قول اشبہ ہے دوسرا مسئلہ اور اگر
ملکیت کے سبب سے لونڈی سے ہمبستری کرے پھر اُس لونڈی کی بہن سے نکاح کرے تو بعضے
فقہا کہتے ہین کہ نکاح صحیح ہے اور وہ لونڈی حرام رہیگی جبتک کہ اُسکی بہن مالک کے نکاح مین ہے
اور اگر کسی کی دو لونڈیان ہون کہ وہ دونون آپسمین بہنین ہون اور مالک دونون سے
ہمبستر ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے جس لونڈی سے ہمبستر ہوا ہے وہ اُسپر حرام رہیگی جبتک
دوسری کو اپنی ملک سے باہر نکردیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر مسئلے کی جہالت سے یہ امر
کیا ہے تو پہلی لونڈی حرام نہوگی اور اگر حرمت کو جان کر کیا ہے تو پہلی حرام رہیگی جب تک
دوسری کو بے پہلی کی طرف عود کرنے کے قصد سے اپنی ملک سے نکال ندیگا اور اگر دوسری کو
پہلے کیطرف عود کرنیکے قصد سے اپنی ملک سے نکالڈالیگا اور حال ایسا ہوگا یعنی تحریم کو جانتا ہوگا
تو اُسپر پہلی لونڈی حلال نہوگی اور وجہ یہی ہے کہ دوسری لونڈی اُسپر حرام ہوگی خواہ تحریم کو
جانتا یا نجانتا ہو خواہ دوسری کو ملک سے نکالے یا نہ نکالے اور پہلی لونڈی اُسپر حرام نہوگی
تیسرا مسئلہ کسی آزاد مرد کو کسی دوسرے کی مملوکہ لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین مگر دو شرطون سے

دو

ایک یہ کہ حرہ یعنی آزاد عورت کے مہر دینے کی گنجایش نرکھتا ہو یا اُسکے خرچ سنبھالنے کی گنجایش
نرکھتا ہو اور نکاح نکرنے سے فعل حرام مین مبتلا ہو جانے سے ڈرتا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بے
اِن دو شرطون کے لونڈی سے نکاح کرنا مکروہ ہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے اور پہلے
قول پر حرام کاری کے خوف کے دور کرنے کے لیے ایک لونڈی سے بڑھکر نکاح نہین کرسکتا ہے
اور جو کراہت کا قائل ہے وہ دو لونڈیون سے نکاح کے جمع کو مباح جانتا ہے نہ دو سے زیادہ کو
اِسلیے کہ دو لونڈیون سے زیادہ سے نکاح کرنا علما کے اتفاق سے ناجائز ہے **چوتھا مسئلہ** بندیکو
دو آزاد عورتون سے زیادہ عقد مین جمع کرنا جائز نہین **پانچوان مسئلہ** آزاد عورت کے نکاح مین
ہوتے ہوئے لونڈی کو عقد مین لانا بے آزاد منکوحہ کی اجازت جائز نہین اور اگر نکاح کریگا تو باطل ہے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ آزاد منکوحہ عورت کو اختیار ہے چاہے اُس عقد کو نافذ رکھے یا فسخ کر ڈالے اور
اُس آزاد عورت کو اپنے نکاح کا فسخ کر ڈالنا بھی پہونچتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر
لونڈی سے نکاح رکھنے پر کسی آزاد عورت سے بھی نکاح کرے تو جائز ہے اور اگر وہ آزاد عورت
لونڈی کو شوہر کے نکاح مین نجانتی ہو اور بعد نکاح کے اُسپر ظاہر ہو کہ اسکے نکاح مین لونڈی ہے
تو اس صورت مین اُسے اختیار ہے خواہ اپنے عقد کو نافذ رکھے یا فسخ کر ڈالے اور اگر کوئی ایک ہی
عقد مین آزاد عورت سے اور لونڈی سے نکاح کرے تو آزاد عورت کا نکاح صحیح ہے اور لونڈی
کا صحیح نہین **چھٹا مسئلہ** جو شخص نو برس سے کم کی لڑکی سے ہمبستری کرے اور افضا یعنی پیشاب
اور حیض کے رستے کو ایک کردے تو اس مرد کو اُس عورت سے ہمبستری حرام ہے اور عورت
اُسکے نکاح سے باہر نہ ہو گی اور فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت کا روٹی کپڑا ابھی اُس مرد پر
واجب ہے یہان تک کہ وہ عورت مرجائے اور اگر افضا نہ کرے تو نو برس کے سن سے پہلے ہمبستر ہونا بھی
اصح قول پر حرام نہوگی۔

دوسرا مقصد تحریم کے مسئلون مین ہے اور یہ بھی چھ مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جو شخص کسی عورت
سے دوسرے کے عدہ رکھنے کے زمانے مین تزویج کرے اور اس تزویج کی حرمت کو بھی
جانتا ہو تو وہ عورت اُس مرد پر ہمیشہ کو حرام ہو جائے گی اور اگر عدہ سے اور تحریم سے نادانستہ ہو
اور عقد کے بعد اُس عورت سے ہمبستر ہو تو بھی وہ عورت اُسپر حرام ہو جائیگی اور اگر عقد تو کیا ہو

اور ابھی ہمبستر نہ ہوا ہو تو وہ عقد باطل ہو جائیگا اور عدہ پورا کرنے کے بعد اُس عورت سے اُس مرد کو نئے سر سے نکاح کر لینا جائز ہوگا دوسرا مسئلہ جب کوئی شخص کسی عورت سے دوسرے کے عدے مین ہونے پر نکاح کرے اور اُس سے ہمبستر ہوا اور اُس عورت کو پیٹ رہجائے پس اگر نکاح کرنے والا عدے سے جاہل ہو تو شبہے والی ہمبستری ہو جائے گی اور لڑکا اُسی سے ملحق ہوگا اگر ہمبستری کے وقت سے ولادت تک چھ مہینے کہ کم سے کم حمل کی مدت ہین گزر چکے ہون یا چھ مہینے سے زیادہ گزرے ہون کہ حمل کی بڑی مدت یعنی نو مہینے سے نہ بڑھے ہون اور اُس عورت کو اُس مرد سے جدا کرین گے اسلیے کہ حرام موبد یعنی ہمیشہ کو حرام ہے اور آپس کے مقرر مہر کا اُس عورت کو دینا لازم ہے اور وہ عورت پہلے شوہر کی عدے کو پورا کریگی پھر دوسرے شوہر کا عدہ پورا کریگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک ہی عدہ کفایت کرتا ہے اور جو مہر کہ پہلے شوہر کے ذمّے تھا وہ اُسکا مال ہے اور دوسرے شوہر کے ذمّے کا مہر بھی اگر زوجہ کی حرمت نہین جانتی ہے تو اُسی کا مال ہے اور اگر حرمت جانتی تھی اور پھر عقد کیا تو دوسرے سے کچھ مہر نہ ملے گا اسلیے کہ شرع مین زناکار کا مہر نہین ہوتا ہے تیسرا مسئلہ جو مرد کسی عورت سے زنا کرے تو اُس مرد پر اُس عورت سے نکاح کرنا حرام نہین ہوتا ہے اور یہی حکم ہے اگر ایسی عورت کو جو زناکاری مین مشہور ہے عقد نکاح مین لائے تو جائز ہے اور اسیطرح اگر کسی کی منکوحہ زنا کرے گو کتنا ہی زنا پر مصر رہے تو اصح قول پر وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہین ہوتی ہے اور اگر کسی شوہر والی عورت سے یا رجعیہ طلاق کے عدے سے نکلی ہے کوئی شخص زنا کرے تو مشہور قول وہ عورت اُس زانی پر حرام موبد ہو جاتی ہے مترجم کہتے ہین اور اگر طلاق باین کے عدے مین یا وفات کی عدہ مین کوئی زنا کرے یا کسی کی مملوکہ لونڈی سے یا ایسی عورت سے جس سے کسی نے ہمبستری کی ہو اور شبہے کی ہمبستری سے جورو ہونے کا حکم پیدا کیا ہے کوئی شخص زنا کرے تو صاحب مسالک فرماتے ہین کہ حرام موبد نہوگی اور اگر عدۂ وفات مین عقد نکاح کریگا تو حرام موبد ہو جائیگی جسطرح کہ گزر چکا ہے چوتھا مسئلہ اگر کوئی شخص کسی لونڈے سے لواطہ کرے اور حشفہ داخل ہو جائے تو اُس مرد کو اُس لونڈے کی ماں سے اور اُسکی بہن سے اور بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے اور اس بدکار پر یہ عورتین جب حرام نہونگی جب اُن مین سے کسی کا عقد اُس سے اس لواطے سے

پہلے ہوچکا ہوگا مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ مدخول کی ماں اعلی
پر حرام ہوتی ہے گو کتنا ہی بلند ہو جیسے ماں کی ماں کی ماں وغیرہ ہو اور بیٹی بھی حرام ہوتی ہے
کتنی ہی اسفل ہو جیسے بیٹی کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ ہو اور مدخول کی بہن حرام ہوتی ہے اور اسکی بیٹی
نہین حرام ہوتی ہے اسلیے کہ اُسے بہن نہین کہتے ہین اور مدخول پر کوئی اِن عورتون مین سے
واطی کی طرف کی حرام نہین ہوتی ہے مترجم کہتے ہین کہ اِس مسئلے مین بالغ اور نابالغ مین اور
آزاد اور بندے مین اور زندہ اور مُردے مین کچھ فرق نہین اور پورا حشفہ داخل کرے یا
کچھ داخل کرے اور غسل کا وجوب بلوغ کے بعد ہوگا اور نابالغ پر حد نہین ہے اسیطرح شیخ علی
علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے **پانچوان مسئلہ** اگر محرم یعنی حج کا احرام باندھنے والا شخص عقد نکاح
کرے اور احرام کے حال مین نکاح کی حرمت کو جانتا ہو تو وہ عورت جس سے نکاح احرام مین
کیا ہے اُسپر حرام موبد ہو جائے گی اور اگر نکاح کی حرمت سے جاہل ہے تو وہ نکاح فاسد ہے
اور وہ عورت حرام موبد نہو جائیگی **چھٹا مسئلہ** شوہر دار عورت شوہر کے سوا اور کسی پر
حلال نہین مگر جب شوہر سے طلاق وغیرہ سے جدائی ہو جائے تو عدہ والی ہونے پر عدۃ گزرنے
کے بعد عقد جائز ہے **چوتھا سبب** حرمت نکاح کا جورؤون کے عددون کا پورا ہونا ہے
اور اِسمین دو قسمین ہین **پہلی قسم** جب کوئی آزاد مرد چار عورتون سے عقد دائمی کر چکے تو اس سے
زیادہ اُسے دائمی نکاح مین رکھنا حرام ہے اور آزاد مرد کو چار نکاحون مین کی داخل کو دو لونڈیون
سے زیادہ سے نکاح کرنا حلال نہین اور جب غلام چار لونڈیون سے دائمی نکاح کر چکے یا دو آزاد
عورتون سے یا ایک آزاد عورت اور دو لونڈیون سے دائمی نکاح کرے تو اُس غلام کو اِس سے
زیادہ دائمی نکاح مین جمع رکھنا جائز نہین اور حرام ہے اور عقد منقطع اور ملک سے جس قدر
عورتین چاہے خواہ آزاد مرد ہو یا غلام ہو اُس جماعت علما کے قول پر جو بندے کے بھی مالک
ہونیکے قائل ہوئے ہین جائز ہین **دو مسئلے پہلا مسئلہ** جب کوئی شخص اپنی چار دائمی منکوحہ
جورؤون مین سے ایک کو طلاق دے پس اگر طلاق رجعی دے یعنی جسمین رجوع جائز ہے
تو وہ مرد اُسے عدے کے گزرے کسی اور عورت سے اُسکے بدل نکاح نہین کر سکتا ہے اور اگر طلاق
باین ہو تو بعد عدے کے گزرے اُسے کسی اور عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے اور یہی حکم جورو کی بہن کے

نکاح مین ہے کہ اگر ایک بہن رجعی طلاق سے مطلقہ ہو جائے تو بے عدے کے گزرے اُسکی بہن سے نکاح نہین کرسکتا ہی اور اگر طلاق باین ہو گی تو جائز ہے کہ بے عدے کے گزرے مطلقہ کی بہن سے نکاح کرے مگر مکروہ ہے **دوسرا مسئلہ** جب چار دائمی منکوحہ جوروئین سے ایک کو شوہر باین طلاق دے اور اُسکے بعد اور دو عورتون سے دائمی نکاح کرے بس ان دونون مین سے جسکا عقد پہلے واقع ہوا ہے وہ عقد صحیح ہے اور دوسرا عقد جو کہ بعد واقع ہوا ہی کہ وہ پانچوان عقد ہے حرام ہے اور اگر ایک عقد مین ان دونون سے نکاح کیا ہے تو یہ دونون عقد باطل ہین اور اِس بارے مین ایک روایت وارد ہوئی ہے کہ ناکح کو اختیار ہے کہ ان دونون مین سے جس ایک کو چاہے رکھے اور دوسری کو نکال ڈالے اور اِس روایت مین ضعف ہے

دوسری قسم جب کوئی مرد کسی آزاد منکوحہ بی بی کو طلاق دے اور پھر اُس عورت کی رجوع کرے خواہ رجعیہ عدے مین ہو کر نئے سر لیسے نکاح کی احتیاج نہین پڑتی ہے یا عدہ گزرے کے بعد نئے سرے سے نکاح کرے اور پھر طلاق کی شرطون کے ساتھ اُسی منکوحہ کو طلاق دے اور پھر عود کرے اور پھر تیسری طلاق دے تو وہ عورت اُس مرد پہ حلال نہو گی جبتک دوسرا شوہر نکرلے گی کہ جسے محلل کہتے ہین اور شرط یہ ہے کہ وہ شوہر یعنی محلل اُس سے ہمبستر بھی ہو پھر اگر وہ اُس محلل سے جدا ہو تو پہلا شوہر اُس عورت کو نکاح مین لاسکتا ہے خواہ پہلا شوہر بندہ یا آزاد ہو اور اگر منکوحہ عورت کسی کی لونڈی ہو گی تو دو طلاقون کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ نکاح مین اُسے محلل کی ضرورت پڑیگی گو وہ لونڈی آزاد مرد کی بھی جورو ہو اور جب کوئی منکوحہ طلاق عدہ اپنے شوہر سے پاچکے اور بیچ مین دو محلل آچکین تو وہ عورت اُس طلاق دینیوالے مرد پر حرام موبد ہو جائیگی اور طلاق عدہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور عدے کے گزرنے سے پہلے بے نئے سرے سے عقد کیے اُسی مطلقہ کی طرف رجوع اور عود کرے اور اُس عورت سے ہمبستری کرے پھر اسکے بعد دوسرے طہر مین اُسے طلاق کی شرطون کے ساتھ جو کتاب طلاق مین آئینگی انشاء اللہ تعالیٰ طلاق دے اور پھر عدے سے پہلے رجوع اُسی طرح کرے اور پھر تیسری طلاق دے اور محلل درمیان مین آئے اور وہ عورت اُس محلل سے جدا ہو اور پھر پہلا شوہر اُس سے نکاح کرے اور مطلقہ کرے اور عدے مین رجوع کرے اور

اسیطرح تیسری طلاق پر دوسرا محلل درمیان مین آئے اور بعد اسکے محلل سے جدا ہو پھر پہلا شوہر اُس سے
نکاح کرے اور اُسی پہلے دستور پر طلاق دے اور عدہ گزرنے سے پہلے رجوع کرے اسیطرحپر کہ نو
طلاقین پوری ہو جائین تو اِس صورت مین وہ عورت اُس شوہر پر حرام موبد ہو جائے گی ۔

پانچوان سبب تحریم کا لعان ہے اور لعان بلاشبہہ عورت کے حرام موبد ہو جانے کا سبب
ہوتی ہے اور تفصیل اسکی اسکے مقام مین بیان ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ اور یونہین اگر اپنی بہری
گونگی عورت کو زناکاری کا عیب اِسطرحپر لگائے کہ اگر وہ بہری گونگی نہوتی تو یہ عیب لگانا لعان کا
موجب ہوجاتا اور **چھٹا سبب تحریم** کا کفر ہے اور اِسمین کلام کئی مقصدون کے بیان کو چاہتا ہے
پہلا مقصد علماء کے اجماع سے مسلمان مرد کو کافرہ عورت سے کتابیہ کے سوا نکاح کرنا جائز نہین
[illegible]یہ مین سے یہودیہ اور نصرانیہ سے نکاح کی حرمت مین دو روایتین ہین اور اُنمین سے
اشہر یہی ہے کہ اِنسے دائمی نکاح جائز نہین اور نکاح متعہ سے اور ملک یمین سے ہمبستری جائز ہے
اور مجوسیہ کا بھی دو روایتون مین کے اشہر پر یہی حکم ہے اور اگر جورو خاوندمین سے کوئی ہمبستری
سے پہلے مرتد ہو جائے تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے اسلیے کہ ہمبستری سے پہلے کی جدائی مین عدہ شرط
نہین ہے اور اگر ارتداد عورت کی طرف سے ہوتا ہے تو پورا مہر ساقط ہو جاتا ہے اور اگر ارتداد
مرد کی طرف سے ہوتا ہے تو آدھا مہر ساقط ہوتا ہے اور اگر جورو خاوندون مین سے کوئی ہمبستری
کے بعد مرتد ہو جائے تو نکاح کا فسخ عدہ کے گزرنے پر موقوف رہتا ہے خواہ مرد مرتد ہوا ہو یا عورت
مرتد ہو گئی ہو اور مہر مین سے کچھ ساقط نہو گا اِسلیے کہ ہمبستری کے سبب سے پورا مہر شوہر کے سر قرار
پکڑ لیتا ہے اور اگر شوہر فطرت اسلام پر ہو اور مرتد ہو جائے تو نکاح اُسیوقت فسخ ہو جائیگا گو ہمبستری
کے بعد مرتد ہوا ہو اسلیے کہ حاکم شرع کے سامنے اُسکی توبہ مقبول نہین ہے اِس صورت مین
اُسکی جورو اُسکی وفات کا عدہ رکھیگی اور اگر کتابیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو جاے تو اُنمین نکاح باقی
رہیگا خواہ ہمبستری سے پہلے مسلمان ہو جائے یا بعد مسلمان ہو اور اگر کتابیہ عورت ہمبستری سے
پہلے مسلمان ہو جائے تو اُسکا عقد فسخ ہو جاتا ہے اور مہر بھی شوہر کے ذمے نرہیگا اور اگر ہمبستری
کے بعد مسلمان ہو جائے گی تو نکاح کا فسخ عدہ کے گزرنے پر اِس طریق سے موقوف رہیگا کہ اگر عدہ
گزرنے تک اُسکا شوہر بھی مسلمان ہو جائیگا تو اِن دونون مین نکاح باقی رہیگا اور اگر اُسوقت تک

مسلمان نہوگا تو نکاح فسخ ہوجائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر ذمتے کی شرطون کو بجا لاتا ہوگا تو
اُس عورت کا عقد نکاح اُس سے باقی رہیگا لیکن رات کو اُس عورت کے پاس نہین جاسکتا ہے
اور اُنکو بھی اُس سے خلوت نہین کرسکتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور کتابیہ کے سوا اور کافرون
مین جورو خاوندون مین سے ہر ایک کی ہمبستری کے پہلے اسلام کے قبول کرتے ہی نکاح فسخ ہوجاتا ہے
اور اگر ہمبستری کے بعد اسلام قبول کیا ہے تو عدہ کے گزرنے پر نکاح کا فسخ موقوف رہیگا اور
اگر ذمیہ عورت اسلام کے سوا اور کسی کفر کے ملت کو اختیار کرے تو فوراً نکاح فسخ ہوگا اسلیے کہ اُسے اُس
مذہب پر نرہنے دینگے اور مار ڈالینگے اور اگر وہ مسلمان نہوا اور پھر اپنے ہی دین کی طرف
عود کرے تو سوا اسلام کو قبول کیے نہ مانینگے اور جبکہ ذمّی چار منکوحہ سے زیادہ دائمی نکاح
رکھنے پر مسلمان ہو تو چار آزاد عورتین منکوحہ یا دو لونڈیان دائمی منکوحہ اور دو آزاد عورتین
دائمی منکوحہ رکھ لے اور اگر غلام ہو تو دو آزاد عورتین یا ایک آزاد عورت اور دو لونڈیان منکوحہ
رکھلے اور باقی سے فراق اور جدائی اختیار کرے اور اگر حلال کی مقدار سے زیادہ عورتین نرکھتا ہو
تو سب کا نکاح باقی رہیگا اور مسلمان کو اپنی ذمیہ بی بی پر غسل حیض اور غسل جنابت کے لیے
جبر کرنا نہین پہونچتا ہے کہ عورت سے تمتع غسل پر موقوف نہین بلکہ بے غسل کے بھی ہوسکتی ہے
اور اگر وہ ذمیہ ایسی باتون سے متصف ہو کہ شوہر کے نفع اُٹھانے سے روکتی ہون جیسے غالب
بدبو اور ناخن کا بڑھجانا کہ نفرت دلوانے والی ہین تو مسلمان شوہر کو اُسکا الزام دینا اِن نفرت
دلوانے والی چیزون کے دور کرنے کے لیے پہونچتا ہے اور اُس ذمیہ کو اُسکے معبد مین جانے
سے اُس مسلمان شوہر کو روکنا پہونچتا ہے جسطرح گھر سے باہر نکلنے کو منع کرنا پہونچتا ہے اور اسیطرح
سے اُسے شراب پینے سے اور سوّر کا گوشت کھانے سے اور نجس چیزون کے استعمال کرنے
سے روکنا پہونچتا ہے۔

دوسرا مقصد چار سے زیادہ مین چار جورون کے اختیار کرنے کے بیان مین ہے اور یہ اختیار یا
ایسے قول کے ساتھ ہوتا ہے جو روک رکھنے پر دلالت کرتا ہو جیسے کہے کہ مین نے تجھے اختیار کیا
اور تجھے رکھ لیا اور جو عبارتین اِن معنون مین ہون اور اگر ترتیب سے جورون کو اختیار کریگا تو
پہلی چار عورتون کا عقد ثابت ہوجائیگا اور باقی عورتون کا عقد جاتا رہیگا اور اگر چار سے زیادہ

عورتون سے کہدے کہ مین نے تمھاری جدائی اختیار کی تو بھی وہ دفع ہو جاینگی اور اگر اُن عورتون مین سے ایک سے کہے کہ مین نے تجھے مطلقہ کیا تو اُس عورت کا نکاح صحیح ہو گیا اسلیے کہ طلاق نکاح کی فرع ہے اور طلاق بھی صحیح ہو جائیگی اور اُسے بھی انھین عورتون مین شمار کرنا چاہیے اور اگر چار عورتون کو طلاق دے تو باقی عورتین اُس سے دفع ہو جاینگی اور انھین چار مطلقہ کا نکاح ثابت ہو جائیگا اور پھر اُسی طلاق سے وہ مطلقہ ہو جائینگی اسلیے کہ طلاق کی محتاج زوجہ ہی ہوا کرتی ہے کیونکہ طلاق کے معنے نکاح کے قبضے کا دور کر ڈالنا ہے اور ظہار اور ایلاء کے لفظون کو زوجیت کے اختیار کرنے پر دلالت نہین ہے اسلیے کہ کبھی غیر کی جورو سے بھی ایلاء اور ظہار کا خطاب کرتے ہین اور ظہار اور ایلاء کا بیان اُنکے مقامون مین انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا اور یا اختیار فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کسی عورت سے اُنھین مین سے ہمبستر ہو اسلیے کہ اِس فعل کا ظاہر زوجیت کا اختیار کر لینا ہے اور اگر اُنمین سے چار عورتون کے ساتھ ہمبستر ہو جائے تو باقی عورتین دفع ہو جاینگی اور انھین چار عورتون کا عقد ثابت ہو جائیگا اور اگر بوسہ لے یا شہوت سے چھوئے تو ممکن ہے کہ کہا جائے کہ یہ بھی اختیار ہے جسطرح سے رجعی طلاق مین رجعت ہے مگر اِسمین اشکال یہ ہے کہ کبھی چوم لینا اور شہوت سے چھونا غیر عورتون سے بھی ہوا کرتا ہے پھر اس سے اختیار کا یقین نہین ہوسکتا ہے۔

تیسرا مقصد اُن مسئلون مین ہے جو دین کے اختلاف پر مرتب ہوتے ہین پہلا مسئلہ اگر کوئی ذمی کسی عورت سے اور اُسکی بیٹی سے تزویج کرے اور دونون سے ہمبستر ہو چکا ہو اور بعد اسکے مسلمان ہو جائے تو وہ دونون کی دونون اُسپر حرام ہو جائینگی اور یہی حکم ہے اگر اُسکی مان سے ہمبستر ہو چکا ہو اور اگر ان دونون مین سے کسی سے ہمبستر نہوا ہو گا تو مان کا عقد باطل ہو جائیگا اور بیٹی کا عقد باطل نہوگا اور اِس صورت مین اُسے اختیار کرنے کا اختیار نہین ہے کہ ایک کو اُنمین سے کے لے اور دوسری کو چھوڑ دے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مختار ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر ایسی حالت مین مسلمان ہو کہ لونڈی اور اُسکی بیٹی کو رکھتا ہو بس اگر دونون سے ہمبستر ہو چکا ہو تو دونون حرام ہونگی اور اگر ایک ہی سے ہمبستر ہوا ہو تو دوسری حرام ہو جائیگی اور اگر ان دونون مین کسی سے ہمبستر نہین ہوا ہے تو اختیار ہے

جسے چاہے رکھ لے اور جسے چاہے چھوڑ دے اور اگر مسلمان ہوا ایسے حال مین کہ دو بہنون سے
تزویج کی ہو تو اختیار ہے جسے چاہے اُن دونون مین سے رکھ لے اور دوسری کو چھوڑ دے
گو دونون سے ہمبستر ہو چکا ہو اور یہی حکم ہے اگر خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی سے تزویج کی ہو اور پھوپھی خالہ
نے اُس تزویج کی اجازت نہ دی ہو کر راضی ہونے پر دونون کو نکاح مین جمع کرنا درست ہے اور
یہی حکم ہے اگر مسلمان ہو اس حال سے کہ ایک آزاد عورت اور ایک لونڈی سے عقد رکھتا ہو
کہ آزاد عورت کی اجازت پر موقوف ہے **دوسرا مسئلہ** جب کوئی غیر کتابی مشرک مسلمان ہو
اور اُسکے پاس ایک آزاد عورت اور تین لونڈیان ہون کہ وہ بھی اُسکے ساتھ مسلمان ہوئی
ہون تو ایک آزاد عورت کو اور دو لونڈیون کو اختیار کرے اگر وہ آزاد عورت لونڈیون کے
نکاح کی اجازت دے اور اگر آزاد مشرک مسلمان ہو اور اُسکے نکاح مین چار لونڈیان ہون تو انہین
سے دو لونڈیون کو پسند کرکے رکھ لے اور دو کو جدا کر ڈالے اور اگر چار آزاد عورتین رکھتا ہو تو
اُن سب کا عقد ثابت ہو جائیگا یعنی اگر وہ بھی اُسکے ساتھ مسلمان ہوئی ہون یا عدہ گزرنے سے پہلے
اسلام قبول کر لین اور اگر چار سے زیادہ رکھتا ہو اور بعضون نے اُسکے ساتھ اسلام قبول کیا ہو
اختیار ہے خواہ اُنھین مسلمان عورتون کو اختیار کر لے یا عدہ گزرنے تک انتظار کرے کہ جسقدر
اُنمین کی اُسوقت تک مسلمان ہو جائین اُنمین سے چار لے لے اور اگر عدے مین اُسکی اور جورُوئین
اُسکے ساتھ مسلمان ہون اور سبکی سب مسلمان عورتین چار سے نہ بڑھین تو عقد نکاح اُنھین چار پر
ثابت ہو جائیگا اور اگر چار سے زیادہ مسلمان ہون تو چار کو اختیار کرے اور اگر اُنھین اختیار کر لے
جو پیشتر مسلمان ہوئی ہین تو پھر باقی مین اختیار نہ رہیگا گو عدہ کے گزرنے سے پہلے مسلمان ہو گئی
ہون **تیسرا مسئلہ** اور اگر غلام مسلمان ہوا اور اُسکی تزویج مین چار بت پرست عورتین ہون
اور اُنمین سے دو عورتین مسلمان ہون اور بعد اسکے وہ بندہ آزاد ہو جائے اور چارین کی باقی
اُسکی جورُوئین عدے کے گزرنیکے پہلے مسلمان ہو کر اُس سے آملین تو وہ شخص دو سے زیادہ اختیار نہین
کر سکتا ہے اِسلیے کہ بندے پر کی حلال آزاد عورتون کا پورا پورا دو کا عدد ہے کہ جو دو اُس سے
بندہ ہونے کے وقت مین تعلق رکھتی ہین اور دوسری دو اُس سے جدا ہو چکی ہین اب عود
نکریگی اور اگر چارون کی چارون اُسکے ساتھ مسلمان ہو جائین اور بعد اسکے وہ بندہ آزاد ہو جائے

یا وہ چارون عورتین شوہر کے آزاد ہونے کے بعد اور عدے کے گزرنے سے پہلے مسلمان ہو جاین
تو اُن چارون کا نکاح ثابت ہو جائیگا اِسلیے کہ نکاح کے تعلق کے وقت وہ بندہ آزادی سے متصف
ہو چکا ہے جس سے چار جورو ئین مباح ہوتی ہین اور مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
اسلام سے آگے پیچھے آزادی کے ہونے مین فرق مشکل ہے اِسلیے کہ آزادی اُس مسلمان کی دونون
صورتون مین اُن چار آزاد عورتون کے اسلام لانے کے وقت مین تھی اور اِس تقریر سے جو بیان
ہوئی ہے فرق واضح نہین چوتھا مسئلہ دین کے اختلاف کے سبب سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یعنے
ٹوٹ جاتا ہے اور طلاق نہین ہوتی ہے پھر اگر دین کا اختلاف عورت کی طرف سے ہمبستری سے
پہلے ہوگا تو مہر سب کا سب ساقط ہو جائے گا اور اگر مرد کی طرف سے ہمبستری سے پہلے ہوگا
تو آدھا مہر لازم ہوگا اور یہی مشہور قول ہے اور اگر ہمبستری کے بعد ہوگا تو اختلاف کے عارض
ہونے سے مہر ساقط نہوگا اور اگر مقرر مہر فاسد ہو جیسے شراب اور سؤر ہے تو مہر مثل دینا ہمبستری
ہونے پر واجب ہے اور ہمبستری سے پہلے آدھا مہر دینا چاہیے اگر فسخ نکاح کا مرد کی طرف سے
ہے اور اگر عقد نکاح مین کوئی مہر معین نکیا ہو اور ہمبستری سے پہلے دین کا اختلاف مرد کی طرف سے
ہوا ہے تو جورو کو متعہ دینا چاہیے یعنی حال کے قابل کچھ مال اور عطیہ دینا چاہیے جسطرح کہ بمعین
مہر والی ہمبستری کے پہلے مطلقہ عورت کو مہر متعہ دینا واجب ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور
اگر ذمی اپنی زوجہ سے ہمبستر ہوا اور پھر مسلمان ہو جائے اور مہر شراب ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر
ساقط ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکا مہر لازم ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ شراب کی قیمت جو
حلال جاننے والون کے نزدیک ہو دیدے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے پانچوان مسئلہ جب
اپنی زوجہ سے ہمبستری کے بعد مرتد ہو جائے تو اُسپر مسلمان جورو سے ہمبستر ہونا حرام ہے اور اُس
عورت کا نکاح فقط عدے کے گزرنے پر موقوف رہیگا کہ اگر وہ مرتد رہے اور عدہ گزرنے کے پہلے توبہ
کرلے تو وہ اُسی کی زوجہ ہے پھر اگر وہ مرتد ارتداد کے حال مین مسلمان جورو سے شبہے کے طور پر ہمبستر
ہوا اور عدہ گزرنے تک کفر پر باقی رہے تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اُسے دو مہرون کا دینا لازم
ہوگا ایک مہر اصل نکاح کا اور دوسرا مہر شبہے کی ہمبستری کا اور یہ مشکل ہے کہ جب وہ مرتد فطری
مرتد نہو تو وہ عورت اس معنی سے اُسکی زوجہ ہونے کے حکم مین ہے کہ عدہ گزرنے سے پہلے اگر اسلام کیطرف

رجوع کریگا تو نئے عقد کی احتیاج نہین ہے پھر مہر کی تکرار کیونکر واجب ہوگی چھٹا مسئلہ جب کوئی
کافر مسلمان ہو اور اسکی بت پرست جوروئین ہون کہ جن سے ہمبستری کرچکا ہے تو ان عورتون
کے عدے گزرنے تک اسے نہین پہونچتا ہے کہ کسی اور عورت سے نکاح کرے یا انہین سے کسی کی
بہن سے نکاح کرے گو وہ عورتین اپنے کفر پر باقی ہون اور اگر کوئی بت پرست عورت مسلمان
ہوجائے اور اس عورت کا شوہر کفر کے حال مین اسکی بہن سے تزویج کرلے اور اس نومسلمہ
عورت کا عدہ شوہر کے کفر کے حال مین گزرجائے تو دوسری تزویج اسکے شوہر کی صحیح ہے اور
اگر پہلی جورو کے عدے کے گزرنے سے پہلے وہ دونون مسلمان ہوجائین تو شوہر کو اختیار ہے کہ
ان دونون بہنون مین سے جس ایک کو چاہے اختیار کرلے اور دوسری کو جدا کردے جسطرح سے
کہ دونون بہنون سے کفر کے حال مین تزویج کی ہوتی ساتوان مسئلہ جب کوئی بت پرست
مسلمان ہوجائے اور اسکے بعد مرتد ہوجائے اور اسکی عورت کا عدہ اسکے کفر کے حال مین گزرجائے
بس وہ عورت اس سے جدا ہوگی اور اگر بت پرست عورت عدے مین اسلام لائے اور اسکا شوہر
کہ مرتد ہوگیا تھا وہ بھی اسلام کی طرف اسی عدے مین پھر آئے تو وہی شوہر احق ہے اور اسکی زوجیت
بحال رہیگی اور اگر وہ عورت عدے سے نکل چکے اس حال مین کہ شوہر کافر ہے تو پھر اس شوہر کو
اس زوجہ سے کوئی تعلق نہین رہا آٹھوان مسئلہ اگر ان عورتون مین سے کوئی عورت شوہر
کے اختیار کرنے سے پہلے اور مسلمان ہونے کے بعد مرجائے تو بعضی عورتون کی زوجیت انہین
سے اور شوہر کا اس مری عورت کو اختیار کرلینا باطل نہین ہوتا ہے پھر اگر اسے اختیار کرلے گا تو
اسکے متروکے مین سے اپنا حصہ لیگا اسلیے کہ اختیار کچھ نئے سر سے نکاح کرنا نہین ہے بلکہ صحیح عقد والی
عورتون کی تعیین ہے اور اگر شوہر اور جوروئین اسلام کے بعد اور تعیین سے پہلے مرجائین تو بعضے
فقہا کہتے ہین کہ اس صورت مین تعیین اور اختیار دونون باطل ہین اور موجہ یہی ہے کہ قرعہ ڈالینگے
اور تعیین کرینگے اسلیے کہ اسمین بعضے وارث ہین اور بعضے مورث ہین اور انکی تعیین لازم ہے
اور بے قرعے کے ممکن نہین اور اگر شوہر ان سب عورتون سے بے اختیار اور تعیین کیے مرجائے تو
ان سب عورتون پر اس شوہر کی عدے مین بیٹھنا واجب ہے اسلیے کہ جنکو انہین سے شوہر کا اختیار
شامل نہین تھا انہین طلاق کے عدے مین بیٹھنا لازم ہے اور جنھین شوہر کا اختیار شامل ہے انھین

وفات کی عدے مین بیٹھنا لازم ہے اور جبکہ اختیار مختار اور غیر مختار عورتون مین حاصل نہین ہاہو تو
لازم ہے کہ سب کی سب عدے مین اُس مدت تک بیٹھین جو مدت عدۂ طلاق اور عدۂ وفات
مین بڑھکر ہو اسلیے کہ ہر ایک اُنمین سے زوجہ ہونے کی اور نہونیکی محتمل ہے اور اگر کوئی اُنمین
سے حاملہ ہو تو وہ اُس مدت تک عدے مین بیٹھے گی جو عدۂ وفات اور وضع حمل مین بڑھکر ہو
اور غیر حاملہ اتنی مدت تک عدے مین بیٹھے گی جو مدت عدۂ وفات مین اور عدۂ طلاق مین
بڑھکر ہوگی اور جب شوہر اور اُسکی جوروئین مسلمان ہون تو اُسے سب کا روٹی کپڑا دینا
چار کے اختیار کرنے کے وقت تک لازم ہے اور جبکہ چار کو اختیار کرلے گا تو اَورونکا روٹی کپڑا
ساقط ہو جائیگا اور اختیار کے پہلے سب کی سب جورو ہونے کے حکم مین ہین اور اگر سب عورتین
یا بعضی مسلمان ہو جائین اور مرد اپنے کفر پر باقی رہے اور اُنھین روٹی کپڑا نہ دے تو اُنھین شوہر
سے پچھلے اور اب کے روٹی کپڑے کا مطالبہ پہونچتا ہے خواہ شوہر بھی مسلمان ہو جائے یا نہ ہو
اسلیے کہ عدہ گزرنے تک اُسکی جورو ہونے کے حکم مین ہین گو کفر کے حال مین اُنسے فائدہ نہین
اُٹھا سکتا ہے اور اگر خاوند مسلمان ہو جائے اور جوروئین کفر پر باقی رہین تو اُسے اُنکا روٹی کپڑا
دینا لازم نہین اسلیے کہ روٹی کپڑے کا وجوب فائدہ اُٹھانا ممکن ہونے کی فرع ہے اور اُنکا کفر اس امر
کا مانع ہے اور اگر زوجہ اور شوہر مین اسلام کے تقدم مین نزاع واقع ہو تو مقبول شوہر کا قول ہے
کہ زوجہ کے اسلام کے تقدم کا منکر ہے اور روٹی کپڑے کا کفر کے زمانے مین عدم لزوم ہے اسلیے
کہ برات ذمہ اصل ہے اور اسی برات ذمہ کا حکم باقی رہیگا جبتک کہ اثبات ذمہ دلیل سے ثابت
نہو اور اگر زوجہ ثابت کرنے سے عاجز آئے تو شوہر پر قسم ہے اور اگر شوہر ایسے حال مین مرجائے کہ
چار عورتین مسلمان ہوگئی ہون تو اُسکی میراث پائینگی لیکن متعین جو نہین ہوئی ہین تو اس سے
اُنکے حصون کو آپس کی صلح تک روک رکھنا چاہیے اور موجہ یہی ہے کہ قرعے سے چار جوروون کی
تشخیص کرلین گے یا چار جوروون کا حصہ سبھون پر تقسیم کردینگے اور اگر خاوند و جوروون کے مسلمان
ہونے سے پہلے مرجائے تو اُسکے متروکے کی تقسیم کو روک نرکھین گے اسلیے کہ کافر مسلمان کا وارث نہین
ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کہا جائے کہ اگر ترکے کی تقسیم سے پہلے کوئی اُن عورتون مین سے مسلمان ہوجائے
تو اپنا حصہ پائیگی دسوان مسئلہ عمار ساباطی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے

کہ غلام کا بھاگ جانا اُسکی جورو کی طلاق کا باعث ہوتا ہے اور ارتداد کا حکم رکھتا ہے اور اگر ایسی حالت
مین پھر آئے کہ عدہ اُس عورت کا تمام نہوا ہو تو وہ عورت اُسی پہلے نکاح سے اُسکی جورو ہے اور اگر
عدہ کے بعد اور دوسرے سے تزویج کر لینے کے بعد پھر آئیگا تو اُسے اُس عورت کی طرف کوئی راہ نہوگا
اور اس حدیث پر عمل کرنے مین تردد ہے اور تردد کی وجہ سند کا ضعف ہے عقد کے لواحق کے سات
مسئلے پہلا مسئلہ نکاح مین کفو یعنی برادری ہونا شرط ہے اور کفو اسلام مین برابر ہونے کو کہتے ہین اور
آیا ایمان مین بھی برابر ہونا شرط ہے اسمین دو روایتین ہین اور اُن دونون مین اظہر یہ روایت ہے
کہ اسلام کی برابری کافی ہے گو ایمان کی برابری موکدہ سنت ہے اور عورت کی طرف مین تاکید
زیادہ ہے کہ مومن عورتین غیر مومن مردون سے تزویج نہ کرین اسلیے کہ عورتین اپنے شوہرون کے
دین کو اختیار کر لیتی ہین اور شیخ علی علیہ الرحمہ اسے جائز نہین جانتے ہین اور اسکے برعکس جائز
جانتے ہین۔ ہان مومنہ عورت کا نکاح ناصبی سے کہ کھلی کھلی عداوت اہلبیت علیہم السلام سے رکھتا
ہو جائز نہین اسلیے کہ وہ ایسے فعل کا مرتکب ہے کہ جسکا بطلان دین اسلام سے معلوم اور یقینی ہے بس وہ
اسلام کے دین سے نکل گیا اور اگر اہلبیت علیہم السّلام کی عداوت کو آشکار نکرے اور ظاہر ہو جائے کہ
اُسے عداوت ہے تو وہ بھی ناصبی ہے اور اگر کبھی اُس سے عداوت ظاہر نہوتی ہو تو محض اہلبیتؑ کے خلاف دین
رکھنے سے نصب کا حکم نہین کر سکتے ہین اور شیخ علی رحمہ نے فرمایا ہے کہ ناصبہ عورت سے بھی نکاح کرنا صحیح ہے اور آیا نکاح مین شرط
ہے کہ شوہر زوجہ کے روٹی کپڑا دینے پر قادر بھی ہو یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان اور بعضے کہتے ہین کہ شرط نہین ہے
اور یہی اشبہ ہے اور اگر بعد عقد کے شوہر نفقہ دینے سے عاجز آئے تو آیا عورت فسخ نکاح کر سکتی ہے اسمین دو روایتین ہین اور
اُنمین سے ظاہر یہی ہے کہ نہین فسخ کر سکتی ہے اور آزاد عورتکو بندے کے نکاح مین آنا اور عربیہ عورتکو عجم مرد سے نکاح کرنا اور
ہاشمیہ عورت کو غیر ہاشمی مرد سے تزویج کرنا جائز ہے اور اسکے برعکس بھی جائز ہے اور ادنی پیشے کے
لوگ جیسے خاکروب اور حجام ہین صاحبان علم و ورع اور دنیا کے اغنیا اور ملک والے لوگون سے
مناکحت کر سکتے ہین اسلیے کہ برابری اسلام مین یا ایمان مین کفایت کرتی ہے اور اگر روٹی کپڑا دینے پر
قدرت رکھنے والا مومن مناکحت کی درخواست کرے تو قبول کر لینا واجب ہے یعنی ولی پر قبول واجب
ہے جب عورت بھی راضی ہو اور اس صورت مین اگر ولی روکیگا تو گنہگار ہو جائیگا گو خواستگار نسب مین
بہت نیچا ہو اور شیخ علی اور صاحب مسالک علیہما الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے

جب اُس سے بہتر کوئی خواستگار اُسوقت یا آگے بڑھکر نہ پایا جائے اور نہ قبول کرنے سے عیب لگنیکا ہوگا کہ دوسرا مومن خواستگاری نکرے گو اُس سے زیادہ نیچا ہو اور نہین تو اُس سے عدول کرنا اور دوسرے کو اختیار کرنا جائز ہے بس قبول کرنے کا وجوب تخییری ہے اور ولی ایک کے قبول نکرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور اگر شوہر اپنے نسب کی نسبت کسی قبیلے سے ظاہر کرے اور نکاح کے بعد کُھلے کہ اُس قبیلے مین سے نہین ہے تو عورت کو نکاح کا فسخ کر ڈالنا پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ فسخ نہین پہونچتا ہے اور یہی اشبہ ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر عقد نکاح مین اِس انتساب کی شرط کر لی ہے اور بعد اسکے اختلاف ظاہر ہو تو عورت کو نکاح کے فسخ کا اختیار ہے اور اگر عقد مین شرط نہین ہے تو فسخ کا بھی اختیار نہین ہے اور بدکار کے ساتھ تزویج کرنا خصوصاً شرابی سے مکروہ ہے اور مومنہ عورت کی تزویج دین کے مخالف سے کرنا مکروہ ہے اور مستضعف سے تزویج کرنے مین کچھ مضایقہ نہین ہے اور مستضعف وہ شخص ہے جو اہلبیت علیہم السلام کی عداوت مین مشہور نہو اور شیخ علی علیہ الرحمہ مومنہ عورت کی تزویج مطلق مخالف سے جائز نہین جانتے ہین واللہ اعلم دوسرا مسئلہ جب کسی عورت سے کوئی تزویج کرے اور پھر کُھلے کہ اُس عورت نے زنا کی تھی تو شوہر کو نکاح کا فسخ کرنا جائز نہین اور یہ بھی جائز نہین کہ جو مہر دیا ہے اُسے اُسکے ولی سے پھیر لے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ شوہر کو پہونچتا ہے کہ اُسکے ولی سے مہر پھیر لے اور اُسکی شرمگاہ کے حلال کرنے کے بدلے مین کچھ اُسے دیدے اور یہ قول شاذ ہے تیسرا مسئلہ رجعیہ عورت سے عدے مین کنایہ سے خواستگاری کرنا جائز نہین اسلیے کہ ابھی وہ اپنے شوہر کی جورو ہونے سے باہر نہین ہوئی ہے اور اُسکی جورو ہونے کا ابھی حکم باقی ہے اور تین طلاقون کی مطلقہ عورت سے شوہر کی عدے مین شوہر یا غیر شوہر کو کنایہ مین نکاح کی خواہش سمجھانا جائز ہے اور شوہر صریح اُس سے نکاح کی خواستگاری نہین کر سکتا ہے اسلیے کہ جب تک محلل بیچ مین نہ آئیگا تب تک وہ عورت اُسپر حلال نہین ہونے کی اور شوہر کے سوا اور شخص بھی تصریح سے نہین کہہ سکتا ہے اسلیے کہ ابھی وہ عدے مین ہے مگر نو طلاق عدے کی مطلقہ سے کہ تین بار کی طلاقون مین دو محلل آ چکے ہون جیسا کہ بیان ہو چکا ہے شوہر کنائے سے بھی نکاح کی خواستگاری نہین کر سکتا ہے اسلیے کہ وہ عورت اُسپر ہمیشہ کو حرام ہو گئی ہے اور شوہر کے سوا اور کو جائز ہے کہ اُس سے کنائے مین خواستگاری نکاح کی کرے اور عدے مین کسیکو نکاح کی خواستگاری کی تصریح

جائز نہین اور جو عورت کہ بائنہ طلاق یا خلع یا فسخ نکاح کے عدے مین ہو تو اُس سے کنائے مین تزویج
کی خواستگاری شوہر اور غیر شوہر کو جائز ہے اور شوہر کیطرف سے خواستگار بلی تصریح بھی جائز ہے
اور غیر شوہر کو عدے مین تصریح کرنا جائز نہین اور کنائے کی صورت یہ ہے کہ اُس سے کہے کہ تیری طرف
رغبت کرنیوالے بہت سے ہین یا تجھپر حریص بہت ہین اور جو اسطرح کی عبارتین ہین اور تصریح
یون ہے کہ اُس سے ایسی لفظون سے کہے کہ جسمین نکاح کے سوا اور کوئی احتمال نہو جیسے یون کہے
کہ تیرا عدہ پورا ہو جائے تو مین تجھسے نکاح کرون اور جہان جہان کہ خواستگاری کی تصریح جائز
نہین اگر وہان نکاح کی خواستگاری کی تصریح کرے اور عدہ گزرنے پر نکاح کرے تو حرام نہین ہے
چوتھا مسئلہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کی خواستگاری کرے اور وہ عورت اُسے قبول
بھی کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اور ونکو اُس سے تزویج کی استدعا حرام ہے اور اگر کوئی دوسرا
اُس عورت سے تزویج کرے تو نکاح صحیح ہے پانچوان مسئلہ جب کوئی کسیکو تین طلاق کی مطلقہ عورت
کو پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لیے تزویج کرے اور عقد نکاح مین شرط ہو جائے کہ جب تحلیل کی
شرطون پر عمل ہو جائے گا تو نکاح باطل ہو جائے گا تو عقد باطل ہو جائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ
عقد صحیح ہے اور شرط لغو ہے اور اگر عقد مین یہ شرط کرے کہ تحلیل کے بعد طلاق دیدے تو بعضے فقہا
کہتے ہین کہ نکاح تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے اور عقد کے باطل ہونے کی صورت مین اگر وہ شوہر
اُس عورت سے ہمبستری کرے تو اُسپر واجب ہے کہ مہر مثل وے یعنی اُس صورت مین مہر مثل دیگا
کہ عورت کو عقد کے بطلان کا علم نہو نہین تو زانیہ ہو جائیگی اور اُسکا مہر کچھ نہوگا اور اگر وہ عورت
شرط کی تصریح نکرے اور شوہر یا زوجہ یا ولی کی نکاح کی نیت مین یہ شرط ہو تو عقد فاسد نہوگا اور
جسجگہ کہ عقد فاسد نہین ہوتا ہی بس وہان ہمبستری کے ہوتے وہ عورت اُس شوہر سے طلاق پاتی ہی اور عدہ پورا
کرتے ہی پہلے طلاق دینے والے شوہر پر تزویج کے لیے حلال نہین ہوتی ہی اسلیے کہ تنہا دخول حلتین کافی نہین جبتک کہ وہ صحیح عقد سے نہو
اور جہان کہ عقد صحیح ہوتا ہے وہان ہمبستری ہوتے ہی طلاق اور عدے کے بعد اُس عورت کا نکاح پہلے
مطلق شوہر سے حلال ہو جاتا ہے اور جہان کہ عقد فاسد ہو جاتا ہے تو محض ہمبستری سے حلال نہین
ہوتا ہے اسلیے کہ فقط ہمبستری پہلے مطلق شوہر پر تحلیل کے لیے کافی نہین جبتک کہ عقد صحیح کے ساتھ
چھٹا مسئلہ نکاح شغار باطل ہے اور شغار لغت مین رفع کے معنون مین ہے اور اس نکاحمین

مہر رفع ہو جاتا ہے اسی لیے اس نکاح کو نکاح شغار کہتے ہین اور اس نکاح کو جاہلیت کے زمانے
مین کرتے تھے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک مرد اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے کرے اور وہ
دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی اُسے دے اور اُن دونون مین ہر ایک کا مہر دوسرے کا نکاح ہو لیکن اگر
دو ولی دو لڑکیون کی تزویج آپس مین کرین اور اُن لڑکیون کے نکاحون کے سوا کچھ مہر قرار دین
تو یہ عقد البتہ صحیح ہے اور اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کا کسی سے نکاح کرے اور شرط کرے کہ وہ بھی اپنی
بیٹی اُسے معین مہر پر دے تو دونون عقد صحیح ہین اور مہر باطل ہے اسلیے کہ مہر کے ساتھ دوسری
عورت کی تزویج کی شرط کی ہے اور وہ لازم نہین اسلیے کہ تزویج مین آدمی کو اختیار ہے بس
عقد نکاح مین داخل نہو گا بس لازم ہے کہ اُس عورت کو مہر مثل دے اور اس مسئلے مین تردد ہے
اور یہی حکم ہے اگر کسی عورت کی کوئی ولی کسی سے تزویج کرے اور شرط کرے وہ بھی شخص اُس ولی
کو فلان عورت دے اور مہر کا ذکر نکرے **فرع** اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے اپنی بیٹی کی تزویج تجھسے اس
شرط پر کی کہ تو اپنی بیٹی کی تزویج مجھسے کر دے اور میری بیٹی کا مہر تیری بیٹی کا نکاح ہے تو اُسکی بیٹی
کا نکاح صحیح ہے اور مخاطب کی بیٹی کا نکاح باطل ہے اور اگر یہ کہے کہ تیری بیٹی کا نکاح میری بیٹی
کا مہر ہے تو متکلم کی بیٹی کا نکاح باطل ہے اور مخاطب کی بیٹی کا نکاح صحیح ہے اسلیے کہ پہلے مسئلے
مین اپنی بیٹی کے نکاح کو مخاطب کی بیٹی کے نکاح کا مہر قرار دیا تھا اور نکاح مہر نہین ہو سکتا ہے
پھر نکاح مخاطب کی بیٹی کا صحیح نہین اور اپنی بیٹی کا مہر بیان نہین کیا ہے بس مہر مثل لازم ہو گا
اور اُسکی بیٹی کا نکاح صحیح ہے اور دوسری صورت مین مخاطب کی بیٹی کا نکاح اپنی بیٹی کے نکاح
کا مہر قرار دیا ہے اور نکاح کا مہر کرنا باطل ہے تو اُسکی بیٹی کا نکاح باطل ہے اور مہر مخاطب کی
بیٹی کا بیان نہین کیا ہے بس مہر مثل لازم ہو گا اور عقد مخاطب کی بیٹی کا صحیح ہے ساتوان
مسئلہ مرد کو اپنی دائی سے جو اُس مرد کے پیدا ہونے کے وقت اُسکی مان کی مددگار تھی اور اُسکی
تربیت بھی کی تھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ایک مرتبہ دو مرتبہ اور تین مرتبہ کی خدمت سے تربیت
نہ کی ہو تو مکروہ بھی نہین ہے اور اسیطرح اپنی دائی کی بیٹی سے نکاح کرنا مکروہ ہے اور اسیطرح مرد
مرد کو اپنی زوجہ کی بیٹی کو جو دوسرے شوہر سے اُسکی مفارقت کے بعد جنی ہے اپنے بیٹے سے تزویج
کرنا مکروہ ہے اس شرط سے کہ وہ بیٹا اُسکے پیٹ سے نہو اور اگر اُسکے پیٹ سے ہو گا تو یہ تزویج حرام ہے

اور حلال نہین اِسلیے کہ یہ اُسکی بہن اور وہ اسکا بھائی ہوتا ہے اور اِسمین کچھ مضایقہ نہین اگر اپنے بیٹے کی تزویج اپنی زوجہ کی ایسی بیٹی سے کرے جو اُسنے اِس نکاح کرنے کے پہلے دوسرے شوہر سے جنی ہے اور آدمی کو اپنی ماں کی سوت سے جو اُسکے باپ سے پہلے شوہر کی طرف سے سوتا پا دیے تھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور زنا سے بے توبہ کیے زناکار عورت سے نکاح کرنا مکروہ ہے مترجم کہتے ہین کہ اُسکی توبہ کا علم حاصل کرنے کا طریقہ روایت مین اسطرحپر وارد ہوا ہے کہ اُسے زنا کی تکلیف دینگے اگر راضی نہو تو جانین گے کہ تائبہ ہے۔ دوسری قسم نکاح منقطع جسے متعہ بھی کہتے ہین اُسکے بیان مین ہے اور یہ متعہ بھی اسلام کی شریعت مین جائز ہے اسلیے کہ اُسکی مشروعیت ثابت ہی اور منسوخ ہونا ثابت نہین ہوا مترجم کہتے ہین کہ اہل خلاف کی حدیثین اِسمین مضطرب ہین اور اُنکی بعضی روایتون سے کہ صحیحین مین موجود ہین متعہ کی حلیت زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ مین فقط تین روز کی مستفاد ہوتی ہے اور بعضی روایتین صدر اسلام مین مدت دراز تک کے ثبوت پر دلالت کرتی ہین اور اُنھین کی بعضی حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ مکہ کے فتح مین اِس متعہ کا اذن ہوا ہے اور صدر اسلام مین نتھا اور ابوداؤد اور ابواحمد نے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع مین متعہ کی ممانعت ہوگئی ہے اور بعضی روایتونمین وارد ہوا ہے کہ خیبر کی فتح مین متعہ کی ممانعت ہوگئی تھی اور اگر نسخ ہوتی تو خلیفہ اول یعنی ابی بکر کی ساری خلافت مین اور ثانی یعنی عمر بن خطاب کی صدر خلافت مین صحابہ کو معلوم ہوتی اور یہ بھی انھین کی بعضی کتابون مین حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص متعہ کیا کرتا تھا تو اُس سے لوگون نے پوچھا کہ یہ کام تو نے کس سے حاصل کیا ہے اُسنے کہا کہ عمر سے حاصل کیا ہے پھر اُس سے لوگون نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے وہ تو متعہ کی خود ممانعت کرتے ہین جواب مین اُس شخص نے کہا کہ عمر نے خود کہا ہے کہ متعتان کانتا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانا احرمہما واعاقب علیہما متعۃ الحج ومتعۃ النساء یعنی دو متعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مین تھے مین اُن دونون کو حرام کرتا ہون اور اُن دونون پر عقوبت کرونگا ایک متعہ حج ہے اور دوسرا عورتون کا متعہ ہے بس مین اُنکی روایت کو اِن دونون کے مشروع ہونے مین مانتا ہون اور مین اُنکی ممانعت کو نہین مانتا ہون کہ یہ اُنکی ذات کی طرف سے ہے اور اُنھین کے مجتہدون مین سے مالک صاحب بھی متعہ کے جواز کے

قائل ہوے ہین اور اہلبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے طریق ہین تو تواتر سے ثابت ہے جیسے نماز
اور روزے کا وجوب متواتر اور ظاہر ہے اور قرآن بھی متعہ کی مشروعیت پر ناطق ہے اور متعہ
مین نظر ارکان اور احکام کے بیان کی مستدعی ہے ارکان متعہ کے چار ہین ایک صیغہ دوسرے
محل تیسرے مدت چوتھے مہر ہے اور صیغہ وہ لفظ ہے جسے شارع علیہ السلام نے اس انعقاد کے
لیے وضع فرمایا ہے اور وہی ایجاب و قبول ہے اور ایجاب کے تین لفظ زَوَّجْتُکَ اور مَتَّعْتُکَ اور
اَنْکَحْتُکَ ہین یعنی تیری تزویج مین دیا مین نے اور تیرے متعہ مین دیا مین نے اور تیرے نکاح مین
دیا مین نے اور تینون مین کی ہر ایک لفظ سے عقد متعہ کا ایجاب واقع ہو جاتا ہے اور کسی اور لفظ سے
مثل تملیک کے اور ہبہ کے اور اجارے کے یہ ایجاب واقع نہین ہوتا ہے اور قبول وہ لفظ ہے
جو رضامند ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے کہے کہ قَبِلْتُ النِّکَاحَ یعنی قبول کیا مین نے نکاح کو یا
کہے قبلت المتعہ یعنی قبول کیا مین نے متعہ کو یا رضیت کہے یعنی راضی ہوا مین تو یہ بھی جائز ہے
اور اگر قبول کو ایجاب پر مقدم کرے اور کہے عورت سے تزوجتک یعنی مین نے تجھسے تزویج کی اور
عورت زوجتک کہے تو بھی صحیح ہے اور شرط ہے کہ ماضی کے صیغے سے ہو اور اگر مضارع کے لفظ سے کہیگا
جیسے ارضی اور اقبل یعنی راضی ہوتا ہون مین اور قبول کرتا ہون مین اور متعہ کے انشا کا قصد
کرے تو صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر کہے تزویج کرتا ہون مین تجھسے فلان مدت پر فلان
مہر پر اور انشا کا قصد کرے پھر عورت کہے کہ تزویج کی مین نے تجھسے تو بھی صحیح ہے اور یہی حکم
ہے اگر نعم یعنی ہان کہدے اُردو مترجم کہتا ہے کہ جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ رسالۂ نکاح
مین فرماتے ہین کہ متعہ کے صیغے مین مدت کی تعیین اور مہر کے مبلغ کی تعیین شرط ہے بس عورت
کا وکیل خطبۂ سنتی کے بعد کہے مَتَّعْتُ نَفْسَ مُوَکِّلَتِیْ زَیْنَبَ مِنْ مُوَکِّلِکَ مُحَمَّدٍ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی طُلُوْعِ
الشَّمْسِ بِاَرْبَعِ شَاہِیَاتٍ اور اگر عورت کا وکیل مہر اور مدت کی تعیین کے بعد کہے مَتَّعْتُ نَفْسَ
مُوَکِّلَتِیْ مِنْ مُوَکِّلِکَ فِی الْمُدَّۃِ الْمَعْلُوْمَۃِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُوْمِ اور مرد کا وکیل قَبِلْتُ کہے تو خوب ہے اور
اگر احتیاط کے رو سے بہت سی حدیثون کی مدلولون کے موافق وکالت کے وقت عورت سے
کہے کہ تجھے متعہ مین اس شرط سے دیتا ہون کہ تو اُسکی میراث نپائے گی اور نہ وہ تیری میراث لیگا
اور عدہ تجھے رکھنا پڑیگا اور راتون کی تقسیم کی دائمی نکاح کی طرح طالب نہوسکے گی اور اُس سے

اولاد بہم کرنے کی بھی توقع رکھنا اتنی مدت کو اتنی مہر پر اور اسیطرح پر صیغہ ہے زَوَّجْتُ مُوَکِّلَتِیْ زَیْنَبَ مُحَمَّداً اَلْمُتْعَةَ شَهْراً کَامِلاً بِتُومَانٍ فِضِّیٍّ نِکَاحاً غَیْرَ سِفَاحٍ عَلٰی کِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ نَبِیِّهٖ عَلٰی اَنْ لَاتَرِثَهٗ وَلَا یَرِثُهَا وَعَلٰی اَنْ عَلَیْهَا الْعِدَّةُ وَلَهٗ اَنْ یَعْزِلَ اور مرد کا وکیل کہے قَبِلْتُ عَلَی الشُّرُوطِ الْمَذْکُورَةِ تو بہتر ہوگا اور اگر طرفین خود صیغہ کہین تو عورت کہے زَوَّجْتُكَ نَفْسِیْ مُتْعَةً۔ اور غائب کی ضمیرین متکلم کے صیغے سے کہین اور باقی شقین ظاہر ہین مجلسی علیہ الرحمہ کا کلام ہو چکا اور متعہ کے نکاح کا محل بس شرط ہے کہ عورت مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو جیسے یہودیہ اور نصرانیہ اور مجوسیہ دو روایتون کی مشہور روایت پر ہے اور انھین شراب پینے سے اور حرام فعل کرنے سے منع کرے مگر مسلمان عورت کو مسلمان مرد کے سوا متعہ کرنا جائز نہین اور بُت پرست عورت سے اور ناصبہ اہلبیت یعنے کھلی کھلی عداوت رکھنے والی سے متعہ جائز نہین جیسے خارجی ہین اور نصب کے معنے بیان ہو چکے ہین اور کسی کی لونڈی سے متعہ آزاد عورت سے عقد نکاح رکھنے پر جائز نہین مگر جب آزاد منکوحہ عورت لونڈی سے متعہ کرنے کی اجازت دیدے تو صحیح ہے اور اگر یہ کام کرلیگا تو عقد متعہ باطل ہو جائیگا اور اسیطرح پر ایک عورت کے عقد مین ہوتے ہوئے اُسکے بھائی اور بہن کی بیٹی سے عقد متعہ کرنا جائز نہین مگر جب کہ وہ منکوحہ اجازت دیدے اور اگر ایسا کریگا تو یہ عقد متعہ باطل ہو جائے گا اور متعہ کی عورت کا مؤمنہ ہونا اور عصمت دار ہونا سنّت ہے اور سنت ہے کہ اُس سے حال پوچھے ایسی حالت مین کہ وہ شوہر کے رکھنے سے یا دوسرے کے عدے سے نہ نکلنے سے متہم ہو اور حال کا پوچھنا متعہ کی صحت کی شرط نہین ہے اور زنا کار عورت سے متعہ کرنا مکروہ ہے اور اگر متعہ کرے تو اُسے حرامکاری سے روکتا رہے اور یہ منع کرنا متعہ کی صحت کی کچھ شرط نہین ہے اور بن باپ کی کواری عورت سے متعہ کرنا مکروہ ہے اور اگر متعہ کرے تو اُسکا ازالۂ بکر نکرے اور ازالۂ بکر حرام نہین۔ تین فرعی مسئلے پہلا مسئلہ اگر کوئی مشرک کافر مسلمان ہو اور اُسکے پاس کوئی کتابیہ عورت عقد متعہ سے ہو تو اُسکا عقد ثابت رہیگا اسیطرح حکم ہے اگر وہ بہت سی عورتین متعہ مین رکھتا ہو اور اگر پہلے وہی عورت مسلمان ہو جائے تو اُسکے عقد نکاح کا ثبوت عدے کے گزرنے پر رُکا رہے گا یعنے اگر عدے کے گزرنے سے پہلے اُس کا شوہر مسلمان ہو جائے گا تو اُسکا وہی شوہر اولی ہے جب تک مدت متعہ کی باقی ہے

اور اگر اُسکے مسلمان ہونے سے پہلے مدت گزر جائیگی تو وہ اُسکے عقد سے باہر ہو جائیگی اور اُسکا
کچھ زور اُسپر نرہیگا دوسرا مسئلہ اگر کسی مشرک کے متعہ مین کوئی کافر غیر کتابیہ عورت ہو پھر اُن
جورو خاوندوںمین سے ہمبستری کے بعد کوئی مسلمان ہو جائے تو متعہ کے نکاح کا فسخ عدہ گزرنے
پر رکا رہیگا اور وہ عورت مدت کے گزرنے پر یا عدہ کے گذرنے پر اُس سے جدا ہو جائیگی بس جو ان دو
باتون مین سے دوسرے کے اسلام سے پہلے حاصل ہو جائیگی اُسی سے وہ نکاح فسخ ہو جائے گا —
تیسرا مسئلہ اگر کوئی مشرک مسلمان ہو اور اُسکے دو جورو ئین ہون ایک آزاد اور دوسری لونڈی
تو آزاد عورت کا نکاح ثابت ہو جائیگا اور لونڈی کے نکاح کا ثبوت اُس آزاد عورت کی رضامندی
پر ہے لیکن مہر تو خاص عقد متعہ مین شرط ہے اور دائمی نکاح مین مہر کا ذکر عقد مین نکاح کی صحت
کی شرط نہین ہے بلکہ بے مہر کے ذکر کے بھی دائمی نکاح درست ہو جائے گا اور متعہ مین بے مہر
کے ذکر کے عقد متحقق نہوگا اور مہر مین شرط ہے کہ ناکح کا مملوک ہو اور اُسکی مقدار ناپ یا تول سے
یا دیکھنے سے یا اُسکی صفت کے ذکر کرنے سے معلوم ہو اور اُسکی مقدار وہی ہے جسپر طرفین راضی
ہو جائین خواہ کم ہو یا زیادہ ہو گو ایک مٹھی گیہون ہون اور مہر کی ادا عقد کے ہوتے ہی لازم ہو جاتی
ہے اور اگر ممتوعہ عورت کو ہمبستری سے پہلے پوری مدت یا تھوڑی سی بخشدے تو آدھا مہر دینا
لازم ہو جائیگا اور اگر ہمبستر ہو تو پورا مہر مدت پوری کرنے کی شرط سے مستقر ہو جائیگا اور اگر کچھ مدت
مین اخلال کرے تو ناکح کو پہونچتا ہے کہ اُسکے حصے بھر کا مہر مین سے کاٹ لے اور اگر ظاہر ہو جائے کہ
عقد متعہ فاسد ہوا ہے اسطور سے کہ اُس عورت کے کوئی شوہر یا ناکح کی منکوحہ کی بہن ہے یا مان
ہے اور جو اسیطرح پر فسخ کے موجب ہین اور اُس سے ہمبستر نہوا ہو تو کچھ مہر نہین ہے اور اگر لیچکی ہو
تو ناکح کو اُسکا پھیر لینا پہونچتا ہے اور اگر ہمبستر ہونے کے بعد ظاہر ہو تو جسقدر وہ عورت لیچکی ہے
وہ اُسکا ہے اور جتنا باقی ہے اُسکا اُس عورت کو دینا واجب نہین اور اگر کہا جائے کہ وہ عورت
اگر نسب سے یا نکاح کی حرمت سے جاہل ہے اور ہمبستری ہو چکی ہے تو مہر جو لیا ہے وہ اُسی کا ہے
اور اگر جانتی ہے تو زانیہ ہے اور زانیہ کا مہر نہین ہوتا ہے تو جو اُسنے پایا ہے پھیر لینا چاہیے تو یہ قول
خوب ہوگا اور مدت متعہ مین شرط ہے اور اگر مدت کا ذکر نکریگا تو عقد دائمی ہو جائیگا اور مدت کا
معین کرنا عورت مرد پر موقوف ہے مثل سال مہینے دن کے اور مدت کا معین ہونا لازم ہے

کہ زیادتی کمی سے محفوظ رہے اور اگر دن مین سے کچھ پر حصر کرے تو بھی جائز ہے اِس شرط سے کہ اُسے
ایک ایسی انتہا سے مقترن کرے جو معلوم ہو جیسے آفتاب کا زوال اور غروب ہے اور جائز ہے کہ
ایسے مہینے کو معین کرے جو عقد کے زمانے سے متصل ہو یا متاخر ہو اور اگر مدت مطلق ہو اور
اتصال اور عدم اتصال سے مقترن نہو تو یہ عقد بھی اتصال کو مقتضی ہے پھر اگر چھوڑے رہے
اُس عورت کو عقد کے بعد اُسوقت تک کہ معین زمانہ گزر جائے تو وہ عورت اُسکے عقد سے باہر
ہو جائیگی اور مہر شوہر پر ثابت ہو جائیگا اور ایکبار یا دو بار ہمبستر ہونے کو کہے اور زمانے سے مقید
نہ کرے تو یہ متعہ صحیح نہین ہے اور دائمی عقد ہو جائیگا اور اِسمین ایک روایت ہے جو جواز پر دلالت
کرتی ہے اور اِس امر پر کہ ہمبستری واقع کرنے کے بعد اُس عورت کے منہ پر نظر کرنا جائز نہین اور یہ
روایت ضعیف ہے اور معمول نہین اور اگر ایسے طریق سے دائمی عقد کریگا تو ہو جائیگا اور اگر ایکمرتبہ
اور دو مرتبے کی ہمبستری کو کسی معین مدت سے کہے تو نکاح متعہ صحیح ہے اور احکام متعہ کے آٹھ ہین
پہلا حکم جب عقد مین مدت اور مہر کا ذکر کر دے تو عقد متعہ صحیح ہے اور اگر مہر کا ذکر نکرے اور مدت
معین کرے تو عقد متعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مدت کا ذکر نکرے تو بھی عقد متعہ باطل ہو جائے گا
اور دائمی عقد نکاح منعقد ہو جائیگا دوسرا حکم جو شرط کہ عقد متعہ مین مشروط ہو تو ضرور ہے کہ ایجاب
اور قبول کے نزدیک ہو اور اگر عقد سے پہلے مذکور ہو گی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین جبتک کہ عقد کا اعادہ
نکیا جائیگا اور اِسیطرح جو شرط عقد کے بعد مذکور ہو وہ بھی اُس صورت مین لازم ہو گی کہ جب عقد
کے ساتھ مذکور ہو گی اور لازم نہین کہ عقد مین ذکر کے بعد پھر عقد ہو چکنے پر اُسکے ذکر کا اعادہ ہو اور
فقہا مین سے کسی نے کہا ہے کہ عقد کے بعد بھی اعادہ شرط ہے اور یہ قول بعید ہے تیسرا حکم جو عورت
بالغہ رشیدہ ہو اُسے اپنے نفس کو متعہ مین دینا جائز ہے یعنی اُسے جس سے چاہے متعہ کرنا جائز ہے
اور اُسکے ولی کو اُسے منع کرنا نہین پہونچتا ہے خواہ کواری ہو یا دو ہاجو ہو اور یہی قول اشہر ہے
چوتھا حکم عورت سے اپنے پاس رات کو یا دن کو آنے کی اگر شرط کرے یا ایکبار یا دو بار معین زمانے
مین ہمبستری کی شرط کرے تو جائز ہے پانچوان حکم ممتوعہ عورت سے منی کا عزل کرنا جائز ہے اور
اُس عورت کی اجازت پر موقوف نہین ہے اور عزل منی کرنے پر بھی وہ عورت لڑکا جنے تو اُسی شوہر
سے وہ لڑکا ملحق ہوگا اِسلیے کہ احتمال ہے کہ منی چلی گئی ہو اور مرد کو خبر نہوئی ہو اور اگر اُس لڑکے کی نفی

کریگا کہ مجسے نہین ہے تو وہ لڑکا ظاہر کے موافق اُس سے منفی ہوجائے گا اور لعان کی احتیاج نہین
برخلاف دائمی منکوحہ عورت کے کہ اُسمین لڑکے کا منفی ہونا بے لعان کے ہونسکیگا لیکن محض
عزل منی سے یا تہمت سے لڑکے کی نفی جائز نہین بلکہ لڑکے کے منفی ہونے کا علم ضرور ہے اور
نہین تو عند اللہ مواخذہ ہوگا چھٹا حکم متوعہ عورت پر طلاق واقع نہین ہوتی ہے وہ عقد متعہ
کی مدت گزر جانے سے جدا ہوتی ہے اور اس عورت پر ایلا اور لعان بنا بر اظہر کے واقع نہین
ہوتا ہے اور ایلا اور لعان کے معنے بعد اسکے اپنے اپنے مقام مین بیان ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ
اور ظہار کے واقع ہونے مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ واقع ہوجاتا ہے ساتوان حکم زوجہ اور
شوہر مین اس عقد سے میراث ثابت نہین ہوتی ہے خواہ میراث کے سقوط کو شرط کرلین یا ذکر نہ
اور اگر عقد متعہ مین توارث شرط کرلین یا ان دونون مین سے ایک دوسرے کی میراث پانے
کی شرط کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شرط پر عمل لازم ہوجائے گا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم
نہوگا اسلیے کہ میراث نہین ملتی ہے مگر شرع کے حکم سے پھر ایس مین میراث کی شرط کرلینا یا دونون
مین سے ایک کا شرط کرنا غیر کے لیے میراث کی شرط کرلینے کے منزلے مین ہے اور پہلا قول کہ
اشتراط کی صورت مین لازم ہوتی ہے اشہر ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ
کہ اشتراط کی صورت مین شرط اور عقد دونون باطل ہوجائین گے آٹھوان حکم جب ہمبستری
کے بعد متعہ کی مدت گزر جائے تو اُس عورت کا عدہ دو حیض ہین اور ایک روایت مین ایک
حیض واقع ہوا ہے اور اس روایت پر عمل نہین ہوا ہے اور اگر ممتوعہ عورت کو حیض نہ آیا ہو
اور یاس کے سن کو بھی نہ پہونچی ہو تو اُسکے عدے کا زمانہ متعہ سے پینتالیس دن ہین اور شوہر کی
وفات کے عدے کے دن چار مہینے دس دن دائمی عقد کے موافق ہین گو ہمبستری بھی نہوئی ہو
جس صورت مین کہ حمل نرکھتی ہو اور اگر حمل ہو تو شوہر کی وفات کے عدے کو وضع حمل مین اور وفات
کے عدے مین جسکی مدت زیادہ ہو وہی اُسکے عدے کی مدت ہے یعنی اگر چار مہینے دس دن مین
وضع حمل ہونے کو ہو تو وہی عدہ ہے اور اگر اس سے کم مین وضع حمل ہو تو عدہ وفات کی مقدار
پوری کرے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور اگر ممتوعہ کسی کی لونڈی ہو تو اُسکا عدہ آزاد عورت کے
عدے کا آدھا ہے یعنی دو مہینے پانچ دن ہین اگر وہ لونڈی حاملہ ہو تو اُسکا عدہ وہ مدت ہے جو

وضع حمل اور عدہ وفات مین زیادہ بہتر اس طریق سے کہ اگر دو مہینے پانچ دن سے کم مین وضع حمل
ہو تو عدے کی مدت لینا چاہیے اور اگر دو مہینے پانچ دن کے بعد وضع حمل ہو تو وضع حمل اسکا عدہ ہے
تیسری قسم لونڈیون کے نکاح مین ہے اور نکاح یہان بہتری کے معنون مین ہے اور یہ یا
سے ہوتی ہے یا عقد سے ہوتی ہے اور عقد دو قسم کا ہوتا ہے ایک دائمی دوسرا منقطع اور ان
دونون کے بہت سے احکام گذر چکے ہین اور انھین حکمون سے ملحق یہان کئی مسئلے بیان ہوتے
ہین پہلا مسئلہ لونڈی غلام کو بے اجازت مالک کے اپنا نکاح کرنا جائز نہین پھر اگر ان مین سے
کوئی مالک کی بے اجازت اپنا عقد کریگا تو وہ عقد مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین
کہ مالک کی اجازت مثل تازہ عقد کے ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد باطل ہے اور عقد کے بعد
اجازت لونڈی اور غلام دونون کے عقدون مین لغو ہے اور اس مسئلے مین چوتھا قول بھی ہے
اور اسکا مفاد غلام کے عقد سے اجازت کا مختص ہونا ہے نہ لونڈی کے عقد سے اور پہلا قول
اظہر ہے اور اگر مالک کی اجازت سے عقد کرین تو وہ صحیح ہے اور آقا کے ذمے مملوک کا اور اسکی
جورو کا روٹی کپڑا ہے اور آقا کا مال لونڈی کا مہر ہے اور یہی حکم ہے اگر دونون جورو خاوند ایک
مالک کے مملوک یا کئی مالکون کے مملوک ہون اور بعضے اجازت دین تو انکا عقد نکاح بے ان سب
مالکون کی اجازت کے یا عقد کے بعد بے انکی رضا مندی کے نافذ نہوگا اور یہی قول اشبہ ہے —
دوسرا مسئلہ جب مان باپ دونون مملوک ہونگے تو انسے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ بھی مملوک ہوگا
پھر اگر مان باپ دونون ایک ہی مالک کے مملوک ہونگے تو بچہ بھی اسی کی ملک ہوگا اور اگر دو
مالکون کے مملوک ہونگے تو بچہ بھی ان دونون کے درمیان آدھا آدھا مشترک رہیگا اور اگر دونون
مالک آپسمین عقد نکاح مین شرط کرلین کہ بچے مین ایک مالک دوسرے مالک کے حصے سے زیادہ
حصہ لیگا اور دوسرا کم لیگا تو یہ شرط بھی لازم ہو جائے گی اور اگر جورو خاوندون مین سے ایک بھی
آزاد ہوگا تو جو لڑکا انسے پیدا ہوگا وہ آزاد سے ملحق ہوگا اور مملوک سے ملحق نہوگا خواہ باپ
آزاد ہو یا مان آزاد ہو مگر جب آقا نے شرط کرلی ہوگی کہ بچہ بھی مملوک ہوگا اور یہ شرط مشہور قول پر
لازم ہو جائیگی مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ شرط صحیح نہین اور جو عقد کہ اس
شرط پر شامل ہو وہ بھی صحیح نہوگا تیسرا مسئلہ جب کوئی آزاد مرد کسی لونڈی سے بے اسکے مالک کی

اجازتکے تزویج کرے اور اُسکی رضامندی کے پہلے اس کام کی حرمت کو جان بوجھکر اُس لونڈی
سے ہمبستری کرے تو وہ مرد زناکار ہوگا اور اُسپر حد زنا کی ہی اور اگر وہ لونڈی اس کام کی حرمت کو
جانتی ہو اور زانی کی اطاعت کرے تو اُس لونڈی کا کچھ مہر نہین اور اگر اُس زنا سے کوئی بچہ پیدا
ہو تو وہ بچہ بھی لونڈی کے مالک کا مملوک ہے اور اگر شوہر اِس کام کی حرمت کو نجانتا ہو یا شبہے
مین ہمبستر ہو گیا ہو تو اُس لونڈی کا مہر دیدینا واجب ہے اور جو بچہ کہ اُس سے پیدا ہوگا وہ
بھی آزاد ہوگا مگر باپ پر لازم ہے کہ پیدایش کے دن کی اٹکلتی ہوئی قیمت اُس بچے کی اُس
لونڈی کے مالک کو دیدے جسوقت مین وہ بچہ جیتا پیدا ہوا ہو اِسلیے کہ اُسکی مالک کی پیداوار
ہے اور جبکہ ہمبستری کرنیوالا آزاد ہے اور شبہے سے ہمبستر ہوا ہے تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور لونڈی
کے مالک کی ملک مین نجائیگا بس جو نقصان کہ شوہر کی طرف سے مالک پر آپڑا ہے تو اُسکا تاوان
بھر دیگا اور یہی حکم ہے اگر لونڈی سے عقد اُسکے آزاد ہونے کے ادعا سے کرے اور اُس سے
ہمبستر ہو تو اُسکا مہر دیدے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ لونڈی کے دسوین حصے کی قیمت دیدے
اگر وہ لونڈی باکرہ ہے اور اگر ثیبہ یعنی کواری نہین ہے تو اُسکے بیسوین حصے کی قیمت دے
اور یہ روایت مین وارد ہوا ہے اور اگر اُس لونڈی کو مہر دیدیا ہو تو جو کچھ اُس مہر مین باقی رہا ہو
وہ اُس سے پھیر لے اور جو اولاد کہ اُس لونڈی سے پیدا ہوگی وہ اُسکے آقا کی مملوک ہے اور
شوہر پر اُن بچون کی قیمت پیدایش کے وقت کی اُس لونڈی کے مالک کو دینا واجب ہے
اور اُس اولاد کا آزاد کرنا واجب ہے اور لونڈی کے مالک کو اُن بچون کا اُسے دیدینا لازم ہی
اور اگر شوہر پاس کچھ مال نہو تو کوشش کرکے پیدا کرکے دیدے اور اگر وہ کوشش نکرے تو آیا امام
علیہ السلام پر واجب ہے کہ بیت المال سے دیکر اُن بچون کو آزاد فرمائین بعضے فقہا کہتے ہین کہ
ہان واجب ہے ایک روایت کی نظر سے جو اسمین وارد ہوئی ہے اور اُس روایت مین ایکطرح
کا ضعف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب نہین اِسلیے کہ بچون کی قیمت باپ پر واجب ہے
کیونکہ وہی مالک ہین اور اُسکی ملک کی پیداوار مین حایل ہو گیا ہے اور جب امام علیہ السلام
اس قیمت کی ادا کے وجوب کے قائل ہون بس حضرت کس مال مین سے دیکر اُن کی رہائی
فرمائین گے بعضے فقہا کہتے ہین کہ رقاب کے حصے مین سے یعنی اُن غلامون کے حصے مین سے

مرحمت فرمائین گے جو تحت شدت ہین اور بعضے مطلق مالمین سے کہتے ہین یعنی خواہ حصہ رقاب ہو یا غیر رقاب ہو **چوتھا مسئلہ** جب مالک اپنے غلام کی اپنی لونڈی سے تزویج کرے آیا مالک پر اپنے مال مین سے کچھ اُس لونڈی کو دینا واجب ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ واجب ہے اور استحباب اشبہ ہے اور اگر مالک مرجائے تو وارثون کو اُس عقد کے نافذ کرنے مین اور فسخ کرنے مین اختیار ہے اور لونڈی کو کچھ اختیار نہین **پانچوان مسئلہ** اگر کوئی غلام کسی آزاد عورت سے نکاح کرے اور وہ عورت جانتی ہو کہ اُس غلام کے مالک نے نکاح کی اجازت نہین دی ہے تو اُسے مہر اور روٹی کپڑے کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے اور جو اولاد کہ پیدا ہوگی وہ اُس غلام کے مالک کی مملوک ہوگی اور اگر وہ عورت مالک کے اجازت نہ دینے یا بے مالک کے اذن نکاح کے حرام ہونے کو نجانتی ہو تو ساری اولاد آزاد ہوگی اور اُس عورت پر اولاد کی قیمت مالک کو دینا لازم نہین اور اگر وہ غلام ہمبستر ہوا ہے تو اُس عورت کا مہر اُسکے ذمے واجب و لازم ہے جب آزاد ہو تو کما بھرے **چھٹا مسئلہ** جب کوئی بندہ اپنے مالک کے سوا اور کسی کی لونڈی سے نکاح کرے پھر اگر دونون مالک اجازت دیدین تو اُنکا بچہ دونون مین مشترک رہیگا اور یہی حکم ہے اگر اجازت بھی ندین اور اگر ایک مالک اجازت دے تو بچہ اُسی شخص کا ہے جس مالک نے اجازت نہین دی ہے اور اگر کسی کی لونڈی سے کسی کا غلام زنا کرے تو بچہ لونڈی کے مالک کا مال ہے **ساتوان مسئلہ** اگر دو مالکون مین کی مشترک لونڈی سے تزویج کرے اور اسکے بعد ایک شریک کے حصے کو مول لیلے تو عقد نکاح باطل ہو جائے گا اور شوہر پر اُس زوجہ سے ہمبستر ہونا حرام ہوگا اور اگر دوسرا شریک شوہر کے ایک حصے کو مول لینے کے بعد اُسکے عقد کو اپنے حصے مین جاری کر دے تو بھی عقد صحیح نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت سے ہمبستر ہونا اُسی عقد سے اور اجرا سے جائز ہے اور یہ قول ضعیف ہے اور اگر تحلیل کرے لونڈی مین کا دوسرا شریک اپنے حصے مین تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر پر حلال ہو جائے گی اور یہ قول مردی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اِس تحلیل سے حلال نہین ہونے کی اِسلیے کہ ہمبستری کی استباحت کے سبب مین تبعیض لازم آتی ہے یعنی آدھی مین ملکیت سے اور آدھی مین استحلال سے اباحت لازم آتی ہے اور یہ جائز نہین اور یہی حکم ہے اگر شوہر آدھی جورو کا مالک ہو جائے اور آدھی

آزاد ہے تو اُس سے ملک سے دائمی عقد سے ہمبستری جائز نہین اور اگر اُس لونڈی کو وقت پر اسطرح بانٹے کہ اس سے کہے کہ ایک دن تیرا میری خدمت کا ہے اور ایکدن تیرا تیری آدھی آزادی کے مقابلے مین ہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس لونڈی سے اُسکے مختص زمانے مین شوہر کو متعہ کرنا جائز ہے اور اسیطرح پر روایت مین بھی وارد ہوا ہے اور اس مین بھی اُسی سبب سے جو بیان ہوچکا ہے تردد ہے یعنی ہمبستری کی استباحت کے سبب مین تبعیض لازم آتی ہے۔

لونڈیون کے لواحق مین سے اُنکے نکاح کے بعد کے طاری امرون مین کلام ہے اور یہ تین امر عتق یعنی آزادی اور بیع اور طلاق ہین پہلا عتق یعنی آزادی ہے جب کوئی لونڈی آزاد ہو تو اُسے اپنے پچھلے نکاح کا آزاد ہونے پر توڑ ڈالنا جائز ہے خواہ آزاد مرد کے نکاح مین ہو یا غلام کے نکاح مین ہو اور علماء مین سے ایک عالم نے آزاد اور غلام مین فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ آزادی غلام کے نکاح کو فسخ کرسکتی ہے آزاد کے نکاح کو فسخ نہین کرسکتی ہے اور یہی اشبہ ہے اور فسخ کا اختیار فوری ہے اور اگر شوہر کہ بندہ ہو آزاد ہو جائے تو اُسے اور اُسکے مالک کو اور اُسکی جورو کو نکاح کے فسخ مین کچھ اختیار نہین خواہ جورو آزاد ہو یا لونڈی ہو اسلیے کہ وہ عورت اُسکے غلام ہونے کے حال مین راضی ہوچکی ہے اور اب تو وہ آزاد ہوا ہے تو اولی طریق سے اُسکی جورو رہیگی اور اگر کوئی اپنے غلام کی تزویج اپنی لونڈی سے کرے اور اسکے بعد اُسی لونڈی کو آزاد کردے یا لونڈی غلام دونون کو ایک ہی دفعہ آزاد کرے تو اُس لونڈی کو اُس نکاح کے باقی رکھنے اور فسخ کرنے مین اختیار ہے اور اگر جورو خاوند دو مالکون کی ملک ہون اور ایک ہی دفعہ آزاد ہون تو بھی لونڈی کو اپنے نکاح کے باقی رکھنے مین اور فسخ کرنے مین اختیار ہے اور اگر کوئی اپنی لونڈی کو آزاد کرے اور تزویج کرے اور اُسی آزادی کو اُسکا مہر قرار دے تو اُس عورت پر نکاح ثابت ہو جائیگا اِس شرط سے کہ عقد کا لفظ عتق یعنی آزادی پر مقدم کرے یعنی اِس طریق سے کہے کہ تجھسے مین نے نکاح کیا اور تجھے آزاد کیا اور تیری آزادی کو تیرا مہر قرار دیا اسلیے کہ اگر عتق کو مقدم کریگا تو اُسکے بعد وہ عورت تزویج کے قبول مین اور رد کرنے مین اختیار ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح اور تزویج کے لفظ کی تقدیم شرط نہین اسلیے کہ متصل کلام ایک کلام کا حکم رکھتا ہے پھر آزادی اور تزویج دونون کی دونون ایک ہی کلام سے متحقق ہو جائین گی. اور الفاظ کی تقدیم تاخیر سے

کچھ فرق اور تفاوت نہین ہوتا ہے اور یہی قول خوب ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ پہلے عتق یعنے
آزادی کا لفظ کہنا شرط ہے اسلیئے کہ شرمگاہ اُس عورت کی اُسکے مالک پر مباح ہے بس اُسے
ملکیت کے ہوتے عقد مباح نہین کرسکتا ہے اور پہلا قول مشہور زیادہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے
کہ عقد نکاح سے مرد کی غایت شرمگاہ کی اباحت ہوتی ہے بس اس عقد سے کوئی اور فائدہ
اباحت کے سوا نہو تو تحصیل حاصل لازم آتی ہے اور فعل عبث کا لزوم ہوتا ہے اور یہ شارع
علیہ السلام اور اصل مکلف یعنی حکیم علی الاطلاق سے بعید ہے پھر ضرور ہے کہ آزادی مقدم ہو
کہ وہ بھی کار خیر ہے پھر عقد ہو کہ ہم خرما و ہم ثواب ہے بس یہ موجہ ٹھہرا اور دوسرے عقد اور ملکیت
ایک جگہ جمع نہین ہوتی ہین جیسا کہ گزر چکا پھر جبتک ملکیت کا ازالہ نہو گا عقد متحقق نہو گا تو فعل
باطل ٹھہرا۔ اور جو لونڈی اپنے مالک سے بیٹا جنے اور صاحب ولد ہو تو مالک کے مرنے کے
بعد وہ لونڈی اپنے اُسی بیٹے کے حصے مین آزاد ہو جائے گی اور اگر اُسکے اُس بیٹے کا حصہ اُسکی
قیمت کے موافق نہو گا تو باقی اپنی قیمت وارثون کو وہی لونڈی کما بھریگی اور اُس لونڈی کے
بیٹے کو جسکے حصے سے آزاد ہوئی ہے مان کی باقی قیمت کے حاصل کرنے مین کوشش لازم
نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ بیٹے پر لازم ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور اگر اُس لونڈی
کا بیٹا ایسے وقت مین مرجائے کہ اُسکا باپ جیتا ہو تو اُس لونڈی کا بیچنا جائز ہے اسلیئے کہ وہ
لونڈی پھر بندہ ہونے کی طرف پھر آتی ہے اور بیٹے کی حیات مین بھی ام ولد لونڈی کا بیچنا اُسکی
قیمت ادا کرنے کے لیے اس طریق سے جائز ہے کہ اگر مالک نے اُس لونڈی کو قرض خرید کیا ہو
اور اُسکی قیمت ادا کرنے سے پہلے اُس سے لڑکا جنوایا ہو اور اُسکے بعد بایع قیمت کا تقاضا کرے
اور مالک کے پاس اُس لونڈی کے سوا کچھ مال نہو تو اُسکی قیمت اُسی لونڈی کو بیچکر ادا کردیگا
گو اُم ولد بھی یعنی بیٹے کی مان ہو اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ اگر مالک مرجائے اور اُسکا قرض
اُسکے تہکے سے بڑھکر ہو تو اُس لونڈی کو اُسکے مالک کے قرضہ ادا کرنے کے لیے بیچ ڈالنا جائز ہے
گو اُسکی قیمت بھی پہلے ادا کر چکا ہو اور اگر اُس لونڈی کی قیمت قرض ہو اور مالک نے ادا نکی ہو
اور اُسے آزاد کردے اور اُسکی آزادی کو اُسکا مہر قرار دے اور پھر اُس سے لڑکا جنوائے اور مفلس
ہو جائے اور مرجائے اور بیچنے والا قیمت کا مطالبہ کرے تو اُس لونڈی کو اُسکی قیمت ادا کرنیکے لیے

بیچڈالین گے اور آیا وہ لڑکا جو لونڈی سے نکاح کے بعد پیدا ہوا تھا بندہ ہونے پر عود کریگا یا نہ بعضے
فقہا کہتے ہین کہ ہشام ابن سالم والی روایت کے موافق بندہ ہونے پر پھر آئیگا اور اشبہ یہی
ہے کہ اُس لونڈی کا نکاح باطل نہوگا اور لڑکا بھی غلام نہوگا اِسلیے کہ اُسمین اور اُسکی مان مین
آزادی ثابت ہوچکی ہے اور لیکن بیع تو جب مالک اپنی لونڈی کو بیچڈالیگا تو یہ بیچنا طلاق کا حکم رکھتا ہے
اور خریدار کو اختیار ہے خواہ اُسکے نکاح کو جاری رہنے دے یا فسخ کرڈالے اور یہ خیار فوری ہے
جبکہ خریدار کو معلوم ہو کہ یہ لونڈی نکاح مین ہے اور اُس نکاح کا فسخ نکرے تو نکاح لازم ہوجائیگا
اور یہی حکم غلام کا ہے جبکہ اُسکے عقد مین کوئی لونڈی ہے اور اگر غلام کے عقد مین کوئی آزاد عورت
ہو اور اُسکے بعد غلام کو بیچڈالین تو ضعیف روایت مین وارد ہوا ہے کہ خریدار کو نکاح کے
باقی رکھنے مین اور توڑڈالنے مین اختیار ہے اور اگر دونون خاوند جورو ایک مالک کے بندے
ہون اور مالک اُنکو دو خریدارون کے ہاتھ بیچے تو اُن دونون خریدارون مین سے ہرایک کو
نکاح کے بحال رکھنے اور توڑڈالنے کا اختیار ہے اور اِسی طرح پر اگر ایک خریدار اُن دونون
لونڈی غلام کو خرید کرے تو بھی خریدار کو اُنکے نکاح کے توڑنے اور بحال رکھنے کا اختیار ہے اور
اِسیطرح سے اگر ان دونون مین سے ایک کو بیچڈالے اور ایک کو اپنی بندگی مین رہنے دے تو
اُس صورت مین نکاح کے توڑڈالنے کا بیچنے والے اور مول لینے والے دونونکو اختیار ہے اور
ان دونون کا عقد نکاح ثابت نہین رہنے کا مگر انھین کی رضامندی سے ثابت رہیگا اور اگر
ان دونون کے اولاد پیدا ہوگی تو وہ مان باپ کے مالکون مین مشترک ہوگی تین مسئلے
پہلا مسئلہ جب کوئی اپنی لونڈی کا نکاح کریگا تو اُسکا مالک اُس لونڈی کے مہر کا بھی مالک
ہوگا اِسلیے کہ اُس مالک کی ملکیت مین اُس لونڈی کا مہر ثابت ہوا ہے اور اگر اُس لونڈی کو مالک
شوہر کے ہمبستر ہونیسے پہلے بیچڈالے گا تو مہر جاتا رہیگا اِسلیے کہ عقد نکاح جسکے سبب سے مہر ثابت
ہوا تھا وہی فسخ ہوگیا پھر اگر دوسرا مالک یعنی خریدار اُس عقد کو بحال رکھے تو وہ مہر اُسی خریدار کا ہے
اِسلیے کہ اُسکی اجازت دینا نئے عقد کے منزلہ مین ہے اور اگر مالک نکاح کی ہوئی لونڈی کو اُسکے شوہر کی
ہمبستری کے بعد بیچڈالے تو مہر اُسی مالک کا ہے خواہ دوسرا مالک یعنی خریدار اُس عقد کو بحال
رکھے یا توڑڈالے اِسلیے کہ یہ مہر اُسکی ملکیت مین ہونیکے وقت قرار پاچکا ہے اور اُس مسئلے مین

مختلف ۔۔ قول ہین اور متصل اور ۔۔ ل وہی ہے کہ جسے ہم بیان کر چکے ہین دوسرا مسئلہ اگر مالک
اپنے غلام کا نکاح کسی آزاد عورت سے کرے اور اسکے بعد اُس غلام کو اُسکی زوجہ سے ہمبستری
کرنے کے پہلے بیچ ڈالے تو خریدار کو اُس نکاح کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور پہلے مالک پر فسخ کی صورت
مین آدھا مہر اُس غلام کی منکوحہ کو دینا لازم ہے اور سارے مجتہدون مین سے وہ بھی شخص ہے
جسنے دوسرے مالک کے فسخ کرنے کے جائز ہونے کا انکار کیا ہے اور پہلے مالک پر آدھے مہر کے
ثابت ہونے کا بھی انکار کیا ہے یعنی دونون امرون کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ پورا مہر اُسکے
مالک پر ہے اور آزاد عورت کا نکاح فسخ نہوگا اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے
ہین کہ فسخ اقوی ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے اور اسمین ابن ادریس نے خلاف کیا ہے کہ
اُنپر اُس غلام کے خریدار کا مختار ہونا عقد کے فسخ مین منکوحہ کے آزاد عورت ہونے پر ثابت نہین ہوا
ہے اور اسکا ضعف پہلے معلوم ہو چکا ہے اور اُسوقت مین جب خریدار غلام کے نکاحکو فسخ کر ڈالیگا
تو اُس غلام کے مالک یعنی بایع پر آدھا مہر ہمبستری سے پہلے والی طلاق سے ملحق کرنیکے سبب سے اس
فسخ کیلیے مشہور کی بنا پر اور علی بن حمزہ کی روایت کے موافق کہ جسکے ضعف کا شہرت نے جبر نقصان
کر لیا ہے لازم ہے اور اگر خریدار اُس غلام کے نکاح کو فسخ نکریگا تو پورا مہر اُس منکوحہ کا غلام کے پہلے
مالک یعنی بیچنے والے پر واجب ہے مگر جس وقت کہ اسکے قائل ہون کہ بیع کی ذات اُس
مالک کی طرف سے فسخ ہے پھر اگر دوسرا مالک یعنی خریدار اگر اُس عقد کو بحال رکھیگا تو دوسرا
آدھا مہر اُسپر واجب ہوگا یعنی آدھا مہر پہلے مالک پر اور دوسرا نصف دوسرے مالک یعنے
خریدار پر ہوگا اور اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو بیچے اور دعوی کرے کہ بیع کے وقت اُس لونڈی
کے پیٹ مین میرا بچہ تھا اور خریدار اِس بات کا انکار کرے تو بایع کا قول اُس سے لونڈی کو
پیٹ رکھے ہونے کے دعوے مین مقبول نہین ہے اِسلیے کہ بیع کے فاسد ہو جانے کے دعوے پر
مشتمل ہے کیونکہ ام ولد کا بیچنا اُن مقامون کے سوا کہ جنمین استثنا ہو گیا ہے جائز نہین اور خود
پہلے بیچ چکا ہے لیکن اِس دعوے سے میراث کے حکم مین اُس سے ملحق ہو جائیگا اور خریدار کی
ملکیت سے خارج نہوگا اِسلیے کہ عقلا کا اقرار اپنے مضر امرون مین مسموع ہے اور دوسرے
کے ضرر مین مسموع نہین ہے اور اِس مسئلے مین تردد ہے اور لیکن تیسرا امر طلاق تو جبکہ

غلام اپنے مالک کی اجازت سے کسی آزاد عورت سے نکاح کرے یا کسی کی لونڈی سے عقد کرے تو اُس غلام کے مالک کو اُسپر طلاق دینے یا نہ دینے کے لیے جبر کرنا جائز نہین اور اگر مالک اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کرے تو یہ عقد صحیح ہے اور لونڈی کی تحلیل نہین ہے اور اس صورت مین طلاق کا اختیار مالک کو ہے اور مالک کو اِن دونون مین بے طلاق کے لفظ کے جدائی ڈالدینا پہونچتا ہے جیسے یہ کہے کہ مین نے تم دونون کے نکاح کو فسخ کیا یا ایک سے کہدے کہ تو دوسرے سے جدا ہوجا اور آیا یہ طلاق کے لفظ ہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان طلاق کے لفظ ہین پھر اگر مالک دو مرتبہ انھین لفظون کو کہے اور اِن دو مرتبہ کے درمیان مین شوہر اُس عورت سے رجوع بھی کرلے تو اُسپر یہ عورت حرام ہو جائے گی یہانتک کہ دوسرا شوہر کرلے پھر اُسکے ہمبستر ہونے کے بعد اور اُسکے طلاق کے بعد عدہ پورا کرکے اُس پہلے شوہر پر وہ حلال ہو گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ مالک کے لفظ طلاق نہین ہین فسخ ہین اور یہی اشبہ ہے اور اگر اُس لونڈی کو اُسکا شوہر ہمبستر ہونے کے بعد طلاق دے اور اسکے بعد اُس لونڈی کا مالک اُسے بیچڈالے تو وہ لونڈی اپنے عدے کو پورا کریگی اور آیا عدہ طلاق کے پورا کرنے کے بعد خریدار پر عدے سے زیادہ دونونکے ساتھ اُسکا استبرا کرنا بھی واجب ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اسلیے کہ استبرا اور عدہ دو مختلف حکم ہین ایک کو دوسرے مین اِسطرح پر داخل کرنا اس عنوان سے کہ عدے کے دنون کو استبری کے حساب مین لے لین خلاف ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عدے کے بعد استبرا کرنا لازم نہین ہے اِسلیے کہ استبرا پیٹ سے نہونے کے معلوم کرنے کے لیے ہے اور یہ امر عدے سے ثابت ہوگیا اور یہی قول بڑھکر صحیح ہے اور لیکن ملک تو دو قسم پر ہے پہلی قسم ملک رقبہ ہے یعنی جو لونڈی کے نفس کا مالک ہو پھر مالک کو اپنی مملوکہ لونڈیون سے ہمبستری کرنا جائز ہے گو چاہے بھی زیادہ ہون اور لونڈیون کی زیادتی کا شرع مین کوئی حصر نہین ہے اور آدمی کو لونڈیونکا اور ان لونڈیون کی ماؤن کا مالک ہونا جائز ہے لیکن جب اِن دونون مین سے ایک سے ہمبستر ہوجائیگا تو اُسپر دوسری عین حرام ہو جائیگی یعنی ہمیشہ کو قیامت تک حرام ہو جائے گی اور دو لونڈیونکا جو آپس مین سگی بہنین ہین مالک ہو جانا جائز ہے اور اگر ایک سے ہمبستر ہو گا تو دوسری اُسپر جمع کے طرق سے حرام ہو جائے گی یعنی دونون سگی بہنون سے ہمبستر نہین ہو سکتا ہے اور اگر ایک کو

جس سے ہمبستر ہو چکا ہے اپنی ملکیت سے نکالدے تو دوسری سے اُسے ہمبستر ہونا جائز ہوگا
اور آدمی کو اپنے باپ کی مدخولہ کا مالک ہونا جائز ہے جیسا کہ باپ کو اپنے بیٹے کی مدخولہ کا مالک ہونا
جائز ہے اور ہر ایک پر ان دونون باپ بیٹون مین سے دوسرے کی مدخولہ سے ہمبستر ہونا ہمیشہ
کو حرام ہے اور مالک کو اُس لونڈی سے ہمبستر ہونا جسے خاوند کروایا ہے جبتک حرام ہے کہ وہ
لونڈی اپنے شوہر سے جدا نہوے اور عدے کے دن پورے نہ کرلے یعنی جبتک شوہر سے جدا
نہوگی اور عدے کے دن پورے نہ کرے گی اُسوقت تک مالک پر حرام رہیگی اور جب شوہر
سے جدا ہو جائیگی اور عدے کے دن پورے کرلے گی تو پھر مالک پر حلال ہو جائے گی اگر لونڈی
صاحب عدہ ہوگی جیسا کہ اِسکے بعد بیان ہوگا اور مالک کو اپنی لونڈی کے نکاح کا فسخ کرنا جبکہ اپنے
غلام کے سوا کسی غیر شخص سے عقد کرچکا ہو تو جائز نہین ہے مگر یہ کہ اُس لونڈی کو بیچڈالے تو
خریدار کو اُسکے نکاح کا باقی رکھنا یا فسخ کرنا جائز ہے اور مالک کو تزویج کی ہوئی لونڈی کی ایسی چیز کیطرف
دیکھنا جائز نہین کہ جسکی طرف غیر مالک کو دیکھنا جائز نہین اور مالک کو اپنے اور دوسرے مین
کی مشترک لونڈی سے ملکیت سے ہمبستر ہونا جائز نہین ہے اور خریدار کو بے استبرا کیے لونڈی
سے ہمبستر ہونا جائز نہین ہے اور اگر لونڈی کے شوہر ہو اور خریدار نکاح کے باقی رکھنے کی اجازت
دیدے تو اسکے بعد اُسے اُسکے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہین ہے اور یونہین اگر خریدار کو معلوم ہو جائے
کہ خرید کی ہوئی لونڈی نکاح مین ہے اور مانع نہو اور چپ ہورہے تو بھی وہ نکاح لازم ہو جائیگا اور خریدار
پر حلال نہوگی مگر جبکہ اپنے شوہر سے جدا ہو کر عدے کو پورا کر لیگی اگر صاحب عدہ ہوگی اور اگر خریدار نکاح کے باقی
رکھنے کی اجازت ندے اور وہ صاحب عدہ نہین ہے تو اُس سے ہمبستری جائز ہونے کے لیے
فقط استبرا کافی ہے اور حربی کافرون کی شوہر دار عورتون کا خرید کرنا جائز ہے اور اسی طرح
اُنکی لڑکیون کا خرید کرنا جائز ہے اور اُنسے گمراہون کی لوٹ کی ہوئی چیزون کا خرید کرنا جائز ہے
تتمہ دو مسئلون پر مشتمل ہے پہلا مسئلہ جو شخص تملیک کی وجہون مین سے کسی وجہ سے
لونڈی کا مالک ہو جائے تو اُسے بے ایک حیض کے استبرا کیے ہوئے لونڈی سے ہمبستر ہونا جائز
نہین اور اگر اُس لونڈیکو حیض آتا نہین تا خیر ہو اور اُسکی ہمسنون کو حیض ہوتا ہو تو اُس لونڈی کا عدہ
پینتالیس دن کا ہے اور جبکہ کوئی لونڈی کا مالک اُسکے حیض کے حال مین ہو جائیگا تو استبرا اُس

لونڈی کا ساقط ہو مگر حیض کی مدت یعنی حیض کی مدت بھر غرض کے حاصل ہو جانے مین کافی ہو جائیگا
اُردو مترجم کہتا ہے کہ شہید ثانی علیہ الرحمہ نے شرح لمعہ مین فرمایا ہے کہ گو ایک لحظہ بھر بھی
حیض کا باقی رہا ہو یعنی جب کوئی لونڈی حیض کے حال مین کسی کی ملک مین آجائیگی
تو اسکے استبرا کا وجوب ساقط ہو گا اور وہی اُسکے لیے کافی ہو جائیگا گو حیض کے دنون مین
سے گھڑی بھر باقی ہے کہ اُسکی ملک مین آگئی تو وہ گھڑی بھر بھی کافی ہو جائیگی - اور
اسیطرح اگر وہ لونڈی کسی عادل شخص کی مملوکہ ہو اور وہ کہدے کہ استبرا اسکا ہو چکا ہے
تو بھی ساقط ہو جائیگا یا لونڈی کسی عورت کی مملوکہ ہو یا یاس کے سن کو پہونچ گئی ہو تو ان
سب صورتون مین استبرا ساقط ہو جائیگا یا لونڈی پیٹ سے ہو تو بھی استبرا نہین اور اُس سے
حمل کے حال مین ہمبستر ہونا مکروہ ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ اگر اس لونڈی کو حرام کا پیٹ ہے تو اُس سے ہمبستر ہونا مکروہ ہے اور اگر صحیح ہمبستری سے
یا نامعلوم حال کی ہمبستری سے حاملہ ہے تو ایسی لونڈی سے وضع حمل کے وقت تک مالک کو
ہمبستر ہونا جائز نہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ حاملہ لونڈی سے وضع کے پہلے ہمبستری کرنا اسکے ساتھ صحیح ہونا
پیٹ پر چار مہینے دس دن کا زمانہ گزرنے سے مشروط ہے اور اس سے پہلے حرام ہے دوسرا
مسئلہ اگر کوئی شخص کسی لونڈی کا مالک ہو اور استبرا کرنے سے پہلے اُسے آزاد کردے تو اُس
مالک کو اُس آزاد کی لونڈی سے بے استبرا کیے عقد نکاح جائز ہے مگر استبرا کر لینا بہتر ہے اور اگر
مالک ہمبستر ہونے کے بعد آزاد کرے تو اُس لونڈی سے کسی اور کو بے عدہ گزرے عقد نکاح
کرنا جائز نہین ہے اور اس عدے کی مدت تین مہینے ہین اگر اس سے پہلے تین طہر کہ طلاق کا
عدہ ہین وقوع مین نہ آئین اور اگر تین مہینے سے کم مین تین طہر ہو جائین تو وہی تین طہر عدہ
ہین دوسری قسم مالک کی منفعت کی ملک ہے اور کلام اُسکے صیغے مین اور حکمون مین ہے
اور صیغہ اس کا یہ ہے کہ لونڈی کا مالک کہے کہ مین نے تجپر اس لونڈی سے ہمبستر ہونا حلال
کر دیا ہے یا کہے کہ مینے تیرے لیے اس لونڈی کی ہمبستری حلیت مین قرار دیدی ہے اور عاریت
یعنی مانگے لینے کے لفظ سے کسی کی لونڈی سے ہمبستری مباح نہین ہوتی ہے اور اباحت کے
لفظ سے حلال ہوتی ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے اظہر یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کہے کہ مین نے

تجھے اِس لونڈی کو بخشا یا تیرے لیے جائز رکھی یا مین نے تجھے اِس لونڈی سے ہمبستری کا مالک کر دیا تو چونکہ فقیہون مین سے اباحت کے لفظ سے جائز رکھتا ہے اُسے اِن لفظون سے بھی جائز رکھنا لازم ہے اور جسنے کہ ہمبستری کے حلال ہونے کا حصر فقط تحلیل کے لفظ پر کیا ہے تو وہ اِن لفظون سے بھی جائز نہین جانتا ہے اور یہ تحلیل آیا عقد نکاح ہے یا منفعت کی تملیک ہے اور اِسمین علما مین اختلاف ہے اور اختلاف کا منشا یہ ہے کہ عورتون کی شرمگاہین فائدے کے اُٹھانے سے بعقد یا ملکیت کے منحصر ہین جیسا کہ آیۂ کریمہ کا مفہوم اِسپر دلالت کرتا ہے اور شاید کہ زیادہ حق سے قریب اخیر کا یعنی تملیک کا قول ہو اِسلیے کہ عقد مین مہر ہوا کرتا ہے اور اِسمین مہر نہین ہے اور عقد کا جاتے رہنا طلاق کا محتاج ہوتا ہے اور اِنمین سے کوئی تحلیل مین نہین ہے اور اپنے غلام پر اپنی لونڈی کی تحلیل یعنی حلال کرنے مین دو روایتین ہین ایک نہ جائز ہونے کی روایت ہے اور اِس روایت کا مؤید یہ ہے کہ تحلیل ایک طرح کی ملک ہے اور بندہ تملیک کی صلاحیت سے دُور ہے اور دوسری روایت جائز ہونے کی اُسوقت مین ہے کہ جب موطوئہ یعنی مدخولہ کو معین کر دے اور اِسکا مؤید یہ قول ہے کہ تحلیل منفعت کے مباح کرنے کی ایک قسم ہے اور مملوک منفعت کی اباحت کی صلاحیت رکھتا ہے اور اخیر والا قول اشبہ ہے اور مالک کو اپنی مدبرہ لونڈی کی یعنی جسکے آزاد کر دینے کی اپنے مرنے کے بعد وصیت کی ہے تحلیل جائز ہے اور اِسیطرح پر مالک کو اپنی ام ولد کی تحلیل جائز ہے اور اگر کوئی شخص لونڈی کے کسی حصے کا مثل آدھے یا تہائی کے مالک ہو اور باقی وہ لونڈی آزاد ہو پھر وہ لونڈی اپنے نفس کو اپنے مالک پر حلال کرے تو وہ لونڈی مالک پر حلال نہوگی اور اگر وہ لونڈی مشترک ہو اور ایک شریک دوسرے شریک پر اُسے حلال کر دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ لونڈی اُسپر حلال ہو جائے گی اور اِسمین اور اِس سے پہلی صورت مین فرق یہ ہے کہ مالک کی تحلیل شرع مین جائز ہے اور عورت کو اپنے نفس کا کسی پر حلال کرنا شرع مین مجوز نہین ہے اور احکام مین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ محلل لہ یعنی جسکے لیے مالک نے تحلیل کی ہے اُسی چیز پر کفایت کرے کہ جسپر مالک کا لفظ شامل ہے اور اُسپر اکتفا کرے کہ جسکے داخل ہونے کا مالک کی عبارت مین حال گواہی دیتا ہے پھر اگر مالک اُسپر اپنی لونڈی کے چومنے کو حلال کرے تو چومنے ہی پر اکتفا کریگا اور اِسیطرح پر گر چھوتا یعنی مساس حلال کرے تو اُس سے ہمبستر ہونا مباح نہوگا اور اگر اُسپر ہمبستر ہونا حلال

کریگا تو اُسپر اُس لونڈی کی ہمبستری سے چھوٹی چھوٹی اور منفعتین بھی حلال ہو جاینگی اور اگر مالک محض خدمت کو حلال کرے تو اُس سے ہمبستر ہونا جائز نہین اور اسیطرح اگر ہمبستری کو حلال کرے تو خدمت حلال نہوگی اور اگر کوئی کسی اَور کی لونڈی سے بے مالک کی اجازت ہمبستری کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اُسے لازم ہے کہ بضع کی منفعت کا عوض مالک کو دے مترجم کہتے ہین کہ بضع یعنی عورت کی شرمگاہ کی منفعت اکثر فقہا کے قول پر مہر مثل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر وہ لونڈی باکرہ ہو تو اُس لونڈی کی قیمت کا دسوان حصہ بکارت کے تفاوت کے ساتھ یعنے وہ تفاوت جو بکارت کے جاتے رہنے سے اُس لونڈی کی قیمت مین پڑگیا ہے اُس لونڈی کے مالک کو دیدے اور اگر وہ لونڈی باکرہ نہو تو اُسکی قمت کا بیسوان حصہ دے اسصورت مین جب لونڈی زنا پر راضی نہوئی ہو یا اُسکی حرمتکو نجانتی ہو کیونکہ اگر حرمتکو جانکر مطاوعت کریگی تو زانیہ ہے اور زانیہ کے لیے کوئی مہر نہین ہے اور وہ بچہ جو ایسی ہمبستری سے پیدا ہوگا وہ اُس لونڈی یعنی اپنی مان کے مالک کا مملوک ہوگا یعنی جس صورت مین ہمبستری کرنیوالا اُسکی حرمت کو جانتا ہوگا اور اگر حرمت کو نجانتا ہوگا تو لڑکا آزاد ہوگا اور اُس مرد پر اُس لڑکے کی پیدایش کے دن کی قیمت اُس لونڈی کے مالک کو دیدینا لازم ہوگی دوسرا مسئلہ حلالہ لونڈی کا بچہ اگر اباحت کے لفظ کے ساتھ بچکی آزادی کی شرط کی ہوگی تو آزاد ہوگا اور اُسکے باپ پر لونڈی کے مالک کو اُسکی پیدایش کے دن کی قیمت دینا بھی واجب نہین ہی اور اگر آزادی کی شرط نہوئی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے باپ کو اس بچے کی پیدایش کے دن کی قیمت مالک کو دیکر چھڑا لینا واجب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ واجب نہین ہے اور یہ قول دو روایتون مین کی زیادہ صحیح روایت کے موافق ہے تیسرا مسئلہ لونڈی سے ہمبستری کرنے مین ایسے حال مین کہ وہان کوئی تیسرا بھی ہو اور ایسے حال مین کہ وہ دو لونڈیون کے بیچ مین سوتی ہو کوئی مضایقہ نہین اور یہ دونون باتین آزاد عورت مین مکروہ ہین اور بدکار لونڈی سے اور نطفۂ حرام لونڈی سے ہمبستری مکروہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ بدکار لونڈی سے نکاح کے طور سے یا ملک کے طریق سے ہمبستر ہونا نطفون کے ملجانے سے بچنے کے لیے مکروہ ہے اور نطفۂ حرام لونڈی سے عفیفہ ہونے پر مکروہ ہے اسلیے کہ اُسمین عیب ہے اور اسلیے کہ اُس سے فلاحیت نہوگی۔ نکاح کے ملحق پانچ امر ہین پہلا امر جن چیزون سے نکاح کو توڑ سکتے ہین اُسکا بیان تین مقصد ونکا مقتضی ہے

پہلا مقصد اُن عیبون کے بیان مین ہے کہ جنسے نکاحکو توڑنا جائز ہوجاتا ہے اور وہ عیب یا مرد مین
ہون یا عورت مین ہون پھر مرد کے عیب جن سے عورت نکاح کو فسخ کرسکتی ہے تین ہین دیوانہ
ہونا اور خصی ہونا اور نامرد ہونا اور مرد کی دیوانگی عورت کے لیے نکاح کے فسخ کرنیکے قبضے کا سبب
ہے خواہ ہمیشہ جنون رہتا ہو یا دَوری ہو اور یہی حکم ہے جو جنون کہ نکاح کے اور ہمبستر ہونے سے
پہلے یا بعد تازہ پیدا ہوجائے اور بعضے فقہانے تازے جنون مین یہ شرط کی ہے کہ نماز کی وقتون
کو نجان سکے اور اسمین تردد ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ معتمد یہی ہے کہ اس شرط
کا اعتبار کچھ نہین اور خصاء یعنی خصی ہونا اسے کہتے ہین کہ اُسکے خصیون کو کھینچ لیا ہو اور اسی
معنون مین وجاء واو کے زبر سے اور ممدودہ الف سے ہے اور یہ دونون خصیون کا اسقدر
کچلے جانا ہے کہ اُنکی قوت جاتی رہے تو اس عیب سے بھی نکاح اُسی صورت مین فسخ ہوگا کہ
یہ عیب نکاح کے پہلے کا ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر نکاح کے بعد بھی پیدا ہوجائیگا تو بھی
فسخ کرلینا جائز ہوجائے گا اور یہ قول معتمد نہین ہے اور عنن یعنی نامرد ہونا ایک ایسا مرض ہے
کہ جسکے سبب سے مرد کے خاص عضو مین پھولنے کی قوت ایسی ضعیف ہوجاتی ہے کہ جس سے
ہمبستری سے عاجز ہوجاتا ہے اور اس عیب سے بھی عقد نکاح کا فسخ ہوسکتا ہی گو نیا عقد کے بعد پیدا
ہوجائے مگر اس شرط سے کہ اپنی زوجہ اور زوجہ کے سوا اور عورت سے دخول کرنے پر قدرت
نرکھتا ہو اور اگر زوجہ سے ہمبستر ہو گو ایک ہی مرتبہ ہو اور اسکے بعد نامرد ہوجائے یا زوجہ کے
سوا اور عورت کے دخول پر قادر ہو اور زوجہ کے دخول سے عاجز ہو تو اظہر کے بنا بر اس صورت
مین زوجہ کے لیے نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اسی طرح پر اگر عورت کے پیچھے کے
مقام مین دخول کرے اور آگے جانب دخول کرنے مین نامرد ہوجائے تو بھی عورت کو بنا بر اظہر
کے نکاح کے فسخ کا اختیار نہین ہے اور مرد کے عضو کے کٹے ہونے سے آیا نکاح فسخ ہوگا اسمین تردد
ہے اور تردد کا منشاء یہ ہے کہ عقد کے مقتضے کے موافق نکاح کا تحقق ہے اور اشبہ یہی ہے کہ دخول
کے عاجز ہونے کے سبب سے اسمین بھی فسخ کا اختیار متحقق ہے اسلیے کہ اسمین بھی دخول سے عجز
پایا جاتا ہے لیکن اس شرط سے کہ مرد کے خاص عضو مین سے ایسی مقدار بھی باقی نہو کہ جس سے
دخول ہوسکے گو حشفہ ہی کے برابر ہو اور اگر عضو خاص کا کٹنا نکاح کے بعد حادث ہوجائے تو

اُس سے نکاح فسخ نہو سکیگا اور اِس مسئلے مین اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر عقد کے بعد اور دخول سے پہلے خاص عضو کا کٹنا حادث ہو جائیگا تو عورت کو فسخ کا اختیار ہو جائے گا اور اگر دخول کے بعد حادث ہوگا تو فسخ کا اختیار نہین ہے اور اگر ظاہر ہو کہ شوہر غیر مشکل خنثی ہے تو عورت کو نکاح کا فسخ کرنا نہین پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور یہ بے دلیل کا دعوی ہے اور یہ حکم دخول ہو سکنے کی صورت مین ہے اور ان عیبون کے سوا اور کسی سے رد پھیرا جا نہین سکتا ہے اور عورت کے عیب جو مرد کو اختیار دینے والے سات عیب ہین جنون جذام کوڑھ قرن یعنی شاخ یعنی گوشت شرمگاہ مین نکلنا افضا یعنی پیشاب اور حیض کی دو نون راہون کا ایک ہو جانا اندھی ہو جانا لنگڑی ہو جانا اور جنون سے مراد عقل کا فاسد ہو جانا ہے اور سہو کے سبب سے کہ جسکا زائل ہو جانا صریح ہے فسخ کا اختیار ثابت نہین ہوتا ہے اور نہ بیہوشی کے سبب سے جو غلبۂ صفرا یا سودا سے عارض ہوتی ہے ثابت ہوگا اور بیہوشی کے قرار پکڑنے کے سبب سے ثابت ہو جائیگا اور لیکن جذام تو ایک مرض ہے کہ اُس سے اعضا پر خشکی اور گوشت گر پڑنا ظاہر ہوتا ہے اور نکاح کے فسخ کے جواز مین احتراق کا قوی ہونا اور منھ کا کھنچ جانا اور گول ہونا آنکھون کا کہ یہ سب علامتین جذام حادث ہو جانے کی ہوا کرتی ہین کافی نہین ہین اور کوڑھ یہ ایک سفیدی ہے کہ بنڈے کی کھال پر بلغم کے غلبے کے سبب سے ظاہر ہوتی ہے اور شبہے کی صورت مین نکاح کے فسخ کے جائز ہونے کا حکم نہ کرسکین گے اور قرن قاف کی زیر اور مہملہ رے اور نون سے ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک گوشت ہے جو عورت کے آگے کی شرمگاہ مین نکل آتا ہے کہ دخول کا مانع ہوتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ ایک ہڈی ہے جو بچہ دان مین نکل آتی ہے اور پہلا قول اشبہ ہے پھر اگر یہ دخول کا مانع نہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اس سبب سے نکاح فسخ نہوگا اِسلیے کہ فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے اور اگر فسخ کے جائز ہونے کی روایت کے ظاہر کی دلیل سے قائل ہو جائین تو یہ بھی ممکن ہے اور افضا حیض اور پیشاب کی دونون راہون کا ایک کر دینا ہے مگر لنگڑی ہونے مین تردد ہے اظہر یہی ہے اگر زمین گیری کی حد کو پہونچیگا تو فسخ نکاح کے عیبون مین داخل ہے اور بعضے فقہا نے کہا ہے کہ رتق بھی ایک اُن عیبون مین سے ہے جس سے مرد کو نکاح کے فسخ کر ڈالنے پر اختیار ہو جاتا ہے اور

یہ عورت کے آگے کی شرمگاہ اِسقدر گوشت سے بھر جاتی ہے کہ جس مین مرد کے خاص عضو کے لیے راستہ نہین رہتا ہے اور یہ کہہ سکتے ہین کہ اگر بالکل دخول سے مانع ہو جس صورت مین ازالہ ممکن نہو یا عورت علاج پر راضی نہو تو یہ قول حق ہے اِسلیے کہ نکاح کا فائدہ نرہیگا اور اِن عیبون کے سوا اور کسی عیب سے عورت بھی پھیری نجائیگی دوسرا مقصد عیبون کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو عیب کہ عورتون مین نئے پیدا ہو جائین کہ نکاح کے فسخ کی اباحت اُن سے نہوتی ہو اگر عقد سے پہلے کے پیدا ہونگے تو عالمون کے اتفاق سے فسخ کو مباح کردین گے اور اگر عقد اور دخول کے بعد ظاہر ہونگے تو اُنسے عقد کا فسخ نہو سکے گا اور اُن عیبون مین سے جو نکاح کے بعد اور دخول سے پہلے حادث ہونگے تو اُنمین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ فسخ کے مباح کرنیوالے نہین ہین اِسلیے کہ عقد کے وقت مین نتھے تو معارض سے سالم عقد ثابت ہوگیا دوسرا مسئلہ فسخ کا اختیار فوری ہے پھر اگر مرد یا عورت کو عیب معلوم ہو جائے اور نکاح کے فسخ کی مبادرت نکرے تو نکاح لازم ہو جائیگا اور اِسیطرح تدلیس کا حکم ہے یعنی اگر تدلیس ظاہر ہو اور نکاح کو فوراً فسخ نہ کرے تو بھی عقد لازم ہو جائیگا تیسرا مسئلہ کسی عیب کے سبب سے نکاح کا فسخ کر ڈالنا طلاق نہین ہے پھر آدھے مہر کا حکم اُسمین جاری نہوگا اور ایسے فسخ کو تین طلاقون کے شمار مین بھی نہین لا سکتے ہین چوتھا مسئلہ مرد کو نکاح کے فسخ کرنے کے مجوز عیبون کے ظاہر ہوتے ہی اپنے نکاح کا فسخ کر ڈالنا بے حاکم شرع کے جائز ہے اور اسی طرح پر عورت کو بھی مرد کے عیبون کے پائے جاتے ہی نکاح فسخ کر ڈالنا جائز ہے لیکن عنن یعنی نامردی کے ثبوت مین حاکم کے حکم کی ضرورت ہے کہ مدت مقرر کرے کہ اگر اُس مدت تک ہمبستر ہونے کی قدرت حاصل ہو گئی تو بہتر اور نہین تو فسخ ہو اور یہ حاکم شرع کا کام ہے اور اُس عورت کو مدت کے گزرنے کے بعد دخول نہو سکنے پر بے حاکم سے ظاہر کیے ہوے اپنا نکاح فسخ کر ڈالنا پہونچتا ہے پانچوان مسئلہ جب مرد و عورت ملون عیب کے ثبوت مین اختلاف کرین تو ثبوت نہونے پر عیب کے منکر کا قول مقبول ہے چھٹا مسئلہ جب عورت کسی عیب کے نکلنے سے اپنے نکاح کو فسخ کر ڈالے پھر اگر یہ فسخ ہمبستری سے پہلے ہے تو کچھ مہر نہین ہے اور اگر دخول کے بعد فسخ ہوا ہے تو اُسکے لیے پورا مہر ہے اِسلیے کہ مہر مرد پر ہمبستر ہونے کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اور قرار پاجاتا ہے اور نکاح کے فسخ سے جاتا نہین رہتا ہے اور مرد کو اُس کا تاوان

تدلیس کرنیوالے سے پھیر لینا پہونچتا ہے اور اسیطرح ہے اگر عورت ہمبستری سے پہلے نکاح کو فسخ کریگی تو کچھ مہر نہین ہے مگر نامرد نکلنے کی صورت مین آدھا مہر عورت کو پہونچتا ہے اور اگر ہمبستری کے بعد نکاح کو فسخ کریگی تو پورے مہر کی مالک ہوجائے گی اور اسیطرح اگر عورت مرد کے خصی ہونے کے سبب سے دخول کے بعد نکاح کو فسخ کریگی تو بھی پورا مہر لیگی **ساتوان مسئلہ** اور عنن یعنی نامرد ہونے کا عیب ثابت نہوگا مگر شوہر کے اقرار سے یا اُسکے اقرار کے گواہون سے یا اُسکے قسم نہ کھانے سے اور اگر انمین سے کوئی امر نہوا اور عورت نامرد ہونے کا دعوی کرے اور مرد انکار کرے تو قسم کے ساتھ مرد کا قول مقبول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس مرد کو ٹھنڈے پانی مین بٹھائین گے اور دیکھین گے کہ اُسکا خاص عضو سنقلص ہوا یعنی سکڑا اور شکنین پڑین تو اُسی مرد کے قول کے موافق حکم کرینگے اور اگر لٹک پڑا تو عورت کے قول کے موافق حکم کرینگے اور یہ کچھ بھی نہین اور اگر مرد کا نامرد ہونا ثابت ہوجائے اور بعد اسکے مرد ہمبستری کرلینے کا دعوی کرے تو پھر قسم کے ساتھ مرد کا قول مقبول ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر آگے کی طرف دخول کرنے کا مرد دعوی کرے اور عورت باکرہ ہو تو عورتون سے کہا جائے کہ دیکھلین کہ اس عورت کے بکر کا ازالہ ہوا یا نہین اور اگر عورت کواری نہوگی تو اُسکی شرمگاہ مین رنگین علف رکھین گے پھر اگر اُسکا رنگ مرد کے خاص عضو پر ظاہر ہوگا تو اُسکے قول کی تصدیق کرین گے اور یہ قول شاذ ہے اور اگر شوہر دعوی کرے کہ زوجہ کے سوا اور عورت سے ہمبستری کی ہے یا یہ دعوی کرے کہ اپنی زوجہ کے پیچھے کی طرف سے ہمبستر ہوا ہے تو قسم کے ساتھ اُسی کا مقبول ہے اور اگر قسم نکھائے تو اُسکے جھوٹے ہونے کا حکم کرینگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ زوجہ پر رد قسم کرینگے اور یہ قول رد قسم کے حکم کے مشروع ہونے پر مبنی ہے —

آٹھوان مسئلہ جب مرد کا عنن یعنی نامرد ہونا ثابت ہوجائے پھر اگر عورت صبر کرے تو کوئی تنازع نہین ہے اور اگر حاکم شرع کے سامنے فریاد کرے تو حاکم فریاد کے وقت سے اُسے سال بھر کی مہلت دیگا پھر اگر اِس مہلت مین اپنی زوجہ سے یا کسی اَور عورت سے ہمبستر ہو تو زوجہ کو فسخ کا اختیار نہین اور اگر نہ کرسکا تو زوجہ کو نکاح کا فسخ کرڈالنا پہونچتا ہے اور آدھا مہر لے لے گی۔

تیسرا مقصد تدلیس کے یعنی عیب وغیرہ چھپانے کے حکمون مین ہے اور اسمین کئی مسئلے ہین

پہلا مسئلہ جب کسی عورت سے آزاد ہونے کے دعوے سے کوئی نکاح کرے پھر وہ کسی کی لونڈی

نکلے تو مرد کو نکاح کا فسخ کر ڈالنا پہونچتا ہے گو ہمبستری بھی ہو چکا ہو اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عقد
باطل ہے اور پہلا قول اظہر ہے اور اگر دخول کے پہلے فسخ نکاح ہو جائے تو کچھ مہر نہین ہے اور
اگر دخول کے بعد فسخ ہو گا تو مہر لے لیگی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس لونڈی کے مالک کو اُسکے
باکرہ ہونے پر اُسکی قیمت کا دسوان حصہ دینا چاہیے اور اگر باکرہ نہو تو اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ
دینا چاہیے اور جو مہر کہ معین کیا ہے وہ باطل ہے اور پہلا قول اشبہ ہے اور شوہر اپنے اس نقصان
اُٹھانے کا تاوان اُس شخص سے لیگا جسنے تدلیس کی ہے اور اگر اُس لونڈی کے مالک نے تدلیس
کی ہے یعنی کہا ہے کہ یہ عورت آزاد ہے اور آزاد نتھی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ نکاح صحیح ہے
اور یہ عورت اپنے مالک کے ظاہر اقرار کے حکم سے آزاد ہے اور اگر مالک سے ایسا لفظ
جو آزاد ہونے کی مقتضی ہے اپنی زبان سے نکلا نہو تو وہ لونڈی آزاد نہ ہو گی اور مہر بھی نپائیگی
اور اگر اس تدلیس کو خود اُس لونڈی نے کیا ہے تو اُسکی شرمگاہ کی منفعت کا عوض کہ شوہر فسخ نکاح
کے بعد دیگا وہ اُسکے مالک کا مال ہے اور مرد اس مال کو اسی لونڈی سے جب آزاد ہو گی اور اپنی
کمائی کی مالک ہو گی تو وصول کر لیگا اور اگر اُسے مہر دے چکا ہو گا تو جو کچھ اُسکے پاس موجود
ہو گا وہ پھیر لیگا اور جو اُسنے ضایع کر ڈالا ہو گا اُسکا تاوان اُسکے آزاد ہونے کے وقت اُسی
لونڈی سے شوہر پھیر لیگا دوسرا مسئلہ جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح اس دعوے سے
کرے کہ مرد آزاد ہے پھر وہی مرد کسی کا غلام نکلے تو عورت کو دخول کے پہلے بھی اور بعد بھی
نکاح کا فسخ کرنا پہونچتا ہے اور اگر دخول سے پہلے فسخ کریگی تو مہر کچھ نپائیگی اور اگر دخول کے بعد
فسخ کریگی تو پورا مہر لیگی تیسرا مسئلہ بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب کوئی مرد کسی شخص کی لڑکی سے
آزاد عورت کی بیٹی ہونے پر نکاح کرے اور نکاح کے بعد وہ لونڈی کی بیٹی نکلے تو شوہر کو عقد
فسخ کر ڈالنا پہونچتا ہے اور موجہ یہی ہے کہ ایسی صورت مین اگر عقد مین عورت کی مان کی آزادی کی
شرط کر لی ہے تو شوہر کو نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور عقد کے مطلق ہونے کی صورت مین
یعنے آزادی کی شرط نہونے پر اختیار نہین ہے اور یہ مسئلہ پہلے دو مسئلون کے برخلاف ہے
اسلیے کہ اُنمین عقد نکاح مین آزاد ہونے کی شرط کا ذکر فسخ نکاح کے اختیار کے ثبوت کے لیے شرط
نہین ہے بلکہ اگر عقد کے پہلے ذکر کرے اور عقد مین ذکر نکرے تو بھی فسخ کا اختیار ثابت ہے

اور اس مسئلے مین یہ بات نہین ہے پھر اگر شوہر دخول کے پہلے نکاح کو فسخ کر ڈالیگا تو کچھ مہر نہ دے گا
اور اگر دخول کے بعد نکاح کو فسخ کریگا تو عورت کو مہر کا مطالبہ پہونچیگا اور شوہر اسکا تاوان اُس شخص
سے بھر لیگا جس نے تدلیس کی ہے خواہ وہ شخص زوجہ کا باپ ہو یا غیر شخص ہو **چوتھا مسئلہ** اگر
کوئی شخص اپنی آزاد بی بی کے پیٹ کی لڑکی کا نکاح کسی مرد سے کرے پھر اپنی لونڈی کی بیٹی کو
اُسی کے پاس بھیجے تو شوہر کو اُس لونڈی بچی کو پھیر بھیجنا واجب ہے اور اگر اُس لونڈی بچی سے ہمبستر
ہوا ہے تو اُسکا مہر مثل بھی دیدے اور اسکا تاوان اُس شخص سے بھر لیگا جسنے اُس عورت کو اُسکے
پاس پہونچایا ہے اور اُس مرد کے پاس وہی آزاد عورت جس سے تزویج کی ہے بھیجی جائے گی
اور یہی حکم ہر ایک شخص کا ہے جسکے پاس اُسکی زوجہ کے سوا اَور کو لیجائین خواہ وہ بجز منکوحہ عورت
منکوحہ عورت سے رتبے مین بڑی ہو یا نیچی ہو **پانچوان مسئلہ** جب کوئی مرد کسی عورت سے باکرہ
ہونے کی شرط سے نکاح کرے پھر اُسے ثیبہ یعنی کواری نپائے تو اُسے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہین اسلیے
کہ ممکن ہے عقد کے بعد کسی غیر ظاہر سبب سے مثل سواری پر چڑھنے کے یا اُچھلنے کے ازالۂ بکر ہو گیا ہو
اور اس عورت کی قوم کی کواری اور بے کواری عورتون کی عادت والے مہرون کا تفاوت شوہر
کو اُسکے مہر سے کھٹا دینا پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسکے مہر مین سے چھوٹے حصے کو کم کر دیگا اور
یہ غلط ہے **چھٹا مسئلہ** جب کوئی شخص کسی مسلمان عورت سے متعہ کرے اور متعہ کے بعد وہ کتابیہ
کافرہ نکلے تو اُسے اس متعہ کا فسخ کرنا جائز نہین مگر یہ کہ وہ مرد اُس عورت کو اُس متعہ کی مدت کو ہبہ
کر دے اور اُسکے مہر مین سے کچھ کم کرنا نہین پہونچتا ہے اور یہی حکم ہے جب ایسی عورت سے دائمی
نکاح کرے اُن علما کے قول پر جو ایسے دائمی نکاح کو بھی جائز جانتے ہین لیکن جب عقد نکاح کے وقت
منکوحہ کے مسلمان ہونے کی شرط کر لی ہے پھر اسلام کے خلاف جو عورت نکلے گی تو اُسکے نکاح کا فسخ
کرنا پہونچے گا **ساتوان مسئلہ** جب دو مرد دو عورتون سے نکاح کرین پھر اُن دونون مین سے
ہر مرد کی منکوحہ کو دوسرے مرد کے پاس لیجائین اور ہر مرد دوسرے کی منکوحہ سے ہمبستر ہو بس ہر مرد
پر ہر مدخولہ کا مہر مثل لازم ہے اور اُسے اُسکے شوہر کے پاس پھیر بھیجنا چاہیے اور شوہر پر اُسکا وہ مہر ہے
جسپر نکاح واقع ہوا ہے اور انہین سے ہر ایک عورت کا شوہر پہلی ہمبستری کے عدے کے گزرنے تک
اپنی زوجہ سے ہمبستر نہوگا اور اگر یہ دونون عورتین عدے مین مرجائین گی یا دونون شوہر مرجائین گے

تو دونون شوہر اپنی اپنی منکوحہ کی میراث لینگے اور اُنکی وہ منکوحہ عورتین بھی اپنے اپنے شوہر کی میراث پائینگی آٹھواں مسئلہ جس مقام پر کہ عقد کے باطل ہوجانے کا حکم کیا گیا ہے تو وہاں ہمبستر ہونے کی صورت مین مہر مثل زوجہ کا مال ہے نہ وہ مہر کہ جسے عقد کے وقت قرار دیا ہے اسلیے کہ وہ عقد فسخ ہوچکا اور جس مقام پر کہ عقد کے صحیح ہونے کا حکم کیا گیا ہے تو اُس زوجہ کے لیے ہمبستر ہونے کے ساتھ وہی مہر ہے جو اُسکے نکاح کے وقت قرار پایا ہے گو اُسے فسخ بھی لاحق ہوجائے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر ہمبستری کے پہلے نکاح کا فسخ کسی عیب سے ہوگا تو اُس منکوحہ کے واسطے مہر مثل لازم ہوگا خواہ عیب کا حدوث عقد کے پہلے سے ہو یا بعد ہوا ہو اور پہلا قول اشبہ ہے۔ دوسری نظر مہرون مین ہے اور اسمین کئی طرفین ہین پہلی طرف صحیح مہر کے بیان مین ہے اور یہ ہر ایک چیز ہے کہ جسکا مالک ہونا صحیح ہو خواہ عینی موجود ہو جیسے چاندی سونا کپڑا حیوان ہے یا منفعت ہو اور آزاد شوہر کے اختیار کی حلال منفعت پر عقد نکاح کرنا صحیح ہے جیسے مرد کا اپنی زوجہ کو کسی کاریگری کا سکھانا ہے یا سورۂ فاتحہ اور ایک اور سورے کے سوا قرآن سے کسی معین سورے کا پڑھا دینا ہے اسلیے کہ سورۂ فاتحہ کی اور ایک اور کی تعلیم واجب ہے اور اسکی تعلیم کو اپنی زوجہ کا مہر قرار نہین دیسکتا ہے اور ہر حلال کام پر نکاح کرنا صحیح ہے اور اسپر بھی نکاح واقع کرنا صحیح ہے کہ شوہر اپنی ذات کو کسی معلوم خدمت کے لیے معین مدت تک اپنی زوجہ کو اجارے دیدے اور بعضے فقہا اس اجارے کو مہر قرار دینا ایک روایت کی نظر سے جائز نہین جانتے ہین کہ جو روایت ضعف سے خالی نہین ہے اور ناجائز ہونے کے افادہ کرنے مین بھی قاصر ہے اور اگر ذمی مرد کی عورتون کا عقد نکاح شراب یا سؤر پر واقع ہو تو صحیح ہے اسلیے کہ یہ اپنے مذہب کے رو سے ایسی چیزون کے مالک ہوتے ہین اور اگر دونون یا ایک انمین سے مہر کے دینے لینے سے پہلے مسلمان ہوجائے تو شراب کی یا سؤر کی قیمت جو اُنکے حلال جاننے والون کے نزدیک ہے دی جائیگی اسلیے کہ یہ چیزین مسلمان کی ملک مین نہین آتی ہین خواہ یہ چیزین عقد نکاح کے وقت موجود ہون یا شوہر نے زوجہ کو اُنکا پہونچا دینا اپنے ذمے لیا ہو اور اگر شوہر زوجہ دونون مسلمان ہون یا شوہر مسلمان ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ عقد باطل ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقد صحیح ہے کہ اگر دخول کریگا تو مہر مثل دیگا اور ایک جماعت فقہا کی کہتی ہے کہ شراب کی قیمت دیدے کا

اور دوسرا قول اشبہ ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ کتاب مبسوط مین شیخ علیہ الرحمہ کا بھی یہی
قول ہے۔ اور مہر کی شرع مین کوئی حد مقرر نہین بلکہ جتنے پر زوجہ اور شوہر راضی ہون گو کم چیز
بھی ہو جبتک وہ ایسی کم نہو کہ جسکی کچھ قیمت نہو جیسے گیہون کا ایک دانہ ہے اور اسی طرح پر
زیادہ کی جانب مین بھی کوئی حد نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے مین کہ مہر سنت سے مہر کا بڑھانا
جائز نہین ہے اور مہر سنت کے پانسو درہم ہین کہ پچاس دینار کی مقدار مین ہین اور اگر سنت
مہر سے زیادہ مقرر کریگا تو مہر سنت کی مقدار بھر دیگا اور یہ قول معتمد نہین ہے اور مہر مین اگر موجود
ہو تو اُسکا دیکھ لینا کفایت کرتا ہے گو اُسکی ناپ اور تول بھی معلوم نہو جیسے گیہون کا ڈھیر ہے اور
سونے کا ٹکڑا ہو اور دو عورتون سے یا زیادہ سے ایک مہر پر نکاح کرنا جائز ہے اور وہ مہر اُن جورؤن پر
برابر تقسیم ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہر زوجہ کے مہر مثل کی مقدار سے ہر ایک پر تقسیم پائیگا
یعنی اگر ہر زوجہ کے مہر مثل دینے پر پورا پڑتا ہوگا اور اگر کم پڑیگا تو کمی بھی مہر مثل کی نسبت سے ڈالی
جائیگی اور یہی اشبہ ہے اور اگر خادم پر عورت سے نکاح کرے یعنی اگر کوئی زوجہ کا مہر غلام یا
لونڈی قرار دیکر نکاح کرے کہ زوجہ نے اُسے دیکھا نہو اور اُسکا وصف بھی عقد کے وقت بیان
نہوا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُسے بیچ کی راس کا خادم دیگا اور اسیطرح اگر عورت سے کسی
غیر معین گھر پر نکاح کرے تو علی ابن ابی حمزہ کی روایت کے موافق اُسے بیچ کے درجے کا گھر دیگا اور ابن
ابی عمر نے کہا ہے کہ ہمارے بعضے علمائے جناب امام رضا علیہ السلام سے جو روایت کی ہے اُسکے
موافق کوئی گھر دیدیگا اور اگر خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت پر عورت سے نکاح کرے اور کچھ مہر
معین نکرے تو اُس منکوحہ کا مہر پانسو درہم ہونگے اور اگر عورت کے لیے مہر مقرر کرے اور اُسکے
باپ کے لیے بھی کچھ مقرر کرے تو اُسکا مہر جو کچھ قرار دیا ہے وہ لازم ہو جائیگا اور جو کچھ کہ اُسکے باپ
کے لیے مقرر کیا ہے وہ ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت کے لیے کچھ مہر مقرر کرے اور اسی مہر مین سے
اسکے باپ کے لیے کچھ معین کر دے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ مہر اور یہ شرط دونون برخلاف پہلی
صورت کے صحیح ہین اور ضرور ہے کہ مہر کو اسطرح سے معین کر دے کہ اس سے جہالت جاتی رہے
پھر اگر زوجہ کا مہر کسی سورے کی تعلیم قرار دے تو اُس سورے کا معین کر دینا واجب ہے اور
اگر مبہم رکھیگا تو مہر فاسد ہو جائیگا اور عورت کے لیے دخول کے ساتھ مہر مثل ہے اور آیا قراءت

کی بھی تعیین کرنا اصطلاح سے واجب ہے کہ فلان سورے کو ساتون قاریون مین سے فلان قاری
کی قراءت پر سکھائیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان واجب ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین اور اُس
سورے کو ایسی قراءت سے سکھانا چاہیے کہ جس سے قرآن کا پڑھنا جائز ہوا اور وہ قراءت ناجائز ہو
جیسی شاذ قراءتین ہین اور یہی اشبہ ہے اور اگر عورت اُس معین سورے کے سوا اور سورے کے
سکھانے کو کہے تو یہ مرد پر لازم نہین ہے اسلیے کہ مہر کی شرط وہی سورہ ہے اُسکے سوا اور کوئی سورہ
نہین ہے اور اگر کسی ایسی صنعت کا سکھانا عورت کا مہر قرار دے کہ جسے خود بھی اچھی طرح بجانتا ہو
یا سورے کی تعلیم کو مہر قرار دیا ہو اور خود بھی اچھی طرح اُسکا سوا د نرکھتا ہو تو بھی جائز ہے اسلیے کہ مہر
شوہر کے ذمے رہتا ہی اور اُسیوقت دیدینا لازم نہین ہے اور اگر شوہر پر اُسکا ادا کرنا مشکل ہو تو اُس
صنعت یا سورے کی تعلیم کی اُجرت زوجہ کو دیدینا شوہر کے ذمے واجب ہے اور اگر عورت کا مہر ایک
کوزہ بیان کرکے کہے کہ اسمین سرکہ ہے پھر شراب نکلے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت کیلیے
شراب کے حلال جاننے والون کے نزدیک کی انکتی ہوئی اُس شراب کی قیمت ہے اور اگر کہا جائے
کہ اُس کوزے بھر سرکہ دیدے تو خوب ہو گا اور اسیطرح پر اگر کوئی شخص کسی عورت کا غلام کو مہر قرار
دیکر نکاح کرے اور وہ غلام آزاد یا کسی اَور کا مملوک نکلے تو اُسی غلام کی مثل مین زوجہ کو ایک غلام
دیدے اور ان دونون مسئلون مین شیخ علی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ مہر مثل کا دینا اقوی ہے اور
جب کوئی مرد کسی عورت سے کچھ چھپے مہر پر نکاح کرے اور بعد اسکے کچھ آشکارا مہر پر اُس سے نکاح
کرے تو اُس عورت کے لیے وہی پہلا مہر ہے یعنے دوسرا مہر نہین ہے اور مہر کا ضامن اور دینے والا
شوہر ہے پھر اگر زوجہ تک پہونچا دینے کے پہلے مہر ضایع ہو جائیگا تو ضایع ہونے کے وقت کی قیمت
کے تاوان دینے کا ذمہ یہ کے مشہور قول پر شوہر ضامن ہے اور اگر مہر مین منکوحہ کو کوئی عیب
نظر آئے تو اُس عیب کے سبب سے اُسکا پھیر دینا اور بیعیب کا مطالبہ زوجہ کو شوہر سے پہونچتا ہے اور
اگر عقد نکاح کے بعد مہر مین کوئی عیب پیدا ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ زوجہ کو اختیار ہے
خواہ اُسی عیب دار کو لیلے یا بیعیب یعنی اچھے کی قیمت لیلے اور اگر کہا جائے کہ قیمت شوہر کے ذمے
پر نہین ہے اور بعینہ وہی مہر اور قیمت کا تفاوت زوجہ کا مال ہے تو یہ قول خوب ہے اور عورت
کو بے مہر کے لیے اپنے نفس کا حوالہ نہ کرنا پہونچتا ہے خواہ شوہر مالدار ہو یا محتاج ہو یعنے یہ حکم

حکم

ہمبستر ہونے سے پہلے کا ہے اور آیا زوجہ کو ہمبستر ہونے کے بعد مہر کے نہ وصول ہونے کے سبب سے
اپنے نفس کے حوالے کرنے مین اِنکار پہونچتا ہے یا نہین بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان پہونچتا ہے اور بعضے
فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اِسلیے کہ استمتاع یعنی ہمبستری ہونیکا مطالبہ
شوہر کا حق ہے اور عقد نکاح کے حاصل ہونے سے یہ لازم ہوگیا ہے مترجم کہتے ہین کہ اِس مسئلے
کی توضیح یون ہے کہ دخول سے پہلے مہر شوہر کے ذمے نہین ہوتا ہے پھر اگر اُسوقت مین زوجہ بے
مہر کے لیے اپنے نفس کے حوالہ کرنے کو نمانے تو وجہ رکھتی ہے کہ زوجہ کا حق متزلزل ہے اور معلوم
نہین کہ شوہر ادا کریگا یا نہین اور بعد اسکے کہ دخول واقع ہوچکا اور زوجہ دیر مین مہر کے دینے پر
راضی ہوچکی اور مہر بھی پورا پور شوہر کے ذمے قرار پکڑ چکا پھر اگر زوجہ اسکے بعد انکار کریگی تو شوہر کے
حق کا فوت کرنا لازم آئے گا اور مہر کے دینے مین دیر کرنا زوجہ کے حق کے فوت کرنے کا سبب نہین
ہے اِسلیے کہ ہر رات دن مین استمتاع شوہر کا حق ہے کہ محض عقد سے قرار پاچکا ہے اور جس دن
کہ یہ فوت ہو جائیگا اُسکا تدارک دوسرے دن کے استمتاع سے نہوگا برخلاف مہر کی ادا کے دیر کرنے
کے کیونکہ اگر ایک مدت کے بعد بھی ادا کردیگا تو بھی اُسنے زوجہ کا حق ادا کردیا ہے اور سنت ہے کہ
عورتون کا مہر کم ہو اور سنت مہر سے کہ پانسو درہم ہین بڑھانا بھی مکروہ ہے اور سب پورے مہر کے عوض
یا کچھ مہر مین سے دیلے یا سے کوئی چیز کے دیدے گو وہ تحفہ کے طریق سے ہو زوجہ سے ہمبستری کرنا مکروہ
ہے دوسری طرف تفویض کے حکمون مین ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک تفویض بضع یعنی عورت
کی شرمگاہ کی دوسری تفویض مہر ہے پہلی قسم بضع کے تفویض کی اور وہ اِسطرح پر ہے کہ عقد نکاح مین
اصلا مہر کا ذکر نکرے جیسے مرد کہے کہ نکاح کیا مین نے تجھ سے اے فلان عورت یا عورت کہے کہ تزویج
کی مین نے تجھسے اپنے نفس کی اور مرد کہے کہ قبول کیا مین نے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ
عقد نکاح مین مہر کا ذکر شرط نہین ہے پھر اگر کسی عورت سے نکاح کرے اور مہر کا ذکر اصلا نکرے
یا آپس مین شرط کرلین کہ مہر کچھ بھی نہو تو یہ عقد نکاح صحیح ہے پھر اگر اسے دخول کے پہلے طلاق دے
تو اُس عورت کے لیے مہر متعہ ہے یعنی کچھ مقدور کے موافق دیدے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی
ہو اور مہر مثل نہین ہے اور اگر دخول کے بعد طلاق دیگا تو اُس عورت کے لیے مہر مثل ہوگا اور مہر متعہ
نہوگا پھر اگر ایک اِن دونون زوجہ شوہر مین کا دخول کے پہلے اور مہر کے معین کرنے کے پہلے مرجائیگا

تو مہر مثل ہے نہ مہر متعہ ہے اور مہر مثل محض عقد سے واجب نہین ہوتا ہے بلکہ دخول سے واجب ہوتا ہے
دوسرا مسئلہ مہر مثل مین عورتون کا حال شرف مین اور جمال مین اور قبیلہ کی اور باپ کی رشتہ دار
اور ان کی طرف کی رشتہ دار عورتون کی عادت معتبر ہے اس شرط سے کہ ان عورتون کی صفتین
اُس عورت کی صفتون کے برابر ہون جیسے عقل ہے ادب ہے اور بکارت ہے اور مالداری ہے اور
خانہ داری کی تدبیر کی خوبی ہے اور مثل اسی کے اسلیے کہ ان امور مین اختلاف ہونیکے سبب جبتک کہ مہر مثل
سے متجاوز نہوگا مہر بھی مختلف ہو جائیگا اور اگر مہر سنت سے زیادہ ہوگا تو مہر سنت لازم ہوگا اور
شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر مہر سنت سے بڑھکر ہوگا تو وہی لازم ہوگا اور مہر سنت لازم
نہوگا اور مہر متعہ مین شوہر کا حال معتبر ہے بس اگر مالدار ہے تو چوپایہ یا لباس فاخرہ یا دس دینار
دیگا اور اگر متوسط حال کا ہے تو پانچ دینار یا متوسط لباس دیگا اور اگر فقیر ہے تو ایک دینار یا انگوٹھی
اور جو کہ اسکے مثل ہے دیگا اور مہر متعہ کی مستحق وہی مطلقہ عورت ہوتی ہے جسکے لیے کوئی مفروض مہر
نہین ہوتا ہے اور شوہر اُس سے ہمبستر بھی نہین ہوا ہے **تیسرا مسئلہ** اگر زوجہ شوہر عقد کے بعد مہر
کے فرض کر لینے پر راضی ہو جائین تو بھی جائز ہے اسلیے کہ مہر کا معین کرنا زوجہ شوہر کا حق ہے
خواہ مہر مثل کے بھر کا ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو خواہ دونون مہر مثل کو جانتے ہون یا دونون نجانتے
ہون یا ایک جانتا ہو اور ایک نہ جانتا ہو اسلیے کہ شروع مین مہر کی تعیین انھین کے سپرد ہے پھر عقد
کے بعد بھی انھین کے اختیار مین رہیگی **چوتھا مسئلہ** اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے نکاح کرے
اور اسکے بعد اُس لونڈی کو خرید لے تو وہ نکاح فاسد ہو جائیگا اور کچھ مہر بھی نہوگا اور مہر متعہ
بھی نہوگا یعنی اگر دخول سے پہلے مول لے لیگا اور اگر دخول کے بعد خرید کریگا تو اس لونڈی کا
مہر اُسکے پہلے مالک کا مال ہے **پانچوان مسئلہ** بالغہ رشیدہ عورت سے تفویض جائز ہے اور صغیرہ
اور کبیرہ احمق عورت مین ثابت نہوگی اور اگر صغیرہ کا یا احمق بالغہ عورت کا ولی مہر مثل سے
کم پر یا مہر کے بے ذکر کیے تزویج کر دے تو یہ عقد صحیح ہے اور ان مین سے ہر ایک کے لیے مہر نفس
عقد سے ثابت ہوگا اور اس مسئلے مین تردد ہے اور تردد کا منشا یہ ہے کہ ولی کو مصلحت کی نظر
سے تو صحیح ہے کہ اُسکے مہر کا اختیار شوہر کے سپرد کر دے جب وہ بہتر جانے اور یہی اشبہ ہے اور
پہلی تقدیر پر اگر شوہر اُسے دخول سے پہلے طلاق دیدیگا تو اُسے آدھا مہر مثل دیدینا چاہیے

اور ہمارے اُس قول کے موافق کہ مصلحت کی نظر سے صغیرہ اور احمق کبیرہ کے مہر کی تفویض شوہر کو کرنا
ولی کے لیے جائز ہے تو دخول کے پہلے طلاق کی صورت مین مہر متعہ دیگا اور مالک کو لونڈی کی
تزویج مہر کی تفویض کے طریق سے جائز ہے یعنی مہر کی تعیین کا اختیار شوہر کو دے تو جائز ہے
اسلیے کہ مہر محض اُسی مالک کا مال ہے چھٹا مسئلہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح تفویض کے
طریق پر کرے اور اسکے بعد وہ مالک اُس لونڈی کو بیچ ڈالے اور دوسرا مالک اُس نکاح کو بحال
رکھے تو اُس لونڈی کے مہر کی تعیین شوہر سے اور دوسرے مالک سے متعلق ہوگی اور اُس لونڈی
کا مہر بھی اُسی دوسرے مالک کا مال ہوگا اور پہلے مالک کا مال نہوگا اور اگر پہلا مالک اُس لونڈی
کو مہر کی تعیین اور دخول سے پہلے آزاد کردے اور یہ لونڈی آزاد ہونے کے بعد بھی ایسے
نکاح پر راضی ہوجائے تو یہ مہر خاص اِسی آزاد ہوئی لونڈی کا مال ہے دوسری قسم تفویض
کی۔ اور یہ مہر کی تفویض ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ عقد نکاح مین مہر کا ذکر مجمل کردے اور زوجہ
شوہر مین سے کسی کے اختیار پہ مہر کی مقدار کی تعیین سپرد کرے بس جب مہر کی تعیین کی تفویض شوہر
کے کہنے پر ٹھہرے گی تو اُسے اختیار ہے جو چاہے مقرر کردے خواہ کم یا زیادہ اور کمی زیادتی مین
کوئی حد مقرر نہین ہے اور اگر مہر کی تعیین زوجہ کے مفوض ہوگی تو کمی کی جانب مین کوئی حد
مقرر نہین ہے اور زیادتی مین کی حد محدود ہے کہ مہر سنت سے بڑھکر نہو کہ یہ پانسو درہم ہین اسلیے
کہ عورت کا کہنا اِس سے زیادہ پر نہ چلیگا اور اگر شوہر دخول اور مہر کے معین کرنے سے پہلے اُسے
طلاق دیدے تو اُس شخص کی مہر معین کرنیکے لیے تنگ گیری کرے کہ جسکی تفویض مین مہر کی مقدار ہے اور
جو مہر وہ شخص معین کردیگا اُسکا آدھا مطلقہ کو دینگے اور اگر مہر زوجہ کے مفوض ہوگا تو جو وہ معین
کریگی اُسکا آدھا شوہر سے لیگی مگر شرط یہ ہے کہ وہ مہر سنتی مہر سے بڑھکر معین نکریگی اور اگر تعیین
کرنیوالا مہر کی تعیین اور دخول کے پہلے مرجائے گا تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ مہر مثل ساقط ہوجائیگا
اور زوجہ کو مہر متعہ لینا پہونچیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس عورت کو کچھ نہین پہونچتا ہے اور
پہلا قول مروی ہے تیسری طرف حکمون کے بیان مین ہے اور اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ
جب شوہر مہر کے دینے سے پہلے زوجہ سے ہمبستر ہوگا یعنی دخول کریگا تو مہر اُسکے ذمے دین رہیگا
اور دخول سے ساقط نہ ہوجائے گا خواہ زوجہ کے نکاح پر بہت مدت گزر چکی ہو یا تھوڑی خواہ

زوجہ مہر کا مطالبہ کرے یا نہ کرے اور آئمین اور روایت بھی ہے جو دخول سے مہر کے مطالبے کے ساقط
ہو جانے پر مشتمل ہے اور اِس روایت پر علمائے عمل نہین کیا ہے اور جو دخول کہ مہر کو واجب کر دیتا
ہے وہ آگے یا پیچھے کی شرمگاہ کا دخول ہے اور مہر زوجہ سے تخلیہ کرنے سے واجب نہین ہوتا ہے
اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ تخلیہ کرنے سے بھی واجب ہو جاتا ہے اور پہلا قول اظہر ہے دوسرا مسئلہ
بعضے فقہا کہتے ہین جبکہ مہر معین نہو اور پہلے زوجہ کیلیے کوئی چیز بھیجے اور اسکے بعد اُس سے ہمبستر ہو تو
وہی چیز اُسکا مہر ہے اور عورت کو وہ چیز لینے کے بعد مہر کا مطالبہ جائز نہین مگر جبکہ شوہر سے دخول کے پہلے
یہ شرط کرلے کہ مہر اسکے سوا ہے اور یہ قول روایت کا مضمون نہین ہے بلکہ حدیث کی تاویل پر مبنی ہے
اور شہرت کیطرف مستند ہے تیسرا مسئلہ جب دخول سے پہلے زوجہ کو طلاق دے تو اُسپر اُس مطلقہ کا
آدھا مہر دینا واجب ہے اور اگر پورا مہر دے چکا ہو تو باقی ہونے پر آدھا مہر پھیر لے اور اگر وہ ضایع
ہو چکا ہو تو اُسکی مثل کا آدھا لیلے اور اُسکا مثل نہو تو اُسکی آدھی قیمت لیلے اور اگر اُسکی قیمت عقد نکاح
کے وقت کی اور قبضے کے وقت کی مختلف ہو تو زوجہ کو اُن دونون قیمتون مین سے کم کے آدھے کا
دینا لازم ہے اور اگر وہ مہر ضایع نہ ہو چکا ہو یا صفت مین کمی ہو گئی ہو جیسے کہ مہر گھوڑا ہو اور اُسکی
آنکھین جاتی رہی ہون یا لونڈی ہو کہ وہ صنعت جانتی ہو اور اُسے وہ بھول گئی ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ شوہر کو وہی قیمت قبضے کیوقت کی پہونچتی ہے اور آدھی عین چیز کے لینے مین اُسپر جبر نہ کرے گا اور اِسمین تردد
ہے لیکن اگر قیمت کی کمی بازار کے نرخ کے سبب سے ہو گی تو عین مہر کا نصف شوہر کو قطعاً دے گی
اور اِسی طرح اگر قیمت کی زیادتی بازار کے نرخ بڑھنے سے ہو جائے گی تو بھی بعینہ اُسی مہر کا آدھا شوہر
کو پھیر دیگی اسلیے کہ عین کے ہوتے ہوئے قیمت کی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہین اور اگر بڑھنے
سے یا موٹے ہونے سے قیمت بڑھ جائیگی تو شوہر کو اُسکی اصل قیمت کا نصف پہونچتا ہے اور زیادتی
نہین پہونچتی ہے اور اظہر کے بنا پر عورت پر اصل مہر مین سے آدھا دینے پر جبر کیا جائیگا اور اگر مہر کے
مال مین کچھ منفعت پیدا ہو جائے جیسے بچہ اور دودھ ہے تو یہ نفع زوجہ سے مخصوص ہے اور شوہر
اصل مین کا آدھا کہ جسپر عقد واقع ہوا ہے پھیر لیگا اور اگر پیٹ والے حیوان کو شوہر مہر مین دے
تو شوہر کو اُس حیوان اور بچہ دونون کو آدھا آدھا لینا پہونچتا ہے اور اگر شوہر کسی صنعت کی تعلیم کو
مہر قرار دے اور دخول سے پہلے طلاق دیدے تو زوجہ کے لیے اُس صنعت کی تعلیم کی اُجرت کا

نصف ہے اور اگر شوہر نے اُس صنعت کو طلاق سے پہلے سکھا دیا ہوگا تو زوجہ سے اُسکی تعلیم کی آدھی اُجرت لے لیگا اور اگر کسی سورے کی تعلیم کو زوجہ کا مہر قرار دیا ہو تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ آدھے سورے کو پردے کے پیچھے سے سکھا دیگا اور اِسمین تردد ہے اور شیخ علی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اقوی یہی ہے کہ تعلیم کی آدھی اُجرت دیدے **چوتھا مسئلہ** اگر زوجہ نے طلاق سے پہلے اپنا سارا مہر شوہر کو بخشدیا ہو اور مہر بخشنے کے بعد اور دخول سے پہلے شوہر اُسے طلاق دے تو اُس شوہر آدھا مہر لے لیگا اِسلیے کہ مطلقہ عورت دخول سے پہلے آدھے مہر کی مالک تھی اور دوسرے آدھے کا شوہر مالک ہے اور عورت نے سارا مہر اپنا شوہر کو بخشدیا ہی تو بخشنا اُسکے مال کی طرف کہ آدھا ہے راجع ہوگا اور دوسرا آدھا کہ شوہر کا حق ہے وہ اُسے دیدینا چاہیے اور اِسیطرح اگر عورت خلع سارے مہر پر کرے تو بھی چاہیے ہے کہ آدھا مہر شوہر کو دیدے اِسلیے کہ خلع بھی ایک قسم کی طلاق ہے **پانچوان مسئلہ** اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کے معین مہر کے بدلے مین بھاگا ہوا بندہ کچھ اور ضمیمہ ملا کر دینے کو کہے اور اسکے بعد دخول سے پہلے طلاق دیدے تو شوہر کو آدھے مہر کا لینا پہونچتا ہے نہ اِس عوض کا آدھا اور اگر زوجہ کو کچھ اسباب یا کھیت مہر کے عوض مین دیدے تو شوہر دخول سے پہلے طلاق کے بعد اُسی مہر کا آدھا کہ جسپر نکاح ہوا ہے لیگا اور اُس عوض مین سے نپائیگا **چھٹا مسئلہ** جب کوئی عورت کا مہر اپنی مدبرہ لونڈی قرار دے یعنی وہ لونڈی کہ جسکے آزاد کرنے کی اپنے مرنے کے بعد وصیت کی ہے اور اسکے بعد اُس منکوحہ کو دخول سے پہلے طلاق دیدے تو وہ لونڈی اُس مطلقہ مین اور اُس مرد مین آدھی آدھی مشترک رہے گی پھر اگر وہ شوہر مرجائیگا تو آدھی لونڈی کہ اُسکی ملک ہے تدبیر کے موافق آزاد ہو جائے گی اور دوسری آدھی مین بھی آزادی سرایت کریگی بس پوری آزاد ہو جائے گی اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مدبرہ لونڈیکو مہر منکوحہ کا قرار دینے سے اُس لونڈی کی تدبیر باطل ہو جائے گی تو پھر مالک کے مرنے کے بعد آزاد نہو گی جیسے کہ وصیت کرے کہ لونڈی فلان شخص کو میرے مرنے کے بعد دیدین اور اُسے مہر قرار دے تو اِس وصیت کا ابطال عمل مین آجاتا ہے اور یہی قول اشبہ ہے **ساتوان مسئلہ** جبکہ عقد نکاح مین ایسی چیز کی شرط کرے کہ جو مشروع نہو جیسے کہ دوسری عورت سے نکاح نہ کریگا یا لونڈی کو حرم نہ بنائیگا تو عقد اور مہر دونون کے دونون صحیح ہین اور شرط باطل ہے اور اگر یہ شرط کرے کہ مہر ادا نہ کیا

پہونچا دونگا اور اگر نہ پہونچاؤن تو عقد باطل ہو جائے تو یہ عقد اور مہر دونون لازم ہونگے اور شرط
باطل ہو جائیگی اور اگر شرط کرے کہ منکوحہ کے بکر کا ازالہ نکریگا تو یہ شرط لازم ہو جائیگی اور اسکے بعد
منکوحہ اگر بکر کے ازالے کی اجازت دے تو ازالہ جائز ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرط عقد
منقطع یعنی متعہ سے مخصوص ہے اور یہ قول بے دلیل کا دعوی ہے اسلیے کہ روایت مین مطلق نکاح
واقع ہوا ہے آٹھوان مسئلہ جب عورت عقد نکاح مین شہر سے اپنے باہر نہ لیجانے کی شرط
کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شرط لازم ہو جائے گی اور یہی روایت مین وارد ہوا ہے اور اگر
مرد اسے شہر سے باہر لیجانے پر کچھ مہر کی اور باہر نجانے پر اس سے کم مہر کی شرط کرے پھر اگر اسے
وہ مشرکون کے شہر کو لیچلے تو عورت کو اس جانے مین شوہر کی اطاعت واجب نہین اور اس
عورت کا مہر وہی زیادہ رہیگا اور اگر اسے اسلام کے شہر کی طرف لیچلے تو جو شرط شوہر نے کی
ہے لازم ہو جائے گی اور اس مسئلے مین تردد ہے اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ موجہ یہی ہے
کہ جو قرار دیا ہے وہ مہر اور شرط باطل ہو جائیگی اور اگر اس سے بہتر ہوگا تو مہر مثل دینا اسکو لازم
ہو جائیگا نوان مسئلہ اگر شوہر زوجہ کو باین طلاق دے اور پھر اس سے عدے مین تزویج کرے یعنی
نئے مہر سے مہر قرار دیکر تزویج کرے اور اسکے بعد پھر اسے دخول سے پہلے طلاق دے تو اس
عورت کو آدھا مہر پہونچتا ہے دسوان مسئلہ اگر منکوحہ شوہر کو اپنا آدھا مہر مشاع کے طور پر یعنی
بے بانٹے بخشدے اور اسکے بعد شوہر دخول کے پہلے اسے طلاق دیدے تو شوہر کو باقی مہر
پہونچتا ہے اور ساری باقی مین سے کچھ زوجہ کو نہ ملیگا خواہ وہ مہر عین ہو یا دین ہو اسلیے کہ بخشش
زوجہ کے مہر کے حق مین اسکے سب مہر سے متعلق ہوئی ہے گیارھوان مسئلہ اگر عورت سے دو غلام
مہر قرار دیکر نکاح کرے اور ان دونون مین سے ایک مرجائے پھر دخول سے پہلے اس منکوحہ کو طلاق
دیدے تو شوہر اس زوجہ سے آدھا موجود غلام مین سے اور مرے غلام کی آدھی قیمت لے لے گا
بارھوان مسئلہ اگر عقد نکاح مین اختیار باقی رکھنے کی شرط کرلین یعنی زوجہ یا شوہر عقد کے وقت
کہین کہ اس نکاح مین ہم مختار ہین چاہین گے باقی رکھین گے اور نہین تو نکاح نہ رہے گا تو یہ نکاح باطل
ہو جائے گا اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ اگر اس بات پر نظر کیجائے کہ نکاح کے تحقق کا مقتضی عقد ہے
اور وہ واقع ہو چکا اور اسمین باقی رکھنے نرکھنے کا اختیار نافذ نہین ہوتا ہے تو عقد نکاح صحیح ہو جائیگا

اور شرط فاسد ہو جائیگی اور اگر یہ ملاحظہ کیا جائیگا کہ عقد پر رضا پائی نہیں گئی اور باقی رکھنے نہ رکھنے کے اختیار کے شرط سے متزلزل ہے تو نکاح باطل ہے اور اگر یہ شرط مہر میں کرے تو عقد نکاح اور مہر اور شرط سب کے سب صحیح ہیں مترجم کہتے ہیں کہ یعنی اگر اُسی مہر کو بحال رکھیں گے تو وہی مہر لازم ہو جائیگا اور نہیں تو مہر مثل دینا چاہیے ہوگا اور عقد صحیح رہے گا تیرھوان مسئلہ مہر محض عقد نکاح سے دو روایتوں میں زیادہ مشہور روایت پر زوجہ کی ملک ہو جاتا ہے اور زوجہ کو قبضے سے پہلے اُسمہ قول کے اُسمیں تصرف کرنا پہونچتا ہے پھر جب شوہر دخول کے پہلے اُسے طلاق دیدیگا تو آدھا مہر شوہر کیطرف پھر جائیگا اور آدھا عورت کی لیے باقی رہجائے گا اور اگر زوجہ اپنے سارے حق کو بخشدیگی تو وہ تمام مہر شوہر کا مال ہو جائیگا اور اسیطرح اگر عورت کے نکاح کا ولی جیسے باپ دادا ہبہ بخشدیگا تو بھی سارا مہر کا مال شوہر کا مال ہوگا اور بعضے فقہا کہتے ہیں کہ جو شخص وکالت سے یا ولی ہونے سے عورت کے عقد نکاح کا متولی ہوتا ہے اُسے بھی مہر میں سے کچھ عفو کر دینے کا مطلقاً اختیار ہے اور باپ دادا بھی کچھ مہر بخش سکتا ہے اور پورا پورا مہر نہیں بخش سکتا ہے اور شوہر کے ولی کو طلاق ہونے پر شوہر کے حق کا عفو کرنا جائز نہیں اسلیے کہ وہ شوہر کی مصلحت کے لیے منصوب ہے اور اُسکے مال بخشدینے میں اُسکا کوئی فائدہ نہیں ہے اور جب عورت اپنے حق کے نصف کو بخشدے یا شوہر اپنے حق کے نصف کو بخشدے تو محض ہبہ سے اِن دونوں میں سے کسی کی ملک سے وہ نصف باہر نہیں ہونے کا اسلیے کہ ہبہ میں قبضہ بھی شرط ہے اور جبتک موہوب لہ کا قبضہ نہوگا اُسوقت تک موہوب واہب ہی کی ملک میں رہیگا ہاں اگر مہر دین ہوگا اور ہنوز شوہر نے زوجہ کو دانکر دیا ہوگا یا زوجہ کے پاس ضایع ہوگیا ہوگا اور اُسکے ذمے ہو تو ہبہ کفایت کر جائیگی اور قبضے کی احتیاج نہیں ہے اسلیے کہ یہ ابراء ذمہ ہے اور زیادہ صحیح قول پر ابراء قبول کا محتاج نہیں ہے لیکن جب شخص پر کسی کا عین مال ہوگا تو وہ اُسکے محض عفو کر دینے سے اُسکی ملک سے منتقل نہوگا جبتک کہ وہ معفو لہ کے حوالے نکردیگا اسلیے کہ ہبہ موہوب لہ کے قبضے پر موقوف ہے اور ہبہ کی باقی شرطوں کا بھی پایا جانا چاہیے تاکہ ہبہ کامل ہو جائے ــــ

چودھوان مسئلہ اگر عورت کا مہر موجل ہو یعنی مہر کے ادا کے لیے وقت معین ہو چکا ہو اور ابھی وہ میعاد نہ پہونچی ہو تو عورت کو اپنے نفس کی تسلیم سے شوہر کی منفعت کے لیے امتناع جائز نہیں پھر اگر زوجہ امتناع کرے اور میعاد بھی گزر جائے تو آیا بے مہر کے پائے اُسے اپنے نفس کی تسلیم سے

ردکنا پہونچتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ نہین پہونچتا ہے اِسلیئے کہ مہر کے ادا کرنے کی میعاد سے پہلے نفس
کے تسلیم کا وجب ہونا اُسکے ذمے قرار پاچکا ہے پھر میعاد کے گزرنے پر بھی یہ وجوب باقی ہے اور
یہی قول اشبہ ہے پندرھوان مسئلہ اگر کوئی شخص عورت کا مہر چاندی کا ٹکڑا قرار دے اور منکوحہ
اُس چاندی کا کوئی ظرف بنوا لے اور اِسکے بعد شوہر دخول سے پہلے اُسے طلاق دیدے تو مطلقہ کو
اختیار ہے خواہ اُسی برتن کو آدھا کرکے شوہر کو دیدے یا اُسکی آدھی قیمت شوہر کو دیدے اس لیئے کہ
زوجہ پر اُسمین سناری کام ہونے کے دینا واجب نہین ہے اور برتن بنانے کے سبب سے چاندی اور چیزین بنانے
کی صلاحیت سے نکل نہین جاتی ہے پھر اگر مطلقہ اُسی برتن مین سے آدھا دیدے تو شوہر کو اُسکا
لے لینا جائز ہے اور اگر عورت کا مہر کپڑا قرار دے اور عورت اُس کپڑے کی کُرتی بنالے تو شوہر کو
آدھی کُرتی کا لے لینا واجب نہین ہے بلکہ کپڑے کی آدھی قیمت لیلے اِسلیئے کہ کپڑا کُرتی بننے سے
اور لباس بننے کی قابلیت سے جاتا رہا اور اُسکی قیمت کا بھی نقصان ہوجائیگا سولھوان مسئلہ اگر
عورت کا مہر قرآن کے سورے کی تعلیم قرار دے اور تعلیم کے حد یہ ہے کہ عورت اکیلے اُس سورے کی
تلاوت کرسکے اور شوہر کے ساتھ کا پڑھنا تعلیم مین کفایت نہین کرسکتا ہے اگر ایک آئے کے پڑھنے مین
عورت مستقل ہوجائے اور شوہر دوسرے آئے کی تعلیم شروع کرے پھر عورت اُس پہلی آیت کو بھول جائے
تو شوہر کو پھر سے اُس آیت کی تعلیم واجب نہین اور اگر عورت اُس سورے کو کسی اور شخص سے سیکھ لے
تو اُس عورت کو اپنے شوہر سے اُس سورے کے سکھانے کی اُجرت لے لینا واجب ہے جیسے کہ ایسی
چیز کے بدلے مین عورت سے نکاح کرے کہ جسکا دینا مشکل ہو تو اُسکی قیمت دیدیگا سترھوان مسئلہ اگر
عقد بیع اور عقد نکاح کو ایک عقد مین اِس طریق سے کوئی جمع کرے کہ جیسے عورت کا وکیل کہے کہ بیچا
مین نے اِس کپڑے کو اور اپنی موکلہ کو تیرے نکاح مین دس دینار کے بدلے مین دیا اور شوہر کہے
کہ مین نے بیع اور نکاح کو اِس مبلغ کے بدلے مین قبول کیا تو اِسصورت مین یہ دونون عقد صحیح ہین
اور اُن دینارون کو مہر مثل پر اور کپڑے کی قیمت پر اسطرح سے تقسیم کرنا چاہیئے کہ اگر کپڑے کی قیمت
پانچ دینار ہین اور مہر مثل مین پانچ دینار ہین تو آدھا آدھا دونون پر بٹے گا اور اگر مہر مثل کے دس
دینار ہین اور کپڑے کی قیمت پانچ دینار کی ہو اور دس کے عدد کی نسبت پندرہ کے دو ثلث کی ہے تو
دس دینار کے تین حصے کرنا چاہیئے دو حصے مہر مین زوجہ کو دینے چاہیئے اور ایک حصہ کپڑے کی

قیمت مین دینا چاہیے اور دو صورتین بھی اسی قیاس پر ہین اور اگر عورت کے پاس ایک دینار ہو اور کہے کہ
مین نے تجھ سے نکاح کیا اور تیرے ہاتھ یہ دینا بیچی ایک دینار کے بدلے مین تو یہ بیع باطل ہو جائیگی
اسلیے کہ ربا یعنی بیاز ہے اور مہر بھی فاسد ہو جائے گا اور عقد نکاح بھی صحیح ہو جائے گا یعنی بے مہر کے
نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہوگا اور اگر بیع اور قیمت کی جنس مختلف ہوگی تو بیع اور نکاح
اور مہر سب کے سب صحیح ہونگے جیسے کہ کہے مین نے اس کپڑے کو بیچا اور اپنے نفس کو تیرے نکاح مین
دیا ایک دینار کے بدلے مین اور شوہر قبول کرلے تو صحیح ہے اور نہ بیاز لازم آئیگا اور نہ مہر مین فساد
پڑیگا ان مسئلون کی فرعین پہلی فرع اگر کوئی شخص اپنے غلام کو عورت کا مہر قرار دے اور وہ عورت
اُس غلام کو آزاد کردے اور اسکے بعد شوہر اُسے دخول سے پہلے طلاق دیدے تو عورت پر اُس غلام
کی آدھی قیمت کا شوہر کو دینا واجب ہے اور اگر وہ عورت اُس غلام کی تدبیر کرے یعنی مرنے کے بعد
اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کرے تو عورت کو اختیار ہے خواہ غلام کی تدبیر کو توڑ ڈالے اور آدھا
غلام شوہر کو دیدے اور نہین تو آدھی قیمت غلام کی شوہر کو دیدے اور تدبیر کو بحال رکھے بس اگر تدبیر کو فسخ
کریگی تو شوہر آدھا غلام لے لیگا اور اگر زوجہ فسخ کرنے سے انکار کرے تو اُسپر تدبیر کے فسخ کرنے کے لیے
جبر نکرینگے اور عورت پر اُس غلام کی آدھی قیمت کا دینا واجب ہے اور اگر آدھی قیمت زوجہ دیدے
اور پھر اُس غلام کی تدبیر کو فسخ کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ شوہر کو بھی عین مہر کے نصف مین عود کرنا
پہونچتا ہے اسلیے کہ اُسنے غلام کی آدھی قیمت تدبیر کے حائل ہو جانے سے لیلی تھی اور جبکہ تدبیر جاتی
رہی تو اُس غلام مین رجوع صحیح ہوئی اور اسمین تردد ہی اور تردد کا منشا یہ ہے کہ قیمت کے دیدینے سے
زوجہ کی ملکیت اُس غلام پر قرار پکڑ جاتی ہے اور شوہر کا حق اُسمین سے جاتا رہتا ہے دوسری فرع
اگر کسی عورت کی تزویج اُسی کا ولی مہر مثل سے کم پر کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ مہر باطل ہوگا
اور عورت کے لیے مہر مثل ثابت ہو جائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ وہی معین کیا ہوا مہر لازم ہوگا
اور یہی قول اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ یہ حکم ایسی
صورت مین ہے کہ عورت کے ولی نے مہر کی کمی مین کوئی مصلحت عورت کے لیے جان لی ہو
اور اگر بے کسی مصلحت کے تعدی اور بے پروائی سے ایسا کیا ہوگا تو مہر مثل ثابت ہو جائے گا
تیسری فرع اگر عورت سے ایسے مال پر نکاح کرے جو اُسے دکھا دیا ہو اور اُسکا اندازہ نہ معلوم ہو

پھر اُس مال مین سے کچھ زوجہ کے قبضے سے پہلے ضائع ہو جائے اور زوجہ شوہر کو اُس ضائع ہوئی
مقدار سے بری الذمہ کردے تو یہ ابراء صحیح ہے اور ایسے ہی اگر فاسد مہر پر عورت سے نکاح کرے
اور عورت کے لیے مہر مثل ثابت ہو جائے اور عورت شوہر کو اُس سارے مہر سے یا کسی مقدار سے
بری الذمہ کردے تو صحیح ہے گو اُسکی مقدار ابھی معلوم نہو اسلیے کہ یہ حق کا ساقط کر دینا ہے اور
اُسمین حق کی مقدار کا نجاننا کچھ مُضر نہین ہے اور اگر شوہر کو دخول سے پہلے مہر مثل سے بری الذمہ
کرے تو صحیح نہین ہے اسلیے کہ مہر اُسکے دخول ہی سے قرار پائیگا اور ذمے نہونیوالی چیز سے
بری الذمہ کرنا صحیح نہین ہے **تتمہ** اگر باپ اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کرے بس اگر اُس لڑکے کا کچھ مال
ہوگا تو مہر اُسی لڑکے کے مال پر ہے اور لڑکا نادار ہوگا تو مہر اُسکے باپ کے ذمے ہے اور اگر
باپ مرجائے تو بیٹے کی زوجہ کا مہر باپ کے اصل ترکے سے دینا چاہیے خواہ اُسوقت لڑکا بالغ
ہوا ہو اور مالدار ہوگیا ہو یا بلوغ کے پہلے مرگیا ہو اور اگر باپ مہر کو دیدے اور اسکے بعد لڑکا جوان
اور بالغ ہو اور دخول سے پہلے زوجہ کو طلاق دیدے تو اُس سے آدھے مہر کو وہی طلاق دینے والا
شوہر پھیر لیگا نہ اُسکا باپ اسلیے کہ یہ ہبہ کا حکم رکھتا ہے کہ باپ نے بیٹے کو ہبہ کیا ہے **فرع** اگر باپ
اپنے بالغ بیٹے کی طرف سے تبرعاً مہر ادا کرے اور اُسکے بعد وہ بیٹا اپنی اُسی زوجہ کو طلاق دے
تو اُس سے آدھا مہر اُسکا شوہر پھیر لیگا اور باپ اپنے بیٹے سے اُسی دلیل سے کہ نابالغ مین مذکور
ہوئی اُسے لے نسکے گا اور اِن دونون مسلون مین تردد ہے **مترجم** کہتے ہین کہ تردد کا سبب
یہ ہے کہ ملک مالک کی طرف عود کرتی ہے کہ وہ باپ ہے نہ بیٹا اور جب مہر بیٹے کے ہبہ کرنے
کے حکم مین ہے تو پھر وہ اُسی کا مال ہے **چوتھی طرف** تنازع کے حکمون مین ہے اور اسمین
کئی مسئلے ہین **پہلا مسئلہ** جب زوجہ اور شوہر آپسمین اصل مہر مین اختلاف کرین تو مقبول قول
شوہر کا ہے اور اگر دخول سے پہلے ایسی منازعت ہو تو کوئی اشکال نہین اسلیے کہ عقد نکاح دائمی مین مہر کا ذکر
نہونا ممکن ہے لیکن اشکال اُسوقت مین ہے کہ دخول کے بعد نزاع واقع ہو اسلیے کہ دخول کے
بعد یقیناً مہر واجب ہو جاتا ہے تو اِس صورت مین بھی مقبول قول شوہر کا اِس نظر سے ہے
کہ براءت ذمہ اصل ہے کہ پھر کوئی مشکل نہین اور اگر مہر معین مقدر کرین گو ایک چانول بھر سونا
یا چاندی ہو اس لیے کہ احتمال ہوتا ہے کہ وہی مقدار مقرر ہوئی ہو اور اُسپر زیادہ ہونا

معلوم نہین ہے اور اگر دونون مہر کی مقدار مین یا صفت مین اختلاف کرین مثلاً تو اسمین بھی مقبول قول شوہر کا اسی کے قسم کے ساتھ ہے لیکن اگر شوہر پہلے مہر کا اقرار کرے اور اسکے بعد دعوی کرے کہ مین نے زوجہ کو دیدیا اور دینے کا ثبوت نہ رکھتا ہو تو اس صورت مین مقبول قول زوجہ کا اسکی قسم کے ساتھ ہے اس مسئلے کی فرع اگر شوہر زوجہ کو مہر دیدے اور اسکے بعد زوجہ کہے کہ ہبہ کے طور پر دیا ہے اور شوہر کہے کہ مہر تھا تو مقبول قول شوہر کا ہے اسلیے کہ وہ اپنے قصد سے زیادہ واقف ہے دوسرا مسئلہ اگر شوہر اپنی زوجہ سے تخلیہ کرے اور عورت دعوی ہمبستری ہونیکا کرے اور شوہر منکر ہو پھر اگر شوہر کو اپنے مدعا پر ثبوت۔ بنا ممکن ہو کہ زوجہ باکرہ ہو اور فرج مین مجامعت کا دعوی کرے پھر تو کوئی نزاع نہین ہے اسلیے کہ عورتونکی گواہی سے بکارت کا ازالہ ہونا نہ ہونا معلوم ہوجائیگا اور اگر باکرہ نہو تو مقبول قول شوہر کا اسکی قسم کے ساتھ ہے اسلیے کہ مباشرت کا نہونا اصل ہے اور شوہر اس امر کا انکار کرتا ہے کہ زوجہ اسکا دعوی کرتی ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مقبول قول زوجہ کا اس نظر سے ہے کہ حال عورتون کے ساتھ تخلیہ کرنے کا حال اسی پر شہادت دیتا ہے اور پہلا قول اشبہ ہے تیسرا مسئلہ اگر کسی سورہ کی یا ہنر کی تعلیم کو زوجہ کا مہر قرار دے اور زوجہ کہے کہ یہ مجھے اور کسی نے تعلیم کیا ہے تو مقبول قول زوجہ کا ہے اسلیے کہ وہ اس امر کی منکر ہے اور شوہر اسکا دعوی کرتا ہے چوتھا مسئلہ جب زوجہ ثبوت دے کہ شوہر نے اس سے دو وقتون مین دو عقد کیے ہین اور شوہر دعوی کرے کہ ایک عقد مکرر واقع ہوا ہے اور زوجہ نے دو کا گمان کر لیا ہے تو مقبول قول زوجہ کا ہے اسلیے کہ ظاہر حال اسکے قول کے موافق ہے اور آیا زوجہ کیلیے دو مہر واجب ہون گے بعضے فقہا کہتے ہین کہ دو عقدون کے مقتضون پر عمل کرنے کے سبب سے ہان دو مہر واجب ہونگے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ ڈیڑھ مہر لازم ہوگا اور پہلا قول اشبہ ہے اسلیے کہ سارا مہر عقد کے ہوتے ہی واجب ہوجاتا ہے اور دو عقدون کے ثابت ہونے کی صورت مین دو مہر لازم ہوجائین گے مگر جبکہ شوہر ایک مہر کے ساقط کرنیوالے کو یا دونون کے ساقط کرنیوالے کو ثابت کردیگا تو اسکے موافق حکم ہوگا اور ڈیڑھ مہر کے وجوب کے کہنے والی دلیل یہ ہے کہ شاید پہلا نکاح دخول کے پہلے جاتا رہا ہو گا بس دخول کا ثابت کرنا زوجہ کے ذمے ہے اور دخول کا نہونا اصل ہے پھر پہلے نکاح سے آدھا مہر لازم ہوگا اور دوسرے نکاح سے پورا مہر اسلیے کہ اس شوہر سے کوئی

جدائی عمل مین نہین آئی ہے بس ڈیڑھ مہر لازم ہوگا مگر یہ کہ زوجہ دخول کو ثابت کردے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ دخول کا نہونا اصل ہے اور مسقط کا نہ پائے جانا اصل ہے پھر عقد کے مقتضے پر عمل کرنا راجح ہے تیسری نظر منکوحہ عورتوںکی تقسیم کے حکمون مین اور نشوز یعنی زوجہ اور شوہر مین کی مخالفت کے حکمون مین ہے اور کلام قسمت مین اور لواحق میں ہے لیکن قسمت بس کہا جاتا ہے کہ ہر زوجہ اور شوہر کا ایک حق ہے کہ دوسرے کو اسکا بجا لانا واجب ہے بس جیسا کہ زوجہ کا نفقہ دینا کھانے سے اور پینے سے اور پہننے سے اور سکونت کے گھر سے واجب ہے اسی طرح زوجہ سے منفعت اٹھانے کی اپنے شوہر کو قدرت دینا اور اسکے نفرت کے باعث سے دور رہنا واجب ہے اور منکوحہ عورتون مین تقسیم کرنا شوہر پر کا واجب حق ہے خواہ شوہر آزاد ہو یا بندہ ہو نامرد ہو یا خصی ہو اور اسیطرح اگر شوہر دیوانہ بھی ہو اور دیوانے کے طرف سے اسکا ولی اسکی منکوحہ عورتون مین تقسیم کریگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ جبتک ابتدا قسمت سے نکریگا تو قسمت واجب نہ ہوگی اور یہی اشبہ ہے مترجم کہتے مین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عورتون مین قسمت شوہر پر مطلق واجب ہے خواہ اس نے ابتدا کی ہو یا نہ کی ہو بس جسکے ایک زوجہ ہو تو اس عورت کی ایک رات چار راتون مین سے ہے اور شوہر تین راتون مین مختار ہے جہان جی چاہے سورہے اور اگر چار عورتین رکھتا ہو تو ہر ایک کے لیے ایک رات ہے اور شوہر کے لیے کوئی رات باقی نہین رہتی ہے اور شوہر کے لیے اس رات مین تخلف کرنا اور اور عورتون کے ساتھ رات گزارنا حلال نہین مگر جبکہ کوئی عذر ہو یا سفر مین گیا ہو یا سب عورتون نے تخلف کا اذن دے دیا ہو یا بعضی عورتون نے اپنی مخصوص راتونمین اجازت دیدی ہو اور آیا عورتون مین اس طریق سے قسمت جائز ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک رات سے زیادہ کرے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان یہ بھی جائز ہے اور بڑھکر موجہ یہی ہے کہ انکی رضامندی کی شرط سے جائز ہے اور اگر چار عورتون سے ایک عقد نکاح مین کوئی تزویج کرے تو قسمت مین انکی ترتیب قرعے سے دیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ مختار ہے جس سے چاہے ابتدا کرے اور اسکے بعد دوسری مین اختیار ہے یہانتک کہ چار راتین چار دن عورتون کے پاس کاٹ چکے پھر اسکے بعد اسی ترتیب کی تقسیم پر عمل کرنا واجب ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور قسمت مین رات کا سونا واجب ہے اور جماع کرنا واجب

نہین اور وجوب رات کے سونے سے مختص ہے اور دن گزارنے سے مختص نہین ہے اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ جس رات کو جسکے پاس سوتا ہے اُسکی صبح کو بھی اُسی عورت کے پاس بسر کریگا اور اسطرح
روایت مین آیا ہے مترجم کہتے ہین کہ اِس روایت کو استحباب پر حمل کیا ہے اور وجوب پر حمل نہین
کیا ہے ۔ اور جبکہ کسی شخص کے نکاح مین ایک لونڈی اور ایک آزاد عورت ہو تو آزاد عورت کے
پاس دو راتین رہیگا اور لونڈی کے پاس ایک رات رہیگا اور کتابیہ عورت بھی قسمت مین
لونڈی کا حکم رکھتی ہے پھر اگر کسی مرد کے پاس ایک مسلمان عورت اور ایک کتابیہ عورت ہو تو مسلمان
عورت کے لیے دو راتین ہین اور کتابیہ کے لیے ایک رات ہے اور اگر کسی کے عقد مین ایک
مسلمان لونڈی اور ایک ذمیہ آزاد عورت ہو تو قسمت مین یہ دونون برابر ہین فرعی مسئلے
اگر آزاد عورت کے پاس دو راتین سو چکے اور اسکے بعد لونڈی منکوحہ آزاد ہو جائے اور نکاح کے
باقی رکھنے پر راضی رہے تو دو راتون کا اُسکا حصہ ہوگا اسلیے کہ اُسنے دو راتون کے استحقاق کے
مقام کو حاصل کرلیا ہے اور اگر آزاد منکوحہ کے پاس دو راتین سوئے اور منکوحہ لونڈی کے پاس
ایک رات سوئے پھر لونڈی آزاد ہو جائے تو اُسے دوسری رات کا استحقاق حاصل نہوگا اسلیے
کہ ایک رات کا جو اُسکا حق تھا وہ پورا ادا کردیا گیا اور اگر منکوحہ لونڈی کے پاس ایک رات ۔ سوچکے
اور آزاد منکوحہ کے پاس دو راتین سونے سے پہلے وہ لونڈی آزاد ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین
کہ آزاد بی بی کے حصے کے پورا کرنے کے بعد اُس آزاد ہوئی منکوحہ لونڈی کی ایک رات کی قضا
عمل مین لائیگا اسلیے کہ وہ بھی آزاد بی بی کے برابر ہوگئی ہے اور اِسمین تردد ہے اسلیے کہ وہ اپنا
پورا حق پا چکنے کے بعد آزاد ہوئی ہے اور مملوکہ لونڈیون کے لیے کہ جنسے مالک ملک کے طریق
سے ہمبستر ہوتا ہے قسمت نہین ہے خواہ ایک ہو یا بہت سی ہون اور شوہر کو اپنی بیبیون کے گھرون
مین باری سے پھرنا یا انہین اپنے گھر مین بلاتا یا بعضی بیبیون کے گھرون مین جانا اور بعضی کو اپنے
گھر مین بلانا پہونچتا ہے اور باکرہ بی بی کے لیے پہلی ہمبستری ہونے کے وقت مین سات راتین خاص
ہین اور غیر باکرہ کے لیے کہ نکاح مین لائے تین راتین ہین اِن راتون مین اُسکی اور بیبیون کا حق
نہین ہے اور اِن راتون کی قضا عمل مین لانا اور بیبیون کے لیے نہین ہے اور مترجم کہتا
ہے کہ اِس اختصاص مین حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وارد ہوئی ہے کہ جسکا مفاد یہ ہے کہ

باکرہ عورت کے لیے خاص سات راتین ہین اور غیر باکرہ کے لیے تین راتین ہین - اور اگر اپنے گھر مین ایک رات مین دو بیبیان یا زیادہ لائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ انمین سے جس سے چاہے گا ابتدا کریگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قرعہ ڈالیگا اور پہلا قول اشبہ ہے اور دوسرا قول بہتر ہے اور شوہر کے سفر کے سبب سے قسمت ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر سفر کرے اور کسی بی بی کو بیبیون مین سے ساتھ لیجائے تو سفر سے پھر آنے کے بعد اُس ہمراہی کی بی بی کی راتون مین سے سفر کی راتون کا وضع کرنا لازم نہین ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اگر سفر نقل مکان کے لیے اسطرح سے ہو کہ اُس مقام کو چھوڑ کر دوسرے شہر مین رہنے کو جائے یا سفر مین اقامت کرے تو مقیم کا حکم ہم پہونچائیگا اور سارے سفر کے دنون سے پھرنیکے بعد ہمراہی کی زوجہ سے حساب کرکے وضع کریگا نہ سفر غیبت کہ اُسمین جس بی بی کو ساتھ لیجائے گا تو پھرنے کے بعد اُس بی بی کے حصے مین سے حساب سے وضع نکریگا اور سفر غیبت سے اِن دو سفرون کے سوا ہر سفر ہے جیسے شہرون مین تجارت کے قصد سے سفر کرے اور جب بی بیون مین سے بعضی بیبیونکا سفر مین لیجانا منظور ہو تو ساری بیبیون کے نام پر ساتھ لیجانے کے لیے قرعہ ڈالنا سنّت ہے اور جسکے نام پر قرعہ نکلے آیا اُس سے عدول کرکے اور کسی بی بی کو ساتھ لیجا سکتا ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ اور کا ساتھ لیجانا جائز نہین اِسلیے کہ وہی بی بی قرعہ نکلنے سے رفاقت کے لیے متعین ہو گئی ہے اور اِسمین تردد ہے کہ قرعہ وجوب کا افادہ نہین کرتا ہے کہ اُسکے خلاف کرنا بھی حرام ہو جائے اور منکوحہ لونڈی کی قسمت اُسکے مالک کی اجازت پر موقوف نہین ہے اِسلیے کہ خاص یہ حق لونڈی کا ہے اور اِسمین مالک کا کوئی فائدہ نہین ہے اور بیبیون سے خرچ وغیرہ دینے مین برابر سلوک کرنا سنت ہے اور بیبیون کی طرف جماع مین متوجہ ہونا سنّت ہے اور جسکے پاس شب کو سویا ہے اُسکی صبح کو بھی اُسی کے پاس رہے اور کسی بی بی کے ماں باپکے مرنے کے وقت مین اُسے وہان جانے کی اجازت دینا سنت ہے اور شوہر کو پہونچتا ہے کہ اپنی زوجہ کو ساس سسرے کی عیادت کو نجانے دے اور بے کسی امر واجب کے اُسے گھر سے نہ نکلنے دے لیکن لواحق کے تو کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ قسمت زوجہ شوہر مین کا مشترک حق ہے اِسلیے کہ اُسکا فائدہ دونون مین مشترک ہے پھر اگر بی بی اپنے شوہر کے حق کو ساقط کرے تو شوہر کو اختیار ہے کہ چاہے اس ساقط کرنے کو قبول کرے چاہے نہ قبول کرے اور زوجہ کو شوہر کے راضی ہونے کی صورت مین پہونچتا ہے کہ اپنے حق کی رات کو شوہر کو بخشدے یا کسی اور

بی بی کو دیدے پھر اگر بی بی شوہر کو اپنے حصے کو بخشدے تو شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی اور بیبیون مین سے جسے چاہے اُسکے حصے کو دیدے اور ایک بی بی اپنے حصے کو اپنی سب سوتون کو دیڈالے تو اُسکے حصے کو اور ساری بیبیون مین بانٹ دینا واجب ہو اور اگر وہ اپنا حصہ ایک مخصوص سوت کو بخشدیگی تو اُسی ایک سے مخصوص ہوگا اور اِسیطرح اگر چار بیبیون مین سے تین بیبیان اپنے حصے کی راتین چوتھی بی بی کو بخشدین تو شوہر پر لازم ہے کہ ہر شب کو بے خلل کے اُسی چوتھی بی بی کے پاس سوئے دوسرا مسئلہ جب کوئی بی بی اپنی باری کو بخشدے اور شوہر بھی راضی ہو تو یہ بخشنا صحیح ہے اور اگر دیڈ النے سے پھر جائے تو اُسے پھر جانا پہونچتا ہے مگر جتنے دن گزرچکے ہین اُنہین رجوع کرنا اس معنی سے جائز نہین کہ گزرے دنون کی قضا نہین اور آنیوالے دنون مین رجوع صحیح ہے اور اگر زوجہ اپنی باری کے ہبہ مین رجوع کرے اور شوہر کو رجوع کی اطلاع نکرے تو شوہر کے نہ واقف ہونے سے جو باریان گزرجائینگی اُنکی قضا عمل مین لانے کا حکم شوہر پر نہ کرینگے تیسرا مسئلہ اگر زوجہ اپنی باری کے عوض مین کچھ مانگے پھر اسکا شوہر اسے شوہر روے آیا یہ لازم ہوگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ لازم نہوگا اسلیے کہ تمتع ایک حق ہے کہ جسکی تنہا قیمت نہین ہے پھر اسپر معاوضہ صحیح نہین ہے چوتھا مسئلہ کم سن عورت کے لیے کوئی باری نہین ہے اور نہ ایسی دیوانی عورت کے لیے جو کسی وقت افاقہ نپاتی ہو اور نہ ناشزہ عورت کے لیے جو شوہر کی اطاعت مین نہ ہو اور نہ اُس عورت کے لیے کہ جو بے اجازت شوہر کے سفر مین گئی ہو اس معنی سے کہ اُسکی گذشتہ باریون کی قضا شوہر پر واجب نہین ہے پانچوان مسئلہ ایک بی بی کی باری کی رات مین شوہر دوسری بی بی کے دیکھنے کو نجائے گا اور اگر بیمار ہوگی تو اُسکی عیادت جائز ہے اور اگر ساری رات عیادت مین گزرجائے تو آیا اُس رات کی قضا باری والی بی بی کے لیے عمل مین لائیگا بعضے فقہا کہتے ہین کہ ہان قضا عمل مین لائیگا اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ قضا نہین ہے جیسے کہ غیر کی عیادت کو گیا ہو اور ساری رات اُسمین گذر گئی ہو اور یہی اشبہ ہے مترجم کہتے ہین کہ شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اِس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ضروری امر کہ جنھین عادت کے تقتضے سے کرنا لازم ہے جب اُنہین اشتغال لازم ہوگا تو وہ عورتونکی باری کو ساقط کرینگے اور اگر کسی بیمار بی بی کے گھر مین اُسکی عیادت کے لیے گیا ہو اور اُس سے ہمبستری کرے اور پھر باری والی بی بی کے پاس پھر آئے تو شوہر پر ہمبستر ہونے کی قضا واجب نہین اسلیے

کہ بہتر یہی قسمت کے اور لازم ہو … سے نہیں ہے چھٹا مسئلہ اگر قسمت مین ظلم کرے تو جس بی بی کے
باری مین خلل ڈالا ہے اُسکی قضا عمل مین لائیگا ساتوان مسئلہ اگر کسی شخص کی چار نکاحی بیبیان
ہون اور ایک اُنمین سے ناشزہ یعنی نافرمان ہو جائے اور شوہر تین بیبیون مین ہر ایک کے لیے
پندرہ پندرہ راتون کی تقسیم کرے اور دو بیبیون کے پاس تیس تیس راتین گزران چکے اتنے مین
چوتھی نافرمان بھی فرمانبردار ہو جائے تو اس صورت مین ناشزہ کی پندرہ راتون کے …
اور ایک ثلث کہ پانچ راتین ہین چوتھی بی بی کے پاس سونا چاہیے اور یہ اس طرح سے ہوگا کہ تیسری
بی بی کے پاس تین راتین سوئے اور چوتھی ناشزہ کے پاس ایک رات سوئے یہانتک کہ پانچ پوری
ہو جائین تو تیسری بی بی کے پاس پندرہ راتین اور چوتھی کے پاس پانچ راتین سو چکے گا پھر اسکے
بعد نئے سرے سے چارون بیبیون پر برابر قسمت کرنا چاہیے آٹھوان مسئلہ اگر تین … تین
بیبیون کے پاس گزران چکے اور چوتھی بی بی کو اُسکی باری کی …
اور پھر اس سے تزویج کرے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس مرد پر اُس … کی قضا اُس …
پاس تزویج کے بعد عمل مین لانا واجب ہے اسلیے کہ رات کے آجانے سے اُسکی باری کا حق شوہر
متعلق ہو گیا تھا اور اسمین تردد ہے اسلیے کہ زوجیت سے نکل جانیکے سبب سے یہ حق جاتا رہتا ہو اور …
کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ ہم نہین مانتے ہین کہ زوجیت سے نکلنا … اور
حقوق کے سقوط مین ملازمت ہے کیونکہ مالی حقوق مثل مہر وغیرہ کے باقی رہتے ہین …
اور بعضے حقوق کی تخصیص کرنا اور بعضون کی نکرنا اسپر کوئی دلیل نہین تو اس بات کی …
لانے کا وجوب اقوی ہے نوان مسئلہ اگر ایک مرد کی دو بیبیان دو شہرون مین ہون …
پاس دس دن تک مقیم رہے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ جب دوسری کے پاس پہونچے تو …
دس دن رہنا واجب ہے کہ عدل اور تسویہ عمل مین آجائے مترجم کہتے ہین کہ قسمت …
موافق جیسے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب مرد کے دو بیبیان ہون تو دس راتون مین پانچ راتین اُس
مرد کی ہین اور اپنی راتون مین شوہر مختار ہے جسکے پاس چاہے رہے بس چاہیے کہ ڈھائی راتین …
کے پاس رہے نہ دس راتین اور اسکا جواب یہ ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ دو راتین چار راتون مین سے
شوہر کا حق اُس صورت مین ہے کہ تقسیم اسطرح پر کرے کہ ایک رات ہر بی بی کے پاس رہے کیونکہ اگر

ایک رات سے زیادہ پہلے کسی بی بی کے پاس رہیگا تو اُتنی ہی راتین دوسری بی بی کے پاس بھی سونا
واجب ہے تاکہ عدالت عمل مین آجائے اور جب ایک بی بی کے پاس دو راتین پیاپے گزرانے تو دوسری
بی بی کے پاس بھی اُتنی ہی راتین رہنا چاہیے **دسوان مسئلہ** اگر کسی عورت سے نکاح کرے اور اس
عورت سے ہمبستر نہوا ہو اور سفر کا قصد کرے اور قرعہ بیبیون کے نام پر ساتھ لیجانے کے لیے ڈالے اور اسی
نئی بی بی کے نام کا قرعہ نکلے تو اُس مرد کو سفر سے پھرنے کے بعد اُس نئی بی بی کا خاص حصہ کہ باکرہ ہونے پر
سات راتین اور غیر باکرہ ہونے پر تین راتین ہین ادا کرنا جائز ہے اسلیے کہ سفر کے دن قسمت مین داخل
نہین ہین اور نئی بی بی کے خاص حصے مین شمار نہونگے **کلام نشوز مین ہے** اور نشوز شرع مین زوجہ کا
شوہر کی اطاعت سے نکلجانا ہے اور لغت مین نشوز کے دور ہونے کے معنی ہین اور کبھی نشوز شوہر کی
طرف سے ہوتا ہے جس طرح کہ بی بی کی طرف سے ہوتا ہے پھر اگر جب نشوز بی بی کی طرف سے ہو تو اُسکی
علامت اسطرح ہے کہ مُنھ سکوڑے یا شوہر کی کارروائی مین دیر کرے یا شوہر کے آداب مین جو اُسکا رویہ
تھا اُسے بدل ڈالے تو شوہر کو اُسے وعظ اور نصیحت کرنا چاہیے اگر اسپر بھی اپنے اطوار کو نچھوڑے تو شوہر
کو اُسکے ساتھ سونے مین دوری اختیار کرنا جائز ہے اور اس دوری کے اختیار کرنے کا طریق یہ ہے کہ
پہلے اُسکی طرف پیٹھ کرکے سوئے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ اُس بی بی سے اُوڑھنے بچھونے مین جدائی
کرے یعنی اُسکا اوڑھنا بچھونا اور اپنا الگ الگ کردے اور اس حال مین اُس عورت کو مارنا جائز نہین
ہے لیکن اگر وہ عورت شوہر کی طرف سے اپنے ذمے کے واجب امرون مین اطاعت نکرے تو اُس عورت
کو مارنا پیٹنا جائز ہے گو یہ نا اطاعتی اُسکی پہلے ہی مرتبہ کی ہو اور مارنے مین اُس مقدار پر اکتفا کرنا چاہیے کہ
جس سے اُسکے نشوز سے باز آنے کی امید ہو اور اتنا مارنا جائز نہین کہ خون نکل آئے یا بدن کا رنگ
نیلا پڑجائے اور جب کہ شوہر کی طرف سے اس سبب سے ہوتا ہے کہ زوجہ کے حق ادا نکرے تو زوجہ کو
اپنے حقون کا مطالبہ پہونچتا ہے اور حاکم شرع کو جبر سے اُسکے حقون کا شوہر سے لینا پہونچتا ہے اور
زوجہ کو اپنے بعضے حقون کا چھوڑ دینا اور بخشدینا شوہر کی استمالت کے لیے جیسے قسمت اور نفقے کے
حق مین جائز ہے اور شوہر کو اُسکے بخشے حقون کا قبول کرنا حلال ہے **کلام شقاق مین ہے** شقاق
فعال کا صیغہ شق سے مشتق طرف کے معنون مین ہے گویا ہر ایک زوجہ شوہر ایک طرف مین جا پڑے
ہین پھر جبکہ نشوز دونون طرف سے ہو اور ڈر شقاق کے پیدا ہو جانے کا ہو تو حاکم ایک حکم شوہر کی

قوم کا اور ایک حکم زوجہ کی قوم کا بھیجے گا اور یہی اولی ہے یعنی مستحب ہے اور اگر انکی قوم کا نہو تو بھی جائز ہے یا ایک ایک کی قوم کا ہو اور دوسرا غیر قوم کا ہو تو بھی جائز ہے اور آیا ان دونون حکمون کا بھیجنا حاکم کرنے کی راہ سے ہے یا وکیل کرنے کے طریق سے ہے اظہر یہی ہے کہ تحکیم یعنی حاکم کرنے کے لیے ہے پھر اگر وہ دونون اس امر پہ متفق ہون کہ ان دونون مین صلح کر دین تو ویسا ہی کرین گے اور اگر اسپر متفق ہون کہ انھین جدائی کر دین تو اگر طلاق ہے تو بے شوہر کے راضی ہوئے صحیح نہین اور اگر جدائی کچھ دیکر ہے یعنی خلع ہے تو بے زوجہ کے راضی ہوئے صحیح نہین ہے۔ تفریع اگر حاکم شرع دو حکم بھیجے اور اسکے بعد زوجہ اور شوہر دونون غائب ہو جائین یا ایک انھین سے غائب ہو جائے تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حاکمون کو حکم کرنا جائز نہین اسلیے کہ غائب پر حکم درست نہین ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جائز ہے تو خوب ہے اسلیے کہ انکا حکم اصلاح کے لیے ہے لیکن شوہر زوجہ مین جدائی ڈالنا تو انکی اجازت پر موقوف ہے حکمون کی رغبت سے ہوتی نہین دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ جو شرطیہ دونون حکم کر دینگے اور وہ شرع کے خلاف اگر نہ ہوگی تو اسکی وفا لازم ہو جائے گی جیسے حکم کر دین کہ زوجہ کو فلان شہر مین یا فلان مکان مین رکھے یا اسکے ساتھ اپنی لونڈی کو یا دوسری بی بی کو نرکھے گو اس سے دونون راضی ہون یا ایک فریق راضی ہو اور اگر ان حکمون کا حکم شرع کے خلاف ہو جیسے یہ کہین کہ زوجہ نفقہ نہ مانگے یا راتون کی قسمت کا مطالبہ نکرے تو زوجہ اور شوہر کو اسکا بجا لانا جائز نہین دوسرا مسئلہ جب شوہر زوجہ کے کچھ شرعی حق ندے اور اسے غیرت دلوائے اور اسپر دوسری عورت سے نکاح کرے پھر زوجہ شوہر کو کچھ مال دے کہ اسکے مقابلے مین خلع متحقق ہو جائے تو صحیح ہے اور اسے اکراہ اور جبر نکہین گے یعنی اکراہ وہ ہے کہ جسکے ساتھ خلع کی طلب ہو جو تحقیق نظر اولاد کے حکمون مین ہے اور یہ دو قسم پر ہے پہلی قسم لڑکے کے الحاق مین ہے اور نظر منکوحہ عورتونکی اور مملوکہ لونڈیونکی شبہے والی ہمبستری کی اولاد مین ہے دائمی عقد کی مدخولہ عورت کی اولاد تین شرطون سے شوہر سے ملحق ہوگی پہلی شرط یہ ہے کہ ہمبستری ثابت ہو اور ہمبستری کے وقت سے چھ مہینے گزرے ہون اور نو مہینے سے کہ مشہور پر حمل کی نہایت مدت ہے بڑھکر نہو اور بعضے فقہا دس مہینے کہتے ہین اور یہ خوب ہے کہ اکثر موادمین پایا بھی گیا ہے اور بعضے فقہا ایک سال بھی کہتے ہین اور یہ قول متروک ہے اور معتبر نہین ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ

یہی قول یعنی سال بھر کا قول صواب سے زیادہ قریب ہے گو اِسے مصنف قدس سرہ نے متروک اور غیر معتبر بیان کیا ہے اور اِس ہیچمدان اُردو مترجم کے مشاہدے مین بھی اکثر گزر چکا ہے اور اِس بارے کی روایت مین پہلے بھی اسکا کچھ ذکر لکھ چکا ہون شک صاحب مسالک کے اُس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اور قولون سے اِسقدر صواب سے قریب نہین ہے پھر اگر زوجہ سے ہمبستر نہو اور اُسکے یہان لڑکا پیدا ہو تو شوہر سے ملحق نہوگا اور اِسیطرح پر اگر زوجہ سے ہمبستر ہو اور چھ مہینے سے کم مین پورا زندہ لڑکا جنے تو وہ شوہر سے ملحق نہوگا اور اِسیطرح پر اگر زوجہ شوہر دونون ایک قول پر نو مہینے سے زیادہ اور دوسرے قول پر دس مہینے سے زیادہ ہمبستری کے وقت سے مدت گزر جانے پر اتفاق کرین تو بھی وہ لڑکا شوہر سے ملحق نہوگا یا ثابت ہو جائے کہ ہمبستری کے بعد کی مدت شوہر کے نہونے سے حمل کی بڑی سی بڑی مدت سے بڑھکر ہے اور شوہر کو ایسے لڑکے کا اپنے سے ملحق کرنا جائز نہین اور اگر کوئی اور شخص کسیکی جورو سے بدکاری سے ہمبستر ہوا اور لڑکا جو اُس سے پیدا ہوا ہو وہ صاحب فراش شوہر سے ملحق ہوگا اور اُس سے دور نہوگا مگر جبکہ زوجہ شوہر آپسمین لعان جس طرق سے کہ بیان ہوگا کرین تو اُسوقت ملحق نہوگا اِسلیے کہ شرع کے حکم مین زانی کا لڑکا نہین ہوتا ہے اور اگر زوجہ شوہر اختلاف کرین زوجہ کہے کہ یہ لڑکا اُسی کا زائیدہ ہے اور شوہر انکار کرے تو مقبول قول شوہر کا قسم کے ساتھ ہے اور ہمبستر ہونے کی صورت مین اور دخول کے وقت سے چھ مہینے گزرنے پر کہ کم سے کم حمل کی مدت ہے شوہر کو اُس لڑکے سے اِس سبب سے انکار نکرنا چاہیے کہ اُسکی جورو پہ زناکاری کے یقین کے زناکاری سے متہم ہو جائے گی اور اگر لڑکے کا انکار کریگا تو بے لعان کے لڑکا اُس سے جدا نہوگا اور اگر زوجہ کو طلاق دیدے اور تو وہ عدے مین بیٹھے گی اور اِسکے بعد لڑکے کو لائے کہ جدائی کے وقت سے لڑکے کی ولادت تک کی بڑی مدت سے زیادہ نہین گزری تو وہ لڑکا اُس عورت کے شوہر سے ملحق کر دیا جائیگا اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جب اُس عورت سے کسی دوسرے نے ہمبستری عقد نکاح یا شبہہ سے نہ کی ہو اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور پیٹ رکھوا دے اور اِسکے بعد اُس عورت سے نکاح کرے تو اُسے اُس لڑکے کو اپنے سے ملحق کرنا جائز نہین اور اِسیطرح پر اگر کسی کی لونڈی سے زنا کرے اور اُسے حاملہ کر دے اور اِسکے بعد اُس لونڈی کو مول لے لے تو اُس لڑکے کو اپنے سے ملحق اِسلیے نکرے کہ اُسکی میراث لیلے یا اپنا وارث اُسے کرے اور جو شخص

زوجہ سے ہمبستر ہونے کا مقر ہو اور زوجہ کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہونے کا قائل ہو تو اقرار اپنے
لڑکا ہونے کا اسکو لازم ہے پھر اگر انکار کریگا اور دخول کا اور اپنی زوجہ سے اسکی ولادت کا اقرار
کریگا تو اُس سے لڑکا جدا نہوگا مگر لعان سے اور اسیطرحپر اگر زوجہ شوہر حمل کی مدت مین اختلاف
کرین اور شوہر دعوی کرے کہ ہمبستری کے زمانے سے لڑکے کی ولادت تک چھ مہینے سے کم یا حمل
کی بڑی مدت سے زیادہ زمانہ گزرا ہے اور عورت کہے کہ حمل کی اقل مدتسے نتو کم گزری اور نہ بڑی
مدت سے زیادہ گزری ہے تو لڑکا شوہر سے ملحق ہوگا اور بے لعان کے اُس سے جدا نہوگا اور اگر
زوجہ کو طلاق دیدے اور عدے کے بعد وہ عورت دوسرا عقد کرلے یا اپنی لونڈی بیچڈالے اور
خریدار اُس سے ہمبستر ہو اور وہ لونڈی یا مطلقہ عورت پورے بیان کیے ہوئے لڑکیکو چھ مہینے سے کم مین
لیکر آئے تو وہ لڑکا پہلے آقا یا پہلے شوہر سے ہے اور اگر چھ مہینے کے بعد لائے تو دوسرے مالک
یا دوسرے شوہر سے ہے لونڈی کے پیٹ کے لڑکے کے حکم جب اپنی لونڈی چھ مہینے کے بعد یا زیادہ
ہمبستری کے وقت سے لڑکا جنے تو دخول کرنیوالے کو اُس لڑکے کا اقرار کرنا لازم ہے لیکن اقرار
نکریگا تو اپنی لونڈی کے ساتھ ملاعنہ نکریگا اور ظاہر شرع کے موافق لڑکے کے نفی کا حکم کردین گے
اور احتمال رہیگا کہ خدا کے نزدیک اُسی سے وہ لڑکا پیدا ہوا ہو اور جھوٹ نفی کردی ہو اور اگر اسکے
بعد اقرار کرلے گا تو اُس سے ملحق ہو جائیگا اور اگر لونڈی مالک سے ہمبستر ہو اور غیر شخص بھی ہمبستر ہو تو
لڑکا مالک ہی سے ملحق ہوگا اور اگر لونڈی بہت سے مالکون کیطرف منتقل ہوا اور اُس سے ہر ایک کے
ہمبستر ہونیکے بعد لڑکا ہو تو حکم اُس لڑکے کے الحاق کا اُسی مالک سے کرینگے جسکے پاس پیدا ہوا ہوگا اور
یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ اُس مالک کی ہمبستری پر چھ مہینے یا زیادہ گزرنے پر وہ لڑکا پیدا ہوا ہو
اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو اِس مالک سے پہلے والے مالک کیساتھ اُس صورت مین ملحق
کرینگے کہ اُسکی ہمبستری پر چھ مہینے یا زیادہ گزرے ہون گے اور نہین تو اُس سے پہلے والے مالک
سے اسی شرط پر ملحق کرینگے اور اسیطرحپر اور اِس سے اوپر والے مالک سے ملحق کرین گے اور اگر
ایک طہر مین اُس لونڈی سے کئی مالک جنمین وہ لونڈی مشترک ہو ہمبستر ہون اور وہ لونڈی لڑکا
جنے اور ہر ایک اپنے لڑکا ہونے کا دعوی کرے تو ان سب کے درمیان مین قرعہ ڈالین گے جسکے
نام نکلیگا اُس سے ملحق کرینگے اور شریک اُسکے اُس لڑکے کی ماں کی قیمت کا اور اُس لڑکے کی قیمت کا

حصہ اُس سے لے لین گے مترجم کہتے ہین کہ مشترک لونڈی سے سب شریکا کو ہمبستر ہونا حرام ہے لیکن اگر کوئی شریک دوسرے شریک کی بے اجازت مشترک لونڈی سے ہمبستر ہوگا تو گنہگار ہوگا اور زناکار کا حکم اُسپر لڑکے کے ملحق ہونے مین نہوگا اور منی کے عزل کرنے سے دخول کرنیوالیکو لڑکے کی نفی کرنا جائز نہین اور اگر اپنی لونڈی سے مالک ہمبستر ہو اور غیر شخص بھی بدکاری سے اُس سے ہمبستر ہو تو لڑکا اُسکے مالک سے ملحق ہوگا اور اُس مولود کے پیدا ہونے کے ساتھ اگر کوئی علامت ایسی بہم پہونچے کہ جس سے مالک سے نہونے کا غالب گمان ہوجائے جیسے مالک کی ہمبستری کے بعد اُس لونڈی کو حیض آجائے اور اُسکے بعد غیر شخص اُس سے ہمبستر ہو یا یہ کہ مالک کی ہمبستری کے وقت سے نو مہینے سے زیادہ گزر گئے ہون اور دسوین مہینے مین کہ غیر کی ہمبستری کا نوان مہینا ہو لڑکا جنے کیونکہ حمل کی اکثر مدت دس مہینے ہونگی تقدیر پر شک نہین کہ اُس سے تجاوز نہین کرتی ہے تو اس صورت مین بعضے فقہا کہتے ہین کہ مالک کو اُس لڑکے کا اپنے سے منسوب کرنا جائز نہین اور اپنے سے نفی بھی کرنا جائز نہین بلکہ سزاوار یہی ہے کہ اُسکے لیے کچھ مال کی اولاد کی میراث سے گھٹکر وصیت کرے اور اولاد کی طرح پر اُسے میراث نہ دے اور اس قول مین تردد ہے اسلیے کہ گو یہ قول بعضی روایتون کا مضمون ہے لیکن صحیح روایتون کے اور شرع شریف کے قاعدون کے منافی ہے کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر یعنی صاحب فراش کیلیے لڑکا ہے اور زناکار کے لیے پتھر ہے اور باپ سے مشابہت نرکھنا معتبر نہین ہے شبہے کی ہمبستری سے پیدا ہوئے لڑکون کے حکم شبہے کی ہمبستری سے نسب متحقق ہوجاتا ہے بس اگر کوئی شخص کسی اور کی منکوحہ کو دیکھے اور گمان کرے کہ اُسکی جورو یا لونڈی ہے اور اُس سے ہمبستر ہوجائے اور اُس ہمبستری سے لڑکا پیدا ہو تو اُس شبہے سے دخول کرنیوالے سے ملحق ہوگا اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی کو دیکھے اور گمان کرے کہ اُسی کی لونڈی یا بی بی ہے اور اُس سے ہمبستر ہو تو جو لڑکا اس ہمبستری سے پیدا ہوگا وہ اسی شبہے سے ہمبستر ہونیوالے سے ملحق یعنے منسوب ہوگا لیکن اگر کسی کی لونڈی سے ایسا کام کریگا تو اُسپر اُس لڑکے کی قیمت پیدایش کے دن کی آنکتی ہوئی اُس لونڈی کے مالک کو دینا لازم ہوگا اسلیے کہ یہ لڑکا ایک نما یعنی پیداوار ہے کہ مالک کی ملک مین حاصل ہوئی ہے اور آزاد ہونے کے سبب سے مملوک نہوسکے گا اور اُسکے آزاد ہونے کا سبب وہی دخول کرنے والا ہوا ہے پھر

اُسکا تاوان بھی اُسی کے ذمّے ہے اور اگر مردہ پیدا ہوگا تو کچھ قیمت نہ دیگا اگر کسی عورت سے اُسسے خالی گمانکے یا اِس گمان سے کہ شوہر اُسکا مرگیا ہے یا اُسنے طلاق دیدی ہے نکاح کرے اور اِسکے بعد ظاہر ہو کہ شوہر نہ تو مرا ہے اور نہ اُسنے طلاق دی ہے تو وہ عورت دوسرے شوہر کا عدہ پورا کرنے کے بعد پہلے شوہر کو پھیر دیجائیگی اور جو بچے کہ دوسرے شوہر سے جنے ہین وہ اُس دوسرے شوہر سے الحاق کی شرطون کے پاجانے پر ملحق ہونگے اور الحاق کی شرطین بیان ہوچکی ہین خواہ عورت نے یہ نکاح حاکم کے حکم کے اعتماد پر یا کسی مخبر کے خبر دینے پر یا گواہون کی گواہی پر کیا ہو مترجم کہتے ہین کہ صاحب مسالک علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ وطی شبہ یعنی شبہے کی ہمبستری مین حاکم کے حکم کی صورت مین اور موت اور طلاق پہ دو گواہون کی گواہیون کی صورت مین تو کوئی مشکل نہین ہے مگر موت اور طلاق کی خبر دینے والے کے اکیلا ہونے کی صورت مین کہ جسکی خبر سے شرعی ثبوت نہین پایا جاتا ہے پھر اِس امر سے مقید کرنا چاہیے کہ شوہر اور زوجہ یہ نجانتے ہون کہ خبر واحد سے موت یا طلاق ثابت نہین ہوتی ہے اور اگر یہ جانتے ہونگے اور تزویج کرینگے تو زانی ٹھہرینگے اور جو بچہ کہ اُنسے پیدا ہوگا وہ اُنسے ملحق نہوگا اور عدہ بھی نہوگا اور اگر اندونون مین کا ایک نجانتا ہو اور دوسرا جانتا ہو تو نجاننے والے سے لڑکا بھی ملحق ہوگا اور عدہ بھی متعلق ہوگا نہ جاننے والے سے اِسلیے کہ جاہل شبہہ کا حکم رکھتا ہے اور جاننے والا یقیناً زانی ہے دوسری قسم ولادت کے حکمون مین ہے اور ولادت کے طریقون مین اور لواحق مین ہے اور ولادت کے سُنن یعنی طریقون مین سے واجب حاملہ کے پاس ولادت کے وقت بے مردونکے تنہا عورتون کا ہونا ہے مگر اُس صورت مین کہ عورتین نہون اور شوہر کے موجود ہونے مین کوئی مضایقہ نہین ہے گو اُور عورتین بھی مون اور ولادت کے وقت مولود کا غسل دینا مسنون ہے اور داہنے کان مین اذان اور بائین مین اقامت کہنا سنت ہے اور خاک تربت امام حسین علیہ السّلام آب فرات کے ساتھ تالو مین اور دانتون کی جڑون مین ڈالنا سنت ہے اور آب فرات نملے تو میٹھے پانی مین ملاوے اور اگر میٹھا پانی کھاری پانی کے سوا نملے تو اُسمین تھوڑا سا خرما یا شہد حل کرے اور اُسکے تالو کو اُٹھائین اور اِسکے بعد اُسکا نام کسی نیک نامون مین سے رکھین اور سارے نامون مین سے وہ نام بہتر ہین جو حق تعالی کی عبودیت پر مشتمل ہین اور اِسکے بعد انبیا اور ائمہ علیہم السلام

کے نام ہین اور کنیت اِس ڈر سے قرار دین کہ مبادا کوئی بُرا لقب اُسکا نرکہلے اور روایت مین وارد ہوا ہے کہ ولادت کے ساتوین دن مولود کا نام رکھین اور محمد نام ہونے پر ابو القاسم کنیت کرنا مکروہ ہے اور حکم یا حکیم یا خالد یا مالک یا ضرار نام رکھنا مکروہ ہے اسلیے کہ یہ جاہلیت کے نام ہین اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ یہ شیطانون کے نام ہین اور لواحق سے تین چیزین ہین ولادت کے ساتوین دن کے سنتی امر اور دودھ دینا اور بچے کی نگہداشت کرنا اور ساتوین دن کی سنتین چار چیزین ہین ایک سر منڈوانا دوسرے ختنہ کرنا تیسرے کان مین سوراخ کرنا چوتھے عقیقہ۔ اور مولود کے سر کا مونڈنا ساتوین دن عقیقہ کے پہلے سنت ہے اور لڑکے کے سر کے بالون کے برابر سونا یا چاندی تصدق کرین اور تھوڑے سر کے بال مُنڈوانا اور تھوڑے کا کل کیطرح چھوڑ دینا مکروہ ہے اور ولادت کے ساتوین دن ختنہ کرنا مستحب ہے اور اگر ختنے مین تاخیر کرین تو بھی جائز ہے اور اگر لڑکا بے ختنہ کیے بالغ ہو جائے تو اُسے اپنا ختنہ آپ کرنا واجب ہے اور لڑکون کا ختنہ واجب ہے اور لڑکیونکا ختنہ سنت ہے اور اِسے عربی مین خفض کہتے ہین اور اگر کافر مسلمان ہو جائے اور ختنہ نہ کیے ہو تو ختنہ کرنا واجب ہے گو کیسا ہی مُسن ہو اور اگر عورت مسلمان ہو تو اُسکا ختنہ کرنا واجب نہین ہے بلکہ سنت ہے لیکن عقیقہ مستحب ہے کہ لڑکیکے واسطے بکرا عقیقے مین ذبح کیا جائے اور بیٹی کے لیے بکری اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ عقیقہ واجب ہے اور زیادہ موجہ یہی ہے کہ مستحب ہے اور اگر اُسکی قیمت تصدق کرین تو عقیقہ مین شمار نہو گی اور نہ عقیقہ کی سنت مین آئیگی اور اگر عقیقہ کرنے سے عاجز ہوا اور قدرت ہونیکے وقت تک تاخیر کرے تو بھی عقیقے کا استحباب جاتا نرہیگا اور عقیقے کے جانور مین قربانی کے جانور کی شرطون کا پائے جانا مستحب ہے کہ وہ شرطین اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہین اور قابلہ یعنی دائی کو پاؤن اور ران بکرے اور بکری کی دین اور شیخ علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اِس سے مراد بکری کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر دائی نہو تو مان کو دائی کا حصہ دینگے کہ وہ تصدق کر دے اور اگر باپ لڑکے کا عقیقہ نکرے تو اُس لڑکے کو بالغ ہونے پر اپنا عقیقہ آپ کرنا سنت ہے اور اگر ساتوین دن بچہ مر جائے پھر اگر زوال سے پہلے مر جائے گا تو اُسکا عقیقہ ساقط ہو جائیگا اور اگر زوال کے بعد مرے گا تو اُسکے عقیقے کا استحباب ساقط نہو گا اور لڑکے کے ماں باپ کو لڑکے کے عقیقے کے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے اور عقیقے کے جانور کی ہڈیون کا توڑنا مکروہ ہے بلکہ اُسکے اعضا کو

جوڑون سے جدا کرین اور **رضاع** یعنی دودھ دینا۔ پس ماں پر لڑکے کا دودھ پلانا واجب نہین
اور لڑکے کے باپ سے دودھ پلانے کی اُجرت کا مطالبہ اُسے پہونچتا ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ
عورت اگر مرد کے حبالہ نکاح مین ہو تو اُسے دودھ پلانے کی اُجرت لینا صحیح نہین اسلیے کہ شوہر عقد نکاح
کے سبب سے زوجہ کی ساری منفعتون کا مالک ہو جاتا ہے کہ انھین منفعتون مین سے ایک دودھ
کا پلانا بھی ہے پھر اسکا اجارہ شرعی نہوگا مگر وجہ یہی ہے کہ جائز ہے اسلیے کہ عقد نکاح ازدواج کی
منفعتون کی ملکیت کا سبب ہے نہ اور کا اور جب لڑکے کا ذاتی کچھ مال نہو تو لڑکے کی دودھ پلانے کی
اُجرت زوجہ کو دینا شوہر پر واجب ہے اور مستاجرہ ماں کو لڑکے کو خود دودھ پلانا اور انا رکھنا جائز ہے
اور شوہر سے لڑکے کے دودھ کی اُجرتکا لینا اُسے پہونچتا ہے اور مالک کو اپنی لونڈی پر لڑکے کو دودھ
پلانے کے لیے جبر کرنا پہونچتا ہے اور رضاع یعنی دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال
ہین اور اکیس مہینے پر بھی اکتفا کر لینا جائز ہے اور اس سے کم جائز نہین ہے اسلیے کہ لڑکے پر ظلم ہوگا
اور دو برس سے دو ایک مہینے بڑھکر بھی دودھ پلانا جائز ہے اور لڑکے کے باپ پر دو برس سے
زیادہ کی اُجرت دینا واجب نہین اور اگر لڑکون کی ماں اور اناؤن کی طرح اُجرت لیکر دودھ پلانے
تو وہ اسکی زیادہ سزاوار ہے اور اگر زیادہ اُجرت مانگے تو لڑکے کے باپ کو اور انا کو لڑکے کا دیدینا
جائز ہے اور اگر غیر عورت بے اُجرت کے لڑکے کے دودھ پلانے پر راضی ہو جائے اور اسکے بعد لڑکے
کی ماں بھی راضی ہو جائے تو غیر عورت کے نسبت سے لڑکے کی ماں ہی زیادہ سزاوار ہے اور اگر ماں
بے اُجرت کے لیے دودھ پلانے پر راضی نہو تو باپ کو اُس سے لڑکا لیکر تبرعا دودھ پلانے والی کے
دیدینا پہونچتا ہے **فرع** اگر لڑکے کا باپ دعوی کرے کہ تبرعا دودھ پلانے والی ملی تھی اور بے اُجرت
لیے دودھ دینے پر راضی ہو گئی تھی کہ تو بھی تبرعا دودھ پلانے پر راضی ہو گئی اور زوجہ انکار کرے
تو مقبول قسم کے ساتھ قول لڑکے کے باپ کا ہے اسلیے کہ وہ اپنے ذمّے سے دودھ پلانے کی اُجرت
کے وجوب کو دفع کرتا ہے اور اُجرت کا ثابت کرنا زوجہ کے ذمّے ہے اور اس مسئلے مین تردد ہے
اور لڑکے کو لڑکے کی ماں کا دودھ پلانا مستحب ہے اسلیے کہ لڑکے کے حق مین وہی بہتر ہے —
اور **حضانت** یعنی لڑکے کی نگہبانی اور گہوارے مین ڈالنا اور اُٹھانا اور دھونا اور سرمہ اور تیل
لگانا اور اسکے پوتڑے اور کپڑے کا دھونا اور لڑکے کو پاکیزہ رکھنا بس لڑکے کے ان ضروری امور کے لیے

رضاع کی مدت تک کہ دو سال ہین مان زیادہ سزاوار ہے خواہ بچہ بیٹا ہو یا بیٹی ہو جس صورت مین
کہ مان مسلمان اور آزاد ہو اور مسلمان باپ کے ہوتے ہوئے کافرہ یا لونڈی مان سے لڑکے کی
نگہبانی متعلق نہین ہوتی ہے اور جب بچے کا دودھ چھٹ چکے تو بیٹے کی نگہبانی کے لیے باپ زیادہ
سزاوار ہے اور بیٹی کی نگہبانی کے لیے سات برس کی ہونے کے وقت تک مان زیادہ سزاوار ہے
اور بعضے فقہا نو برس تک کو کہتے ہین اور بعضے فقہا تزویج کے وقت تک کو کہتے ہین اور پہلا قول
اظہر ہے اور اسکے بعد باپ نگہبانی کا زیادہ سزاوار ہے اور اگر عورت دوسرا شوہر کرے تو بچے کی
نگہبانی کا حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہے خواہ بچہ بیٹا ہو یا بیٹی ہو پھر باپ بیٹا بیٹی دونون کی
نگہبانی کا زیادہ سزاوار ہے اور اگر باپ مرجائے تو مان دونون کی نگہبانی مین وصی سے بڑھکر
سزاوار ہے اور اسیطرح اگر باپ کسی کا بندہ ہو یا کافر ہو اور مان آزاد ہو اور مسلمان ہو تو مان ہی
اپنے بچے کی نگہبانی کی زیادہ سزاوار ہے گو دوسرا شوہر بھی کرے اور اگر باپ آزاد ہو جائے تو
اُسکا حکم آزاد مرد کا حکم ہے اور اگر مان باپ دونون مفقود ہون تو بچے کی نگہبانی کا حق باپ کے
باپ یعنی دادے سے متعلق ہوگا اور اگر وہ بھی نہو تو اور اقربا سے میراث کی ترتیب سے متعلق ہوگا
جیسا کہ مفاد آیہ کریمہ کا ہے واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض یعنی اہل قرابت مین کے بعضے بعضون
سے اولی ہوتے ہین اور اِس مسئلے مین تردد ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے
ہین کہ اِس مسئلے مین منع وارد ہو سکتی ہے اِسلیے کہ حضانت اسوقت مین وصی اور حاکم کی طرف
جا سکتی ہے اسلیے کہ حاکم شرع جسکے لیے ولی نہین ہوتا ہے اُسکا ولی ہوتا ہے پھر پہلے ہی سے وہی
ولی ہو جائیگا اور بیت المال سے بچے کی نگہداشت کریگا یعنی اہل قرابت کی ترتیب کی نوبت
نہ پہونچے گی - قرابت دارون سے نگہبانی متعلق ہونے کے قول کے فرعی چار مسئلے **پہلا مسئلہ**
شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب دو بہنین جمع ہون ایک باپ کی طرف سے بہن ہو اور دوسری
مان کی طرف سے بہن ہو تو بچے کی نگہبانی کا حق باپ کی طرف والی بہن سے متعلق ہوگا اِسلیے
کہ میراث مین باپ کی طرف کی بہن کا حصہ مان کی طرف کی بہن سے زیادہ ہوتا ہے اور اصل
نگہبانی کے استحقاق مین باپ کی طرف کی بہن کی ترجیح مین اشکال ہے اِسلیے کہ نص مین مان
باپ کی اولاد کی حضانت کے استحقاق مین تخصیص ہے اور اگر میراث کی ترتیب ہو تو یہ دونون بہنین

اخوت کے درجے مین برابر ہین اور اسیطرح سے شیخ نے مان کی مان یعنی نانی مین باپ کی مان
یعنی دادی کے ساتھ مین دادی کو نانی پر مقدم کرنے کو فرمایا ہے دوسرا مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ
نے فرمایا ہے کہ اگر بچے کی دادی ہو اور دادی کی بہن ہو تو وہ نگہبانی کے لیے اولی ہے اسلیے
کہ مان ہے تیسرا مسئلہ شیخ نے فرمایا ہے کہ جب بچے کی خالہ پھوپھی جمع ہون تو دونون حضانت
مین برابر ہین چوتھا مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جبکہ بچے کے لیے کئی عورتین میراث کے
درجے مین برابر موجود ہون اور حضانت مین نزاع کرین تو قرعہ ڈالین گے اور حضانت کے
لواحق مین سے تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ جبکہ مان رضاعی اجرت اور مرضعہ سے زیادہ مانگے تو باپ
کو غیر انا کو اس بچے کا دیدینا جائز ہے اور اس صورت مین مان کی حضانت کے ساقط ہونے مین
تردد ہے اور ساقط ہو جانا اشبہ ہے دوسرا مسئلہ جب لڑکا بالغ اور رشید ہو جائے گا تو اسپر سے
مان باپ کی ولایت ساقط ہو جائے گی اور اسے اختیار ہو گا چاہے باپ پاس یا مان پاس رہے تیسرا مسئلہ
جب بچے کی مان دوسرا شوہر کرلے تو اسکی حضانت جاتی رہیگی اور اگر بچے کی مان رجعی طلاق سے
مطلقہ ہو جائیگی تو حضانت کے سقوط کا حکم عدے کے گزرنے تک باقی رہیگا اور اگر باین طلاق سے
مطلقہ ہو گی تو بعضے فقہا کہتے ہین کہ حضانت پھر کر نہ آئے گی اور زیادہ موجہ یہی ہے کہ حضانت پھر آئیگی
پانچوین نظر نفقون کے بیان مین ہے نفقہ تین ہی سببون سے واجب ہوتا ہے جنمین سے ایک
زوجیت دوسرا قرابت تیسرا سبب ملک ہے کلام زوجہ کے نفقے مین ہے اور گفتگو نفقے کی شرطین
اور مقدار مین اور لواحق مین ہے اور شرطین اسکی دو ہین پہلی شرط یہ ہے کہ عقد دائمی ہو منقطع
یعنی متعہ نہو اسلیے کہ عقد متعہ سے منعقد زوجہ کا نفقہ شوہر پر واجب نہین دوسری شرط کامل
تمکین ہے یعنی زوجہ شوہر کے درمیان مین سے مانع کا جاتے رہنا ہے کہ جسوقت شوہر چاہے زوجہ
سے متمتع ہو سکے اور کوئی مانع سوا شرعی موانع کے عورت کی طرف سے نہو اور مکان اور وقت
کی خصوصیت نہو پھر اگر زوجہ اپنے کو شوہر کے حوالے کرے ایک وقت مین نہ دوسرے وقت مین
یا ایک مکان اور نہ دوسرے مکان مین ایسے مکانون اور وقتون سے کہ جس زمانہ مین اور مکان
مین شوہر کو زوجہ سے متمتع ہونا جائز ہو تو تمکین نپائی گئی اور علما نے اختلاف کیا ہے کہ عقد سے
واجب ہوتا ہے یا تمکین سے واجب ہوتا ہے اور اظہر یہی ہے کہ وجوب تمکین پر موقوف ہے اور

تمکین کی فرعون مین سے یہ ہے کہ زوجہ کم سن نہو کہ اُس سے ہمبستر ہونا حرام ہو خواہ اُسکا شوہر
چھوٹا ہو یا بڑا اگرچہ کم سن زوجہ سے ہمبستری سے متمتع ہونا ممکن ہو اسلیے کہ ایسی تمتع نادر ہوا کرتی ہے
اور اکثر اُسپر رغبت نہین ہوتی ہے لیکن اگر عورت بالغہ ہو اور شوہر کم سن ہو تو شیخ علیہ الرحمہ
نے فرمایا ہے کہ اسکا نفقہ شوہر پر نہین ہے اور اس قول مین اشکال ہے اسلیے کہ تمکین زوجہ
کی طرف سے پائی جاتی ہے اور مانع شوہر کی طرف سے ہے پھر نفقہ ساقط نہوگا اور اشبہ نفقہ کا
واجب ہونا ہے اور اگر زوجہ بیمار ہو یا رتقا ہو اور رتقاء وہ عورت ہے کہ جسکے آگے بدن کے
اندر گوشت اُگ آئے جو مرد کے دخول کرنے کا مانع ہو اور یا قرناء ہو اور قرناء وہ عورت ہے
کہ جسکے آگے کے بدن مین ہڈی نکل آتی ہے تو ان عورتون کا نفقہ ساقط نہوگا اسلیے کہ ان سے
تمتع حاصل کرنا آگے کے دخول کے سوا ممکن ہے اور کم سن کی طرح نہین ہے اور آگے کے
دخول مین معذور ہے اور اگر حسب اتفاق سے مرد کا خاص عضو بڑا ہو اور زوجہ ناتوان ہو کہ اُسکے
دخول کی تاب نہ لا سکتی ہو تو اُس شوہر کو اُس زوجہ کے دخول کرنے سے مانع آئینگے اور نفقہ
ساقط نہوگا اور رتقا کا حکم رکھے گی اور اگر زوجہ شوہر کی اجازت سے سفر کریگی تو اُس زوجہ کا نفقہ
ساقط نہوگا خواہ وہ سفر واجب ہو یا سنت ہو یا مباح ہو اور اسیطرح پر اگر واجب سفر مثل حج کے
بے شوہر کی اجازت کریگی تو بھی اُسکا نفقہ ساقط نہوگا لیکن اگر سنت سفر یا مباح سفر شوہر کی
بے اجازت کریگی تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا اور اگر شوہر کی اجازت سے نماز یا روزہ یا اعتکاف
کریگی تو بھی اُسکا نفقہ بجا ئیگا اور اگر یہ اعمال واجب ہون اور شوہر بجا لانے کی اجازت نہ دے اور
وہ بجا لائے تو بھی اسکا نفقہ شوہر کے ذمے سے ساقط نہوگا اور اسیطرح پر اگر یہی کام سنت کی نیت
سے کرے اور شوہر منع کرے اسلیے کہ اُسے سنتی کامون سے روکنا پہونچتا ہے اور اُسکی اجازت کے
برخلاف اِن سنتی کامون مین مشغول ہو تو نشوز زوجہ کا تحقق ہو جائے گا اور اُسکا نفقہ شوہر کے
ذمے سے ساقط ہو جائیگا اور جو عورت کہ رجعی طلاق سے مطلقہ ہو گی عدہ کے گزرنے تک شوہر پر
اُسکا نفقہ واجب رہیگا اور وہ زوجہ کا حکم رکھتی ہے لیکن اگر باین طلاق سے مطلقہ ہو گی تو طلاق
کے ہوتے ہی زوجہ ہونے کے حکم سے نکلجائیگی اور اُسکا نفقہ اور گھر مین جگہ دینا ساقط ہو جائیگا اور
اِسی طرح پر اگر فسخ نکاح ہو اور زوجیت فسخ سے باقی نرہے تو بھی ساقط ہو جائیگا لیکن اگر مطلقہ حاملہ

تو شوہر پر اُسکا نفقہ اور مکان رہنے کو دینا وضع حمل تک لازم ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ نفقہ حمل کے واسطے سے ہے اور بعضے فقہا کہتے ہین کہ زوجیت کے واسطے سے ہے اور اِس اختلاف کا فائدہ کئی مسئلون مین ظاہر ہوتا ہے کہ اُن سب مین سے یہ ہے اگر کوئی مرد آزاد کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اُس لونڈی کا مالک عقد نکاح کے وقت یہ شرط کرلے کہ بچہ تم دونون کا میرا بندہ ہوگا اور اسکے بعد شوہر اُسے باین طلاق سے مطلقہ کرے اور وہ حاملہ ہو پھر اگر اُسکا نفقہ دینا وضع حمل تک لڑکے کے واسطے سے ہے تو لونڈی کے مالک پر نفقہ واجب ہے اور اگر زوجیت کے واسطے سے ہے تو شوہر پر واجب ہے اور اسیطرح پر اگر بندہ کسی لونڈی سے یا کسی آزاد عورت سے عقد کرے اور اُس غلام کا مالک عقد کے وقت شرط کرے کہ بچہ انکا خاص میرا مملوک ہوگا بس پہلے قول کے موافق کہ حاملہ کا نفقہ اُسکے بچے کے واسطے سے ہے تو اُس غلام کی زوجہ کا نفقہ باین طلاق کے بعد غلام کے مالک پر ہے کہ وہی حمل کا بھی مالک ہے اور مملوک کا نفقہ مالک پر ہوا کرتا ہے نہ بندے پر اِسلیے کہ اقارب کا نفقہ مملوک پر واجب نہین ہوتا ہے اور دوسرے قول کے موافق کہ نفقہ زوجیت کے واسطے سے ہے غلام سے متعلق ہوگا کہ آپ کما کردے یا اُسکا مالک دے اور جو عورت کہ حاملہ ہو اور اُسکا شوہر مرجائے اُسکے نفقے کے باب مین دو روایتین ہین اور مشہور روایت یہی ہے کہ اُسکا نفقہ کسی پر نہین ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اُسی متوفی کی میراث مین کے حمل کے حصے مین سے وضع حمل تک دینا چاہیے اور زوجہ کا نفقہ شوہر پر ثابت ہوتا ہے خواہ زوجہ مسلمہ ہو یا ذمیہ ہو یا کسی اَور کی لونڈی ہو اور مقدار نفقے کی بس اُسکا ضابطہ یہ ہے کہ زوجہ کو جس چیز کے کھانے اور روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز سے اور کپڑے سے اور رہنے کے لیے حجرہ اور خدمت کرنیوالی اور تیل رکھنے کے برتن اور شہر کے امثال کی عادت کے موافق ضرورت ہو دے اور کھانے کی مقدار مین اختلاف ہے بعضے فقہا کہتے ہین کہ ایک مد یعنی پکی چھٹانک کم تین پاؤ دے خواہ وہ عورت بلند مرتبہ یا پست مرتبہ ہو مالدار یا محتاج ہو اور بعضے فقہانے مقدار معین نہین کی ہے اور حاجت کے رفع ہونے کی مقدار پر اکتفا کیا ہے اور یہی قول اشبہ ہے اور زوجہ کے واسطے خادم رکھنے مین زوجہ کے حال پر نظر کرنا چاہیے کہ اگر ایسے قبیلے سے ہوگی کہ جنکے لیے عادت سے خادم ہوا کرتا ہے تو اُسکے لیے خادمہ کا مقرر کرنا واجب ہے اور نہین تو آپ کام کرے اور جب خدمت کروانا واجب ہوگی

توشوہر کو اختیار ہے خواہ جو خادمہ اُسکی خدمت کرتی ہے اُسکا خرچ دے یا اور خریدے یا کسی خادمہ کو
اُسکی خدمت کے لیے اجارے پر ٹھہرا لے یا خود اُسکی خدمت کرے اور زوجہ کو اِس امر مین اختیار
نہین ہے اور شوہر پر ایک خادمہ سے زیادہ مقرر کرنا لازم نہین گو زوجہ حشمت دارون کی قوم سے
ہو اِسلیے کہ ایک خادمہ کفایت کرتی ہے اور زیادہ کی ضرورت نہین ہے اور جس زوجہ کو خادمہ
رکھنے کو عادت نہو اگر وہ بیمار ہو تو اُسکی خدمت کروانی اِسلیے کہ اِسیطرح عادت جاری ہے اور روٹی
کے ساتھ کھانے کی چیزمین اور پوشاک مین اُس عورت کے اُس شہر کے امثال کی عادت پر رجوع
کرنا چاہیے اور یہی حکم رہنے کے مکان مین ہے اور زوجہ کو شوہر سے جدا گھر کا مطالبہ پہونچتا ہے
کہ جسمین شوہر کے سوا اور کوئی رہنے مین اُسکا شریک نہو اور اُسکے لیے جاڑے مین جڑاول مہیا
کرے اور یہ اُس سے عبارت ہے کہ ایک اوپر کے اوڑھنے کو روئی کا بھرا ہوا کپڑا بیداری مین
ہو اور لحاف سونے کے وقت اُس جنس کے کپڑے سے ہو کہ اُسکے امثال اوڑھتے ہون اور اگر تجمل
والے لوگون مین سے ہو تو گھر مین اوڑھنے پہننے کے کپڑون کے سوا اور بھی ایسے کپڑے ہون کہ اُسکے
امثال تجمل کے لیے پہنتے رہتے ہون لیکن لواحق بس اِسمین کئی مسئلے ہین پہلا مسئلہ اگر زوجہ
کہے کہ مین اپنی خدمت آپ کر لونگی اور خادمہ کا خرچ مجھے دیدو تو شوہر پر قبول کرنا واجب نہین
اور اگر شوہر کی بے اجازت اپنی خدمت آپ کرے تو نفقے کا مطالبہ نہین پہونچتا ہے دوسرا مسئلہ
زوجہ ایکدن کے نفقے کی اطاعت کی صورت مین مالک ہوگی پھر اگر اُسے نفقہ نہ دے اور دن
گزر جائے تو اُسدن کا نفقہ شوہر کے ذمے قرار پا جائیگا اور اسیطرح سب دنون کا نفقہ ہے کہ نہ دیا
گو حاکم نے اُس نفقے کو مقرر نکیا ہو اور اُسکے ذمے کا حکم نہ کیا ہو اور اگر زوجہ کو کئی دن کا نفقہ دے
اور وہ دن گزر جائین تو وہ عورت اُس نفقے کی مالک ہو جائیگی اور اگر اُس نفقے مین سے اُن
دنون [illegible] خرچ کے بعد زوجہ کے پاس کچھ بچ رہے یا وہ عورت اس مال مین سے خرچ کر ڈالے تو
نفقہ اُسکی مالک ہے اور اگر عورت کو کپڑا پہننے کو اتنی مدت کو دے کہ عادت مین اُتنے دنون تو
وہ کپڑا کافی ہوا کرتا ہے تو صحیح ہے اور اگر اُس مدت سے پہلے اُسے پرانا کر ڈالے تو شوہر کو اُسکے
بدلے اور دینا واجب نہین اور اگر مدت گزر جائے اور وہ کپڑے باقی رہین تو زوجہ کو نیا مدتی
پوشاک کا مطالبہ آیندہ زمانے کے لیے پہونچتا ہے اور اگر زوجہ کو ایک معین مدت کا نفقہ حوالے

کردے اور اُس مدت کے گزرنے سے پہلے اُس زوجہ کو مطلقہ کردے تو طلاق کے بعد کے دنونکا
اُس سے پھیر لیگا مگر طلاق کے دن کا نفقہ اُسے دیدے گا لیکن اگر پوشاک کی جو مدت معین کیجاتی ہے
وہ نہ گزری ہو تو مطلقہ زوجہ سے اُسے پھیر لے سکتا ہے **تیسرا مسئلہ** جب زوجہ سے ہمبستر ہوا اور وہ
زوجہ اُسکے ساتھ عادت کے موافق کھاتی پیتی رہتی ہو تو زوجہ کو شوہر کے ساتھ کھانے کے دنون
کے نفقے کا مطالبہ شوہر سے نہین پہونچتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے
ہین کہ مطالبہ نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ ساتھ کھلانے سے نفقہ دینا صادق آتا ہے اور اسلیے کہ اسی یہ
عادت ہمیشہ سے جاری رہا ان اُسے پہلے ہی ساتھ کھلانے سے روکنا اِس معنی سے پہونچتا تھا کہ اُسے
نفقے کا مطالبہ اپنے ہاتھ مین لینے کا پہونچتا ہے کہ جو چاہے اُسے کھانے پینے وغیرہ مین صرف کرے
اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اُس سے ہمبستری نکرے اور اُسپر ایک مدت
گزر جائے تو وہ زوجہ اُس سے نفقے کا مطالبہ نکریگی اور شوہر پر اُتنے دنون کا نفقہ واجب نہین
ہوگا اگر اِس امر کے قائل ہون کہ تمکین زوجہ کا شوہر کو دینا اپنے سے فائدہ اُٹھانے پر نفقہ واجب
کرتا ہے یا اُس وجوب کی یہ تمکین شرط ہے اِسلیے کہ معلوم نہین کہ زوجہ سے استمتاع کیصورت مین
وہ شوہر کو تمکین دیتی یا نہین تمکین کی **فرع** اگر عورت کا شوہر غائب ہو اور اُسکی زوجہ حاکم شرع
کے سامنے موجود ہو اور وہ کہے کہ مین نے شوہر کو اپنے سے منفعت حاصل کرنے کی تمکین یعنی اختیار
دیا اور نفقہ مین مانگتی ہون تو اس عورت کو نفقہ دینا واجب نہوگا مگر جبکہ تمکین کی خبر شوہر کو پہونچ
جائے یا اُسکا وکیل پہونچے اور زوجہ اپنے نفس کی تسلیم کرے اور اگر شوہر کو اطلاع تسلیم نفس
کی زوجہ کی طرف سے کردیجائے اور وہ بے پروائی کرے اور وکیل نہ بھیجے تو شوہر تک کے
پہونچنے بھر کی مدت کا نفقہ شوہر پر سے ساقط ہوجائیگا اور اِس مدت سے جو زیادہ عرصہ گزریگا اُسکا
نفقہ شوہر سے بھر لیا جائیگا اور اگر شوہر کے حضور مین زوجہ ناشزہ یعنی نافرمان ہوجائے اور اُسکے بعد
شوہر کی مطیع ہوجائے تو شوہر کو اُس زوجہ کے مطیع ہوجانے کا علم حاصل ہونے تک اُسکا نفقہ
شوہر پر واجب نہوگا اور اگر زوجہ مرتدہ ہوجائے یعنی دین اِسلام سے پھر جائے تو اُسکا نفقہ
[illegible] اور اگر شوہر غائب ہوجائے اور وہ عورت ارتداد سے توبہ کرے تو توبہ کے وقت
سے [illegible] نفقہ شوہر کے ذمے عود کر آئیگا اِسلیے کہ ارتداد ہی نفقے کے جاتے رہنے کا باعث

تھا سو وہ جاتا رہا اور پہلا مسئلہ یہ حکم نہیں رکھتا ہے اسلیے کہ زوجہ نشوز کے سبب سے شوہر کے
قبضے سے نکل گئی ہے اور نفقے کی مستحق نہو گی مگر پھر شوہر کے قبضے مین زوجہ کے آجانے کے بعد
واجب ہوگا چوتھا مسئلہ جب کوئی عورت کہ باین طلاق کی مطلقہ ہے پیٹ ہونے کا دعویٰ
کرے تو اُسے نفقہ روز کا روز دیا کرینگے اور اگر پیٹ نکلے تو اُسے کوئی تکلیف ندینگے اور اگر
ظاہر ہو جائے کہ پیٹ نہین ہے تو اُس سے وہ نفقہ پھیر لین گے اور شوہر کسی باین طلاق کی زوجہ کو
خواہ کسی جدائی کے سبب سے جدا ہوئی ہو نفقہ ندیگا مگر اُس باین کو جو مطلقہ ہو اور حاملہ ہو
اُسے نفقہ دیگا اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اُسکا نفقہ اُس بچے کے لیے ہے جو اُسکے پیٹ
مین ہے شیخ علیہ الرحمہ کے قول پر متفرعہ مسئلہ جبکہ شوہر اپنی زوجہ سے شرعی طریقے سے ملاعنہ
کرے تو وہ زوجہ اُس شوہر سے جدا ہو جائیگی اور اگر پیٹ سے بھی ہو گی تو بھی اُسکا نفقہ شوہر
کے ذمّے نہو گا کیونکہ لعان کے سبب سے وہ لڑکا شوہر سے منتفی ہو چکا ہے اور اسی طرح اگر
زوجہ کو طلاق دے اور اسکے بعد کھلے کہ مطلقہ پیٹ سے ہے اور شوہر اُس پیٹ کا انکار کرے
کہ اُس سے نہین ہے اور زوجہ کے ساتھ ملاعنہ کرے تو بھی نفقہ نہو گا اور اگر لعان کے بعد خود
اپنی تکذیب کرے اور لڑکے کو اپنے سے ملحق کرلے تو اُسے نفقہ یعنی روٹی کپڑا وغیرہ دینا لازم ہے
اسلیے کہ نفقہ دینا بچے کا حق ہے پانچوان مسئلہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ غلام کی زوجہ کا
نفقہ غلام کے سر سے متعلق ہوتا ہے اگر کوئی کسب ایسا رکھتا ہو کہ جس سے زوجہ کے لیے روٹی
کپڑا پیدا کر سکے تو زوجہ کے نفقے کے واجب بھر کا ہر روز غلام مین کا حصہ بیچا جائیگا اور بعضے فقہا
کہتے ہین کہ اُسکے ذمّے نفقے کا وجوب قرار پائے گا کہ جب وہ غلام آزاد ہو جائیگا تو ادا کر دیگا اور
اگر کہا جائے کہ اُسکے مالک پر واجب ہوتا ہے اسلیے کہ عقد مالک ہی کی اجازت سے ہوا ہے
تو بہتر ہے اور شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر غلام مکاتب ہو تو اُسے اپنے ایسے لڑکے کا نفقہ دینا
کہ جو آزاد عورت سے پیدا ہوا ہو واجب نہین اور مشروط مکاتب فقیر کا حکم رکھتا ہے اسلیے کہ پوری
کتابت کے مال کے ادا کرنے تک وہ کسی چیز کا مالک نہین ہے اور اُس سے جو لڑکا کہ آزاد عورت
سے پیدا ہوا ہے وہ آزاد ہونے مین اپنی مان کا تابع ہے اور فقیر پر لڑکے کا نفقہ دینا واجب نہین
ہے اور جو لڑکا مکاتب اپنی لونڈی سے جنوائیگا اُسکا اُسے نفقہ دینا لازم ہے اسلیے کہ اُسنے بھی مکاتب کا

حکم بہم پہونچایا ہے اور جیسا کہ مکاتب مالک کا مال ہے اسی طرح پر مشروط مکاتب کا مال پورے مال کتابت کے ادا کرنے سے پہلے مالک کے مال ہونے کا حکم رکھتا ہے اور یہ لڑکا بھی مکاتب کا مال ہے اور اُسکے مالک سے تعلق رکھتا ہے تو اُسے نفقہ دینا چاہیے جیسے کوئی جانور مالک کا مال کے پاس ہو اسواسطے کہ اُسکا کھلانا پلانا مکاتب پر واجب ہے اور یہ مالک کے مال کو مالک کے مال سے نفقہ دینا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہین ہے اور اگر کچھ کتابت کے مال مین سے ادا کرنیکے سبب سے مطلق مکاتب ہونے کی صورت مین مکاتب غلام اُسیقدر آزاد ہو جائے تو اُس آزاد ہونیکے حصے بھر اُس لڑکے کا نفقہ اُس مکاتب سے متعلق ہوگا اسلیے کہ آزادی کے حصے بھر بیت فقیر کا حکم جاتا رہا ہے چھٹا مسئلہ جب حاملہ زوجہ کو کوئی رجعی طلاق دے اور مطلقہ دعویٰ کرے کہ وضع حمل کے بعد طلاق دی ہے یعنی ابھی زوجیت کے حکم مین ہے اور عدے سے نہین نکلی ہے اور شوہر انکار کرے اور کہے کہ وضع حمل سے پہلے طلاق دی تھی اور وضع حمل سے عدہ منقضی ہو گیا اور رجعیہ کے حکم سے نکل چکی ہے تو مطلقہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور شوہر پر اُس عورت سے جدا ہونے کا حکم کرینگے اسلیے کہ اُسنے خود عدے سے نکل جانے کا اقرار کیا ہے اور تین طہر ن سے عدے کے پورے کرنے تک کا اُس سے زوجہ کا نفقہ بھر لینگے اور زوجہ کو اُسوقت کی زوجیت کے باقی رہنے کے استصحاب سے اور جدائی کے متحقق ہونے تک اور عدے کے گزر جانے تک نفقہ پہونچتا ہے اُردو مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ اصل طلاق کا بعد واقع ہونا ہے اور عدے مین ہونا اصل ہے اور باقی رہنا اُسکے نفقے کا اصل ہے ساتوان مسئلہ جب زوجہ کے ذمے شوہر کا کچھ دین ہو تو شوہر کو زوجہ کے پاس مال ہونے پر کہ جس سے بسر کر سکے روز کا روز اُس کے نفقے مین سے اُس دین کا کاٹ لینا پہونچتا ہے اور اگر زوجہ پاس کچھ نہو تو شوہر کو دین کا کھانے پینے کے خرچ مین سے کاٹ لینا جائز نہین اسلیے کہ ضروری قوت سے زائد مین سے دین کی ادا واجب ہوتی ہے اور اگر عسرت کے ہونے پر بھی زوجہ کھانے پینے کے خرچ مین سے دین کے کاٹ دینے پر راضی ہو تو شوہر کو یہ ماننا نہین پہونچتا ہے آٹھوان مسئلہ زوجہ کا نفقہ رشتہ دارون کے نفقے پر مقدم ہوتا ہے پس جو کہ شوہر کے کھانے پینے سے بڑھے اُس سے زوجہ کو اور رشتہ دارون کو نفقہ دینا چاہیے مگر جتنا کہ زوجہ کے واجب قوت سے زیادہ ہو اسلیے کہ زوجہ کا نفقہ زوجیت کی منفعت کا معاوضہ ہے

اگر نہ دیگا تو اُسکے ذمے قرار پائیگا کلام رشتہ دارون کے نفقے مین ہے اور اُن لوگون مین نظر ہے کہ
جنکا روٹی کپڑا دینا واجب ہے اور نفقہ دینے کی کیفیت مین اور اُسکے لواحق مین نظر ہے مان اور
باپ اور اولاد کا روٹی کپڑا دینا ہمارے اجماع سے واجب ہے اور دادا دادی اور نانا نانی کے
نفقے کے واجب ہونے مین تردد ہے اظہر یہی ہے کہ انکا بھی روٹی کپڑا دینا واجب ہے۔ اُردو
مترجم کہتا ہے کہ صاحب جواہر الکلام فرماتے ہین کہ مصنف کے تردد کا منشاء اصل براءت اور
اصل عدم ہے اِسلیے کہ والدین اور ابوین یعنی مان باپ کے اطلاق مین دادا دادی نانا نانی داخل
نہین ہین اور اِسلیے کہ علما کا اتفاق اُنکے انفاق پر ہے بلکہ مصنف یہان اور کتاب نافع مین
کسی کے مناقشے کو نہین جانتے ہین اور اسکے ساتھ اشبہ اور اظہر وجوب ہے گویا یہان یقین والدین
اور ابوین سے اُنکے اعلا کے ارادہ کرنے کا نہین ہے مگر علما کے اتفاق سے اور زکوٰۃ کی حدیث
کی طرف اضافت کرنے سے ظاہر وجوب کا ظن ہے اور اُس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ دادا دادی
زکوٰۃ نپائین گے اور عمودین کے یعنی دو عمودون کے سوا کہ وہ اباء اور اولاد ہین اور کسیکا قرابتدارون
مین سے نفقہ واجب نہین ہے جیسے بھائی بہنین چچا ماموں وغیرہ ہین لیکن جس جس کا وارث
ہونا ہو اُسکو روٹی کپڑا دینا موکد سنت ہے اور روٹی کپڑا دینے کے واجب ہونے مین شرط ہے
کہ جسکا نفقہ واجب ہے وہ محتاج ہو اور آیا اپنے قوت کے پیدا کرنے سے عاجز ہونا بھی شرط ہے
اظہر شرط ہونا ہی ہے اِسلیے کہ نفقہ حاجت کے دفع کرنے کے لیے ایک طرح کی مدد کا دینا ہے اور جو شخص کہ
کمانے کی قدرت رکھتا ہے وہ غنی اور مالدار کا حکم رکھتا ہے اور نفقہ یعنی روٹی کپڑا دینے کے واجب
ہونے مین خلقت یا حکم مین ناقص ہونا معتبر نہین ہے جیسے کم سنی اور جنون اور جذام وغیرہ ہے
اِسلیے کہ اگر خلقت مین بھی کامل ہوگا اور عاجز ہوگا تو بھی اُسکا نفقہ واجب ہوگا اور اِسیطرح ان
قرابت دارون کا نفقہ گو بدکار اور کافر ہون واجب ہوگا اور اگر یہ قرابت دار کسی کے مملوک
ہونگے تو انکے نفقہ دینے کا وجوب ساقط ہو جائیگا اور انکا روٹی کپڑا انکے مالکون کے ذمے ہے
اور نفقہ دینے والے مین نفقہ دینے کا مقدور رکھنا شرط ہے پھر اگر اُسے اپنی ضرورت بھر کا ہاتھ
آئیگا تو اپنے ہی خرچ ضروری پر اکتفا کریگا اور اگر اپنے ضروری خرچ سے کچھ بڑھیگا تو اُسے اپنی بی بی
کے نفقے مین خرچ کریگا اور اگر اُس سے کچھ بڑھیگا تو محتاج مان باپ اولاد کو دیگا اور شرع مین نفقہ دینے کی

کوئی مقدار معین نہین ہے بلکہ کھانے پینے پہننے رہنے کے مکان سے ور سوتے جاگتے مین سردی سے
محافظت کیلیے پوشش وغیرہ سے حاجت بھر کا دینا واجب ہے ار واجب النفقہ کا کسی عورت سے
نکاح کروانا واجب نہین ہے اور باپ کا نفقہ یعنی روٹی کپڑا وغیرہ دینا واجب ہے اور باپ کی اولاد
کا دینا واجب نہین اسلیے کہ یہ نفقہ دینے والے کے بھائی ہین یعنی نکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور
سوتیلی مان کے نفقے کے وجوب مین تردد ہے اور اپنی بیٹے کا نفقہ دینا اور اُسکی اولاد کا نفقہ دینا
واجب ہے اِسلیے کہ یہ بھی اُسی کی اولاد ہین اور جو کچھ کہ واجب نفقے مین سے انہین ندیا ہو اُسکی قضا
یعنی اُسکا پھر سے دینا واجب نہین اِسلیے کہ یہ حاجت اور اضطرار کے رفع کرنے کے لیے ایک طرح کی
مدد دینا ہے نفقہ دینے والے کے ذمے پر باقی نہین رہتا ہے مگر اُسے حاکم شرع نے بھی معین کر دیا
ہوا اور اگر نفقہ دینے والا واجب النفقہ سے کہدے کہ قرض کر و اور اپنے خرچ مین لا تو نفقہ دینیوالے
پر اُسکا ادا کرنا واجب ہے اور اِسکے لواحق کئی مسئلون پر مشتمل ہین پہلا مسئلہ نفقہ لڑکے کا باپ پر
واجب ہی اور اگر اُسکے باپ نہو یا ہو تو فقیر ہو تو باپ کے باپ یعنی دادے سے نفقے کا وجوب متعلق ہوگا
گو بلند ہون یعنی باپ کا باپ کا باپ وغیرہ ہو اِسلیے کہ یہ بھی باپ ہین اور اگر انمین سے
کوئی نہو تو لڑکیکی مان پر واجب ہی اور اگر وہ بھی نہو یا محتاج ہو تو مان کے باپ پر اور مان کی مان پر
گو بلند ہون یعنی مان کے باپ کا باپ وغیرہ اور مان کی مان کی مان وغیرہا ہو قرابت کی
ترتیب سے واجب ہو گا یعنی زیادہ قریب اِس وجوب مین مقدم ہو گا اور قرابت مین برابر ہونے
کی صورت مین سب نفقہ دینے مین مشترک ہین دوسرا مسئلہ جبکہ کسی شخص کے ماں باپ دونون
نفقہ دینے کے محتاج ہون اور اِس شخص کے ضروری خرچ سے اِسقدر بچتا ہو جو ایک شخص کو کافی ہو تو اُسمین
ماں باپ دونون برابر شریک ہین اور اِسیطرح پر اگر اُس شخص کا ایک بیٹا ہو اور باپ ہو تو اُس بچت
مین یہ بھی دونون شریک ہون گے اور اگر باپ اور دادا ہو یا مان اور نانی ہو تو جو اُس شخص کی
ضرورتون سے بچیگا اور وہ دونون کو وفا نکرتا ہو گا تو وہ زیادہ قریب سے مخصوص ہے اور اُسمین
اُس سے بعید اُسکا شریک نہوگا تیسرا مسئلہ جب کسی شخص کے باپ اور دادا دونون مالدار ہون تو نفقہ
اُسکا اُسکے باپ پر واجب ہے اور دادے پر واجب نہین ہے اور اگر اُس شخص کا بیٹا اور باپ دونون
مالدار ہون تو اُسکا نفقہ ان دونون پر واجب ہی چوتھا مسئلہ جب کوئی واجب نفقے کے ادا کرنے مین ٹال مٹول

کرے تو اُسکے ادا ... ہ اُسپر حاکم شرع جبر کریگا اور اگر جبر کرنے پر بھی نمانیگا تو حاکم شرع اُسے قید کریگا
اور اگر اُسکا کوئی ... ا ہوگا تو جو نفقے مین صرف کریگا اتنا اُسمین سے لینا جائز ہے اور اگر کچھ
اسباب یا زمین رکھتا ہوگا تو واجبی نفقے کے ادا کرنے کے لیے اُسے بیچ ڈالین گے اسلیے کہ نفقہ بھی
ایک واجب حق دین کی طرح ہے کلام مملوک کے نفقے مین ہے آدمی پر اپنے مملوک کا لونڈی
غلام جانور سے نفقہ دینا واجب ہی مگر لونڈی غلام مین مالک کو اختیار ہے کہ انھین اپنے پاس سے
روٹی کپڑا وغیرہ دے یا اُنکی کمائی مین سے دے اور اُنکے نفقے کی کوئی مقدار معین نہین ہے بلکہ
کفایت بھر کی روٹی اور سالن اور دال وغیرہ اور کپڑا ایسا جو اُس شہر کے مالک کے مثل کے مملوک پہنا
کرتے ہین دینا واجب ہی اور اگر مالک انھین نفقہ ندیگا تو اُسپر نفقہ دینے کے لیے یا بیچ ڈالنے کیلیے
جبر کرینگے اور نفقہ دینے کے وجوب مین خالص بندہ اور مدبر بندہ اور ام ولد برابر ہین اور مالک
کو اپنے مملوک سے اُسکے راضی ہونے پر مقاطعہ کرنا اس طریق سے جائز ہے کہ اُسپر اُسکے کار کسب سے
کچھ مقرر کرے اور جو کچھ وہ اُس سے زیادہ کما کر لائے تو اُسے اُسکے نفقے کے خرچ مین ڈالے پھر اگر
اُسکے خرچ سے اُسمین سے کچھ بڑھے تو اُسے بھی نفقے کے حساب مین محسوب کرے اور اگر اُسکے خرچ کو
کفایت نکرے تو مالک کو کمی کا دینا واجب ہی اور بندے سے اتنے پر مقاطعہ کرنا کہ جسکے کمانے سے
وہ قاصر ہو یا اسقدر مقاطعہ کرنا کہ جسکے ادا کرنے کے بعد اُسکے خرچ کو نہ بچے جائز نہین مگر یہ کہ مالک اُسے
پورا کردے اور مملوک جانور ونکا نفقہ مالک پر واجب ہی خواہ وہ جانور ماکول اللحم ہون یعنی اُنکا گوشت
کھایا جاتا ہو اور حلال ہون یا نہون یعنی اُنکا گوشت نکھاتے ہون اور حرام ہون اور اُنکی احتیاج بھر کا
انھین دینا واجب ہی اور اگر چرا گاہون مین چرنا انھین کافی ہوتا ہو تو گھر مین انھین دانہ چارہ دینا
واجب نہین اور نہین تو واجب ہے کہ چارہ بھی دے اور اگر ندے تو اُسپر اُنکے بیچ ڈالنے یا حلال گوشت
ہونے پر ذبح کر ڈالنے کے لیے جبر کرینگے اور اگر اُس جانور کے بچہ ہوگا تو بچے بھر کا دودھ چھوڑ دینگے اور
اگر اُسے بے دودھ کے جنگل مین چرنا یا گھر مین دانہ چارہ کفایت کرتا ہو تو سارا لے لین گے —
الحمد للہ والمنہ کہ نفقہ کی قسمون مین سے دوسری قسم کہ عقود مین ہے تمام ہوئی اور مفید خاص و عام ہوئی۔

خاتمۃ الطبع

گلستان گلستان ثنا مین اُس بہار آرا کو ہین کہ جسکے ابر کرم کی آبیاری سے [illegible] ہر کی نشو ونما ہوئی ہے
اور گلشن گلشن درود اُس باغبان گلزار رسالت پہ ہین کہ جسکے دریائے رحمت [illegible] ہی سے گلزار ایجاد
کی نخلبندی آشکارا ہوئی ہے اور اُنکی آل پہ خاص اُنکے بھائی ا[illegible] پر کہ جنکی ذوالفقار کی
آبداری سے دین کے غنچے کی شگفتگی ہویدا ہوئی ہے اور ہر چمن او[illegible] مشام جان تک اُسکی
خوشبو رسا ہوئی ہے اور بعد اسکے مخفی نرہے کہ عجب فیض مالک معا[illegible] غبار ہے یعنی عالیجناب
معلی القاب منشی پراگ نراین صاحب دام اقبالہ بالخیر کا فیض [illegible] ابر بہار ہے بلکہ علم و
ہنر کی اشاعت مین اور اسکے شاداب رکھنے مین ثانی ابر مدرار [illegible] افادۂ انام جاری ہے
گویا کہ ایک دریا ہے کہ ہر وقت عام جاری ہے کبھی یہ کتاب تا[illegible] ہے اور کبھی وہ کتاب
تصنیف ہوتی ہے اور کبھی اس کتاب ترجمہ ہوتا ہے اور اسکے [illegible] سربستہ غنچہ شگفتہ ہوتا ہے
خاص اسی سعید زمان مین اور حمیدا وان مین گلدستۂ شریعت [illegible] اور حدیقۂ طریقت اثنا عشریہ
گل گلزار جعفری یعنی جلد اول جامع الجعفری اُردو ترجمۂ جامع [illegible] فارسی ترجمۂ شرائع الاسلام
ہزارون روپیون کے مصارف سے اس مطبع نامی گرامی مہ[illegible] ۱۹۰۰ء مطابق ماہ ربیع الاول
سنہ ۱۳۱۶ھ مین چھپکر تمام ہوئی ہے مفید خاص و عام ہوئی ہے [illegible] سب اہل وطن دلشاد ہون
اسکے سب احکام انکو یاد ہون + عالم احکام ربانی رہین + [illegible] قرآنی رہین + مگر قدر دانون
سے امید ہے کہ قدر دانی کو کام فرمائین گے اسکی خریداری مین [illegible] فرمائین گے اسلیے کہ یہ ایمان
مطبع کی ہمت کا بڑھانا ہے اور اہلکارون کو شوق دلوا[illegible] طالب علوم مین جان کا لانا ہے
بلکہ امور دین کا رائج کرنا اور پھیلانا ہے اور اپنے واسطے [illegible] اور خزانہ جمع کروانا ہے۔

غلطنامہ جامع الجعفری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۱	پانچ	چار	۳۸	۱۱	جلی ہو	غسل تو
		تیسری فصل	تیسرا حکم	۲۶۰	۳	مزرعت	مزارعت
		چوتھی فصل	چوتھا حکم	۵۱۴	[illegible]	تیسری شرط	تیسری نظر
		تیسرا رکن	تیسری فصل				

نام کتاب	قیمت
انارة البصائر و کشف السرائر - جلد دوم در بعثت انبیا علیهم السلام یعنی بیان نبوت مین	۱۲؍ پ
ایضاً - جلد سوم - بیان امامت مین -	عہ؍ پ
ایضاً - جلد چہارم - بیان ثبوت امامت مین -	۱۲؍ پ
چہارده مجلس مسمی بہ تاریخ الائمہ بنابر روایات مذہب امامیہ از سید وزیر حسین خان صاحب -	۱۲؍
سہل مجلس شبیر - مسمی بہ ذائقۂ ماتم از سید وزیر حسین رضوی -	۱۲؍
لسان المتقین - عربی فارسی اردو نثر مولفۂ سید محمد تقی صاحب تقوی کتب معتبرہ فقہ مذہب امامیہ سے خلاصہ روایات مستند کا ذخیرہ -	
مواعظ جعفری - مصنفۂ سید غلام حیدر خان	۱؍
بعد حمد ہندی - فقہ اثنا عشریہ -	۵؍
حلیة العرائس - از مولوی مراد علی	۱؍
خلاصة المصائب - منقول از نسخہ مطبوعۂ مطبع سلطانی شاہی و بنظر ثانی مولوی سید تصدق حسین رضوی -	۲؍ ۹ پائی
دعاے جوشن صغیر - بہ ترجمۂ لفظی اردو	عہ؍
احکام الائمہ - از حاجی حسن علی -	۱۰؍
منہج النجاة مع دعاے عاشورا از سید غلام حیدر خان -	۴؍
	۳؍

نام کتاب	قیمت
زبدة المصائب - جلد اول از محمد عسکری -	۱۲؍
اعمال الصالحین بنا بر مذہب اثنا عشریہ طغرا صنیع - بطرز جدید -	۱؍ ۳ پائی پیہ
تحفة العوام - واضح قلم جسمین ضروری مسائل روزہ نماز حج زکوة وغیرہ سہل عبارت مین لکھے ہین مصنفۂ حاجی حسن علی و اضافۂ سید تصدق حسین رضوی -	۱۲؍ پ
دیوان نوحہ جات حیدر - مع مناجات جلد اول مصنفۂ آغا حیدر علی بیگ -	۴؍
براہین غم - جلد اول مصنفۂ سید مرزا صاحب متخلص بہ تعشق جسمین رباعیات و مراثی ہین مطبوعۂ غیر -	عہ؍
کلیات مراثی - در رباعیات و سلام از مرزا سلامت علی متخلص بہ دبیر کامل دو جلدین	۱۱؍ عہ؍
(جلد اول) جلی قلم دو مصرعہ -	عہ؍
(جلد دوم) متوسط قلم سہ مصرعہ	۱۱؍
کلیات مراثی - در رباعیات و سلام از میر ببر علی صاحب متخلص بہ انیس کامل چار جلدین -	۱؍ ۴؍
جلد اول - کاغذ حنائی -	عہ؍
جلد دوم - کاغذ سفید و حنائی	۱۵؍
جلد سوم کاغذ سفید -	۱۱؍
جلد چہارم کاغذ سفید -	۱۲؍

مجموعہ مرثیہ ضمیر - جلد اول از سید مظفر حسین متخلص بہ ضمیر - نہایت عمدگی سے یہ مجموعہ نادر مرثیون کا کوشش وافر سے فراہم ہوا - ۱۲/

کلیات مراثی - در رباعیات و سلام از میر نواب متخلص بہ مونس کامل تین جلد مین -

جلد اول - کاغذ حنائی و سفید -

جلد دوم - کاغذ سفید -

جلد سوم - کاغذ سفید -

مرقع غم - جلد سوم مصنفہ محمد رضا خان بہادر متخلص بہ رضا - کاغذ سفید -

مجموعہ مراثی - در رباعیات و سلام - از مرزا دلگیر صاحب یہ کلام قدیم استاد مرثیہ گو کا ہی جو استاد بیمثل گذرا بڑے تفحص سے یہ ذخیرہ دستیاب ہوا جو چھ جلدون مین کامل ہے -

جلد اول - کاغذ سفید -

جلد چہارم - کاغذ حنائی و سفید -

جلد پنجم - کاغذ حنائی -

جلد ششم کاغذ حنائی ۱۲/

مرثیہ ہاے اویس - بلگرامی مصنفہ میر ناصر علی صاحب یہ مجموعہ بھی نادر مرثیون کا ایک بیمثل ذخیرہ ہی - اگر سوگواران ماتم جناب سید الشہدا اسکو ملاحظہ مین لائینگے تو ایک مجموعہ ... پائینگے - سبحان اللہ ... مجموعہ کے آخر مین ... بھی ہین - ۱۲/

کلیات مراثی - در ... سلام از سید حسین مرزا متخلص ... دو جلد مین

جلد اول - مسمی بہ ...

جلد دوم مسمی بہ ...

مجموعہ میلاد مصطفی ... شامل تین رسالہ

(۱) میلاد مصطفی ... لطائف المومنین

(۳) شکریہ وزیرا ... حسین رضوی - ۹ پائی

متفرقات فارسی

... کربلا نامہ ... مظفر علی اسیر کاغذ سفید چکنا - ۱۱/

ایضاً - حسب مراتب بالا - کاغذ حنائی ۹/

واقعات نظم کربلا - بطور مرثیہ از ملا محمد خطا مشہور و معروف از بیان اہل شیعہ نظم لطیف و دلچسپ -

مجموعہ مرثیہ ہاے - اساتذہ شیعہ فارسی از ملا مقبل و الفتی ملا مخلص و ملا محتشم کاشی و ملا حسنخان و ملا ظہوری مع نوحہ جات -

مقصود نجات شاقب حیدر ... حسین ... ۶ پائی